

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232694

UNIVERSAL
LIBRARY

شہر ہلی کی نئی پانی کل عمارتوں کا بین سامع نقشہ جاری کے

۵۲۵

وَاقِعَاتُ الدَّارِ وَمِنْهُ

۱۳۳۷ھ

مشتعل بر سہ حصص

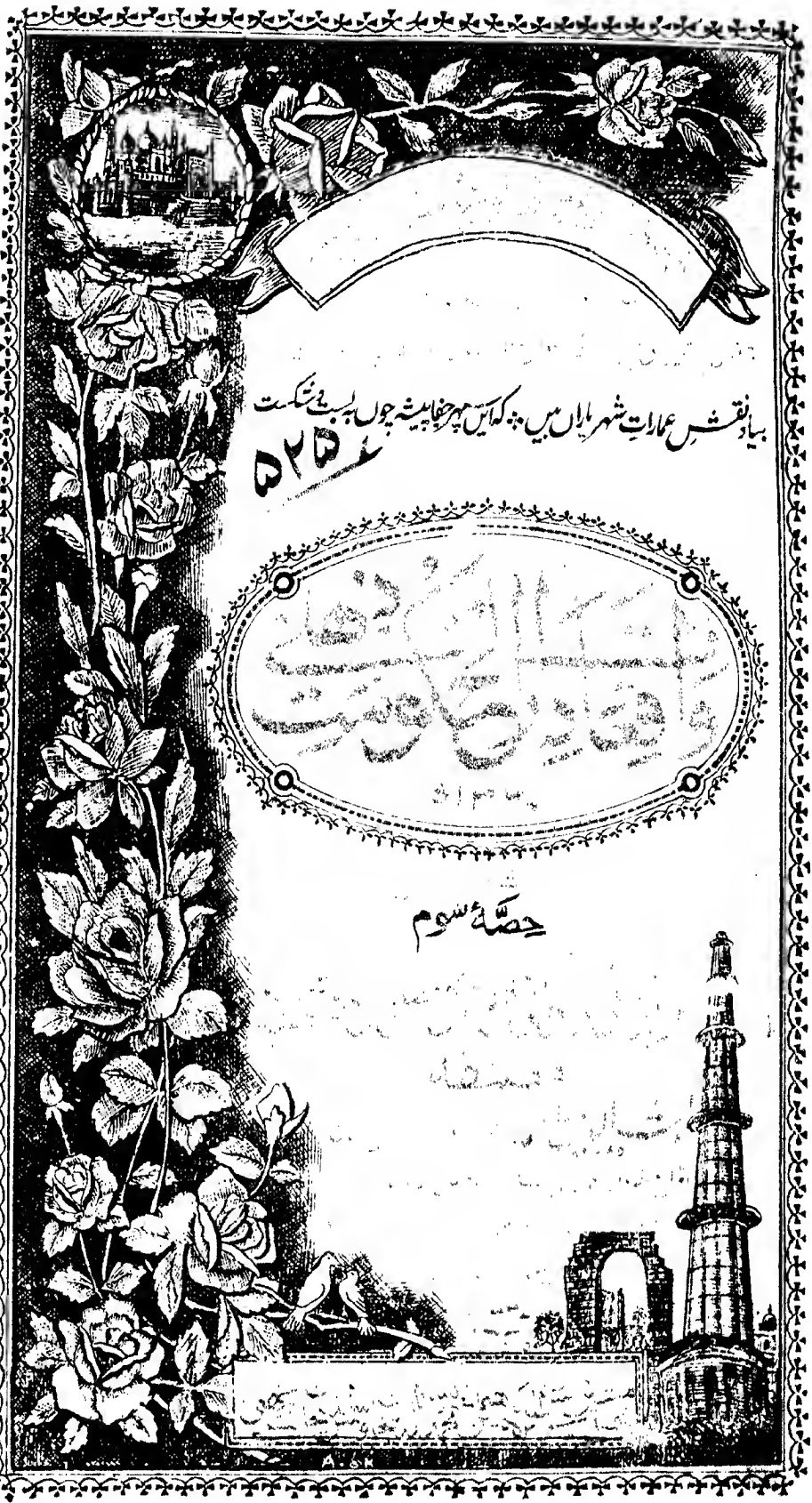
(حصہ سوم)

۱۳۳۷ھ

مصنفہ بشیر الدین احمد دہلوی

۱۹۱۹ء

شمس الدین سرگرم محمد بشیر الدین احمد دہلوی کے ہاتھ سے



فہرست مضامین حصہ سوم واقعات دارالحکومت دہلی

باب	مضمون	صفحہ ۱	صفحہ ۲
۱	۲	۳	۴
	<p>التماس ص ۱۱ - قطعہ تاریخ حکیم لطیف احمد صاحب (۳۳) - پہلا باب دہلی سے قطب کی کوٹلی کی منڈی (۲۱) - انگیزوں کی مسجد ص ۱۲ - چوتھے والوں کا گنبد - نئی بنی ہوئی مسجد - شیر اعلیٰ کی باغیچہ - راجہ بابورام کا باغ - (۵) لیڈی ہارڈنگ کا طبیعہ کالج ص ۱۳ - گورنگ باڈی کی رپورٹ ص ۱۴ - کالج کے حالات ص ۱۵ - استیفات ص ۱۶ - سٹاف ص ۱۷ - خیالات (۱۵) ہاسپٹل کی رپورٹ ص ۱۸ - مڈیکل سٹاف ص ۱۹ - ایک اور چھوٹی مسجد (۱۶) گلشن شاہ صاحب کا مزار ص ۲۰ - درگاہ حضرت عبدالسلام اور مسجد - جامع خانہ ص ۲۱ - چوکھنڈی ص ۲۲ - سنگ مرمر کی دوسری چوکھنڈی (۱۹) شمس العلماء مشقی ذکار السخاں کی قبر ص ۲۳ - دوسرے دوستی مسجد (۲۰) ہنومان جی کا مندر ص ۲۴ - گینیش کی گٹھی کا برج - راجہ کے بازار کی مسجد (۲۱) کھنڈیل وال جینیوں کا بڑا مندر ص ۲۵ - شوالا - تال کٹورا (۲۲) اگر وال جینیوں کا چھوٹا مندر (۲۲) مہا دیو کا شوالا - نسبان کا مندر (۲۳) منتر منتر ص ۲۴ - رکاب گنج حال ماوہو گنج (۲۵) ٹیلے پر کی مسجد ص ۲۵ - نئی چھاوٹی کی مسجد - ایک نامعلوم گنبد - گٹھی دہلی دروازے سے قطب روڈ کی عمارتیں (۲۶) گھوگس پھوٹی مسجد (۲۷) اگر سین کی باولی اور مسجد ص ۲۶ - مسجد (۲۹) محل حج کھنڈل (۲۷) مسجد سی پائنت - سی پائنت اور اکس پائنت (۳۰) ایک درگاہ ٹائیلڈ ص ۲۷ - قطب روڈ اور ریلوے لائن کے بیچ کے میدان کی عمارتیں (۳۱) منہدم مسجد (۳۱) دوسری منہدم مسجد (۳۲) پھیروں کا گنبد ص ۲۷ - اسی لائن میں تیسری مسجد ص ۲۸ - منشی طوہارام خزانچی کی جوتلی (۳۴) نانی یا حجام کی جوتلی ص ۲۹ -</p>	۲۲۴	۲

باب	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>باب پوکا دُزر ٹڈوچ ۱۳۳ - ہریش سنگہ کی کچہری اور جلی - جگتا کی حویلی (۳۷) دو گنبد ۱۳۳ - جھار اباغ (۳۸) مسجد ۱۳۳ - بابر پور سے قطب روڈ تک کی عمارتیں (۳۹) ایک عالی شان نامعلوم مسجد اور محل ۱۳۳ - ڈھائی محرابیں (۴۰) عسکر جنگ کا مقبرہ ۱۳۳ - موضع خیر پور کے حدود میں لوہیوں کے مقبرہ (۴۱) مقبرہ سلطان محمد شاہ ۱۳۳ - مسجد (۵۰) خیر پور کا نامعلوم گنبد اور مسجد ۱۳۳ - گنبد کے چاروں دروازوں کے کتبے ۱۳۳ - مسجد کے اندر کے کتبے پہلے درے اندر دوسرے درے اندر تیسرے درے اندر (۵۳) چوتھے درے کے اندر پانچویں درے کے اندر پہلی محراب کے بیرونی رخ پر (۵۴) مسجد کی روکار کے پانچوں دروں کے کتبے ۱۳۳ کا شانی ٹیلوں والا نامعلوم عالی شان گنبد (۵۵) سکندریہ کی مقبرہ اور مسجد ۱۳۳ - باولی - باغیچہ - دی اور دونا معلوم گنبد (۵۸) کرلا ۱۳۳ - ماہ خاتم کی قبر ۱۳۳ - غالباً اشرف بیگ کی قبر (۶۰) - شاہ مرداں یا علی جی یا علی گنج ۱۳۳ علی گنج کا شمالی صدر وازہ (۶۱) مسجد ۱۳۳ - کنواں اور شیر علی دار باولی آباد کا دروازہ (۶۵) برس کی ایک پرانی قبر (۶۲) کوکا کی مسجد ۱۳۳ - درگاہ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب عرف چٹے پتے کی درگاہ ۱۳۳ قطعہ تاریخ وصال (۶۴) درگاہ قدم مبارک ۱۳۳ - برج کا سہ حصہ فاطمہ (۶۵) جہاز ۱۳۳ - نواب ابراہیم بیگ خاں کی قبر (۶۶) درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد ۱۳۳ - سنگ مرمر کا پہلا چبوترہ چار قبروں کے کتبے (۶۷) امرانو مرزا صاحب کے بزرگوں کی بڑوار ۱۳۳ - اکسرو دالان (۶۸) مہر النساء بیگم کی چوکنڈی ۱۳۳ - شاہ نعمت الہی کی چوکنڈی ۱۳۳ مجلس خانہ ۱۳۳ - مجلس خانے کے اندر کی قبروں کے کتبے ۱۳۳ - عیسیٰ خاں کی باغیچہ ۱۳۳ - علی گنج کی فیصل (۶۹) نو</p>		

باب	مضمون	صفحہ	تاصیفہ
۱	۲	۳	۴
	مرزا نجف خان کا مقبرہ ۱۱۶ - نجف خاں کی قبر کا کتبہ (۹۹) - نجف خاں کی بیٹی کی قبر کا کتبہ ۱۱۷ - شہر مبارک آباد ۱۱۸ - سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ ۱۱۹ - تین برجیاں اور بانچی مسجد (۱۲۰) تیرجہ (۱۲۱) کا لاگنبد ۱۲۲ - گھانسی والی گزری - چھٹا گنبد (۱۲۳) - مقبرے کے باہر کتبہ ۱۲۴ - گنبد کے اندر کے کتبہ (۱۲۵) - پڑا گنبد ۱۲۶ - دریا خاں کی درگاہ (۱۲۷) - حماد پور کا نامعلوم گنبد ۱۲۸ - یوسف سرائے (۱۲۹) - مٹھ کی مسجد ۱۳۰ - درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی ۱۳۱ - دو نامعلوم گنبد ۱۳۲ - جلال الدین خلجی کی ناتمام مسجد (۱۳۳) - مقبرہ سلطان بہلول لودھی ۱۳۴ - گیارہویں مزار - سرنالہ ۱۳۵ - بھوتلا گنبد ۱۳۶ - ست پلہ ۱۳۷ - کھڑکی کی مسجد ۱۳۸ - درگاہ شیخ یوسف قتال (۱۳۹) - لال گنبد یعنی مقبرہ کبیر الدین اولیا (۱۴۰) - معروف کا مقبرہ ۱۴۱ - دو محاطیہ وازیں (۱۴۲) - دہ برہی مسجد ۱۴۳ - درگاہ حضرت شیخ صلاح الدین ۱۴۴ - میں نے کیا دیکھا ۱۴۵ - درگاہ شیخ علاء الدین ۱۴۶ - چوکھنڈی - درمہ - سدوری - ایک پرائی مسجد (۱۴۷) - بارہ کھمبا - اکیس دری کا لاگنبد اور حمام (۱۴۸) - نگر خاں کا مقبرہ (۱۴۹) - پنج برجیہ زم و پور ۱۵۰ - پہلا برج (۱۵۱) - دوسرا برج ۱۵۲ - تیسرا چوکھا پانچواں برج - بستی خاں کی باؤلی - مسجد دروازہ اور مقبرہ (۱۵۳) - باؤلی (۱۵۴) - مسجد ۱۵۵ - دروازہ (۱۵۶) - بستی خاں کا مقبرہ ۱۵۷ - ایک منبرہ مسجد ۱۵۸ - ایک چھوٹی سی مسجد - شیخ علی کی گمٹی حوالت بیگ کا باغ (۱۵۹) - ایک بشت پل برجی ۱۶۰ - دو طرفہ عمارت کے کھنڈر (۱۶۱) - بیوی باندی کا گنبد ۱۶۲ - ایک حرا کا کھنڈر (۱۶۳) - ایک تھیس محل نام مقبرہ ۱۶۴ - حاجی والی گمٹی ۱۶۵ - نگر خاں پیر کا برج - ایک پختہ کنواں اور حمام (۱۶۶) - بے چھت کی مسجد - چتر گزری اور دو چوترے (۱۶۷) - ایک برج کی مسجد ۱۶۸ - ایک نامعلوم برج ایک		

باب	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>نامعلوم گنبد، خاص کے گرد و نواح کے متعدد مقبرے (۱۲۷) کھڑیٹ کی حدود کے مقبرے (۱۲۷) بیوی ہاندی کے مقبرے ۱۲۷ - بارہ کھمبا ستیوں کے دو ٹھہ (۱۲۸) گزری اور دو نامعلوم گنبد (۱۲۹) گنبد باغ عالم یعنی شیخ شہاب الدین تاج خاں اور سلطان ابوسعید کا مقبرہ ۱۲۹ - قناتی مسجد ایک اور قناتی مسجد توپوں والا گنبد (۱۳۰) حوض علانی یا حوض خاص اور مدرسہ ۱۳۱ - فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ ۱۳۱ - حوض خاص کی اور عمار تیں (۱۳۵) دو گنبد (۱۳۵) مدرسے کے مکانات ۱۳۵ - فیروز شاہ کے مقبرے کے شرقی جانب کے برج - دو دالان (۱۳۶) تالاب کے کنار کی مسجد ۱۳۶ - نگینہ گشتی بھلی خاں کا گنبد (۱۳۷) پھوٹا گنبد حاجی لنگیا کا مقبرہ اور مسجد ایک گزری - موضع منیر کہ کے حدود کے گنبد قناتی (۱۳۸) - موضع منیر کہ کے کئی گنبد - بستی کا اندر والا گنبد (۱۳۹) مرآۃ پہاڑی کے چار گنبد ۱۳۹ - وزیر کے مقبروں کا گروپ - دو قناتی مسجدیں (۱۴۰) موضع محمد پور کے تین مقبرے (۱۴۰) محمد خاں کا مقبرہ ۱۴۰ - گاؤں کے اندر ایک اور گنبد اور مسجد - ایک گنبد (۱۴۱) ہمایوں پور کا مقبرہ - موضع کھڑیٹ (۱۴۲) مسجد ۱۴۲ - دروازہ فیصل نیلی مسجد (۱۴۲) عید گاہ (۱۴۵) عید گاہ کے پیچھے کی دو عمارتیں ۱۴۵ - ایک برج اور قناتی مسجد (۱۴۶) شاہ پور - ۱۴۶ - چوکھنڈی اور مسجد حضرت محمد و سہزادی ۱۴۶ - بیگم پور کی عمارتیں - ہردم خیالی کی درگاہ (۱۴۹) بیگم پور کی مسجد ۱۴۹ - مقبرہ شیخ فرید بخاری ۱۵۱ - منگلہ اور بھوٹی بارہوری (۱۵۲) بارہ کھمبا اونٹنی کوٹھی ۱۵۲ - بچے منڈل یا بیٹری مندرل یا بدیع مندرل ۱۵۳ - بچے منڈل کے واسن میں ایک گنبد ۱۵۳ - کالوہرے کی مسجد (۱۵۵) شیخ ضیاء الدین رومی کا گنبد ۱۵۵ - اٹھ جنی یا بی بی ۱۵۵ - بی بی فاطمہ سام کا حال ۱۵۵ - حضرت نجیب الدین متوکل</p>		

باب	مضمون	صفحہ	تہ صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>کی درگاہ اور مسجد ۱۵۹ - شیخ عین الدین قصاب کی قبر قانی مسجد اور گنبد (۱۷۰) درگاہ پنجہ شریف ۱۶۱ - موضع اڑھ چنی کا کتبہ ۱۶۱ - مسجد جامع یا قوۃ الاسلام ۱۶۵ - سلطان التمش کے عہد کی توسیعات ۱۶۵ - سلطان علاء الدین خلجی کی توسیعات ۱۶۸ - علائی دروازہ ۱۶۸ - مغربی محراب کا کتبہ ۱۸۲ - جنوبی محراب کا کتبہ ۱۸۳ - شرقی محراب کا کتبہ ۱۸۳ - قطب صاحب کی لاٹ ۱۸۶ - پہلی سطر (۱۸۸) دوسری سطر ۱۸۹ - تیسری سطر ۱۸۹ - چوتھی ۱۹۱ - پانچویں سطر ۱۹۱ - چھٹی سطر چیلے کھنڈ کے دروازے پر کا کتبہ (۱۹۲) دروازے کے پاس کا ایک اور کتبہ ۱۹۲ - دوسرا کھنڈ ۱۹۲ - پہلی سطر - دوسری سطر - کتبہ بالائے دروازہ درجہ دوم (۱۹۴) تیسرا کھنڈ ۱۹۴ - کتبہ بالا دروازہ درجہ سوم - کتبہ برپلوے دروازہ درجہ سوم - چوتھا کھنڈ (۱۹۵) - پانچواں کھنڈ (۱۹۶) چھٹا کھنڈ ۱۹۶ - ساتواں کھنڈ ۱۹۶ - لاٹ بند و نقطہ خیال سے ۲۰۱ - مسٹر کننگھم اور مسٹر بنگلر کا اختلاف رائے کے بعد قول فیصل ۲۰۱ - مسٹر بنگلر کی رپورٹ پر جنرل صاحب کے ریمارک ۲۰۲ - مسٹر بنگلر کا آخری نوٹ ۲۰۲ - جنرل صاحب کا آخری نوٹ (۲۱۶) ادھوری لاٹ ۲۱۶ - عام حالات ۲۱۹ - امام ضامن کا مقبرہ ۲۱۹ - آہنی ستون یا لوہے کی لاٹ ۲۲۲ - کتبہ بزبان سنسکرت (۲۲۴) سرسید کا اردو ترجمہ (۲۲۸) ڈاکٹر پرنسپ کے انگریزی ترجمے کی اردو ۲۲۹ - ڈاکٹر بھٹاؤ داجی کے انگریزی ترجمے کی اردو ۲۲۹ - ترجمہ پنڈت بانکے رائے صاحب دہلوی (۲۳۲) سلطان شمس الدین التمش کی قبر ۲۳۳ - تعویذ قبر ۲۳۳ - مسجد قوۃ الاسلام کی شکستہ محرابوں پر کے کتبے ۲۳۴ - تین بڑی شکستہ محرابوں پر کے کتبے (۲۳۸) - سوا چار محرابوں پر کے کتبے ۲۳۹</p>		

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
	مقبور سلطان علاء الدین خلجی ۲۳۹ - ادھم خاں کا مقبرہ یا بھول بھلیا		
	اور مسجد ۲۴۱ - ادھم خاں کے بھائی کا مقبرہ - عمر خاں کا مقبرہ -		
	عامس صاحب کی شکار گاہ (۲۴۵) - کوٹھی دکنشا ۲۴۵ -		
	جوگ مایہ کماندر ۲۴۶ - راجوں کی بائیں (باولی) اور مسجد ۲۴۸ -		
	دو برج (۲۴۹) مولنا جمالی اور کمالی کی درگاہ اور مسجد ۲۵۰ -		
	سنگ سرخ کی چوکنڈھی - دوسرا احاطہ (۲۵۵) مسجد ۲۵۵ -		
	ایک برج (۲۵۶) حضرت قلیب الدین بختیار کاکی اوشی رم کی درگاہ		
	۲۵۶ - دروازہ متصل مجلس خانہ ۲۶۲ - دروازہ کی جانب احاطہ		
	۲۶۲ - (۲۶۳) نوابان جھمری پٹرواڑ ۲۶۳ - شاکر خاں کا دروازہ (۲۶۵)		
	خواجہ نورالحاٹب بہ محمد خاں کی قبر ۲۶۴ - مراد بخش کا حجر - (۲۶۶) شہنشاہ		
	کی مسجد (۲۶۷) مولنا فخر الدین کا مزار ۲۶۷ - دو اور مزار علی خانہ (۲۶۸)		
	ضابطہ خاں کی قبر ۲۶۹ - سماع خانے کے صحن کی دوسری قبریں (۲۶۹)		
	نواب علاء الدین خاں کی پٹرواڑ ۲۶۹ - فرخ سیر بادشاہ کا دروازہ محمد		
	ساکبیر (۲۷۰) قاضی حمید الدین ناگوری کا مزار ۲۷۱ - باندے کے نوابوں		
	کی پٹرواڑ (۲۷۱) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی تعمیر کردہ مسجد ۲۷۱ -		
	قلب صاحب کی مسجد ۲۷۲ - صحن مسجد کی قبور ۲۷۳ - بنی بنی جنبل کا مزار		
	احاطہ اولاد فرخ میر (۲۷۴) حافظ داؤد کی باولی ۲۷۴ - موتی مسجد ۲۷۴ -		
	شاہ عالم بہادر شاہ کا حجر ۲۷۶ - شاہ عالم ثانی کی قبر (۲۷۷) اکبر شاہ ثانی		
	کی قبر (۲۷۸) صرف سرداہ ۲۷۸ - شاہ آبادی بیکم کی قبر (۲۷۹) -		
	حضرت خواجہ صاحب کے بعض حالات ۲۷۹ - علالت اور وفات ۲۸۰ -		
	خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر کی عمارتیں (۲۸۶) بادشاہی دروازہ		
	۲۸۶ - سرسے شاہی ۲۸۶ - شیخ سلیمان دہلوی کا مقبرہ - مینا بازار اور		
	باولی (۲۸۷) مسجد و مکان حکیم احسن السدخاں ۲۸۷ - گندھک کی باولی		

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>بسنٹی دروازے کے سامنے کے دو نقار خانے ۲۹۹ - راجوں کی بانیں کے پاس کا ایک اور مقبرہ (۲۹۰) ناظر کا باغ ۲۹۱ - بیچ کی بارہ درمی ۲۹۲ - مشرق کی طرف کا بیچ در (۲۹۲) جنوب کی طرف کا بیچ در ۲۹۳ - مولانا محمد الدین حاجی رحمہ کا فراد اور مسجد ۲۹۳ - پاس پاس دو گنبد اور ایک قناتی مسجد ۲۹۴ - قناتی مسجد ۲۹۵ - جھرنہ (۲۹۶) مکانات جانب غرب ۲۹۶ - مکانات جانب شمال مکانات جانب جنوب - مکانات جانب شرق (۲۹۹) امراں ۲۹۹ - پھول والوں کی سیر ۳۰۰ - گورگاہوں کی سڑک پر کی عمارتیں (۳۰۱) بادشاہ پسند سرے (۳۰۱) جہاز محل یا لال محل یا شیش محل ۳۰۱ - بارہ درہ - گورگاہوں کی مسجد (۳۰۳) اولیاء ۳۰۳ - مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلی ۳۰۳ - خانقاہ سید نیاز محمد صاحب رحمہ (۳۰۴) حوض شمسی ۳۰۴ - مولانا وجیہ الدین پانپلی کا مزار ۳۰۴ - شیخ آکھن دہلوی کا مزار - چہل تن چہل من (۳۱۱) بیچ یاہشت محل ۳۱۱ - دو نامعلوم مقبرے (۳۱۲) بڑا دروازوں کا جہم غیر ۳۱۲ - قلعہ راج پھورا ۳۱۲ - بابا حاجی روز بیگم (۳۱۲) شیخ شہاب الدین عاشق رحمہ کا مزار ۳۱۲ - بی بی سرخ بیگم کا مزار عید گاہ شمس الدین التمش - اولیاء الدین کرمانی - چہل بیبیوں کے مزار - جنازہ پتیاں - شیخ جلال الدین تبریزی - تالاب پیراں (۳۲۳) بصیر کی چٹنکی (۳۲۳) چوڑا ناصہ ۳۲۳ - قصر سفید ۳۲۴ - کوشک فیروزی ۳۲۶ - کوشک سبز (۳۲۶) کوشک محل یا قلعہ مرزا یادار الامان اور شاہ غیاث الدین بلبن کی قبر ۳۲۶ - لال کوٹ ۳۲۶ - انیک تال (۳۳۲) انیک پور ۳۳۲ - سورج کنڈ ۳۳۲ - قلعہ نارنج شاہ محمد چند احسینی صاحب (۳۳۶) قلعہ سرزغن - قلعہ ملاول </p>		

باب	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
(دوسرا)	۳۳۴ - قصر فرستون ۳۳۴ - جہاں پناہ ۳۳۴ - باد منڈل (۳۳۲) دوسرا باب سلطان غازی عبقرو سلطان غازی ۳۳۴ - ہشت ۳۳۴ درہ ۳۳۴ - منہدیہ مکانات - بڑی مسجد (۳۵۳) دو محلوں کے مکھنہ ۳۳۴ رکن الدین فیروز شاہ اور معز الدین بہرام شاہ کے مقبرے ۳۳۴	۳۵۶	۳۴۳
(تیسرا)	۳۵۴ - تیسرا باب قطب صاحب سے تعلق آباد - حضرت قطب صاحب کا چاہ ۳۵۴ - لاڈوسر سے عرف چندال پور (۳۵۴) شیخ شہاب الدین کی مسجد ۳۵۴ - شیخ مخدوم حیدر کا مقبرہ (۳۶۰) سید العجائب یاسید العجائب ۳۶۱ - قلعہ اور شہر تعلق آباد ۳۶۱ - مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ ۳۶۱ - مقبرے کے دروازے کے پاس کا نام معلوم مقبرہ ۳۶۱ - فصیل مقبرہ ۳۶۱ - مقبرے کا ٹیل ۳۶۱ - عادل آباد یا محمد آباد یا عمارت ہزار ستون ۳۶۱ - ستیوں کے ٹھہ (۳۸) حصہ سوم تمام ہوا - ضمیمہ (۱) ۳۸۱ - فرامین شاہی وغیرہ فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چتوڑ (۳۸۱) عرضی جوابی احمد رتن سین ۳۸۱ عرضداشت خان اعظم مزار کو کلتاش در جواب فرمان اکبر بادشاہ کہ از نکہ عظمہ فرستادہ بود منقول از دربار اکبری ۳۸۲ - فرمان شہنشاہ جہانگیر ۳۸۲ - فرمان شہنشاہ شاہ جہاں ۳۸۲ - فرمان شاہزادہ اورنگزے موسومہ راجہ ٹوڈرل ۳۸۲ - فرمان عالمگیری ۳۸۲ - فرمان علی عادل شاہ نمانی (۳۸۸) ششور شہنشاہ اورنگ زیب (۳۸۹) - فرمان اورنگ زیب (۳۹۰) فرمان اورنگ زیب ۳۹۰ - سند مطلقا محمد شاہ بادشاہ (۳۹۱) فرمان محمد شاہ بادشاہ (۳۹۲) سند مطلقا بنام نجیب الدولہ ۳۹۲ - فرمان شاہ عالم ثانی (۳۹۴) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم ۳۹۴ خط فارسی من جانب لارڈ مٹون بنام مہاراجہ رنجیت سنگھ ۳۹۴ - لارڈ کلیمنڈ کا انگریزی خط اکبر شاہ ثانی کے نام مع ترجمہ ۳۹۴ - فرمان مطلقا	۳۸۰	۳۵۴
(چوتھا)	۳۸۱ - فرامین شاہی وغیرہ فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چتوڑ (۳۸۱) عرضی جوابی احمد رتن سین ۳۸۱ عرضداشت خان اعظم مزار کو کلتاش در جواب فرمان اکبر بادشاہ کہ از نکہ عظمہ فرستادہ بود منقول از دربار اکبری ۳۸۲ - فرمان شہنشاہ جہانگیر ۳۸۲ - فرمان شہنشاہ شاہ جہاں ۳۸۲ - فرمان شاہزادہ اورنگزے موسومہ راجہ ٹوڈرل ۳۸۲ - فرمان عالمگیری ۳۸۲ - فرمان علی عادل شاہ نمانی (۳۸۸) ششور شہنشاہ اورنگ زیب (۳۸۹) - فرمان اورنگ زیب (۳۹۰) فرمان اورنگ زیب ۳۹۰ - سند مطلقا محمد شاہ بادشاہ (۳۹۱) فرمان محمد شاہ بادشاہ (۳۹۲) سند مطلقا بنام نجیب الدولہ ۳۹۲ - فرمان شاہ عالم ثانی (۳۹۴) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم ۳۹۴ خط فارسی من جانب لارڈ مٹون بنام مہاراجہ رنجیت سنگھ ۳۹۴ - لارڈ کلیمنڈ کا انگریزی خط اکبر شاہ ثانی کے نام مع ترجمہ ۳۹۴ - فرمان مطلقا	۳۸۱	۳۸۱

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
	۱۹		
	۲۰		
	۲۱		
	۲۲		
	۲۳		
	۲۴		
	۲۵		
	۲۶		
	۲۷		
	۲۸		
	۲۹		
	۳۰		
	۳۱		
	۳۲		
	۳۳		
	۳۴		
	۳۵		
	۳۶		
	۳۷		
	۳۸		
	۳۹		
	۴۰		
	۴۱		
	۴۲		
	۴۳		
	۴۴		
	۴۵		
	۴۶		
	۴۷		
	۴۸		
	۴۹		
	۵۰		
	۵۱		
	۵۲		
	۵۳		
	۵۴		
	۵۵		
	۵۶		
	۵۷		
	۵۸		
	۵۹		
	۶۰		
	۶۱		
	۶۲		
	۶۳		
	۶۴		
	۶۵		
	۶۶		
	۶۷		
	۶۸		
	۶۹		
	۷۰		
	۷۱		
	۷۲		
	۷۳		
	۷۴		
	۷۵		
	۷۶		
	۷۷		
	۷۸		
	۷۹		
	۸۰		
	۸۱		
	۸۲		
	۸۳		
	۸۴		
	۸۵		
	۸۶		
	۸۷		
	۸۸		
	۸۹		
	۹۰		
	۹۱		
	۹۲		
	۹۳		
	۹۴		
	۹۵		
	۹۶		
	۹۷		
	۹۸		
	۹۹		
	۱۰۰		

باب	صفحہ	صفحہ	مضمون
۱	۳	۴	۲
			<p>(۴۵۴) تاج پوشی ۱۰۴۴ھ - حضور کی ناگہانی علالت اور عین وقت پر جشن کا التوا ۱۰۴۴ھ - تاج پوشی کا مبارک دن ۱۰۴۴ھ - مراسم تاج پوشی (۴۵۸) بادشاہ سلامت کا پیام رعایا کے نام - قصر آسپورن کا قوم کو عطا کیا جانا - قوم کی طرف سے چوبیس لاکھ کا پیشکش - ہندوستانی روساء کی بارگاہی (۴۵۹) ہندی فوج کا سلام - بحری رویو - پرس آف ولز کا ہندوستان بھیجنا - (۴۶۰) پیام شاہی ۱۰۴۴ھ - انتقال پر لال (۴۶۱) ملکہ معظمہ انگلینڈ کا قوم سے در بدر خطاب بزبان انگریزی مع ترجمہ ۱۰۴۴ھ - تجیز و تدفین ۱۰۴۴ھ - پیام ملک معظمہ جارج پنجم (۴۶۰) ایام ماتم (۴۶۱) پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر ۱۰۴۴ھ</p> <p>(۴۶۲) ضمیمہ چہارم - ملک معظمہ جارج پنجم و ام سلطنت کے مختصر حالات ابتدائی حالات ۱۰۴۴ھ - اکٹو لیف یعنی کاروباری زندگی ۱۰۴۴ھ - شہزادہ ایلبرٹ و کٹر کا انتقال اور پرس جارج کی ولی عہدی ۱۰۴۴ھ - شادی ۱۰۴۴ھ - حضور ملکہ معظمہ کا اعلان ۱۰۴۴ھ - اولاد (۴۶۳) شادی سے ولی عہدی تک ۱۰۴۴ھ - ولی عہد کی حیثیت سے ہندوستان کی سیاحت ۱۰۴۴ھ - ذاتی حالات ۱۰۴۴ھ - اعلان شاہی و بارہ تقریر تاج پوشی ۱۰۴۴ھ - شہزادہ کا پیغام شاہی میں طنب ملک معظمہ جارج پنجم ۱۰۴۴ھ - اعلان شاہی ۱۰۴۴ھ - ضمیمہ چہارم تمام مولد (۵۰۶) خاتمہ ۱۰۴۴ھ - انگریزی سلطنت کے بعض نامہ نگاریاں واقعات ۱۰۴۴ھ - گورنر جنرل صاحبان کی فہرست ۱۰۴۴ھ - انگلستان کے بادشاہوں کی فہرست ۱۰۴۴ھ - نظم ۱۰۴۴ھ - فہرست آن اردو اور فارسی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی ۱۰۴۴ھ - فہرست آن انگریزی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی ۱۰۴۴ھ - تقاریر اور قطعات تاریخی ۱۰۴۴ھ - حصہ سوم مع ضمیموں کے ختم ہوا (۵۰۶) فقط فہرست نقشہ جات عمارات وغیرہ بہ قید صفحہ</p>
			<p>یڈی ہارٹنگ زمانہ مدیکل کالج کا دروازہ (۵) - جتھر فتر یعنی جو سنگہ کی جگہ - جتھر مقیاس</p>

کریمہ قبر کوٹھوروم جتھرقی دوار العظام - جتھر دوار النمل - (۲۳) - شہد جنگ کا مقبرہ (۴۰) - مقبرہ
خیر پور - مقبرہ محمد شاہ لودھی (۲۹) - خیر پور کا نامعلوم گنبد اور مسجد (۵۰) - مقبرہ سلطان سکند
لودھی (۵۵) - شاہ مردان (۶۰) - سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ (۸۲) - تبرجہ (۸۶) - مقبرہ
کی مسجد (۹۰) - درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی (۹۱) - نقشہ دروازہ درگاہ (۹۳) - مقبرہ سلطان
بہلول لودھی (۹۹) - مزار سرنالہ (۱۰۰) - ست پلہ (۱۰۲) - کھڑکی کی مسجد (۱۰۴) - درگاہ شیخ
یوسف قتال (۱۰۶) - درگاہ شیخ صلاح الدین (۱۰۹) - مقبرہ لنگر خاں پنج برجہ پور (۱۱۲) - بقعہ
باوڑی (۱۱۶) - فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ (۱۳۲) - بچے منڈل یا بدیع منزل (۱۵۳) - ضلع شرقی مسجد
قوة الاسلام یعنی اصل بیت خانہ رای پتھورا (۱۶۵) - دروازہ شرقی مسجد قوت الاسلام (۱۶۶) - دروازہ
شمالی مسجد قوت الاسلام (۱۶۸) - توسیعات مسجد قوت الاسلام (۱۷۵) - درجہ سوم مسجد قوت الاسلام -
درجہ اول مسجد قوت الاسلام (۱۷۷) - قطب صاحب کی لاٹ (۱۸۵) - آٹھویں لاٹ (۱۶۶) - درگاہ
امام خاصن (۲۱۹) - درجہ دوم مسجد قوت الاسلام مع آہنی ستون یا لوہے کی لاٹ کے (۲۲۰) -
مقبرہ سلطان شمس الدین التمش (۲۳۵) - مقبرہ سلطان علاء الدین خلجی (۲۳۹) - آدم خاں
کا مقبرہ یا بھول بھدیاں (۲۴۱) - کوٹھی دکنشا صاحب کلاں بہادر (۲۴۵) - جوگ یا یا کا مندر (۲۴۶)
راجوں کی بائیں (۲۴۸) - درگاہ مولانا جمالی مسجد و گاہ مولانا جمالی (۲۵۰) - حضرت قطب صاحب
کی درگاہ (۲۵۶) - دروازہ ہاسے درگاہ (۲۶۲) - شہید اور حافظہ اوڈکی باولی (۲۷۴) - موتی مسجد
(۲۷۵) - شاہ عالم ہیا در شاہ کا حجر (۲۷۶) - مسجد و مکان حکیم احسن الدخاں (۲۸۸) - بلخ ناظر (۲۹۰)
چھترہ (۲۹۶) - درگاہ حضرت شیخ عبدالحق (۳۰۲) - قوس شمسی (۳۰۶) - قلعہ رای پتھورا نقشہ قلعہ
رای پتھورا (۳۱۳) - مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن (۳۱۶) - قصیر رستون (۳۲۰) - مقبرہ
سلطان غاری (۳۲۵) - دروازہ سلطان محمود غوری غاری (۳۵۲) - شہر تغلق آباد (۳۶۲)
قلعہ تغلق آباد (۳۶۴) - مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ برج مقبرہ - برج کا اندرونی حصہ
(۳۶۸) - مقبرے کا پیل (۳۷۷) - ستیوں کے سنگھ (۳۸۰) - ہاف ٹون فوٹو فرماؤنٹ کا پیل
شوراپور (۳۸۷) - ہاف ٹون فوٹو فرماؤنٹ علی علول شاہ ثانی (۳۸۸) - شہزادہ ولیز (۳۸۳) فقط

غلط نامہ

کاتب بالعموم جیسے کم سواد ہوتے ہیں محتاج بیان نہیں اُن میں بھی جو جتنے زیادہ خوش قلم
آتے ہی زیادہ بدرقم - کاتب کتابت کی دھن میں عبارت کی طرف توجہ نہیں کرتا - پروف

کی غلطیاں سنگ ساز کے سرکاری جاتی ہیں بڑے بڑے بنائے جھٹی پائی۔ بہر حال اسباب کچھ بھی ہوں
 غلطیاں بہت رہ جاتی ہیں۔ لوگ ان مشکلات پر تو نظر کرتے نہیں کتاب کو دیکھ کر ضرور لگتا ہے کہ
 اگر غلطیاں غور سے بنایا جائے تو ناظرین کتابت جائیں۔ چھوٹی چھوٹی غلطیاں نون غنہ میں
 نقطہ دینے ایک آدھ نقطہ یا کہیں کہیں شوشہ یا مرکز چٹ کر جانے کی نظر انداز کی گئی ہیں کہ
 سیاق عبارت اور طرز کتابت دونوں رہ نمائی کرتے ہیں باقی رہیں بڑی بڑی غلطیاں
 جن سے نفس کتاب کے مضمون پر اثر پڑتا ہو ان کو کسی طرح دیدہ و دانستہ چھوڑا نہیں جاسکتا
 یا اس پر ہی نظر ان پر نہ پڑے تو دوسری بات ہے۔ متوقع ہوں کہ ناظرین باتمکین اگر اس کتاب
 کو اس طرح ملاحظہ فرمائے ہیں جس طرح کہ ایک تا۔ سچ کی کتاب کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیے
 تب ضرور ہرگز کتاب شروع کرنے سے پہلے ان غلطیوں کو درست فرمالیں اور اگر محض قصہ کہانی
 سمجھ کر سرسری نظر ہو تو یہ غلطیاں تو درکنار اتنی ہی اویسوں تو بھی۔ ایسے ہم بڑے علم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۲	۱	۱	۲	۲	۱
۳	۱۵	دُف	دُف	۱۶	۲	جائیں گے	جائیں گے
۱۹	۱۹	حجر رکھے	حجر رکھے	۲۳	۶	مطرہ	مطرہ
۲	آخر	بج	بج	۱۶	۱۶	مسجد	مسجد
۴	۴	رغبت	رغبت	۲۱	۲۱	دوار الخلل	دوار الخلل
۸	۸	کشش	کشش	۲۴	۱	سمت مینر	سمت مینر
۱۱	۱۲	قطع	قطع	۲۶	۴	کے	کے
۱۱	۱۱	اسی	اسی	۳۰	۲۱	نشانات	نشانات
۱۵	۱۵	صیغہ	صیغہ	۳۳	۴	تھوا	تھوا
۱۹	۱۹	تھیٹر	تھیٹر	۳۸	۴	اور	اور
۱۳	۲۷	جو تیر	جیونیر	۴۰	۲	صحر	صحر
۸	۸	چمقاس	چمقاس	۱۱	۱۱	کیے	کیے
۱۳	۱۶	فریالوجی	فریالوجی	۴۲	۶	بریں	بریں
۱۵	۱۵	حالمات	حالمات	۱۲	۱۲	اویچی	اویچی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صفحہ
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴۲	۱۲	نقش	نقش	۹۰	۸	نواہ	نواہ
۱۹	۱۹	زیستہ	زیستہ	۹۲	۵	علیہ	علیہ
۴۶	۵	ہیں	ہیں	۱۱	۱۱	چرخا	چرخا
۱۱	۱۱	نچ محراب	نچ کی محراب	۹۴	۶	قبریں	قبریں
۴۸	۲	چیر پور	خیر پور	۱۱	۱۱	علاقہ	علاقہ
۸	۸	چندیا	چندیا	۹۷	۳	ذمیر الدین	ذمیر الدین
۴۹	۲۲	ویسپاں	ویسپاں پور	۱۸	۱۸	کھنڈری	کھنڈری
۵۲	۱۱	بڑھ	بڑھ کر	۱۱	۱۱	گئیں	گئیں
۵۸	۱	گنبد	گنبد	۹۸	۸	دستے	دستے
۸	۸	گنبدیاں	گنبدیاں	۱۶	۱۶	سے	سے
۵۹	۱۱	پو بچتے	پو بچتے	۲۱	۲۱	مسجد	آبادی
۶۳	۱۴	ربالین	ربالین	۹۹	۱۶	سختہ	سختہ
۱۵	۱۵	انا	انا	۲۰	۲۰	طرف	طرف
۶۵	۱۷	دیوار میں	دیوار میں	۱۰۰	۲۲	نالے	نالے
۶۹	۱۲	کی بنا	کی بھی بنا	۱۰۲	۱۲	جڑائیں	جڑائیں
۷۳	۱۰	دوائی	دوائی	۱۸	۱۸	ہوتا تھا	ہوتا تھا
۷۴	۱۶	مرزا جغت	مرزا جغت	۱۰۲	۱۰	لے	لے
۷۷	۲۲	کا خاتمہ	کا بھی خاتمہ	۱۳	۱۳	فیروز شاہی	فیروز شاہی
۷۹	۱۳	ان	آں	۱۳	۱۳	۶۸۹	۶۸۹
۸۱	۶	۶۱۲۶۱-۳۳	۶۱۲۶۱-۳۳	۱۰۷	۸	۶۸۹	۶۸۹
۸۲	۱۳	کروالا	کروالا	۱۰۸	۱۴	کوکوں	کوکوں
۸۵	۲۳	کھلی	کھلی	۱۱	۲۲	دوبرجی	دوبرجی
۸۸	۱۰	وَلَقَدْ	وَلَقَدْ	۱۱۰	۱۷	شیخ صا	شیخ صلا
۸۹	۱۹	منقوش ہیں	منقوش ہیں	۱۱۱	۱۱	نفیس صغرت	نفیس صغرت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۱۲	۶	ولا	ویا قائمًا بلا	۱۵۵	۱۴	لا پروائی	نہ پروائی
من ذی	نقشہ	کنگرخان	نگرخاں	۱۵۷	۱۳	با	بابا
۱۱۵	۱۲	بودہ	بودا	۱۵۸	۲	ادیاں	ادبان
۱۲۰	۳	چیرہ	چڑھ	۱۶۱	۱۱	سید	سبد
۱۲۱	۲	کھنڈیوں	کھنڈروں	۱۱	۱۱	ود	ودرود
۱۱	۱۱	تچ	تچ	۱۶۳	۱۳	فرو	فرو
۱۲۲	۲	باقی	باقی	۱۵	۱۵	دار	دار
۱۲۳	۱۵	گزد	گرد	۱۶۰	۳	الضمیر	الضمیر
۱۲۴	۱۸	سپاٹ جوگر	سپاٹ جو	۱۶۱	۲۴	ماند	مانند
۱۱	۲۱	پر	پڑ	۱۶۳	۳	(دوکان)	(دکان)
۱۲۵	۴	بنایا	بنایا	۱۶۴	۴	سنگیت	سنگیت
۱۲۸	۵	رفیق	رفیق	۱۶۵	۱۶	دور	دور
۱۳۳	۷	ظاہر	ظاہر	۱۶۶	۱۶	اشتر	اشتر
۱۳۷	۲۰	۱۸	۱۸	۱۶۷	۱۹	زیارت	زیارت
۱۱	۱۱	کو	کا	۱۶۸	۱	غازی	غازی
۱۴۲	۶	کیوں	کیوں	۱۶۹	۲	باسہ	باسہ
۱۴۳	۸	وقت	وقت	۱۷۰	۵	نبض	نبض
۱۴۷	۲	دودو	دو	۱۷۱	۲۰	لستہ	لستہ
۱۴۸	۷	یَسْفُون	یَسْفُون	۱۷۲	۱۴	اُرسی	اُرسی
۱۱	۲	او بچی	او بچی	۱۷۳	۲	زہ	زہ
۱۱	آخر	اور	او	۱۷۴	۱۴	حالت	حالت
۱۵۱	۲۲	عدلت	عدالت	۱۷۵	۱۶	بار	بارہ
۱۵۲	۱۰	کچھ قبریں	ایک قبر	۱۷۶	۱۴	سنگین	سنگین
۱۵۳	۱۵	جنگ	چنگ	۱۷۷	۱۸	ماکیوں	پاکھوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۴۳	۵	جو	x	۱۸۴	۱۸	سلطانہ	سلطانہ
۱۴۵	۱۸	د-۲	دیے	۱۸۵	۲	خسروان	خسروان
۲۰	برصائی	برصائی	برصائی	۳	الغذل	الغذل	العدل
۲۱	سجد	سجد	سجد	۱۲	سیرتی	سیرتی	سیری
۱۶۶	۱۲	دروزی	دروازے	۱۴	وبیں	وبیں	وبیں
۲۳	چوکوں	چوکوں	چوکوں	۱۶	العالم	العالم	العالم
۱۸۰	۲	یہ	یہ	۱۹۱	آخر	المعبد	المعبد
۱۸۲	۱۶	اعلیٰ	علیٰ	۱۹۲	۱۲	فی	تا
۲۰	محمدی	محمدی	محمدی	۱۹۳	۱۳	العمارۃ	العمارۃ الملک
۲۱	مسجد	مسجد	مسجد	۱۹۵	۱۴	۱۳۸۳۰	۱۳۸۲
۲۳	رفع	رفع	رفع	۱۹۶	۳	پرچی	پرچی
۱۸۳	۴	محمد شاہ	محمد شاہ	۱۹۷	۵	چکروار	چکروار
۱۰	الخلافۃ	الخلافۃ	الخلافۃ	۱۹۸	۹	اور	x
۱۰	بتوفیق	بتوفیق	بتوفیق	۱۹۹	۱۲	بادشاہ	بادشاہ
۱۳	اللہ	اللہ	اللہ	۲۰۰	۱۶	اگر	اگر
۱۵	معاہر	مناہر	مناہر	۲۰۱	۱	بانی	بانی
۱۹	فلاع	فلاع	فلاع	۲۰۳	۹	لیا	کیا
۲۰	فحہ	فحہ	فحہ	۲۰۵	۵-۳	چوکوں	چوکوں
۲۰	بجلاول	بجلاول	بجلاول	۲۰۶	۲۳	یہ	ان
۱۸۴	مشہور	مشہور	مشہور	۲۰۷	۸	محبتیں	پہنچتیں
۵	علاء	علاء	علاء	۲۰۸	آخر	پہنچے	آگے
۶	بصدق	بصدق	بصدق	۲۰۹	۵	بشا	بشا
۱۱	بز	بز	بز	۲۱۰	۱۶-۱۶	کے مانتے ہوئے کسی	x
۱۳۱۲	و	و	و	۲۱۱	۱۶	معمولی	جو کسی معمولی

صفحہ	نمبر	تاریخ	موضوع	صفحہ	نمبر	تاریخ	موضوع
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۶۱۰	۶	فیروز	فیروز	۶	۶	۶	۶
۶۱۲	۲۳	ننگ	ننگ	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۶۱۶	۱۰	نو	نو	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۶۱۷	۵	نخستین	نخستین	۵	۵	۵	۵
۶۲۰	۶	کرا	کرا	۶	۶	۶	۶
۶۲۱	۲۳	نئے	نئے	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۶۲۵	۱۸	سکند	سکند	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۶۲۷	۲۲	کال	کال	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۶۲۸	۱	الیوین	الیوین	۱	۱	۱	۱
۶۲۹	۲۲	آخر	آخر	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۶۲۸	۱۰	کوئی	کوئی	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۶۲۹	۲	جو	جو	۲	۲	۲	۲
۶۳۱	۱۹	۱۸۱۳	۱۸۱۳	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۶۳۰	۲۰	کافر	کافر	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۶۳۱	۱۲	بشخص	بشخص	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۶۳۲	۲۰	ساتھ بنے	ساتھ بنے	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۶۳۳	۱۲	دور	دور	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۶۳۴	۱۵	۳	۳	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۶۳۵	۲۳	الرسل	الرسل	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۶۳۶	۲۳	لکم	لکم	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۶۳۷	۹	قلیلا	قلیلا	۹	۹	۹	۹
۶۳۸	۲	۹۶۹	۹۶۹	۲	۲	۲	۲
۶۳۹	۲۲	واش	واش	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۶۴۰	۹	عمر خاں	عمر خاں	۹	۹	۹	۹

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
باقی پر بعد اس کے	دوسرے بادشاہوں نے اپنے اپنے	۲۸۵	۱۲	آئم	۳	۴	۵
عہد میں چار یواری کو مختصر کر کے موبہ	دو دروازے بنوا دیے	۲۸۶	۲	عالم	۳	۴	۵
۲۹۱	۱۲	روشن	روشن	تخت	۴	۵	۶
۲۹۲	۲۳	ببازی	ببازی	۹۲۲	۳	۴	۵
۲۹۵	۱۰	دوین	دوین	لوگ اب	۲۰	۲۱	۲۲
۲۹۶	۱۳	چبوترتا	چبوترتا	طرح کے	۴	۵	۶
۲۹۷	۱۷	عقل	عقل	دیکھا	۹	۱۰	۱۱
۲۹۹	۲۴	رفت	رفت	۹۲۳	۵	۶	۷
۳۰۰	۳	کے	کے	حضرۃ	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴
۳۰۱	۹	اراسعی	اراسعی	۹	۲۱	۲۲	۲۳
۳۰۲	آخر	گوارا کیا	گوارا کیا	جنت کی	۹	۱۰	۱۱
۳۰۳	۷	ہمراہ	ہمراہ	نہر	۱۵	۱۶	۱۷
۳۰۴	۱۰	اور	اور	پچھلے	۱۹	۲۰	۲۱
۳۰۵	۱۶	سفری	سفری	اوکھ	۶	۷	۸
۳۰۶	۱۸	باولی اور	باولی اور	آپ	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸
۳۰۷	۳	بہادر شاہ	بہادر شاہ	کھرا	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸
۳۰۸	۱۰	خبر	خبر	گروان	۷	۸	۹
۳۰۹	۱۳	زکریا	زکریا	دلی	۱۹	۲۰	۲۱
۳۱۰	۱	کشتی	کشتی	بنادر کے لیے	۷	۸	۹
۳۱۱	۲	حدیث	حدیث	دلی میں	۲۳	۲۴	۲۵
۳۱۲	۱۱	شوربست اور	شوربست اور	دے	۱۰	۱۱	۱۲
۳۱۳	۱۲	کن	کن	غریبہ	۱۱	۱۲	۱۳
۳۱۴	۵	مولینا	مولینا	گفت	۱۶	۱۷	۱۸
۳۱۵	۱۲	قوال	قوال	آپ	۳۰	۳۱	۳۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۶	۲	۳	۴	۳۲۳	۱	۲	۳
۳۰۷	۱	آوار	آواز	۳۲۴	۲	۳	۴
۳۰۸	۵	جھرنے	جھرنے	۳۲۵	۵	کھاں	کھاں
۳۰۹	۱۳	ہی	ہی	۳۲۶	۱۳	احاسے	احاسے
۳۱۰	۱۴	باغ	باغ	۳۲۷	۲۰	قلعہ	قلعہ
۳۱۱	۳	سیڑھیاں	سیڑھیاں	۳۲۸	۲۱	کے	کے
۳۱۲	۱۵	بہتی	بہتی	۳۲۹	۲۲	الہیہ	الہیہ
۳۱۳	۲	خفیہ	خفیہ	۳۳۰	۳	میں قتل	میں قتل
۳۱۴	۲۱	ابدال	ابدال	۳۳۱	۱۴	بنایا	بنایا
۳۱۵	۱۴	وغیر آں	وغیر آں	۳۳۲	۶	ہیں	ہیں
۳۱۶	۳	لرایک	لرایک	۳۳۳	۸	خاص میں	خاص میں
۳۱۷	۱۳	مردور	مردور	۳۳۴	۱۵	خور	خور
۳۱۸	۸	حالت میں	حالت میں	۳۳۵	۲۳	ہی	ہی
۳۱۹	۲۲	پٹا	پٹا	۳۳۶	۱۴	شکم	شکم
۳۲۰	۱۴	ساتھ	ساتھ ہی	۳۳۷	۲۳	تا	تا
۳۲۱	۲۲	دودو	دو	۳۳۸	۱۴	یچھہ	یچھہ
۳۲۲	۲	جائے	جائے	۳۳۹	۱۲	اندپت	اندپت
۳۲۳	۱۴	سے	سے آیا	۳۴۰	۲۳	سکتا	سکتے
۳۲۴	۱	یرانی	یرانی	۳۴۱	۷	ضرور	ضرور
۳۲۵	۱۳	نہائے	نہائے	۳۴۲	۲۴	ہوں گے	ہوں گے
۳۲۶	۱۴	کے	کے	۳۴۳	۱۸	آبا	آباد
۳۲۷	۱۹	بتلائے تہ	بتلائے ہیں	۳۴۴	۱	اور	میں
۳۲۸	۲۰	درست	درخت	۳۴۵	۴	ذیل	ذیل
۳۲۹	۱	بھی	×	۳۴۶	۸	لکھتے	لکھتے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۴۴	۱۸	غازی	غازی	۳۹۶	۵	اللیام	اللیالی
۳۵۰	۲	محبوبیہ	محبوبیہ	۶	۶	نما سلوا	نما سلوا
۳۵۲	نقشہ	غازی	غازی	۱۲	۱۲	موبل	موبل
۳۵۸	۱۳	عزت	حضرت رب العزت	۱۸	۱۸	نافذ	نافذ
۳۵۹	۱۶	لوک	لوک	۱۹	۱۹	علی طریق	علی طریق
۳۶۰	۱	ہرگز	ہرگز	۲۹۶	۸	عوالیم تب	عوالیم تب
۳۶۰	۹	بر	بر	۱۱	۱۱	مخلص	مخلص
۳۶۲	۱۲	یہ	یا	۳۹۸	۲	مزبور	مزبور
۳۶۳	۱۲	پائدار	پائدار	آخر	آخر	دریں صورت	دریں صورت
۳۶۳	آخر	شیر منڈال	شیر منڈال	۲۰۱	۱۳	سہ	سہ
۳۶۵	۱۱	سما	سما	۲۲	۲۲	بتصرف	بتصرف
۳۶۶	۱۳	قلعہ	قلعہ	۳۰۳	۱۳	بابستہ	بابستہ
۳۶۸	۶	طلائی	طلائی	۱۹	۱۹	مفخر	مفخر
۳۶۹	۲۰	ہرگز	ہرگز	۱۲	۱۲	۱۴	۱۴
۳۷۶	۷	عظمتا	عظمتا	۲۰۵	۱۴	سلطنت کے	سلطنت کے بعد
۳۸۳	۱۳	و	و	۲۰۶	۳	خط	خط
۳۸۷	۱۴	خود راں	خود راں	۲۰۷	۱۱	کی تصویر	کی تصویر کے تصور
۳۸۷	۲۲	بندہ راں	بندہ راں	۱۳	۱۳	افروز	افروز
۳۸۵	۲۱	بدایوان	بدایوان	۴۰۸	۸	وینم	وینم
۳۸۷	۳	نوازو	نوازو	۹	۹	وخم	وخیم
۳۸۹	آخر	ازاد	آزاد	۱۱	۱۱	غمر	غمر
۳۹۰	۴	غالیشان	غالیشان	۴۰۹	۴	مجامع	مجامع
۳۹۵	۱	دوام	دوام	۱۰	۱۰	خالق	خالق
۳۹۷	۱۸	لنچ	لنچ	۲۱۳	۲۰	اودو	اردو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۲	۱	۱۶۷	۱۰	کرونی	کرنی
۲	۲۱	تھے	تھے کہ	۱۶۸	۳	انتقال	انتقال
۳	۱۹	نہ جاے	جاے	۱۶۹	۱۹	کو برک	کو برک
۴	۱۷	ایڑش	ایڑش	۱۷۰	۱۷	مستول	مستول
۵	۲۲	واقف	واقف	۱۷۱	۸	سنتہ اعکاکا	سنتہ اعکاکا
۶	۲۰	داناو	داناو	۱۷۲	۱	بیائرس	بیائرس
۷	۸	ہوسے	ہوسے ہیں	۱۷۳	۱۷	کرس	کرس
۸	۱۶	تو تو	تو	۱۷۴	۱۸	برولت	برولت
۹	۱۷	پر وگرام	پر وگرام کا	۱۷۵	۱۷	آسمان	آسمان
۱۰	۷	تھا	تھا کہ	۱۷۶	۱۵	بادشاہوں کو	بادشاہوں سے
۱۱	۱۵	شعب	شعب	۱۷۷	۵	جو مذاہب	جو دیگر مذاہب
۱۲	۲۱	ہو گیا	ہو گئے	۱۷۸	۲۲	کیا	کیا تھا
۱۳	۲۳	دوسرے	دوسرے دن	۱۷۹	۱۰	ولادت	ولادت
۱۴	۲۴	کیا	کیا تھا	۱۸۰	۱۰	ولادت	ولادت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۱۵	آر جی بسپ	۱	۲	۳	صحیح
۲۶۲	۱۵	آر جی بسپ	آر جی بسپ	۲	۱۲	۳	۲
۲۶۳	۲۳	سہزادوں	سہزادوں	۱۲	۲۹۹	ہو	ہیں
۲۶۵	۱۱	اسٹریلیا	اسٹریلیا	۲۱	۷	سرزمین	توسرزمین
۲۶۶	۱۴	احرام مصر	احرام مصر	۶	۵۰۲	دے	دیتے
۲۰	۲۰	گو	گو	۷	۵۰۲	مطالعہ	مطالعہ
۲۶۷	۳	کا	گا	۱۱	۵۰۶	ابذاعلم	ابتاعلم
۱۳	۱۳	شکریہ	شکریہ ادا	۱۰	۵۰۷	انیند	اینند
۲۶۸	۷	و	x	۱۸	۵۱۰	مائیرا	مائیرا
۲۸۱	۲۲	رستے	رستے لوگوں سے	۲۳	۵۱۹	سوری	سواری
۲۸۵	۴	لمبورن	لمبورن	۸	۵۲۰	و رہی	وتری
۲۲	۲۲	گہ	گھا	۹	۷	وخل	وخلق
۲۸۷	۱۱	بنا	بنا	۱۳	۷	البشری	والبشری
۷	آخر	گلڈ ہال	گلڈ ہال	۱	۵۲۸	سقوہم	سہقوہم
۲۸۹	۳	رکھ دی	رکھ دی	۶	۷	الامضاء	الامضاء
۲۹۰	۳	بڑی	کی بڑی	۸	۷	فی ا	فی
۲۹۱	۱	دوسرے	دوسرے دن	۹	۷	الجانبھا	لجانبھا
۷	۵	محنت	محبت	۱۶	۷	الجبہ	الجبہ
۲۹۳	۱۳	کو	x	۲۰	۷	بعصنھا	بعصنھا
۲۹۵	۱۰	عم	عم	۲۲	۷	تمکنوا	تمکنوا
۱۱	۱۱	ہو گئے	x	۲	۵۲۲	أَجْدَدًا	أَجْدَدًا
۲۹۶	۷	کامیوں	کامیوں	۷	۷	بشیر الدین صاحبہ	بشیر الدین احمد
۱۳	۱۳	پنا	اپنا	۲	۵۲۳	دہر	دہر
۲۹۸	آخر	لھل	لھل	۱۸	۷	انتشار	انتشار
۲۹۹	۷	ضرور	اہم	۱۳	۵۲۷	جنس	جنس

- غلط نامہ تمام ہوا -

التاس

کس گہرا زخمت برادر مع ام

از غم پیشانی و خون جگر

کہ بھگت گاہ بہ پیشانی

کچھ شناسد کہ چوں خورد ام

ساختہ ام این ہمہ لعل و گہر

تا ہم از سکر تپنا میث

جس وقت دلی کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا یہ کام بہت آسان معلوم ہوا کہ سر سید مرحوم کی کتاب لا جواب آمار الصنادید اندھے کی لکڑی تھی اور خیال تھا کہ کچھ ٹھوڑی بہت کتب بیروت اور اضافہ سے بیڑا پار ہو جائے گا مگر قصورات اور واقعات میں آسان زمین کا فرق ہے۔ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ میں تاریخ کی کتاب لکھنے کی مشکلات سے واقف تھا کہ اس فن میں میری یہ تیسری تالیف ہو امتداد زمانے کی وجہ سے کچھ تو ان تکالیف کا جو میں پھیل چکا تھا احساس کم ہو گیا تھا اور کچھ شوق تالیف نے بڑا ہاوسے جڑا ہاوسے کر ہمت بند بانی اور سمجھا کہ جب ملازمت کی بیڑی پڑی تھی تب تو باوجود ہجوم مشاغل تو نے دفتر کے دفتر لکھ لکھا اور اب کہ پنشن لے کر فائدہ نشین ہے اور ہاتھ بڑھ کرے خالی بیٹھا ہے تیرا بچہ بچہ کرنا محض خدع نفس اور کم ہمتی ہے۔ غرض کہ ع۔ ہرچہ ادا بادا کشتی در آب انداختیم۔ دو برس سے اس جھنجھٹ میں پھنسا ہوں۔ کسی دن کی چھٹی ندی۔ کوئی تیز ہوار نہ منایا۔ اپنے سارے مشاغل ترک کر رکھ دیئے۔ باہر کا آنا جانا۔ سیر تماشا۔ ہوا خوری۔ لوگوں سے ملنا جلنا سب ترک۔ دن کا سونا چھوڑ دیا۔ رات کا بھی ایک حصہ اس کے سیٹے وقف کر دیا۔ غلام یہ کہ ہر طرف سے منہ موڑ لیا اور اسی ایک شغلے میں سارا وقت کھپایا۔ جان لڑادی مگر اب تک بھی اس بحر فکار

اور دریائے ناپید اکنار کا ساحل مراد نظر نہ آیا۔ پہلے خیال تھا کہ دو حصوں میں کتاب تمام ہو جائے گی۔ اب معلوم ہوا کہ دلی میں اس کثرت سے آثار قدیمہ کا وجود ہے کہ اگر اس کو لاتنا ہی کہوں تو بجا ہو۔ دوسرا حصہ جس میں عمارات کا ذکر ہے پڑھنے پر ایک طہ مار ہو گیا سانپ کے سنہ کی چھچھو نذر ہو نہ لگی جاسے نہ اگلی جاسے نہ کتاب کو چھو ڈالتے بن پڑتا ہر دم ختم ہونے ہی کی صورت نظر آتی ہے۔ چوں کہ حصہ دوم کی ضخامت خلاف توقع بہت بڑھ گئی اس لیے اس کے دو ٹکڑے کرنے پڑے اور اس طرح دو حصوں کے ادغام سے یہ تیسرا بچ پیدا ہوا۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ آیا اس میں نری آخر کی بھرتی ہو یا یہ کہ کام کی باتیں ہیں یہ لازم نہیں اپنے سنہ سے تعریف نہیں

فالس ہو بوشک آپ بودیتا ہو

آثار القنادید اور دیگر کتب کے مطالعہ سے نہ تو میرے ذہن میں عمارت کا نقشہ کما حقہ جتنا ہو نہ میری شعنی خاطر ہوتی ہے۔ ع۔ شنیدہ کہ بودمانند دیدہ۔ یہ بڑی مہٹ و صرمی ہوگی اگر میں یہ کہوں کہ دوسرے لائق مصنفین کی بے بہا تصانیف سے مجھے مدد نہیں ملی۔ میں تو ہانکے پکار سے کہتا ہوں کہ میں تو ان کا نام لے لیا انہیں کے نقش قدم پر چلے والا اور نقال محض ہوں۔ اہل دہ ہیں اور نقل میں۔ اپنے شوق کو پورا کرنے اور کتاب کو تاجہ اسکان کس کرنے کی غرض سے ایک فنہ نہیں کی کہی و نہ مجھے ان ساری عمارتوں کو نظر غور اور تعمق سے دیکھنا پڑا اور جب دیکھا کچھ نہ کچھ ہوتی جھولی میں بھر لایا۔ بہت سی عمارتیں تو ایسی ہیں جن کا ذکر کسی کتاب میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا مگر زمین پر وہ ٹھہری آسمان سے باتیں کر رہی ہیں ان کا ذکر نہ کرنا ایک صریح ظلم کے علاوہ کتاب کے نقص کا بھی باعث ہوگا۔ حجم بڑھے تو بڑھے۔ وقت زیادہ صرف ہو تو ہو۔ دعا و دوش کی زحمت ہو تو ہو چشم مارشون دل اشاد مگر محنت کی داد ملے کتاب پر روان چر دے۔ کتاب جس قدر چھپ گئی ہو بعض صاحبوں کی رائے ہو کہ اس میں سارے کے سارے ہاف ٹون فوٹو ہوتے ہیں جانتا ہوں کہ جتنا گڑا اتنا ہی بیٹھا ہوتا ہے میں ہاف ٹون فوٹو تو درکنار ان بلکہ عمارتوں کے نقشے سو سنے کے پتر پر چھپوانے کو تیار ہوں مگر مشکل یہ آن پڑی

کہ قیمت کون دے گا اور مول کون سے گا؟۔ ناچار یہ طریقہ اختیار کیا کہ دلی کے بہترین مصور سے نقشے بنوائے جو بات ٹون کو نہیں پوچھتے مگر اس کے لگ بھگ ضرور ہیں اور مقصود اصلی یعنی عمارت کا نقشہ پیش نظر ہونا چاہیے وہ اس سے بھی بہ احسن الوجود حاصل ہوتا ہے۔ پھر بھی اس میں چند بات ٹون ہلاک بھی ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی۔ غرض یہ کہ ہر چیز کی گرانی نے میری ہمت پست کر دی ہے خریدار تو انہی جگہ رہے۔

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش داد است
تا ابد باقی باد او بادش پایاں
دہلی۔ دسمبر ۱۹۱۹ء خاکسار بشیر الدین احمد غفل

قطعہ تاریخ از جناب لوی حکیم لطیف احمد صاحب عیس قصبتہ تہلی ضلع سارن صوبہ بہار
کیوں ٹھپائیں ہم جو سچی بات ہو
واقعی گایا ہوا یہ گیت ہو
ہیں بہت اسٹیلم فرسائیاں
تصفیہ کر لیں گے خود اہل تیز
ایک ہی گھر کے ہیں گو یہ واقعات
تا ہم اتنا تو کہیں گے ہم ضرور
کام یاب اس میں اگر پورے ہو
ایک بھاری مرحلہ پہنچے کا تھا
کیا ہو لکھنا ان کا کیا حسدیاں
ہو بہت کچھ اور لکھنے کو ابھی
حد بھی کچھ جو فکر سال طبع کی
آئیے ہم آپس کہیں لطیف

حق کے کہنے میں نہ کچھ ڈر ہو نہ بھو
لیکن اس کی اور دھن ہو اور
پر یہ کچھ ہو اور شو وہ اور شو
کیا ہو صافی ہو کیا ہو لائے ہو
لکھتے آئے لوگ جس کو بڑی بہ پڑی
وہ بھی زیر لب نہیں باؤقت دہی
تو بشیر دہلوی فرخندہ پڑی
کر دیا بار سے خدا نے وہ بھی ٹو
آفریں صد آفریں برواست دی
خو رکھے اُن کو ابھی تا دیر جو
سنیے گایوں سر بزا تو باہر کہ
یہ جہان آباد کی تاریخ ہو

لے پہلا حلی خدا کا نام ہو اور دوسرے کے معنی زندہ لفظ حلی پہنچ اہل دانشدہ ثنائی لفظ عربی ہو مگر فارسی میں
بغیر تشدید جائز و مستعمل ہو۔ می اور پی کا قافیہ و لغا ہونا درست معلوم ہوتا ہے مگر دیکھ دو شعر جن کا پہلا ہر الدین
کا اور دوسرا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہا کا ہوا ان کی معتبر سند ہے۔

(۱) مردہ صد سالہ را می کند

(۲) چہ گم کرد و ای صمد ز زلف زانی

ایں مجزوق دیگرے کو می کند

ز قہر بر رفعت چہ گامہ جو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلا باب دہلی سے قطب تک

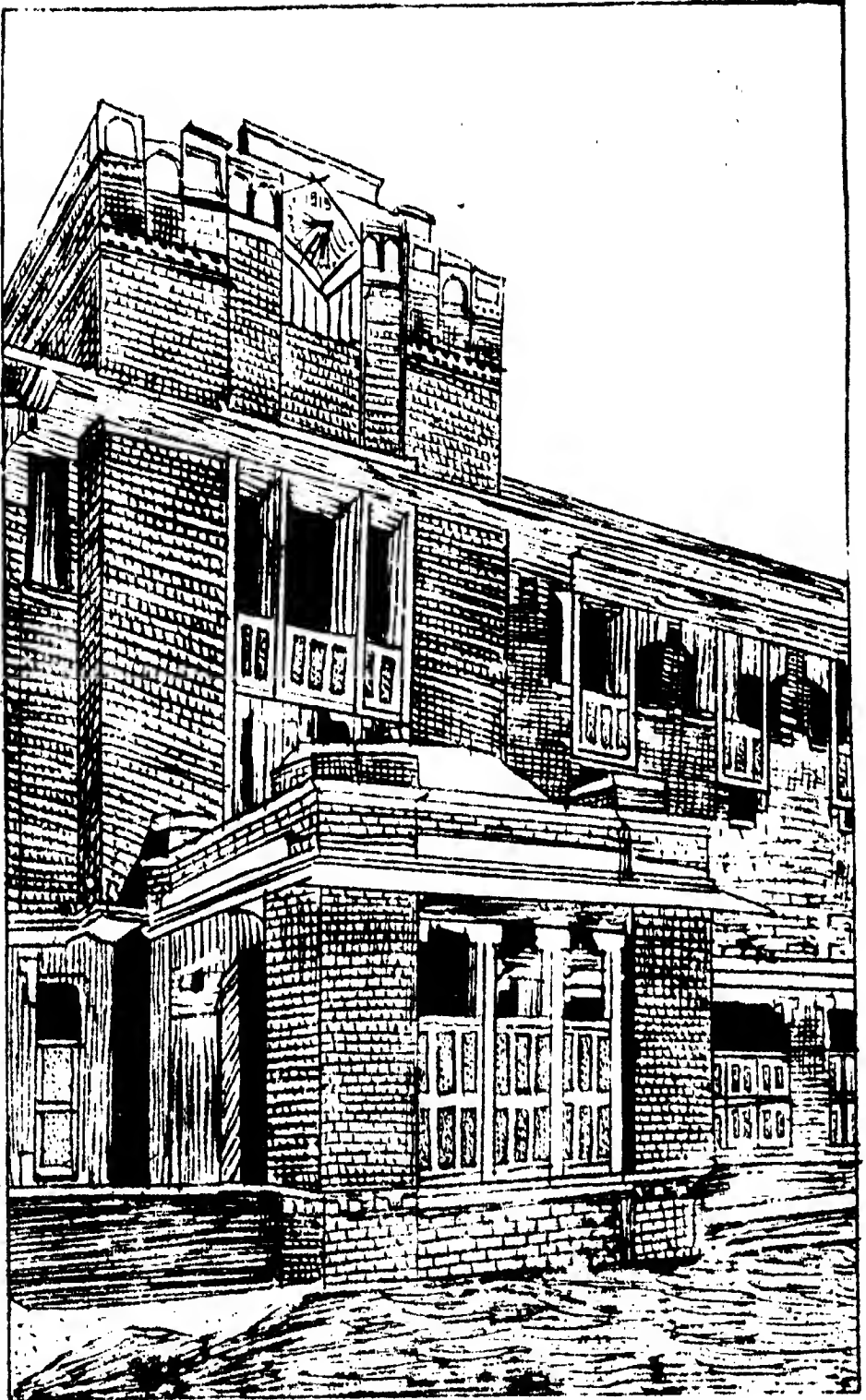
آب ہم پہاڑ گنج کے کنارے سے قطب روڈ کے شارع عام پر چلے جا رہے ہیں۔
 کوئلے کی منڈی پہلے دابہ بنے ہاتھ کو ایک بڑا وسیع احاطہ ملتا ہے جس کا مشرق
 روہ ایک بڑا پھاٹک جو بی پٹوں کا سڑک سے ملا ہوا ہے۔
 کوئلوں کی منڈی کہلاتی ہے۔ اس میں پہلے کوئلے پکا کرتے تھے اب تو بیچ لوگ
 بکچرل اور جھو پڑیاں ڈال کر رہتے ہیں اور ایک کشرے کی شکل اختیار کر لی ہے۔
 دہلی شہر کی نقاست کے پہلو پہ پہلو یہاں کی غلاظت بھی ملاحظہ طلب ہے۔

رنگریزوں کی مسجد اور تین دروں کی قدیم مسجد ہے جو رنگریزوں کی مسجد
 کہلاتی ہے۔ بیچ کا بیچ بڑا ہے اور ہر ادھر ادھر کے چوٹے یکسب کے ٹوٹ گئے
 کیوں کہ مسجد شاہی زمانے کی بنی ہوئی ہے۔ طول و عرض ۲۴ × ۱۳ ہے۔ سامنے کا
 چوڑا ۲۴ × ۱۳ ہے۔ بلند ہے جس پر چوکے نیچے ہوئے ہیں بیچ کا در
 ۱۳ × ۱۳ اور ۲۴ × ۱۳ ہے۔ چوترے کے کنارے ایک نیم کا پرانا درخت
 ہے اور صحن کے سامنے ایک کنواں بھی ہے اور یہیں چنبریں ہیں جن میں سے ایک
 یہ لکھتے ہیں: (۱) بِسْمِ اللّٰهِ - کلمہ -

ناگماں گنت ہائف ای معنوم
 نکر تاسخ فوت دختربود
 دہ دودو کم کن دگوتا سنج
 مرقہ نعت النصار مرجم
 نعت النصار خانم تاسنج - ۱۰ راہ شعبان المعظم ۱۲۸۵ ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۱۹ء
 یوم فتنہ از جهان فانی راحلت نمود

(۲) دہلی طرٹ مسجد کے چوترے سے ملی ہوئی۔ ہوا الباقی کلمہ
 گویا دنیا سے جی نہ بخش سکے ساسا تھا شور و شیون
 لکھنا سنا یاس نہ زو زار بنا خلد بریں میں رک مسکن
 (۳) اسی مسجد کے تکیہ میں قبرستان تھی۔ کلمہ اور نقل من علیہا فان۔

رفیق النصار بمصر بیچ سال دو ماہ بہت یوم ۱۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۸۵ ھ روز شنبہ وفات یافت



لیڈی ہارڈنگ زنانہ ڈیپارٹمنٹ کا کچ کا صدر دروازہ

رہ مسجد کے پچھواڑے سڑک کے کنارے۔ کلمہ۔

ہوا جب شور مچا مگر مرزا ہر اک فرد بشر تھا پاس غمناک
لکھا یوں سال میں آٹھ سیراہ گیا دنیا سے عوض بیگ پیراک
سڑک سے ہٹا ہوا داہنی طرف ایک بہت پُرانا گنبد جو
چونے والوں کا گنبد جس پر پیلی نمبر پڑا ہوا ہے۔ یہ گنبد ۲۸ مربع فٹ کیسٹون سے

چاروں طرف دروازے تھے۔ جنوبی رخ کا دروازہ مع اس طرف کے حصے کے
بیٹھ گیا باقی تین طرف کے دروازے بھی دھنس گئے ہیں کہتے ہیں کہ اندر دو قبریں
سیدوں کی ہیں جو بھرتی ڈال دینے سے دب گئی ہیں۔ اب اس میں فرش بھی نہیں رہا۔
مٹی چھرا اور گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں پاس چوڑے کی بھٹیاں ہیں چوڑے سروں کا
قبضہ اس پر ایسا ہی قبضہ ہو جیسے کہ خانہ خالی را دیومی گیر وہ۔

سڑک کی داہنی طرف۔ یہ مسجد بہت چھوٹی تھی۔ چوں کہ حاجی
نئی بنی ہوئی مسجد عبدالغنی صاحب نے اس سرفروغ تعمیر کرائی ہے لہذا پہلے کیا
جیشیت تھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ طول و عرض ۲۰ × ۹ فٹ ہے۔ چوڑا ۲۲ × ۸۔ چمن۔
سپاٹ چھت۔ داہنی طرف ایک حجرہ۔ کنواں غسل خانہ اور بیچ کی محراب کے اوپر دھڑ
دو مینار نما برجیاں۔

شیرا مل کی باغیچہ | برج اعلیٰ شان دروازہ اور کپوٹ سڑک سے لاہرہ ابائیں طرف۔
راے بابو رام کا باغ | عالی شان دروازہ اور وسیع کپوٹ سڑک کی داہنی طرف۔

لیڈی ہارڈنگ کا کالج | لیڈی ہارڈنگ کے ٹریکل کالج کا بہت مختصر ذکر ہم
یہاں گج کے ضمن میں کر آئے ہیں اب ڈاکٹر کیٹ
اسے۔ پلیٹ ایم ڈی (لندن) ڈبلیو۔ ایم ایس
۱۹۱۳ء

پرنسپل نے اپنی بڑی مہربانی سے کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۸ء (۲۸)

سہ پورا نام اس کا "لیڈی ہارڈنگ کاڈیکل (طبی) کالج ہسپتال ستورات اور اطفال کے لئے" ہے۔
"Lady Hardinge Medical College
and Hospital for Women and Children"

سفر کی باتصویر بھی دی جو بہت دل چسپ ہو اور اس میں اس کالج کی بنا کی غرض غایت
وجہات بالتفصیل لکھی ہو اور کالج کا ایک رخ قطب روڈ کی طرف بھی ہو لہذا یہ بیان
بطور ضمیمہ لکھا جاتا ہے۔

گورنمنٹ ہاسپتال کی رپورٹ

مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۱۹ء

سب سے اول اس کالج کے گورننگ باڈی
یعنی متفقین ایچ۔ ڈی کریک صاحب بہادر
آئی۔ سی۔ ایس۔ ایس۔ اور فائنٹ کرنل ایچ۔ اسٹن
ساتھ سی۔ آئی۔ ای۔ آئی۔ ایم۔ اس جوائنٹ سکرٹریوں کی تمہید کا مختص
پیش کرتا ہوں۔ پرنسپل کی رپورٹ پڑھنے سے سال بہ سال طلباء کی تعداد
میں مستقل ترقی پائی جاتی ہے۔ جس میں مختلف ذاتوں اور مذاہب کا شمول ہو اور
امتحانوں کی کامیابی آئندہ کی ترقی کی ترغیب و تحریک دیتی ہے۔ کالج کی زندگی کے
سال دوم میں کلینیکل کام (تیاری واری) نے ہماری توقعات سے زیادہ ترقی کی جو
اور پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے جو ایک خاص کمیٹی کالج کے سائنس کے
یہ سقر کی گئی تھی اس کی سب سے آخری رپورٹ میں لوازمات ساز و سامان
والات۔ عمارات اور تعلیمی سہولتوں کی بڑی تعریف کی ہو۔ اس کمیٹی کے ایک
ممبر ڈاکٹر ایگنس سکاٹ نے یہاں کے میوات کے انتظام کو بغور دیکھ کر یہ
نوٹ دیا ہے کہ یہاں کے طلباء تندرست اور خوش ہیں اور ان کی پرداخت خوب کی
جاتی ہے۔ ہندوستان کے زمانہ طبی کالج کا مسئلہ بڑی خوش گوار اُمیدوں کے
ساتھ بیدھی ہارڈنگ نے (پہلے پہل) ۱۹۱۳ء میں چھیڑا لیکن خصوصاً
۱۹۱۴ء میں جنگ یورپ کے پھوٹ پٹنے سے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا
کرنا پڑا۔ فقر و نسق کی کمیٹی نے ہندوستان کے سینے زمانہ ڈاکٹروں کی سخت ضرورت
احساس کر کے باوجود سخت مشکلات پیش آنے کے بھی (قوم) آگے بڑھانے کا
مستحکم ارادہ کر لیا اور ہم جب پنج سالہ گزشتہ کے حالات) برنظر کرتے ہیں تو اس
میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ جن مشکلات کو ہم نے پہلے سے تاپا دیا تھا وہ بجا سے کم ہونے
کے اور بڑھ گئیں۔ گورنمنٹ میسرور برامیسری نوٹوں کی قیمت کے اخطاط
ہوئی حالت کو بہت گھٹا دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ سامان غارتی کی گرانی ان نقشبات

تکمیل کو جن پر و ملہ ادلی میں کلج اور ہسپتال کا بنانا قرار پایا تھا خارج از اسکان کر دیا۔ کام کرنے والی مقدمات کی مانگ اور کارہا جنگ کے بیٹے خصوصاً ڈاکٹری جاننے والی عورتوں کی ضرورت نے اعلیٰ درجے کے سٹاف کے بھرتی کرنے میں سال بہ سال زیادہ دقتیں ڈالیں۔ سامان خواہ سائنس کا ہو یا کارہا ہسپتال کے متعلق روز بروز زیادہ کم یاب ہوتا گیا۔ آخری مگر سب سے زیادہ مصیبت جس پر ہماری کامیابی کا دار و مدار تھا وہ لوگوں کی نظروں میں ایسی بڑی ہسپتال کی طرف جونی اکال ایک غیر آباد مقام میں واقع ہو رغبت دلانا اور اس کی طرف لوگوں کے دلوں کی کشش قائم کرنا تھا۔ ان مشکلات کے علاوہ سارے ہندوستان کے لیے ایک ہی ڈیکل کلج بنانے اور اس کے چلانے میں یہ دقتیں تھیں کہ ہر صوبے کی یونیورسٹیاں جد اجداد ہیں ہر جگہ کی ابتدائی تعلیم کے مدارج بھی جدا گانہ ہیں۔ طالبات کے رہنے بہنے انتظامات خانہ داری کی ضروریات ہی نہ صرف ہندوستان کے ہر حصے میں مختلف ہیں جہاں سے کہ وہ آتی تھیں بلکہ ان کے قومی اور ذات فادات کے حالات بھی اسی طرح جدا جدا ہیں۔ لیکن جماعت متغلبین مطمئن ہو کہ بڑی بھاری بھاری مشکلات پر ہم غالب آ گئے ہیں اور کلج اب ایک کارآمد اور ترقی کے وسیع زمانے میں قدم دھر رہا ہو۔ اسکان کیشن کا یہ خیال بھی ہو کہ جو کامیابی حاصل ہوتی ہو وہ زیادہ تر کلج کی پہلی پرنسپل ڈاکٹر کیٹ پلیٹ کی استعدادی۔ سرگرمی اور دل بستگی کا نتیجہ ہو۔ کافی تعداد اساتذہ کی عدم موجودگی میں کام کی سنبھال۔ عمارتوں کی نامکمل حالت سامان آلات و اوزار کی فراہمی کی دقتیں اور سٹاف کی طرف سے ہر وقت کی پریشانی یہ سب باتیں پرنسپل کے سر پر ایک بڑا بھاری بوجھ تھا یہ اور نہ زیادہ گراں اس وجہ سے ہو گیا کہ ڈاکٹر کیٹ پلیٹ نے کبھی کلج کی خدمت گزاری میں ڈھیل نہ دی۔ ہم اس رپورٹ کو مرحوم سر پارڈی لیو کیس کی کلج کے متعلق گراں بہا خدمات کا ذکر کیے بغیر ختم نہیں کر سکتے۔ بڑی حد تک یہ آپ ہی کے مشورے اور تجربہ کی وجہ تھی کہ لیڈی ہارڈنگ کا ابتدائی خیال صورت خالیہ میں پختہ ہوا۔ ہندوستان کے لوگوں پر لیڈی ہارڈنگ۔ سر پارڈی لیو کیس اور ڈاکٹر کیٹ پلیٹ کے احسان کا بار درگراں ہو جوان صاحبوں نے ہندوستانی مقبول

کی بہبودی (اور نفع) کے لیے کیا ہو۔

کلج کے حالات کلج ہسپتال نرسوں اور کمپوزٹروں کا ٹریننگ سکول حضور

ملکہ منظمہ قیصرہ ہند کے ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کی تشریف آوری کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں لیڈی ہارڈنگ نے عورتوں کے طبی پیشہ میں اس قدر کم داخل ہونے کی وجہ یہ دریافت کی کہ ہندوستان میں ان کا کوئی خاص کلج موجود نہ تھا اس لیے جناب ممدوح نے ایک کلج اور ہسپتال کا بیہ مستورات طالبات کے لیے بنانے کی سکیم (تجویز) کی جس کے شاف میں بھی تمام عورتیں ہی ہوں کلج میں سوا طالبات ہسپتال میں ڈیڑھ سو مریضوں کے بستے اور ٹریننگ سکول میں پچاس نرسوں کی گنجائش رکھنا مرکز خاطر تھا۔ اس کلج کو اس طرز پر بنانا مقصود تھا کہ طالبات مرضا پر وے اور ذات کے دستور کو برقرار رکھ سکیں۔ اس کے بعد لیڈی ہارڈنگ نے والیان مکاسے جن کو آپ کی ذات مستجمع الصفات سے ارتباط تھا اپیل (درخواست) کی جنہوں نے فیاضی سے اس دکار خیر میں شرکت کی اور بہت وعدے کیے گئے جن کی تعداد پندرہ لاکھ کے قریب (حسب ذیل) ہو گئی۔

ہمارا راجہ جوبہ پور۔ ہمارا راجہ گوالیار۔ ہمارا راجہ پٹیل۔ حضور نظام حیدر آباد۔ ہمارا راجہ بڑو
تین لاکھ دو لاکھ سو لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ
ہمارا راجہ آو دیپور۔ ہمارا راجہ جیپور۔ ہمارا راجہ کوٹا۔ ہمارا راجہ صاحبہ ہوا۔ ہمارا راجہ بہادر بھنگہ۔

ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ
ہمارا راجہ اندور۔ بیگم صاحبہ بھوپال۔ بیوہ ہمارا راجہ صاحبہ گوالیار۔ ان۔ ایم۔ واپیاٹسٹ
پچاس ہزار تیس ہزار تیس ہزار پچیس ہزار

بیوہ بیگم آغا خان۔ دیگر معطیان۔ مذکورہ بالا چندوں کے سوا ہمارا راجہ جتوں کشمیر نے سارا سے تین ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے خرچ کے لیے سالانہ ایک لاکھ کا علیحدہ (مرحت) ہوا۔ کنونٹس آف ڈفرن فنڈ نے پانچ ملٹی پر و فیسروں کی ماہوار کا خرچ اپنے فونڈ سے لیا۔ فنڈ مذکور کی طرف سے اٹھارہ وظائف پچیس روپیہ ماہانہ کے جن میں سے تین چھ

سال کے لئے تھے۔ دیئے۔ جن کی مقدار اب تیس روپیہ کر دی گئی ہے عظیم بالا
گو یا بیس ہزار روپیہ سالانہ کے معادل ہے۔ راجہ بہاؤ ناراین سنگھ نے سکھ موشل
کی طرف سے سترہ ہزار روپیہ اور ایک پیا نو طالبات کا من روم (دکڑہ عام) کے
لئے دیا۔ بہارانی صاحبہ اور ماہی صاحبہ بھرت پور نے ساڑھے سات ہزار روپیہ
کالج کے داخلی ہال میں سنگ مرمر کے فرش کے لئے بیادگار آن مخلصانہ تعلقات کے جو ان
دونوں رانیوں کو میٹھی ہار ڈنگ کی (ذات سے تھے) دیئے کالج کی بنائے بعد سے
حسب ذیل اور چند وصول ہوئے ہیں :-

سر سردپ چند و حکم چند اندور۔ حضور پر نور اعلیٰ حضرت نظام حیدر آباد۔ گیکو آف بڑو
چار لاکھ ایک لاکھ ہاشٹھ ہزار
بہاراجہ گوالیار۔ بہاراجہ پٹیل۔ بیگم صاحبہ بھوپال۔ بہاراجہ صاحب بیکانیر۔ بہاراجہ صاحبہ اڈ
پچاس ہزار پچیس ہزار بیس ہزار بارہ ہزار دس ہزار
ہرہائس خان قلات۔ بہار اڈ آف کوٹہ۔ راجہ کیلشوری پرشاد۔ لارڈ ہارڈنگ کا پہلا عطیہ
دس ہزار دس ہزار دس ہزار پانسو
لارڈ ہارڈنگ کا دوسرا عطیہ۔ سیور بھنج سٹیٹ۔ بہارانی ڈوگر پور۔ مالا مسندی سیٹ۔
دس ہزار پانچ ہزار پانچ ہزار تین ہزار
بہارانی صاحبہ پٹا۔ بہارانی صاحبہ دمرائوں۔ راجہ کلاشد سندھ اور راجہ کرتیاشند سندھ بنیلی بھاگپور
دو ہزار دو ہزار دو ہزار
سرساخی شور۔ سر جان اور لیڈی ریجی۔ رانی صاحبہ کنیکا۔ بہارانی صاحبہ سون پور۔
پندرہ سو ایک ہزار ایک ہزار ایک ہزار
بہارانی صاحبہ مٹنہ (ڈالیس) لاکھ گونی ماتھ دہلی ہر اسلٹسی لارڈ جیمس فورڈ۔ بابو رگھوناتھ پرشاد زربند چھپر
دس ہزار ساڑھے ساڑھے پانسو
نان بہادر قاضی فرزند احمد گیا۔ سر وی۔ چرال۔ بی بی خدیجہ اکبری کداری۔ گیا۔
سوا سو
سرسا زارون براؤز دہلی۔ سر رشادی رام گوگل چند۔ انسپکٹر اجاب جھامیر خاں ہزارہ پوٹیس۔
سور پتہ۔ عام چند۔ گورمنٹ۔ تیسرے سینڈھان بھئی۔ مسٹر ہرنی وکیل۔ اڈر سٹی۔ فنڈ۔
دو ہزار لاکھ ایک لاکھ ہاشٹھ ہزار

پنجاب لیڈی ہارڈنگ موریل فنڈ - بہار و اڑیسہ ہارڈنگ موریل فنڈ - صوبہ سرحدی شہر

ایک لاکھ تیس ہزار باون ہزار

بلوچستان - گورنمنٹ آف انڈیا کا سالانہ عطیہ جو حسب ذیل سالانہ بڑھتا رہا :-

سارٹھے چار ہزار ۱۹۱۷-۱۹۱۸ - ۱۹۱۸-۱۹ - ۱۹۱۹-۲۰ - سنین البعد -

سوالاکھ ڈیڑھ لاکھ پونے دو لاکھ دو لاکھ

سالانہ چندے - فریڈ کوٹ دربار - نواب صاحب مالیر کوٹلہ -

بارہ سو

پندرہ سو

کلج اور ہسپتال کی عمارت کے لئے جو مقام خاص طور پر منتخب کیا گیا وہ پرانی اور نئی دلی کے شہروں کے بیچ میں آئندہ بننے والے ریلوے اسٹیشن کے پاس جو جس سے شفا خانے میں آنے جانے کی بڑی آسانی ہو جائے گی -

کلج کا نقشہ اور تعمیر کا کام مسٹر بیگ ماہرن تعمیر کی زیر نگرانی بڑی مستعدی سے ہوتا رہا۔ ان کی اور مسٹر گلن اگزیکیوٹو انجنیر اور سردار نارائن سنگھ کی ہمدردانہ خدمتوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ کلج اس قابل ہو گیا کہ فروری ۱۹۱۷ء میں لارڈ ہارڈنگ نے کلج اور کپہلنی لیڈی جیمپ فور وئے ۱۹۱۷ء میں ہسپتال کا افتتاح فرمایا۔

کلج اور ہسپتال کی عمارتیں مح طبی طالبات کے ہوٹل اور مکانات سکونتی تعلیمی اور طبی سٹاف کے سب ایک بڑے احاطے میں ہیں جو تقریباً ساٹھ ایکڑ کا ہے کلج کی عمارت میں ایک بڑے بلاک میں ایک بڑا کچر تھئیٹر یا کالونکیشن ہال کتب خانہ عجائب خانہ - دفاتر کے مکان - طالبات اور پروفیسروں کے کامن رومز (کمرے) ہیں۔ اس بلاک کے ہر دو جانب بالی آلوچی (علم موجودات زندہ) کسٹری (کیمیا) فزکس (علم طبعی) فرنسی آلوچی (حیوانات و نباتات کی زلیست کی حقیقت کا علم) ایناٹمی (تشريح) پی تھالوجی (تشخیص امراض) کے سارے سامان سے بخوبی آراستہ لیبارٹریز (علم کیمیا کے امتحان کے کمرے) ہیں۔ کلج کی عمارت کے پیچھے سوطا طالبات

۱۷ پہاڑ گنج کے متصل راجہ گورنمنٹ نے باغراض سرکاری معادضہ دے کر بے لی ہو

راجہ کا بازار جسے جو سنگھ پورہ بھی کہتے ہیں اور بانس کوئی کی آبادی یہ سب مقامات

راوی سینا دہلی میں آگئے ہیں اور یہ کلج بھی اسی سرزمین پر قطب روڈ پر بنا ہے ۱۲

کے لیے ہوسٹل (دارالاقا) کی عمارتیں ہیں جن میں برطانیہ کے لیے ایک جداگانہ کمرہ ہے۔ ہندو رسکھ۔ اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہوسٹل ہیں جن میں ڈیٹنگ رومز (کھانے کے کمرے) بھی بنائے گئے ہیں لیکن تقسیم کا وسیع کمرہ جو ہوسٹل کے چوک کے بیچ میں ہے وہ سب طالبات کے کام آتا ہے لیڈی ہارڈنگ آنجنائی کی یادگار میں ایک فوارہ جس کے بنوادینے کا وعدہ مشرجہ ایلن نے کیا تھا تعمیر کیا گیا ہے۔

اس کا نقشہ میٹرک کالجوزہ ہے اور یہ فوارہ یورپین ہوسٹل اور کامن روم کے بیچ میں ہے جس سے ہوسٹل کے چوک کی رونق بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ہسپتال کی عمارت علیحدہ علیحدہ قطعات میں تقسیم ہیں جو اپنی اپنی جگہ ہر طرح مکمل ہیں جن میں دو تو بڑے جنرل وارڈس وسیع اور کشادہ برآمدوں کے ہیں۔ دو چھوٹے وارڈس کے علاوہ ہیں اور بیچ میں ایک عمارت انتظامی کام اور تعلیم کے لیے بنائی گئی ہے جس میں ایک لکچر روم۔ ایک شورہ کمیٹی کمرہ اور ایک کلینیکل پے تھا لوجی روم (تیار داری و تشخیص امراض کا کمرہ) ہے۔ ایسے ایسے دو قطع تو بن چکے ہیں جو دو مسندہ عمارتیں ہیں جس میں اسی بیماروں کی رہائش کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دو بڑے لیبر وارڈز (زچل خانے) اور بارہ کالج وارڈز (چھوٹے قلعے) ہیں جو تین تین ملا کر ایک قطعہ ہیں جن کے ساتھ ایک ایک باورچی خانہ اور حمام خانہ بھی ہے اوٹ میسنس ڈیپارٹمنٹ (باہر سے آئینہ امراضیوں کا صیغہ) ہسپتال کے صدر دروازے کے پاس ہے۔ یہاں ایک ویٹنگ روم اور کئی مشورے اور عمارت کے کمرے ہیں اور اس طرح بنائے گئے ہیں کہ مریضوں کی بے پردگی نہ ہو اور باہر سے بالکل منظر نہ ہو۔ اس مقام اور اصل شفا خانے کے درمیان باہر سے آنے والے مریضوں کے عمل جراحی کا تھمبیٹر اور برقی صیغہ ہے۔

۱۹۱۹-۲۲ء میں عمارات ذیل اور بننے والی ہیں:-

ایک انسولین بلاک (جس میں امراض متعدی کے لوگ سب سے الگ تھک رکھے جاتے ہیں) ایک ایکس ریز روم (اکس شعاعوں کا کمرہ جس سے جسم کے اندر کا حال معلوم ہوتا ہے) ایک ایڈمنسٹریشن بلاک (انتظامی قطعہ) جس میں دو عمل جراحی کے تھمبیٹر و فتر کے کمرے

لے مریض و قسم کے ہوتے ہیں جو دو خانے میں رہ کر علاج کراتے ہیں وہ ان ہسپتال کھلتے ہیں اور جو دوا سے کراہنے اپنے ٹھکانے پر چلے جاتے ہیں وہ اوٹ میسنس کھاتے ہیں۔ ۱۲

لکچر اور سٹور روم (گودام) ہو گا اور دو قطعہ اور اسی طرح کے ہوں گے جیسے کہ اب بنے ہوئے ہیں۔ ان چار بڑے داروں کے علاوہ اور بارہ مزید کالج وارڈ ہوں گے۔
اس کالج کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے یکم ستمبر ۱۹۱۵ء سے ہوا ہے۔
(۱) سائنس کی ڈیگرنٹ فیکلٹی میں ٹرینیٹ کورس۔ بیالوجی۔ کسٹری اور فزکس کا اور مزید ٹسٹ کسٹری کا
(۲) ڈیگرنٹ فیکلٹی میں فرسٹ پرفیشنل امتحان کا کورس ڈگری بیچلر آف میڈیسن (رادیو) اور
بیچلر آف سرجری (جراحی) کے لیے۔

کالج نے واقعی طور پر اپنا کام انٹرڈیٹ سائنس کاسٹمب ۱۹۱۶ء سے شروع کیا ہسپتال میں
باہر کے مریض اپریل ۱۹۱۶ء سے آنے لگے اور رہائشی مریض مایچ ۱۹۱۶ء سے۔
اب جب کہ کالج اور ہسپتال خوب چلنے لگے تو اب ہم اُن لوگوں کی طرف جن کی بدولت
یہ ہم سر ہوئی بنظر احسان مندی دیکھتے ہیں سب سے پہلے تو ہمارے کالج کی
بانیہ لیڈر سی ہارڈنگ مرحومہ ہیں جنہوں نے اس کی بنا ڈالی اُن کی دل سوزی
اور سرگرمی اور ہزار ہا مصیبت زدہ عورتوں اور بچوں سے اُن کی ہمدردی ہی سے اس
سیکیم نے نشوونما پایا اس کے بعد سر ہارڈی لیو کس کالج کے ایک دوست کے بھی خواہ
تھے جن کی انتظامی قابلیت تجربہ اور دانش مندانہ مشورت ہی کی بدولت اس انسٹی ٹیوشن
کا آغاز کامیابی سے ہوا سر ہارڈی اپنا بہت سادہ وقت لے کر اپنی اور محنت اس پر صرف کرتے
تھے خواہ وہ کتنے بھی مصروف ہوں مگر وہ ہمیشہ کالج کے متعلق صلاح مشورہ دینے کو
تیار تھے۔ اور اس کی بہت سی کی ہر جزئیات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔

وہ صاحب بھی جنہوں نے عمارتوں کے نقشے بنائے اور عمارتیں بنا کر کھڑی کر دیں اور وہ بہت
دیر دوست جنہوں نے ضروری فنڈ مہیا کر دیئے اور وہ اصحاب جنہوں نے کالج کے
کھلنے کے وقت سے ہم کو مدد دی ہے۔ سب کا شکریہ ہم پر واجب ہے ہم خصوصاً ہر کسٹری
لیڈر سی ہیمپفورڈ کے بدرجہ غایت ممنون احسان ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ ترقی
ہندوستان میں مناسبات کی گزران اور بھی خواہی میں بی بی سی لی ہوا کسٹری طریقہ سے ہماری مدد فرمائی
سال زیر پورٹ (۱۹۱۸ء) میں کالج نے نہاد خواہ ترقی کی ہے۔ تعداد طالبات کی
۸۰ سے ۱۰۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ ۱۹۱۸ء میں کالج نے نہاد خواہ ترقی کی ہے۔ تعداد طالبات کی
تغیر کے کام میں بڑی شکیلیں بڑیں سیکین بھری ہیں۔ کئی عمارتیں بنائیں جن کا بنانا سٹاف

کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے ناگزیر تھا کیونکہ ضرورت کے لحاظ سے طالبات کے کوارٹر اس کام میں لائے جا رہے تھے۔ اس سال یہ عمارتیں مکمل ہوئیں۔

ایک دوسرا دمنزلہ بنگلہ پروفیسروں کے لئے جو نیر اسٹاف بنگلے میں تین کمروں کا اضافہ اور طالبات کے ہسٹل میں ایک گرم آب - آمید ہے کہ سال آئندہ ہم ایک اور دمنزلہ بنگلہ پروفیسروں کے لئے بناسکیں گے اور ایک نیا باورچی خانہ یورپین ہسٹل کے لئے کالج کے بڑے کمپونڈ کے باہر بابو کلارکوں کے لئے ایک آفس اور جن مرکالوں میں چھت پر چڑھنے کی سیڑھیاں نہیں ہیں وہ بھی بنائی جائیں گی۔ کیونکہ موسم گرما میں اس ملک کی گرم و خشک ہوا ایک عجیب حقیقت کی حالت ہے ضرور ہے کہ اس اشتداد میں کچھ کمی کی کوشش کی جائے۔

طالبات میں نیزہ ہندو - بارہ اینگلو انڈین - گیارہ یسوی عیسائی - چھ سکھ - چھ یورپین - پانچ مسلمان تین برہمن عیسائی - دو پرتگیز - ایک آریں عیسائی اور ایک یہودی ہیں۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ موجودہ طالبات ساٹھ کی تعداد میں سے بیالیس خالص مشرقی النسل ہیں اس سے متبادر ہے کہ کالج جس غرض سے بنایا گیا تھا اب وہ مقصود اصلی حاصل ہو رہا ہے۔ یعنی ہندوستانی مستورات کی طبی تعلیم۔ مسلمان طالبات کی تعداد بالخصوص کم جوہر سما ابتدائی تعلیم کے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ (فی زمانہ) ہندوستان میں بالعموم مستورات ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں اور اس سے توقع کیجاتی ہے کہ آئندہ چند سالوں میں تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد بہت سرعت سے ترقی کرے گی ہندوستانی مستورات فطرتاً بجا اور در ماندوں کی ضروریات میں مدد دینے کا مادہ رکھتی ہیں اور ان کا احساس ذمہ داری شعل ہو رہا ہے جس سے ان میں اس بات کی تحریک پیدا ہو گئی ہے کہ مصیبت زدہ بہنوں اور بچوں کی بلاوجہ تکلیفوں کو تاہم امکان گھٹایا جائے اس کالج میں متعدد وظائف طالبات کو دیئے جاتے ہیں جن کی تفصیل بخوف طوالت ترک کر دی گئی ہے۔ علاوہ وظائف کے ذیل کے طلائی تمنے بھی دیئے جاتے ہیں۔

کوئین امپریٹل - لیڈی ہارڈنگٹل - لیڈی جمپفورڈل

امتحانات | اپریل ۱۹۱۸ء میں لاہور یونیورسٹی کے انٹر میڈیٹ سائنس (طبی) امتحان میں

(۲۳) طالبات بھی گئیں جن میں سے نو پاس ہوئیں۔ (۵) ایک مضمون میں روگنی تھیں جس میں انہوں نے دسمبر سال مذکور میں کامیابی حاصل کی تین آرگینک کسٹری میں فیل تھیں انہوں نے بھی پاس کر لیا اور چھ ناکامیاب رہیں۔ مس مارشل انٹریڈیٹ سائنس کے امتحان میں (۳۸۹) مرد اور عورتوں میں دو سکرنمبر پر آئیں اور اس لیے اُن کو لیڈی ہارڈنگ کا طلائی تمغہ دیا گیا اور دوسری بہت سی طالبات نے انٹریڈیٹ سائنس (طبی) کے امتحان میں اچھی جگہ پائی۔ ۱۹۱۸ء میں لیڈی چیسفورڈ کا طلائی تمغہ مس طامس کو اور نقرئی تمغہ بی بی بلونت کو تر کوٹا ۱۹۱۹ء میں لیڈی چیسفورڈ کا طلائی تمغہ مس اپنی کارپ کو ملا۔ کالج کے انتخابات سال میں دومرتبہ سشن کے خاتمے پر ہوتے ہیں مضمون میں ترقی کے انعامات ہر کلسنی لیڈی چیسفورڈ صاحبہ نے بانیہ کالج کی (دبئی) کے دن ۱۷ اپریل ۱۹۱۸ء کو تقسیم فرمائے۔

سٹاف اگرچہ سٹاف میں بہت کچھ رد و بدل ہوا ہے مگر موجودہ سٹاف حسبِ ذیل ہے۔
 پرنسپل اور ڈیپوٹنٹ پرنسپل کی لکچرار۔ س۔ کے۔ اے۔ پلیٹ۔ ایم۔ ڈی۔
 بی۔ اس (لندن) و میننٹیکل سرورس انڈیا۔ پروفیسر بینی کالوجی اینڈ ڈیفرمی سس سی۔ ال ہوٹن۔ ایم۔ ڈی۔ بی۔ اس (لندن) و میننٹیکل سرورس انڈیا۔ پروفیسر آف انامی۔ س۔ ایم۔ مرنی۔ ایم۔ بی (کلکتہ) ال۔ آر۔ سی۔ بی (لندن) ایم۔ آر۔ سی۔ اس (انگلینڈ) و میننٹیکل سرورس انڈیا۔ پروفیسر آف فزیالوجی مس ایم۔ آر۔ این ہومر۔ ایم۔ اے (ڈبلن) نیچرل سائنس ٹرائی پوس (کنٹیب) ڈیپوٹا۔ (آکسن) اسسٹنٹ پروفیسر آف فزیالوجی مس جے شیل۔ ایم۔ بی۔ بی۔ اس۔ بمبئی۔ پروفیسر آف کیمسٹری مس اے۔ بین۔ ایم۔ اے۔ بی۔ اس سی (ایڈنبرا) اسسٹنٹ پروفیسر کیمسٹری مس۔ آر۔ کرسٹی۔ بی۔ اس سی (بمبئی) پروفیسر آف بیالوجی مس مسٹم۔ بی۔ اس سی (ڈبلن) پروفیسر ریاضیات و انگریزی مس ای۔ ایم۔ فن۔ ایم۔ اے (ڈبلن) ریاضیات ٹرائی پوس (کنٹیب) لکچرار فزکس مس۔ پی۔ بارنٹھوک۔ بی۔ اس۔ سی۔ (لندن) ایم۔ اس سی (برسٹل) لکچرار انگریزی مس ایم سینکچواری۔ بی۔ اے (لندن) سکریٹری اور وارڈن مس۔ ایم۔ ڈبلیو جسٹن۔ ریاضیات ٹرائی پوس (کنٹیب) سٹیو آرڈ مس اے۔ میکنزی مس ایم۔ آر۔ این۔ ہومر۔ ایم۔ اے۔ پروفیسر فزیالوجی پنجاب یونیورسٹی کی ویسٹ چیئر مقرر کی گئی ہیں۔ کالج کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ پہلا موقع ہے کہ

کوئی عورت کسی یونیورسٹی کی سند نہیں شامل ہوئی ہو۔

طالبات

طالبات کو اپنے کام اور کھیل دونوں کا شوق ہے۔ ان کے کام کی بابت ایک سہ ماہی صاحب نے جو ابھی ولایت سے اس سٹاف میں آئی ہیں اور جو لڑکیوں کے ایک بڑے کالج میں تعلیم دیتی تھیں کہا کہ ان کو یہاں کی طالبات کا شوق اور سوز و نیت دیکھ کر ایک تعجب آمیز خوشی ہوئی اور یہ کہ وہ میری سابق کے طالبات کے بخوبی ہم پلہ ہیں۔ ہم عملی حصہ کار پر زیادہ زور دیتے ہیں اور ہر طرح کی کوشش راستی اور تکمیل کے صفاتی جذبات کے ابھارنے کی کر رہے ہیں جو بہت ضروری ہیں۔

آج کل کے دن ۱۷ مارچ کو لیڈی میپفورد صاحبہ نے نہایت مہربانی سے قدر تجر فرما کر کامیاب طالبات کو انعام تقسیم فرمایا۔ انعامی کتابوں کی جلدیں ہم نے نہایت خوشنما بنوائی تھیں جن پر ہمارے کالج کا طلائی ٹھپہ منقوش تھا۔ گیسٹر کلب رکھیل اور تفریح خوب ترقی کر رہا ہے اور اس کے کل انتظام طالبات خود کرتی ہیں۔ پتھری سے ان کو پیچ کھیلنے کا موقع نہیں ملتا کہ کوئی اور باقاعدہ میم ہمارے مقابلے کی نہیں ہے لیکن آئندہ سال کے لیے یہ بات قرار پائی ہے کہ مختلف مدارج تعلیمی کے طالبات آپس ہی میں مختلف کھیلوں کے پیچ کھیل کریں گے بلیکٹ بال، ہاکی، بیس بیٹن، یہ سب کھیل ہمارے ہاں کھیلے جاتے ہیں۔ اول الذکر رکھیل بہت پسند کیا گیا ہے اور آخر الذکر کی دلدادہ بہت۔ سی ہندوستانی طالبات ہیں۔ اب ہمارے کالج کی زندگی کا تیسرا سال چل رہا ہے اور طالبات میں یک جہتی (اتحاد) اور یلک سپرٹ ترقی کرتی جاتی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ جب وہ وقت آئے گا کہ ہمارے کالج کی تعلیم یافتہ عورتیں اپنے کام کے وسیع حلقے میں چلی جائیں گی تو ہم ان پر فخر کریں گے اور وہ اس کالج پر ناز کریں گی جہاں کہ انہوں نے تعلیم پائی ہے۔

ہاسپٹل کی رپورٹ

۱۹۱۸ء میں ذیل کی عمارتوں کی تکمیل ہوئی۔

۱۹۱۸ء میں ذیل کی عمارتوں کی تکمیل ہوئی۔
نرسنگ ہسپتال کا ایک دوسرا ضلع جس میں سوپرینٹنڈنٹ اور یورپین اسٹاٹ کے کوارٹرز ہیں۔ صیغہ مرض ہائے بیرونی کے مکان کی اینٹوں کی جالی پیاروں کے پردے کے لئے۔ چار گھوڑوں کے لیے اصطبل معہ سائیسوں کی کونٹریوں کے اور ایک موٹر ہوس ۱۹۱۹ء میں اُمید ہے کہ ایک ای سو لیشن بلاک دما مرض متدی

کے مریضوں کو علیحدہ رکھنے کا مکان) اور ایک کمرہ اکس ریئر (شعاعے اکس) جو اس شفا خانے کے لیے بڑی جائداد ہوگی بنائیں۔ حالات جنگ کی وجہ سے شفا خانے کے سامان میں بہت تھوڑا اضافہ ہو سکا ہے اور اس وجہ سے ابھی ساز و سامان کی حالت پوری نہیں۔ سال زیر رپورٹ میں ان پشٹ ۱۲۳۸۔ اوٹ پشٹ ۱۵۵۹ کی تعداد تھی۔ باہر کے مریضوں میں ۶۲۰۶۔ نئے کیس تھے ۳۸ عمل جراحی کیے گئے جن میں سے ۲۷ میجر (بڑے) آپریشن تھے۔ اور اسی میں ۵ اسپٹ کے عمل جراحی شامل ہیں۔

اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں دہلی میں وبائی بخار (انفلو انزا) پھیلا۔ یہ مرض بڑی شدیدیت کا تھا۔ اکثر کیسوں میں نیو مونیہ اور برنی کو نیو مونیہ (سوزش و درم شش) کا انضمام تھا۔ ہمارے نرسنگ سٹاف پر بھی اس بیماری کی بڑی مصیبت پڑی اور ہکوا انکسوس ہے کہ ہمارے ال کی ایک سب سے بہتر اور ہونہار پروڈیوسر نے انفلو انزا اور نیو مونیہ انتقال کیا اس مصیبت کے وقت میں جب کہ ہمارا نرسنگ اسٹاف ایسا گھٹ گیا تھا تو کیا کہ تھا ہی نہیں ہکو نہایت قابلیت سے دہلی کی وولنٹی ڈو اگروں (سنسرایڈی) اور مس الٹن نے مدد دی۔ ایک بہت نازک وقت میں یہ لیڈیاں ہکو مخلصی دینے کو آئیں اور ہم کو ایک بڑی آزمائش کی حالت سے بچایا۔

زچگی کے کیس۔ ان ڈور (۱۲)۔ باہر کے (۱۲) ان میں سے ۳۴ مہم مہمولی اور (۱۰) غیر معمولی تھے اور ہر کی تعداد بہت تشفی بخش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانے کا کام اب شہرت پکڑنا جاتا ہے اور اس کی قدر کی جاتی ہے۔ کالج دارڈ کو لوگ بہت پسند کرتے ہیں۔ اچھے اچھے ہندو مسلمان اور متوسط و ادنیٰ حالت کے لوگ جو تھوڑی سی فیس ایک روپیہ اور دو روپیہ روزانہ کے دینے کی استطاعت رکھتے ہیں سب اس میں رہتے ہیں۔ ہم کو اس بات سے بہت اطمینان ہے کہ بہت سی ادنیٰ ادنیٰ ذات والی مستورات ہسپتال میں زچگی کے واسطے آئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانوں کی نسبت جو بے پردگی کا خیال تھا وہ اب ٹوٹنا جاتا ہے۔

(۱) طبیب۔ مس پلیٹ۔ ایم ڈی۔ بی۔ اس سی وغیرہ (۲) مس سی ال ہولٹن۔ ایم ڈی۔ بی۔ اس سی۔ وغیرہ جینیو کالوجسٹ اور اسٹریٹریکل سرجن۔ (۳) مس ایم سی مرنی۔ ایم۔ بی۔ وغیرہ۔ برقی محکمہ

(۴) ریس ال ای میکنری۔ نرسوں کی سوپرٹنڈنٹ۔ (۵) مس جی ای۔ منڈن۔ ایم بی۔
 بی ایس سی۔ ہسپتال نرلین (۶) مس ایم لے کلسال۔ ایم پی اس۔ (ہیفہ دوا سازی)
 ڈاکٹر ہولٹن نے علاوہ اپنے جینیو کا لوجسٹ (امراض نسوانی) اور آبسٹریکل۔
 زحہ خانہ سرجن کے وہ سارے برس شفا خانے کے عمل جراحی بھی کرتی رہیں۔
 ڈاکٹر سپین سین نے جائے کے مہنوں میں شفا خانے کی کلینیکل پریکٹس کا کام اور
 کالج کے پریکٹس کے لیے پریکٹس کے لیے اس مضمون پبلیکیشن کی تعلیم سالانہ
 شروع کی۔ انفلوئنزا کے وبائی ایام میں جب کہ ایم کا سخت ہجوم تھا اور سٹاف
 کی قلت تھی ڈاکٹر وکسٹن نے بھی دستہ امداد بڑھایا۔

نرسنگ اسٹاف۔ اس سٹاف میں تین انگلش سسٹرنز و دو چائیس سسٹرنز
 حالات جنگ کسی وقت بھی دوسرے زیادہ نہیں سکیں۔ اب سٹاف میں چھ نرسیں
 اور گیارہ پرومیشنرز (جو امیدوارانہ کام کرتی ہیں) ہیں ان کام سیکھنے والیوں میں چھ
 اینگلو انڈین ہیں اور پانچ ہندوستانی۔ اعلیٰ درجہ تک تعلیم پائی ہوئی ہندوستانی
 کام سیکھنے والی نرسوں کا ملنا بہت مشکل ہے۔ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ نرسوں کے
 پیشے کی معیار کو ہندوستان میں بڑھا دیا جائے اور جب تک کہ نرس کا پیشہ سب سے
 اعلیٰ اور نہایت باعزت مشغلہ نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ انگلینڈ میں سمجھا جاتا ہے تب تک اچھے
 خاندان اور اچھی تعلیم یافتہ نرسوں کا اس قدر کافی تعداد میں سیر آنا پڑے گا کہ پیشے کی ضرورت
 کو پورا کر سکے ناممکن ہے۔

ایک اور چھوٹی سی مسجد یہ بھی ٹرک کی، اپنی طرف ہر تہی در کی اینٹ چونے سے
 بنی ہوئی مسجد ہے۔ اس کو بھی حاجی عبدالغنی صاحب انزیری
 مجسٹریٹ نے درست کرایا ہے۔ عرض و طول ۲۲ x ۹ ۱/۲۔ اسی مسجد کے بچپیت کی دیوار
 سے ملی ہوئی عبدالسلام صاحب کی درگاہ ہے۔ یہ مسجد اور درگاہ دونوں لیڈی ہارڈنگ
 کے کالج کے کمپونڈ سے ملی ہوئی ہیں۔

گلشن شاہ صاحب مزار
 ٹرک کے بائیں طرف۔ (۲۰) مربع اور دو فٹ اونچے
 گول چوڑے پہ آپ کا مزار ہے آپ کے سر اسٹن
 ایک بہت پرانا نیم کا درخت سایہ سارہ سیکھتے ہوئے کھڑا ہے

آپ خواجہ عبداللہ الاحد صاحب نقشبندی کے خلیفہ تھے قبر نچتہ ہے۔ تنوید ۱۳۵۳ھ
ہر یہ کتبہ حال میں لگا دیا گیا ہے۔

دشادہ سعد اللہ گلشن مجددی رحمۃ اللہ علیہ جامع بود میان کمالات ظاہری و باطنی
وزہد و تقویٰ و تجرید و تفرید ریاضت شاقہ کشید طعام بعد از سہ روز زیادہ از سہ
نقہ تادل نکردے و ناسی سال خود و دیگر گیم گزرا سید۔ آخر در ۵۳ھ وفات یافت،

در گاہ حضرت عبدالسلام
اور مسجد ۱۳۵۳ھ

۵-۹ پانچ اونچا ہے۔ وہ مقام بالنس کو لی کہلاتا ہے۔
پنڈت کے کوچے میں جو پیر جی عبداللہ صاحب ایک بزرگ رہتے ہیں ان کے والد
ماجد کا یہ مدفن ہے۔ پیر جی صاحب نے ایک نفیس مسجد اور درگاہ بنوادی ہے جو عبدالغنی
صاحب کی مسجد کی بچیت کی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔ اور اسی سبب یہ مسجد اس درگاہ اور
سڑک کے بیچ میں حال ہے اور راہ روادوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس چھوٹی سی مسجد کے پیچھے
کیسی خوش منظر عمارت بنی ہوئی ہے۔ لیڈی ہارڈنگ کے ڈیکل کالج کے کپوٹڈ سے یہ
درگاہ ملی ہوئی ہے جو ایک بڑی شکل کا سامنا ہے۔ وہ ٹھیری شاہی عمارت اور یہ درگاہ۔ لیکن
آفریں ہے پیر جی صاحب پر کہ انہوں نے ایسی خوش قطع اور بچتہ عمارت بنوائی ہے کہ پہلے تو میں
اس کو بھی کالج ہی کا ایک حصہ سمجھا۔ اب ہم درگاہ کا بیان کرتے ہیں۔

سماع خانہ
مسجد کے مشرق میں سماع خانے کا ایک تین بنگڑی دار دروں
کا دالان ہے جس کے دونوں جانب ایک ایک حجرہ ہے۔ سارے
کپوٹڈ کے اندر متعدد نیم کے درخت گھنے سائے کے ہیں جس سے یہ مقام گرمیوں میں بہت
نکھٹا رہتا ہوگا۔

چوکھنڈی
سماع خانے کے سامنے سہارے (۱) دینے پختہ چوترے پر ایک
سنگ مرمر کی چوکھنڈی (۱) مربع دس اونچے سنگ مرمر
کے چوترے پر کھڑی ہے۔ سہ دری سرتاپا سنگ مرمر کی ہے جس کے ستون نہایت نازک
اور خوب صورت ہیں کہتے ہیں کہ پیر جی صاحب کو بنی بنائی مل گئی۔ اس زمانے میں ایسی
سہ دری کا مل جاتا ہے پیر جی صاحب کا حسن نیت اور خوش عقیدتی کی دلیل ہے اس کے

اندترین دیوار دوز طاق نما محراب میں ہیں اور متعدد چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ اس چوڑے پردہ و قبریں پنج میں سے خام زمین دوز ہیں۔ کیوں کہ شرع شریف میں قبر کو پختہ کرنا منع ہے۔ دونوں قبروں کے سرانہ ایک رنگین دائرے میں سبز زمین پر سفید حروف میں نہایت عمدہ طغریٰ مآخیز نسخ میں یہ عبارت نقش کی ہوئی ہے۔

(۱) شاہ عبدالسلام حق پرست ۱۲ م ۱۳۳۰-۲۲ م ۱۳۴۰ ام شاہ فرید الدین فخری ۱۵ م ۱۳۳۰- چوکنڈی کا ارتفاع دس فٹ ہے اور سوائے جنوب کے تینوں طرف افضل الذکر لاله الا اللہ محمد الرسول اللہ کندہ ہے۔

سنگ کی دہری چوکنڈی
چوڑی۔ ۷۔ ۵x۸۔ ۸۔ چوڑے کی اونچان ایک فٹ۔ چار درنگ مرمر کے

چاروں کونوں پر ہیں پنج میں سنگ مرمر کا قبر کا تنوید ہے چوڑے سمیت اس چوکنڈی کی بلندی ۴۔ ۳ ہے۔ قبر پر کوئی کتبہ نہیں یہاں جو ایک صاحب پڑھے سے رہتے ہیں لکھے پڑھے حافظ ہیں تیس سیارے ان کو حفظ ہیں مگر یہ بھول گئے کہ یہ کس بیوی کی قبر ہے بس اتنا ہی ان کو معلوم ہے کہ حیدر آباد دکن کی کوئی بیگم تھیں ان کی سٹی ان کو یہاں لائی تھی وہ یہاں آسودہ ہیں

دو چیز آدمی راکشہ زور زور کے آب و دانہ دو م خاک گور

احاطے کے شمال کی طرف چھ حجرہں کا دالان ہے جو ۷۰ لمبا ہے اور اسی کے مجاویز جنوب کی طرف احاطے کی دیوار میں ایک معمولی سا دروازہ بھڑکڑی کوڑنگاؤں سے سجھ کی بچھیت کی دیوار سے ملا ہوا ہندوؤں کے زمانہ محال کے مشہور مہندس اور مورخ کا مزار ہے۔ اس پر میاں بیوی دونوں آرام کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کہتے قول کے پکے

شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں
کی قبر ۱۳۲۸ھ

ادبیات کے سچے لوگ تھے۔ جب تک جینے بیوی گلے کا ہار میں مرے بعد بھی وہ بیویوں ساتھ ہیں۔ کیسا سب سے لطیف چوڑا تھا۔ سنگ باسی کے چوڑے پر جو ۷۰x۸۰۔ ۸۰ لمبا چوڑا اور دو فٹ اونچا کھڑا تھا۔ دو قبریں ہیں۔ مسجد کی دیوار سے ملی ہوئی منشی صاحب مرحوم و خاتون کی قبر ہے جس کے سرانہ سنگ مرمر کی لوح پر ذیل کا نہایت خوش خط کتبہ ہے اور اسی کے

پاس اُن کی زوجہ محترمہ آسودہ ہیں :- **شَکَلٌ مِّنْ عَلَیْکُمْ فَا تَ -**

صاحب ایس قبر خان بہادر شیخ العلماء شیخ محمد ذکار اللہ از شاہیر فضلاء x ایس دیار است مردے شقیق الحال و مجموعہ فضل و کمال بود x در علوم قدیمہ و شیعہ x فنون جدیدہ یدِ طولی داشت تازیت بہت بر خدمت طلباء x علم گاشت و در تالیف و تصنیف نقیب البقی از اقران و امسال بہ وچتیں کتب از مؤلفاتش بین الطلاب است چوں x ہشتاد و یک منزل از منازل عمر بہمود چہارم ماہ ذیقعد x ۱۳۲۵ ہجری روحش بفرمان اترجعی اہل ربّ نقل آخرت فرمود x و پیکر خائیش زیر خاک بیا سود۔

اللہم اغفر لہ

دوسرے دو کتبے (۱) مسجد کی پچھیت کی دیوار میں پیش طاق کے پیچھے بائیں یہ کتبہ ہے "تغییر کنسی منجانب حاجی احمد حسین مرحوم"

(۲) مسجد کے بائیں طرف دو مندرجہ حجرے کے اوپر :-

در تغیر منجانب محمدی بیگم مرحومہ

مسجد مسجد کے کتبہ x ۱۳۲۵ ایک دالان کی ہر ایک حجرہ ادھر ایک ادھر ہر

کے پست ڈال کی سب جس میں پار آتش اور پستے ہوئے ہیں بیچ میں تین دہلیوں اور ان کے ادھر ادھر ایک ایک پستہ اور اس طرح پانچ در ہوئے مسجد کا دروازہ لداوی ڈیوڑھی داخل خوب کی طرف ہر جس کے دونوں جانب حجرے ہیں بائیں ہاتھ کی طرف کے حجرے میں مسل خانہ اور طہارت خانہ ہے۔ دوسرے ہاتھ کی طرف کے حجرے کی دو کھڑکیاں صحن مسجد میں نکلی ہوئی ہیں اور ایک دروازہ ڈیوڑھی میں نکلتا ہے۔ دروازہ مسجد اور درگاہ کا بلحاظ اندرونی عمارتوں کے کچھ زیادہ عالی شان تھیں کیوں کہ موقع ہی ایسا کہ حسب واقع ہوا ہے۔

ہنومان جی کا مندر رائے سینا کے حدود میں یہ ایک بہت پُرانا اور قدیم مندر

راجہ کے بازاریں ہر جو بے سنگہ پورہ بھی کہلاتا ہے۔ اب یہ تمام جائے رائے سینا کی نئی دہلی میں گھیر لی گئی ہے۔ یہ مندر چوں کہ نہر ہی اور قدیم عمارت تھی غلی حالہ چھوڑ دیا گیا۔ اس پر پبلک ورکس کا پی ۱۲ نمبر ٹیپا ہوا ہے۔ سڑک کے کنارے بائیں طرف ہے۔ پہلے اس مندر کا تعلق مہاراجہ صاحب جے پور سے تھا کیوں کہ جے سنگہ پور سے ہیں تھا۔

مندر کے دروازے پر کے کواڑوں کی جوڑی پر پتیل کے پتر منڈھے ہوئے ہیں اس پر یہ عبارت
بخط ناگری و دونوں طرف کھدی ہوئی ہے۔

”یہ جوڑی لالہ جنگل کشور و گنپت رائے علوانی کھر کھو دے والا لے

بنوائی۔ منی۔ مہاسادی چچی سمبت ۱۹۷۲ء“

اندر مندر کے چوڑے سنگین اور لداوی چھت کے دالان ہیں جن میں سنگ سرخ کے چوکے لگے
ہوئے ہیں۔ اور صحن کا فرش بھی چوکوں ہی کا ہے۔ جنوب اور شمال کی طرف تھک درے۔ مغرب
میں تیرہ سیڑھیوں کا زینہ اس کے بعد سہ دری ہے۔ مغرب میں اصل مندر کی عمارت ہے جس میں
سنگ مرمر کا فرش ہے جو پڑکا یعنی ایک چوکہ سنگ مرمر کا ایک سیاہ کا بہنواں کی صورت کے
گرد سنگ مرمر کا خوش نما کٹھن ہے۔ مندر کے اندر طلائی اور شیشے کا بہت عمدہ اور کثرت سے
کام کیا ہوا ہے۔ صحن کے پنجوں بیچ ایک بڑا بھاری پرانا ٹیم کا درخت ہے اور شمال رخ کتبہ در
میں ایک سادہ بھی بنا ہوا ہے۔ مسجد کا گنبدیم (مخروطی قبة) بہت بلند ہے جس کے اوپر کلس
چڑھا کر ہلال لگا دیا ہے۔

اس مندر کے پچھواڑے ایک چھوٹی سی ۱۲ اسٹمر مرلج
جرجی بلاکس کے کھڑی ہے جو گنیش کی گئی کہلاتی ہے۔ اس

گنیش کی گئی کا برج

کے اندر اب کوئی مورت بھی نہیں ہے۔

مندر کے محاذی سڑک کی داہنی جانب ایک چھوٹی سی پرانی
مسجد بہت خراب و خستہ حالت میں سڑک سے ملی ہوئی کھڑی

راجہ کے بازار کی مسجد

ہے جس کی ایک منار ہے مابرجی ہے دوسری گر گئی ہے مسجد کا دالان ۱۵ × ۱۰ ہے۔ تین دروازے
اونچے ۳ فٹ چوڑے ہیں چھت چوبی کڑیوں کی ہے۔ صحن ۲۰ × ۱۵ ہے جس میں ایک چھوٹا سا
کنواں بھی ہے۔ گرد و رخا اونچا کیونڈ وال ہے۔ چونکہ حدود چھاونی رائے سینا میں کھڑی
لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی مورت کرنے کا بھی حکم نہیں۔ خدا جانے یہ کہتے ہیں یا جھوٹ۔

کیوں کہ انگریزوں کو خود معابد کا احترام ملحوظ ہے اور بجا مسجدوں کو محفوظ کر دیا ہے۔

کھنڈ وال جینیوں کا بڑا مندر | منبر تہی ہے۔ مسلمان کو اندر گھسنے نہیں دیتے
ایک بڑا بھاری حصار کے اندر بہت سے

مکانات ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس اماطے کی ساری عمارتیں پچاس ہزار میں سرادگیوں نے

خریدی ہیں۔ دوسرے مکانات سے ہم کو بحث نہیں ہم صرف اصل مندر کا ذکر لکھتے ہیں۔ اندر چو طرفہ پختہ سنگ بست دالان ہیں۔ صحن کے پنج میں ایک بڑا سایہ دار نیم کا درخت ہے۔ بڑی وسیع عمارت ہے اور باہر کا احاطہ بھی بڑا لمبا چوڑا ہے جس میں متعدد مکانات ہیں۔ مندر کا صدر دروازہ شمال رو ہے اور اسی کے سامنے احاطے کا بڑا عالی شان پھاٹک ہے جس کے دونوں جانب خوش نمائش بنے ہوئے ہیں۔ غرض یہ عمارت بھی پُرانے زمانے کی ہے۔

شوالا اس مندر کے مغرب میں دس گھر ایک چھوٹا شوالا ہے جس کا ایک برج کھڑا ہوا ہے۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں جو لکھی جاوے۔

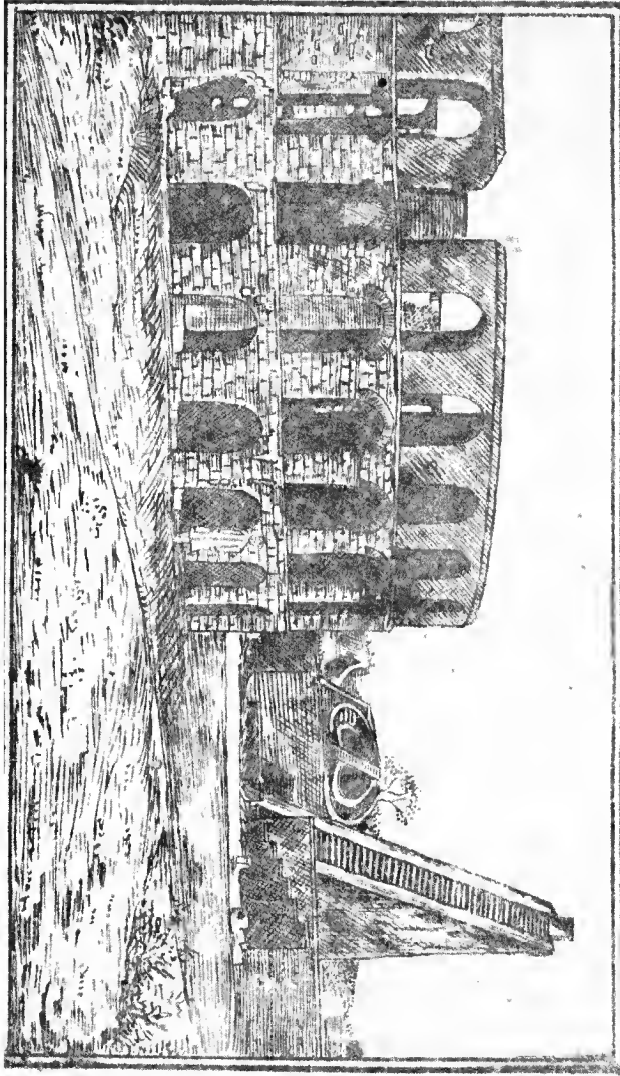
تال کورا قطب روڈ پر اس نام کا ایک باغ تھا۔ درخت کٹ گئے نام رہ گیا ہے۔ وہ دل نہ رہا اسی کیسی جرگہ گئی نخل آرزو کی

اگر وال جینیوں کا چھوٹا مندر جینیوں کے بڑے مندر کے احاطے سے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف ایک اور مندر اگر وال

جینیوں کا ہے جو چھوٹے مندر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی جے سنگ پورے اور راجہ کے بازار میں ہے۔ یہ بھی بہت پُرانا اور قدیم مندر ہے۔ جس پر ایک کوٹھی دار گنبد ہے اور ادیر پتھر کا قفس ہے۔ کیا مجال کہ مسلمان اندر پر مار سکے اور مسلمانوں کی یہ حالت کہ سوامی شروہانند مہاتا کو جامع مسجد کے بکتر پر چڑھا دیا۔ ع میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

ہم کو اس سے بحث نہیں کہ مسلمانوں نے اچھا کیا یا بُرا۔ وہ جانیں اُن کا کام مجھ کو ہندو صاحبان کا طرز عمل ظاہر کرنا مقصود تھا اور بس۔ اس جگہ پر میں کون پُر کر اپنی اوقات عزیز ضائع کرے۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ لکھنؤ دینکھ دین (تم کو تمھارا دین اور مجھ کو میرا دین)۔ باہر سے ہم نے اس کا رقبہ ناپ لیا ۷۶ × ۴۸ کی عمارت ہے اور مندر سے لگا ہوا پجاری کے رستہ کا مکان ہے وہ بھی قریب قریب مندر ہی کے برابر دھلائی دیتا ہے یہ مندر لالہ شنکرن چند کا بنوایا ہوا ہے جن کا بنوایا ہوا ایک بڑا مندر مالیوارے میں بھی ہے۔

مسلمانوں کو تو ایک بات ہاتھ لگ جانا شرط ہے۔ جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ ہم کو کریدے سے کیا فائدہ۔ رسالہ معارف داعلم گروہ، ماہ مئی و جون ۱۹۵۵ء میں سی بحث ہے (۵۰) صفحہ گھیر لیے اور پھر اس تصدیق نامرضیہ کو جابجائے عجز بخش صاحب کلیل ہائی کورٹ پنجابے باریٹ کے گجنان لکھ ہوئے (۲۲) صفحہ کے رسالہ کی شکل میں ”سرباد و پیرم“ کے نام سے شائع فرمایا ہے۔ مضمون دراصل مولانا ابوالکلام صاحب کی ہے اور اس فعل کا جو اثر ثابت کیا ہے جن صاحبوں کے مخرج میں کریم ہو وہ اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیے۔



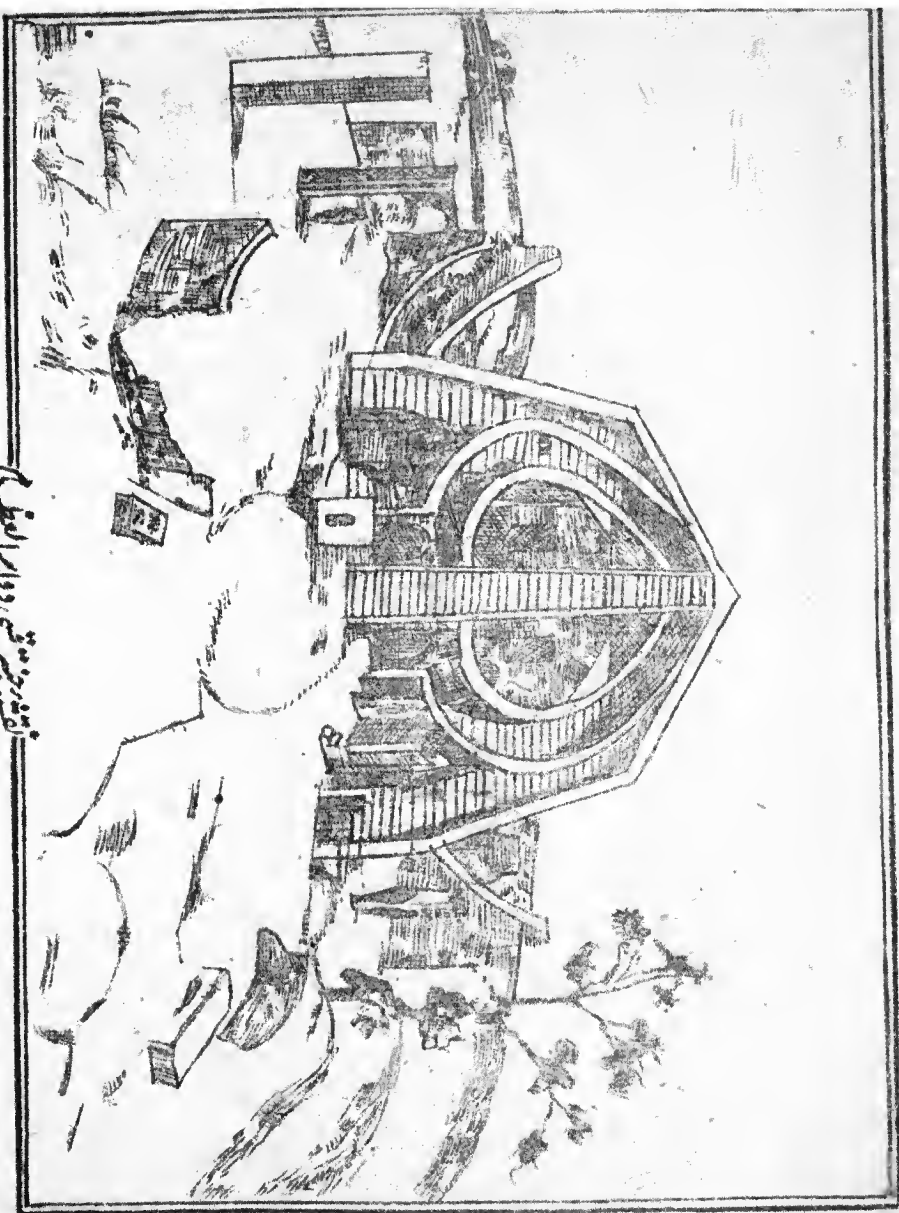
مختصر دفتر (دینی و سکولر) مصداق

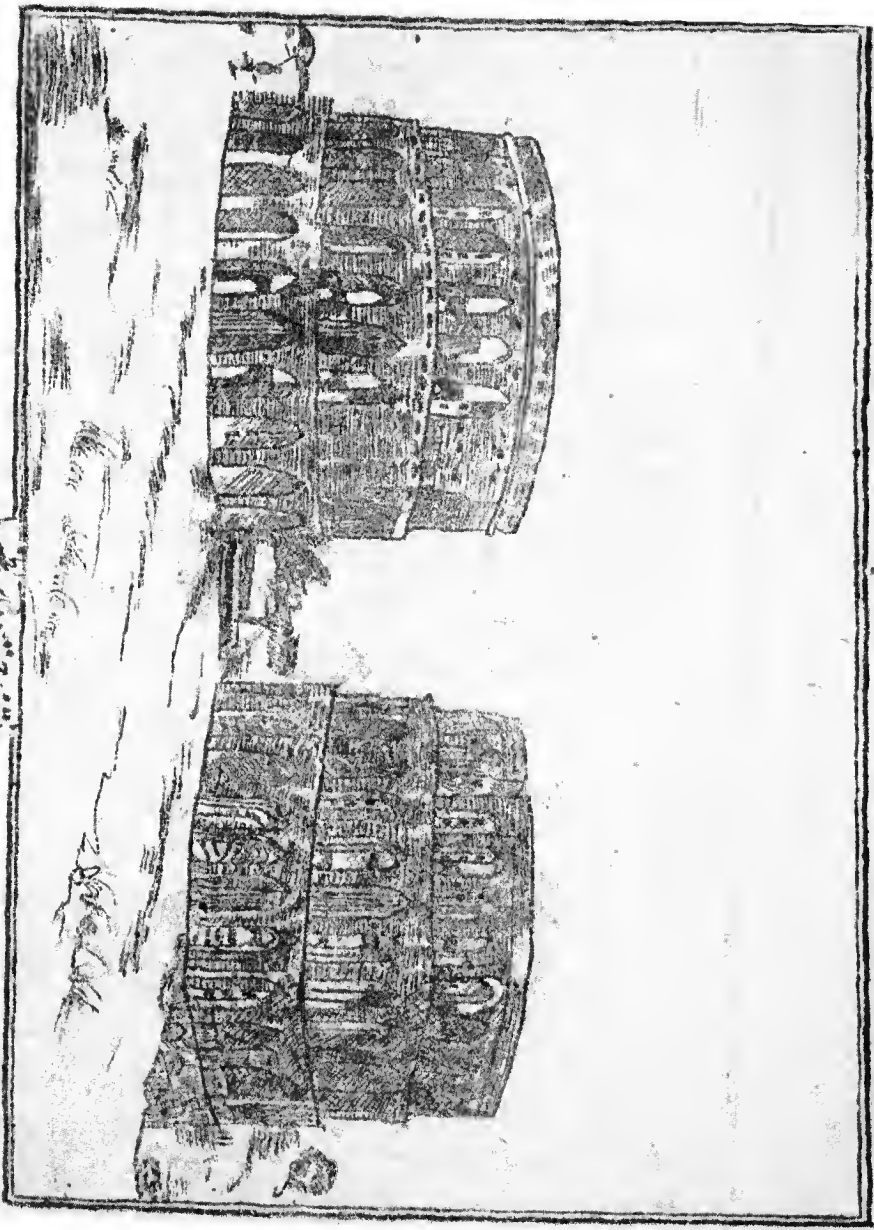




نقشه کبریا

نقشه برنجری و دروازه الف





نقشه جامع و دارالعلوم

مہادیو کا شوالا

اسی کے پاس محزطی تھے کا ایک چوٹا سا شوالا ۶-۷ سہ ماہی ہے۔

نیان کا مٹھ

پھر اس سے اور آگے بڑھ کے ایک قدیم اور بختہ مٹھ ہے جہاں پار سناتھ کی سورتی بٹھائی جاتی ہے اور نیال

کہلاتا ہے۔

جیوان و پری و دیو مردم
بانغ و گل و سبزہ مطرہ
ما اعظم شانہ نقالی

مہر و مہ و آسمان و انجسم
دریا و زمین و کوہ و صحرا
سب کا ہی وہی بنانے والا

پرانے قلعے سے مغرب و شمال کے کونے میں کوئی تین میل
اور اجمیری دروازے سے بہ جانب جنوب ایک میل پر یہ
شہور علم ہیات کے علی تجربوں کی رصد گاہ ہے۔ اس رصد گاہ

جستہ منتر
۱۱۳۷
۱۱۳۸

کے متعلق تھارن صاحب نے لکھا ہے کہ دیکھ کر اُس وقت ہم جستہ منتر کی مشہور
رصد خانے کو دیکھنے کو ٹھہر گئے جس کو پہلے جیو جسٹہ منتر کی مشہور ہیات و ان
جسٹہ منتر راجہ امبیر نے جو خاندان راجگان ہے پورا کا بانی تھا بنایا تھا جس کا محل اور اصل
موقع مادھو گنج میں تھا جو اس رصد گاہ کے قریب مشرق کی طرف ایک گاؤں ہے۔ اور ایک
مہاراجہ صاحب ہے پور کی جاگیر دار ملک ہند کی عالی ہمتی اور سائنس کی یہ یادگار فیصل شہر کے
باہر جامع مسجد سے کوئی دو میل پر واقع ہے۔ افسوس ہے کہ یہ کام بسبب اُس کے بانی کی بے ہنگام
وفات اور سلطنت کے عزل و نصب کے پورا نہ ہو سکا تاہم رصد گاہ کا کام جس حد تک ہو چکا تھا
اُس سے اُس کے بانی کی علم ہیات کی دست گاہ اور محبت عمل کا کافی ثبوت ملتا ہے، لیکن
افسوس ہے کہ اُجداد جاؤں نے بنائے سے پچاس برس کے اندھی اندر اس کا بالکل ستیاناس
کر دیا۔ اگر وہ مال و اسباب کی لوٹ کھسوٹ پر ہی اکتفا کرتے تو بھی غنیمت تھا مگر غضب تو یہ
ہو کہ انہوں نے عمارت کے ساتھ دوائر کو بھی بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ بڑے دوائر لپٹا
اب تک قائم ہیں لیکن خطوط اور دائرے کا محیط جس میں درجے بنے ہوئے تھے بہت سی
جگہ سے شکستہ ہو گئے ہیں شلٹ کے ایک ضلع کا طول (۸۸) ہے۔ ہر اور قاعدے کا ضلع
۱۰-۱۱ ہے۔ اس پر چڑھنے کا سیڑھی دار زمین ہے جس کے کناروں اور محرابوں پر سنگ مرمر
لگا ہوا تھا۔ اس عظیم الشان آلے کی کائنیت اور صحت عمل کی وجہ سے جس سنگ نے اس کا نام

سمت فیتر یعنی شاہراہ دوار رکھا تھا کیوں کہ اسی سمت کے اور دو چھوٹے آئے بھی ہیں۔ ان
 تینوں آلوں کو ایک دیوار کے ذریعے سے ملا دیا گیا ہے جس پر ایک نصف دائرہ اُن اشیاء کا
 ارتفاع معلوم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے جو اس مقام سے مشرق اور مغرب میں واقع ہیں۔ اُن
 دائرہ کے جنوب میں اسی سمت کی دو عمارتیں اور ہیں جن سے ستاروں کی بلندی۔ قوس افقی
 (Azimuth) اور اجرام فلکی کے مقامات اور فصل وغیرہ کے حالات معلوم
 ہوتے ہیں۔ ایک ہی سمت کی کئی کئی عمارتیں ایک ہی جگہ بنانے سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ
 ایک آئے سے جو عمل کیے جائیں ساتھ کے ساتھ اُس کی صحت عملی کی جانچ پر تامل و دیکھ
 آئے سے بھی کر لی جائے۔ یہ آخر اندک عمارتیں مدور شکل کی ہیں جو اوپر سے کھلی ہوئی ہیں جن کے
 نیچے ایک ایک بلند ستون عمودی شکل کا سطح زمین سے تین فٹ بلند کھڑے ہیں جس میں سے
 تیس خطوط قطر سے محیط دائرے کو جاتے ہیں۔ ان کا درمیانی فصل قطروں کے برابر ہوتا کہ
 قطروں کے باہمی فصل سے ایک کمال چھ درجے کا حصہ دائرہ بن جائے۔ دیواروں کے
 اندر طاق بنے ہوئے ہیں جن میں مدارج شمس کے خطوط تماس بنے ہوئے ہیں جن پر
 ستون عمودی کا سایہ پڑتا ہے اور یہ خطوط ایک سے لے کر ہتالیس درجے تک بنے
 ہوئے ہیں۔ لیکن جب آفتاب کا ارتفاع اس بلندی سے زیادہ ہو جاتا ہے تو انہیں درجوں
 اور ستون عمودی سے آفتاب کا صحیح ارتفاع معلوم کیا جاتا ہے۔ ان درجوں کو دقیقوں
 میں تقسیم کیا ہے لیکن جو درجے مقابل کی دیوار پر بنے ہوئے ہیں اور جن میں ہر ہر درجے
 کے چھ حصے کیے گئے ہیں اس سمت کے دقائق فی تقسیم نہیں ہے۔ ان دوار اور خطوط پر جو سایہ
 پڑتا ہے اُس سے فوراً آفتاب کا قوس افقی اور عمل نصف النہار معلوم ہو سکتا ہے اور اس طرح
 چاند اور ستاروں کا مریدی (Meridian) بھی معلوم ہو سکتا ہے۔
 ان دونوں عمارتوں اور بڑے دائرہ الظل کے پنج میں ایک کمرہ مقعر بنا ہوا ہے جو نکل نصف
 دائرے کو بتلاتا ہے جس کا قطر ۵۰ ہے۔ اس میں پندرہ درجے ہیں جس سے نصف النہار معلوم
 ہوتا ہے۔ چوں کہ یہ مقام ایک خاص فن سے متعلق ہے اس لیے ماوشما کو اس کی قدر نہیں
 ہو سکتی نہ کچھ سمجھ میں آتا ہے ہاں جو دگ علم الافلاک کے ماہر ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ کن کن
 مسائل کو کس کس اسلوب سے سمجھایا ہے۔ ہمارے جیسے لوگوں کو جو اس کو چسکے نابلدہ ہیں بظاہر
 ایک بہت بڑی خطاستوں کی ڈائل نظر آتی ہے اور دو درجہ عمارتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں ایک

اور ایک سیڑھی نما دھڑ بنے ہوئے ہیں جن سے بظاہر ستاروں کے صعود و نزول کی پیمائش کی جاتی ہے۔ آگے ہماری عقل خود چلے گئی ہے۔ میں نے انگریزی میں ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی ہے جو خاص اسی خبتر منتر پر لندن میں حال میں بھی ہے جس میں متعدد نقشے بھی دیئے گئے ہیں اور اس میں ساری بحث راجہ جے سنگھ کے عقل ہیأت پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائنس دانوں کے لئے یہ ضرور کوئی بڑی قابل قدر چیز ہے جو اس زمانے میں بھی اس کی چھان بین کی جا رہی ہے۔

رکاب گنج حال مادھون گنج نمبر تہی ۱۱۱۱۔ اجیری دروازے سے قطب روڈ پر داہنی طرف سڑک سے کوئی سو سو سو قدم پرے خبتر منتر کے

غرب میں ایک بڑا بھاری پختہ احاطہ نظر آیا ہے۔ اس کا قدیم نام رکاب گنج تھا لیکن اب اس پر مادھون گنج کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ چونکہ اس گنج کے دروازے کے پاس ایک تین در کی چھوٹی سی مسجد ہے۔ اور وسط میں چوترے پر ایک قبر بھی ہے تو اس کا بانی کوئی ہندو نہیں ہو سکتا۔ خبتر منتر کے بیان میں جو مادھون گنج کا ذکر آیا ہے وہ یہی مقام ہے جسے ہمارا راجہ صاحب جی پور کے علاقے کا کہا گیا ہے اب یہ ساری زمین معاوضہ دے دلا کر رائے سینا میں شامل کر لی گئی ہے۔ صدر دروازہ شمال رو بہ بڑا عالی شان ہے۔ گہرائی دروازے کی آٹھ ہے اور چوڑائی ۱۱ ۱/۲۔ دروازے کے اندر یعنی میں دو طرف سے دریاں ہیں اور اوپر بھی سردی ہے۔ احاطہ چار سو فٹ مربع ہے جس کے چاروں کونوں پر گھوس بنے ہوئے ہیں مشرق کی طرف چوتھائی دیوار گر پڑی ہے اور سوائے جنگلی گھاس کے کچھ کچھ اس سڑک پر داہنی طرف بائیں سڑک کے لگی ہوئی اونچے نیچے پر ایک ٹیلے پر کی مسجد مسجد بنی ہوئی ہے تین در کی مسجد ۲۰۲۲۔ ۱۰۔ ۱۰۔ جو (۱۱) اونچے ۳۔ ۸

چوترے میں۔ بائیں طرف ایک حجرہ ۹ ۱/۲ ۵ ۱/۲۔ اندر گج کافر ش اور چھوٹا سا مندر ہے چھت چوبی کڑیوں کی ہے صحن میں سنگ سرخ کا بہت پرانے چوکوں کافر ش ہے جو ۱۱ ۱/۲ ۱۱ ۱/۲۔ احاطے کی دیوار ۵۔ ۹ اونچی ہے۔ داہنی طرف ایک کنواں ہے۔ صحن کے کونے میں بائیں طرف ایک بہت پرانا نیم کا دھڑ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سڑک نکالتے وقت اس مسجد کے صحن کا کچھ حصہ سڑک میں آ گیا ہے اور دروازہ جواب جنوب کی طرف ہے وہ ضرور سڑک کی طرف رہا ہو گا چنانچہ سڑک کی طرف ۱۱ ۱/۲ ۱۱ ۱/۲۔ لہٰذا ادنیٰ پنجر چولنے کی بندش کی ایک دیوار مسجد کا صحن محدود کر کے کونسا دی ہے۔ اور یہی اونچان اس ٹیلے کی بھی ہے جس پر کہ مسجد بنی ہوئی ہے۔ غرض ہے کہ قدیم اندر کار کو اس کا موجودہ حالت پر

باقی رکھنا منظور ہے جو اس طرح بندش کرادی ورنہ اس دردسری کی کیا ضرورت تھی۔

نئی چھاؤنی کی مسجد نمبر ۱۱ گورنمنٹ ہوس رائے سینا کے سامنے مغرب کی طرف سڑک کی بائیں طرف معمولی حیثیت کی ایک قدیم مسجد

تین گنبد اور تین دروں کی ۲۲ × ۱۳ ہے بائیں تھکی طرف ایک حجرہ ہے جیت اوپر سے سپاڑہ چاروں کونوں پر چار مینار ناچوکور پر جیاں ہیں بیچ کا دروازہ اونچا ہے۔ ۹ چوڑا ہے۔ بائیں طرف کی محراب پر سنگ سرخ میں یکافتاح کا طفر لگتا ہوا کہیں اور سے لا کر لگا دیا ہے۔ دو سیڑھیوں کا چھوٹا سا ممبر ہے سامنے گے اینٹ کے فرش کا چھوٹا سا ۱۲ × ۱۳ کا ہے کیونکہ ۲۲ × ۱۳ ہے اونچا ہے صحن میں ایک کنواں بھی ہے شمال کی طرف اینٹوں سے بننا ہوا ایک پختہ گچے کا چوکی دار دروازہ ہے۔ جسے چوبلی پٹ ہیں۔ دروازے کی محراب میں کارنس پر رنگ کا کام ہے کسی نے روشنائی سے پیشانی پر یہ شعر لکھ دیا ہے۔

سازا ہاں سجدہ سجودے نماز عاشقاں ترکِ وجودے

قدیم نام اس مسجد کا کیا تھا معلوم نہیں۔ اب نئی چھاؤنی کی مسجد کہلاتی ہے۔ اس کے کیونڈ کی مشرقی دیوار میں پانی کا نل بھی لگا ہوا ہے۔ نل کچھ مسجد کے واسطے نہیں لایا گیا بلکہ جس طرح پبلک روڈ پر لگا دیا جاتا ہے یہاں بھی لگا دیا گیا۔ یہ بھی غنیمت ہے۔

ایک نامعلوم گنبد نمبر ۱۲ بجلی گھر اور محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے جنوب میں ایک گنبد سر راہ کھڑا ہے۔ جو اندر سے ۱۰ × ۱۰ ہے۔ چار طرف

چار چار دروازے ۱۰ × ۱۰۔ اندر کوئی قبر نہیں نہ فرش۔ دیواروں میں آٹھ طاق ہیں بہت خراب و خستہ حالت میں ہے۔ کس کا ہے معلوم نہیں۔ لٹا پھوٹا چوڑا ۱۰ اونچا ہے۔

گمبٹ قطب روڈ کے بائیں طرف سڑک سے کوئی سو سو قدم اٹھی ہوئی صفدر جنگ کے مقبرے کے شمال میں چھ فیٹ مربع بہشت پہل گئی ہے تین طرف دروازے

مغرب میں بند۔ دروازے ۱۰ × ۱۰۔ اس کے جنوب میں ایک پختہ کنواں ہے یہ بھی نامعلوم ہے۔ جہاں بڑے بڑے گنبدوں کا پتہ نہ چلے یہ کس شمار قطار میں ہے۔ اس کے آگے صفدر جنگ کا مقبرہ قطب روڈ کے داہنی طرف ہے۔

دلی دروازے سے قطب روڈ پر کی عمارتیں

گھوگس دہلی نظام الدین کی سڑک۔ مہابت خاں کی حویلی کے سامنے داہنی طرف ایک سڑک بھٹ جاتی ہے جو رائے سینا سے ہوتی ہوئی قطب چلی گئی ہے۔

بستر کے تکیے کے پیچھے جو دہلی نظام الدین کی سڑک پر ہے اس کے عقب میں دلی دروازہ قطب روڈ کی داہنی جانب ایک ٹوٹا ہوا سا برج گھوگس کی شکل کا ایک چوڑے پر کھڑا ہے جس کا دور ۱۹۲۲ء اور بلندی ۱۵۰ فٹ ہے۔ یہ کسی محل کے احاطہ کے کونے پر کا ایک برج معلوم دیتا ہے۔ چنانچہ اس برج کے پاس دیوار کا کچھ گرا ہوا حصہ بھی باقی ہے۔

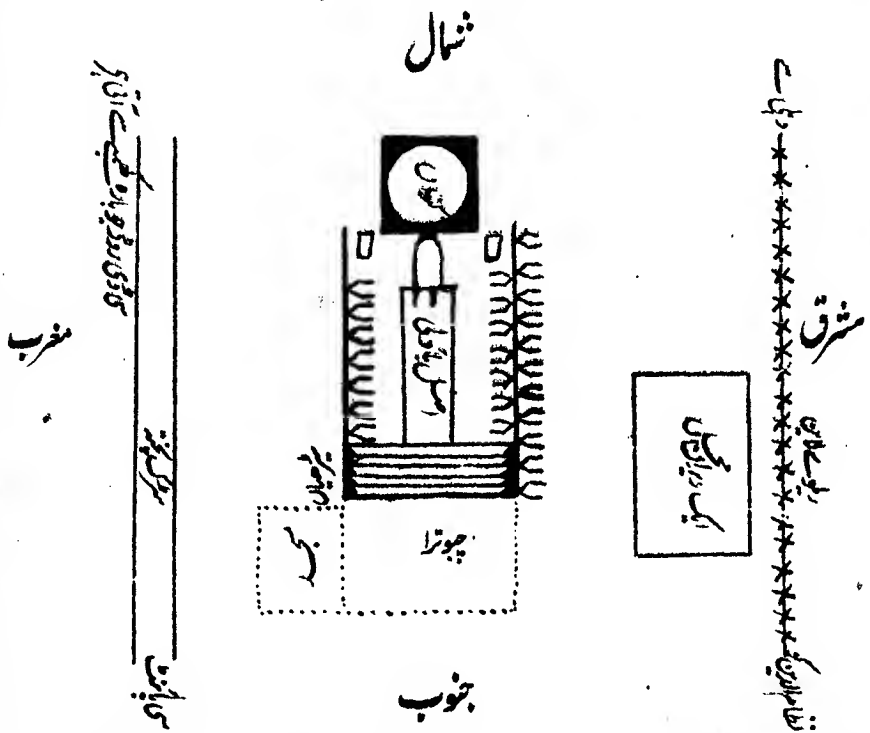
پھوٹی مسجد اریلوے لین دلی سے نظام الدین کے بائیں ٹیلیگراف پول نمبر ۱۵۳ کے پاس ایک بالکل گری پڑی مسجد ہے جس کے تین دروازے تین گنبد ہیں۔ داہنی طرف کا پہلا گنبد اور درمیانی گنبد آدھا باقی ہے۔ تیسرا گنبد بائیں طرف کا وہ بھی نصف رہ گیا ہے اور اسی طرف ایک اونچا پاکھا کھڑا ہے۔ بیچ کے آریج کی چوڑائی (دھاک) ہے۔ صحن کے عقب میں کنواں تھا جواب پاٹ دیا گیا۔ اب یہ مسجد موجودہ حالت کے لحاظ سے پھوٹی مسجد کہلاتی ہے۔

اگر سین کی باولی اور مسجد اجتر منتر کی رصد گاہ سے کوئی پانچ گز فاصلے سے اس نام کی ایک بہت بڑی رشان دار باولی اور

اُسی کے ساتھ ایک مختصر سی مسجد ہے جو سڑک کی داہنی طرف ہے۔ اگر سین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کوئی ہندو تھا مگر معمولی شخص نہ تھا بلکہ صاحب ثروت و منزل تھا جب ہی تو اُس نے ایسی عمارت باولی بنوا دی۔ باولی کے پاس مسجد ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کا بانی شاید کوئی مسلمان رہا اور اصغر حسین کو اگر سین کر لیا ہو مگر یہ بات نہیں دراصل یہ دونوں عمارتیں ہندو صاحب ہی کی بنوائی ہوئی ہیں کیوں کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امام بارے درگاہ میں چلے ہندو نے بنوائے ہیں اور بعض ہندو اپنی خوش اعتقادی سے ایسا کرتے ہیں۔ کار خیرات و حسنات میں وہ مذہب کی تفریق کو مد نظر نہیں رکھتے۔

باولی کے اوپر کا چوڑا جے مسجد کا دوسرا صحن بھی کہہ سکتے ہیں ۳۷ x ۲۰ فٹ چوڑا خام ہے مگر

گرد بندش پختہ ہے۔ اصل باؤلی ستھیل ۱۰ x ۳۲ ہے۔ اور دھرا دھرم لہان لو تو ۳۲ ہے۔ پہاڑ کا پہاڑ کھڑا ہے۔ اندر اترتے ہوئے ڈر معلوم دیتا ہے پانی بھی بے زری اور شیریں تھا لیکن اب چوں کہ کھینٹا نہیں ذرا اٹھلا ہو گیا ہے۔ باؤلی کے جنوب میں سیڑھیاں دھڑنگ چلی گئی ہیں اس وقت پانی کے اوپر چھالیس سیڑھیاں ہیں۔ باؤلی کے گرد کی دو طرفہ دیوار ۳۴ اونچی ہے۔ مشرق کی طرف باؤلی کے اندر سے (۳۴) سیڑھیاں کا دو طرفہ زینہ ہے۔ شمال کی طرف لاؤنگا نے کی سوراخ وار کڑیاں پڑی ہیں۔ باؤلی کی دیوار میں اندر کے رخ پر نیچے کے حصے میں آٹھ آٹھ دیوار دوڑ طاق ہیں اور اوپر کے حصے میں نو نو۔ دیوار کے بیرونی رخ پر تیرہ دیوار دوڑ طاقوں کا سلسلہ ہے جو بجائے خود ۷ پیمو کی کوٹھریاں دھڑ گہراں میں ہیں۔ باؤلی کے شمال میں ایک بڑا بھاری گول کنواں ۸ مربع ہے جس کی چاروں طرف درے اور اوپر لداوی گنبد ہے۔ اسی کا پانی باؤلی میں بھرتا ہے۔ قریبہ کہتا ہے کنواں اور باؤلی دونوں بہت گہرے ہیں اور ان میں جتنی سوتیں ہیں جن کا پانی خشک نہیں ہوتا بلکہ عجیب ہیں کہ باؤلی کے شکم میں بھی کنواں ہو کیوں کہ بڑی بڑی باؤلیوں کے پیٹے میں کنوئیں کھودے جاتے ہیں جیسے کہ حضرت محبوب الہی کی درگاہ کی باؤلی میں ہیں۔ باؤلی کی ہیئت کدائی بہ دن نقشہ نظری کے ذہن نشین نہ ہوگی لہذا اسے ملاحظہ فرمائے:-



مسجد نمبر ۱۱۳۔ اگر سین کی باؤلی پر ایک چھوٹی سی تین دروازوں والی سطح چھت کی مسجد ۲۸۰ فٹ ۱۰ انچ تینوں درکیاں ۱۰۰ فٹ ۶ انچ ۱۰۰ فٹ چوڑے ہیں۔ اندر سے چھت ظم دان نما ہے۔ بائیں طرف کے پاکھے کی دیوار گرگنی اور اسی کے ساتھ ادھر کا حجرہ بھی لگیا۔ داسنی طرف کا حجرہ جو دس فیٹ مربع پر موجود ہے۔ درنگ سرخ کے میزبیں کی لم۔ ۱۰ فٹ کی ایک ہی پتھر کی کڑی۔ ۱۰ مربع ہے۔ ادھر ادھر اسی قسم کے سنگ سرخ کے دو دروازے ہیں۔ ایک محراب میں چار چار درنگ لگائے ہیں۔ تینوں دیواروں پر طاقوں کے دو طرفہ کلمہ طیبہ کا طعری ہے۔ منبر اور فرش ٹوٹ گیا۔ باہر کی دو محرابیں باقی ہیں تیسری گرگنی ان پر بھی دو طرفہ کلمہ کا طعری تھا اور سرخ رنگ بھی مسجد کے رد کار پر تھا مسجد کی بلندی ۱۱۰ فٹ ۵ انچ ۲۲x۲۵ ہے جس پر ایک تنگستہ قبر بھی ہے۔

محل جو کھدراہی اس باؤلی اور مسجد کے مشرق میں جی آئی پی ریلوے لین کے پاس ایک بہت بڑا وسیع احاطہ تھا جس کے اندر کوئی محل تھا۔ محل کا نواب دھور ہا نہیں مگر احاطے کی دیواریں کچھ باقی ہیں اندر پتھر اور سٹی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور مزدور برابر کھود کھود کر پتھر اور مٹی ڈھور رہے ہیں۔ انہیں پتھروں سے سڑک بن رہی ہے اور یہی رفتار ہے تو چند دن میں میدان نما ہو جائے گا۔ اس وقت جو ایک خیالی تصویر اس محل کی تصویریں آسکتی ہے وہ موقع بھی جاتا رہے گا احاطے کی وسعت۔ دیواروں کی بلندی پتھروں کے انبار رشی کے اونچے اونچے ٹیلے بنیادوں کے نشانات سب کافی دلیل اس بات کی ہیں کہ محل کوئی غیر معمولی وسعت اور شان و شوکت کا تھا۔ اب اگر گورنمنٹ ایسی مردہ اوراد کار رفتہ عمارتوں کو صاف نہ کر دے تو پھر نئی دلی کے واسطے زمین کہاں سے آئے اور خدائی فتویٰ

ہر کہ آمد عمارتوں کو ساخت رفت منزل بدیگرے پرداخت

کیوں کر صاف آئے۔ زمانہ بدل گیا۔ ہمارے زندگی بدل گیا۔ ہماری ضروریات بدل گئیں۔ فرض یہ کہ آسمان بدل گیا اور زمین بدل گئی۔ یہ عمارتیں اگر باقی رکھی جائیں تو اس زمانے میں کس کام کی ہیں۔ لہذا ان کا مٹا دینا ہی اقتضا ہے ضرورت وقتی ہے۔ اب صرف انہیں عمارتوں کی نگہداشت کی جاتی ہے جن سے کوئی اہم تاریخی واقعہ متعلق ہے یا کسی اووالہ العزم بادشاہ کی یادگار ہیں۔ رہیں ایسی ویسی پچکلیان ان کی خدمت گزاری کدال بھاڑے سے کرنے کے

سوائے گزیر نہیں ان پوسیدہ اور ناکارہ عمارتوں کی بجائے اب نئے نئے خوش نما ہوا دارمکانات
لوٹھیاں۔ پارک بنیں گے جن میں جلی کی برکھنی جگہ گائے گی برقی پنکھے فرو چلیں گے سوڈا المینڈ
کی کالیں و نادن اڑیں گی۔ اب وہ زمانہ لگیا کہ جب ان دقیانوسی ڈیزیز میں کی عمارتوں کی ضرورت
اور قدر تھی جب وہ قدردان ہی نہ رہے تو اب ان مکانات کو لیکر کیا کرنا ہے۔

مسجد سی پائنٹ نمبر بی بی ۱۰۔ اگر سین کی باؤلی سے سیدھے چلے جائیے تو طوی دور کے محل کو چورہ
نئے گاہ انجیر گیٹ بارہ کچھ سے سی ڈی روڈ پہنچیں پائنٹ ہرولی ڈھیر
دلی دروازہ

یہیں مسجد جو جس کے سامنے طاقتورستان ہے۔ مسجد کے گرد سوا مسجد اور قبور کے جسے محاط کر دیا ہے دوسری
عمار میں گر اگر میدان صاف کر دیا گیا ہے یہ مسجد تین دروں کی لداوی ہے۔ بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے۔
دو طرفہ ایک ایک چھوٹی سی برجی ہے۔ چھت کے اوپر کنگورے دار منڈ ہے۔ اصل مسجد
۱۱۳۰ بیچ کی محراب ۶۸۸ ہے۔ سامنے گچ کا پختہ چوڑا ۳۱۵ کا ہے۔ صحن مسجد کے سامنے
متعد و پختہ قبریں ہیں۔ یہاں کی چند قبروں پر بیچ میں ہی نہایت بدخط نام گھسیٹ دیے
ہیں۔ وہ یہ ہیں:-

۱) ہاتھی گھٹ جبکہ الہ رفت بفردوس عظیم النار
فیاض بیگم فخر جہاں مرزا محمد سراج الدین مراد آبادی۔

سی پائنٹ اور اکس پائنٹ رائے سینا میں پختہ سڑکوں کا ایک جال
کچھ گیا ہے بہت سی سڑکیں بن گئیں بہت سی

زیر تعمیر ہیں یہاں کے نام حروف تہجی کے نام سے مشہور ہیں یہ ایک ۶۴ امر لچ اور تیرہ
فیٹ اونچا چوڑا تقسیم ارضی کا نشان حال کا بنا ہوا ہے جس پر تیرہ میٹر صیاں چڑھ کر
چلتے ہیں۔ اس چوڑے کے اوپر تین فیٹ اونچے پول پر ایک، آہنی اسکیل لگا ہوا
ہے۔ یہ مقام پرائے قلعہ اور گورنمنٹ ہاؤس کے بیچ میں ہے۔ اسی طرح سڑک کے غربی
آخری سرے پر اکس پائنٹ ہے۔ یہ مقامات سروے (پیمائش) کے نشانات ہیں۔

ایک درگاہ نمائیلہ نمبر بی بی ۱۱۔ اکس پائنٹ پر۔ دتی گیدے کے سڑک کے
آخر بائیں طرف ایک بلند سیلے پر چار چار در باقی ہیں۔

یہ عمارت سنگ خارا کی ہے۔ خواہ کوئی مقبرہ رہا ہو یا درگاہ نیم کا ایک درخت بھی اوپر

ایک کونے میں ہے۔ ٹیلا چو طرف سے کاٹ ڈالا گیا ہے۔ معلوم نہیں اصلی حثیت کیا تھی بہر حال
ہر کوئی نہ ہی مقام جو محفوظ کیا گیا ہے چوتھے کو جو چو طرف سے تراشا ہے تو سڑک کی جانب
چوتھے کے حصے کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو کاسہ سر نصف نصف تراش میں
آئے ہیں اور نصف مٹی میں جمے ہوئے باقی ہیں۔ اس کے آگے قطب روڈ مل جاتی ہے۔

قطب روڈ اور ریلوے لین کے بیچ کے میدان کی عمارتیں

ادھر والے چوراہے کی بائیں طرف بجانب شرق نظر دوڑائیے تو یکے بعد دیگرے
عمارتوں کا سلسلہ ریلوے لین تک چلا گیا ہے جو منشی طوطا رام خزانچی اور نانی کی عویلیوں
پر ختم ہوتا ہے وہیں سے باہر پور کو سڑک چلی گئی ہے پھر باہر پور سے ہم شارع عام قطب روڈ
پر آن ملے ہیں۔ اس نواح کی عمارتوں کا ذکر اسی ترتیب سے کرتے ہیں جیسی کہ وہ واقع
ہیں مگر سلامت ان میں سے کوئی بھی نہیں سب بہت خراب و خستہ حالت میں ہیں۔ ان
عمارتوں کو اگر گورنمنٹ مسلمانوں کی عبادت گاہ اور مقابر سمجھ کر سروسٹ نہ بھی گرائے تو ان کا
اپنی حالت پر چھوڑ دیئے کا بھی وہی نتیجہ ہے جو آج گرائیئے سے ہوتا یعنی چند سال نہ گزرنے
پائیں گے کہ ان کا عدم وجود خود بخود برابر ہو جائے گا۔ مردے کی نعش کو آخر تک
سنبھال سنبھال کر رکھیں گے کیوں کہ وہ مَنہَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْہَا نُعِیدُکُمْ وَ مَنہَا
نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اٰخِرٰی کا مصداق ہے۔ خاک ضرور ایک دن خاک میں مل جائے
والی ہے۔

منہد سب | ادھر دالی سڑک کے کنارے بائیں ہاتھ کی طرف بجانب شرق
پہنچا۔ اب زیادہ تر حصہ مسجد کا اگر صرف ۴۳ باقی رہ گیا ہے بیچ میں بڑا گنبد
تھا جس کی مچھت قلمدان غالبو تری لدوی تھی۔ ادھر ادھر آ رہی تھیں۔ فرش منبر چوڑا
سب معدوم ہے موجودہ حالت یہ ہے۔



۱۵ (نوٹ) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور (مرے پیچھے) اسی میں تم کو لوٹا کر لائیں گے اور اسی سے (قیامت کے دن)
تم کو دوبارہ نکال کھڑا کریں گے۔

دوسری مسجد مسجد

نمبر ۱۱۔ یہ مسجد ایک بہت اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ جس پر تختہ چوترا تھا جو اب الیادھ گیا ہے کہ اوپر پہنچا بھی شکل ہے۔ یہ مسجد تار کے کھم نمبر ۱۵۳ کے محاذی قلعہ کہنہ کے غربی دروازے کے سامنے ریلوے لین کے اس طرف ہے۔ مسجد پتھر چوڑے سے بنی ہوئی ہے پلاستر بالکل جھڑ گیا۔ اندک کافر ش بھی اکھڑ گیا۔ اندر سے تین گنبد تین درمیں اوپر سے چھت سیاٹ ہے۔ برجیاں بھی باقی نہیں رہیں۔ مسجد کا بہت سا حصہ گر کر چوڑے ہی پر بڑے بڑے ڈھیم پڑے ہوئے ہیں موجودہ حالت یہ ہے۔

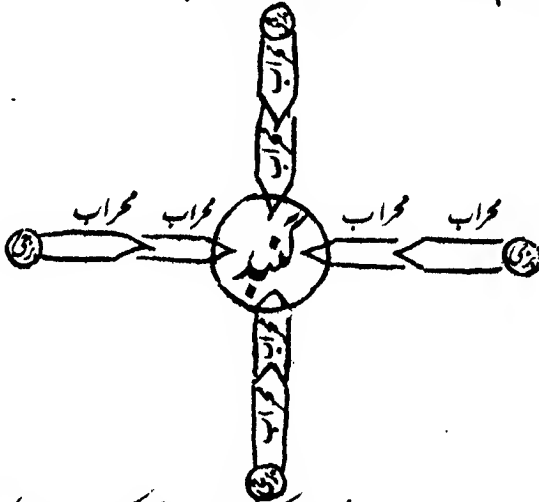
مغرب

شمال
ادھر کی دیوار گر گئی۔
ادھر کی ادھنی دیوار گر گئی جنوب
مشرق

گنبد اندر سے پھٹ کر بڑی بڑی دراڑیں پڑ گئی ہیں بہت جلد بیٹھ جانے والے ہیں۔ محرابوں پر اندر باہر کلمہ طیبہ کے طغری تھے چنانچہ بیچ کے در اور اندر والاں کے پیش طاق پر دو طرفہ اب بھی طغری باقی ہیں چھت اور محرابوں پر نہایت نفیس گلکاری چوڑے میں کی ہوئی ہے۔ اندر کی چھوٹی طاق نما دیوار دو در محرابوں پر دو طرفہ طغری تھے جن کا صرف نشان رہ گیا ہے۔ حروف جھڑ کر کچھ باقی رہ گئے ہیں۔ مسجد کے اندر رنگین کام تھا جس کا کچھ بھی باقی ماندہ حصہ چھوٹی محرابوں پر رہ گیا ہے۔ مسجد ۱۳۵ x ۱۳۵ ہے۔ درمیانی محراب ۸ x ۱۰ ہے۔ بلندی مسجد کی (۲۰) ہے۔ سامنے چوترا تھا جو منہدم ہو گیا۔ روکار پر باہر کی محرابوں کے دو طرفہ بھی طغری تھے۔ آرجوں کے عمق میں منچی کا کام ہے۔ یہ مسجد دو منزلہ تھی جب نیچے کی منزل کی یہ گت بنی ہے تو اوپر کا کیا کہنا وہ حصہ تو سارے کا سارا گر کر چھت پر مسجد کی چھت کی دیوار کی طرف صرف ایک محراب باقی رہ گئی ہے۔ زینہ بائیں طرف تھا جو بالکل گر گیا ایک سیڑھی بھی باقی نہیں رہی۔

یہ محرابوں کا گنبد
ادھر والی مسجد سے کوئی سو سو سو قدم ریل کی سڑک کے بائیں طرف یہ گنبد لوگوں کی زبان پر تو یہی چڑھا ہوا ہے۔ دراصل کیا بات ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے جو نام سناہ لکھ دیا غ زبانِ خلق کو نفاذ خدا کی ہے۔

یہ گنبد تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے مابین ہر ساری عمارت سنگ خارا اور اینٹوں کی ہر یہ گنبد بڑا مالیشان اور بہت اونچا ہے لیکن بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اندر تمام گچ کا پلاستر تھا جس میں کاکچ بھی باقی نہ رہا۔ گنبد کی استرکاری کی چھلیں گر گئیں۔ اور نری لکھوری ٹپیں نکل آئیں۔ گنبد کی چند یا میں اتنا بڑا سوراخ پڑ گیا ہے کہ آسمان نظر آتا ہے۔ یہ بندش کی خوبی ہے جو اس حالت میں بھی کھڑا ہے اور خدا جانے کب تک کھڑا رہے گا۔ چاروں طرف ایک ایک بلند محراب دار دروازہ ہے۔ چوتھیں چاروں طرف کی لوگ اکھاڑے گئے۔ فرش ذرا بھی نہیں۔ نشانوں پر سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی قبریں تھیں اب تو صرف ٹوٹے ٹوٹے ایک قبر کا ٹھوسا رہ گیا ہے وہ بھی گنبد کے وسط میں نہیں ہے بلکہ ایک طرف ہٹا ہوا ہے۔ اب یہ گنبد کبوتروں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ انہوں نے بھی خوب ماسن تلاش کیا ع پیچ آفت بڑسرد گوشہ تنہائی را۔ گنبد اندر سے ۴۵ مربع ہے۔ اندر کی آرج ۱۵۔ ۹ x ۲۔ ۹ ہے اور پان ناپی نہیں جاسکتی کہ زمینہ جو شمالی محراب میں تھا گر گیا۔ چاروں طرف کی محرابوں پر برجیاں ہیں گردچتہ چوڑا تھا جس کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے سطحی نقشہ یہ ہے۔



اسی لین مین تیسری مسجد | تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے محاذی۔ یہ بھی بالکل شکستہ ہے۔ ۱۵ x ۱۵ اٹوال و عرض ہے۔ تین گنبد تین در پیچ کی محراب

۱۵ x ۱۵ ہے۔ بیچ کے گنبد میں دو سوراخ پڑ گئے ہیں جو اب چلنے کی علامت ہے۔ سامنے چوڑا تھا جو اب نہیں رہا۔ مسجد کے گرد ایک وسیع اور چمکتہ احاطہ بھی تھا۔ جس میں بجانب شرق دروازہ تھا جس کی صرف ایک اونچی محراب کھڑی ہے۔ دوسری گر گئی جس کے گرسٹ ہوئے۔ دھبہ سم

یہیں پڑے ہیں۔ مسجد کے دونوں طرف زینہ تھا جو بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ایک آدھ سیڑھی اوپر کی باقی رہ گئی ہے۔

منشی طوطا رام خزانچی کی جوہلی | جی آئی بی کی سڑک پر دلی سے آتے ہوئے

ایک بہت عالی شان اور وسیع پختہ چار دیواری کھڑی ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کوئی منشی طوطا رام فرخ سیر بادشاہ کے زمانے میں در ۱۳۰۰ء منشی خزانچی تھے اُن کی یہ جوہلی گرہ زبانی تکتے ہیں جن پر شکل سے بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال یہ جوہلی تھی کسی بڑے امیر کی۔ اندر جا کر دیکھو تو نر اکھنڈ ہے سوائے چار دیواری کی اونچی اونچی دیواروں کے اور کچھ باقی نہیں دو طرف کی دیواریں بھی گر گئیں صرف شمال جنوب کی باقی ہیں صحن سارا بکھل ہو گیا ہے جس میں گھاس اور کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ صحن کا طول و عرض ۱۴۱۰' ۶۴۰' ہے۔ دیواریں سر بلبلک ہیں بن پر نیچے سے لیکر اوپر تک طاق ہی طاق بنے ہوئے ہیں۔ صدر دروازے کی طرف ایک شہ نشین کے کچھ آثار ہیں۔ اندر صحن کا کام تھا چنانچہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا چینی کاٹن پر نیلا کام تھا ہم کو شہ نشین کے بننے کے ڈھیر میں ملا۔ اطراف شمال کی طرف ۹' ۱۰' عوڑی ٹیلری ہے صدر دروازہ جنوب کی طرف تھا جو گر گیا صرف ایک پا کھا شمال کی طرف کا کھڑا ہے جس میں اوپر در چول پھنسانے کی ایک سوراخ دار کڑی موجود ہے۔ دوسرا پا کھا گر گیا ہے مگر اس کی بٹیک۔ کا تھا موجود ہے جس سے دروازے کی جگہ ان کے معلوم ہوتی ہے۔ اوپر کی محراب گر گئی پانچ سے بلند کی کا اندازہ ہو سکتا ہے مگر چیت ہی باقی نہیں تو اوپر چڑھنے کی کیا سبیل رہی۔ یہ مکان اس طرز کا بنایا گیا ہے کہ پہلے نہ خانے کی طرح کی لداوی کوٹھڑیاں کوٹھڑیاں بنا کر ان پر پتھر کی چنانچہ مغرب کی طرف تین در کھڑے ہیں اندر جا کر دیکھا تو دو در تک کوٹھڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے اور نیچے کی منزل کو کوئی گزند نہیں پہنچا ہے۔ اس کے بعد قریب ہی نانی کی جوہلی ہے۔ موقعی نقشہ یہ ہے۔

بابر پور

دلی منشی طوطا رام

سڑک

سڑک

منشی خزانچی کی سڑک

نانی کی جوہلی

ریل

نانی یا جام کی حویلی

مٹھنڈی مسجد کے پیچھے نانی یا جام کی حویلی کی چار دیواری ہے۔ یہ عمارت تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے سامنے ہے۔ وضع قطع اس کی بھی

مٹی طوطا رام کی حویلی کی سی ہے۔ مگر اس سے چھوٹی ہے اور اس کی چار دیواری سلامت ہے جس میں نیچے سے اوپر تک طاقوں کی بھرمار ہے۔ نیچے سے اوپر تک طاقوں کی چار قطاریں ہیں نیچے کی تین بڑے بڑے طاقوں کی ہے۔ باقی تین قطاروں میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں خدا جانے ان دونوں حویلیوں کی چھتوں میں کیا نقص تھا جو چھتوں ہی پر وبال آیا۔ دونوں عمارتیں ایک ہی زمانے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور دونوں ایک ہی لپیٹ میں آتی ہیں حویلی کے نیچے تہ خانہ ہے۔ غربی منجہد سردار کا علاقہ بالکل گر گیا۔ پیش میں دالان و ردالان چاروں طرف ایک ایک حجرہ اور سہ دریاں ہیں۔ نقشہ نظری یہ ہے۔

سڑک ————— سڑک

۱/۲ x ۱۱	مغرب	۱/۲ x ۱۱
۱/۲ x ۱۱	۴۵	۱/۲ x ۱۱
۱/۲ x ۱۱	۲۸ دالان	۱/۲ x ۱۱
	۳۸ دالان	

دہلی سے ————— نظام الدین آباد
ریل کی سڑک

پیش دالان اور بلی دالانوں اور حجروں کے پختہ چوبڑے موجود ہیں۔ دونوں حویلیوں کی چھت کا ملبہ بالکل نہیں ہے مگر میں گھاس بھر گئی ہے اور جنگلی خود و جھاڑ جھنکار اُگ آئے ہیں۔ سامنے سڑک پر ڈھیر کے ڈھیر پروڑی کے کٹے ہوئے لگے ہیں جو سڑکوں کے کام آتے ہیں۔

سچ کہا ہے۔ اَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ عِلْمِهَا فَانْكَرَ - لَمْ يَأْكُلْ مِنْ عِلْمِهَا فَانْكَرَ

لے خدا کی طرف سے ایک نرشد (دیش) دینا میں سنا دی کرتا رہتا ہے کہ جو مرنے کے لئے یعنی جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک سالہ میں ضرور مرے گا یا دیر بھوکے رہے گا یا کاپٹ دیکھا ہے وہ قبر کا گڑھا بھی لا محالہ دیکھے گا اور اسی طرح عمارتیں بھی کسی پختہ بناؤ وہ بھی ایک دن آجاڑ ہوں گی پر ہوں گی ورنہ یہی معنی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانْكَرَ کے بھی ہیں۔ ۱۱

دنیا عجیب مقام ہے فنا کا بازار گرم ہے یہاں بڑے بڑے بادشاہوں کا کھوج نہیں ملتا۔ بڑی بڑی مالی شان عمارتوں کے بنائے والوں کا ڈھونڈے پتہ نہیں ملتا۔ اسی نواح میں ہزار ہا روپیہ کی تیاری کے نفیس گنبد موجود ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کن کے ہیں تو سیکے چارہ نالی کس شمار قطار میں تھا یہ بھی غنیمت ہے کہ اُس کا نام چلا جاتا ہے۔ زمانے نے ان کی بھی حجامت کر دی۔ رہے نام اللہ کا۔ ۵

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے ہر ایک ذی حیات کو آخر مات ہے
یاں امن ایک لمحہ نہ نیند رات ہے جس کو فنا نہیں ہے وہی ایک ذات ہے
بٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں
لے جانی گی یہ کھینچ کے آخر زمین میں •

ایسا مکان تباؤ کہ بن کر گرانا ہو پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مرانا ہو
ہر کوئی حال جس میں تغیر درانا ہو حادث نہ ہو تو مدخل چون و چبرانا ہو

فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہاں ہے
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے

بابر پور کا ڈیرہ ریح | حجام کی حویلی سے کوئی دو فرلانگ پر بابر پور نام کا ایک گاؤں ہے۔ اسے سینا میں بے حد بے شمار سڑکیں نکالی گئی ہیں۔ عرض ایک سڑک اس موضع تک بھی ہے۔ گاؤں کے قریب پونچ کر بڑی مالی شان اور پختہ حویلیاں نظر آتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی چھوٹا سا شہر ہو گا جب تو اس میں ایسے پختہ اور خوش نما مکان ہیں مگر اندر جاؤ تو دیران سنسان آدمی کا نام نہیں۔ اسی واسطے ہم نے اسے ڈیرہ ریح یعنی اُچڑا ہوا گاؤں لکھا ہے۔ بابر پور کا نام بابر بادشاہ کی طرف خیال دوڑاتا ہے۔ اس خطہ کو کچھ نہ کچھ تعلق اُس زمانے سے رہا ہو گا۔ جب تو یہ نام پڑا۔ غرض یہ قدیم اور پرانی بستی۔ گواہ بہت ہی مختصر ہے۔ بستی میں گھتے ہی پہلے تو ایک مالی شان پختہ عمارت ملتی ہے جو چوچوال کے نام سے شہور ہے۔ ہر جس سنگھ یہاں کے

۵ ایک انگریز شہور شاعر گوڈاسٹھ نے اس نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو بہت شہور ہے۔ لغوی معنی اس کے وہ گاؤں ہے کہ جس کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو۔ ۱۲

زمیندار تھے جو عالی ہمت ہونے کے علاوہ خوش سلیقہ اور خوش مذاق بھی معلوم دیتے ہیں۔ یہ چوپال جو بطور ایک مہمان سراے یا دہرم سائے کے ہر انھیں کی بنائی ہوئی ہے نیچے ڈھیرے والاں کا سہ درہ ہے جس کے بغلی میں ایک ایک حجرہ ہے۔ والاؤں کی لمبائی ۱۲ فٹ اور دونوں والاؤں کی چوڑائی ۱۲ فٹ ہے چھت قلم دان مالداروں کی ہے۔ بالائی منزل پر بارہ سیڑھیاں چڑھ کر جاتے ہیں اور پر بھی اسی قسم کا مکان ہے جیسے کہ نیچے ہے اور دو منزلہ کی چھت پر چڑھنے کی بارہ سیڑھیاں اور ہیں۔ پہلی منزل کی بلندی ۱۲ فٹ ہے۔ اور دو منزلہ ملائیں تو ۲۴ فٹ ہے عمارت خوش نما اور چوٹے کچی کی بختہ بنی ہوئی ہے اور درست حالت میں ہے۔

ہریش سنگھ کی کھری ورجولی اس چوپال سے لگا ہوا کچھری کا عالی شان مکان ہے جس کا صدر دروازہ شمال رو یہ ۹-۹

اونچا ۷ فٹ چوڑا اور گیارہ فٹ گہرا ہے جس میں دو طرفہ ایک ایک درہ بنا ہوا ہے۔ چھت قلم دان مالداروں کی ہے۔ چوک میں بختہ اور وسیع کمرے بنے ہوئے ہیں۔ احاطہ بختہ ۱۰۵ x ۷۰ فٹ ہے۔ اب اس میں مالی لوگ رہتے ہیں اور یہی زراعت کرتے ہیں وہ بھی صرف دو بھائی ہیں اور ان کے بال نیچے اور ایک سلمان کا گھر ہے۔ السد السد خیر صلا۔ اسی کے سامنے ہریش سنگھ کی بڑی عالی شان اور وسیع سرفراک جو ٹی کھڑی ہے جس میں آدمی کا نام نہیں۔

جلتائی حویلی اسی کے پاس ہریش سنگھ کے بھتیجے جلتائی حویلی ہے وہ بھی کچھ کم نہیں اور اسی طرح سارے مکان خالی پڑے ہیں بھائیں کر رہے ہیں اور گاؤں کو دیکھ کر ڈر معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہوکا عالم ہے۔ مالی ٹھنٹی باڑی کو چلے جاتے ہیں تو اور بھی بھیا نک ہو جاتا ہے۔

دو گنبد گاؤں سے لگے ہوئے کوئی پچاس قدم کے فاصلے سے شمال کی طرف کھیتوں میں ایک ہشت پہل گنبد ہے جو اندر سے ۱۲ مربع ہے۔ چار طرف دروازے تو اونچے ۱۲ فٹ چوڑے ہیں کلس۔ قبر فرش سب ندارد۔ چو طرف گھاس اور کانٹی نے ایسا پھل دخل کیا ہے کہ وہاں تک پونچنا ہی مشکل ہے۔ اس گنبد کے پاس ہی بجانب غرب ایک اور بڑا بھاری گنبد تھا جو گر پڑا مگر اس کے بڑے بڑے بھاری ڈھیم جو وہیں پڑے ہوئے ہیں اس کی عظمت اور شان کو بتلا رہے ہیں۔ اس کا چوڑائی ۱۲ مربع اپنی

چھت کو بالکل سیاہ کر کے تباہ کر دیا۔ ہو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بابر پور سے قطب روڈ تک کی عمارتیں

ایک اعلیٰ شان
نامعلوم مسجد اور پُل

یہ مسجد گوکہ اب بنگل اور ایسی جھاڑی میں کھڑی ہے کہ وہاں تک
پونچنا بھی متعذر ہے لیکن ع شوق در ہر دل کہ باشد ہرے
در کار نیست۔ کت اٹھائیں اس طرح لپٹی اور گوکہ وہ ایسی خبر
لیتے ہیں کہ پیچھا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسجد نہیں بلکہ

بڑی عالی شان خوش نما چختہ بنی ہوئی ہے۔ بابر پور سے سیدھی سڑک ہم لے پکڑی جو قطب روڈ
کو جاتی ہے اس پر بائیں ہاتھ کی طرف یہ مسجد ہے۔ پہلے ایک پل ملتا ہے جو اس مسجد کے مشرق میں
ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ڈاکٹریل کیسا ہے اور پر روڈ ڈھیم بنا ہوا ہے۔ یہ سارا پل سنگ خارا
کا ہے اس کا ایک دروازہ بھی تھا جس کا صرف ایک اوچا سا یاخارہ گیا ہے کبھی یہاں کوئی
سڑک ہوئی اور نشیب تو یہاں ہے ہی برسات میں پانی جمع ہوتا ہوگا اس کا یہ پل ہی مسجد
چھترابٹ چوٹے کی ہر سنگ خارا اور سنگ سرخ دونوں اپنے موقع سے لگائے گئے ہیں۔
یہ مسجد دو منزلہ یعنی زینہ اُڑ گیا۔ اوپر کی منزل بالکل باقی نہیں رہی یہ مسجد طول و عرض میں ۱۷۷۳
اور نفی میں طرفہ ایک ایک حجرہ ۱۰۱۲ ہے۔ تین درہیں بیچ والا بڑا ادھر دہر کے بالنسبتہ چھوٹے
۱۲۰۰۔ اوچان اور پل چوڑا ہے۔ اندر تک کا کام تھا جو سب چھتر چھتر گیا۔ اس مسجد
میں زیادہ تر کام بیچ میں ہی کیا گیا ہے۔ قدرت جو اس مسجد میں ہے وہ یہ ہے کہ گنبدوں کے جوف
میں بے نظیر کنول کے پھول بنائے ہیں اور اتنا بڑا پھول بنایا ہے کہ اندرونی حصے گنبد کو
سارا گھیر گیا ہے۔ اتنا بڑا پھول اور ایسا خوش نما بنا نا کہ مجھ نہ ہو بڑی کاریگری ہے اسی طرح
محراب کے جوف حصے میں بھی بے نظیر گل کاری کی ہے۔ افسوس ہے کہ بڑا حصہ پلاستر کا چھتر گیا
جو رہ گیا ہے اس کے دیکھنے سے بھی دل پھڑک جاتا ہے۔ سانسے پنچہ چوڑا طول و عرض ۱۲۷۳
اور چھترابٹ اوچا ہے جس کی بندش سنگ مسخ کی تھی مگر گر گئی سگرو کارش اور چوڑا چھتر تھا وہ بھی
گر گیا۔ مسجد کے شمال جنوب میں ایک ایک وسیع دالان تھا۔ ان کی بھی چھت نہ رہی۔ شمال کے
دالان کے تین درتھے اور جنوب کے دو۔ ان دالانوں کا طول عرض ۱۳۷۳ ہے۔ یہ مسجد گو

اتنی بڑی مگر نفاست اور نزاکت کا کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا گیا۔ جتنا اس کے بنائے میں
تکلف کیا گیا تھا اب اتنی ہی اس کی ٹٹی پلید ہوئی ہے۔ اس کی دیواروں کی کلکاری دیکھیے
کہ ایک باز کھلا ہے اس کا پلاسٹر ایسا کہ نظر بھستتی ہے اس کا فرش ایسا سطح بخشنے کہ جس پر
دیدہ فرش راہ ہوا اور صریح مگر دیکھ میں قیادیں کا گمان ہو آج اس پر گوبر کے اُبلے
پاتھ کر تھوپے جائیں تو بالہ من شرو را نفسنا ومن متینکات اعصابنا
اس مسجد کے شمال مشرق کے کونے پر ٹرک کے ذرا ہٹا ہوا ایک کھنڈر
دھانی محرابیں

ہر جس کی اونچی اونچی دو محرابیں کھڑی ہیں اور ایک محراب کا صرف
نصف حصہ اور ایک پاٹھا کھڑا ہے۔ باقی نثار و معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا مکان یا محل تھا جو کھد کھدا
کیا تھوڑا سا حصہ اپنی حالت پر خدا جانے کیوں چھوڑ دیا ہے یہ بھی کوئی دن کی ہوا کھاتا ہے۔

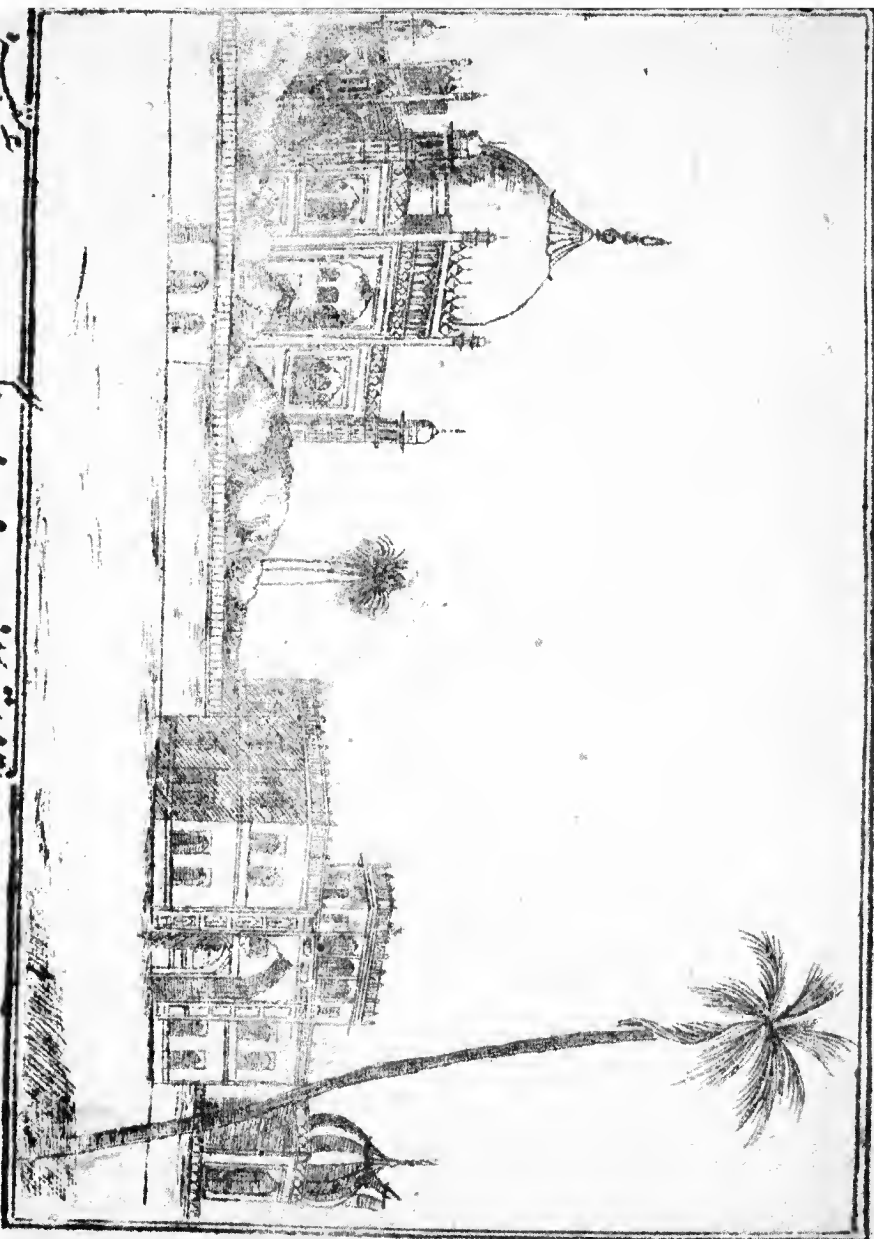
صفدر جنگ کا مقبرہ | دل سے دنیا کے ولولے جاتے ہیں | آگ ان میں بلی کے تلے جاتے ہیں
ہر راہ بہشت کتنی ہموار ہیں | بند انکھ کے لوگ چلے جاتے ہیں

۱۱۶۷ھ
۱۷۵۳ء

ابو المنصور صفدر جنگ سعادت علی خاں صوبہ دار اودھ کا برادر زادہ اور ان کا قائم مقام
تھا۔ یہ ایرانی نژاد تھا اور اپنے چچا کی طلبی پر ہندوستان میں آیا اور چچا ہی کی بیٹی سے
اس کی شادی ہوئی۔ نادر شاہ کی غارتگری کے بعد جب ہندوستان میں پھر اس
چین ہوا تو دربار دہلی میں صفدر جنگ کا طوطی پونے لے گیا۔ نظام الملک نے جب احمد شاہ
بادشاہ کی وزارت سے معافی چاہی تو منصور خاں کو قلم دان وزارت اور خطاب صفدر
سے سرفرازی ہوئی۔ صفدر جنگ ایک معمولی قابلیت کا آدمی تھا لیکن مشیران شاہی
کی چرب و بانی نے اس کو کہاں سے کہاں پونہ چا دیا۔ غازی الدین پسر نظام الملک
البتہ ایک ذی ہوش صاحب ہمت و جرات اس کی فکر کا آدمی تھا اور صفدر جنگ اس
کے مقابلے میں ہر طرح ہٹا تھا۔ صفدر جنگ کو لوگوں نے کچھ ایسا جھیلے میں ڈالا کہ اس کو
وزارت کے عہدہ عظمیٰ سے دست کش ہی ہونا پڑا اور وہ جب تک زندہ رہا سازشوں کا

۱۵ یہ تو شیش محل ہے جس کے فرش میں بھی شیش ہی جڑے ہوئے ہیں۔ ۱۲

۱۶ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی بدیوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ ۱۲



نقشه مسجد و انصوری حضرت جناب

م. و. و. و.

شکار ہا اور آخر کار ۱۷۶۷ء میں انتقال کیا اور اُس مقبرے میں جو قطب صاحب کی سڑک پر دہلی سے چھ میل ہر مدفون ہوا۔ یہ مقبرہ بالکل ہمایوں کے مقبرے کی طرز کا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کے بانی کا عندیہ بھی ہمایوں کے مقبرے کا جواب بنانے ہی کا تھا۔ یہ مقبرہ ایک بہت وسیع باغ کے بیچ میں ایک بلند چوڑے پر جس کے نیچے محراب دار کوٹھریاں ہیں بنا ہوا ہے۔ گنبد سنگ مرمر کا ہے جس کے چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں۔ لیکن یہ مقبرہ شان و شوکت اور دل آویزی میں ہمایوں کے مقبرے سے ہر حال میں گھٹا ہوا ہے۔ اور اس میں اُس میں وہی فرق ہے جو ایک بادشاہ اور وزیر میں ہونا چاہیئے۔ بقول مسٹر کین کے ”یہ مغلوں کی فن عمارت کی آخری بڑی کوشش ہے“ باغ متعلق یہ مقبرہ تین سو مربع گز ہے۔ صدر دروازہ باغ کے مشرق میں ہے جس میں خدام مقبرے کے رہنے کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ احاطے کی تین طرف کی دیواروں کے بیچ میں وسیع دالان بنے ہوئے ہیں جن میں اگر لوگ ٹھہر کر رہتے ہیں۔ باغ کے چاروں کونوں پر بہشت پہلو برج بنے ہوئے ہیں جن کا ایک سرخ چھوڑ کر تینوں جانب سنگ مرمر کی مشبک جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ صدر دروازے کے پیچھے شمال کی طرف تین گنبدوں کی عالی شان مسجد از ستر تا پاس سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ مقبرے کا بڑا چوڑا ۹۷ مربع اور سطح باغ سے ۳۳ فٹ اونچا ہے۔ سترھیاں (۱۸) اطراف سنگ مرمر کا جالی دار کھڑا ہے۔ بڑا اونچا اصل مقبرے کے چھوٹے چوڑے کی کرسی کی طرح ہے۔ اس مقبرے کے چوڑے کے نیچے ترخانہ کے اندر بیچ میں سفید جناب کی اصلی قبر ہے۔ مقبرہ کی عمارت ساٹھ فیٹ مربع اور نوے فیٹ اونچی ہے جس کے بیچ کے بیس نئی مربع کمرے ہیں ایک نہایت خوب صورت سنگ مرمر کے تنوید کی قبر ہے۔ تنوید کا پتھر بہت شفاف مجلی اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ اس بیچ کے کمرے کے گرد اور آٹھ کمرے ہیں جن میں سے چار مربع ہیں اور چار بہشت پہلو گنبد کے اندر کافرش اور دیواریں اجارے تک سنگ مرمر کی ہیں۔ بیچ کے کمرے پر جو گنبد ہے وہ اندر سے چالیس فیٹ بلند ہے جس طرح اول منزل میں کمرے ہیں اسی کے جواب میں اوپر کی منزل میں بھی کمرے ہیں۔ گنبد کوٹھی دار سنگ مرمر کا ہے جس کے کونوں پر سنگ مرمر کی میناریں ہیں۔ گنبد کے چاروں رخ ایک ہی وضع اور ایک ہی قسم کی آرائش کے ہیں جن میں سنگ مرمر کی میناں بڑی ہوئی ہیں۔ گنبد کے سامنے ایک تختہ سنگ مرمر ہے جس پر لکھا ہے کہ یہ مرمر کی میناں کے نوار ہے۔

ٹوٹ گئے ہیں اور پانی ندارد ہے۔ یہ مقبرہ شجاع الدولہ نائب السلطنت اودھ لے اپنے باپ
صنوبر جنگ کے لیے زیرِ اہتمام سدی بلال محمد خاں تین لاکھ روپے کے صرفے سے بنوایا تھا۔
شرقی جانب کے گنبد کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔
یا اللہ

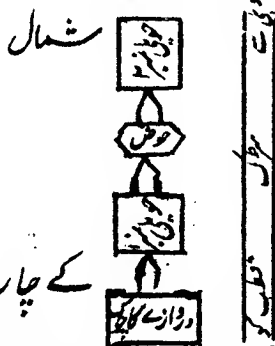
یہاں صنوبر عصر مرد می زوار فنا گشت رحلت گزیں
چنین سال تاریخ اوشد رقم کہ باد اہمقیم بہشت بریں
اس مقبرے کے چاروں طرف چار دروازے ۱۔ اوپنے اور چھ فیٹ چوڑے ہیں۔
اندر کے دروازوں میں گواڑوں کی جوڑیاں جڑی ہوئی تھیں چنانچہ چلوں کے سوراخ
اب تک باقی ہیں مگر گواڑ ندارد۔ لمبے کمرے ۳۔ ۵ x ۵۔ ۲۔ چھوٹے کمرے
۳۔ مربع۔ باہر کی محراب کے سامنے کا چبوترہ ۳۔ ۵۔ ۲۔ جس حجرے میں قبر ہے
۳۔ ۵۔ مربع ہے اور فرش سنگ مرمر کا ہے۔ قبر کا چبوترہ ۳۔ ۵۔ مربع ہے۔ قبر کا تعوید نہایت
شفاف سنگ مرمر کا ہے۔ قبر ۳۔ ۵ x ۳۔ ۵۔ اور ۲۔ ۵۔ اوپنی ہے۔ صرف مشرق کی طرف
دہلیز میں ایک سہل سنگ مرمر کی ۳۔ ۵ x ۳۔ ۵۔ ایسی ہے جس میں رنگین
پھول پتیوں کا عمدہ کام پیکاری کا کیا ہوا ہے اور کسی طرف فرش میں نقش و نگار نہیں ہیں۔
مقبرے کے گرد کے چھوٹے بڑے کمروں کی چھتیں لداؤ کی ہیں مگر چھتوں کے اندر بہت
نفیس گلکاری کا ابھرا ہوا کام کیا ہے۔ جو دیکھنے کے قابل ہے۔ قبر والے حجرے میں جو سب
سے بڑا اور درمیانی ہے چاروں طرف چار خوش نمائشیں ہیں۔ اب اوپر کی سیر کیجئے
پہلی منزل تک پونہچنے کے لیے (۲۵) سیڑھیاں ہیں اور دوسری منزل کی (۳۰)۔ درمیانی
منزل کے چو طرف زینے ہیں اور دوسری میں صرف ایک جانب۔ گنبد کو دوسرا سمجھیے اور چھت
پر بھی ایک نہایت خوش نما برج بنا ہوا ہے اور اسی کا وہ قہر ہے جو دور سے سفید سفید نظر آتا ہے۔
اس برج کے چار دروازے ۳۔ ۵۔ اوپنے۔ ۳۔ ۵۔ اوپڑے ہیں۔ اس طرح چار
دروازے اور چار دیوار و در محرابیں جملہ (۸) ہوئیں۔ برج میں تین سیڑھیاں چڑھ کر داخل
ہوتے ہیں۔ ۳۔ ۵ قطر ہے۔ ہر شمن ضلع ۳۔ ۵۔ ہے۔ گنبد کی بیرونی بندش سنگ مرمر کی سلوں
کی ہر جن کی کلاسی اس خوب صورتی اور نفاست سے ملاتی ہے کہ دور سے ایک سفید انڈا
معلوم دیتا ہے مگر اب کئی سلیں نکل گئیں ان کی بجائے سنگ خارا کی سلیں لگا کر تھوپا تھا پی

کردی ہر یعنی کھواب میں گارٹھ سے کا پیوند لگایا ہر چوٹلی کھاتا ہر مگر اب تو یہ پیوند بھی لبسا غنیمت
 ہر آگوند ہوتا تو گنبد بیٹھیر ہی جاتا۔ یہ گنبد کوٹھی دار اور پھیل ہوا ہر مگر بھدا ہر۔ دہ سٹول پنا اور
 نزاکت جو ہمایوں کے مقبرے کے گنبد میں ہر اس میں نہیں۔ مچت کے چاروں کونوں پر ایک ایک
 ہشت دری بہی سنگ سرخ کی ہر جس کی چار سیڑھیاں ہیں۔ ان برجیوں پر سنگ مرمر کا کلس
 ہر۔ سرخی میں سفیدی عجب لطف دیتی ہر۔ برجیوں کا قطر ۹ فٹ ۶ انچ کا ہر در ۲۔ ۱۰ فٹ اوچا اور ۲۔ ۱۰
 چوڑا ہر۔ باہر ۲۔ ۱۰ فٹ کا حاشیہ اس کے آگے ۲۔ ۱۰ فٹ اوچا سنگ سرخ کا جالی دار کٹھرا۔
 دروازوں پر بڑی خوب صورت ہشت دری چار سیڑھی اوچی دو طرف ہر جس کے (۹) طاق
 درآگے اور (۹) پیچھے۔ پیچ میں ۲۔ ۱۰ فٹ کا فصل۔ ان دروں کی اونچائی ۲۔ ۱۰ فٹ اور چوڑائی
 ۲۔ ۱۰ فٹ اور محرابیں بنگڑی دار۔ جس منڈیر پر یہ در بنے ہوئے ہیں وہ ۲۔ ۱۰ فٹ اونچی ہر۔ ان
 دروں پر کنول کے پھول کے اوپر نو چھوٹی چھوٹی برجیاں مع کلس سنگ مرمر کی ہیں جیسے
 لالٹینوں کے ہنڈے اسی قسم کی برجیاں قلعہ اور جامع مسجد کے دروازوں پر بھی ہیں۔ سامنے
 چبوترہ ۱۰۔ ۱۰ فٹ اوچا ہر جو ۲۔ ۱۰ فٹ اوچا ہر۔ اوپر کی منزل مع جالی دار کٹھرے کے ۲۔ ۱۰
 بلند اور نیچے کی منزل بھی اسی کے برابر۔ اب نیچے آئیے تو تہ خانہ ہر جو اسی بلند چبوترے
 کے نیچے بنا ہوا ہر۔ چاروں طرف سترہ سترہ در ہیں۔ بائیں طرف سے گیارہویں در میں چبوترہ
 پر چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں جو دھویں اور پندھویں در کے پیچ میں کنواں ہر۔ سامنے گرد
 ہر طرف بحری کا چبوترہ ۹۔ ۱۰ فٹ اوچا ہر۔ ۲۔ ۱۰ فٹ کا ہر۔ ساتویں در میں تہ خانہ کا رستہ ہر جس کے
 حجرے میں یکے بعد دیگرے چھ دروازے طے کر کے پہنچتے ہیں۔ یہ حجرہ جس میں اصلی قبر
 ہیں ۲۔ ۱۰ فٹ مربع ہر۔ اس میں دو چکی قبریں ہیں مگر اوپر ایک ہی ہر۔ مقبرے کے چاروں
 طرف صحن باغ میں ۲۔ ۱۰ فٹ لمبے۔ ۱۰ فٹ چوڑے۔ ۲۔ ۱۰ فٹ گہرے۔ حوض پر آب کی تہ کچ
 کی ہر اور پیچ میں کئی فوارے لگے ہوئے ہیں۔

تین طرف تین دریاں ہیں جو چاکو و عمدہ اور قابل دید عمارتیں ہیں۔ جنوب کی
 درمی موتی محل شمال کی بادشاہ پسند مغرب کی جنگلی محل اس وجہ سے کہلاتی
 ہر کہ اس طرف کالا پہاڑ ہر۔ اور شرق میں صدر دروازہ ہر۔ کیونڈ کے چاروں کونوں پر
 چار سمن برج ہیں وہ ساون بھاؤں کہلاتے ہیں ان میں ہر طرف سنگ سرخ کی
 جالیاں ایسی باریک اور نازک لگائی ہیں کہ ان کی تراش بجائے خود حیرت انگیز ہر۔ دور

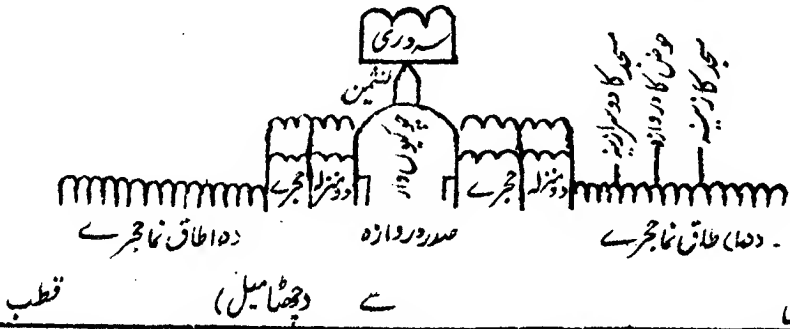
دربان رہتا ہے اور حویلی نمبر ۱۲ میں وہ سیل باندھے جاتے ہیں جو متبرے کے باغ کے متعلق ہیں اور یہیں جھس بھی بھرا ہوا ہے۔ حوض کے متذکرہ بالا دروازوں کے سوا ایک دروازہ مشرق روئے سڑک کی طرف ہے جس کو چوبی کوڑ لگے ہوئے ہیں۔ مشرق ہی کی طرف زنان خانے میں سے مسجد میں آنے کے سوطا سوطا سیڑھیوں کے دوڑنے ہیں اور یہی تہینے اوپر جا کر پھٹ جاتے ہیں ایک طرف زنان خانے میں نافذ ہیں اور دوسری طرف مردانے میں یعنی سڑک کی طرف نکل جاتا ہے۔ عرض یہ کہ لاؤ کا حوض بالکل سنگ بست اور بڑا مضبوط ہے جو دراصل مسجد کا حوض ہے اور اس خوبی سے بنایا ہے کہ اوپر صحن مسجد اور نیچے حوض جو مسجد اور حویلی والوں دونوں کے کام آتا تھا۔ اب اوپر چل کر مسجد دیکھئے۔ جو بہت عالی شان اور وسیع نہایت پختہ سنگ سرخ کی آج کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ صحن مسجد ۶۶ × ۷۷ ہے۔ چوکوں کا فرش ہے۔ تین بنگڑی دار دروں اور تین گنبدوں کی مسجد ہے۔ کلس سنگ مرمر کے ہیں۔ دو برجیاں ادھر ادھر مینار نما ہیں۔ جوشش درسی ہیں اور بیچ محراب کی دو برجیاں چار درسی ہیں۔ مسجد کا دالان ۵۸ × ۱۲ ہے۔ تہ ہر بغلی میں ایک ایک حجرہ ۱۲ × ۵ ہے۔ محرابوں کے روکار سنگ مرمر کی عمودی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ بیچ کی محراب ۱۲ × ۳ چوڑی ہے اور مسجد کی لمبائی چھت تک ۲۵ ہے۔ تین سیڑھیوں کا سنگ باسی کا منبر ہے۔ شمال کی طرف ۲۵ سیڑھیوں کا زمینہ اوپر جانے کا ہے۔ شمال جنوب میں مسجد کے احاطے کی پختہ دیوار ہے۔ ۶۰ تہ اوپنی ہے اور مشرق کی طرف ۲۰ اوپنی منڈیر ہے۔ نیچے حوض اوپر مسجد ہونے سے کرسی بہت اوپنی دی گئی ہے اس وجہ سے اور زیادہ دل کشا ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی اور ایسی خوبصورت مسجد اور کتبہ کوئی بھی نہیں غالباً کتبہ لگانے کی نوبت نہیں آئی۔

صدر دروازے کا ذرا سطحی نقشہ دیکھ لیجئے:-



یہ چوک ۳۸ - ۹ مربع ہے جس کے چاروں طرف تین تین محرابیں

ایسی ہی ہیں جیسی کہ ہم نے شمال کی طرف بتلائی ہیں۔ مشرق کی طرف یعنی سڑک کے پاس دہلی سے آتے ہوئے دہانے ہاتھ کو مقبرے کا صدر دروازہ ہے جو مغرب کی جانب مقبرے کے صحن کے کمپونڈ میں کھلتا ہے۔ ہر سہ جانب ان تینوں محرابوں کا عمق ۲۲ ۱/۲ ہے۔ دروازے کی گہرائی میں دو طرفہ صحنچیاں ہیں جن میں دو دو کوٹھڑیاں بھی رکھی ہیں۔ اس چوک پر بڑا بھاری گنبد ہے اور اس کے چاروں طرف بھی سہ دریاں ہیں۔ دروازے کے پت بھی اسی زمانے کے کی پٹیوں سے جڑے ہوئے بڑے مضبوط ہیں۔ دروازے کے باہر سڑک کے متوازی دو طرفہ ایک قطار محروں کی ہے جس کے پنج میں دروازہ ہے۔ اس طرح :-



اس مقبرے کی تعمیر میں تین لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔

موضع خیر لوہ کے حدود میں لودھیوں کے مقبرے

دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا
کس کس کا نہ یاں زیانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ چتر زریں
تربت پہ نہ اُن کے شامیانہ دیکھا
مقبرہ سلطان محمد شاہ
کفارے جو اس مقبرے سے نظام الدین کو گئی ہے۔ اس
سڑک کی بائیں جانب جو کئی اونچے اونچے گنبد نظر آتے
ہیں یہی لودھیوں کے مقبرے کہلاتے ہیں اور یہ

۸۲۹
۶۱۲۵

اوزمین بھی موضع خیر پور کی ہے۔

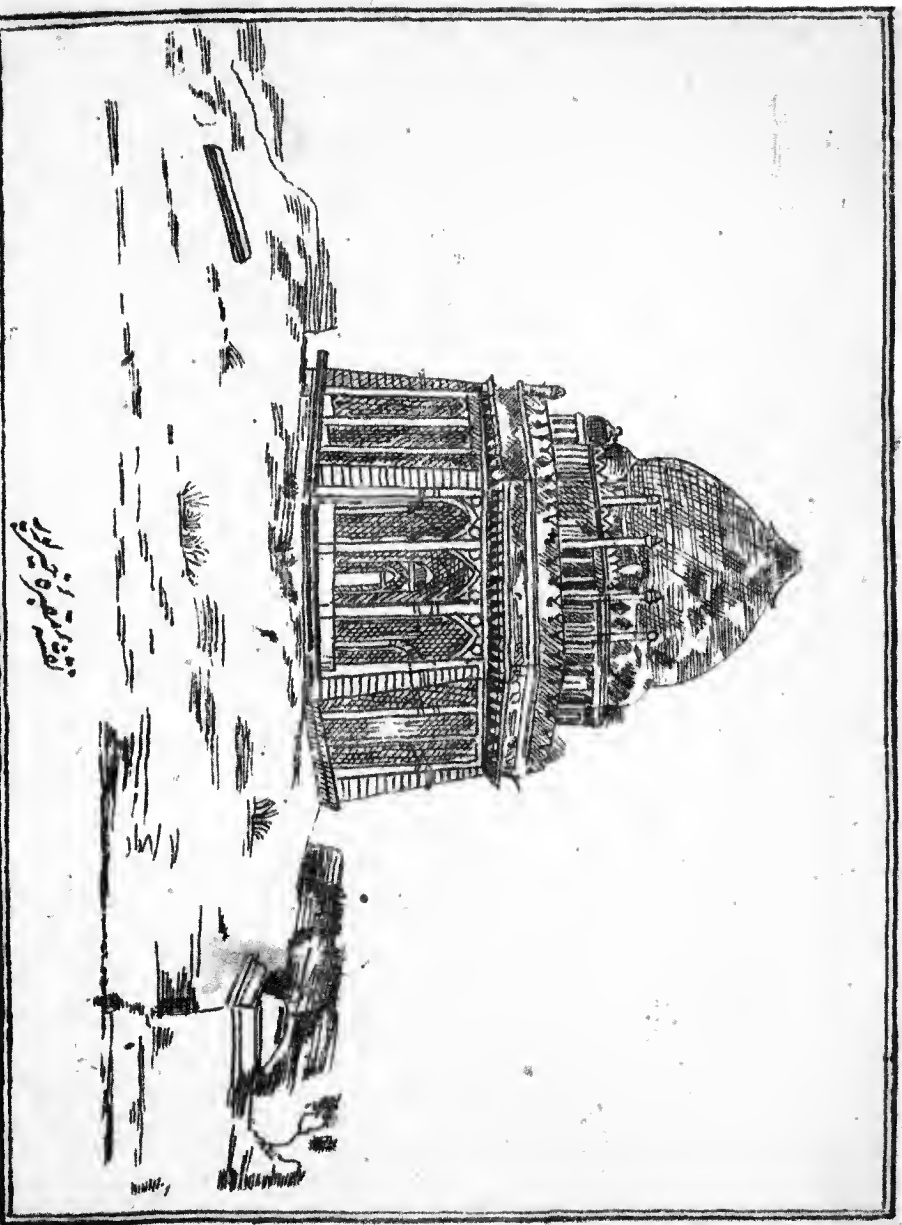
موضع خیر پور میں کل چار مقبرے ہیں جن کا بیان علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ پہلا گنبد جو مالویں صفدر روڈ میل (۱) فرلانگ (۳) پر داہنی طرف سڑک سے ملا ہوا ہے وہ بالکل صفدر جنگ کے مقبرے کے سامنے ہے۔ یہاں سے صفدر جنگ کا مقبرہ صرف پانچ فرلانگ رہ جاتا ہے۔ خاندان سادات کے تیسرے بادشاہ محمد شاہ کا ہے۔ یہ گنبد ہشت پہل ہے جس کا کلس ٹوٹ گیا ہے اس کا قطر اندر سے ۵۳ ہے۔ گنبد کی چھت میں اوپر وار سو طاق ہیں جن میں سے چار تو کھلے ہوئے ہیں اور باقی بند ہیں۔ ان سب طاقوں کے دو طرفہ اللہ اللہ لکھا ہوا ہے۔ گنبد کی چھت پر سب سے اوپر کے چھوٹے دائرے میں جسے جند یا سمجھا جاتا ہے گہری زمین پر سفید حروف میں آیۃ الکرسی مع بِسْمِ اللّٰهِ مَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ تنک ہے۔

بڑے دائرے میں بِسْمِ اللّٰهِ - هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ تا آخر سورہ حشر۔ (پارہ ۲۸) پھر اسد تعالیٰ کے نود نام ختم پر اَلْاَرِثُ الرَّشِيدُ الصَّبِيْرُ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ غُفْرَانُكَ رَبَّنَا وَ اَلَيْكَ الْمَصِيْرُ نَعْمَ الْمَدِي وَلَعَلَّ الصَّبِيْرَ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ الْعَالَمِيْنَ الصّٰدِقِ الْمَصْدِقِ الْاَمِيْنُ۔ اس گنبد کے آٹھوں دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں تھیں ان میں سے اب ایک بھی باقی نہیں رہی۔ سرکار کی طرف سے اب تار کی جالیاں لگا دی گئی ہیں کہ کبوتر وغیرہ نہیں اس گنبد کے اندر آٹھ قبریں ہیں جن کی اصل حیثیت نہیں معلوم ہو سکتی کیوں کہ از سر نو سب پر گچ گرا دی گئی ہے۔ کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

اس مقبرے کی نسبت سرسید لکھتے ہیں کہ ”منصور کے مقبرے کے سامنے ایک برج ہے بہت خوش نما۔ اس برج کی عمارت اور مبارک پور کوٹلے کے برج کی عمارت اور عیسیٰ خاں کے گنبد کی عمارت ایک ہی سی ہے اگرچہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ برج کس کے وقت کے ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ پٹھانوں کے وقت کی ہیں۔ کوئی امیر ہوں گے جن کے نام سے یہ گاؤں آباد ہوا ان کا یا ان کے لواحقوں کا یہ گنبد ہو گا۔ غرض کہ اس کی عمارت بھی بہت خوب اور نہایت عمدہ ہے۔“

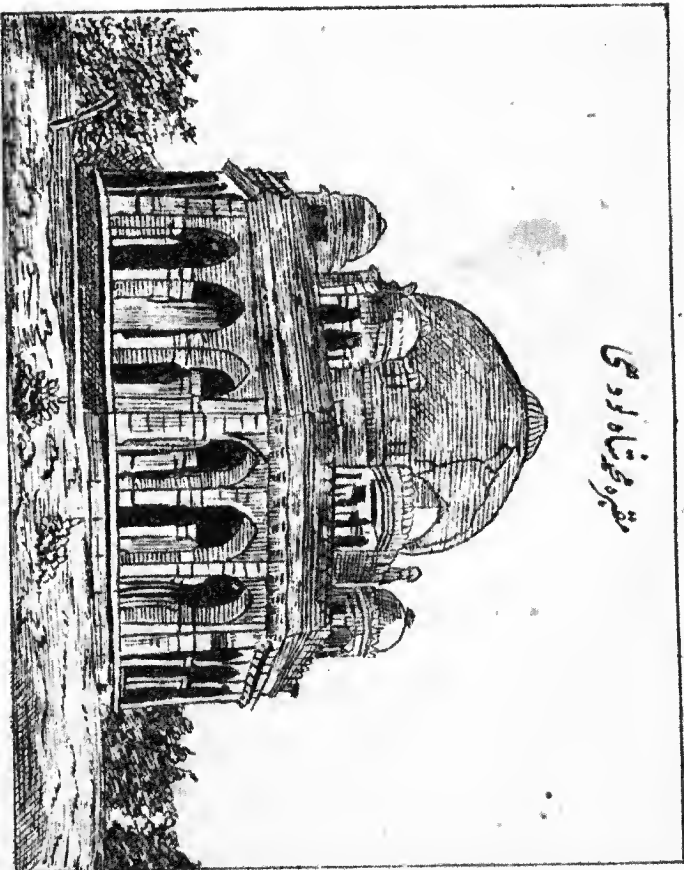
ہشت پہل گنبدوں کا طرز کچھ ایسا مقبول عام ہوا ہے کہ اس طرز کے اکثر گنبد ہیں

۱۔ فرنگی صاحب نے جو طرز یہاں اس فیٹ کے لکھا ہے وہ غالباً غلط ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔



نقشه مسجد جامع

مقبره محمد شاه لودي



خصوصاً لودھیوں کے۔ ان کی بنا کردہ عمارات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ گواہات کلام مجید کثرت سے منقوش ہیں مگر اپنے نام کا کتبہ کسی نے بھی نہیں لگایا اور اسی سبب سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کون سا برج کس کا ہے مگر ہیں سب لودھی خانہ ان ہی کے۔

ہمارے خیال میں سرسید مرحوم کو مغالطہ ہوا ہے کہ اس گنبد کو نامعلوم لکھا ہے۔ دراصل یہ گنبد خاندان سادات کے تیسرے بادشاہ محمد شاہ کا ہے۔ کیوں کہ موضع خیر پور میں سب ملاکر چار ہی گنبد ہیں پہلا یہ ہے۔ دوسرا وہ ہے جس کے ساتھ وہ بے نظیر مسجد لگی ہوئی ہے جس کا بہت بڑا گنبد دارودادہ ہے اور تیسرا موضع خیر پور کے شمالی کنارے پر وہ ہے جس پر کار کاشی کی نیلی سلیں لگی ہوئی ہیں البتہ اس کا پتہ نہیں چلتا کہ کس کا ہے اور اس سے آگے چار سو گز کے فاصل سے بہت بڑے احاطے کے اندر چوتھا مقبرہ سکندر بہلول لودھی کا ہے۔ سرسید کا بتایا ہوا نقشہ جس کو وہ نامعلوم گنبد قرار دیتے ہیں اناراضنا دید سے نقل کروایا گیا ہے اور دوسرا نقشہ محمد شاہ بادشاہ کے گنبد کا گارڈن زرعی سرین صاحب کی کتاب ”سوانح سیرت آف دہلی“ کا ہے۔ دونوں کو ناظرین بالمقابلہ ملاحظہ فرمائیں ہیں دونوں ایک جس سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ جس گنبد کا پتہ سرسید کو نہیں لگا وہ دراصل محمد شاہ کا ہے علاوہ اس کے ایک دلیل اور ہماری اس رائے کی تصویب کی یہی ہے کہ سرسید نے محمد شاہ کے مقبرے کا کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔ اور نہ اس ٹیبلون والے مقبرے کا ذکر کیا جو بہت عالی شان اور بڑی مسجد کے قریب میں ہے۔

بہلول لودھی کا مقبرہ مدو دروٹن چرائع دہلی میں ہے اس کا بیان اپنے موقع مناسب پر کیا گیا ہے۔ محمد شاہ پنجم ابن فرید خاں بن خضر خاں ۹۔ رجب ۸۳۳ھ سے ۸۳۹ھ تک حکم ران رہا۔ سادات کا تیسرا بادشاہ تھا جس کا مقبرہ سوا موضع خیر پور میں منصور کے مقبرے کے سامنے اپنے چچا اور بہنو بادشاہ سلطان مغزالدین ابوالفتح بن خضر خاں کے مقبرے سے تھوڑی دور ہے کچھ عرصے تک محمد شاہ نے بہلول خاں لودھی گورنر دیپال پور کے حلوں کی خوب مقاومت کی۔ لیکن

۱۵ دیاپال نوٹنگری کے ضلع میں بیاس کے پرانے شکر پرپاک پٹن سے (۲۸ میل شرق کی طرف واقع ہے۔ اٹکال کے ریلوے سٹیشن سے ۱۷ میل جنوب میں ہے۔ جنرل کننگھم کی تحقیقات کے بموجب اس کو راجہ دیو پال نے آباد کیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ راجہ کون سے زمانے میں تھا۔ کننگھم صاحب کہتے ہیں کہ بلیویوس نے جو ڈیڈالٹھ شہر لکھا ہے وہ یہی دیپال پور تھا۔ فیروز شاہ تغلق یہاں ایک نہ کاٹ کر لایا تھا اور اس نے ایک جامع مسجد بھی تعمیر کی تھی۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۵۰ پر)

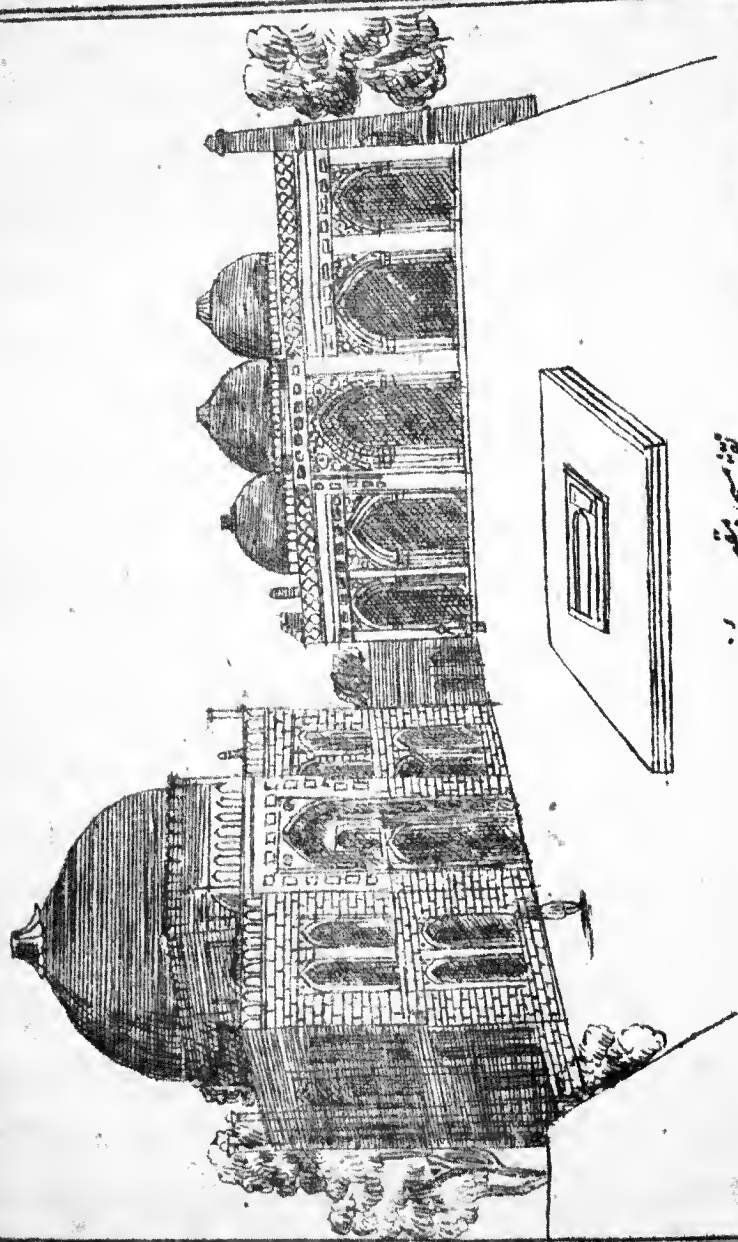
بادشاہ کی طرف سے لوگ کچھ ایسے پر دل تھے کہ دہلی سے بیس کو س کے طے میں جو جو امراء تھے سب نے کھلی بغاوت کی اور آخر کار ۸۴۹ھ میں محمد شاہ نے وفات پائی اور اسی موضع میں دفن ہوا اور یہ مقبرہ اُس کے بیٹے علاء الدین عالم شاہ نے بنوایا جو نرائچھ اور چوٹے کا ہے اور قطع اس کی بہت نفیس ہے۔ اندر کا مکان اور باہر کی غلام گردش اور برجیاں بہت خوب صورتی سے بنائی گئی ہیں۔ یہ مقبرہ بالکل مبارک شاہ کے مقبرے کی طرح کا ہے اس لیے اس کی مزید توضیح غیر ضروری ہے۔ فرگسن صاحب نے اپنی کتاب ہسٹری آف آرکیالاجیکل جلد دوم کے صفحہ (۶۵۳) پر اس مقبرے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک ہشت پہلو مقبرہ ہے جس کا قطر قریب پچاس فٹ کے ہوا اگر غلام گردش ہے جس کے ہر طرف تین تین لمبوتری محرابیں ہیں جو وضع چٹانوں کے عہد سے مخصوص تھی۔

مسجد اس مقبرے کے شمال میں بہت دور نہیں قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد درمی مسجد ہے جس کے احاطے کے اندر ایک کنوئیاں بھی ہے۔ احاطے کی صرف ایک غزنی دیوار رہ گئی ہے باقی ٹوٹ ٹاٹ گئی۔ اس مسجد کا چبوترہ جو پہلے اونچا ہے حال کا بنا ہوا ہے۔ مگر یہ مسجد کچھ اوپر والے مقبرے کے متعلق نہیں ہے بلکہ اُس سے جدا ہے۔ آس میں تو شک نہیں کہ یہ مقبرہ اور مسجد لودویوں کے وقت کی ہے اور تخمیناً ۹۵۰ھ یعنی قریب قریب زمانہ شیر شاہ کے بنی ہوئی ہو اگرچہ اس کے بنانے والے کا نام تحقیق نہیں ہوا لیکن اس میں کچھ شک نہیں رہا کہ لودویوں کے وقت کے کسی امیر کا جس کے نام پڑیے گا کُل آباد ہے یہ مقبرہ ہے اور اُسی کی یہ

خیر پور کا نام معلوم گنبد
اور مسجد تخمیناً ۹۵۰ھ
۶۱۵ھ

(تقریباً ۱۶۹۰ء) سلطان مغلیہ سے پہلے غلاموں اور خلیجیوں کے وقت میں یہ پنجاب کا دار الحکومت رہا ہے کیوں کہ اُن دنوں میں جنگیز غانی مغلوں کے پے در پے حملوں کے روکنے کے لیے لاہور اور ملتان کے بیچ میں ایک ایسے شہر کی ضرورت تھی جہاں سے دونوں طرفوں کا انتظام آسانی سے ہو سکے۔ پراتے شہر کا گنڈراب بھی جنوب مغرب کی طرف واقع ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافات کی بستیوں کے علاوہ خاص شہر تین میل کے رتبے میں بستا تھا۔ موجودہ شہر کی آبادی چار ہزار ہے اور تحصیل کا صدر مقام ہے۔ تیمور کے حملے کے وقت یہ شہر ملتان کی ہم سہری کرتا تھا اور اُس میں چوڑی مسجدیں تھیں۔ باہر کے وقت میں بھی یہ شہر آباد تھا اور لاہور سے کم درجہ کا نہیں تھا۔ ۱۲

تقدیس مسجد و مقبره در تبریز



یہ مسجد بنائی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد چوتے اندیچر سے بنی ہوئی ہے مگر اس کے خوش قطع ہونے میں کلام نہیں اور لوہیوں کے زمانے کی فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایسی خوش قطع مسجد پٹانوں کے وقت کی بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اس مسجد میں چونہ کاری کی بہت عمدہ منبت کاری ہے اور پیشانی پر چونہ کاری آیات قرآنی کہدی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کے پانچ درہیں درمیانی محراب بہ نسبت ادھر ادھر کی محرابوں کے اونچی اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ چھت پر تین گنبد لمبوتری گردن کے ہیں۔ جن کے کلس ٹوٹ گئے ہیں۔ چھت کے اطراف کنگو را ہو۔ گنبد اندر سے چھٹے ہیں جو تمام اعلیٰ درجے کے نقش و نگار سے آراستہ ہیں۔ بگڑ صاحب کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس مسجد کے اند تمام رنگ آمیزی کا کام تھا جس کو گاؤں والوں نے بالکل برباد کر دیا اور اب برسوں ہوئے کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس مسجد کے معنی کے جنوب میں جو ایک عمارت بنی ہوئی ہے وہ بظاہر اس مسجد کا دروازہ معلوم دیتا ہے۔ اس کی وضع علانی دروازے کی سی ہے۔

اس مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ایک عالی شان گنبد ہے۔ جو اندر سے آٹھ مربع اور باہر سے گول۔ اس کا داخلی دروازہ شمال کی طرف ہے جس میں جانے کا دو طرفہ زینہ گیارہ گیارہ سیڑھیوں کا ہے۔ گنبد کے چار دروازے ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا مسجد کے معنی میں جانے کا ہے اور دو بند ہیں۔ گنبد کی چھت میں آٹھ کھڑکیاں بطور روشن دان کے ہیں۔ اس سے اور اوپر (۱۶) طاق ہیں جن میں سے چار کھلے ہوئے اور بارہ بند ہیں گنبد کے اندر پتھر کے چوکوں کا فرش ہے۔ گنبد کی چھت پر جانے کے زینے میں (۳۳) سیڑھیاں ہیں اور بلندی گنبد کی ۵۵ ہے۔ اس گنبد میں کوئی قبر نہیں ہے اور یہ گنبد مسجد کا دروازہ کہلاتا ہے مگر اس کی وضع قطع تو بجائے خود ایک مستقل گنبد کی ہے اور مجھے اس کو مسجد کا دروازہ قرار دینے میں تامل ہے بلکہ میں اس کو ایک مستقل عمارت خیال کرتا ہوں اور مسجد کو اسی کے متعلق سمجھتا ہوں جیسا کہ عینی خاں کا مقبرہ اور مسجد ہے۔ عموماً منقروں کے ساتھ مسجد بھی ہو کرتی ہے۔ مسجد کا طول و عرض ۸۷ x ۲۱ ہے۔ مسجد کی پچھیت میں داسنہ پائیں دوستوں بطور پشتیبان کے ہیں جو چھت سے ذرا اوپر نکلے ہوئے ہیں۔ اندر پچھیت کی دیوار کے اندر چار حجرے بھی ہیں۔ مسجد کی بیچ کی محراب ۲۵ اونچی اور ۴ چوڑی ہے اور دونوں کنگو را اس کے سوا ہے۔ اس کے بلی

کی محرابوں کی چوڑائی ۱۶ ہجری اور کنارے کی دو محرابیں کچھ چوڑی ہیں۔ مسجد کے گرد چوڑا توڑے دار بھاری چھجا بھی ہے جس کے سامنے ایک نہایت وسیع کشادہ کرسی دار ۱۰۰ × ۸۵ کا چبوترہ ہے جس پر سلون کافرشی اور کچھ ٹوٹی پھوٹی قبریں بھی اس چبوترے پر ہیں۔ صحن مسجد کے آخر میں بجانب شرق ایک نہایت پختہ لداؤ کا تین در اور دو کھڑکیوں کا دالان ہے جو ۵ × ۵ ہجری دالان اور محروں میں پتھر کی سلون کافرشی ہے۔ درمیانی محراب ۹ × ۱۰ اپنی اور ۸ چوڑی ہے۔ دالان کے دونوں جانب ایک ایک حجرہ گیارہ گیارہ فیٹ مربع ہے چھت پر جانے کے لیے بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے اور اس عمارت کا ارتفاع ۱۶ ہجری اور چھت سپاٹ ہے اور گرد چوڑا اور نہایت بھاری توڑے دار چھجا ہے۔ غالباً یہ دالان بطور ایک مدرسے کے تھا۔

انگریزی کتاب و آل اہمٹ ڈہلی، میں اس مسجد اور گنبد کے متعلق لکھا ہے کہ موضع خیر پور کی بستی سے شمال کی جانب کوئی دو سو گز آگے بڑھ ایک عجیب و غریب مسجد ہے جس میں ایک بہت نفیس دروازے سے داخل ہوتے ہیں جو دور سے دیکھنے میں (دروازہ نہیں) بلکہ ایک مقبرہ معلوم دیتا ہے۔ دروازے میں بلند سیڑھیاں چڑھ کر پونہتچے ہیں (یعنی کرسی بہت اونچی ہے) یہ گنبد عجیب سڈول اور مرتفع ہے اور غالباً علانی دروازے کے طرز پر بنایا گیا ہے۔ دروازے کے باہر ایک نہایت خوش قطع صحن ہے جس کے ایک طرف تو مسجد ہے اور دوسری جانب اسپیلی ہال یعنی مجلس خانہ ہے جس کا سال تعمیر ۱۰۸۰ ہجری ۱۶۷۰ء ہے۔ یہ سال فتح کو کہیں نظر نہیں آیا۔ اس مسجد کا پلاستر تمام تر نہایت نفیس نقش و نگار سے آراستہ تھا جس میں کا بہت کچھ حصہ اب تک بھی باقی ہے۔ پلاستر میں جا بجا چینی کی رنگین سلیز (ایٹش) لگی ہوئی تھیں اور سارے ہندوستان میں یہ سب سے بہترین نمونہ اس قسم کی آرٹس کا ہے جو اب باقی ہے۔

گنبد کے چاروں دروازوں کے کتبے

(۱) مغرب رو یہ: بِسْمِ اللّٰهِ - وَمَنْ يَكُنْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ تَاَوَّ اِلَيْكَ الْمَصِيْدُ

یارہ۔ ۲۵۔ سورہ زخرف۔ رکوع (۱)

(۲) مشرق رو یہ: اِنَّ الَّذِیْ فَوَضَّ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ تَاَخَّرَ سَاعِدَیْہِ - بِاَسَاہ (۲۰)

سورہ قصص۔ رکوع (۱۲)

(۳) جنوب روپہ۔ وَلَئِنْ زَلَّ بِسَاحَتِهِمْ تَاْخِرُ سُوْرَةُ - پارہ ۲۳ - س ۱۵ - ص - رکوع (۹)

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ تَاْخِرُ سُوْرَةُ - پارہ ۲۳ - سورۃ ف - (۱۲)

(۴) شمال روپہ۔ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي هُمْ فِيْهَا يَدْخُلُونَ وَلَوْ اَنَّكُمْ عَلِمْتُمْ لَاسْمِعْتُمْ لَوَاكِبُ سُوْرَةُ - پارہ ۲۴ - سورۃ انعام رکوع (۱۱)

گند کے احاطے کے اندر مغرب روپہ دروازے کے سامنے ایک قبر سنگ سرخ

کے توہین کی جس کے سر اسنے اللہ ایک طرف بِسْمِ اللہ اور قُلْ هُوَ اللہ اور

دوسری جانب شَهِدَ اللہ اَنَّہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تَاْخِرُ سُوْرَةُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کندہ ہے۔

پارہ نصف ۳ - سورۃ آل عمران یہ قبر بہت پرانی معلوم دیتی ہے کتبہ کی روش

بھی اسی زمانے کی ہے۔

مسجد کے اندر کے کتبے

پہلے در کے اندر (۱) داہنی طرف پہلے در کی چیت پر۔ بِسْمِ اللہ
اَقِمِ الصَّلٰتِ لِذٰلِكَ اَتَمُّ الْمَعْمٰرِ تَاْخِرُ سُوْرَةُ - رکوع (۱۰)

مِنْ الْعِلْمِ اَلَا قَلِيْلٌ - پارہ ۱۵ (۱۵) سورۃ بنی اسرائیل - رکوع (۱۰)

(۲) لَقَدْ صَدَّقَ اللہُ رَسُوْلَهٗ الْوَعْدَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تَتَّبِعُوْا حُجَّتِيْ سُوْرَةُ - پارہ ۲۶ - سورۃ فتح - رکوع (۱۲)

(۳) بِسْمِ اللہ - وَمَا عَجَلْنَا بِرَسُوْلٍ اِلَّا رَسُوْلًا قَدْ خَلَقْنَا مِنْ قَبْلِهٖ اَلَمْ نَسْأَلْ تَاْخِرُ سُوْرَةُ

عَلَى الْقُدْرِ الْكَفَرِيْنَ - پارہ ۴ س ۱۵ آل عمران - رکوع (۷)

(۴) بِسْمِ اللہ - لَئِنْ زُلْزَلْنَا لَنُقْرِئَنَّ اَنْ عَلٰى جَبَلٍ تَاْخِرُ سُوْرَةُ - پارہ ۲۸ - رکوع (۷)

(۵) محراب کے گرد۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ

الْاٰفَاقِ دُوْنِ ذٰلِكَ تَاْخِرُ سُوْرَةُ کہف - پارہ (۱۲) رکوع (۳)

(۱) بِسْمِ اللہ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ تَاْخِرُ سُوْرَةُ - رکوع (۱۲)

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا - پارہ ۲۲ - س ۱۵ احزاب - رکوع (۱۲)

(۲) بِسْمِ اللہ - وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلٰوَةٍ مِنْ طِيْنٍ تَاْخِرُ سُوْرَةُ - رکوع (۱۲)

غَفْلِيْنَ - پارہ ۱۸ - س ۱۵ مؤمنون - رکوع (۱۲)

تیسرے در کے اندر برہنہ کے پاس۔ بِسْمِ اللہ - پوری سورۃ الرحمن - پارہ (۲۴)

پہلے در کے اندر

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ اور سورہ واقعہ - پوری - پارہ (۲۷)

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ اور سب در کے تحریر - پارہ (۲۸)

پانچویں در کے اندر

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ - سب در کے تحریر - پارہ (۳۰)

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یُکْفِرُوْنَ مِنْکُمْ لَیْسَ لَهُمْ اَحْصَانٌ تَاوَالَہُ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

عَلِیْمٌ پارہ (۳۱) - سب در کے تحریر - رکوع (۹ و ۱۰)

(۳) وَالسَّمَاءُ بَنَیْنَهَا بِأَیْدِیْہِمْ وَاتَّخَذُوا لَمْ سَعِیْنَ تَاخْتُمُ سَبْعَ رُءُوفِہَا پارہ (۳۲) رکوع (۳)

(۴) اِنَّہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہِ تَاوَالَہُ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ پارہ (۳۳) سورہ حجر رکوع (۴)

پہلی محراب کے بیرونی رخ پر

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰتَمَّوْا مَسْجِدَ اَمْرِ اَرَا تَاوَالَہُ اللّٰہُ بِحُجَّتِ الْمُطْہِرِیْنَ پارہ (۱۱) - سورہ توبہ - رکوع (۲)

(۲) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامِہِمْ اَمِیْنٌ تَاخِرُ سَبْعَ رُءُوفِہِمْ فَارْتَقِبْ اِنُّہُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ پارہ (۲۵) سورہ جاثیہ رکوع (۱۷)

(۳) لَقَدْ رَفَعَ اللّٰہُ عَنِ الْمُنٰوِنِ تَاوَالَہُمْ فَخْرًا پارہ (۲۶) سب در کے فتح - رکوع (۱۱)

مسجد کے رواق کے پانچوں دروں کے کتبے

(۱) سیدھے اندھ کی طرف سے - پہلی محراب - پہلی سطر دونوں طرف کلمے کے طغریں - بِسْمِ اللّٰہِ

وَجَاءُوا بِآبَاہُمْ عِشَاءً یَبْکُوْنَ تَا عَلَی مَا تَصِفُوْنَ -

دوسری سطر - وَجَاءَتْ سُبَّارُہُ تَا تَا لَ الَّذِی اَشْرَاہُ - پارہ (۱۲) سورہ یوسف رکوع (۱۲)

دوسری محراب - اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَا طغریں دونوں طرف اور پوری سورہ جمع بسم اللہ -

تیسری محراب - پہلی سطر - بِسْمِ اللّٰہِ - سورہ الملت شروع سے وَاِذَا اُلْقِیْ اِیْمَا تَمَک -

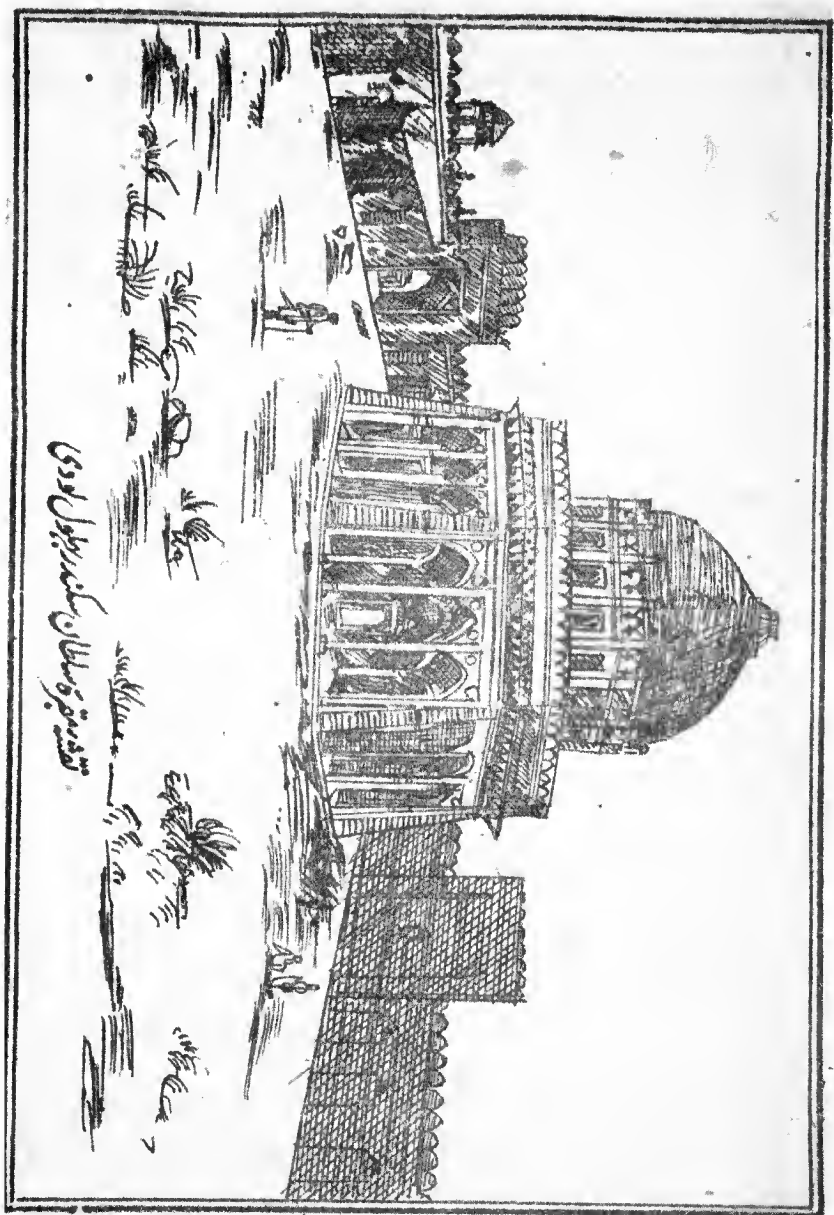
دوسری سطر - کَلِمَا اُلْقِیْ فِیْمَا نَحْج - وَاَسْمَا وَاَقْلَمَ تَمَک -

تیسری سطر - اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ قُلُوبَہِ الَّذِی تَمَک -

چوتھی سطر - اَلْاَنْشَاءُ کَمُ سے ختم سورہ تک

چوتھی محراب - پہلی سطر - بِسْمِ اللّٰہِ - سب در کے منظر شروع سے وَکَلِیْلًا تَمَک

دوسری سطر - وَاَصْبَحَ عَلَی مَا یَقُوْلُوْنَ اِلٰی اَمْرٍ اَعْلٰی رَسُوْلًا تَمَک



تقدیر و سلطان سید ابول وادی

پانچویں محراب۔ پہلی سطر۔ فَضْلًا مِّنْ رَبِّكَ تَالْعَلَّاهُ نَبِّكَ كَرَّمَ وَنَ۔ پارہ (۳) سورہ مائیدہ (۱۷۲)
دوسری سطر۔ لَئِنْ كُنَّا إِلَّا عَمَلٌ خَالٍ خَالٍ وَجْهٍ تَالْعَلَّاهُ نَبِّكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ۔ پارہ ۶ سورہ فتح (۱۰) اور

ہر کس بہ بیانہ ازیں دیرفت شد عازم اس سرے جاوید بقا
باقی نبود کہے لعالم ابدًا غیر از احدے کہ نیست اور اہمتا

القدر کیا زمانہ آیا کہ ایک عالی شان اور بے نظیر گنبد
ہزار ہا روپیہ کی لاگت کاوٹا پھوٹا نہیں گرا پڑا نہیں بالکل
درست ہمارے سامنے کھڑا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ
کس کا ہے نہ ہم کو کوئی بتلا تا کہ کس نے بنوایا تھا۔ خبر کسی کا

کاشانی ٹیلوں والا
نامعلوم عالی شان گنبد

بھی ہوتی تھی اُس کی مغفرت کرے۔ طرز عمارت اور لودھیوں کے گنبد اور بے نظیر مسجد کا
قرب دلالت کرتا ہے کہ ہونہ ہو لودھیوں کے کسی بادشاہ یا بادشاہ نہ ہو گا تو بادشاہ کے
ہم بلکہ کسی امیر کبیر کا ہے۔ یہ گنبد بھی ہشت پہل ہے اندر سے ۶۳ مربع ہے۔ تین طرف عالی شان
سرفراک دروازے ہیں مغرب کی طرف بند۔ تین سیڑھیاں چڑھ کر گنبد کے اندر داخل
ہوتے ہیں۔ اندر آٹھ قبریں پختہ گچ کی ہیں جن کو سرکار نے حال میں درست کر دیا ہے۔
سات بڑی ہیں ایک چھوٹی۔ جس مقبرے کے باہر کی آرائشی کا اس قدر انتہام ہے تو اندر تو
کیا کچھ کام نہ کیا ہو گا۔ مگر اندر کا کام اب بالکل باقی نہیں رہا باہر وار البتہ چینی کارنگ برنگ
کا کام کچھ بقی ہے جنوب کی طرف صدر دروازہ ہے جس کے روکار پر بڑی بڑی اور
چوڑی چوڑی چینی کی لاجوردی رنگ کی اینٹیں بطور تختیوں کے لگی ہوئی ہیں جو تعداد میں
(۹۸) تھیں۔ جن میں سے تھوڑی سی گرجی بڑی ہیں مگر ان کی خالی جگہ پر سے شمار ہو سکتا ہے
صدر دروازے کی محراب مع کنکورہ ۴۲ اونچی ہے اور یہی گنبد کی بلندی کنکورے تک سمجھیے چوڑا
اس میں شامل نہیں ہے۔ اوپر جانے کا درینہ (۳۳) سیڑھیاں کا ہے۔

سکندر لودھی کا
مقبرہ اور مسجد
۹۶۳
۱۰۸۸

موقع خیر پور کے پاس صفدر جنگ کے مقبرے سے کوئی پاد
میل کے فاصلے پر ایک قدیم پختہ پل کے پاس لودھیوں کے
خاندان کے سب سے بڑے بادشاہ سکندر شاہ ثانی بن بہلول
شاہ (۱۵۱۴-۱۵۸۸ء) کا مقبرہ ہے جسے غالباً اُس کے بیٹے ابراہیم

شاہ ثانی لودھی نے ۹۶۳ھ میں بنوایا تھا۔ سکندر شاہ لودھی نے ۹۶۳ھ
۱۰۸۸ء میں بنوایا تھا۔

میں بمقام آگرہ انتقال کیا۔ مصنف تاجی خان جہاں لودھی نے لکھا ہے کہ بادشاہ اور اس کے باپ دونوں کی نعشیں آگرے سے منتقل کر کے دہلی میں اسلام شاہ سور کے احاطے میں جو اسی غرض سے بنوایا گیا تھا دفن کی گئیں۔ لیکن اس بیان میں کچھ غلطی ہوئی ہے کیوں کہ سکندر لودھی اپنے باپ کے پاس مدفون نہیں ہے اور دونوں کی قبریں ایک ہی باغ میں ہیں بلکہ جدا جدا ہیں یہ مقبرہ وضع قطع میں خاندان سادات کے بادشاہ مبارک شاہ کے شاہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے چاروں کونوں پر برجیاں نہیں ہیں اور قتبہ کا ڈھلاؤ بھی کم ہے جو زمانہ مابعد کی تراش خلوش ہے۔ یہ گنبد ۳۴ مربع فیصل نما احاطے میں ہے جس کے چاروں کونوں پر برجیاں تھیں جن میں سے اب صرف دو باقی رہ گئی ہیں۔ احاطے کی دیوار کا آثار آٹھ فٹ کا ہے اور کنکورا چھوڑ کر بلندی ۹ ہے۔ احاطے کی دیوار میں بھی نیچے دو در بنے ہوئے ہیں۔ باہر وار کے یہ در ملائیں تو احاطے کی بلندی ۱۸ ہو جاتی ہے احاطے کا صدر دروازہ جنوب کی طرف ہے جس کی مال میں مرست ہوئی ہے جو ۵۔ ۶ چوڑا ہے اس دروازے کے سامنے ۴۶ × ۵۴ کی دیوار احاطے کی کھینچی ہوئی ہے اس دروازے کے ہر دو جانب احاطے کی دیوار میں نو نو کٹھری ماطاق ہیں یعنی احاطے کی دیوار کے اندر وار بھی طاق بنے ہوئے ہیں اور باہر بھی۔ دروازے کے باہر ایک بہت اونچا چوڑا ہے جس کی بلندی ۳۴ اور سیڑھیاں نو ہیں۔ جن پر چڑھ کر احاطے کے باہر والے چبوترے پر پونہ پختے ہیں جو ۵ مربع ہے جس کے دونوں جانب دو چوکون برجیاں چار چار ستونوں پر کھڑی ہیں۔ جنوب کی طرف یہ دیوار اور آگے بڑھ گئی ہے جس کی دونوں طرف دو برجیاں ہیں جن میں چینی کی رنگین اینٹیں لگی ہوئی ہیں اور جو سنگ سرخ کے ستونوں پر ایسا تادہ ہیں۔ احاطے کی مغربی دیوار سے لگی ہوئی ایک مسجد ہے جس کی درمیانی محراب ۷ بلند اور ۳ چوڑی ہے اور ادھر ادھر کی ایک ایک محراب اسی نسبت سے کم ہے۔ باقی عمارت کی تفصیل کے لئے مبارک شاہ کے مقبرے کے بیان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے کہ جو وہ سو یہ سوائے اس کے کہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کے کونوں پر برجیاں ہیں اور اس پر نہیں۔ اگرچہ یہ مقبرہ نرسے چولے پتھر کا ہے مگر اند کا درجہ اور باہر کی علامت گوش اور احاطے کی برجیاں بہت نفیس اور خوش نمائی ہوئی ہیں۔ یہ گنبد بہت پہلے ہے۔ ہر ضلع میں تین تین در ہیں یہ مقبرہ بھی بالکل عینی خاں کے مقبرے کی طرح ہے اور لودھیوں کے سارے مقبرے ایک ہی ڈزائین کے ہیں۔

اس کے اندر صرف ایک قبر گچ کی ہے۔ فرش میں روڑی حال میں کوئی گئی ہے۔ گنبد کا قطر ۳۳ فٹ ہے۔ گنبد کا پلاستر اندر سے گر گیا ہے۔ غلام گردش کے سات درمیں۔ اندر تمام چینی کا کام تھا چنانچہ اب بھی طاقوں کے دونوں طغرے ہیں۔ بارہ طاق بطور روشن دانوں کے ہیں۔ جن میں سے چار کھلے ہیں اور باقی بند ہیں۔ ان میں بھی کچھ کچھ کام چینی کا باقی ہے۔ گنبد کی چھت میں سب سے اوپر سرخ زمین پر سفید حروف میں آیت الکرسی منقوش ہے۔ غلام گردش کا چوڑی ہے۔ گنبد کا دروازہ باہر سے ۸ فٹ اور اندر سے ۵ فٹ چوڑا ہے۔ غلام گردش کا ہر ضلع ۴۴ فٹ اور گنبد کا ہر ضلع باہر سے ۴۴ فٹ لمبا ہے۔ احاطہ عیسیٰ خاں کے مقبرے کی طرح بہت وسیع فصیل نما کنگورے دار ہے جس میں چو طرف (۸) کوٹھریں طاق بنے ہوئے ہیں۔ مغرب کی طرف مسجد کی چھت کی دیوار اور ایک دیوار دوسرے محراب رہ گئی ہے باقی سب گر گئی ہے۔ گنبد کے اوپر جانے کا زینہ اٹھارہ سیڑھیوں کا ہے۔ گنبد کی بلندی ۳۸ فٹ اور گنبد کے چاروں طرف اٹھیا سی اٹھیا سی فیٹ کے بقدر احاطے کا میدان چھوٹا ہوا ہے۔

آل انبوٹ دہلی میں لکھا ہے کہ اس بادشاہ نے ۱۵۵۷ء میں یعنی مغلوں کے ہندوستان فتح کرنے سے صرف نو برس پہلے انتقال کیا۔ یہ گنبد یہ ایک نہایت عالی شان اسی طرح کے احاطے کے اندر واقع ہے جیسا کہ روشن چراغ دہلی کا ہے یہ ایک گہرے ڈھلواں کنارے پر واقع ہے جس پر سات دروں کا پل باندھ دیا ہے جس پر سے وہ قدیم سڑک گزرتی تھی جو فیروز آباد اور شمالی حصے کو سیری اور پرانی دہلی سے ملاتی تھی۔ گنبد فی نفسہ ایک عمدہ عمارت ہے لیکن زیادہ تر پسندیدہ اس کا خوش نما موقع و محل ہے۔ قبر کے سر اسنے جو چراغ دان کا ستون ہے وہ چینیوں کے مندر کا ایک تخم تھا اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ مغلوں کی فتح سے تھوڑے ہی دنوں پیشتر پھر سندھوں کی عمارت کی ٹوڑ پھوڑ شروع ہو گئی تھی۔

نو دھیلوں کے گنبدوں میں ایک بات اور دیکھی گئی کہ وہ کوئی کتبہ بھی اپنے نام کا نہیں لگاتے تھے اور اسی وجہ سے کسی گنبد کو کسی بادشاہ سے منسوب کرنے میں سوائے زیادتی روایات کے یقینی طور پر کوئی رائے قائم کرنی مشکل ہے۔

باولی - بایچی - سہ دری اور دونا معلوم گنبد

سلطان سکندر بہلول لودھی کے گنبد کے پاس ایک قدیم اور محاط بہت وسیع باولی بھی ہے۔ یہیں قریب میں ایک وسیع اور پختہ تفصیل نما احاطہ کھنچا ہوا ہے جو بایچی کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

گواہ اس چار دیواری کے اندر زراعت ہوتی ہے مگر پہلے زمانے میں ضرور باغ رہا ہوگا کیونکہ جنوب سرخ کو اس کا صدر دروازہ نہایت مشین اب بھی موجود ہے جس پر سہ دری بنی ہوئی ہے۔ یہیں ایک چھوٹا سا چٹا گنبد بھی ہے جس کی چھت تو گر گئی مگر چار دیواری علی حالہ کھڑی ہے۔ اس منہدم گنبد کے دونوں طرف دو چھوٹی چھوٹی گنبدیاں بھی ہیں۔ علامہ ان عمارتوں کے اسی نواح میں موقع خیر پور کی حدود میں معمولی اور متوسط دولور گنبد بھی ہیں۔ یہاں بڑے بڑے گنبد جن پر لاکھوں روپیہ صرف ہوئے ہیں آج حالت گم نامی میں ہیں تو یہ معمولی گنبد کس شمار قطار میں ہیں۔

کرو بلا پھٹ جاتا ہے۔ اس رستے پر داہنی طرف سر راہ ایک بڑا دروازہ اور ایک وسیع ٹوٹا پھوٹا احاطہ ملتا ہے یہی کرو بلا ہے اور یہیں بادشاہی زمانے کے ایک نامی گرامی ریس کپتان اشرف بیگ خاں نے ایک پختہ چار دیواری کھجوا دی ہے جو کرو بلا کہلاتی ہے۔ تمام شہر کے تعزینے یہیں ٹھنڈے کیے جاتے ہیں اور یہاں بڑا ہجوم اور میلہ ہوتا ہے۔ اس کمپونڈ میں بہت سی قبریں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشرف بیگ خاں کی قبر بھی یہیں ہے لیکن مجھ کو تو ملی نہیں۔ کمپونڈ کی دیوار کے پچھلے بلند ہے۔ اس کا صدر دروازہ سر راہ شمال کی طرف ہے جو ۱۶۔ ۱۷ اور ۱۸ اور ۱۹ چوڑا ہے۔ اس کے دونوں پاکھوں پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے جس میں کا ایک پانچواں داہنی طرف کا حال میں گر گیا ہے اور اس کے دھیم وہیں پڑے ہیں بائیں طرف کا پانچواں کاتوں کھڑا ہے۔ کواڑ کی چول بھٹانے کی کڑی بھی موجود ہے جس میں گول سوراخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پٹ بھی تھے۔ دروازہ کے دو طرف کچھ عمارت مثل سہ دری کے تھی جو گر گئی اور اوپر بھی کچھ مکانات ہو گئے یہ سب مفقود ہے اب صرف ایک پانچواں کھڑا ہے اور بس۔ دوسرا دروازہ کمپونڈ کے مشرق میں ہے۔ جو صرف کمپونڈ کی دیوار توڑ کر رستہ کر دیا گیا ہے اس کے مدیا کھے گچ کے ہیں جن کے

اور پر ایک گول مٹی تھی۔ ایک پائے کی گرمی ایک کی باقی ہے۔ اس دروازے کی چٹکان

५५

آہستہ برگ گل بغشاں بر مزار ما
بس نازک ست خفیشہ دل در کنار ما

ماہ خانم کی قبر
۱۳۹۱

کربلا کے احاطے کے اندر داخل ہوتے ہی سامنے ایک وسیع و مرتفع پتلا چبوترہ گچ کا نظر آتا ہے جس کی چار سیڑھیاں ہیں۔ یہ چبوترہ ۳۸۳۸ طول و عرض میں اور ۳۸۳۸ اونچائی پر۔ اس چبوترے کے وسط میں ۵ مربع ایک اونچائی ایک اور چبوترہ ہے۔ اس چبوترے سے ملی ہوئی لداؤ کی قلم دان نایک برجی ہے جس کا داخلی دروازہ سنگ باسی کا بہت چھوٹا سا ۳۸۳۸ کا ہے۔ اس دروازے میں ایک لداؤی کمرہ بطور دیورہ کے ۸۸۱۱۱۱ کا ہے جس کی چھت قلم دان نما ہے۔ اب چودہ سیڑھیاں اتر کر کم تہ خانے میں پہنچتے ہیں جس کا ایک ہی دروازہ جنوب روئے ۳۸۳۸ ہے۔ تہ خانہ کا حجرہ ۳۸۳۸ مربع ہے۔ جس کے چاروں طرف روشن دان رکھے ہیں اور تین طرف دیوار دوز طاق ہیں۔ یہ حجرہ اوپر والے پندرہ فیٹ مربع چبوترے کے نیچے ہے۔ فرش میں اس کے سنگ مرمر کی تسلیں بھیجی ہوئی ہیں جن میں کی بعض بعض سلیں ضائع بھی ہو گئی ہیں۔ چھت مربع لداؤ کی ہے جس میں سنگ کا کام کیا ہوا تھا جو کچھ کچھ باقی بھی ہے۔ اس حجرے کے بیچ میں صرف ایک ہی قبر ہے جس کا تعویذ نہایت عمدہ قسم کے شفاف اور چمک دار سنگ مرمر کا ۳۸۳۸ ۳۸۳۸ ۱۰۔ اونچائی ۳۸۳۸ ہے۔ اس تعویذ کے گرد آیتہ الکرسی کچھ عجیب نزاکت سے مثبت منقوش ہے کہ خط اس کا سرمہ نظر و باعث تجلی بصری۔ زبان اس کی تعریف سے قاصر ہے اور دل اس کے دیکھنے سے سیر نہیں ہوتا۔ تعویذ کے اوپر سر اپنے بسم اللہ کا طغریٰ مل پائنتی کے کل نفس ذائقہ المکوت اور تعویذ کے عرض میں نیچے وار یہ خط کستعلیق یہ قطعہ کندہ ہے۔

در نقاب ابر رحمت کدو روئے دل بحق
زورقم شد مریم دد دوزماں واصل بحق

آفتاب بُرج عصمت ماہِ فائز از قضا
کلکِ قدرت سالی ایں تاریخِ بر لوحِ مزار

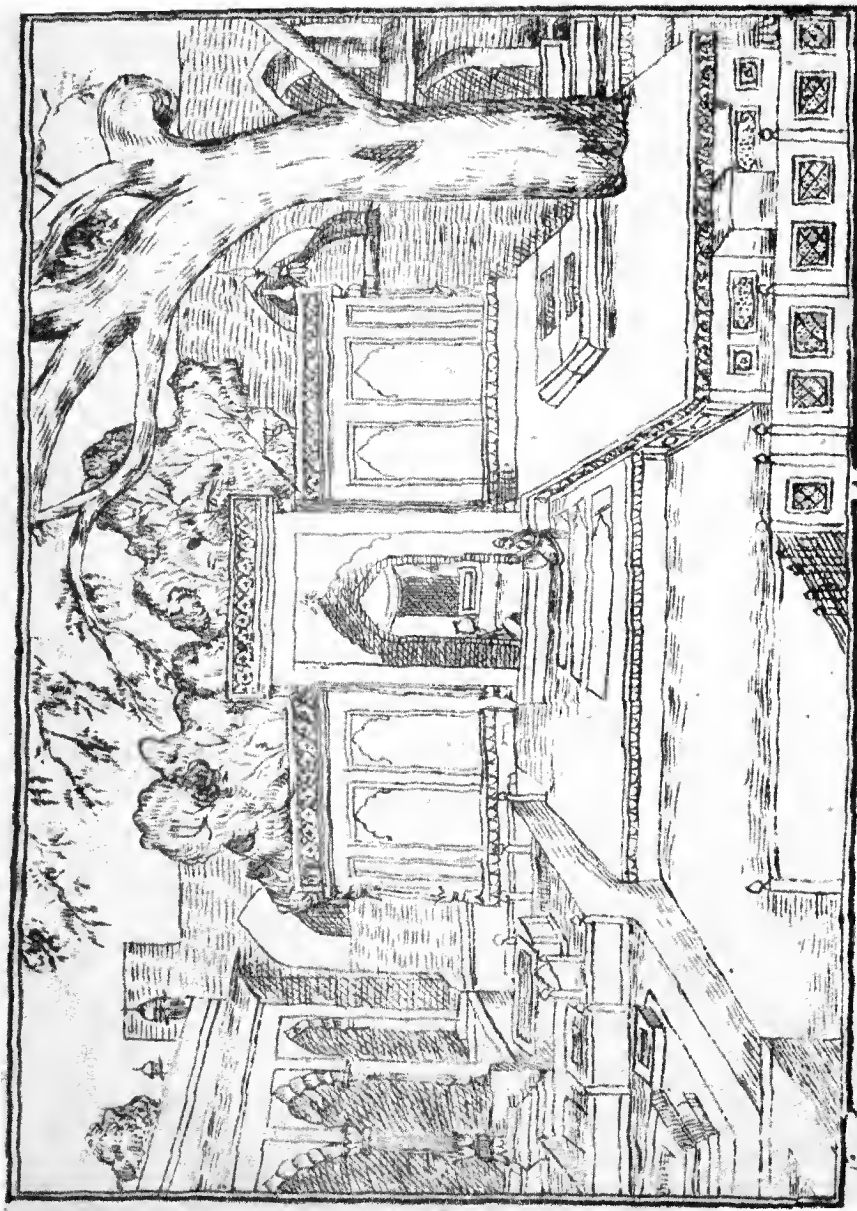
کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس کا چاند تھا جو ایک تیرہ مارجرے میں پڑا جھک رہا ہے اور اپنے حسن و جمال کی شغاعیں آج سٹیکوں برس کے بعد بھی چمکا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اشرف بیگ کے دو دمان عالیہ کا کوئی ماہ منور تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تھیں کوئی بڑی نامی گرامی بیگم جن کا مرقد اس اہتمام اور صرف زر کثیر سے بنا ہے۔ مگر یہ منزل وہ ہے جہاں امیر و غریب سب برابر ہیں اور کیا بیچ کہا ہے کہ

جو آہنگ مردن کند جان پاک چہ بر تخت مردن چہ بر عئے خاک
جن کے مقبرے ہزار ہا روپیہ کی لاگت سے بنے ہیں آج اُن کا پتہ نہیں چلتا کہ کون تھے پھر او شہا کا کیا ٹھکانا آج مرے کل دوسرا دن۔ وہ بیقی وجہ و تکت و ذوالجلال و الاکرام
غالباً اشرف بیگ کی قبر اوپر والے مقبرے کے شرقی دروازے کے سامنے ایک پختہ چوڑا ۶۶ فٹ ۱۱ انچ اور ۹ انچ

ہے۔ یہ چوڑا اُس زمانے کے رواج کے موافق مسجد نما ہے یعنی مغرب کی دیوار مع تین دیواروں و فطاقوں کے اور شمال جنوب کے پائے کھے کھڑے ہیں۔ جسے حصہ مسجد کہنا چاہیے۔ اس کے محاذ میں چوتھے پردہ جو نے گنجی کی بہت پرانی قبر میں دونوں قبریں شکستہ حالت میں ہیں۔ ان میں سے ایک قبر کے گرد گچ میں آئینہ الکرسی کندہ ہے اور یہی ذرا ٹھیک بھی ہے۔ ہونہ ہوا اشرف بیگ صاحب کی قبر یہی ہوگی۔ کہوں کہ اور کوئی مینر قبر اس اصلے کے اندر نہیں ہے۔

شاہ مرداں یا علی جی یا علی گنج
کیا فیض علی کے قدم پاک ہے روضہ کی زمیں بلند افلاک ہے
بتا ہے وہاں درخفا قطرہ آب پانی کی بھی آبرو اسی خاک ہے

گرجلا کے احاطے سے آگے ایک بہت بڑا فیصل نما احاطہ دکھلائی دیتا ہے۔ اس کے اندر مختصر سی آبادی ہے جو شاہ مرداں یا علی گنج کے نام سے مشہور ہے۔ ادھم بانی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جن کو احمد شاہ کے عہد سلطنت میں اصل نواب بانی اور پھر نواب قدوسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا۔ شیعہ مذہب تھیں۔ ۱۱۳۴ھ



میں ان کے پاس ایک ایسا پتھر آیا جس پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم مبارک کا نقش تھا۔ نواب قدسیہ بیگم نے اس نقش قدم کو ایک سنگ مرمر کے حوض میں نصب کرایا اور اسی سبب سے اس مقام کو علی جی۔ شاہ مرداں اور علی گنج کہتے ہیں۔

علی گنج کا شمالی صدر دروازہ احمد شاہ کے زمانے میں نواب قدسیہ بیگم نے ۱۱۶۲ھ میں جاوید خان خواجہ سرانگے ۱۱۶۲ھ ۱۱۶۸ھ

استہام سے چار دیواری مجلس خانہ مسجد اور حوض بنوایا۔ پھر ۱۲۲۳ھ میں عشرت علی خان نے مجلس خانہ بنوایا۔ یہ دروازہ کنگور ملا کر بم اور انچا اور لمبا چوڑا چوکیوں دار ہے۔ یہ دروازہ دوسرا ہر آگے دروازہ پیچھے دروازہ بیچ میں گنبد دار حجت۔ دیوڑھی میں دونوں طرف دو منبر لہے دریاں ہیں۔ ابھی تک اس کے قدیم چوبی کوڑھی سلامت ہیں۔ اس کی پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ نہایت خوش خط بخط تعلیق لگا ہوا ہے۔

کتبہ

”قال محمد حبیب اللہ دانا مدینۃ العلم
و علی بابہا x در عہد مبارک شاہ
بہادر بادشاہ غازی بموجب
ارشاد نواب قدسیہ x حضرت صاحب
زمانہ باہتمام نواب بہادر جاوید خان صاحب
بسربراہی خاکسار لطف علیخان تعمیر قلعہ و مجلسخانہ
و مسجد و حوض در یکسال مرتب شد“

اس دروازے کے اندر بستی ہے جس میں کئی بڑے بڑے عالی شان دروازوں کے گھر قدیم زمانے کے بنے ہوئے ہیں جو اب ویران ہیں یا یہ کہ کوئی معمولی شخص کہتے ہیں۔

دروازے کے پاس ہی تین کمر کی نہایت خوب صورت سفید مسجد

گنبدوں کی مسجد ہے جن کے کس بھی صحیح سلامت ہیں۔ ادھر ادھر ایک ایک مربع چارواری برجی ہے۔ مسجد کے تین در ہیں۔ بیچ کا در ہے اونچا لمبا چوڑا ہے۔

مسجد ۳۵۰۲۰۱۔ سامنے گٹا اینٹ کے فرش کا چھوڑا ۳۷۳۶۳۷۔ صحن میں نیم کا ایک بہت پرانا درخت کھڑا ہے۔ اس کے نیچے کئی خام قبریں ہیں۔ مسجد کے گرد احاطہ ہے۔
کنوال اور سیڑھی دار باؤلی | اور اسی کے پاس سیڑھی دار اترنے کی باؤلی ہے۔ کنوال اور باؤلی منہدم ہیں۔ صورت یہ ہے:-

(کنوال) باؤلی ||||| سیڑھیاں

نقار خانے کا دروازہ | درگاہ میں داخل ہونے سے پہلے نقار خانے کا دروازہ ملتا ہے جو ۱۰۸۰ء ہے۔ یہ دروازہ گنبد دار ہے جس پر ایک سہ درہی بھی ہے۔ دروازے کے رد کار پر پیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے:-
ہو العلی

چوں کہ صادق علی بنائے رفیع | ساخت بر آستانہ حیدر
سال تائیں آں بسنا صادق | گفت نقار خانہ حیدر
دوسواں سٹھ برس | اسی دروازے کے باہر ایک بہت چرائی
کی ایک پرانی قبر | سنگ سرخ کی ہے جس کی لوح پر یہ کتبہ ہے:-
اللہ اکبر۔ جسجد اللہ الرحمن الرحیم

دریغا کہ بے مائے روزگار | بروید گلو بشکفہ نو بہار
کسانی کہ از ما بغیب اندر اند | بیایند و بر خاک ما بگزرند
بست دیکم شہزوی حجه مغوری مرحومی میاں عشرت صاحب بر حمت حق پیوست
کو کاکی مسجد | سحر تو یہ مسجد چھوٹی سی یعنی ۱۲۸۰ء | مگر کچھ عجیب دل فریب اور
چن چن کر ایسا لگایا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دل لال جوڑا پہنے کھڑی ہے۔ اس کے
سلطہ بریں علی برید شاہ بادشاہ کے گنبد کے اندر بھی یہ اشعار کندہ ہیں۔ ۱۲

تینوں گنبد ایسے خوش نما اور سخی ہیں کہ دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ گنبدوں پر کی بعض جگہ سلیس گرگئی ہیں اندر سے اینٹیں نکل آئی ہیں۔ درائیں محل جانے سے ان اینٹوں پر ٹھانسن آگ آئی ہے پتھر کی شد رخ سلوں کے ساتھ یہ سبزی بھی عجب لطف دیتی ہے۔
نیکمہ شوخی چسلی بار صبا کی بگڑنے میں بھی زلف اُس کی بنا کی

بیچ کا گنبد جو زیادہ بڑا ہے وہی زیادہ مخدوش حالت میں ہے۔ باقی ایک چھوٹا گنبد بھی مرمت طلب ہے اور ایک درست حالت میں ہے۔ بیچ کے گنبد اور شمال کے گنبد کے پتھر کے نازک کلس باقی میں جنوب کے چھوٹے گنبد کا کلس گر گیا۔ ذرا سی توجہ سے ان کی درستی ہو سکتی ہے ورنہ پانی جذب ہو ہو کر بہت جلد یہ گنبد بیٹھ جائیں گے۔ مسجد کے تین در میں بیچ کا در ہے۔ بلند اور ہے۔ ۹ چوڑا ہے۔ اندر اور باہر جو ترے پر جو ۳۔ ۵ x ۱۳۔ ۸ طول و عرض میں اور ۲۔ ۱۲ ادنچا چوکوں کا فرش ہے۔ ایک کنواں بھی مسجد کی داہنی طرف ہے۔ مسجد کا پختہ اور وسیع احاطہ ہے۔ احاطہ کے اندر کئی قبریں ہیں جن میں سے ایک قبر کا نقوید سنگ باسی کا ہے جس کے اوپر اللہ لکھا ہے اور لمبان میں دو لؤل طرف بہ خط نستعلیق یہ عبارت ہے۔

ایک طرف ناد علیا منظر العجائب ہے تہجد ہونا لک فی النواہی ہے بتا دے ماہ دہریں دہور دوسری طرف اگر سرزنداری راہیں گور ہے کلیم نعم ہے بھلی ہے بولایٹک علی یا علی یا علی یہ سجد کو کا کی سجد کہلاتی ہے خدا جانے وہ کو کا کون تھے۔ جس انا کا دومہ پتے ہیں اُس کا دودھ شریک بھائی کو کا کہلاتا ہے۔

درگاہ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب
عرف جٹے کی درگاہ ۱۰۷۱ھ

میں ہیں اور مرد صالح ہیں۔ آپ کے مصال کا سال ۱۰۷۱ھ بتلاتے ہیں اور چوں کہ ان گزرا سی درگاہ کی نذر و نیاز پر اباعن جدہ چلا آتا ہے ان کا کہنا ایک حد تک قابل قبول ہے وہی کہتے ہیں کہ آپ کا مصال غوث پور ضلع بجنور میں ہوا۔ آپ کی نقش وہاں سے دنی لائی گئی چنانچہ اب تک بھی آپ کا عرس دتی اور غوث پور دملوں جگہ ہوتا ہے۔ درگاہ کی عمارت ۲۲ مربع ایک گنبد ہے جو پھیلے ہوئے پٹے کا ہے جس پر برجی ٹکس ہے۔ آپ کے گنبد کے چار دروازے ہیں۔ آپ کی قبر پر شامیانہ تاشا ہوا ہے اور بہت سے پٹے بے اویزاں

ہیں اسی وجہ سے عوام میں چٹے پتے کی درگاہ مشہور ہے۔ آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا ہے۔ درگاہ کا احاطہ مسمر مرلج ہے جس میں ایک بہت پرانا نیم کا درخت کھڑا ہے۔ احاطے کے کونے میں ایک مختصر سی مین در کی مسجد ۱۸۰۰ فٹ کی ہے۔ غرض جاے از بس دل کس اور پُر انوار ہے۔

قطعہ تاریخ وصال حضرت پید عارف علی شاہ صاحب

بہار شاہ عالم گیر غازی	سیادت مرتبت عارف علی شاہ
نقیہ متقی و عارف عصر	ملک خصلت کو صورت حق آگاہ
بزرگ کشف و اعجاز و ذکر است	بعلوم معرفت مشہور چوں ماہ
ازین دار فنا با صد تحسّل	متاع القبا بر بود ہمراہ

چہین بنوشت مضطر سال رحلت

نہاں شد آفتاب دین حق آہ

اب درگاہ شریف میں چلیے جس کا مشرق رو بہ دروازہ ۹۰ فٹ
اونچا اور ۲۰ فٹ چوڑا چوکی دار ہے جس کے پٹ چوبی ہیں۔
لیکن جیسی عالی شان عمارت ہے ویسا دروازہ نہیں۔ یہ درگاہ

درگاہ قدیم مبارک
۱۱۳۷
۱۶۲۴

ایک بڑے احاطے کے اندر ہے۔ خود درگاہ کا احاطہ ۷۳ × ۲۷۶ فٹ ہے۔ ۸ اونچا سنگ مرمر کی نفیس سلوں کا ہے۔ جنوبی دیوار میں (۱) دس پوری سلین سنگ مرمر کی نصب ہیں اور نصف نصف سلین کولوں میں ادا ہے یہی شمالی دیوار میں۔ مشرق کی طرف داخلی دروازہ ۹۰ فٹ اونچا ۵۰ فٹ عریض ہے جس کی چوڑائی ۸ فٹ ہے اور پٹ چوبی دروازہ کے اوپر دو سلین سنگ مرمر کی ہیں جو ایک رخ چار دیواری ہے۔ اسی طرح مغرب کی دیوار میں دو سلین سنگ مرمر کی اور بیچ میں ایک معمولی سا دروازہ ہے۔ اس دروازے کے دونوں پا کھوں پر سنگ مرمر کے کچھ کتبے دوسری جگہ سے لا کر نصب کر دیے ہیں کہ روندن میں آتے تھے۔

داہنے پا کھے پر (۱) اللہ علیہ

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ علیہ فاطمہ حسن حسین علیہ

محمد جعفر موسیٰ علی محمد علی

حسن محمد علیہما السلام

تاریخ وفات شرف النسا بیگم عرف حاجی بیگم مرحومہ بہ بنت میرزا سید محمد گلستانہ عرف
میرزا جانی مرحوم بہ دوازدهم نمبر ربيع الثاني روز یکشنبہ ۱۲۱۶
بائیں پا کے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۱۴۹ھ

محسن درگاہ میں سنگ مرمر کی سلوں کا فرش ہے جس کے بیچ میں ایک پرانا درخت نیم کاہی

کھڑا ہے۔
قدم شریف کی مہل جگہ اسی احاطے کے چوں بیچ سنگ مرمر کا ایک چوترا ہے۔ اس کا پچا
ہے جس پرین کا صندوق نمایاں و کرویا ہے اور زمین کو سبز رنگ کا رنگ دیا ہے۔ اس صندوق
کے دونوں طرف لمبان میں کھٹنے بند ہونے والی کھڑکیاں رکھ دی ہیں۔ اس کے
اندر سنگ مرمر کا ایک نہایت خوب صورت حوض ہے۔ لمبا اور ۲۔ ۱۰ چوڑا۔ اس
عمیق ہے اسی کے اندر قدم مبارک ہے جس میں خوشبودار پانی اور پھول پڑے رہتے
ہیں۔ اس حوض کے کنارے عرض میں ایک طرف یہ شعر کندہ ہے۔

بر زمین کہ نشان کعبہ پا ہے تو بود ساہا سجدہ میا حب نظر اں خواہد بود

درگاہ قدم شریف کے احاطے کی شمالی دیوار
سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس کے اندر

برج کا حضرت فاطمہ

ایک چھوٹا سا ہشت پہل برج ہے کہتے ہیں کہ اس برج میں نقش کا حضرت فاطمہ
علیہا السلام کا ہے۔ اس احاطے کے اندر سوائے عورتوں کے مرد نہیں جاتے ہیں
بھی اور اس میں جانے کی جرات نہ کی ایک چھوٹے سے لڑکے کو اندر بھیج کر دیکھا
اس برج کے اندر ایک بڑے پیالے کی شکل بنادی ہے اور کوئی خاص بات قابل ذکر
نہیں۔ چوں کہ یہ مقام حضرت فاطمہ کے نام سے منسوب ہے لہذا پاس ادب ضرور ہے۔
اسی سے ملا ہوا ایک بہت وسیع کشادہ اور بلند والان ۲۶ × ۱۶ ہے۔
اس والان کا دروازہ ۸۔ ۱۰ چوڑا اور بہت اونچا ہے۔ اس والان میں

چار

۱۲

رنگ کا کام تھا جواب برائے نام باقی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دالان کسی سوداگر نے جب اس کی سنت پوری ہوئی تو باطلہا تشکر بنوایا اور اس کا نام جہاز رکھا۔ وجہ تسمیہ کوئی کچھ کہتا نہیں۔ میرے خیال میں چون کہ یہ دالان بہت بڑا ہال ہے اور جہاز کی شکل کا لمبا چلا گیا ہے عجیب نہیں کہ لمبا طہیت کذا فی جہاز کے نام سے موسوم کیا گیا ہو۔ اس کا ایک دروازہ باہر و درستے پر بھی ہے اور ایک سے درمی بھی اسی کے متعلق تھی جس کے تین در باقی ہیں۔ اس مکان میں جو درست ہے وہ یہ ہے کہ اس کی چھت کڑیوں کی ہے اور باوجود امتداد دینے کے جو بنیہ علی حالہ قائم ہے جو تہتہ دروازے پر بطور سرول کے دیا گیا ہے اس کو دیکھنے سے اس کی غیر معمولی جسامت اور سطحی کا اندازہ ہو سکتا ہے چھت اوپر سے سیاٹ ہے اٹھارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ جو جگہ ملی وہاں مردے دفن کر دیئے گئے حالاں کہ یہ مکانات اس مصرف کے لئے نہیں بنائے گئے تھے۔ اس میں بھی دو قبریں ہیں۔ پھر ایسی جگہ قبریں بنا دینا اور قبروں کو درندن میں لانا عوطلب ہے۔ ان دونوں قبروں کے سراہنے کے سکتے یہ ہیں:-

(۱) ہوا المستعان سیر خورشید علی رضوی تعزیرہ دار بعمر ۵۲ سال در شب جمعہ بتایخ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ رحلت نمود۔

(۲) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِأَصْبَحَ ثُمَّ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ هَذَا الْقَبْرُ الْمُنْتَقَى قَبْلَةَ الْمُنْتَقَى فِي رَحْمَةِ كَرِلا فِي بَيْتِكُمُ الْفَائِضَةِ لَهَا أَجْرُكُمْ اللَّهُ فِي ۲۴ شعبان المظفر ۱۳۳۲ھ

نواب برہم بیگ خاں کی قبر
یوں تو درگاہ کے احاطے میں ایک چپہ بھر زمین بھی قبروں سے خالی نہیں مگر ہم انہیں قبروں کو لگتے ہیں جن پر کتبے ہیں۔ پختہ

فرش کو چھوڑ کر غام صحن میں جو برج کا سہ حضرت فاطمہ اور جہاز کی عمارت کے سامنے ہر طرف ایک قبر کی لوح پر جو سنگ باسی کی ہے یہ کتبہ بخط نستعلیق ہے۔
غالب برہم بیگ خاں بہادر غلفہ احتشام الدولہ نواب اسماعیل بیگ خاں بہادر فیروز جنگ بتایخ عجم جادی الثانی ۱۳۳۲ھ وفات یازفت۔

درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد
درگاہ کے احاطے کے اندر جہاز کے پیچھے درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد۔ بجانب شمال ایک مسجد ہے جس کے تین منبر

اعدین دہلی میں مسجد طول و عرض میں ۳۰۰ × ۱۲۰ ہے۔ چار سیڑھیوں کا منبر ہے۔ سامنے چوڑا ۴۴ × ۱۰ ہے جس پر گنا اینٹ کا فرش ہے۔ بیچ کا دروازہ ۲۰ × ۱۰ اور ۵۰ × ۱۰ ہے۔ چوڑا ہے۔ کس گنبدوں کے ٹوٹ گئے ہیں۔ صحن کے آگے سنگ سرخ کا ایک حوض ۲۸ × ۱۵ ہے۔ تین فیٹ عمیق ہے جس کے بیچ میں ایک فوارہ بھی سنگ سرخ کا ہے اب یہ حوض مٹی سے اٹ گیا ہے اور اس قدر گھاس اس میں ہو گئی ہے کہ اس کے حدود کا معلوم کرنا بھی مشکل ہے۔ مسجد کے گرد سات فیٹ اونچی احاطے کی دیوار ہے۔

سنگ مرمر کا پہلا چبوترہ پھر درگاہ کے باہر آئیے تو اُس کے سامنے تمام سنگ مرمر کا فرش ہے اور ایک بہت بڑا پرانا نیم کا سایہ دار تخت کھڑا ہے۔ اس درخت کے گرد بھی سنگ مرمر کا ۱۰ × ۲۰ ہے۔ اونیچا دو سیڑھیوں کا چبوترہ باندھ کر درخت کو ایک کونے میں لے لیا ہے۔ اس چبوترے پر دو قبریں سنگ مرمر کے تنوید کی ہیں مگر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

چار قبروں کے کتبے اُس چبوترے کے ذیل کی قبریں سطح زمین کے برابر ہیں۔ صرف سلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبریں ہیں۔ سلوں کے گرد سیاہ حاشیہ کھینچ دیا گیا ہے۔ ان چار قبروں میں صرف قبر نمبر ۱ کی سل سنگ سرخ کی ہے باقی کی سنگ مرمر کی سلیں ہیں۔

(۱) محلدار سکیم کہ گفتی بدنیا
سجود در اہل بیت است در بنیم
غمش کرد خون دل دوستان خشک
شد از تماش دیدہ نوینیں نم
بید خود آں سیدہ سال حلیت
بگفتا محلدار خلد بر مینم

(۲) مرقد نور حجام الدین حیدر موسوی (۳) آخریں منزل جہاں آرا ہے
(۴) باد انجیال صد شیش صدر نشاں ہے

امراؤ مرزا صاحب کے نیم کے درخت والے چبوترے کے سامنے یہ دوسرا چبوترہ سنگ مرمر کا ۳۴ مربع ہے۔ ۲۰ اونچائی جس کے گرد ۱۰ × ۱۰ اونچا کتھر اشال میں اور نصف نصف شرق مغرب میں ہے۔ اس چبوترے پر صرف دو قبریں زمین کے برابر ہیں جن پر سنگ مرمر کی سلیں اور چو طرف حاشیہ سنگ سیاہ کا ہے

۱۰ ذاب امراؤ مرزا صاحب آنری بری مجسٹریٹ دہلی کے عاملین میں سے ہیں آپ دریائے گنج میں رہتے ہیں یہ پڑھ لکھ آپ ہی کے ہندوؤں کی ہے۔ ۱۲

قبر نمبر (۱) کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم دو طرف کلمہ شہادت پنج میں اللہ اور گرد
آیت الکرسی ہے۔ اس کے سر پہ نہایت خوشخط بہ خط نستعلیق سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ ہے۔
حوالہ کیا احمد حسین خاں کہ بعد شباب مرد ناز خوبی دکنوئی و حسن و جمال آہ
سال وفات او بدو نوع ای دقیقہ رس خاں کینہ از درد و صفت و دو سال آہ
(۲) دوسری قبر کے سر پہ یہ لوح ہے۔

<p>بسم اللہ الرحمن الرحیم</p>		
یا غفار اللہ	یا ستار العیسیٰ	
چراغ شبستان نغمہ امام	پہ پای علی شاہ مرداں نجف	حب
دہاتف چو پر سیدم از سال او	مراسکن موسو بخاں بگفت	یا عطفون

ایک سہ درہ والاں | آس چو ترے کے سامنے ایک سہ درہ والاں سنگ
سرخ کا ہے جس کی چھت بھی سرخ سلوں کی ہے۔ یہ طلاں
۴۱۶ x ۱۰۶ کی اس میں چار قبریں زمین کے برابر ہیں جو سلوں اور جدولوں سے پہچانی جاتی
ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیوار میں کتبہ تھا اس میں کچھ غلطی ہونے سے نکال لیا گیا۔ یہاں کے لوگ
اکبر مرزا صاحب کے خاندان کی ہڈیاں بتلاتے ہیں جو فرش خانے میں چوسیا کے چھتے
میں رہتے ہیں۔

مہر النساء سیکم کی جو کھنڈی | اوپر والے سہ درہ کی پشت کی پچھیت کی دیوار
میں ایک دروازہ ہے جو اس جو کھنڈی میں جانے کا
ہے۔ یہ جو کھنڈی ہے۔ ۱۰ x ۱۲ ہے جس کے اماٹے میں سنگ مرمر کی سلیں آٹھ اپنی
لگی ہوئی ہیں۔ فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ دروازہ مغرب میں ہے جس میں سنگ مرمر
کی دو جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے اندر تین قبریں برابر برابر مشرق
سے مغرب کی طرف ہیں۔ دو کے نقوید ہیں ایک کی سل جس پر سیاہ
حاشیہ ہے۔

نمبر ۲۱ کی لوح نہایت خوب صورت خوش خط اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

چومہر انسا بگیم خوش صفات	کہ چوں محرمی داشت روشن لقا
برفت از جهان وسیہ شد جہاں	بیگندہ پر تو بلاک بقا
و منوں بستم سال وفات	بصد محنت و درد و رنج و غنا
نکا کر دے انتہا و بگفت	کہ سہجات بہجات مہر انسا

۱۲۳۸

نمبر ۲۲ قلی یلجادی الذین اسرنا فی اعلیٰ انفسہم تا ہذا الغفران الرحیم
 سرا ہے کلمہ یا ایہا الذین امنوا لکم اذا جئکم ذوا عہد و اریکم و اقبلکم لکم نعمت و نیکون (بیت خوش خط)
 اگرچہ یہ چوگنڈی خود مختصر لیکن با اس ہمہ جنوب رخ پر ایک چھوٹی سی لدادی سے دری
 سنگ سرخ کی بنادی ہے۔

شاہ نعمت الہی کی چوگنڈی | سید عارف علی شاہ صاحب مرکی درگاہ
 کے احاطے کی مغربی دیوار سے ملی ہوئی ہے

جوائنٹ کی ہے۔ یہ چوگنڈی ہے ۱۳۰ پلہ مربع ہے۔ احاطے کی بلندی ۴۰ ہے۔ درگاہ کی طرف
 کی دیوار کے سوائیوں طرف دیواروں میں سنگ مرمر کی چار چار سلیں اور ایک ایک جالی لگی
 ہے۔ مغرب کی طرف دو جالیاں ہیں کہ اسی میں دروازہ ہے۔ اس چوگنڈی میں صرف
 دو قبریں ہیں۔ جو قبر بجانب درگاہ ہے اس کی مرمر کی سل پر یہ عبارت بخط نستعلیق مشقوش
 ہے جس کی سیاہی جایا سے اڑ گئی ہے۔

اللہ اعظم بحب الحضرات و وفات

والسلام
 اللہ اعظم بحب الحضرات و وفات
 شاہ نعمت الہی فی التاریخ لہ اشعبار ۱۰۹۰

اسی کے برابر دوسری قبر ہے مگر اس پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ سنگ مرمر کی سل کے گرد سیاہ ماشیہ ہے۔

یہ مجلس خادہ عشرت علی خاں نے ۱۲۲۳ھ میں بنوایا جو تہرے دالان کا ہے جس کے گرد چوڑا چھبہ اور چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں۔ یہ عمارت طول و عرض میں ۵۳ × ۳۴ ہے۔ شمال میں پانچ درے مشرق میں دو۔ جنوب میں تین۔ مغرب میں صرف ایک چھوٹا سا دروازہ۔ یہ در دوسرے اور بنگری دار محراب کے ہیں۔ چھت لداؤ کی قلم دان نا اور پر سے سپاٹ ہے۔ چودہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ نقشہ سطحی نظری اس کا یہ ہے۔

شمال

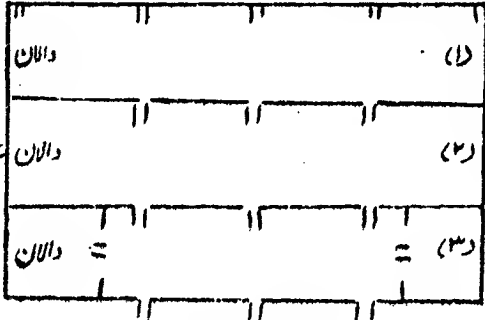
درگاہ کی دیوار

تہروں کی چھٹی قطار

پانچویں قطار

چوتھی قطار

سوی سے علی حسن متا کی تہر



نواب سید سلطان مرزا کی قبر

مغرب

مشرق

جنوب
اس مکان کے پیش دالان میں شمال روپیہ پاکھے پر یہ کتبہ ہے۔

(۱) بدرگاہ شائہ نشہ دوسرا ہے علی شاہ مرداں ولی خدا ہے
محکم شہ اکبر نامو ر جو عشرت علیاں بیمار است ہے
ز سید شہد مسائل سال آں ہمیں زور دم داد نا خطر بنا ہے

اس مکان میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے۔ استاد زمانہ کی وجہ سے مجلس خادہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا۔ ۱۳۳۵ھ میں نواب وزیر علی خاں نے اپنی عالی ہمتی سے اس کی درستی کرا دی چنانچہ صاحب موصوف نے دہلی کشمیری دروازے کھڑکی ابراہیم علی خاں میں جو

درگاہ پنجہ شریف۔ امام باڑہ اور مسجد سید آغا حید صاحب کے بزرگوں کی حیران مقامات کی مرست بھی کرائی۔ درگاہ پنجہ شریف میں ۸۸ محرم کو علم اور ۹ کو تابوت اٹھایا جاتا ہے اور ہر نوچندی شنبہ کو مجلس عزاسید الشہداء برپا ہوتی ہے۔ اوپر کے کتبے کے متوازی یہ دوسرا کتبہ ہے۔

اللہ

(۲)

وہ عالی مرتبہ سید وزیر علی نواب
لگایا جس گھڑی یوں بھر کر میں غوطہ
امام باڑہ مرست کرایا اور جہاز
تو کافر سر بد خواہ یا س خستہ جگر
برائے مادہ سن ہجری نبوی
مکان شیر خدا ہے یہ بے بدل بولا
خاکسار کی سمجھ اس معے کے حل سے قاصر ہے کہ ہر تو یہ مکان مجلس خانہ اور بانی کی غرض
اس عالی شان اور خوش نام عمارت کے بنائے سے انعقاد مجالس تھا مگر اب تو اس سے
قبرستان کا کام لیا جا رہا ہے یعنی اس کے مستقف حصہ کی بھی کوئی جگہ خالی نہیں کہ جس میں
قبر نہ ہو اور جتنی قبریں مجلس خانے میں ہیں رات دن روندن میں آتی ہیں بے تکلف لوگ
جو تیاں پہن کر پھرتے اور اسی میں اٹھتے بیٹھتے اور سولے ہیں اس پر سے ظاہر ہے کہ اس شہرک
مقام کے بنائے سے غرض کیا تھی اور اب ہو کیا رہا ہے۔

مجلس خانے کے اندر
کی قبروں کے کتبے
سے دالان کے باہر مشرق کی طرف۔ دایہ ایک
سنگ مرمر کی سل ہے ۳۷ ۳۸ ۳۹ جس کا چوڑا
آٹھ اونچا اور کٹہر ابھی اسی قدر اونچا سنگ مرمر کا

ہے۔ اس کے سر اپنے یہ کتبہ ہے۔

ہی الغفور

آرام گاہ دائمی جناب نواب سید سلطان مرزا صاحب مغفور ۱۳۲۸ پاک دامان و خوش اعمال
خجستہ گو بہر صاحب تقویٰ ۱۳۷۱ عامی دین نبی سید موسیٰ پر دراز نسل رضا مرد با وضع
اول العزم رئیس دہلی و شہر مے ۱۳۷۱ از دار فناء رفتہ محمد صفید
سلطان مرزا (دستخط ۱۹۱۰ء)

پہلے دالان کے اندر کی قبریں۔ (۲) ۷۸۶۔ قبر موسیٰ عباس سیرز اقبلہ گاہ سجاد مرزا۔
(۳) ۷۸۷۔ خالی۔

(۵) ہوا اللہ یوم ماہ عزابود و پس از ماہ عزرا
 ہاتھ غیب میں گفت ز روی امام
 (۶) ہوا اللہ حسین مرزا چوں مرد و شش بر فیاں
 بی شمارہ سال وفات و غوال گفت
 ناگہاں شد نجیاں ولت کبریٰ بگیم
 سال تاریخ بگو تربت کبریٰ بگیم
 ازاں کہ بود ز نسل امیر غیب گیر
 بیا بکلخ جناں ای امیر ابن امیر
 (۷ و ۸) خانی۔

دوسرے والان کے اندر کی قبریں۔ (۱) کلمہ طیبہ۔

فاخر بقدم بوس علی شد ہر گاہ
 سید مراد شیشہ چوزد سال نوشت
 عشرت ز غلامان علی شاہ شاہ
 پابوس علی باد بعثت اللہ
 (۳-۲) خانی۔ (۴) یاد و دود و غفور
 ہوا لغفار
 یاد و دود و غفور
 یاد و دود و غفور

از و ہر رفت سیدہ خاتون مگر ندید
 یکتا دروے آہ مبنی و لفظ گفت
 بھیر فرز نیمہ ماہ صیام بہ
 یکشنبہ دہزار و سہ صد بود و لبست و سہ
 (۱۳۲۳) ہوا لغفار
 (۱۳۲۳) یاد و دود و غفور
 (۱۳۲۳) یاد و دود و غفور

رحمہ ہوا لغفور۔ رفت بر لبست چوں محمد میر
 گفت ہاتھ و نیل بخشش و

والان کے باہر (۶) اللہ۔ محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین
 مزار پر انوار جو انرگ آغا محمد یوسف صاحب غلیل فرزند ولید آغا محمد ابراہیم صاحب
 خلف الرشید حضرت مولانا محمد حسین صاحب آزاد اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقامہم۔
 قطعہ تاریخ

عمر بھر یاد رہے گی یہ کہانی انوس
 ہائے ہندی بھی دہن کی پٹی تھی شاعر
 داغ دل پر ہے محبت کی نشانی انوس
 خاک میں فن ہے یوسف کی جوانی انوس
 تیسرا والان۔ چھ قبریں مگر خالی۔

جلس خانے کے محاذ میں چوڑے پر۔ پہلی قطار:۔
 اس میں کل بارہ قبریں ہیں جن میں سے صرف دو پر کتبے ہیں۔ (۱) جو محراب

کے نیچے سید علی حسن صاحب مرحوم۔

(۲) ہو۔ اے درینا سجاد۔

پانچویں قطاریں۔ پانچ سادی قبریں۔

چھٹی قطاریں۔ چھ قبریں ہیں جن میں سے چار سادی اور دو پر یہ کتبے ہیں۔

(۱) جو داہنی طرف سے چوتھی قبر ہے۔

۱۲۶۸

بتاریخ پانزویں رمضان
۱۲۶۸

ولایتی خانم صاحب نمود

(۲) جو داہنی طرف سے پانچویں قبر ہے۔

بہت رفت زوار فتاحی کہنہ رباط

خال دوائی کہ تیرہ نمود نریم نشاط

نذراکسید زلف سال تارخش

عیسیٰ خاں کی باپچی علی گنج کے حصار کے اندر ایک وسیع اور پختہ احاطہ میں جس کے اندر کچھ درخت ہیں وہ عیسیٰ خاں کی باپچی

کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ایک معمولی سا دروازہ مشرق رو ہے۔ اندر ایک تین دروازے

۱۵ اس سے سال وفات نہیں لکھا معلوم ہے تاہم کہ نام کے پانچ سال یوں ہی لکھ دیے۔ آپ آباد سے کے رہنے والے اور نواب حسن الملک بہادر مرحوم کے چچا زاد بھائی تھے۔ حیدر آباد دکن میں ایک زمانے میں آپ کا کالونی ہوتا تھا۔ بڑے قابل و جلیل اور ذی خلق صاحب فیض عام تھے۔ ہر کہ وہ آپ کا شاخاوان تھا جس طرح نواب حسن الملک نواب دقار الملک و استاد المجدد آباد سے علیحدہ ہوئے آپ کو بھی علیحدہ ہونا پڑا۔ وہاں سے آکر کچھ دنوں آپ اندر میں ایک معزز و ممتاز عہدے پر بہت اور پھر چار برس کے مدارالہام ہو گئے۔ آپ نے سرکار سے بلی میں انتقال کیا۔ قبر آپ کی بہت معمولی سرنگہ باسی کی ہے کوئی عہدہ کتبہ نہ ہاں کہ اب بھی آپ کے بہت سے عزیز قریب بڑے بڑے عہدہ دار پر مشابہت ملوای سیرین بلگرامی نواب خاں الملک آپ کے سرحدی۔ آپ کے داماد محمد عقیل بلگرامی نواب عقیل جنگ بہادر کشر حیدر آباد دکن۔ مرزا نذیر بیگ صاحب نواب نذیر جنگ بہادر محمد افواج مولوی سید امیر حسن صاحب نقاد دار برادر دکن نواب حسن الملک بہادر صاحب ہی خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ من صاحب

کی ادنیٰ توجہ سے مرحوم کی قبر عہدہ ہائے پرین سکتی ہے مگر توجہ نہ دیا ہے۔ ۵ یوں تو منہ کیجئے کی موتی کی رحمت سب کو

جب میں جانوں کہ مرے بعد مراد عیال اس کے۔ ۱۲

۱۵ نام اور نریم نشاط خاں کے باپ کی کسی عداوت کی خبر نہ ملے اور نہ لکھی گئی۔ اس کی کراست کہ انشا اللہ

پختہ والاں جس کی بغلی میں دو طرفہ ایک ایک حجرہ ہے۔ دروازے کے سامنے ایک پختہ کنواں ہے۔ احاطے کی دیوار میں سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ اب اس میں کھار لوگ جھوپڑیاں ڈال کر رہتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ عیسیٰ خاں کون تھے وہی تو نہیں جن کا مقبرہ اور مسجد ہمالیوں کے مقبرے کے پاس ہے۔

علی گنج کی تفصیل علی گنج کی بستی کے گرد ایک بڑی عالی شان فصیل بڑے وسیع حلقے کو گھیرے ہوئے ہے۔ فصیل اُسی وضع کی ہے جیسی

کہ شہر دہلی یا روشن چراغ دہلی کی ہے۔ اس میں بڑے بڑے دیوار و دروازا بنے ہوئے ہیں۔ یہ فصیل سنگ خارا کی ہے۔ اونچی اور تین فیٹ کا کنگور اس کے سوا ہر گنگور املاک (۲۰) کی اونچائی ہے۔ فصیل کے اوپر چڑھنے کے درخت زینے اٹھارہ اٹھارہ سیڑھیوں کے ہیں۔ اس شہر پناہ میں تین دروازے ہیں مشرقی جانب کا دروازہ سمار ہو گیا۔ شمال کی طرف کا دروازہ وہ ہے جس پر کتبہ ہے اور اُس کا حال ہم سمجھ آئے ہیں۔ جنوبی دروازہ بھی بہت عالی شان اور اُسی وضع قطع کا ہے جیسا کہ شمالی دروازہ ہے۔ یہ دروازہ بھی بڑا شان دار چوکیوں اور دو منزلہ ہے۔ آگے ایک دروازہ ہے پیچھے دوسرا چمچ میں گنبد اور دو طرفہ بغلی میں دو منزلہ سہ درزی ہے۔ اس کی بلندی ۲۰ اور کنگورہ ۳۰ جملہ ۳۳ ہے۔ چوڑائی ۱۸۔ لمبائی ۱۰۔ اوپر جانے کا دروازہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔

نواب مرزا نجف کا مقبرہ یاران عزیزان بسر خاں بنید از خاک پر سند نشان اثر من
از خاک جہاں جہاں بزمیند حقا کہ نیابند نشان و اثر من
نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے بعد مغلیہ سلطنت

کی بنیاد ایسی بن گئی کہ کوئی انسانی طاقت اُس کو دوبارہ نہ کر سکتی تھی۔ لے دے کے نجف خاں ہی ایک ایسا شخص رہ گیا تھا کہ اُس سے کچھ امید نہ رہتی تھی کہ وہ موجودہ حالت کو کچھ دنوں شتم پشتم چلا لے تو چلا لے لیکن اُس کے مر جانے سے اس امید سوہم کا خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں جو نام کہ نجف خاں نے پیدا کیا وہ عروج کسی کو میسر نہیں ہوا۔ کہنے کو نجف خاں کی وقت کے وقت شہنشاہ شاہ عالم تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا اور اُس کے بعد بھی اُس کے جانشین و وادہ بادشاہ ہوئے لیکن نجف خاں کی اولاد نے باغیوں سے

ساخت باخت کر کے سلطنت کی بنیاد اور بھی کھوکھلی کر دی۔ سٹرکین لکھتے ہیں کہ ملک کے حصے بجزوں اور عہدوں کی نامزدگی اور تقسیم پر جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے سلطنت مغلیہ کے رہے سے لگڑے بھی کچھ کچھ اٹھو مختار سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ نجف خاں ایک بڑا قابل شخص تھا۔ وہ ایرانی الاصل صحیح النسب صفوی خاندان کا سید تھا۔ سٹرکین نے اپنی کتاب مغل امپائر میں لکھا ہے کہ ”سلطنت کے تمام امور وہام اس کے دست قدرت میں تھے جس کو اس کی بیدار مغزی اور صفات حسنہ نے سنبھال لیا۔ چونکہ وزیر سلطنت اودھ میں رہتا تھا اس لیے نجف خاں نیا بٹہ ہام سلطنت انجام دیتا تھا اس کے علاوہ وہ فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ تمام امور مالیہ کے انتظام کا تعلق براہ راست اسی سے تھا اور حسب رواج ملک اسے صوبہ آگرہ اور جاٹوں کے علاقہ جات کا ذرا لگزاری خارج از جمع بھی تفویض تھا۔ اس کے علاوہ ضلع الودھ اور کچھ حصہ بالائی دوا آب کا بھی اس کے سپرد تھا۔“ سٹرکین نے بوالہ وارن ہیننگز گورنر جنرل نجف خاں کی وفات کی تاریخ ۲۶۔ اپریل ۱۸۵۷ء لکھی ہے مگر قبر کے کتبے پر سے ۱۸۵۷ء ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵ الودھ۔ اس ریاست کا رقبہ (۱۴۱۳) مربع میل۔ آبادی (۷۵۱۶۸۸) محاصل (۱۲۶۰۰۰۰)

فرمان روا بہا راجہ سوائی سر جرنل بھادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ سلامی (۱۷) توپ الودھ راجہ چانان کی ایک بڑی بھاری ریاست ہے۔ یہاں تین حصہ ہندو رہتے ہیں اور پاکو مسلمان۔ الودھ کے پہاڑوں میں شکار خوب ملتا ہے۔ سلی سر اور دیو پوتی کی جھیلوں میں پھلیاں اور مرغابیاں افراط سے ہیں۔ جنگل میں ستھیر نیل گاسے۔ ہرن۔ بارہ سنگھا۔ جنگلی سور سب ہی ہیں۔ ریاست میں دو ہزار سوار۔ ساڑھے پانچ ہزار پیدل اور تین سو کی نفری توپ خانے کی ہے۔ یہاں کا راجہ نہایت تہذیب یافتہ اور برٹش گورنمنٹ سے ان کے تعلقات بہت خوش گوار ہیں۔ الودھ کا شہر بھی دیکھنے کے قابل ہے پچاس ہزار کی آبادی ہے۔ شہر کے گرد فصیل اور خندق ہے ایک طرف قدرتی پہاڑ آگیا ہے جس پر قلعہ بنا ہوا ہے۔ ڈاک جنگلہ دیوے اسٹیشن ہے۔ پچاس ہے۔ اسٹیشن کے پاس فتح جنگ (۱۷) کی بڑی عمدہ عمارت ہے۔ یہ اس تقدیم ہے کہ اب الودھ میں فتح جنگ کو دلی جانتا بھی نہیں کہ کون تھے۔ شہر اسٹیشن سے میل بھر ہے۔ بازار میں جو نفیس ہندو مردہ جگتا تھا ہی کا ہر اد ایک عجیب و غریب قدیم مقبرہ فرزند شاہ کے بھائی ترنگ سلطان لاچوریہ پر ہے جو تقریباً ۱۲۰۰ء کا بنا ہوا ہے۔ بنے بلاس کا محل زمانہ حال کی (بقیہ نوٹ برصغیر آئندہ)

صفر جنگ کے مقبرے سے ذرا آگے بڑھ کے قطب روڈ سے بائیں ہاتھ کی طرف
 کچے رستے پر پہلے کر بلا کا احاطہ ملتا ہے اس کے آگے شاہ مرواں کا بہت وسیع فصیل نما
 احاطہ ہے جس کے اندر گاؤں آباد ہے۔ اسے ہی علی گنج بھی کہتے ہیں۔ علی گنج کے جنوبی
 تکملہ نوٹ صفحہ گزشتہ ایک بہت خوش نما اور نفیس عمارت ہے جس میں خوبصورت باغ۔ نفیس دربار
 ہال جس کا پولین سنگ مرمر کا ہے۔ دربار ہال کی چھت پر سے ایک عمدہ نظارہ قلعہ۔ مندروں۔ بچھاؤ سنگ
 کے مقبرے اور سارے شہر کا ہوتا ہے۔ پولین کی دیواروں اور چھت پر بے نظیر رنگین پیکچری کا کام
 ہے۔ اسی کے پاس مہاراج کا رازہ حال کا عالی شان محل ہے۔ کتب خانے میں عجیب عجیب نایاب و نادر شقیہ
 قلمی کتابیں۔ بعض مطلقاً مذہب فرامی قابل دید ہیں۔ قدیم کلام مجید۔ گلستان کا ایک ایسا نادر نسخہ جس کی
 قیمت پانچ لاکھ روپیہ ہے جس کی تصاویر فن مصوری اور نقاشی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ صحن میں دو مقبرے
 سنگ مرمر کے بن جن کی جابیاں بڑی نفیس ہیں اس کے آگے کچھ اور مندر **وشنو** کے ہیں پھر
 بچھاؤ سنگ مرمر کا بنے نظیر مقبرہ ہے جو بہت خوب صورت اور عالی شان عمارت ہے۔ اس مندر کی
 چھت پر کا نظارہ ایسا قابل دید ہے کہ سارے ہندوستان میں اس کا نظیر نہیں۔ سر ایدن آرٹلڈ
 لکھتے ہیں کہ اس نوٹ کا منظر کو دیکھو جس میں چیل ہیل اور درگن اور سوار یوں کی دھکا بیل ہے۔ مقبرے
 کی سنگ مرمر کی نازک اور نفیس جالیاں اس کے جوشمائشیں۔ اطلس کی طرح شفاف مجلاتھقہ۔
 ٹھنڈی صاف سیاٹھتیں۔ جالیوں کے باریک باریک سوراخوں میں سے دھوپ کی شعاع کا
 چھننا۔ دیواروں کا چھلنا اور ان کے فرش پر پڑنے کی بھینی بھینی آواز۔ تار کے درختوں کے چوڑے چوڑے
 پتوں پر سے ہوا کا سرسرا نا کیلے کے درختوں کے ٹرے بڑے بڑے پتے غرض کسی مردہ حکمران کی روح ایسی
 نہ ہوگی جو ایسے صحن پر غور کرے۔ جنگلی مورچوں کی گھنکار۔ اور کالہراں خراں پھرنا اور ناچنا ان کی
 یہی لمبی رنگ برنگ کی جھیلی شاندار دھول کا سنگ مرمر کی دیواروں سے لگے لگے اٹھکاتے ہوئے
 ہیرا۔ ہیروں اور نالیوں میں پانی کا دوڑنا اور لہرانا اور چنچل دم یہ ایک ایسا عجیب و غریب نظر فریب نظارہ
 ہے کہ جس کا بیان قلم سے ادائیں ہو سکتا اور ساقی پیر کا کوئی نقشہ نگار ایسا نہ ہوگا جو اس نظارے کی
 نفاست اور اس کے ہر طرح مکمل ہونے کا معترف نہ ہوگا سلاح خانے میں ایک بے نظیر ذخیرہ تلواروں
 اور انواع و اقسام کے سنہری اور جڑاؤ قبضوں کا ہے۔ اور ہمیشہ صناعی اور دستکاری کے لئے مشہور
 ہے۔ یہاں فولادی کام کو اور خنجر۔ نیچے۔ چاقو بہت عمدہ بنتے ہیں مہاراجہ حال کے جد امجد راجہ بنے سنگ
 معام ہوتا ہے کہ کوئی بڑے بھاری مجرم اور گراں ذیل شخص تھے کیوں کہ ان کا (بقیہ نوٹ برصغیر آئندہ)

دروازے کے باہر ایک گھرے پڑے مگر بہت وسیع پختہ اور فصیل نما احاطے میں چاروں کی چھوڑیوں کے پاس کھیتوں میں یا یوں سمجھئے کہ کر بلا اور شاہ مرداں کے درمیان علی گنج کے مغرب میں موضع مجاہد پور کی حدود میں امیر الامراؤ بخشی ملک فاضل مرزا نجف خاں بہادر کے مقبرے کا عالی شان اور وسیع چوتراہی۔ مقبرے کا نام سن کر لوگ گنبد کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں حالانکہ سرے سے کوئی گنبد ہی نہیں خالی چوتراہی چوترا پختہ اور سنگ بست ۹ مربع اور نو فیٹ بلندی پر جس پر چڑھنے کا (تکملہ نوٹ صفحہ گذشتہ) زرہ ہی زرہ علاوہ دوسرے ہندیاروں کے وزن میں ساڑھے سو پونڈ ہے۔ بسیار زرہ جو اسرات سے جگمگا رہا ہے۔ راجہ صاحب کے خزانے میں صندوق کے صندوق جو اسرات اور اثاثہ فیوٹا کے بھرے پڑے ہیں۔ ایک ہزار ترمیں تراشا ہوا ایک پیالہ ہے اور ایک ایسا ہی پیالہ حل کا ہے بیش قیمت موتیوں کے ہار۔ ایک ہیرا جس کی قیمت لاکھ روپے ہے۔ دیواروں پر ہاتھی گھوڑوں کی شاندار جھوٹیں۔ گہنے۔ اور انواع اقسام کے سامان بیش قیمت اور گرگن ہیاوشاکیں۔ شال و دوشائے۔ غریبات اور خوشبوئیں سب ہی کچھ بھر ہوا ہے۔ **شیشے خانے** میں ایک عجیب و غریب چاندی کی میز ہے جس کی نالیوں میں رنگین بٹوری پھیلیاں تیرتی ہیں۔ ہمارا راجہ صاحب کو گھوڑوں کا بڑا شوق ہے ان کے مصطلب میں بہت نفیس نفیس ہندوستانی نسل اور یورپ کے گھوڑے ہیں۔ اور کار سالہ ہندوستان کے بہترین رانوں میں ہے۔ مصطلب کے آگے ایک مکان میں شکاری چیتے۔ سیہ گوش۔ ہرن جنگلی بارہ سنگھے اور بازہ شکرے۔ بھری۔ ہرتم کے شکاری جانور ہیں۔ قلعہ میں کوئی خاص بات دیکھنے کی نہیں ہے سوائے اس کے کہ پہاڑی پہاڑ فیصلوں کا سلسلہ دوسیل کے قلعہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اور کچھ پرانے زمانے کی بڑی بھاری بھاری تو ہیں ہیں۔ قلعہ کی بڑی بانی بہت شکل ہے۔ اکثر لوگ جھمپان میں سوار ہو کر جاتے ہیں۔ سچ کا وقت قلعہ دیکھنے کے لیے بہت اچھا ہے کہ اُس کی بلندی پر سے سارا شہر اور گرد و نواح کا بڑا عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ شہر کے بازاروں میں بڑی بھیر بھاڑ رہتی ہے۔ یہاں کے لوگ تدار اور ارشان دار ہیں۔ ایک جگہ چوک میں ایک چوٹی سی نیچری ہے شیر وغیرہ درندے اور انواع و اقسام کے چھوٹے بڑے جانور ہیں۔ اس سے تھوڑی دور آگے چل کر ہمارا راجہ کی سواری کی وہ شہور گاڑی ہے جس میں ہمارا راجہ صاحب دسہرے میں برآمد ہوتے ہیں اور جسے چار ہاتھی مٹھتے ہیں۔ یہ گاڑی دوسری اور بڑی بھاری ہے جس میں پچاس آدمی بیٹھتے ہیں۔ اور سے آٹھ میل پر سلیسہ کی خوب صورت جھیل ہے جہاں ہمارا راجہ صاحب کا ایک خوشنما محل ہے اور جھیل میں ایک دغانی کشتی بھی پڑی رہتی ہے۔ جھیل قدرتی نہیں ہے مصنوعی ہے جو ایک میل لمبی ہے جس کے گوبرے بھرے پہاڑ بڑا لطیف دیتے ہیں۔ شہر میں اسی جھیل سے پانی آتا ہے اور اس سے زراعت بھی ہوتی ہے۔

دو طرفہ دس دس سیرھیوں کا سنگین زمینہ پر قطب روڈ کے چھٹے میل چوتھے فرلانگ کے محاذی بائیں ہاتھ کی طرف سڑک سے کوئی ایک گولی کے فاصل سے یہ مقبرہ ہے۔ جس کے چوترے کارو کا سنگ سرخ کا ہے۔ چاروں طرف پتھر کی سلیں کھڑی کر دی ہیں۔ چوترے کی بالائی سطح پر دو گچ کے چوترے بنے ہوئے ہیں جن میں کا ایک ۲۲ مربع اور ۳۱ اونچا ہے اور (۱) اونچی سنڈیر ملائیں تو ۳۰۔ ۱ کا ارتفاع ہو جائے گا دوسرا چوترا پہلے سے ملا ہوا ۲۲ مربع اور ۲۶ اونچا ہے۔ چوترے کے چاروں کونوں پر ایک ایک ہشت پہل برجی ہے جس کے جوف میں ۸ قطر کی کوٹھری ہے۔

یہ بھی ایک عمدہ طریقہ مقبرہ بنانے کا تھا۔ زمین کے اوپر گنبد رہنے سے اس کے صدقات ارضی و سماوی سے گرجانے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے اوپر ایک کھلا چوترا بنا کر وہ ساری عمارت چوادر پر بناتے ہیں اندر تہ خانے میں بنالیتے ہیں۔ اسی قسم کا یہ مقبرہ بھی ہے۔ اس میں یہ بھی عمدگی ہے کہ جب چاہیں اوپر گنبد کھڑا کر لیں اور دیوں بڑے بڑے گنبدوں میں بھی گو تو یزید قبر کا اوپر رہتا ہے مگر اصلی قبر تہ خانے ہی میں رہتی ہے۔ اس مقبرے کا ایک وسیع اور پختہ احاطہ ہے جس کا بہت بڑا حصہ اب منہدم ہو گیا اب صرف ایک دروازہ اور اسی کے پاس کی دیوار احاطے کی باقی رہ گئی ہے۔ یہ دروازہ مقبرے سے مشرق میں ہے۔ دروازہ کنگورے دار ہے جس کی بلندی ۲۴ ہے اور کنگورہ ملا کر ۲۴-۲۔ دروازے کی محراب کی اونچائی ۱۴ اور چوڑائی ۱۲ ہے۔ دروازے پر چڑھنے کی (۲۵) سیرھیاں ہیں احاطے کی دیوار کا ارتفاع ۳۴ ہے۔ اب بھی اس احاطے کا نشان دور دور تک نظر آتا ہے اور شمال کی طرف کچھ ڈھیم پتھر اور چوٹے کے پڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھر بھی کوئی دروازہ اور اس کے ساتھ کوئی عمارت مثل نثار خانہ یا سہ درے کے تھی وہ سب معدوم ہو گئی۔

اب اس چوترے کے نیچے تہ خانے میں چلیے جس کا دروازہ ۱۴ اونچا ہے چوڑا مشرق کی طرف ہے۔ حصے مال میں پٹ چڑھا دئے ہیں۔ یہ دروازہ تہرا ہی ایک کے اندر ایک محراب ہے اور اس تمام عرض میں ایک لداوی لمبوتری دیوڑھی بن گئی ہے۔ اندر سے مقبرہ ہشت پہلو ہے جس کا قطر ۱۲ اور چھت کی بلندی ۱۴ ہے۔ تہ خانے کے اندر جنوب مغرب میں روٹنی کے لئے جا بیاں لگی ہوئی ہیں اور کافی روٹنی ہے مشرق میں دروازہ شمال کی طرف

بنہ وسط ہی میں نواب نجف خاں اور ان کی صاحب زادی فاطمہ بیگم کی قبریں ایک ہی چوترے پر برابر رہیں۔ گویا باپ بیٹی دونوں ایک جگہ تاقیامت سورہے ہیں۔ یہ چوترا نہایت شفاف اور چمکنے والے سنگ مرمر کا ہے۔ بلندی آٹھ فٹ ہے۔ دونوں قبریں ۲۴ × ۲۴ فٹ سنگ مرمر کی ہیں۔ اونچا تو یہ نہیں ہے بلکہ صرف سول فٹ ہے۔ جس پر نہایت خوش خط کتبہ بخط نستعلیق ہے۔ جن میں سنگ مرمر کی طرف سے لکھا ہے جو بالکل سیاہی بھری ہوئی معلوم دیتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج لکھا گیا ہے۔ خط ایسا نفیس ہے کہ وہ جو کہتے ہیں کہ آنکھیں روشن ہو جائیں تو واقعی یہ خط ایسا ہی ہے کہ تہ خالے کے اندر بھی چمکتا ہے۔

ہوالحی الذی لا یموت

نجف خاں کی قبر کا کتبہ

کوہم حادثات لسا زد خطا ہدف
لنسل سیادت عفو راز و شرف
پاکیزہ چوہر دو گہر در نہ صد ف
کشور کشاے ہند بتائید لا تحف
سلطان لا قماش ستوے سے خلف
باجد خویش کاشف اسرار لو کشف
تایخ سال راقم "ایں تربت نجف"
۱۱۹۶ھ

ایں چیخ کج نہاد کمال پشت برہام
دوبر نشانہ اشرف سادات را کہ بود
شالیستہ سیوہ شجر باغ ہشت و چار
بخشی الملوک امیر نجف خان شیر دل
آن آجی کہ دست چو بردی بذال فقر
بادا طلیس بدور سل ختم مرسلین
ز و ملک و حی تو ام عالی بخاک ادا

۱۔ ایک مادہ تاریخ اور بھی ہے۔ "ایں قدم گاہ شہ مرداں نجف آباد کرد" ۱۱۹۶ھ

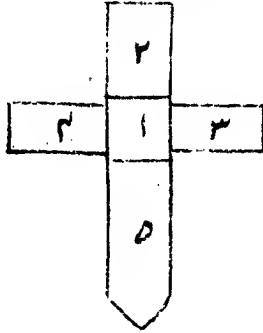
ہوالحی الذی لا یموت

نجف خاں کی بیٹی کی قبر کا کتبہ

فرشتہ خوی نگویا نوی نجستہ نہاد
بروح فاطمہ زہر حقش بیا مرزا د
تقدیر دوالہ نام ائمہ امجد
بجائ منزل پاکاں خداش جائیداد
علی وفاطمہ روز جزا شفیعش باد
۱۲۳۶ھ

فخاں کہ رفت ازین خاکدان غم بنیاد
نہے محبہ ہمنام بنت پیغمبر
بدل فدائے دلا سے علی عالی قدر
کہ بود بنت نجف خان سیر بخشی سپہ
شہیدم آدمیاں گشت مصرع تاریخ

پنج میں باپ بیٹی کی قبر ہے۔ اس طرح کے کمرے لداؤ کے تین طرف ہیں ان میں بھی
دور اور لوگوں کی قبریں ہیں جو اب بخف خاں کے لواحقین ہوں گے۔



(۱) باپ بیٹی کی قبریں۔ (۲-۳-۴)۔ دوسری قبریں۔ (۵) داخلی اور دائرہ۔
میں نے شاہ مرداں اور کربلا میں دیکھا کہ امامیہ لوگ مثل سنیوں کے قبر کا تعویذ اوچھا
نہیں رکھتے بلکہ زیادہ تر قبر کو سطح زمین کے برابر رکھتے ہیں اور بجائے ابھرے ہوئے تعویذ
کے صرف ایک سیل یا ٹڈیٹے ہیں۔ ممکن ہے کہ اہل تشیع کے ہاں قبر کا اونچا رکھنا شرعاً ممنوع ہو۔
بخف خاں کے انتقال کے پچیس برس کے اندر ہی اندر مصلیٰ سلطنت انگریزی راج ہو گیا اور
سلطین مغلیہ کا ٹما آہوا چارخ قتل ہو گیا۔ دربار سے سینہ صیحا کی بوٹ اور غمراہیسیوں
کی مداخلت کی متقاومت جنرل لیک کوکرنی پری اور انگریزوں نے شاہ عالم ثانی تلخ دار
مغلیہ کو سرکار انگریزی کا نشین خوار بنا دیا۔

جنرل لیک کی فتح کے تیرہ دن بعد یعنی ۲۸ ستمبر ۱۷۳۹ء کو جنرل اختر لونی کا مالی اور فوجی
عمل دخل دہلی میں ہو گیا۔ جب سے صرف تین قابل ذکر واقعات پیش آئے۔ شاہ عالم بادشاہ
نے ۱۷۳۹ء میں انتقال اور قطب صاحب میں دفن ہوئے۔ ۱۷۴۰ء میں ان کے پوتے
ہزار جہانگیر دنیا سے رخصت ہوئے اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں رکھے گئے۔
۱۷۴۱ء میں شاہ عالم کے بیٹے معین الدین اکبر شاہ ثانی نے رحلت کی اور قطب
صاحب میں اپنے باپ کے پہلو میں آسودہ ہوئے۔ ابو منظر محمد سراج الدین بہادر شاہ
۱۷۴۳ء میں برائے نام تخت پر بیٹھا دئے گئے اور یہی سلطنت مغلیہ کے آخری تلخ دار
تھے ان کی برائے نام سلطنت کا خاتمہ بھی غدر ۱۷۵۷ء میں ہو گیا اور آپ کو رنگون
جلاد میں کیا گیا جہاں آپ نے کڑھ کر ۲۷ ستمبر ۱۷۵۷ء میں دنیوی آرام سے چھوٹ کر ابدی نجات

پائی۔ قطب صاحب میں بہادر شاہ کے لیے جو سردار بہ ان کے جدا مجد اور والد کے بیچ میں رکھا گیا تھا لیکن مشیت ایزدی اور ہی کچھ تھی اور ان کی مٹی رنگوں کی تھی اب تک خالی پڑا اور پڑا رہے گا۔

جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے
بھڑکنہاں چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے

سلطان مبارک شاہ ثانی نے (۱۲۳۱ء - ۱۲۴۱ء) جہان کے کنارے
۷ ربیع الاول ۸۳۷ھ میں ایک شہر کی بنیاد لی اور اس کا نام
مبارک آباد رکھا اور اس کی طرح اندازی اور تعمیر میں اپنا بہت

شہر مبارک آباد
۸۳۷ھ
۶۱۸

وقت صرف کیا۔ تبرہند میں کچھ عرصہ رہ کر بادشاہ مع الخیر و العافیت مبارک آباد کو واپس
آیا۔ ہندوستان کی طرف روانگی کے وقت بادشاہ کے ساتھ بڑا لاڈل شکر تھارستے میں
چند دن چوتڑہ سہ گاہ میں قیام کر کے شہر کی تعمیر کو ملا حظہ کرنے کے لیے بادشاہ
مبارک آباد میں داخل ہوا (از تاریخ مبارک شاہی)۔ بادشاہ کے ہندو وزیر و ملوک
نے سازش کر کے اپنے علاقے کے ایک ہندو شخص سے بادشاہ کو ۱۰ رمضان ۸۳۷ھ
میں قتل کر ڈالا۔ یہ نیا شہر جہان کے کنارے اور غالباً خضر آباد ہی کے پاس تھا۔ لیکن بادشاہ
کی لاش مبارک پور کوٹے میں لا کر دفن کی گئی۔ اس لیے ہم اب مبارک پور کے مقبروں
کا حال سمجھتے ہیں جن کا نام عوام کی زبان پر مبارک پور کوٹہ چڑھا ہوا ہے۔

قطب روڈ کے چھٹے میل کے پانچویں اور چھٹے فرلانگ کے بیچ میں بائیں طرف ایک بورڈ
لگا ہوا ہے۔

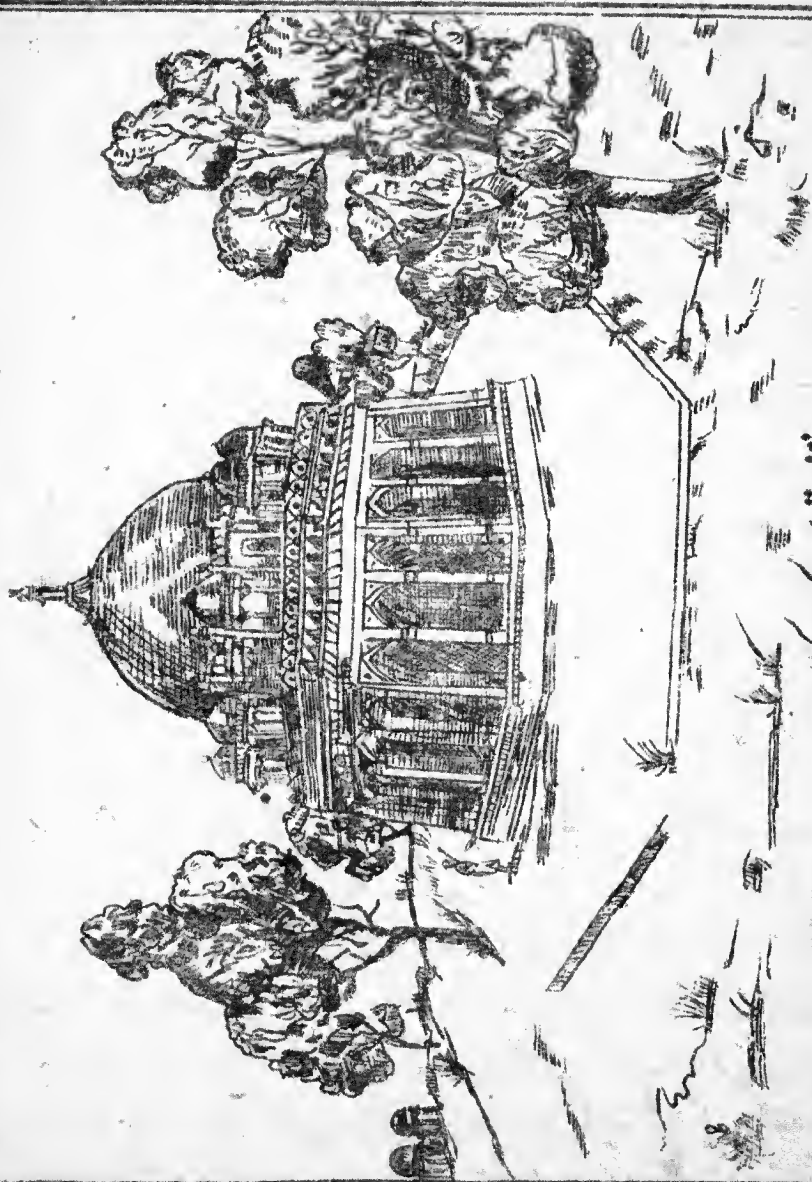
”الیشور پانڑی وکس رائے سینا۔ پنڈت امر ناتھ بھاسکر۔ بی۔ اس سی۔ سی۔ ای۔
کلاسکوا، اس کے آگے کا بیچ ساری کا کارخانہ ہے۔ یہ زمین موضع بی بی پور غیر آباد
کی ہے یہاں صرف چند جھوٹیاں رہ گئی ہیں وہ بھی خالی اور ایک بہت بڑا حصہ انیتوں کا ہے۔
یہیں سے تمام اینٹیں نئی دہلی کی عمارتوں کے لیے سپلائی کی جاتی ہیں۔ اس سے آگے
بڑھ کر مبارک پور کوٹے کی بستی ہے۔ چونکہ یہ آبادی محصور ہے اس واسطے کوٹے
کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو اس بستی کی حیثیت ایک معمولی گاؤں کی رہ گئی ہے مگر اس کی
شان و ارفع علی شان دروازے بڑی بھاری مسجد اور متعدد نہایت عظیم الشان گنبدوں

سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی بڑا مقام رہا ہو گا۔ اب ہم یہاں کی عمارت کا حال بیان کرتے ہیں:-

سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ بادشاہ کے قتل کیے جانے کے بعد اس کی نعش مبارک پور کوٹے میں لائی گئی جو صفر جنگ کے مقبرے کے پاس

اور شہر دہلی سے کوئی ۱۵ میل کے فاصلے پر ہے اور یہیں اس مقبرے میں دفن کیا گیا جو مبارک شاہ کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقبرہ ایک وسیع صحن کے درمیان واقع ہے جس کے اطراف فصیل کی شکل کا احاطہ ہے۔ ساخت اس مقبرے کی ایسی معلوم دیتی ہے جیسے شیر شاہ اور اسلام شاہ کے وقت کی عمارت ہوتی تھیں اور بعینہ اسی وضع قطع کا ایک اور مقبرہ عیسیٰ خاں کا ہمایوں کے مقبرے کے پاس ہے۔ سرسید کے خیال میں یہ عمارت اتنی مدت کی بنی ہوئی نہیں معلوم دیتی بہر حال عام شہرت ہے کہ یہ مقبرہ مبارک شاہ کا ہے اور اسی کے نام سے یہ گاہل مبارک پور کوٹلا مشہور ہے۔ یہ عمارت نہایت خوش قطع سنگ خارا سے بنی ہوئی ہے لیکن سنگ خارا اس خوب صورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتا ہے قطع اس کی نہایت خوب ہے اور گرد اس کے بہت خوش قطع شکن غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ ستون اور پٹاؤں بھورے پتھر کا ہے۔ ستونان بجز سرے کے لمبوترے ہیں۔ فصیل کے دروازے کے قریب ایک پتلا ٹیکہ گرم کر کے بٹھلائی ہوئی رنگین اینٹوں کا ہے جس کے نیچے سنگ مرمر کی تختی پر دو خوب کھلے ہوئے کنول کے پھول ہیں۔ اس دروازے سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر گنبد کی عمارت ہے جو شمن شکل کی بڑی بھاری عمارت سنگ خارا کی ہے جو ایک بلند چوترے پر کھڑی ہے جس کی سات سیڑھیاں رپٹ نما جنوب کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ مقبرے کے اطراف غلام گردش میں چوبیس ستون چوترے کی زہ پراستادہ ہیں۔ یہ ستون خاص وضع کے قابل دید ہیں جو لمبوترے ہیں اور اس طرح تراشے گئے ہیں کہ دو ستون جدا جدا ہیں مگر ایک باریک ٹیکے سے جڑے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اس ہشت پہل عمارت کے ہر بیرونی ستون کو ایک سنگین پشتیان دے کر مضبوط کر دیا گیا ہے جس سے ایک نئی شان اور پائیداری ظاہر ہوتی ہے۔ گنبد ایک پست استوانے پر استادہ ہے جس کے بالائی حصے میں سولہ نگین

نقشه مقبره مبارک پور کوثر



گنبد کی چھت میں ایک ہشت پہل شکل کا روشن فان ہے۔ گنبد کے کونوں پر آٹھ برجیاں پست فیل پالیوں پر استادہ ہیں۔ اس مقبرے کا ایک ہی دروازہ جنوب رخ پر ہے جو اسی وضع قطع کا ہے جیسا کہ احاطہ کا دروازہ ہے۔ دروازے کی چوڑھٹ اور محراب کی گولائی کے درمیان پتھر کی ایک جالی لگی ہوئی ہے۔ دوسرے چھ دروں میں سوائے اُس در کے جو بجانب مغرب جنوبی دروازے کے جواب میں ہے۔ سب میں پتھر کی جالیاں نصب ہیں جن کی لمبائی میں دو دو تیلی تیلی پتھر کی کڑیاں ڈال دی ہیں۔ مغرب کی طرف جالی کی تراش نہایت نازک اور خوب صورت ہے۔ جس کے پیچھے بھی نقش و نگار ہیں ان دروازوں کے اوپر چار محراب دار کھڑکیاں ہیں جن کے اوپر سے گنبد کا ارتفاع شروع ہوتا ہے۔ گنبد کا قطر بہت کافی ہے جس میں رنگین کھڑی پٹیاں ہیں جو نیچے سے اوپر جا کر ایک رنگین دائرے میں جا ملتی ہیں۔ گنبد کے وسط میں قبری پتھر کی ہیں لیکن چون کہ سابق میں ایک عرصے تک یہ گنبد بطور رہائشی مکان کے استعمال میں رہا ہے اس وجہ سے باد جو دیکہ ساری قبریں سنگ مرمر کی تھیں مگر سب کی آب و تاب جا کر ایسا میللا ہو گیا ہے کہ اب اسے سنگ مرمر شناخت کرنا بھی مشکل ہے۔ یہ مقبرہ مبارک شاہے منسوب ہے اور قرائن بھی اسی کے مقتضی ہیں۔ گنبد کی تراش خراش۔ چینی کی اینٹیں۔ دروازوں کے نقش و نگار۔ یہ سب پندرہویں صدی کے طرز کے ہیں۔ گنبد کی وسیع عمارت۔ اُس کی خیر لگت اُس کا وسیع اور شان دار احاطہ یعنی فصیل اور پھر مسی خصوصاً اُس زمانہ میں جب کہ دہلی کی حالت بالکل خراب پست تھی ایسی عمارت کا بنا کر کھڑا کر دینا سوائے بادشاہ وقت کے کسی ایسے خیلے امیر کے بل بوتے کی بات نہ تھی۔ اس لیے کوئی وجہ شک کی نہیں ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ یہ مقبرہ ہو نہ ہو خاندان سادات کے دوسرے بادشاہ یعنی مبارک شاہ دہلی ہی کا ہے۔ پہلے شاید ایسا نہ ہو اب تو اس مقبرے کو بالکل مکانات نے چاروں طرف سے دیا لیا ہے اور وسط آبادی میں آگیا ہے سستی کے لوگ اسے لودھی خاں پٹھان کا مقبرہ کہتے ہیں یہ مقبرہ دشمن ہے جس کا ہر بڑا صلح ۱۸۰۳ء ہے۔ ہر طرف تین تین درجہ ۲۴ درجہ میں۔ گرد ۳۰ عریض بن گھڑے پتھروں کا فرش ہے۔ ایک پر ایک تین چوتھے ہیں پہلا ایک پتھر دوسرا ۲-۳-۴ تیسرا ۱-۲-۳۔ گیلری کی چوڑائی ۲-۳۔ دروں کی چوڑائی ۲-۳۔ گیلری کی چوڑائی ۲-۳۔

کے اندر بن گھرے پتھروں کا فرش ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب سائے مقبرے میں عمدہ گھڑا ہوا صاف اور نفیس پتھر لگا یا گیا ہے۔ تو فرش میں اس کا خیال کیوں نہ رکھا گیا۔ مقبرہ کا دروازہ ایک ہی ہے جو جنوب کی طرف ہے جس کی بلندی ۸ اور چوڑائی ۴ ہے۔ اندر سے قطر نشہ ہے۔ اندر چھہ جالیاں سنگ خارا کی ہیں مغرب کی طرف کا در بند ہے۔ چھت میں چار روشن دان ہیں (۱) پر ۱۲، طاق دیوار دوز میں۔ قبروں کا موجودہ نقشہ یہ ہے:-



(۱) بائیں طرف سے پہلی لیں۔ یہ تینوں قبریں بڑی اور اونچی

سنگ مرمر کی ہیں۔ نمبر (۱) کی مردانی قبر کے سر اسنے اینٹوں کا

بجھڑا سا چراغ دان بعد میں بنا دیا ہے۔ اوپر کلمہ دو طرف اللہ اللہ۔

(۲) زنانی۔ کلمہ اور دو طرف اللہ اللہ اس کے گرد شہد اللہ اٹھ لالہ الاھو تا وہو العزیز الحکیم (۳) زنانی۔ کلمہ اور اللہ اللہ۔

(۴) دوسری لیں بائیں طرف۔ (۱) خام۔ (۲) مرمر زنانی کلمہ اللہ اللہ۔

(۳) مرمر مردانی کلمہ اور اللہ اللہ (۴) مرمر مردانی کتبہ ندارد۔

(۵) خام صرف ایک طرف کا پتھر رہ گیا ہے۔

گنبد کی ہر محراب پر دو طرفہ طغریں لکھے وغیرہ اور یافتح جا بجا لکھا ہے۔ گنبد کی چھت کے ایک بنڈ میں اسائے حسنی ہیں۔ باوجود روشن دانوں کے بھی گنبد کے اندر اندھیرا ہے اور گنبد کی چھت پر کا کتبہ صاف نظر نہیں آتا۔ اور بوجہ بلندی کے پڑھانہیں جاتا اور یہی حال محراب کے دو طرفہ طغروں کا ہے۔

پیش طاق۔ جو مغرب میں ہے اس کی پہلی لیں میں اللہ اللہ (۲) شہد اللہ اللہ

لا الہ الاھو تا وہو العزیز الحکیم۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (۳) آیت الکرسی۔ (۴) اللہ

ار شہد ان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ صلاۃ اللہ علیہ وسلم (۵) اللہ

(۶) کلمہ گنبد کے اوپر پشت درسی آٹھ برجیاں سنگ خارا کی ہیں جن کا قطر ۴ ہے۔ گنبد

کے گرد چوڑا اور بھاری چھجے پر گنبد کے اوپر چوڑی برجی بھی ہے جس پر کس ہے۔ کس

ٹوٹ کر نیچے کا ہتھوارہ گیا ہے۔ مغرب کی طرف (۲) سیڑھیوں کا چکر دار زینہ ہے۔

کل بلندی مقبرے کی چھت تک ۴ ہے۔ بستی چاروں جانب سے کنگورے دار

فصل سے محصور ہے اور چار طرف چار عالی شان دروازے سنگ خارا کے ہیں۔

تین برجیاں اور باغیچہ | جنوبی دروازے کے بالکل پاس ایک مشہور دری

اور ہیں اور یہیں ایک باغیچہ احاطہ ہے۔ آگے والی کنجی اور پھلی چونکہ سستہ ہر
مشہور کہلاتی ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ یہ کن کی ہیں۔

مسجد | مبارک شاہ کے مقبرے سے تھوڑی ہی تفصیل کے اندر جنوب

مغرب کی طرف تین گنبدوں اور پانچ دروں کی ایک مسجد دہرے

دالانوں کی اسی زمانے کی تمام تر سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے جس کے بھورے پتھر

کے چوبیس ستون ہیں اور بیچ میں بھی ستونوں کی ایک قطار ہے۔ بیچ کا گنبد بڑا اور دھڑ

اُدھر کے چھوٹے۔ اندر دونوں دالانوں کی چھت میں پانچ پانچ گنبد جملہ دس گنبد

ہیں۔ لوگوں نے بکا بکا کر بالکل کالا کر دیا ہے۔ مسجد کے دونوں دالان 25×44 ہیں۔

منبر باقی نہیں رہا۔ فرش اکھر گیا خالی زمین رہ گئی۔ پانچوں درساڑھے گیارہ گیارہ

فیٹ چوڑے ہیں۔ دروازے سنگ خارا کی کڑیوں کے ہیں در کا پتھر لہو اور چٹا

اور بیٹھک ایک اونچی ہے۔ در سوافٹ مربع ہیں۔ صحن 25×44 جس میں سلین بھی ہوئی

ہیں۔ زینہ (۲۱) سیڑھیوں کا جنوب میں ہے۔ بلندی مسجد کی چھت تک 25 ہے۔ دروں کے
روکار پر دو طرفہ کلمہ طیبہ کا طغری ہے۔ سامنے چوڑا اور بھاری چھت ہے۔ مبارک شاہ
کے مقبرہ کی طرح یہ عمارت بھی بہت مضبوط بنی ہے پتھر کے سوا اینٹ کا نام نہیں۔
جس طرح مقبرہ مکاؤں سے گھر گیا ہے یہ مسجد بھی مکاؤں کے شکنجے میں کس گئی تھی کہ صحن کا
ایک حصہ بھی داب لیا ہے۔ اس وقت بھی اس مسجد میں سولشی باندھے جاتے ہیں۔ اس مسجد
کو ناک چند بقال نے اپنی ملک سمجھ لیا ہے کیوں کہ اُس کا مکان یہیں ہے اور اُس نے
ایک دروازہ لگا کر مسجد کو بند کر رکھا ہے۔ نیچے کے مکان کی ڈیوڑھی میں سے جسے دیہاتی
بروٹھا کہتے ہیں گزر کر مسجد میں جانا ہوتا ہے۔ بستی میں سلمان بالکل کم اور ہندو زیادہ
ہیں سلمان جو ہیں وہ مفلس اُن کو پیٹ کے آگے مسجد کی کیا پڑی نہ عرض
مسجد کی حالت افسوس ناک ہے اور زیادہ افسوس اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مسجد بالکل
درست حالت میں ہے کہیں سے ذرا بھی نہیں کھلی گو کہ اسے بنے ہوئے (174)
برس ہو گئے۔

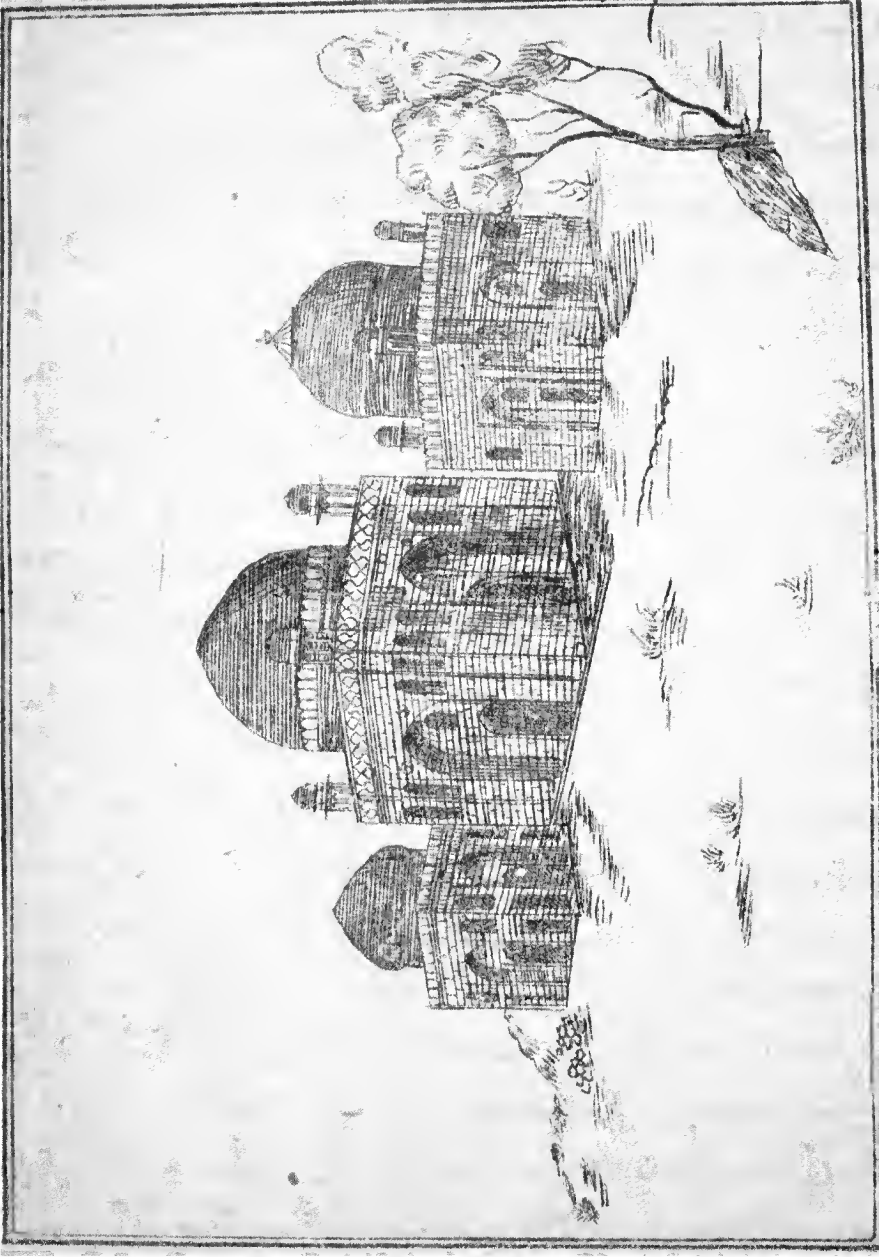
تہ
۹۰
۶۱۴۹۴

سبارک پور کوٹے کی بستی سے نکلتے ہی بجانب مغرب کئی گنبد پہاڑ
کے پہاڑ کھڑے ہیں جنہیں سرسید نے تبرجہ لکھا ہے لیکن دراصل
دو برجہ ہی تھے گنبد تو ان دو برجوں سے بہت دور ہے۔ البتہ دونوں

گنبد جو چھوٹے خاں اور بڑے خاں کے کہلاتے ہیں پاس پاس ہیں اور
دونوں میں درمیان کا فصل ہے ہاں تیسرا جو کالے خاں کا گنبد کہلاتا ہے وہ ان سے الگ
ہے اور اس لین میں نہیں ہے گاؤں والے اب تو چھوٹا گنبد بڑا گنبد اور کالا گنبد کہتے ہیں
نام سے کسی کے منسوب نہیں کرتے سرسید نے لکھا ہے کہ عام طور پر لوگ ان گنبدوں
کو متذکرہ بالا اشخاص کے بیان کرتے ہیں جس کے سواے زبانی روایات کے اور کوئی
سند نہیں اور سند ہو بھی کیا سکتی ہے اس زمانے میں بانی گنبد کے نام کا کتبہ لگانے کا
رواج ہی نہ تھا۔ حالانکہ سارے گنبد قرآنی آیات سے لیے پڑے ہیں اور اس کثرت
سے چھوٹے گنبد میں کلام اللہ منقوش ہے کہ میں نے تو سواے خیر پور کی مسجد کے اور کہیں
دیکھا نہیں مگر نام کا کتبہ نہ کہیں گنبد پر ہے نہ کسی قبر پر سرسید لکھتے ہیں کہ یہ گنبد عجائبات
لودھیوں کے عہد کے بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں اور اس سبب سے قیاس کیا جاتا ہے
کہ ۱۱۴۹ھ میں سکندر لودھی کے عہد میں بنے ہوں گے۔ درمیانی برج ادھر ادھر کے
برجوں سے دو چند اونچا ہے۔ یہ تینوں گنبد مریج ہیں جن کے سکڑے ہوئے گردے لودھیوں
کا طرز خاص ہے۔ دروازوں سے دو فیٹ اوپر دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی رکھی گئی
ہے۔ کالا گنبد تو غیر معمولی ہے مگر چھوٹا اور بڑا یہ دونوں گنبد معمولی لوگوں کے نہیں۔ یقیناً یہ
لوگ لودھیوں کے زمانے کے کوئی بڑے امیر کبیر رہے ہوں گے جب تو بادشاہوں
کے جوڑے گنبد بنوائے ورنہ ایسے دیسے امیر کے بل بوتے کا یہ کام نہیں۔

کالا گنبد | کالانام اس وجہ سے پڑا ہے کہ باہر سے امتداد زمانے کی وجہ سے بالکل
کالا ہو گیا یا یہ کہ کالے خاں کا ہو۔ لیکن آج نہ کوئی کالے خاں کو

جانتا ہے نہ بڑے خاں کو نہ چھوٹے خاں کو۔ اس گنبد کے چار بڑے دروازے ۱۶۵
ہیں اور ہر بڑے دروازے کی بلندی میں ایک ایک چھوٹا دروازہ بھی ہے ۱۶۵
گنبد اندر سے ۱۶۵ مریج ہے۔ اور باہر سے ۱۶۵ بیچ میں دو قبریں بچتے ہیں مگر بے
مرمت۔ مغرب جانب کی دیوار دو زحراب پر کلمہ اور بسم اللہ اور ہر دروازے کی



محراب پر کلمے کے طغرے ہیں۔ کرسی ۳-۳ بلند۔

گھانس والی گزری | جوں کہ اس میں گھانس بھری رستی ہے لہذا یہی نام پڑ گیا۔

مذکورہ بالا گنبد سے (۲۸) قدم کے فاصل سے ہے۔ محراب
مربع اندر سے باہر سے ۲-۲ تین دروازے ۸x۴ مغرب کی طرف بند۔ گنبد کی چوٹی
پر آیت الکرسی اور دروازوں پر طغرے الملک للہ کے۔ کرسی چھ فیٹ۔

بچھوٹا گنبد | یا بچھوٹے خال کا گنبد۔ اب نہ بڑے رہے نہ چھوٹے
موت کے زبردست ہاتھوں نے سب کو خاک میں ملا دیا۔

باہر سے (۳۳) مربع یا کل سنگ خارا کا۔ اس پر کثرت سے چینی کا کام تھا جس کی لمبی لمبی
عمودی پٹیاں اب بھی باقی ہیں۔ تین طرف دروازے مغرب کی طرف بند۔ دروازوں
کی ودیوں جانب برجیاں ہیں۔ کرسی ۲-۲۔ محرابوں کے رد کار پر نیلی انیل کی ٹیلا ہیں۔
اندر سے قطر (۲۶) فرش ندارد۔ اندر ایک قبر کا کچا ڈھیر گنبد کے اوپر (۱۶) طاق۔ چوڑا
مقبرے کا پہلے تھا اور اس پر قبریں بھی تھیں وہ دھنکیں گڑھے باقی رہ گئے۔ ڈوم
کے اندر فنجی اور رنگ کا کام ہے۔ گنبد کی چند یا پر آیت الکرسی منقوش ہے (۲۴) سیڑھیاں
کازیمہ مشرق کی طرف۔ تین طرف بہشت پہل برجیاں چھ فیٹ قطر کی صرف جنوب
کے طرف کی برجی گر گئی ہے۔ چاروں طرف کے رد کار پر اوپر سے نیچے تک چھوٹے
چھوٹے طاق محض خوب صورتی کے لیے بنائے ہیں۔ بلندی گنبد کی چھت تک
(۲۹)۔ محرابوں میں ہر طرف سنگ سرنج کی جالیاں تھیں جو سب ندارد ہیں صرف
شمال کی طرف ایک جالی کا کچھ حصہ باقی بچ رہا جو بھی چند روزہ مہمان ہے۔

مقبرے کے باہر وار کتبے | بجانب شمال۔ (۱) بِسْمِ اللّٰهِ تَكْمِلُ اَدُوْهُ
وَفُلْفَةٌ تَاخْتُمُ سُوْرَةُ الْمَلٰٓئِکَ -

(۲) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳) نَفْسٌ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا (۴) اِیْرَہ سورہ کہف (۵)
(۶) هُمَا اللّٰہُ الَّذِیْ کَا اِلٰہَ الْاَھْمٰی عَالَمُ الْغَیْبِ وَ اَشْھَادُہٗ تَاخِرُ سورہ پارہ (۲۸) سورہ ہشتاد
(۷) لَیْسَ لَہٗ دُوْعًا مَّا اُزْرِ اَبَاؤُھُمْ فِیْہُمْ عٰنِلُوْنَ (۸) پارہ ۲۲ سورہ یس ۸۸ ع وَ لَقَدْ
رَیْتُمَا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحٍ دِیَارَہ ۲۹ - س ملک - (ع) - آیت الکرسی -
جانب مغرب۔ (۱) بِسْمِ اللّٰہ - سورہ قدر - اِلٰہُ الْاَلٰہِ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ (۲) اِیْرَہ

جانب مشرق۔ (۱) بسم اللہ۔۔۔۔۔ یومن وکسبکم علیہ۔۔۔۔۔ (۲) سورۃ جمعہ کامل۔
جانب جنوب (۱) بسم اللہ۔۔۔۔۔ لیثف کل آفات النبی۔۔۔۔۔ قال النبی
علیہ الصلوٰۃ۔۔۔۔۔ فالتقاوا۔۔۔۔۔ باللہ یاغفور۔ (۲) سورۃ (۳) آیۃ الکرسی۔
گنبد کے اندر کے کتبے | جانب مغرب (۱) وکسبکم علیہ۔۔۔۔۔ (۲) سورۃ (۳) آیۃ الکرسی۔

س الانعام (۲) لقد صدق اللہ رسولہ المرؤۃ بالحق تاختم سورہ پارہ (۲) سورۃ فتح (۳)
گوشہ جنوب مغرب۔ بسم اللہ۔ امی الرسول نبی انزل الیکہ من ربہ تاختم سورۃ البقرہ (۳)
جانب جنوب (۱) ان اللہ ینزل علی الرسل ما یشاء من اللہ فیکون فی اللہ فی اللہ (۲) سورہ (۳)
گوشہ جنوب مشرق۔ (۱) ولقد خلقنا الانسان ما نوسون بہ نفسہ پارہ (۲) سورۃ (۳) سورۃ
(۲) ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین تاو کلمتی ذہاب بہ لقل رن۔ پارہ (۳) سورۃ
(۳) سورۃ (۴) سورۃ (۵) سورۃ (۶) سورۃ (۷) سورۃ (۸) سورۃ (۹) سورۃ (۱۰) سورۃ (۱۱) سورۃ (۱۲) سورۃ
یحب المتطہرین۔ پارہ (۱) سورۃ (۲) سورۃ (۳) سورۃ (۴) سورۃ (۵) سورۃ (۶) سورۃ (۷) سورۃ (۸) سورۃ (۹) سورۃ (۱۰) سورۃ (۱۱) سورۃ (۱۲) سورۃ
جانب شمال (۱) سورۃ (۲) سورۃ (۳) سورۃ (۴) سورۃ (۵) سورۃ (۶) سورۃ (۷) سورۃ (۸) سورۃ (۹) سورۃ (۱۰) سورۃ (۱۱) سورۃ (۱۲) سورۃ
گوشہ شمال مغرب۔ (۱) سورۃ (۲) سورۃ (۳) سورۃ (۴) سورۃ (۵) سورۃ (۶) سورۃ (۷) سورۃ (۸) سورۃ (۹) سورۃ (۱۰) سورۃ (۱۱) سورۃ (۱۲) سورۃ
بر اندر دنی محراب کے دو طرفہ طغرے ہیں۔

بڑا گنبد | سب سے بڑے خاں کا گنبد کہتے ہیں اور یوں بھی یہ گنبد بہت بڑا
اور نہایت عالی شان ہے اور کسی لودھی بادشاہوں کے گنبد سے
کم نہیں ہے۔ تین طرف دروازے سنگ سرخ کے ہیں مغرب کی طرف بند۔ کرسی تھ۔
گرد چوڑا ہے مربع۔ دروازوں کی چٹان تھ۔ گنبد بہت پہلے ہے جس کا قطر اندر سے
تھ۔ فرش ندارد پہلے تھا اب تو بجا کر مٹے ہوئے ہیں۔ اندر پانچ قبریں ہیں۔
جن میں دو بڑی باقی باقی شکستہ ہیں۔ ایک سب سے بڑی قبر (۱) سورۃ (۲) سورۃ (۳) سورۃ (۴) سورۃ (۵) سورۃ (۶) سورۃ (۷) سورۃ (۸) سورۃ (۹) سورۃ (۱۰) سورۃ (۱۱) سورۃ (۱۲) سورۃ
اور تھ۔ (۳) سورۃ (۴) سورۃ (۵) سورۃ (۶) سورۃ (۷) سورۃ (۸) سورۃ (۹) سورۃ (۱۰) سورۃ (۱۱) سورۃ (۱۲) سورۃ
رہ گئے ہیں چونا جھڑ گیا۔ جس طرح کہ لودھیوں کے مقبرے کی قبروں کی مرمت سرکار
نے کرادی ہے ان قبروں میں سونے والے زبان حال سے اسی سلوک کے طالب
ہیں۔ چاروں محرابوں پر چار روشن دان ہیں۔ قبة کے اندر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا

اب صرف چند یا میں گیر دی سطح پر سفید حروف میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہو اس کے سوا اور کوئی کتبہ نہ گنبد میں ہے نہ قبروں پر البتہ محرابوں کے دونوں طرف کلمہ وغیرہ کے طغریے ہیں۔ گنبد کے اندر ہر طرف سنگ سرخ کی جالیاں تھیں جن میں کی صرف ایک شمال کی طرف باقی رہ گئی ہے اور دوسری طرف کی جالیاں لوگ اکھاڑے گئے اُن دروں کو معمولی پتھر لگا کر بند کر دیا ہے۔ گنبد کے اندر مغربی رخ کا دروازہ جو بند ہے اُس میں ایک محراب سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے جس پر نقاشی کا کام بہت خوبی سے کیا ہوا ہے اور اس پر کلمہ طیبہ کھدایا ہوا ہے۔ مقبرے کے اندر مشرق کی طرف دو طرفہ (۵۶) سیڑھیوں کا دینیز ہے چھت تک بلندی گنبد کی (۵۷) ہے۔ گنبد اوپر سے شکستہ ہو کر قبہ میں جا بجا ٹھانسن اُگ آئی ہے جو اُس کو قبل اور وقت بٹھا دے تی کہ پانی اُس میں جذب ہوتا ہے۔ گنبد کی چاروں طرف بہشت پہل برجیاں ۸۔ ۹ قطر کی ہیں جن میں سے جنوب کی طرف کی گر گئی ہے۔

دریا خاں کی درگاہ چھوٹے اور بڑے گنبدوں سے قطب روڈ کی طرف چلو تو رستے میں کھیتوں کے پنج میں دریا خاں کی درگاہ

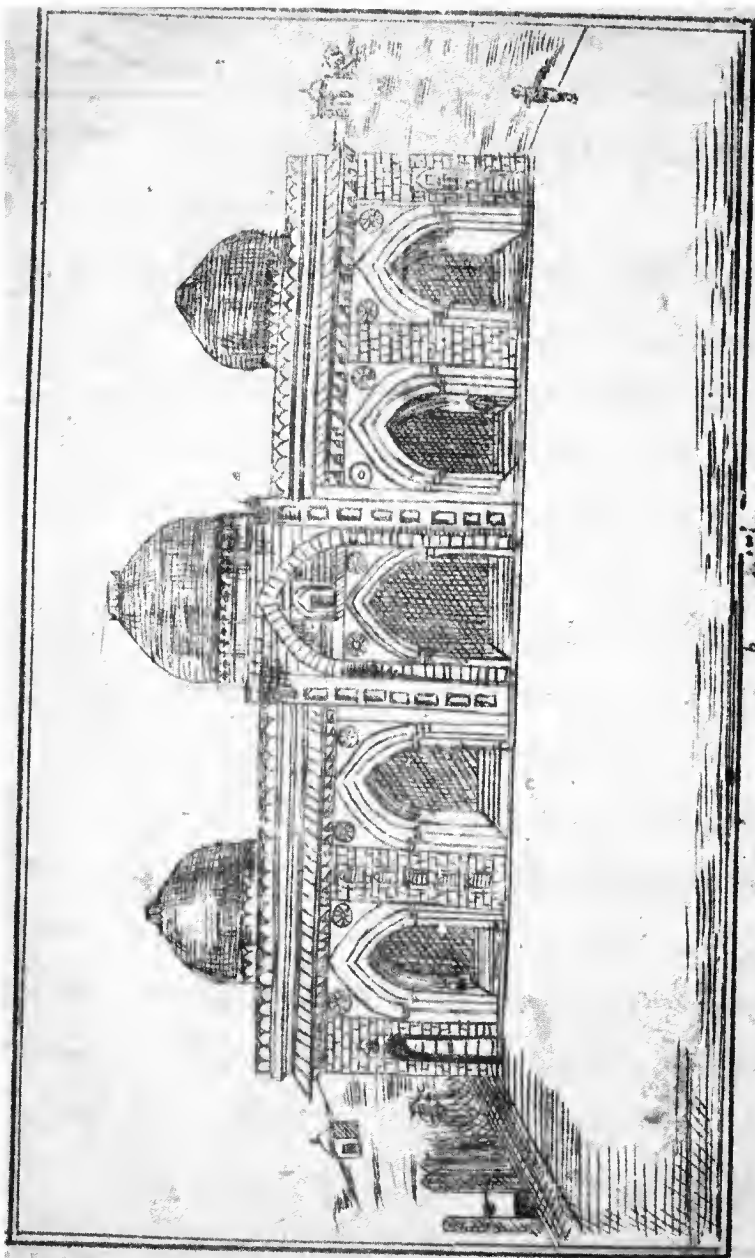
ایک وسیع اور پختہ (۱۹) مربع چوتھرے پر بنی ہوئی ہے جو تہ ادنچا ہے۔ اور بارہ سیڑھیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خام چوترا اور جس کے گرد سرکار نے تار کی بارٹھ لگا دی ہے دریا خاں کون تھے کچھ معلوم نہیں نام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اُسی زمانے کے نو دہی چٹان ہوں گے۔ اس چوتھرے کے چاروں کونوں پر (۱۲) در کے چار برج سنگ راکے بنے ہوئے ہیں جن کا چوترا تہ مربع ہے ستون کی ایک ہی کڑی اُس پر چوبیس چھینٹ لپی ٹھیک آئی اور پچی اور کل در کی بلندی و عرض ۱۲۔ ۱۳ ہے۔ ہر مشرق کی طرف گارج نصف گریز پر باقی تین طرف کے سلاستہ ہیں۔ ان کے اندر آیت الکرسی منقوش ہیں۔ چوتھرے کے پچ میں ایک بہشت پہل چوترا ہے جس کا قطر تہ ۱۴ اور اونچائی تہ ۱۵ ہے جس کے پچ میں دو قبریں دیر سماج کی ہیں جن میں کی ایک بالکل شکستہ ہے اور ان میں سے ایک قبر دریا خاں کی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک چوترا ہے ۱۴ مربع ہے۔ ادنچا ہے اُس پر ایک ہی قبر ہے جس کی پر کتبہ کسی قبر نہیں ہے۔ قطب روڈ میل ۱۵، فرلانگ ۱۵، پر ذرا سڑک سے ہٹ کر بائیں اٹھ کی طرف **مجاہد پور کا معلوم گنبد** ایک سڑک اس گنبد کو گئی ہے جس کا منبر ۱۵، ۱۶ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں۔ ۱۶۔ ۱۷ باہر سے تہ ۱۸ اور اندر تہ ۱۹ بلع عمارت ہے فرش اونچے دروں علاوہ اندر باہر ملا ستر جا بجا سے گر گیا ہے پتھر چوٹے کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کا قبہ چاروں طرف سے کھنڈ کر ٹری بڑی دراڑ میں پڑ گئی ہے۔

گردھام چوڑا تھا جو گر گیا۔ گنبد کی چند پیراۓ الکرسی کے سوا اور کوئی کتبہ نہیں ہے۔ موضع
مجاہد پور کی حدود میں یہ گنبد ہے لیکن کچھ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس کا ہے۔ مگر یہ بہت قدیم۔
(۸) میل (۲) فرلانگ سڑک کے داہنی طرف اس نام کا ایک ویران
یوسف موضع ہے جس میں اب چند مکانات رہ گئے ہیں۔ گرداس موضع
کے پختہ فصیل ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔ پہلے سرائے ہوگی اب تو رزگاؤں ہی کاؤں
رہ گیا وہ بھی بالکل چھوٹا۔

موسٹ کی مسجد یہ مسجد مبارک شاہ کے مقبرے کے پاس ہے جو خاندان سادات کا دوسرا
بادشاہ تھا۔ یہ مسجد ۸۹۲ھ میں بعد سکندر شاہ ثانی بن بھلول لودی
تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد کے پاس ایک بہت بڑی باؤلی بھی بنائی گئی تھی
جس کے اندر سنگ سرخ کی لوح پر ذیل کا کتبہ ہے جو لونی لک کر جا بجا سے جھڑ گیا ہے۔ اب جو کچھ
بیشکل پڑھا جا سکتا ہے وہ یہ ہے اور اس کے علاوہ اور عبارت بھی ہے جو پڑھی نہیں جاتی۔
..... (ایں) مسجد در عہد
دولت بندگی حضرت سلیمان سلطان (ہند) سکندر شاہ بن بھلول شاہ
لودی خلد اللہ سلطانہ میں معاصر
الترحمین شہاب الساکن قصبہ سہارن پور۔ مسعودی جھڑی علی کا۔

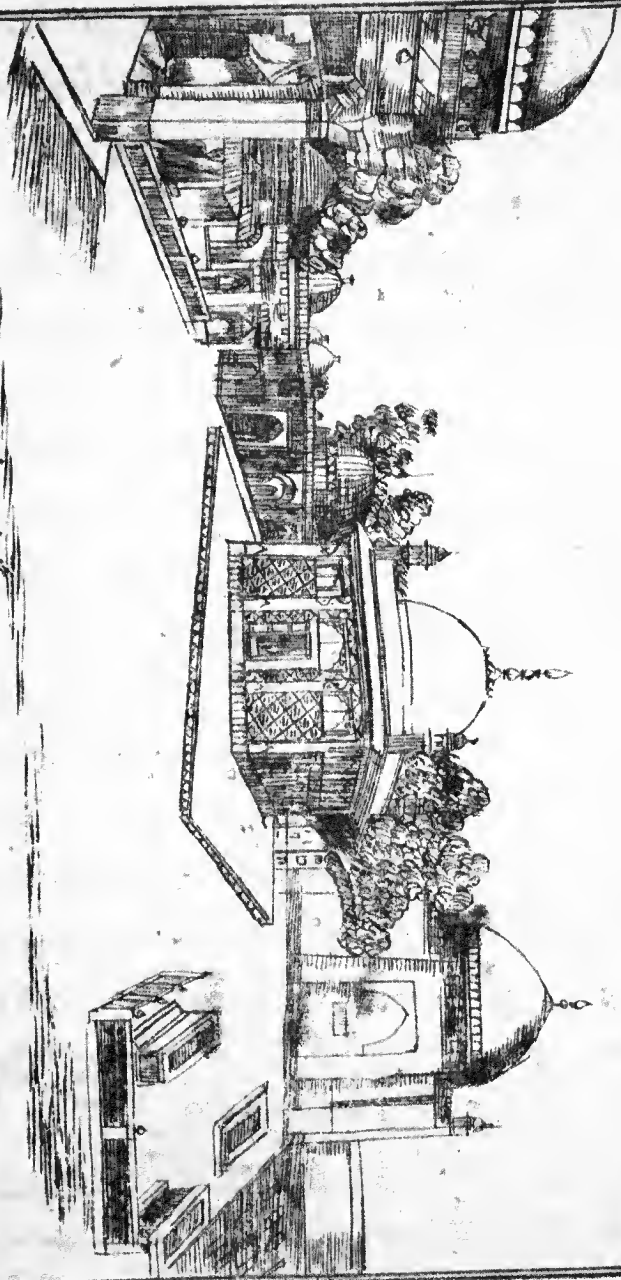
اس مسجد کا صدر وازہ کسی زمانے میں بڑا عالی شان رہا ہو گا اب بالکل حالت انہدام میں ہے۔
اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ کسی شخص نے راہ چلتے میں ایک موٹھ کا دانہ پڑا ہوا دیکھ کر اٹھا لیا
اور اُسے بوا یا وہ اُگا اُس سے جو دانے نکلے وہ پھر بوا سے دہم جڑا۔ چند سال میں پیداوار
بڑھتے بڑھتے بہت رد پیچے جمع ہو گئے اور اُسی روپیہ سے یہ مسجد بنی ہے۔ اور اسی وجہ سے موٹھ
کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد لودیوں کے زمانے کی طرز عمارت کا ایک عمدہ نمونہ
ہے۔ اس کا چوڑا چھ فٹ اونچا ہے اور عرض و طول میں ۱۳۰ × ۳۵ ہے چوڑے پر سے گنبد کی چوٹی
تک (۶) کی بلندی ہے۔ اس میں پانچ درہیں اور ادھر ادھر دو در چھوٹے چھوٹے اور ہیں
جن میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ درمیانی بلند دیوار دو زحراب میں دروازہ نصب ہے۔ ان
محرابوں کے دیوار دو زستون چھوٹے چھوٹے طاقوں سے جو آٹھ ہیں ایک کے اوپر

لے اور کوئی کتبہ ہے کہ بادشاہ نے وہاں پایا اور وزیر کو دیا اُس نے تھپا اُس دے کو بوا یا



آرامگاه شاهان

مقام حضرت مرشد چرخ عالمی



ایک آراستہ ہیں اور پانچ پانچ طاق پہلو کی محرابوں میں ہیں۔ درمیانی محراب کی روکار کے بہت سے پتھر لوگ اکھاڑ لے گئے ہیں جس سے دیوار ٹنڈی اور بد نما ہو گئی۔ چھت پر تین گنبد ہیں ایک بیچ کے حجرے پر آمد و دونوں پہلوؤں کے محروں پر۔ گنبد چوڑے اور پتھر کے ہیں مگر نہ بڑے ہیں اور نہ مشین۔ ان کی گردنیں لمبوتری ہیں جو دو دیوں کا خاص طرز تھا۔ پہلو کے دونوں گنبدوں کی حالت خستہ ہے بیچ کی محراب اونچی ہے اور ادھر ادھر کی اسی مناسبت سے کم۔ ان کے سامنے بھاری چھبہ تھا جس کا بہت ہی تھوڑا حصہ اب رہ گیا ہے غرض یہ کہ اس مسجد کے ایک عمدہ عمارت ہونے میں کچھ شک نہیں مگر بے درد لوگوں کے ہاتھوں سے جو تباہی اس کی ہوئی ہے وہ سٹر بگلر کے ذیل کے ریکارڈ سے ظاہر ہوگی۔

میں مسجد کے روکار پر بہت کچھ نقش و نگار اور رنگ آمیزی تھی۔ یہ ساری عمارت بن گھر سے پتھروں اور چوڑے کی ہے لیکن بعض بعض مقامات پر تراشے ہوئے پتھر بھی نصب ہیں خصوصاً ستون جو کھڑے ہوئے ہیں۔ صدر دروازے پر سنگ مرمر کی تختیوں پر آیات قرآنی کندہ ہیں جو ساوی اور رنگین ہیں مسجد کے اندر کی تمام گل کاری اور رنگ آمیزی کا کام دھوئیں کی تر چڑھ جانے سے برباد ہو گیا لیکن دروازے پر اب بھی سبز اور سرخ رنگوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ پتھر بھی بہتر قسم کا سرخ۔ سفید۔ زرد۔ سیاہ جا بجا لگا ہوا تھا۔ احاطے کی دیوار میں اندر باہر چاروں طرف طاق بنے ہوئے ہیں۔ شمالی اور جنوبی دیوار میں دو زینے چھت پر چڑھنے کے ہیں۔ یہ مسجد اب تک مبارک پور کے گنواروں کی بود و باش میں پھنسی ہوئی ہے جنہوں نے جا بجا پکا پکا کر مسجد کی ساری صنایع کو خاک سیاہ کر دیا اور طرفہ یہ کہ جا بجا کچی دیواریں کھڑی کر کے چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنا کر رہی سہی رونق بھی برباد کر دی۔“

دراگاہ حضرت شیخ حسن چراغ دہلی

۱۳۵۶ھ

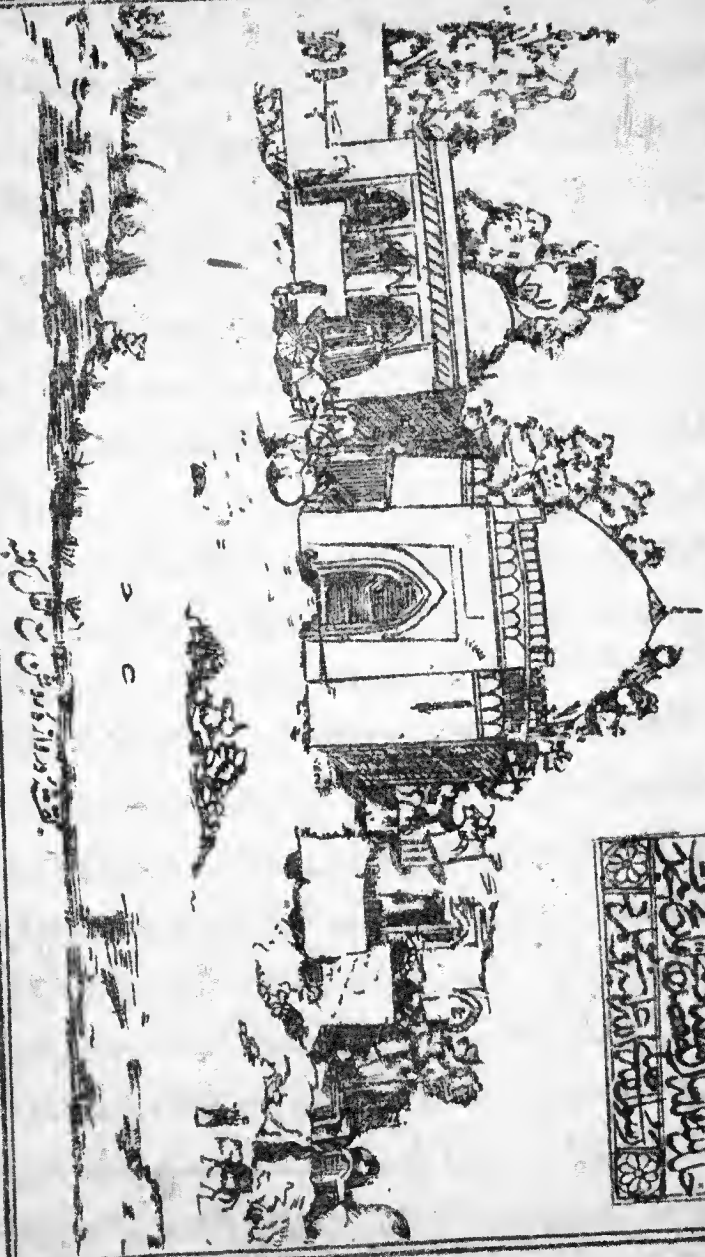
سنگامہ گرم ہستی نایا انداز کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا
شیخ نصیر الدین محمود خاندان چشت کے

دلی کے سب سے اخیر بزرگ تھے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیا کے اکبر خلفائے
سے تھے۔ آپ بڑے ذی علم مقدس اور خدا پرست تھے۔ بڑے داعظ اور صاحب
تصانیف کثیرہ بھی تھے۔ مذہب اسلام کی آپ نے بہت کچھ اشاعت کی سلطان

محمد تخلق سے آپ سے بھی ان بن تھی آپ نے بہت صبر و تحمل اور استقلال کو کام فرمایا۔ جب مخدوم جہانیاں سید جلال صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ سے عبد الصمد یافعی نے طواف کعبہ میں دریافت کیا کہ اب تو دہلی کے بیشتر بزرگان دین مر مر گئے اب وہاں کون رہا ہوگا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں اب بھی دہلی میں نصیر الدین محمود ہیں جو دہلی کے رکشن چرائے ہیں، جب سے آپ کا لقب روشن چلنے دہلی شہور ہو گیا۔ آپ کے صفات اور کمالات سے کتابیں بھری پڑی ہیں غایت شہرت سے حاجت بیان کی نہیں۔ سلطان فیروز شاہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں بڑی عقیدت تھی اور آپ کی خدمت بہت کیا کرتا تھا۔ آپ کی درگاہ کا گنبد آپ کی حیات میں سلطان فیروز شاہ نے ^{۱۱۸۰ھ} میں بنوایا تھا۔ شب جمعہ ۸ رمضان المبارک ^{۱۱۸۰ھ} میں آپ کا وصال ہوا اور اسی گنبد میں آسودہ ہوئے۔ آپ کو ایک سن چلے جالندھری فقیر نے جو آپ کے پاس کچھ خیرات مانگے آیا تھا خنجر سے شہید کیا۔ وقت شہادت آپ کا سن شریف ۸۲ سال کا تھا۔ آپ ہمیں قریب موضع کھڑکی میں اسی حجرے میں رہتے تھے جہاں کہ آپ دفن ہیں۔ آپ کی قبر میں آپ کے ساتھ جتہ۔ عصا۔ کلاہ اور مٹی جو آپ کو آپ کے مرشد حضرت نظام الدین سے ملا تھا۔ دفن کیا گیا۔ آپ کا مقبرہ ایک مستطیل احاطے کے اندر ہے جو ۸۰ × ۱۴۰ اور ۱۲ بلندی ہے۔ اس احاطے کا بڑا حصہ اور قببے کے گرد جو فیصل ہر محمد شاہ بادشاہ نے ^{۱۱۸۲ھ} میں بنوایا۔ یہ فیصل بہت بڑی اراضی کو گھیرے ہوئے ہے جو نالے سے بہت بلندی پر بنائی گئی ہے۔ جتنی کے سامنے اُس زلزلے میں ایک پل بھی نالے پر بنا ہوا تھا اور آگے چل کر نالے کے بہاؤ کی طرف نیچے وار ایک اور پل بھی تھا۔ اب دونوں پلوں میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا۔ درگاہ کا صدر دروازہ آپ کی وفات کے ۱۲ سال بعد ^{۱۱۹۲ھ} میں فیروز شاہ نے بنوایا تھا جس پر

بعض کتابوں میں جمعہ کے دن آپ کا وصال ہونا لکھا ہے کتاب خبر السالکین میں ^{۱۱۹۲ھ} ہی سال رحلت فرمائی ہے۔ آنکھ دانت چلنے راہ یقین مست۔ نام نامی اور نصیر الدین مست۔ ذات اور اچرائے دہلی داں۔ بلکہ خورشید ہر دو عالم خواں۔ عمر اضعفت و پنج سالہ شمار۔ بے کم و بیش اسے ستودہ شعار۔ شب جمعہ داد حق را جاں۔ شروہم بود از مرصفاں۔ شہزادہ دنیا چو آں نصیر زماں۔ سال القلش "میرہشت" دہلی۔ شمع جمع صوفیاں بھی آپ کی وفات کی تاریخ ہے۔ ۱۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 عَالَمُ نَزْكَ مِنْ جَنَّةِ رَحْمَتِهِ
 الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الرَّحِيمُ الرَّحِيمُ
 خَالِدٌ فِيهَا لَمْ يَمُوتْ وَلَمْ يَمُوتْ



قَلْبُكَ مَدَامُ دَارُكَ مَدَامُ دَارُكَ

ایک بڑا گنبد ہے۔ یہ دروازہ درگاہ کے شمال مشرق کے کونے میں ہے جس پر ایک سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَمِیْنًا بِذِکْرِہٖ

عمادۃ ایں گنبد در عہد ہمایوں الموافق باللہ ابوالمظفر فیروز شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ سال ہفصد مفتاد و پنج از تاریخ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

اس دروازے کا کمرہ ۱۹ مربع ہے جس کے سامنے ایک پختہ چبوترہ ۲۲ پلہ بلند سرد جانب ہے۔ آپ کے گنبد کا ارتفاع دیواروں تک (۳۷) ہے اور یہاں سے گنبد شروع ہوا ہے جس کی بلندی ۱۵ ہے اس طرح سب ملا کر ۲۲ کی اونچائی ہے۔ دروازے کی منڈیر کے دونوں طرف دو برجیاں ہیں۔ دروازے سے کوئی ۵۳ شمال کی طرف ایک حجرے میں آپ کا مزار ہے جو میں فیٹ مربع اور ۱۵ فیٹ اونچا ہے جس پر ایک گنبد ہے اور گنبد پر سنہرا کلس چڑھا ہوا ہے۔ گنبد کے چاروں کونوں پر اٹھ فیٹ بلند تیلی تیلی میناریں ہیں چھت کے گرد گنگو رہ ہے جس کے نیچے چوڑا چھتہ ہے۔ اس گنبد کے بارہ درہیں جن میں سنگ خارا کے ستون لگے ہوئے ہیں سب دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں جنوب کی طرف ایک در میں گنبد کے اندر جانے کا رستہ ہے۔ گنبد چولنے اور پتھر کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر سنہرا کٹورا لٹکا ہوا ہے۔ اکبر شاہ ثانی کے عہد میں شاہزادے مرزا غلام حیدر سپہر اکبر شاہ ثانی نے اس گنبد کے گرد سنگ سرخ کی بارہ دری بنوا دی تھی اور حضرت نظام الدین کی درگاہ کے ستون یہاں لاکر لگائے تھے مگر بارہ دری ایسی بودی بنی تھی کہ دس برس کے بعد ہی گر پڑی۔ گنبد درگاہ شریف کے پاس ہی ایک مسجد بنوائی تھی اور پھر کئی بنوائی کہ یہ مسجد فرخ سیر بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے اس مسجد پر کوئی کتبہ نہیں جس سے بننے کا صحیح حال معلوم ہو سکے۔ اگر فرخ سیر کا زمانہ لیں جو ۱۶۱۹ء ہے تو کچھ اس مسجد کو بننے ہوئے پورے دو سو برس ہوئے۔ اس گنبد کے پاس دو برج اور ہیں۔ ایک برج میں حج جانب غرب ہے حضرت شیخ فرید شکر گنج کی پوتے سوتے ہیں دوسرے میں جو مشرق کی طرف ہے اس میں مخدوم زین الدین علی صاحب حضرت کے بھانجے کی قبر ہے۔ اس کے متصل سنگ باسی کے جالی دار حجر میں شیخ کمال الدین علامہ۔

جانشین حضرت آرام فرماتے ہیں آپ کے گرد سنگ سرخ کا کٹہرا لگا ہوا ہے اس حجر

میں دس جا لیاں سنگ سرخ کی ہیں۔ آپ خلیفہ اور ہمیشہ زادے مخدوم چراغ دہلی کے ہیں۔ نسب شریف آپ کا حضرت امیر المومنین امام حسن بن علیؑ عنہما تک پہنچتا ہے۔ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ میں علامہ مشہور تھے۔ کچھ مدت احمد آباد میں سکونت کی اور کجرات اور دکن کے لوگوں کو ارشاد و تلقین فرماتے رہے بعد ازاں دہلی تشریف لاکر تلقین خلافت کی ادلاد اور خلیفہ آپ کے اب تک دکن میں موجود ہیں۔ ۲۷۷۰ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ رحمت حق تاریخ وفات ہے اور باقی بہت سی قبریں ہیں جن میں ایک قبروں کے فیض طالب خان بنگش اور مفتی صدر الدین خاں صاحب کی قبریں ہیں۔ خواجہ کمال الدین علاقہ کے مجھ کے جنوب میں مرزا شہتو ولی عہد بہادر کی قبر ایک دوسرے اور کشادہ سنگ مرمر کے چبوترے پر بنی ہوئی ہے۔ پہلا چبوترہ ۱۰ مربع اور اس کے اوپر کا ۱۰ مربع ہے۔

حضرت روشن چراغ دہلی کے مزار مبارک کے مشرق میں خواجہ طاہر کا مزار ایک جالی دار کھڑے کے اندر ہے۔ توید قبر سنگ مرمر کا ہے جس کے گرد آیتہ الکرسی ہے اور پیر کلہ طیبہ اور ایک طغریٰ یاد اہل بلا فناء... وللاذوالککعبہ بقاء ہے جو سلسل پڑھا نہیں جاتا اور پائنتی یہ قطعہ کندہ ہے:-

خواجہ طاہر خواجہ صاحب رضا	آنکہ دایم بود با جود و کرم
چون شنید از ہاتف غیب داین نداء	کرد رحلت از جہان سوے ام
سال فوتش مادر ایام گفشت	آہ از خواجہ محمد طاہر

اس درگاہ کے احاطے کے اندر دو عالی شان گنبد چٹانوں کے وقت کے ہیں معلوم نہیں کہ ان میں کن کن کی قبریں ہیں درگاہ کے خدام کہتے ہیں کہ محرم علی صاحب چشتی ان گنبدوں میں کی قبروں کی جو بہت شکستہ ہو گئی تھیں مرمت کرا دی ہے اور یہ بات موجودہ حالت کے نظر کرتے صحیح معلوم دیتی ہے درگاہ کا گنبد اور مسجد نہایت بے مرمت ہو گئی تھی خصوصاً غلام گردش کے گرنے سے جس کو مرزا غلام حیدر نے بنایا تھا گنبد درگاہ کا بہت بودا ہو گیا تھا اور خادموں وہاں کے ہر شخص سے مرمت کی درخواست کرتے تھے۔ خواجہ محمد خاں نے تمام درگاہ اور مسجد اور دروازے اور

۱۷ یہ نفاذ ہوئے ہیں سیاق عبارت پر سے میں نے لکھ دیئے ۱۷

صحن کی مرمت اور استرکاری کر واوی اور درگاہ کے گنبد کے گرد چھبہ سنگیں بنوادیا
اس مرمت کی بدولت حقیقت میں سارا مکان نیا ہو گیا۔ درگاہ کی چار دیواری
اور تین درگا ایک دالان شمال کی طرف اور چھوٹا سا سنگین کٹہرا مولوی فخر الدین
صاحب نے بنوایا اور غلام گروش جو گر پڑی تھی۔ اس کے ستون صیغ و سالم اب
تک درگاہ کے سامنے پڑے ہیں۔ آپ کا عرس شریف ۱۴ رمضان شریف
کو ہوتا ہے اور بہت لوگ جمع ہوتے ہیں اور رات کو رہتے ہیں اور اٹھا دیں
تاریخ قیل کے بعد چلے جاتے ہیں۔ دروازہ کے باہر خدام نے مل کر ایک دالان
بنالیا جس سے لوگوں کو بڑا آرام ہو گیا ہے درگاہ میں ایک تخت سال کی کڑی کاٹھا
تین فیٹ اونچا ایک ہی کڑی میں ترشا ہوا رکھا ہے جس پر بہت ہی عمدہ گلکاری
اور نقاشی کی ہے۔ یہ تخت دکھنی بیگ نے بنگالے سے بھیجا تھا اور اس پر یہ شعر اور
عبارت کھدی ہوئی ہے: ۵

تخت چوبی نیاز دکھنی بیگ بجناب نصیر دین محمود قدس سرہ افزہ
۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲ جلوس محمد شاہ غازی

اس درگاہ پاس ایک بستی آباد ہے جس میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ گرد اس بستی کے
محمد شاہ بادشاہ نے فصیل بنوادی جس میں چار دروازے اور ایک کھڑکی ہے کہتے
ہیں کہ اس فصیل پر پونے چار لاکھ روپیے خرچ ہوئے۔ گو یہ فصیل بہت پختہ محکم
اور بلند ہے مگر پھر بھی اس ارزانی کے زمانے میں اتنا زرخیز صرف ہونا قرین قیاس
نہیں ہے۔

جو کچھ بیان درگاہ شریف کا اور لکھا گیا اس پر سیری طرف سے یہ اضافہ ہے کہ آپ کے گنبد
کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور مزار منور کے گرد ایک نہایت مصفی اور مخلی کٹہرا سنگ مرمر
کا لگایا گیا ہے جس کی نو جالیاں ہیں دسویں جالی پر ذیل کا کتبہ بہ خط نستعلیق نہایت خوش خط
کندہ ہے:-

”گزائیدہ غلامان غلام فدوی محی الدین خاں
شمس الامراء امیر کبیر خورشید جاہ بستم رمضان المبارک
۱۳۰۳ھ ہجری“

اس کٹہرے کا طول و عرض ۴۰۔ ۱۰۔ ۱۰ اور بلندی ۱۰۔ ۱۰ ہے۔ یہ فرش اور کٹہرا حیدر آباد دکن کے امیر کبیر مرحوم مغفور نے بنوایا تھا جس سے رونق مزار مبارک کی اضعافاً مضاعفہ بڑھ گئی درگاہ میں کچھ ایسی شفا فی اور جلائے ظاہری جو نظر میں نہ جاتی ہے اور شفاء الصدر اور جلائے باطنی کی طرف منجر ہوتی ہے حضرت کے مزار مہبط انوار کے سراسر ایک قلمی قرآن شریف ۲۰۔ ۱۰۔ ۱۰ رکھا ہے جس کے آخر پر یہ لکھا ہے۔ دو نوشتہ سید سلطان علی ولد سید فیض علی بن سید محمد علی ساکن قصبہ فرید آباد بتایا کہ ذیقعد ۱۲۸۵ ہجری ۱۰ ایک صاحب رحیم بیگ نامی نے یہ ۳۰۰ روپے میں ایک نہایت خوش خطر باغی آئینہ دار چوکھٹے میں لگا کر نذر گزرائی ہے جو سراسر آدیزاں ہے۔

الصدر اکبر تعالیٰ شانہ عز اسمہ
غلام بخت بلندش ایاز مقصود است کسیکہ ہمت اوچوں نصیر محمود است
شب حصول وصول خدا بمرحش کینہ منزل دادنی مقام محمود است
اب ساری عمارات اندرون درگاہ عمدہ حالت میں ہیں اور نئی مرمت ہوئی ہے حضرت کے گنبد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہوں گی مگر اب تو ان پر اس قدر سفیدی کی تہیں چڑھی ہوئی ہیں کہ وہ کچھ ہی کی معلوم دیتی ہیں۔ صحن درگاہ شریف میں ایک کھرنی کا بڑا بھاری بہت پھیلا ہوا بہت پرانا درخت دور دور اپنا سایہ پھیلائے ہوئے ہے۔ جس کی سبزی اور تروتازگی نظروں میں نہ جاتی ہے اور نظریں نور دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اسی زمانے کا ہے کہ جب درگاہ مقدس بنی تھی۔ اور غالباً ایسا ہو گا بھی۔ احاطہ درگاہ کے دروازے کا گنبد بہت شین اور لداؤ کا ہے جس کے دونوں جانب لمبی لمبی کشادہ شہ نشین ہیں۔ حضرت علاوہ درویشی کے بڑے ذی علم تھے۔ شریعت کے بدرجہ غایت پابند۔ سماع مزامیر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ کبھی کبھی اشعار بھی فرمایا کرتے تھے مگر وہ بھی عشق الہی میں ڈوبے ہوئے۔ ایک غزل آپ کی جو بہت شہور اور لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے تبرکاً لکھتا ہوں:-

بے کارم و باکارم چوں بد بحساب اندر خاموشم و گویا نم چوں خط بکتاب اندر
اگر زاید ظاہر ہیں از قرب سپرس از من اودر من دکن در در چوں بوجلاب اندر

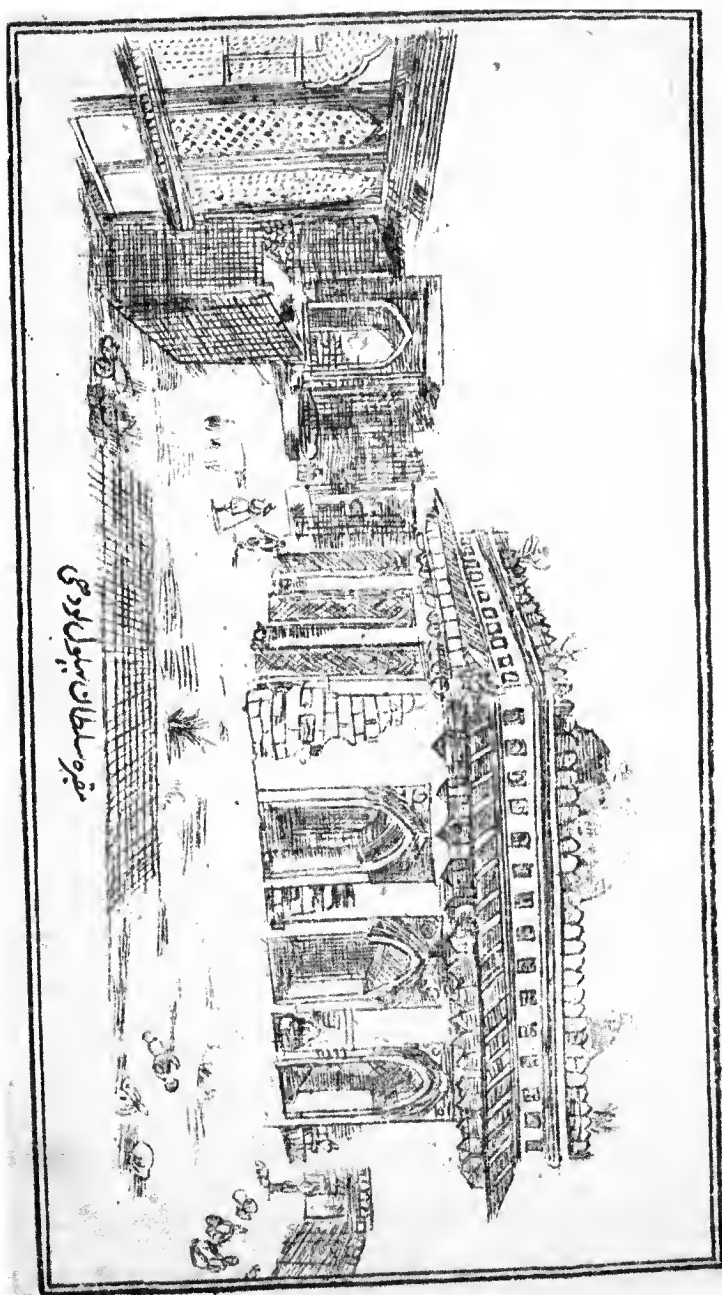
دریاب رود از چشم لب تر نشود سرگز
زین شعبہ جبرائیم تشنہ ست بآب اندر
کہ رنجم و گد شادان از عادت خود غافل
مکہ خندم و گد گریاں چوں طفل بخواب اندر
در سینہ نصیر الدین جز دوست نمی نگیرد
ایں طرفہ تاشہ میں دریابہ جباب اندر

حضرت کی جہاں در گاہ وہ بادی بھی آپ ہی کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشہور ہے۔ قطب روڈ کے آٹھویں میل پر سے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کچا رستہ بھٹ جاتا ہے۔ دو میل وہ خام رستہ طے کرنے کے بعد آپ کے در دولت پر حضوری نصیب ہوتی ہے۔ راستہ نامہوار۔ خراب اور پتھر ملا۔ اتنی بڑی زیارت گاہ مرجع خلائق اور شریک ندارد اسی سبب سے لوگ کم فیض یاب ہوتے ہیں بستی کے قریب وہی نالہ رواں ہے جس پر کہست پلہ ہے بسیم کے گرد ایک بڑی وسیع عظیم الشان اور نہایت مستحکم فصیل ہے جو اب تک زمانے کے حوادث کا مقابلہ کر رہی ہے اس کے چار عالی شان سرنگوں دروازے ہیں پھر ایسی فصیل پر اگر چار لاکھ روپیہ صرف ہو تو کیا کچھ بے جا اندازہ ہے۔ اب اس فصیل کا کچھ حصہ جا بجا سے گزنا شروع ہو گیا ہے پھر بھی ابھی اس کے گرنے کو صد ہا برس چاہئیں بستی کے اندر جانے کا دروازہ اسی فصیل میں ہے لیکن جیسا کہ قدیم زمانے کا دستور تھا دروازے کے سامنے بڑے بڑے پتھروں کی ایک ریٹ بنی ہوئی تھی اس کے پتھر جایا سے اکھڑ جانے سے پیدل تو غیر مگر کوئی سواری نہیں پاسکتی۔ قطب صاحب کی سڑک کے دو طرفہ دور دور تک جہاں تک نظر دوڑتی ہے گنبد ہی گنبد اور کھنڈری کھنڈر نظر آنے ہیں اور سڑک چھوڑ کر دو میل جو ہم پیادہ پہنچتے تو ادھر ادھر مبارک پور۔ کھیر پڑہ۔ کالو سراے۔ کھڑکی۔ سلیم پور۔ شاہ پور جٹ۔ زمر پور۔ سراے شاہ جی یہ موضع اب آج بھی کی بستیاں تھیں۔ ان میں بھی عمارات قدیم کثرت سے ہیں پھر رستے میں سراے بیج کی بستی ملی جس کو شیخ علاء الدین اور شیخ صلاح الدین حضرت بابا فرید شکر گنج کے پوتوں نے جو سکندر بہلول دودھی کے زمانے میں (۱۲۵۰ء) آئے تھے آباد کیا تھا۔ اس سے کوئی دو تین فرلانگ پر روشن چراغ دہلی کی بستی اور درگاہ ہے غرض یہ کہ سارے کا سارا وسیع میدان جو کہ سولہ تک چلا گیا ہے عمارات سے بٹا پڑا ہے جس میں بہت سی گزشتیں

کچھ اب گرنے کو ہو رہی ہیں اور کچھ اپنی حالت پر کھڑی ہیں۔ اگرچہ اس میدان میں ہل چر گیا اور کھیت ہی کھیت ہو گئے مگر کوئی کھیت ایسا نظر نہ آیا جس میں عمارتوں کا نشان نہ پایا جائے کچھ نہیں تو اینٹوں کے ٹکڑے۔ روڑے۔ چوڑے کے ڈولے اب تک کثرت سے بکھرے پڑے ہیں۔ یہ حصہ مجھے بہت تباہ اور ویران معلوم ہوا اور زیادہ تر کس مہر سی کی حالت میں ہر کئی گنبد ایسے نظر آئے کہ اچھے خاصے ہیں مگر سمندر نہیں جاسکتے۔ پاس جا کر دیکھا تو دروازے چن دے گئے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی جاٹ صاحب کے قبضے میں ہیں کسی نے اوپلے بھر رکھے ہیں تو کسی نے بھوسہ کیا خدا کی شان ہے۔ گندکس کا اور قابض و متصرف کون ع آدمیاں گم شدہ ندمک خدا خر گرفت یہاں کے لوگ کسی ہندو ڈوٹھی صاحب کا نام لیتے ہیں کہ انھوں نے بوقت بند دہشت قبضہ نہیں کیا بلکہ رکھا یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایسی جائداد کو کبھی قبضہ جائز طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی قابل ہو سکتا ہے تو گورنمنٹ نہ کہ مائشما۔ اگر لارڈ کرزن کا زمانہ کچھ دن اور رہتا تو ان قابضین کی قلعی کھلتی۔ راتم کے زانا مولوی عبد القادر صاحب نے پنجابی کٹرے کی مسجد کا جس کے وہ امام تھے معاذ منہ طلب کیا تھا کہ وہ حدود ریلوے سٹیشن دہلی میں آگئی تھی تو سرکار نے ان کو ملکہ سے کورا جواب دے دیا کہ مسجد شاہی تھی کچھ مہاری ملک نہ تھی تم خواہاں معاذ منہ کون اور یہ جواب ایک حد تک معقول دستک تھا لیکن یہی حالت ان گنبدوں کی ہے۔ ورنہ جاٹ کجا اور یہ گنبد کجا۔ درگاہ شریف کے اندر مکانات کا حال ہم لکھ چکے اب بستی کے حصار کے اندر جو چند عمارتیں قابل الذکر ہیں ان کا مختصر بیان کرتے ہیں:-

دونامعلوم گنبد۔ درگاہ کے شمال میں بیرون احاطہ درگاہ مگر حصار مسجد کے اندر فضیل کے بالکل قریب ایک ہی وضع قطع کے دو گنبد

ہیں جو پٹھانوں کے زمانے کے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں بیس بیس فیٹ مربع ہیں گلس ٹوٹ گئے۔ امتداد زمانے سے باہر سے کالے پڑ گئے۔ ہر چہار طرف دروازے ہیں۔ قبریں دونوں میں نہیں۔ جو لوگ ان میں رہتے ہیں قبریں ان کی بود و باش کی آسائش میں مل انداز ہوتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ قبروں کو ڈھاتا کر برابر کرتے انھوں نے بھرت کر کے قبروں کو بادیادیا۔ ادبہر سطح جگہ نکل آئی۔ تدبیر تو اچھی کی۔ ایک



قصر سلطان بنو لودي

گنبد کے اندر تو ہم جا ہی نہ سکے کہ کسی کا زنا نہ تھا۔ باہر سے ہی دیکھ لیا۔

درگاہ کے مغرب میں بڑی بھاری عمارت ہے۔ کہتے ہیں کہ علامہ الدین غلجی نے بنوائی تھی اور ناتمام رہ گئی۔ اب وہ ساری ہی گر چکی ہے تو ہم اس کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

جلال الدین خلجی کی
ناتمام مسجد ۹۵-۱۲۹۰ء

مکمل ہو چکی تھی یا ادھوری رہ گئی تھی۔ مسجد کے سامنے صحن ہے جو اب خام ہے اور اس پر بہت سی قبریں ہیں۔ اوپر درجیت سیاٹ ہے نہ گنبد نہ مینار۔ اندر سے البتہ گنبد دار لفظ چھت ہے۔ مسجد تین در کی ہے ۸۴ × ۲۳۷ ہے اور بلندی ۴۷ ہے اور پھر بلندی محرابوں کی ہے چھت پر جانے کا (۲۸) سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ چھت پر کی کنگورے کی سنڈیر گئی ہے۔ صحن مسجد جس طرح آگے ہے پیچھے بھی تھا۔ مسجد کے گرد فصیل ناکنگورے دار احاطہ تھا وہ بھی جابجا سے گر گیا ہے۔ دہائی طرف کے در کی چھت بٹھ گئی ہے۔ زینہ ادھر بھی تھا۔ اندر باہر کا سارا پلاستر چھڑ کر خالی پتھر نکل آئے ہیں۔ مسجد کے اندر باہر کہیں بجتہ فرش نہیں رہا۔ مسجد بہت بُری حالت میں ہے علامہ مولشیوں کے باندھے جانے کے لوگ بھی خلافت پھیلانے میں کمی نہیں کرتے۔ خدا کی شان ہے کہ اب اس مسجد کی یہ حالت ہے۔!

جسم پوں روضہ سے لگا کہنے تن سے جب کئے بے قرار چلی
چھوڑ کر ساتھ ایک عمر کا آج حیف اور جان غمگین چلی
سکندر لودھی سپر بہلول لودھی نے یہ مقبرہ ۸۸-۱۴۸۸ء
میں بنوایا اور موضع بدھولی سے اپنے باپ کی بخشش
لا کر یہاں دفن کی۔ یہ مقبرہ حضرت نصیر الدین روشن

مقبور سلطان
بہلول لودھی
۸۹ھ
۸۸ھ

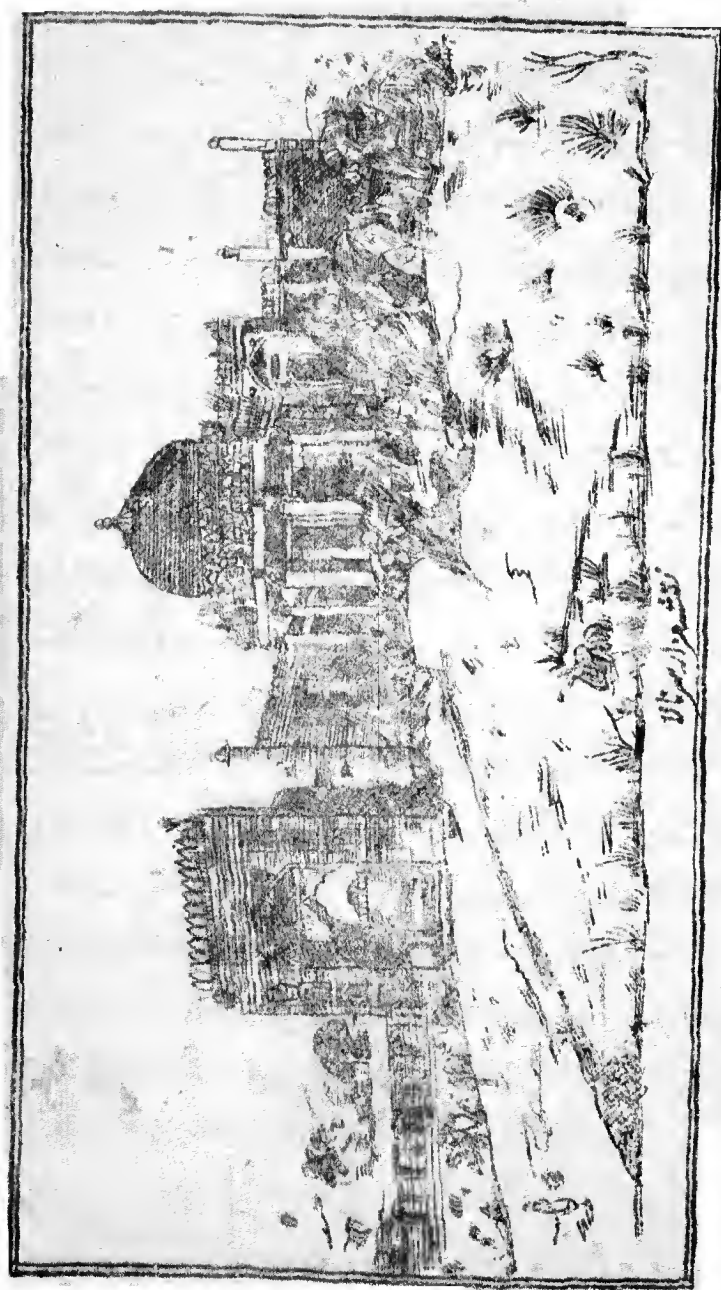
دہلی کی درگاہ کے احاطے کی غربی دیوار سے ملا ہوا ایک سنگ کے اندر ہے جو وہہ بلع کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مقبرہ ہم مربع ہے جس کے تین طرف در ہیں جن کے بارہا ستون آٹھ فیٹ اونچے اور دو فیٹ مربع سنگ سرخ کے ہیں۔ محرابوں کی پیشانی پر نقش و نگار اور سیل بوٹے بنے ہوئے ہیں جن کے اوپر ایک سنگین چھیا ہے چھت پر ایک سنگین اور مکمل منڈیر ہے۔ چھت زمین سے ۸۸ بلندی گنبد کے اندر سنگ سرخ کے چوکنی کا فرش ہے۔ قبر کا خوب نقش و نگار ہے آراستہ ہے جس کا رنگ استخوانی سے بھورا ہو کر سیاہی مائل ہو گیا ہے۔ باہر نے اپنے دروازے میں لکھا ہے کہ دہلی کے فتح

کرنے کے بعد وہ سلطان بہلول اور سکندر لودھی کے مقبروں اور باغوں میں گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جہان چٹیل میدان پر دہان باغ بھی تھے۔ اس مقبرے کے اوپر نہایت خوب صورت پانچ برجیائیں چوڑے گچی کی ہیں۔ جن میں بیچ کی برجی اور دوں سے اونچی ہے۔ ہماری دارمکر کی وضع کا ہے۔ اب اس گنبد میں حضرت روشن چراغ دہلی کے خدام رہتے ہیں۔ اس مقبرے سے چند گز کے فاصلے پر ایک نواسہ مرچ مچر سنگ سرخ کی جالیوں کا ہے اور عام خیال ہے کہ اس میں جو قبریں ہیں وہ وزراءے بادشاہان خاندان لودھی کی ہیں اٹا دوسے سے دلی گئے ہوئے بہلول لودھی نے رستے میں انتقال کیا۔ تائبخ خان جہان لودھی میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے موضع ملاڈی میں انتقال کیا۔ مگر تائبخ داؤدی میں قصبہ جلالی (منع علی گڑھ) میں دنات پانادرج ہے۔ بادشاہ کی نعش اس کا بیٹا نظام خان الملقب بہ سکندر لودھی دلی لایا اور درگاہ روشن چراغ دہلی کے پاس اس مقام پر دفن کیا جہاں کہ اب ہے۔ یہاں سے درگاہ روشن چراغ دہلی کی فصیل جو محمد شاہ بادشاہ نے شہر میں بنوائی تھی وہ اور اس کا ایک دروازہ نہایت خوشنمائی سے دکھائی دیتا ہے۔

گیارہ دری اب یہی مقام گیارہ دری کے نام سے شہرت پا گیا ہے اس کا ایک دروازہ درگاہ کے صحن میں بھی نکلتا ہے۔ جو وہ باغ جس کا اوپر ذکر آیا ہے اس کا وہ اب نشان بھی نہیں رہا۔ ایک عرصے سے اس مقبرے میں درگاہ کے لوگ مع اپنے اہل و عیال کے مستقلاً سکونت پذیر ہیں اور چوں کہ مسلمان اور پردہ دار ہیں انہیں اند جاننا بھی مشکلات سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت نہایت شان دار اور چمکتی ہوئی ہے اور ساری لمبائی ہے۔ گنبد اور مقبرے کا طرز ماکر بارہ دری کے مشابہ ہے۔ تین طرف تین دریں۔ پشت پر یعنی بجانب مغربی صرف دو دریں اسی سبب سے گیارہ دری مشہور ہے۔ اداس سے ملی ہوئی وہ مسجد ہے جس کا ذکر اوپر آیا۔

مزار سربلہ یہ گنبد و مزار درگاہ روشن چراغ دہلی کے نیچے اے کے اوپر واقع ہے۔ ہر چند تحقیقات کی گئی کہ یہ کسی کی قبر اور کب بنی ہو اور کس نے بنائی ہے کچھ معلوم نہ ہوا مگر صحت بھی ایک فضا کا مقام ہونا لے کے

سے آندھنا دیں موضع جہد دلی فون سکیت میں مزار لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔



نقشه دارالخلافه

پر واقع ہے۔ جب کبھی نالے میں پانی بہتا ہوگا تو یہ جگہ بھی نہایت سیرگاہ ہوگی۔ یہ برج ستون اور فرش وغیرہ کے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اور اس پر بہت خاصی منبت کاری بھی کی ہے۔ ہیئت مجموعی اس مکان کی خالی اور لطافت نہیں۔ اس برج کی وضع اور ساخت اور خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جس مسجد کا ہم ذکر کر آئے ہیں اس کے غرب میں بستی کی تفصیل کے باہر مگر بالکل ملی ہوئی عمارت ہے جسے سرسید مرحوم نے مزار سرسرنالہ لکھا ہے مگر اس کا طرز عمارت بتلا رہا ہے کہ یہ کوئی خانقاہ تھی جس نالے کے اوپر ایک بلند ٹیلے پر ایک وسیع اور پختہ چبوترہ بنا کر خانقاہ بنائی گئی تھی اور نالہ کھڑکی بند کہلاتا ہے اور اسی پرست پلہ پرینلا فیروز شاہ کی شکا رک گاہ سے آتا ہے اور اب بھی بستی کی تفصیل کے برابر رواں ہے۔ چبوترے کی بندش دھ گئی ہے مگر شکل باقی ہے۔ یہاں جو عمارت ہے اس کے بھی بارہ در ہیں اور چھت لداؤ کی ہے۔ گوبارہ دری مختصر ہے۔ مگر بڑی خوش نما اور سڈل ہے۔ دلے بر حال ماکسی جاٹ نے سارے دہن گھرے ہتھروں سے چن کر اپنے بھر دیئے ہیں جس کے سبب ہم اندر نہ جاسکے یہ بارہوی سٹا بج ہے۔ باہر سے ہی دل کو اپنے طرف کھینچے لیتی ہے اندر کی حالت خدا ہی جانے۔ چبوترے پر متحدہ پرانی پرانی قبریں ہیں۔ شمال میں ایک لداوی دالان تھا جس کی پچھت کی دیوار اور کچھ حصہ پائے کی دیوار کا کھڑا ہے۔ چھت کا بھی تھوڑا حصہ باقی ہے۔ طرز عمارت پٹھانوں کے عہد سے مختلف اور زیادہ نزاکت لیتے ہوئے ہے۔ پلاستر بھی سیاہ نہیں ہوا بلکہ سفید ہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پٹھانوں کے بعد کی بنی ہوئی ہے۔

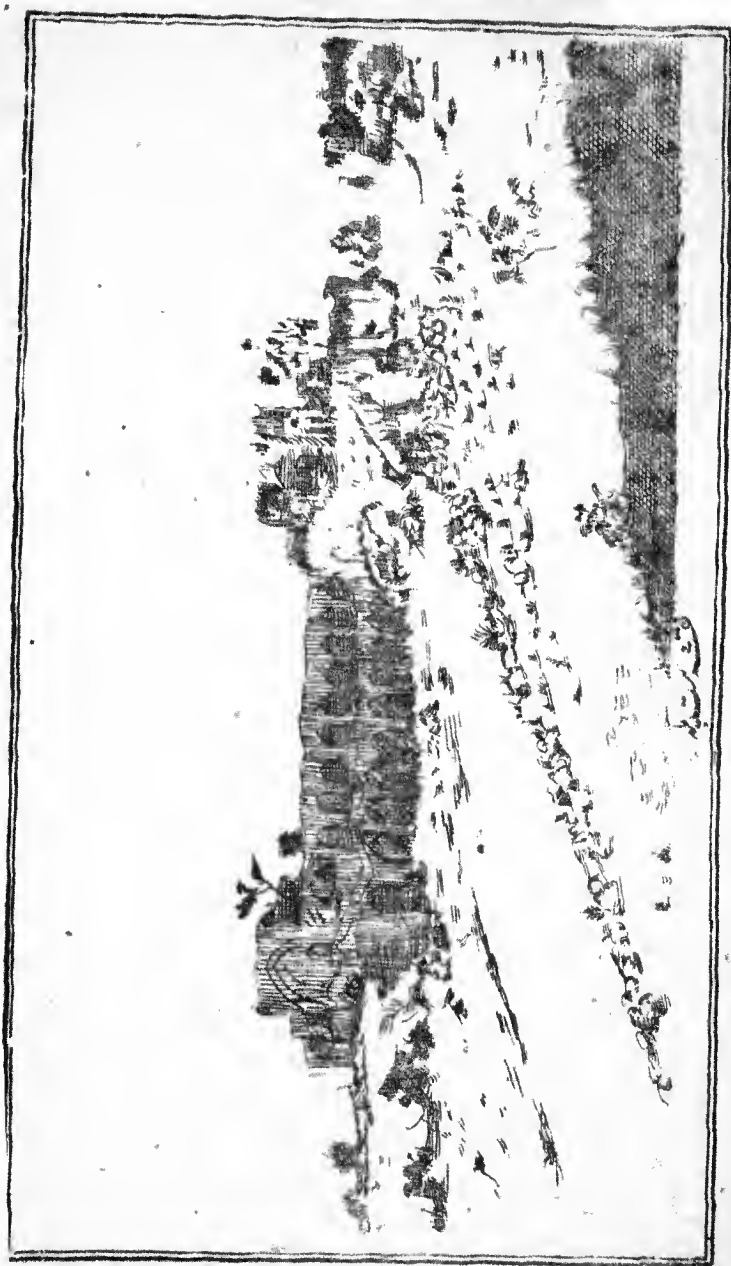
بھوتلا گنبد حضرت روشن چراغ دہلی کی درگاہ کے شمال میں نالے کے اُس کنارے پر ایک گنبد بارہ در کا سنگ سرخ کا چاروں طرف سے کھلا ہوا ہے۔

یہ برج نیز برج بر کسی اس کی تین فیٹ ہے۔ گردن فیصل غلختہ احاطہ ۱۰ × ۱۰ ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور احاطہ ہر دنی بھی تھا جو گر گیا۔ اند دنی احاطے میں بجانب غرب ساٹھ فیٹ لمبی اور ۱۰۔۱۰۔۱۰ ادنی کنگورے دار دیوار کھڑی ہے جو ایک ضلع اند دنی احاطے کے عرض کا ہے جو فنائی مسجد کی دیوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کے پیچھے پشتی بان بھی گئے ہوئے ہیں اور طاق طاق بلوچا بنیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ گنبد کے اندر دو قبروں کی اوپر کی سلین کھڑی پڑی ہیں ایک سیدی ہے دوسری اونہی۔ ایک کے

ادھر کی طرف اللہ اللہ اور ادھر ہی جہنم کے طور پر آیتہ الکرسی منقوش ہے۔ دوسری
 اندھی بڑی ہے اور بہت بھاری سل ہے اٹھائے نہ اٹھ سکی مگر یہ وہی کے جوڑ کی اور
 اس پر بھی اسی قسم کا کتبہ معلوم دیتا ہے۔ قریب جگہ اب گڑھا ہے۔ خوب دل کھول کر گہرا کھودو
 ہے۔ قبر کے ساتھ فرش بھی کھود ڈالا ہے کیونکہ کا صحن پختہ تھا وہ بھی اکھڑ پکھڑ گیا۔ کیونکہ
 کا صدر دروازہ شرق رو ہے اس کیونڈیں متعدد قبور ہیں۔ اس گنبد کے دور دور
 تک کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنبد کے گرد اور عمارتیں تھیں جو
 گر پڑ گئیں۔ یہ گنبد بھوتلا گنبد اس وجہ سے مشہور ہے کہ اس دیرانے میں بس یہی ایک
 عمارت رہ گئی ہے۔ یہاں کا بھیا نک سا ایسا ہے کہ بھوتلا گنبد کہنا کچھ بیجا نہیں۔ لوگ کہتے
 ہیں کہ یہ مقبرہ جلال الدین خلجی کا ہے۔ لیکن اس کی کوئی سند نہیں۔ خود جلال الدین خلجی کا
 مزار بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ آج تک اس کا مقام متحقق نہیں ہوا۔ ایسے بڑے نامی
 گرامی اولوالعزم بادشاہ کا مزار یوں معرض گنما میں ہے تو اسے ہر حال ماثنا۔ اسی
 گنبد کے پاس بجانب مغرب قلعہ سیری کا گھوگھس ہے جس کی شکستہ فیصلوں اور بھول
 کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور یہ سارے کا سارا خطہ تباہی اور ویرانی کا ایک وحشت خیز
 منظر ہے۔ جہاں یہ گنبد ہے وہاں سے شرق کی طرف کوئی ایک میل کے فاصلے سے
 ویرانہ پورگی بستی ہے۔ اس گنبد کے شمال میں اور ایک شکستہ چار دیواری میں بھی پرانی پلانی قبریں ہیں
 غمراں کہ مائیں ازوے بجائے چل و مسجد چاہ وہاں سرائے
 ست پلہ موضع ٹھٹھری کی سرحد میں ہے۔ درگاہ روشن چراغ دہلی کے قریب
 میرٹھ محمد عادل تعلق شاہ نے ۱۲۳۱ھ میں بنایا۔ یہ درحقیقت ایک قسم کا

ست پلہ
 ۱۲۳۱ھ
 ۱۳۳۱ھ

سلہ آثار العنادید مطبوعہ ۱۲۶۳ھ میں بنو ست پلہ کو محمد تعلق شاہ ہی کا بنایا ہوا لکھا ہے مگر ایڈیشن ۱۲۶۰ھ میں
 اس کا بانی فیروز شاہ کو بتلایا ہے حالانکہ انگریزی کتابوں میں بھی روایت اول ہی لی گئی ہے۔ اگر ست پلہ کو
 فیروز شاہ کی تعمیر خیال کیا جائے تو اس کا قصیدوں پر کفر فیروز شاہ کا بیانیہ خاں جو بہت عقل مند اور نہایت
 لائق تھا ۱۲۶۰ھ میں مر گیا۔ بادشاہ کو اس کے مرنے سے اتنا غم ہوا کہ اپنے بیٹے کو مرنے سے بدتر جانا شاہ
 بادشاہ کو گدائی سے کمتر سمجھتا کسی کام میں اس کا دل نہ لگتا اور سلطنت کے انتظام میں غفلت پڑتا۔ اس پر لڑنے
 بہت سمجھا یا مگر اس غم کے بخلا سے کوہ بند بن گیا۔ بہت اچھا وسیع محل بنا جس کا ایک کونہ کوئی کوس کے فاصلے
 پر دھیر گھنٹیں اس میں طے کر کے درخت لگا کر شکار گاہ بنائی۔ اس میں کی (فیوض مرقعہ آئینہ)



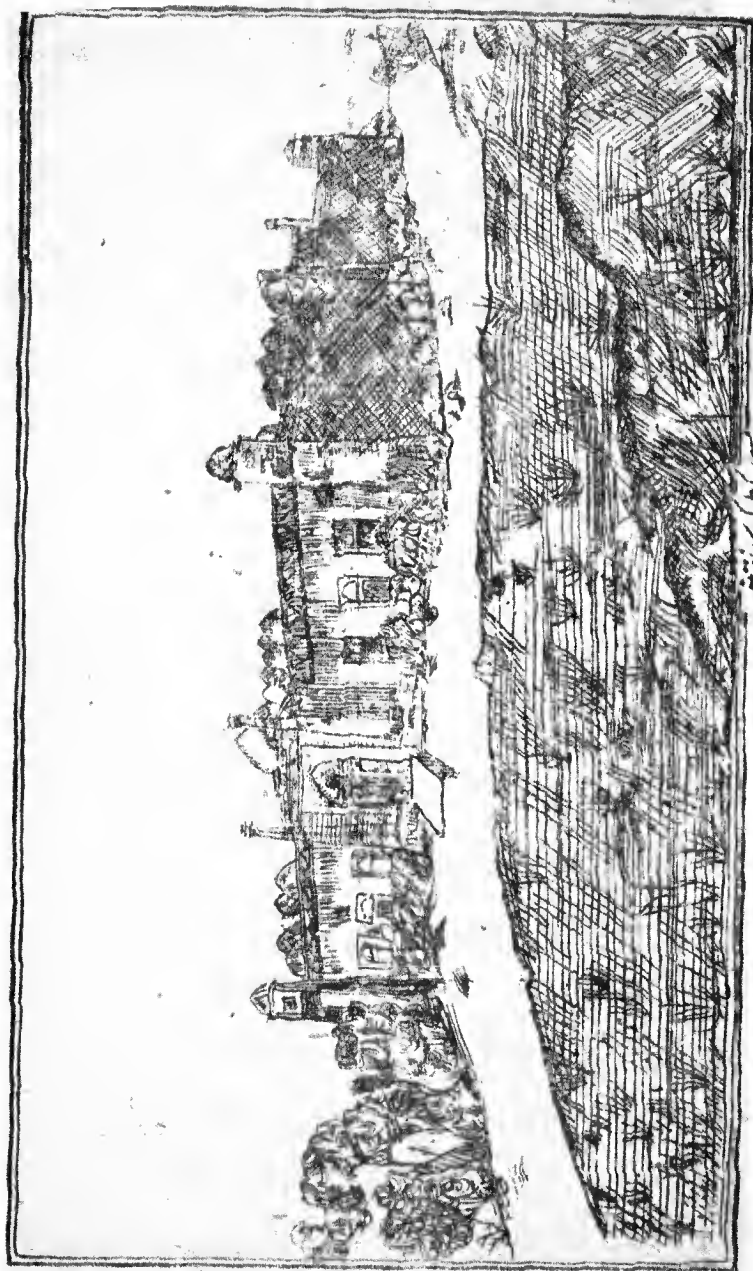
بند پر جس سے در در کے پانی کو روک کر نالے کے بیچ میں یہ پل سات در کا نہایت پختہ اور مضبوط تھا ادنچا باندھ دیا ہوا اور اسی وجہ سے سمت پہلے مشہور ہے۔ درمیانی تین در گیارہ گیارہ فیٹ اور باقی نو فیٹ عرض ہیں۔ پل کی لمبائی ۲۵۵ فٹ ہے۔ پل کے اوپر بھی مکان دروازے ملائیں جو ۲۵ فٹ چوڑے ہیں تو پل کی پوری لمبائی ۲۵۵ فٹ ہوگی۔ پل کے اوپر بھی مکان بنے ہوئے ہیں اور دروازے بہت خوش نمائندہ ہیں۔ ان برج دار دروازوں کی وضع انگریزوں کے عہد کی سی ہے جو نہتے لمبے اور بیس فیٹ سے کچھ ذرا ہی زیادہ اونچے ہیں۔ ان برجوں میں ایک ایک ہشت پہلو کمرہ ہے اور ان کمروں کے بیچ میں ایک ایک طاق بھی بنا ہوا ہے۔ مشرقی محراب جس کے بیچ میں ایک دروازہ ہے سات فیٹ چوڑی اور چار دروازہ سولہ فیٹ چوڑا ہے۔ اور اس میں بھی طاق بنے ہوئے ہیں۔ پل کے دونوں دروازوں کے سامنے ایک ایک چپوترے مربع پل کی سطح کے برابر ہے مگر سطح زمین سے ۲۵ فٹ اونچا ہے اور دونوں ایک ایک محراب بھی ہے جو چودہ فیٹ اونچی اور گیارہ فیٹ چوڑی ہے۔ پل کے دونوں طرف سطح زمین کے برابر دونوں طرف کھلی محرابیں ہیں جن میں اوپر چڑھنے کا زینہ ہے۔ بعض بعض جگہ سے دیوار گر پڑی تھی تو سرکاری طرف سے کچا بند باندھ دیا گیا تھا اور دروں کو بند کر کے پانی روک دیا۔ تمام کھیتیاں اسی پانی سے سیراب ہوتی ہیں اور زمینداروں کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر حضرت روشن چراغ دہلی کے خادموں نے اپنی کمائی کا عجب ڈھنگ نکالا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس جگہ اس بند کے در ہیں اس مقام پر ایک دفعہ حضرت روشن چراغ دہلی تشریف لائے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا اور پانی نہیں ملتا تھا۔ آپ نے اس مقام پر زمین کو گرید فوراً پانی نکل آیا جس سے آپ نے وضو کیا اور یہ دعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے نہائے گا وہ تمام بیماریوں سے خفا پائے گا اور اس بات کو کرامات ٹھہرا کر ان دروں کے آگے ایک چھوٹی سی کوسیاں کہ جس کا پانی شرفاً بھی پاک نہیں کھو رہی ہے اور بے نذر بھیٹ لیے اس کا پانی کسی کو نہیں (مگر ٹھیکہ گوشتہ) ایک دیوار ہے۔ اس دیوار کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا مال ہے کہ قطب صاحب کی امرتجوں اور تمام نالوں کا پانی لے کر اس نالے میں بہتا ہے۔ اس واسطے اس دیوار کے بیچ میں نالے کے بیچ کو پل کے طور پر در بنائے ہیں۔ ۱۲

دیتے۔ یہ بات اقل تو کسی روایت سے ثابت نہیں اور اگر ایسا ہوا بھی ہو تو شک
 نامے میں فردا سا کھودنے سے بالعموم پانی نکل آتا ہے۔ غرض مسلمانوں نے بھی اس
 جگہ کو ایک تیرتھ مقرر کیا ہے اور بیماروں کو اس پانی سے نہلاتے ہیں۔ کانک داکتوبر
 کے مہینے اور دیوالی کے قریب اتوار منگل کے دن اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ جس کا کچھ
 بیان نہیں۔ عورتیں بچوں کو لے لے کر آتیں اور اس پانی سے نہلاتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی
 ٹھیلیوں میں پانی بھر اور سرس کے پتے رکھ تبرک لے جاتی ہیں۔ اور لوگ یہ اعتقاد
 رکھتے ہیں کہ میاں کے پانی سے آسیب۔ جن۔ جادو اور بھوت پریت سے محفوظ
 رہتے ہیں۔ ان دنوں میں خادموں کی بن آتی ہے چھٹکے سے کم پانی کی ٹھیلیاں نہیں دیتے
 اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو شرک و کفر سے بچائے اور اعتقاد فاسد سے نجات
 دے جس کسی نے اللہ کے سوا دوسرے کو پوجا اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے
 دین کو کھوایا۔

ست پلے کے پاس قدیم زمانے میں ایک گاؤں ہے
 جو کھڑکی کہلاتا ہے اس مقام پر خان جہاں فیروز شاہی۔
 جب کہ یہ پیل بنوایا تھا اس میں ایک مسجد بنوائی تھی

کھڑکی کی مسجد
 ۷۸۹
 ۸۰۰

جو ایک عظیم الشان قابل دید عمارت ہے اور ایک مقام مرفیع پر سیاہ رنگ کے پتھر سے بنی ہوئی
 ہے جس پر گچ کا پلاستر ہے جو اب استبداد زمانے سے بالکل کالا پڑ گیا ہے اس تبدیل بہت کئی
 لے مسجد کی ظاہری حالت میں اور عظمت اور وقار پیدا کر دیا ہے یہ عمارت چوکھوٹی اور
 چاروں طرف مربع کے ضلعوں کے پیچ میں ایک ایک مربع بطور تاج کے نکلا ہے
 سے منزلہ گاؤں اور ایک ایک برج چاروں طرف تاج کے مربعوں پر ہے جو پچاس پچاس فیٹ
 بلند ہے اور مسجد میں نو جگہ ملے ہوئے نو برج بنائے ہیں اور ہر برج کے تلے چار
 چار ستون ہیں اور اس کے سوا اور بھی بہت سے ستون جا بجا لگے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل
 سے نیچے دوسری منزل کی چھت مسجد کے فرش کے متوازی ہے اور تیسری منزل
 اس چھت کے اوپر دار ہے مسجد کے تین بڑے بڑے عالی شان دروازے تینوں طرف
 میں پٹھانوں کی عمارات کے طرز کے بنے ہوئے ہیں جو مسجد کی دیوار سے ۲۳ کے
 فاصلے پر ہوئے ہیں شمالی دروازے میں چوٹی کو اٹکے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے



سید احمد

پہر ایک لداؤ کا گنبد جس کی چھت پر بھاری منڈیر ہو اور بیرونی کونوں پر اکٹھ فٹ اونچی سناریں ہیں۔ مسجد کی مشرقی منبرنی اور جنوبی دیواروں میں کھڑکیاں ہیں جن میں سنگِ سخن کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ دروازے کے دونوں طرف اس قسم کی چھہ چھہ کھڑکیاں ہیں اور اسی قسم کی کھڑکیاں دروازے کے داہنی اور بائیں طرف کی دیواروں میں بھی ہیں۔ منبرنی دیوار کے وسط میں مسجد کی بڑی محراب ہو یہ جگہ شمال سے جنوب کو (۲۰) فٹ اور مشرق سے مغرب کو (۱۹) فٹ ہو اور اس دیوار میں کوئی کھڑکی نہیں ہو۔ یہ مسجد دو منزلہ ہو۔ حصہ اول (۱۵) فٹ بلند ہو جس میں پست اور گہرے حجرے ہیں اور دوسری منزل (۲۲) فٹ بلند ہو جس میں (۸۹) چھوٹے چھوٹے گنبد سادی وضع کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل کی دیوار کا آثار دیکھا ہو اور بالائی منزل کی دیوار کا آثار دیکھا ہو اور اس طرح جوں جوں بلندی ہوتی جاتی ہو آثار کم ہوتا جاتا ہو۔ چنانچہ اوپر پہنچ کر وہی فٹ کا آثار رہ گیا ہو یہ تمام عمارت سوائے شمال و مشرق رخ کے اب تک اچھی حالت میں ہو اس کو نے کی چھت گر گئی ہو۔ یہ نقصان مسجد کی عمارت کے نقص کی وجہ سے نہیں پہنچا بلکہ (۱۳۲) برس ہوئے آئے کہ مسجد کے اس حصے میں گاؤں والوں نے چارہ بھر رکھا تھا جسے کسی نے آگ لگا دی جس کی وجہ سے یہ حصہ منہدم ہو گیا جسے دیسا ہی پڑا ہو۔ یہ عمارت مال مسالے کے اعتبار سے بالکل کالی مسجد کی وضع قطع کی ہو اور اس کا طرز بھی مصری ہی ہو۔ کالی مسجد برج ملاکر (۱۴۴) لمبی ہو اور یہ مسجد برجوں سمیت طول میں (۲۱) ہو۔ کالی مسجد کی شکل قائم الزوایا متوازی الاضلاع کی اور یہ مربع کالی مسجد میں وسط عمارت میں ایک دالان ہو اور اس میں چار دالان ہیں۔ اس مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا وسیع ہال نظر آتا ہو جس کی بہت بڑی بھاری چھت علاوہ دیوار دوزستوں کے دوسرے ستونوں کی چودہ قطاروں کی ہوئی ہو تمام مسجد میں سینکڑوں ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے مسجد کے چاروں طرف چوک تیس تیس فٹ مربع ہیں۔ مسجد کی پہلی منزل میں (۱۰۴) محراب دار حجرے ہیں جو نو فٹ مربع ہیں علاوہ اس کے نیچے بھی حجرے ہیں جو کل ملاکر تعداد میں (۱۱۲) ہیں جن میں سے اکثر کوڑے کرکٹ سے بھرے ہوئے ہیں اور بعض میں مٹی اٹ گئی ہو۔ قریب (۱۳۲) برس کے گزرے ہوں گے کہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں جو انقلاب عظیم ہوا اس

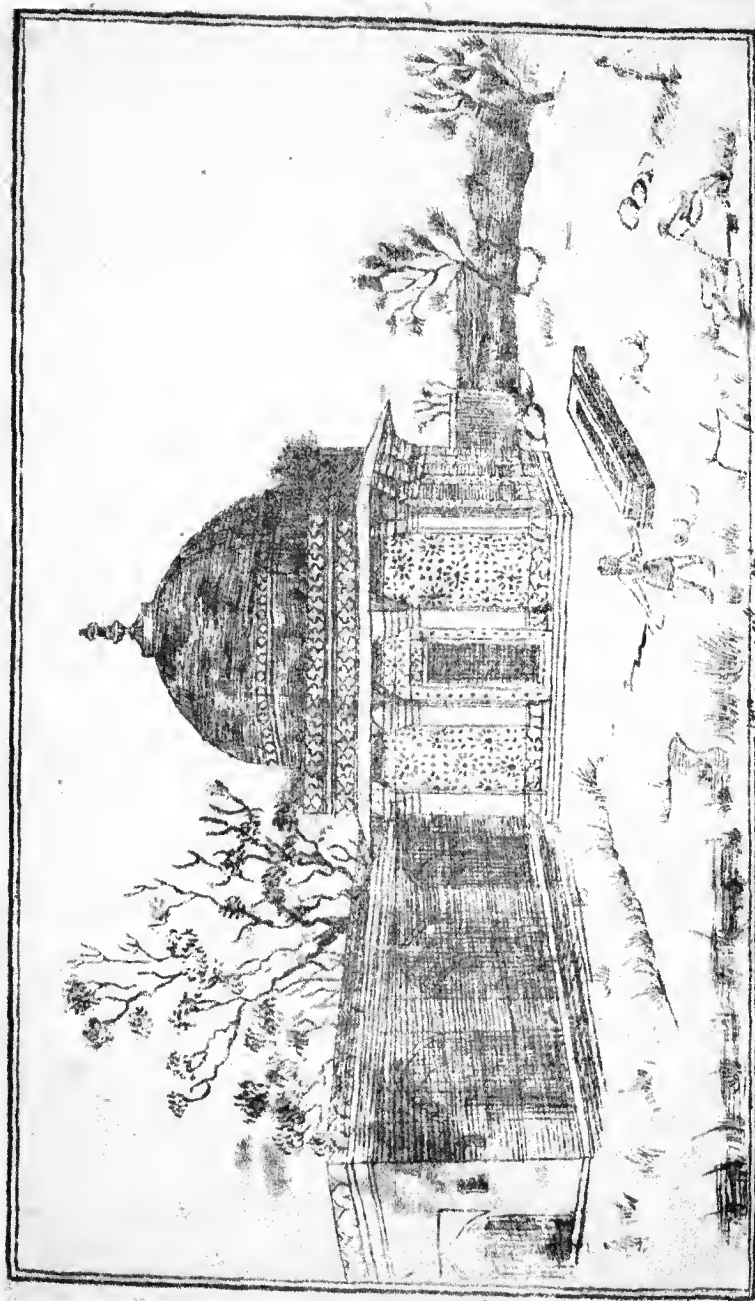
وقت موضع کھڑکی کے گجروں نے اسی مسجد میں پناہ لی تھی اور پھر دونوں اسی میں رہے تھے اور اپنی بود و باش کے لیے جا بجا در بند کر کے اپنے گھر بنا لیے تھوگا ہوا کہ تکام مقامی نے اسے خالی کر دیا۔ بہتر برس پہلے مٹر لے لے۔ رابر حسن اس مسجد کو دیکھا تھا تو لکھا تھا کہ اس مسجد میں اٹھارہ گھر لے بستے ہیں جن میں بیالیس مرد اور بیالیس عورتیں ہیں لڑکے اور میں لڑکیاں جملہ (۱۳۴) نفوس کے علاوہ (۱۳۵) نویشی بھی تھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں سے صرف (۳۸) مسلمان تھے باقی سب ہنود تھے، افسوس کہ ہونے کو تو یہ اتنی بڑی مسجد مگر کتبہ کوئی بھی نہیں جس سے اس کی بنا کی صحیح تاریخ معلوم ہو سکے۔

درگاہ شیخ یوسف قتال
۹۰۳ھ
۹۰۴ھ

یہ درگاہ حضرت شیخ یوسف قتال کی کھڑکی کی مسجد کے پاس ہی مرید میں قاضی جلال الدین لاہوری کے ^{۹۰۳ھ} میں سلطان سکندر شاہ ابن سلطان بھلول لودھی کے عہد میں بنی ہوئی اور حضرت شیخ علاء الدین شیخ فرید شکر گنج کے انوار سے بنی ہوئی ہوئی اور گرد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہیں اور گنبد چولنے کا ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا ہے اور ایک طرف کو چولنے پتھر کی مسجد ہے جس نے میں کہ یہ گنبد اور مسجد بنی ہوگی بکیرگی اور لطافت خالی نہ ہوگی لیکن اب پرانی ہو گئی ہے اور کوئی مرمت کرنے والا نہیں ہے۔ گنبد تو بہر حال اچھا ہے مگر مسجد بہت خراب خستہ ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ کھڑکی کے رہنے والے زمیندار اس درگاہ کی بہت مانتے ہیں اور دایف اولیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ درگاہ پر یہ کتبہ بحفظ عربی ہے۔

بنای این عمارت گنبد در عہد سلطان الاعظم ابوالمظفر سکندر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بے گنبد علاء الدین نور تاج بسمہ شیخ قطب العالم شیخ فرید شکر گنج ماہ محرم سن۶۰۳ تسع۱۰۰ حضرت یوسف قتال کا وصال ^{۹۰۳ھ} میں ہوا اور درگاہ بنی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے حین حیات درگاہ بن گئی تھی۔

لال گنبد یعنی مقبرہ کبیر الدین اولیا
یہ عمارت سرسبز سنگ سرخ کی ہے جس میں جا بجا سنگ مرمر بھی بطور آرائش



قلعه درگاه دوست خان

کے لگایا گیا ہے۔ اس کی دیواریں بھی تعلق شاہ کے مقبرے کی طرح گاؤم ہیں۔ یہ گنبد حضرت شیخ یوسف قتال کی درگاہ کے پاس شمال مغرب کی طرف ہے۔ آپ شیخ مغر کے صاحب زادے اور اپنے والد ماجد کی طرح بڑے صاحب کرامت تھے۔ یہ مقبرہ عموماً لال گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کے پاس چند تفرق کھڑے ہوئے پتھر کے ستونوں کو لکھا کر کے کھڑا کر دیا ہے جن کے اوپر ایک پتھر و معنک دیا ہے یہاں ایک تخت الارض چوٹی سی کوٹھری تین فیٹ چوڑی ہے جو اب کوڑے کرکٹ سے اٹ گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ دن کو آپ اسی مختصر حجرے میں اور رات کو اوپر رہتے تھے یہیں ایک پرانا کنواں بھی ہے جس پر شامہ کندہ ہے۔ اس گنبد کے شمال اور مشرق میں سیری کی فصیلوں کے ٹھنڈے اور درخت ہیں جو اڑھو جانے سے صاف نظر نہیں آتے موضع شاہ پور حبٹ ہیں۔ روسن چراغ دہلی کے اعلاطے کے باہر جہاں پناہ کی نصیٰ کا سلسلہ جا بجا سے گرا پڑا اب تک موجود ہے۔ عوام میں یہ گنبد بنجارے کے گنبد کے نام سے مشہور ہو گیا کہتے ہیں کہ کسی بنجارے نے اپنی خوش اعتقادی سے بنوا دیا تھا۔ اس گنبد کا پختہ بیوڑا بڑا ہ مربع اور لمبا بلند ہے۔ اصل مقبرہ ۱۴۴۰ء میں مرلج میں کافر اندر سے ۲۹ ہے۔ اور سنگ خارا کی سلوں کا فرش ہے۔ دروازہ داخلی مشرق رویہ ہے دو طرف جالیاں ہیں۔ مغرب میں بند۔ اندر چار چار کی دو قطاروں میں آٹھ قبریں چوٹے بچی کی بہت بڑی بڑی بنی ہوئی ہیں۔ سوائے ایک قبر کے کہ اُس پر قتل ہوا اللہ کندہ ہے۔ اور کسی پر کوئی کتبہ نہیں ہے گنبد پر کسی قسم کا کتبہ ہے اس گنبد کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ کس اور کٹورا چرانے کو چور آئے تھے چنانچہ انہوں نے اوپر چڑھنے کو جو رکابیں گاڑی تھیں ان میں کی ایک دو اب بھی باقی ہیں جب چور اوپر چڑھ گئے تو اندر سے ہو کر گرے چنانچہ ان کے خون کے دھبے مشرق کی جانب بھر رکاب گڑن ہوئی اب بھی توڑوں اور دیوار میں غور کر کے سے معلوم دیتے ہیں۔ واللہ اعلم اصل معاملہ کیا تھا۔

معروف کا مقبرہ لال گنبد کے پاس ہی بجانب مشرق یہ بہت پرانا گنبد ۲۹ معروف کا مقبرہ مرلج ہے۔ اندر اگلے بھر کے چاروں طرف کے درمیان رہتے ہیں لہذا ہم کسی مزید کیفیت کے لکھنے سے مجبور ہیں لیکن اسے عبد الصمد کا مقبرہ

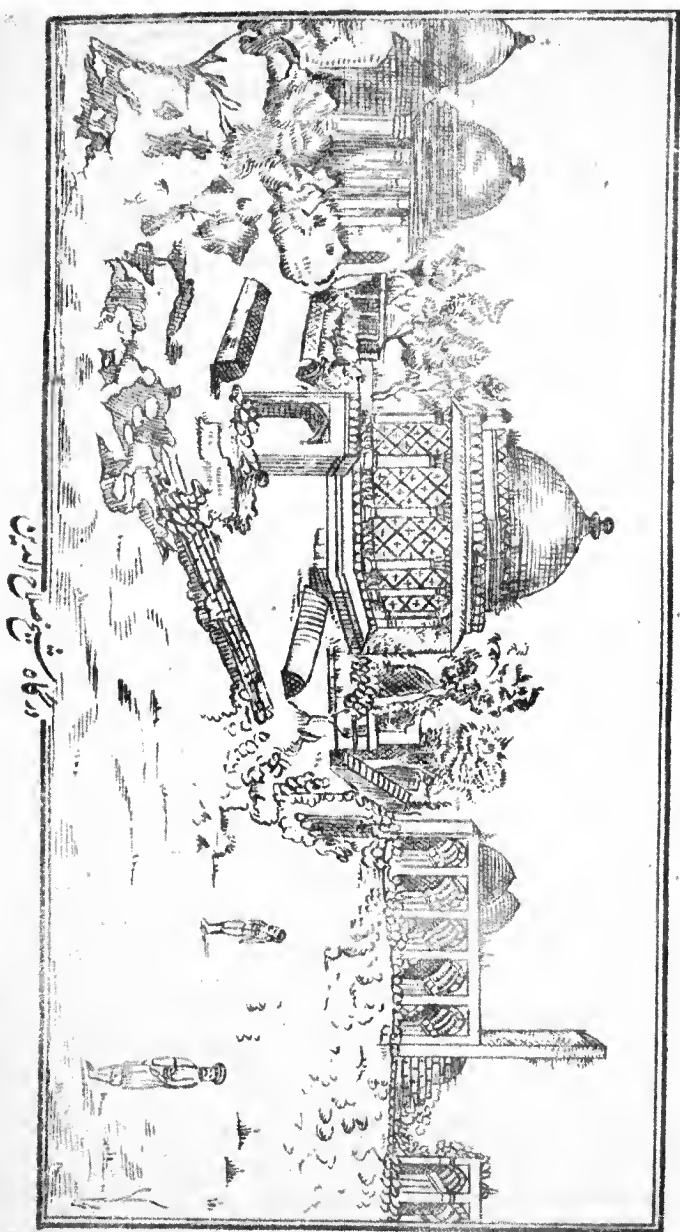
بتلاتے ہیں۔ غرض جتنے سنہ آتی باتیں صحیح حال کچھ کھلتا نہیں بہر حال کسی صاحب کا بھی ہو جو صاحب اس میں آسودہ ہیں تھے وہ حضرت کبیر الدین اولیاء ہی کے ساتھیوں میں کے۔
دو محاط ہواڑیں اسی جگہ دو احاطے گھرے ہوئے ہیں۔ یہ احاطے بہت مضبوط اور مستحکم فسیل نما بنے ہوئے ہیں۔ وضع قطع مسجد کی ہر اندر جا کر دیکھو تو مسجد کی طرح کی ایک دیوار کھینچ کر ایک بلند چبوترے بنا کر اس پر صرف قبریں بنادی ہیں۔

(۱) اس احاطے کا ایک چھوٹا سا معمولی دروازہ غرب رو ہے۔ یہ احاطہ ۳۴ مربع اور اچھی حالت پر قائم ہے۔ مغرب کی طرف مسجد نما ایک دیوار کھینچ کر اس میں تین دیواروں ووز بحر میں بنادی ہیں جس کے سامنے ۲۶ مربع اور چار فیٹ بلند چبوترے پر تین پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں۔ چھت پہلے ہی سے نہ تھی۔ ایسا ہی ایک اور چبوترے ۳۴ مربع ۶ اونچا ہے جس پر نو پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں جن میں سے صرف دو اچھی حالت میں ہیں باقی ٹوٹی بھوٹی ہیں۔ اس احاطے کی دیوار پر کنگورائیں ہر سادی ہے۔

(۲) یہ احاطہ پہلے احاطے سے بہت بڑا ہے اور احاطہ کی دیوار بھی کنگورے دار ہے جس کے پاروں کوکوں پر برج تھے۔ تین طرف کی دیواریں اور برج کر گئے صرف مغرب کی طرف کی دیوار اور ایک برج باقی ہے۔ گواہ اس میں زراعت ہوتی ہے تب بھی قدیم احاطے کا نشان باقی ہے ۲۴ مربع تھا اس احاطے میں اسی طرح کا جیہا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ایک پختہ چبوترے ۳۶ مربع اور سات فیٹ اونچا ہے جس پر دو سنگرستہ اور ایک سالم قبر ہونے

یہ دونوں مجھے اُس زمانے کے امراء کی ہڈیاں معلوم دیتی ہیں۔ اب بھی بڑے بڑے لوگ اپنی ہڈیاؤں کی جگہ محصور کر لیتے ہیں جیسے کہ درگاہ حضرت خواجہ بانی بالند اور حضرت سید حسن رسول نامیں موجود ہیں۔

دو برجی مسجد موضع شیخ سراے کی حدود میں یہ ایک بہت پرانی مسجد ہے جو کالو سراے اور بیگم پور کی مسجد کی وضع قطع کی ہے۔ جو اسی نواح میں فیروز شاہ کے عہد میں ۸۹۰ھ کی بنی ہوئی ہے۔ قوی قرینہ اس کا ہرچہ مسجد بھی آج کل کے تعمیر کی۔ یہ مسجد دہرے والاؤں کی تھی۔ ہر والاں پر پانچ پانچ گنبد تھے



درگاه شیخ صالح الدین

اسی وجہ سے وہ برجی کہلاتی ہے۔ پچھلا اعلان مع برجوں کے کر گیا صرف اگلا اعلان اور
پانچ بُرج کھڑے ہیں۔ مسجد کی بغلی میں ایک ایک حجرہ بھی واسطے بائیں تھا وہ بھی گر گئے
مگر نشان باقی ہیں۔ مسجد کا طول و عرض ۱۰۰۰۰ ہے۔ اب اس مسجد کی زہ تک زراعت
ہوتی ہے۔ اطراف کے کھنڈ شہادت دیتے ہیں کہ مسجد کے گرد بستی اور مکانات
تھے درجہ جنگل میں مسجد کا کیا کام ہے۔

درگاہ حضرت شیخ صلاح الدین

دنیا ہم نے سرے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
حضرت روشن چراغ دہلی کے پاس آپ

کی درگاہ ہے۔ آپ شیخ صدر الدین کے غلیبہ میں آپ کا انتقال دہلی میں ہوا اور موضع کھنڈ
سے ایک میل کے اندر ہی اندر آپ کا مقبرہ ہے جو ۱۰۰۰۰ میں بنا۔ آپ بڑے مقدس
اور ذی علم بزرگ تھے۔ آپ کے تقویٰ اور ورع کی شہرت دور دور تھی۔ آپ
حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے ہم عصر تھے۔ اور یہ دلوں بزرگ پاس پاس ہی رہا
کرتے تھے۔ آپ محمد شاہ تغلق کے عہد میں تھے۔ آپ کا فیض عام تھا اور خلائق کو
پند و نصائح ہی آپ کا کام تھا۔ اگرچہ آپ بادشاہ کو بعض اوقات سختی سے جواب
دیتے تھے مگر پھر بھی بادشاہ آپ کے ارشادات کو بڑی کشادہ پیشانی سے سنتا
تھا۔ یہ مقبرہ کھنڈ روڈ کے بیچ میں کھڑا ہے یعنی اضراف کی عمارتیں سب گر چکی ہیں
بس ایک یہ مقبرہ رہ گیا ہے۔ گنبد ۳۳ مربع چوڑے پر واقع ہے اور چوڑے کی
کرسی چار فیٹ اونچی ہے۔ گنبد ۱۰ مربع اور ۲۵ بلند پتھر چولے کا بنا ہوا ہے جس کے
سارے روکار پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ گنبد کے بارہ در دس دس فیٹ بلند ہیں
جن میں سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مشرق کی جانب بیچوں بیچ میں دروازہ
ہے۔ قبر سنگ مرمر کی آٹھ فیٹ لمبی چار فیٹ چوڑی اور فٹ بھر اونچی ہے جس کے
گرد ایک فٹ اونچا سنگ سرخ کا کٹھن ہے۔ گنبد کی چھت میں ایک کٹا پالٹنگ
رہا ہے۔ یہ گنبد خاندان تغلق کے زمانے کے گنبدوں کی طرح کا ہے جو مین فیٹ اونچے
اسطو اسے پر ہے جن پر چار فیٹ اونچا تانبے کا طبع کیا ہوا کلس ہے۔ گنبد کے ساتھ
ایک مسجد بھی تھی جو اب بالکل کھنڈ ہو گئی ہے۔ مسجد کے علاوہ ایک کتب خانہ اور کتب

عمارتیں بھی تھیں جو سب کی سب گر گئیں۔ اس گنبد اور دو برجوں میں حضرت فرید شاکر گنج اور شیخ صلاح الدین کے خاندان کے لوگوں کی قبریں ہیں۔ سرسید مرحوم اس درگاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”حضرت صلاح الدین بڑے فقیروں میں سے تھے اور روشن چراغ دہلی کے پاس آپ کی درگاہ ہی کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ درگاہ کب بنی اور کس نے بنائی دیکوں کہ کوئی کتبہ نہیں ہے مگر اُس کی عمارت کی طرح اور ساخت فیروز شاہ کے عہد کی عمارت سے بہت ملتی ہے اور بے تامل کہا جاسکتا ہے کہ یہ فیروز شاہ کے وقت کی عمارت ہے۔ حضرت شیخ صلاح الدین کے مزار پر ایک گنبد ہے اور اُس کے چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں اور اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور اس مسجد کے پاس ایک اور بڑی مسجد گنبد دار ہے کہ وہ اکثر جگہ سے گر پڑی ہے۔ اور پیش طاق بھی ٹوٹ گیا ہے مگر بعض حصہ در باقی ہیں اور حضرت شیخ صلاح الدین کے گنبد کے قریب شرق کی طرف ایک برج اور اُس میں بھی ایک قبر ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ کس کی قبر ہے اور اسی کے پاس ایک مختصر دالان بنا ہوا ہے کہ اُس کو مجلس خانہ کہنا چاہیے۔ اس درگاہ پر کوئی میلہ یا عرس نہیں ہوتا۔“ ۸۰ صفحہ کو آپ کا عرس ہوا کرتا تھا وہ بھی ایک عرس سے موقوف ہے۔

میں نے کیا دیکھا اب نو جنگل میں کھیتوں کے بیج میں آپ کی درگاہ ہے اطراف میں کھیت ہی کھیت اور گری پڑی عمارتوں کے مہیب ڈھیریں کے۔ کچھ نظر نہیں آتا چنانچہ یہ میدان عرف میں بیج کا جنگل کہلاتا ہے۔ درگاہ کے گرد ایک وسیع چنٹہ احاطہ تھا جو جا بجا سے گر گیا۔ درگاہ کا کوئی چبوترہ ۳۳ مربع اور ۱۴ اونچا ہو گا۔ اب دراصل کوئی چبوترہ باقی نہیں ہے۔ گنبد کا چبوترہ ۱۴ مربع اور دو فٹ اونچا ہے۔ درگاہ کے سامنے زیادہ تر قبریں ہیں وہ بہت پرانے طرز کی سنگ خارا کے لیے اور بھتے نقویدوں کی ہیں جو بالکل سادہ طور پر چورس کرپے گئے ہیں ان میں کوئی نزاکت یا صنعت نہیں ہے درگاہ سے جنوب کی طرف دو چنٹے برج ہیں ان میں بھی قبریں ہیں۔ ایک بڑی سنگین مسجد کا بھی باقی ماندہ حصہ بچہ پڑا اور گنبد باقی ہیں اور دو تہہ کھنڈر ہی کھنڈر۔ چیلے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ درگاہ کے اطراف دور دور تک عمارتوں کا سامنا تھا۔ مسجد ۳۳ مربع ہے۔ مسجد کے تین منیر باقی ہیں

اوپر چڑھنے کا زینہ بھی تھا جواب بہت مخدوش حالت میں ہر سجد کے تین درمیں یہ سجد
والان در دالان تھی آگے کا دالان مع گنبد دل کے گر گیا پچھلا حصہ جوں کا توں لکھڑا
ہر سجد کے متصل ایک عمارت تھی اس کا طرز یکساں رہا ہے کہ وہ مدرسہ رہا ہو گا جس میں
تین تین دروں کے دہرے دالان تھے چھت گنبد دار اور او کی تھی جس میں صرف ایک
در گراہی اور پانچ در باقی ہیں۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔

درگاہ حضرت شیخ علاؤ الدین
۹۱۳ھ

شیخ سراے کی بستی سے بالکل لگی
ہوئی آپ کی درگاہ ہر جس کا ایک بہت بڑا
وسیع اور پختہ تفصیل نما احاطہ ہے جس میں

متعدد قبریں ہیں اس احاطہ کے اندر آپ کی درگاہ کا نہایت عالی شان اور خوش نما
گنبد ہے اور علاوہ درگاہ کے اور کئی عمارتیں بھی اسی احاطے کے اندر ہیں۔ آپ کا گنبد ۴۸
مرتب ہے۔ گنبد کا داخلی دروازہ مغرب رو ہے۔ اندر دو دو قبروں کی تین قطاریں ہیں قبریں
چوٹے پتھر کی ہیں اور گرد بارہ جالیاں لگی ہوئی ہیں جس قبر پر سیت کھرا چوٹے پتھر کا ہر وہ
آپ کا مزار ہے باقی پانچ قبریں آپ کے اعتراف و اقرار ہوں گی سوروازہ پر بسم اللہ
اور کلمہ طیبہ کا طغری ہے۔ گنبد کی چھت پر سب سے اوپر آیت الکرسی ہے یہ پہلا مینڈ ہے
دوسرے شیعہ میں بسم اللہ کے بعد ہوا اللہ الذی لا الہ الا هو للغنیۃ الشہادۃ تا آخر
سورہ حشر رکوع ۲۰ پارہ ۲۸۔ اور اسمائے حسنی ہیں تیسرے شیعہ میں حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک ہیں اور مہر جالی کے دو طرفہ نہایت نفیس منبر
ہیں۔ صدر دروازے کی پیشانی پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے۔

بنائیں عمارت گنبد در عہد سلطان الاعظم ابو المظفر سکندر شاہ سلطان
خدا اللہ ملکہ و سلطنتہ بانی گنبد شیخ علاؤ الدین نور ناج
شیخ ہنسہ قطب العالم التیم فزید شکر کچھ مکہ عمر سنۃ ثلثہ عشر و تسعۃ
آپ حضرت شیخ فزید شکر گنج کے نواسے تھے۔ علاؤ الدین ابو دھنی کے نام سے
مشہور ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نور الدین ابو دھنی ہے۔ تاریخ ولادت ۷۸۵ھ
وفات ۸۴۵ھ۔ مہینہ میں معمولی سنگ خارا کے چوکوں کا فرش ہے۔ صدر دروازہ
کی جالی کے ایک طرف یا علیا منظر العجا رب والفرایب اور دوسری طرف تاجہ نورانا

فی القبر کے مغرب میں۔ جنوب کی طرف لاجل و لا قوۃ الا باللہ علیٰ نعیم کے مغرب میں اور مغرب میں فاللہ نعیم حافظا و هو ارحم الراحمین دینا ظلمنا انفسنا وان تقفیر لنا و ترحمنا لکنک نکت من الخسارین دیارہ (۸) سو وہ اعلیٰ و کبریا و کتھنکنا ما لا طاقۃ لنا بہ تا آخر سورۃ بقرہ۔ شمال میں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ۔ یا اللہ الموحّد فی کلّ حال در پھر مکہ۔ مشرق میں یاد آئما بلا فناء.... ولا من وال۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ یا اللہ اکلہ لکرت جلالہ دینا انزل عینکما یدک و میرک السماء ینکون لک عبید اکبر و لنا و اخر کما انت خیر الرازقین۔ پارہ (۶) (دکوع (۵) سورۃ مائدہ۔ وغیرہ چاروں طرف مغرب ہی طرف ہے۔

چوتھیں دری ۴۴ مربع۔ آٹھ جاہیاں تین دروازے چوتھا مغرب کی طرف کا بند۔ اندر تین قبریں بختہ۔

ہشت درہ برج کھلا ہوا اس میں دو قبریں بختہ ہیں۔

دسویں مدرسہ درگاہ کے شمال میں مسجد کے شکل کی تین در کی ایک وسیع عمارت ۱۱۰۰ مربع اس کے بیچ کے در کی پیشانی پر یہ کتبہ

بہ خط نسخ ہے۔

بنی هذا المدراسة باسم قطب العالم شیخ فرید شکر گنج فی زمان السلطان الاعظم نصیر الدین محمد ہمایون بادشاہ سلطان غازی و کان پانیہ نور علی شیخ سنۃ احمد و اربعین و تسع مائتہ اس مدرسے کی اصلی عمارت تین ہی دروں کی تھی بعد میں دو در اور داہنی طرف بڑھا گئے۔ صحن مدرسہ جو عقب درگاہ پر اس میں ابھی سنگ رخام کی سلین بچی ہوئی ہیں۔

دسویں مدرسہ مدرسے کے داہنی طرف تین در کا ایک دالان ہے جس کے آگے کا برآمدہ گر گیا۔ یہ مدرسہ بھی غالباً مدرسہ ہی کے متعلق تھی یا کوئی جدا گانہ قطع رہا ہو تو بھی عجیب نہیں۔

ایک پرانی مسجد درگاہ سے تھوڑی دور بجانب غرب ایک شکستہ مسجد ہے جس کا چوترا نمبر ۱۰۴۹

اور ۱۰۵۰ اوچا ہے۔ اس کی صرف دو محرابیں کھڑی ہیں۔ یہ بھی موضع شیخ سرے کی حدود میں ہے۔

بارہ کھمبا

ایک نہایت خوش بنام سنگ مرغ کا ہشت پہل بارہ دروں کا گنبد ہے جو بہ مربع ہے۔ اطراف وسیع اور پختہ احاطہ ہے۔ اندر ایک قبر بھی ہے بارہ کھمبا کہلاتا ہے شیخ سرا کے ایک ستم بخش نے شیخ فرخ کا گنبد بتلایا جو شیخ علاؤ الدین و شیخ صلاح الدین کے خاندان کے کوئی بزرگ تھے زیادہ حال کچھ معلوم نہیں۔ اس گنبد کے اطراف کھیت ہی کھیت ہیں۔ جو لوگ کھیتوں میں تھے وہ شیخ متھے والا پیر کا گنبد کہتے ہیں۔ اصل میں کسی بزرگ کا مدفن ہے پر وہ خفا میں ہے۔ کوئی کتبہ نہ گنبد پر ہے نہ قبر پر پھر پتہ چلے تو کیسے ہے۔

اکس درہ۔ کالا گنبد اور حمام

۱۱) بارہ درہ کی عالی شان اور بہت پختہ لداؤ کی عمارت پٹھانوں کے زمانے کی معلوم ہوتی ہے جس کا طول و عرض ۶۰ x ۳۰ ہے اندر تو گنبد ہی گنبد ہیں مگر اوپر چھت پاٹ ہے۔ ستون سنگ رخام کے ہیں۔ فرش اب باقی نہیں رہا کچھ زمین ہے۔ یہ عمارت تہرے دلائلوں کی ہے۔ سات در لبان میں ہیں اور تین چوٹان میں اس طرح ۷ x ۳ = ۲۱ در کی عمارت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اکس درہ مشہور ہے۔

۱۲) اسی کے پاس ایک پختہ وسیع اور فضیل نما شکستہ احاطے کے اندر ایک مرتفع گنبد ہے جو ۶۰ مربع ہے گنبد کے چار دروازے چار طرف ہیں۔ کسی جاٹ کے قبضے میں ہے اُس نے اندر بھس بھر کر چاروں درجے دیئے ہیں۔ جب اندر کسی کا دخل نہ ہو تو حال کیا معلوم ہو کہ کوئی قبر بھی ہے یا نہیں۔ کالا گنبد اس وجہ سے مشہور ہے کہ امتداد زمانے سے دہلی کی کالی مسجد کی طرح باہر سے کالا ہی کالا نظر آتا ہے۔

۱۳) اس گنبد کے پاس ہی ایک پُرانی لداؤی عمارت ہے جو حمام کے نام سے مشہور ہے یہ عمارت سہ گبی اور نو گنبدوں کی مسمم مربع ہے۔ عمارت کہیں سے گری پڑی نہیں چون کی توں کھڑی ہے۔ فرش خام ہے۔ اندر جانور باندھ باندھ کر ایسا غلیظ کر دیا ہے کہ پاؤں دھونا بھی مشکل ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر حمام کیسا؟ قیاس چاہتا ہے کہ اس کے گرد جو اب کھیت دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں کوئی محل رہا ہو گا۔ جس کے متعلق یہ حمام تھا اور بارہ درہ بھی اسی محل کا ایک جزو ہوگی۔

لنگر خاں کا مقبرہ

۹۹۳
۱۳۹۴ھ

یہ مقبرہ موضع زمرہ پورہ کے پورے کے سوائے
میں واقع ہے اور یہ دونوں سوائے کے
ہوئے ہیں۔ راستے پورہ میں آجادی اس پاس

کے گاؤں کے زمیندار اس گاؤں کی زمین کی کاشت کرتے ہیں اس مقبرے کو لنگر خاں
نامی سکند۔ لودھی کے عہد کے ایک بڑے امیر نے یہ مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔
اس مقبرے میں سوائے اس کے کہ بڑی بھاری۔ نہایت مستحکم اور عالی شان عمارت
ہی اور کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ گنبد آٹھ فٹ اونچے اور ستر فٹ مربع چبوترے
کے مغرب جانب بنا ہوا ہے۔ گنبد (دشہ) مربع اور (دشہ) بلند ہے جس کے چاروں طرف
چار برجی دارچمبرے (دشہ) مربع اور (دشہ) اونچے تھے۔ شمال و مغرب کے گوشے کا
چمچہ توڑ گیا جس کا نشان اب بھی معلوم دیتا ہے اور شمال مشرق کی طرف کے چمچے
کی برجی لگ گئی۔ ان چمچوں میں قبریں تھیں۔ چنانچہ شمال و مشرق کے گوشے میں اب بھی
ایک قبر موجود ہے۔ جس گنبد میں لنگر خاں کی قبر ہے وہ سطح زمین سے چھت تک (دشہ)
بلند ہے اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک اور (دشہ) کی بلندی ہے اس میں تین طرف تین
دروازے ہیں۔ مغربی دیوار میں تین دیوار دوز صرا ہیں بشکل ایک مسجد کے ہیں۔ اس
چمچے میں تین قبریں ہیں جن میں سب سے بڑی مغربی دیوار سے لگی ہوئی لنگر خاں
کی قبر ہے جو چوٹے لگی کی نشانی ہے۔ (دشہ) چوڑی اور (دشہ) اونچی ہے مسجد کے وسط میں ایک
کھلا ہوا مستطیل مقام (دشہ) مربع ہے جس کے بارہ ستون ہیں اور اس پر ایک برجی بھی
ہے جس سے چھت تک اس کا ارتفاع (دشہ) ہے اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک اور
(دشہ) کی اونچائی ہے۔ گنبد اور اس کی ملحقہ عمارت سب پختہ چھتوں لگی کی بنیادوں کی دیوار
کے باہر دار استر کاری ہے۔ بلحاظ صناعتی کے نودیوں کے زمانے کی عمارت کا یہ
کوئی بہت عمدہ نمونہ نہیں ہے۔

موضع زمرہ پورہ موجودہ شہر دہلی کے جنوب میں چھ
میل کے فاصلے پر ہے یہ گاؤں پٹھانوں کے وقت
سے آباد ہے اگلے زمانے میں اس گاؤں کو کھن سرٹے

پنج برجی زمرہ پورہ

۸۵۴
۱۴۵۵ھ

کہا کرتے تھے پھر یہ گاؤں زمرہ خاں نامی کو جاگیر میں ملا جبکہ زمرہ پورہ نام ہو گیا۔ اس

مقام پر پانچ برج چولے اور پتھر کے پختہ بنے ہوئے ہیں اور ان میں بہت سی قبریں ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ زمر و خاں کون تھا اور یہ برج کس کے عہد میں بنے ہیں مگر ساخت عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ برج پٹھانوں کے عہد کے بنے ہوئے ہیں ان برجوں میں سے کسی پر کتبہ نہیں ہے کہ جس سے تاریخ بنا اور بنانے والے کا نام معلوم ہو سکے اس واسطے ہمزاس کے نہیں کہا جاسکتا کہ پٹھانوں کے وقت کی یہ عمارت ہے اور جتنی مدت پٹھانوں کی سلطنت کو ہوئی۔ اتنی ہی مدت ان برجوں کے بننے کو بھی ہوئی۔ یہ زمر و خاں کی بڑاڑ بھی ہے اور اس خاندان کے باج نام اور مشاہیر یہاں مدفون ہیں اور اسی وجہ سے پانچ برج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقابلہ سارے کے سارے لوہیوں کے بنوائے ہوئے ہیں اور سرسید کی تحریر قرین قیاس ہے کہ سکندر لودی کے زمان سلطنت میں ۱۱۹۹ء میں بنائے گئے ہیں۔ انھیں برجوں کے پاس اسی عہد کا ایک بہت بڑا کنواں ہے مگر اس میں پانی کئی چلو ہو گا گہنگی کے سبب یہ کنواں اندر سے بالکل بودہ اور بوسیدہ ہو گیا ہے کہ مرمت کے قابل بھی نہیں رہا۔ انھیں برجوں کے نیچے مینہ زمر و پور آباد ہے اور زمینداروں نے چند پیریاں ڈال رکھی ہیں۔

پہلا برج

داخل ہوتے ہی ملتا ہے جو چالیس فٹ مربع احاطے میں ہے جس کی دیواریں گیارہ فٹ بلند ہیں۔ سامنے کے رخ پر ٹوٹی ہوئی سیڑھیاں چڑھ کے ایک پچاس فٹ میں سے گزر کر احاطے میں پونہ بیچتے ہیں۔ پچاس فٹ بلند اور مربع عریض ہے جس میں خالص دروازہ چار فٹ چوڑا ہے۔ احاطے کی پچھلی دیوار اگر زمین کے برابر ہوئی ہے۔ مقبرہ ایک کھلا ہوا مربع مقام ہے جو دو فٹ بلند چوتھے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد بارہ پتھر کے۔ دونوں پر کھڑا ہے۔ سطح زمین سے گنبد کی بلندی ۱۵ ہے۔ چھت کے اطراف کنگورہ اور ایک پتھر کی چوڑی سنگنی ہے۔ گنبد پتھر اور چولے کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر کی قبریں سب ٹوٹ چھوٹ کر نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ احاطے کے کونے پر جو چاروں برجیاں تھیں وہ بھی گر گئیں

دوسرا برج

یہ گنبد شش پہلو ہے۔ مربع اور سطح زمین سے ۱۵ بلند ایک احاطے کے اندر ہے۔ یہ گنبد فیصد کے کرسی کے چوتھے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۵ ہے۔ گنبد کے چار ستون ہیں بلندی گنبد کی ۲۳ ہے۔ اس گنبد میں

بھی کوئی قبر باقی نہیں رہی۔

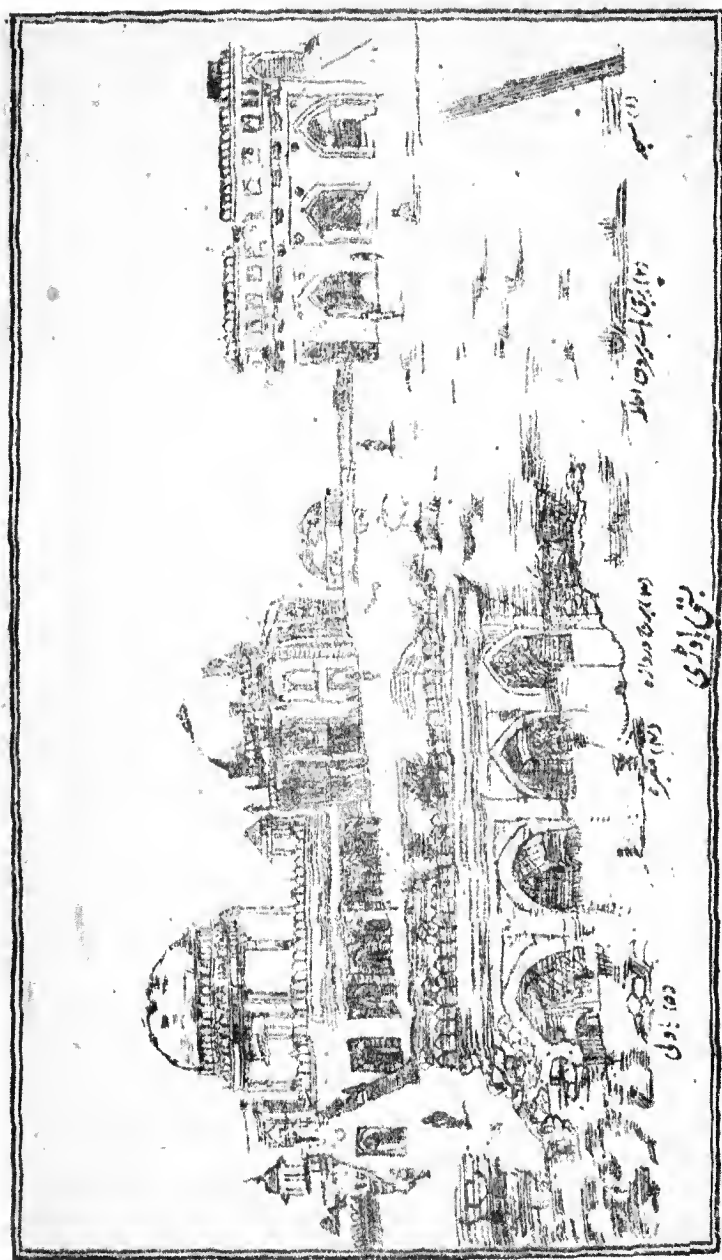
تیسرا برج ایسی ہی ۱۹ آپا سرخ ہر جس کا گنبد بارہ سنگین ستونوں پر استادہ ہے۔
 سطح زمین سے تابسق ۳۳ اور گنبد کی بلندی تک جس کی اونچان
 ہے۔ پتھر اور گچ کا بنا ہوا ہے۔ بیچ میں ایک قبر سنگ سرخ کی لمبائی ۲۲ چوڑی
 اور چھ لچ اونچی ہے۔

آج
آن برجوں میں یہ برج سب سے زیادہ شان دار اور پُر رونق ہے جو ۸۸ مربع ہے۔ مگر چوترا نہیں ہے۔ گنبد کے اطراف کنگوڑا ہے چھت تک ۳۳ کی بلندی ہے اور چھت سے لے کر گنبد کی چوٹی تک ۳۸ اور۔ یہ بھی چوٹے پتھر کا ہے۔ گنبد کے تین دروازے اور بیس ستون پتھر کے ہیں۔ اس میں چھ قبریں ہیں جو نہیں معلوم ہوتا کہ کس کی ہیں۔ جنوب مغرب کی طرف سیڑھیاں بھی ہیں جن سے اوپر چڑھ سکتے ہیں۔

پانچواں باب یہ ایک محاط عمارت ہے جو لحاظ تعمیر سب میں عمدہ اور حالت موجودہ کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ گنبد اہم مربع ہوا وسات فیٹ کے کرسی وار چوترے پر بنا ہوا ہے سطح زمین سے چھت تک ۳۳ اور گنبد کی چوٹی تک ۴۳ کا ارتفاع اور ستراؤ ہے۔ گنبد نیچے اور کچ کا حجر باقی عمارت بھر بھر ہے۔ چھر کی ہے۔ شمال اور جنوب اور مشرق میں تین دروازے ہیں۔ چھت چو میں سنگین ستونوں پر ٹکی ہوئی ہے۔ اس گنبد میں تین سادہ قبریں ہیں جن پر نہ نقش و نگار نہ کوئی کتبہ۔

بستی خاں کی باولی - مسجد
دروازہ اور مقبرہ ۸۹۴ھ
۱۴۸۸ء

۱۷۔ حضرت نظام الدین کی درگاہ سے جو خام رستہ دشمن چرلے وہی گوجا تاہر کسی پر ارا دت مند خاں کا کٹرہ دے اس کے پیچھے وار ریل کی سڑک اور تین در کا آنجی ہل ہے۔ سڑک کے پار یک ڈنڈی گارستہ ہے (یعنی فوجی جہاز آئیہ)



باؤلی

یہ باؤلی بہت بڑی اور بہت گہری ۱۱۲۷۳۱۲۳ ہر گراب بالکل دھ گئی اور خشک ہو گئی ہے۔ اگلے زمانے میں باؤلی کو باؤری یا بامیں کہا کرتے تھے۔ اس باؤلی ہی کے سبب سے اور اس کے بانی بستی خاں کے نام سے یہاں جو بستی تھی بستی باؤری مشہور تھی۔ اب نہ کوئی گاؤں ہے نہ بستی اب تو جہاں تک نظر دوڑاؤ کھیت ہی کھیت نظر آتے ہیں جس میں نظام پور۔ روشن چراغ دہلی۔ مبارک پور کوٹلے۔ مجاہد پور وغیرہ کے لوگ زراعت کرتے ہیں۔ باؤلی کے چوطرف نہایت خوش تھالان بنے ہوئے تھے۔ اب آسنے سامنے کے دالان تو رہے نہیں مگر ان کا ملبہ باؤلی کے اندر اٹ گیا ہے۔ داسنے بامیں یعنی شمال اور جنوب کی طرف ایک ایک سہری کھڑی ہے جو امر بے اور آہ اوچی ہے اس میں کابھی ایک ایک اونچا اور بڑا درجہ میں زینہ تھا گراڑا ہے۔ مشرق کی طرف کا دالان تو اب رہا نہیں مگر اس رخ پر لاؤ لگا کر پانی پھینچا جاتا تھا چنانچہ لاؤ کی کڑیاں کھڑی کرنے کی پتھر کی دو کڑیاں دائیں بائیں سو جو ہیں جن میں ایک ایک سوراخ ہے۔ اس باؤلی کے اوپر اور مغرب کی طرف ایک مسجد ہے اور یہ باؤلی گویا اس مسجد کا حوض ہے۔ غرض یہ کہ باؤلی جب درست حالت میں رہی ہوگی تو ایک پر لطف اور دل چسپ سیرگاہ ہوگی۔ اب تو دیکھتے سے ڈر لگتا ہے۔ باؤلی کی بندش کی دیواریں ہا بلند ہیں۔ باؤلی کی سیرمیاں اب تک تھیں اب ان میں سے صرف نو باقی رہ گئی ہیں وہ بھی شکستہ ہیں اور باقی ملبے میں دب گئی ہیں۔ باؤلی کے تنگم میں اب اس قدر جل جھاڑی ہو گیا ہے کہ سوائے ایک گڑھے کے باؤلی کی صورت پہچاننا بھی مشکل ہے۔

مسجد

باؤلی کے مغرب میں ایک مسجد ۱۶۷۵ء اور ۱۱۷۵ء اوچی ہے یہ مسجد معمول تین دروں کی ہے اور پرچیت سپاٹ ہے۔ کوئی مینار نہیں ہے۔ بلندی مع انگورے کے ٹہر ہے۔ دو طرفہ چھتیں چھتیں سیرھیوں کا زینہ ہے۔ بیچ کا دروازہ۔ چوڑا اور ادھر ادھر کے دروازے چوڑے ہیں۔ بلندی دروں کی ۹۰ ہے۔ سڑک کی طرف جو نکلا تو مغرب کی طرف درگاہ سے قریب قریب ایک سیل جا کر داہنی جانب کھیتوں میں بستی باؤلی کی عمارت نظر آتی ہے جس کے آگے مبارک پور کوٹلہ۔ مجاہد پور وغیرہ ہیں اور پھر صفہ جنگ کے مقبرے سے جو سڑک قطب کو جاتی ہے وہ مل جاتی ہے۔ اور بستی باؤلی کے آگے ہی حضرت روشن چراغ دہلی کی درگاہ شریف ہے۔ ۱۲

سجدہ کے پچھیت کی دیوار ہر وہ ۴۳ بلندی جس میں دو کھڑکیاں ہیں اور پانچ دیوار دوز
محرابیں۔ سجدہ کے محاذ میں ۴۳ چوڑائی چوتراپی جو بلندی میں (۲) ہر سجدہ کے داہنے
بائیں جہاں اوپر چڑھنے کا زینہ ہر وہاں مٹیاں تھیں جو گر گئی ہیں مگر ان کے چوڑے۔ ابھی
باقی ہیں۔ سجدہ کے اندر رنگ آمیزی کا کام تھا جس میں کا اس بہت کم نظر آتا ہے کیوں کہ کھیت
والوں نے مویشی باندھ باندھ کے ستیاناس کیا ہے اور پھر کھانا پکا پکا کر سجدہ کی ساری
دیواروں خصوصاً پیش حاق کو بالکل سیاہ کر دیا ہے۔ سجدہ کے اندر چونہ کاری سے قرآن شریف کی
آیتیں منبت لکھی ہوئی ہیں جو جابجا سے جھڑ گئی ہیں۔ پیش طاق پر پہلی سطریں یہ آیت ہے۔
پہلی سطر..... ہواللہ الذی لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہاد قالہ الاسماع الحسنی.....

شروع کا اور آخر کا حصہ جھڑ گیا۔

دوسری سطر۔ قل یا ایہا الکافرون۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل لہواللہ اور قل اعوذ
برب الفلق۔ مگر اس کا بھی کچھ حصہ جھڑ گیا ہے۔

گنبد کے گرد پہلے بیڈ پرند اسے حسنی۔ چھوٹے مطلق میں آیۃ الکرسی۔ سجدہ کے ہر کونے پر جابجا
اللہ اللہ کھرا ہوا ہے۔ تینوں محرابوں پر دو طرفہ طغرے صبی اللہ کے ہیں۔

پہلے تو ہم اسی کو بستی خاں کا مقبرہ سمجھتے تھے کیوں کہ یہ سجدہ کا دروازہ نہیں معلوم
دیتا بلکہ ایک متقل گنبد معلوم دیتا ہے گو کہ اس میں کوئی قبر نہیں ہے۔ یہ صدر دروازہ

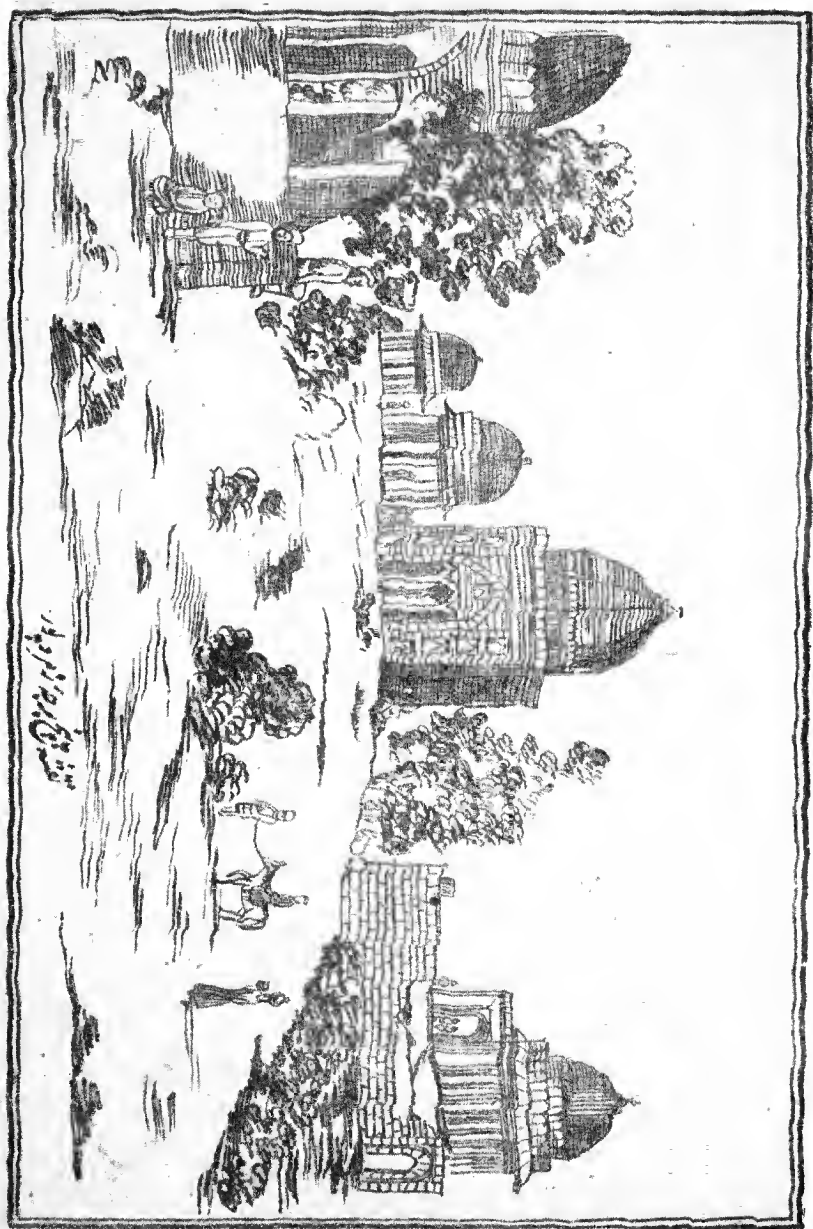
برج دار تعمیر اور گج کا ۴۳ مربع دس فیٹ بلند چوڑے پر ہے۔ چوڑے سے لے کر
چھت تک ۴۲ اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک ۴۳ جملہ بلندی اس دروازے

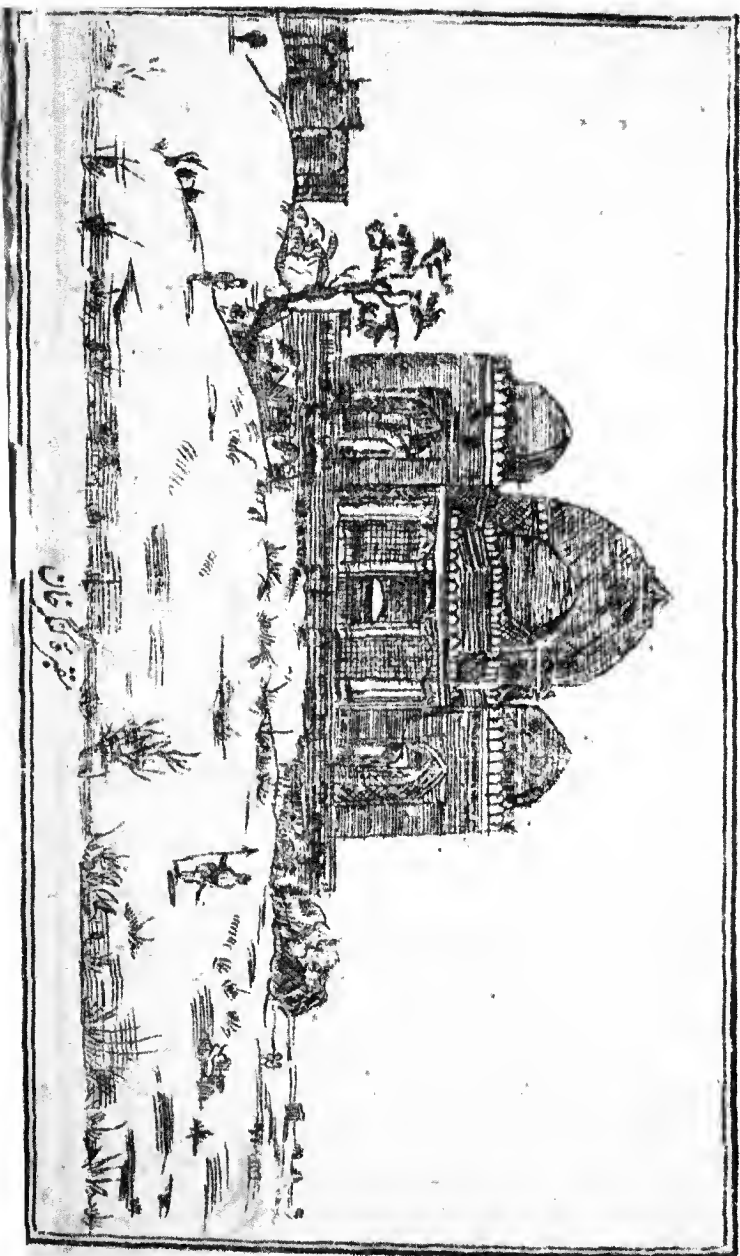
کی (۲) ہے۔ اس دروازے کی دونوں جانب بلند دیوار دوز محرابیں ہیں اور چاروں
طرف پتھر چوڑے اور ۹ پاؤں اونچے دروازے ہیں۔ گنبد کے زینے میں (۲۶) پتھر چھپا

ہیں۔ فرش بالکل خام ہے۔ گنبد ہشت پہل ہے اور ہر محراب پر دو طرفہ صبی اللہ کے
طغرے ہیں۔ گنبد میں اندر رنگ کا کام تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ دروازہ کی مغربی

جانب محراب میں ایک چھوٹی سی محراب دار کھر کی بطور نشین کے لگی ہوئی ہے دروازے
کا مغربی رد کار نقش و نگار سے آراستہ ہے جس میں جابجا سنگ سرخ لگایا گیا ہے۔

چوڑے سے اجارے تک بھورا بھرا پتھر لگا ہوا ہے۔ اس گنبد کا کلس ٹوٹ
گیا ہے۔





بستی خاں کا مقبرہ

اس دروازے سے چند گز کے فاصلہ سے بالکل سامنے مشرق کی طرف بستی خاں کا نہایت خوش قطع مقبرہ

ایک چتر کی وضع کا چاروں طرف سے گھلا ہوا ہے اس برج کا پہلا چوتراہ ۲۸ مربع اور ۸ پٹا اونچا ہے دوسرا چوتراہ ۲۸ مربع ۳ پٹا اونچا۔ تیسرا چوتراہ اصل چو کھنڈی کا ۲۸ مربع ۵ پٹا اونچا ہے۔ بلندی چتر کی ۱۵ پٹا ہے۔ یہ مقبرہ دفن لہ ہے پہلے ہم اوپر کی منزل کا حال لکھتے ہیں۔ یہ سر سے پانچ سنگ کا بنا ہوا ہے جس کے ہر طرف تین تین درہیں اور اس طرح چاروں طرف کے بارہ درہوں کے پنج کا در سے چوڑا اور ۱۵ پٹا اونچا ہے اور بغلی کے دو دروں سے چوڑے اور اونچان وہی ہے۔ اس چو کھنڈی کے پہلے چوتراہ کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ کی ۲۸ مربع برجیاں تھیں جن میں چار چار ستون پندرہ پندرہ فیٹ اونچے تھے تین طرف کی برجیاں تو گر گئیں اب صرف ایک مشرق کی باقی ہے۔ چو کھنڈی اوپر سے ہشت پہل ہے۔ اندر چوڑے کا ایک ڈھیر رہ گیا ہے جسے قبر کا تونید سمجھنا چاہیے کیوں کہ اصل قبر نیچے کی منزل میں ہے۔ اس کا احاطہ کنگورے نما جس کا دروازہ مشرق کی طرف ہے جو ۵ پٹا چوڑا اور ۱۵ پٹا اونچا ہے اور اگر کنگورے کو شامل کریں تو اونچان ۳۳ اور بڑھ جائے گی اس کے باہر طرف بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ گنبد بھی سنگ سرخ کا تھا جس کی سلوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے اور ان دراڑوں میں سے اس کثرت سے گھاس اگی ہے کہ گنبد خضر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہم جب گئے تو برسات کا موسم تھا ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ سبز محل کا گنبد کیسا بھر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ گھاس اس گنبد کی موت قبل از وقت کی نشانی ہے۔ حکام کی ذرا سی توجہ سے یہ گھاس نکالی جاسکتی ہے مگر کون ہے جو اس طرف توجہ کرے اور کے غرض پڑی ہے اور کے در وہی۔ قبر کے گرد بھی ایک بستی چوتراہا جواب باقی نہیں رہا۔ گنبد کے چاروں طرف یا اللہ یا اللہ بیسوں جگہ گھدا ہوا ہے اور گرد گنبد کے ایک چوڑا چھب ہے جو جابجا سے گر گیا ہے۔ گنبد کے باہر چھب کے اوپر چاروں طرف سورہ فتح اور سورہ قدر پتھر کے تراشے ہوئے حروف سے لکھی ہوئی ہے۔ یہ حروف جابجا سے جھڑ گئے ہیں۔ اس قبر کو عجیب طرح سے بنایا ہے پہلے تو بہت اونچا چوتراہ بنا کر اس میں دروں کے نیچے کوٹھریاں ہی بنادی ہیں اور بیچ میں بستی خاں کی اصل قبر کا ۲۸ مربع چاروں طرف سے بند ہے گرد اس کے ۱۵ پٹا چوڑی نلہ گردش دی ہے

جس کے ہر طرف پانچ پانچ درہیں اس طرح بست درہی ہوئی اور اسی طرح ہر طرف پانچ پانچ گنبد چھت کے اندر ہیں پس گنبد بھی بیس ہوئے اور بیچ میں اصل برج ہی اور اسی پراد پر کا برج بنا ہوا ہے۔ نیچے کی منزل ۵۴ مربع ہر بارہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاؤ تو بستی خاں کی قبر کا چھتر ہی اس برج کے دروں میں کسی نسلے میں جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ مگر اب جالیاں تو لوگ آگھاڑ کر لے گئے صرف ستون اور برج باقی رہ گیا ہے۔ برج کے اوپر کس تھا اس کو اکھاڑنے میں شاید وقت پیش آئی جو اس بے دردی سے نکالا گیا ہے کہ چھت میں کیا بغاڑ پڑ گیا ہے۔ جس چوترے پر بستی خاں کی قبر ہی اُس پر بھی تین سیڑھیاں چڑھ کر جانا ہوتا ہے۔ یہ گنبد اوپر کے چوترے سے ۴ اور زمین سے ۴۴ فٹ بلند ہے ان چاروں عمارتوں کے گرد ایک وسیع فصیل نما کنگورے دار احاطہ ۲۹۰ x ۱۹۰ فٹ ہے جس کی دیوار دس فیٹ بلند ہے۔ یہ مقام کسی زمانے میں بہت نفیس ہوگا۔ اب بھی ایک اچھی سیرگاہ ہے۔ ان مکانات پر کوئی کتبہ ایسا نہیں ہے جس سے تاریخ بنا معلوم ہو سکے اس سبب سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عمارت پٹھاؤں کے وقت کی بنی ہوئی ہے۔

ایک منہدم مسجد بستی بادلی سے جنوب مشرق کے کونے میں ایک بڑا شان دار وسیع اور پختہ فصیل نما کنگورے دار احاطہ ہے جس کے چاروں کونوں پر ایک ایک برجی تھی اب صرف شمال مغرب کے کونے کی برجی رہ گئی ہے وہ بھی ادھی گری ہوئی ہے باقی تینوں طرف کی بالکل منہدم ہو گئیں۔ مغرب دو میٹھی دار محراب میں سے چھت پر چڑھنے کا (۱۳) سیڑھیوں کا زینہ ہے اسی طرح جنوب مغرب کے کونے کی محراب میں بھی زینہ ہے۔ اس احاطے کے تین طرف ایک ایک بڑا عالی شان دروازہ تھا۔ جن میں کے دو شمال جنوب کے اب بھی موجود ہیں مشرق کی طرف کا گر گیا۔ احاطہ کی دیوار کے ہر کسٹن میں جو (۵۴) درتیں تین دیواروں کے دروازوں میں دیوار کی بلندی دس فیٹ ہے ہر کسٹن کی چھت گر گئی صرف پختہ چوترہ اور پختے بائیں پاسے کی دیواریں جن میں زینہ ہے اور پکی مٹی کے موجود ہیں۔ یہ احاطہ ۸۵ مربع ہے۔ دروازہ ۸۵ فٹ اونچا اور ۵۴ فٹ چوڑا ہے جس کے سامنے چھہ چھہ سیڑھیوں کا دو طرفہ زینہ ہے۔ چوترے کی کرسی ۵۴ فٹ بلند ہے اسے شامل کر لیں تو دروازے کا ارتفاع ۱۸۰ فٹ ہو جائے گا۔ صحن مسجد جو تمام جھاڑیوں سے ایسا بھرا ہوا ہے۔

کہ چلنا مشکل ہو جا بجا کچھ پختہ قبریں بھی ہیں نہ کوئی مینار باقی ہو نہ گنبد کیوں کہ مسجد کا دلائل تو پہلے ہی گر چکا ہو۔ مسجد کے گرد عمارات منہدم نہ کے کھنڈوں کے نشانات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ مسجد آبادی میں تھی اور اب بجائے آبادی کے کھیتوں کے بیچ میں نظام پور کے حدود میں ہو۔

ایک چھوٹی سی مسجد بستی بادی کے مغرب میں مبارک پور کوٹلے کی حدود میں ایک برج اور تین در کی ایک چھوٹی سی مسجد ہو۔ اندر رنگ آمیزی کا کام تھا۔ صحن پہلے ہو گا۔ کھیتوں کی وجہ سے باقی نہیں رہا۔ طبل و عرض مسجد کا سن ۱۲۴۷ ہو۔

شیخ علی کی گمٹی اس مسجد کے مغرب میں کوئی پان سو قدم کے فاصلے پر یہ بشت پہلو چھوٹا سا برج ہو جس کے آٹھ درنگ سرخ کے ہیں۔ اس کے اندر تین قبروں کے نشان ہیں مگر اب کوئی قبر نہیں رہی۔ یہ عمارت تباہ و برباد ہے۔ دروازے اور پچھلے چوڑے میں۔ شیخ علی کی گمٹی مشہور ہو۔

دولت بیگ کا باغ ادبہ دالی گمٹی کے مشرق میں کھیت میں ایک پختہ دیوار تھیں۔ بشمیلی اور دہلی ادبہ کھڑی ہو گئے ہیں کہ یہاں دولت خاں نامی کسی امیر کا باغ تھا۔ حدود دیکھنے سے ہزار فیٹ مربع کا اندازہ معلوم ہوتا ہو۔ چول کہ اب اس زمیں میں کھیت ہو گئے ہیں باغ رہا نہ چار دیواری اب صرف ایک رخ کی دیوار باقی ہو اس کو بھی دیر سویر لوگ توڑ کر اپنے مصرف میں لے آئیں گے اس احاطے کے بیچ میں ایک چھوٹے سے شکستہ چبوترے پر ایک پختہ قبر باقی رہ گئی ہو قیاس چاہتا ہو کہ وہ صاحب باغ کی ہو۔

ایک بشت پہل برجی ایک گڑے ہوئے چبوترے پر جو اب صرف ایک ٹیلے کی شکل کا رہ گیا ہو۔ بستی خاں کے گنبد کی بشت پر صرف پچھلے کارستہ چھوڑ کر سنگ سرخ کی ایک بہت خوش قطع بشت پہل برجی جس کے پچھلے چوڑے کی ایک قبر اس کا ہر ضلع ۳۰ فٹ چوڑا ہو اور یہی دروں کی چوڑاں بھی ہو اور اونچاں دتے ہو۔ ستون سنگ سرخ کے ہیں جس کی بیٹھکان اور ادبہ کی پتھری الگ چوکون پتھر کی رچ اور بیچ میں ستون

کاسلنگ ٹکڑا الگ۔ آٹھ ستونوں میں سے ایک گر پڑا، مگر پڑا یہیں ہی مشرق کی طرف کے ایک ستون کے گرد کلمہ طیبہ منقوش ہو باقی تین ستونوں پر چاروں طرف "الملک لله"۔ تین ستون سادے ہیں اور گما ہوا ستون بھی سادہ ہی ہے۔

دو طرفہ عمارت کے کھنڈر بستی باؤلی اور اس برجی کے شمال میں پکڑی راستے کے دو طرفہ دور دور تک جا بجا

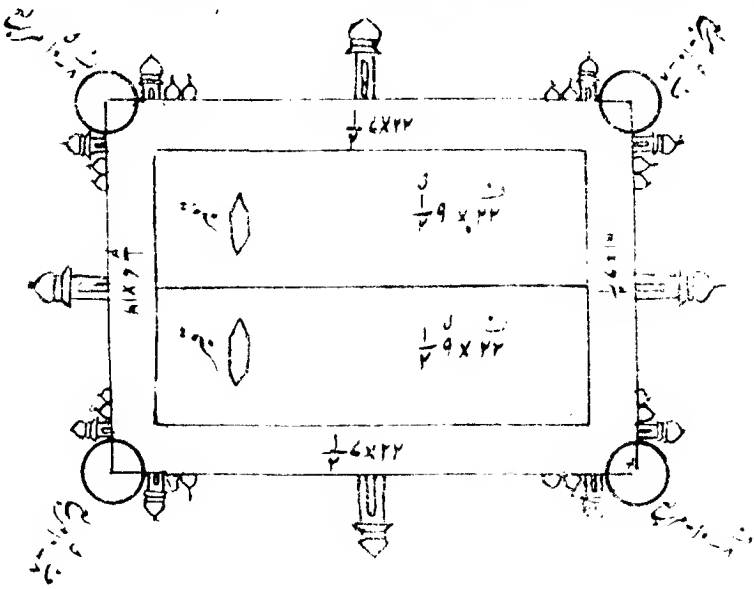
عمار توں کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ کہیں کوئی ادنجا ٹیلہ ہی کہیں دیوار کا کوئی حصہ رہ گیا ہو کہیں کسی محراب کا ایک پاکھا ہی کھڑا ہے۔ داہنی طرف کی حالت بھی یہی ہے۔ اڈل تو بستی باؤلی کے آگے ایک بڑے وسیع پختہ احاطے کی دیوار چلی گئی ہے۔ جو اکثر جگہ سے گر گئی ہے اور بعض جگہ موجود بھی ہے پھر اس کے بعد اور ایک احاطہ اسی قسم کا شروع ہوتا ہے یہی سلسلہ حضرت نظام الدین رح کی درگاہ تک مسلسل چلا گیا ہے۔ کہیں چپہ بھرز میں خالی نہیں اور قبروں کا ٹوکچہ شمار ہی نہیں بہت سی سٹ مٹا گئیں اور بہت سی متفرق طور پر موجود بھی ہیں۔ جب اس سرزمین پر ساہا سال سے ہل پھر رہا ہو ادھیت جوتے بونے جاتے ہیں تو اب کسی عمارت یا قبر کا نشان کیسے باقی رہ سکتا ہے مزار عین کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کھیت کو ان رکادلوں سے صاف کریں اور انھوں نے کبریٰ کیا اور جہان تک موقع ملتا ہے کرتے ہی جاتے ہیں۔ سنا کرتے ہیں کہ اگلے زمانے کے بادشاہ جب کسی سے ناراض ہوتے تھے تو ان کے نن بچے کو لھو میں پلوادیا کرتے تھے اور ان کے مکالوں کی جگہ گدھے کا ہل بھڑایا کرتے تھے یعنی بال بچوں سمیت مرواڈالتے تھے اور ان کے گھر جڑ بنیاد سے اکھڑا کر پھینک دیتے تھے اس طرح کہ نشان تک باقی نہ رہ جاتے۔ پس کسی عمارت کو معدوم کرنے کا سرچ الاصول نسخہ ہل کا پھر دینا ہی جواب بھی کثرت شائع ہے البتہ شان دوسری ہے۔ یعنی پہلا طریقہ مزاء تھا اور اب محض اقتضائے لیل دنہار ہے۔

بیوی باندی کا گنبد اسی رستے پر بائیں طرف بستی باؤلی کے شمال میں یہ مقبرہ ہے جس کا قبہ اندر سے بہت خوب صورت ہے اور اس قسم کا ہی جیسے کہ کابلی ٹوپی ہوتی ہے۔ یہ گنبد بہت خستہ ہے بقبے میں چاروں طرف

ایسی بڑی بڑی گہری دراڑیں نیچے سے چوٹی تک پڑی ہیں کہ قبے کی چار بھانکیں ہو گئی ہیں اندر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ اندر سے ان دراڑوں میں سے روٹنی نظر آتی ہے خدا جانے یہ حالت کب سے ہو اور کب سے اس طرح کھنڈا ہوا کھڑا ہو اور اب تک گرا کیوں نہیں۔ خیر آج نہ گرا تو کل گرے گا۔ رہے نام اللہ کا۔ نہ اندر فرش باقی رہا ہے نہ کوئی قبر۔ تین طرف در ہیں آٹھ اونچے دھڑے اور مغرب کی طرف صرف دیوار دوزخ طاق ہے۔ یہ گنبد آٹھ مربع ہے۔ اس گنبد میں اندر کے رخ پر کمر کی وضع کی بھانکیں بنی ہوئی ہیں اور جہان دیوار ختم ہو کر گنبد شروع ہوتا ہے وہاں گنبد کے گرد ۱۶ طاق ہیں غرض ہے اپنی طرز میں نہ الا اور بہت خوب صورت۔ یہ مقامی روایات سے یہ بیوی باندی کا گنبد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک محراب کا ٹھنڈ یہیں کھیت میں صرف محراب کا بہت اونچا ایک ٹھنڈا تھی بہت اونچی۔ خدا جانے وہ عمارت کیا تھی جس کا یہ باقی ماندہ حصہ ہے۔

ایک نفیس محل نام مقبرہ راستے کے داہنی طرف ایک محل دکھائی دیتا ہے جو بالکل کے پاس ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اس میں ایک ہال اور چاروں طرف دالان اور کمرے ہیں اور اس میں ممبرے دالان اور گردہ کمرے ہیں۔ آپ ذرا نقشہ ملاحظہ فرمائیں تو خوب سمجھ میں آجائے گا۔ مگر ہم یہ نہ پوچھئے گا کہ یہ کس کا محل یا مقبرہ ہے۔ جس طرح آپ ناواقف ہیں ہم بھی گم ہیں۔ پھر اندیشہ گم است کر رہی گنڈ۔ کیوں کہ ایسی عمارتوں کو کسی سے منسوب کرنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔ بعض عمارتوں کی نسبت تو لوگ آئینہ شائیں سنی سنائی روایات پر کسی نام سے منسوب کر دیتے ہیں جن کی کچھ تصدیق نہیں اور حافظہ اور روایات کی دست رس سے بھی زیادہ پرانی ہیں ان کا خدا ہی حافظ ہے وہ ماوشما کسی سے متعلق نہیں کی جاسکتیں اور اسی قبیل کی یہ عمارت بھی ہے۔ اس کی وضع قطع سے ہم نے کسی کا محل سمجھ اندر جا کر دیکھا تو ایک چھوٹا دودھ قہر میں موجود اور پھر کل میں علیہا فان کے طفرے نے تصدیق کر دی کہ یہ محل نہیں ہو کسی صاحب کا مقبرہ ہے۔



چاروں طرف مشن کمرے ۸۔ ۱۰ مربع میں۔ گرد والان اور بیچ میں دو دالان ہر طرف
 دہانے بائیں دو چھوٹے دروازے اور بیچ کا بڑا دروازہ انہیں کے دو طرفہ طعنے
 ہیں جو جھڑ جھڑا گئے چنانچہ مغرب کی جانب بڑے دروازے کے پاکھوں پر
 اکمل علیہا فان کا طعنی بہ مشکل پڑھا جا سکتا ہے۔ اندر دارچھت قبر دارلداؤ کی ہے چاروں
 طرف اور بیچ کے دالانوں میں تین تین گنبد ہیں جن میں کے دو ادھر ادھر کے
 چھوٹے اور بیچ کا قلم دان نما لمبوترے۔ زینے کی ۱۳ سیڑھیاں ہیں چھت ادھر سے
 سپاٹ برگر ادھر ایک چوڑا تر ۸ مربع اور ۱۱ اونچا بنا ہوا ہے مگر اس پر قبر کا تو فیذ نہیں
 ہے جیسا کہ بتا سائل میں ہے۔ مقبرے کی عمارت باہر سے ۸ مربع ہے۔ جس کے گرد
 ۱۲ x ۱۲ کا چوڑا تر ہے جو ۱۱ اونچا ہے۔ کل لمبندی عمارت کی ۱۲ ہے۔ مقبرے کے
 گرد احاطہ بھی تھا جو کمیتوں کے سبب سے باقی نہیں رہا۔ ہاں نشان اب بھی باقی ہے۔
 مقبرے کے اندر کثرت سے رنگ آمیزی کا کام تھا جو سب ماند پڑ گیا یا جھڑ گیا۔
 باہر بھی سر سے پائاک رنگ کا کام جو باوجود استاذانے کے جا بجا اب بھی نمایاں ہے۔
 مقبرہ بالا کے شمال میں رستے کے بائیں طرف ایک مقبرہ ہے۔
 باجی والی گمٹی جسے مقامی لوگ اسی نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک

نئی طرز کا دہرا گنبد ہے۔ بیچ میں ایک پورا قبة ہے اور اوپر اوپر آدھے آدھے اس طرح :-



اندہر ایک پختہ قبر ہے باہر سے یہ عمارت ۲۰ × ۲۰ فٹ کی طرف صوف ایک بڑا دروازہ ۶ × ۱۰ فٹ کا ہے۔ شمال جنوب میں دو کھڑکیاں ہیں اور پچھلی ۳ × ۳ فٹ کی بڑی ہیں۔ کل عمارت کی بلندی ۲۰ فٹ ہے گنبد کے اوپر ایک مہلت دہرے برج بنا ہوا ہے جو ۹ فٹ بلند ہے۔ یہ ایک نیا طرز ہے اور میرے خیال میں خوش نما بھی ہے۔ چھت پر چلنے کی ۱۳ سیڑھیاں ہیں۔ چوکھٹیں ندارد۔ گرد ایک مختصر چوڑا تھا جواب باقی نہیں رہا۔ نہ کس ہی رہا۔ یہ ساری عمارت سنگ خارا اور چولے کی ہے۔

منگل والے پیر کا برج یہ نام بھی گاؤں والوں کا بنایا ہوا ہے۔ یہ ایک مہلت پہلے گنبد ہے بہت شکستہ چوکھٹیں جو چار طرف تھیں ندارد کس غائب۔ پلاستر اندر سے سب جھڑ گیا۔ ۱۰ × ۱۰ فٹ مربع عمارت ہے چاروں طرف دروازے ۸ × ۸ فٹ ہیں۔ بلندی ۱۰ فٹ۔ فرش ندارد۔ قبر بھی باقی نہیں۔ غرض بالکل خراب و خستہ حالت میں ہے۔ گرد و پیش کے کھیت والے دوپہر اس میں کاتے ہیں۔

ایک پختہ کنواں اور حمام اوپر والے برج سے لگے بڑھ کر ایک بڑا بھاری پکا کنواں ہے جس کے پاس چھ گنبد دار حجرے ہیں جن میں کے چار سالم ہیں اور دو ٹوٹ گئے۔ دیواروں کے کونوں میں مٹی کے نل لگے ہوئے ہیں اور کونوں میں بھی ایک ڈاٹ لگا کر نل لگایا ہے اور اسی نل سے اس مکان کے ہر کمرے میں پانی پہنچتا تھا۔ گو یہ عمارت جا بجا سے گر گئی ہے مگر لمبوں کی موجودگی اور اس کے پاس کونوں کے ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حمام تھا عام کے قرب و جوار میں محل یا مکان کا ہونا ضرور ہے۔ کوئی کھل میں حمام نہیں بنایا کرتا لیکن اب محل تو غائب میں نہ حمام رہ گیا اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا۔

بے چھت کی مسجد اب ہم حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کی طرف چلے جا رہے ہیں اور جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں ریل

کی سڑک پاس آتی جاتی ہے یہ ایک بہت چھوٹی سی بے چھت کی مسجد ہے۔ مگر جتنی چھوٹی ہوئی تھی ہی خوب صورت بھی ہے۔ 5×4 - بلندی دیوار کی $\frac{1}{2}$ پچھیت کی دیوار میں صرف تین دیوار دوز طاق ہیں جن کے دو طرفہ طغزے کلمہ اور یا فتاح کے ہیں۔ اندر دیواروں پر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا۔ یہ مستقل مسجد نہیں ہے بلکہ جس طرح ہڑ داڑوں میں مغرب رویہ دیوار۔ اور دو پائے کھینچ کر مسجد بنا دیتے ہیں وہی ہے صحن تو کچھ ہی نہیں صرف چھہ فیٹ ہے اس کے سامنے تین درنگ سڑک کے آگے پیچھے 2×2 - 2×2 - 2×2 - اپنی ایک چوکنڈی ہے جس کی چھت قلمدان نما لداؤ کی ہے اس کے آگے چوترے پر چار تیر ہیں۔ چوترے منڈیر چھوڑ کر 3×5 ہے۔ اونچان 5 - 8 چوترے کے گرد احاطے کا نشان موجود ہے اس احاطے میں بھی بہت سی قبریں ہیں۔

چبوترے نالے کے پاس ایک چبوترے 2×2 مربع 5 اونچا ہے جس پر تین پختہ قبریں ہیں۔ بیچ والی قبر پر چوٹے میں آیتہ الکرسی کندہ ہے۔

گمزی علین نالے کے کنارے تین گرڈ کے ریلوے آہنی پل کے پاس۔ تار کے کم نمبر ۹۵۱ کے سامنے دلی سے آتے ہوئے ریل کی سڑک کے داہنی طرف 2×2 مربع اور پختہ چبوترے پر ایک چھوٹی سی 2×2 مربع گمزی بنی ہوئی ہے جس کے چار دروازے چاروں طرف 2×2 اور پختہ اور پختہ 2×2 ہیں کھڑیں اور قریب باقی نہیں ہے۔ چھت قلمدان نما ہے۔ گمزی کے اندر رنگ آمیزی کا کام تھا۔ اب صرف کہیں کہیں ایک آدھہ ٹپکان نظر آتا ہے اور بس۔

اور دو چبوترے اور ذرا آگے بڑھتے دو پختہ چبوترے ریلوے فینگ یعنی تار کی باڑھ کے پاس ہیں جن کے اوپر قبریں ہوں گی مگر

اب تو خالی ہیں اور یہی سلسلہ ریل کی سڑک کے دوسری طرف تھا۔ بہت سی قبریں ریل کی سڑک میں آگئیں اور حسب ضرورت میدان صاف کر دیا گیا۔

ایک برج کی مسجد ٹیلیگراف پوسٹ نمبر ۹۵۱ ریلوے کے محاذی سڑک کی داہنی طرف ایک چھوٹی سی مسجد ایک برج اور تین در کی ہے۔ داہنی

جانب کا در ٹوٹ گیا ہے۔ بیچ کا در ۱۱ x ۷ اور چھوٹے در ۸ x ۳ ہیں مسجد ۵ x ۱۵ ہے
صحن کا چبوترہ ۴۴ مربع ہے۔

ایک نام معلوم برج اسی مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا برج بہت خستہ حالت
میں ہے۔ اندر کوئی قبر نہیں۔ دروازہ بھی ایک ہی ہے وہ بھی
چھوٹا سا یہ عمارت ۱۲ مربع ہے۔

ایک نام معلوم گنبد ریکوے لین تار کے کھم نمبر ۹۵۰ کے بیچ میں ٹرک کی بائیں
طرف کوئی سو قدم کے فاصلے سے یہ گنبد پختہ اور اچھی حالت
میں ہے اندر رنگ آمیزی پھول بوٹوں گلہریوں کا کام ہے۔ گنبد ۳۲ مربع ہے۔ قبر نہیں ہے اندر اینٹ کے
چوڑے لگا کر دروں میں چوبی چوٹھیں اور دروازے لگا دیئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص
کا مقبوضہ ہے اور سامان زراعت رکھنے کے لئے یہ سب کارستانی کی گئی ہے۔ اس بہتہ شکل
برائے اکل۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھس بھرا جاتا ہے۔ اصلی دروں کی بلندی اور
چوڑائی ۱۳ x ۹ ہے۔ پختہ چبوترہ ۵ مربع ہے۔ قبة کے چاروں کونوں پر چار برجیاں اور ادھر
سنگ سرخ کا کلس ہے۔ معلوم نہیں کس کا ہے۔

حوض خاص کے گرد موضع کھر ٹرے کے محاذی دلی سے جاتے
وقت سیاہے ہاتھ کی طرف آٹھویں میل پر قطب
روڈ سے بائیں لے ہوئے دو گنبد نظر آتے ہیں

ہیں سے حوض خاص کا رستہ گیا ہے اور ایک ٹرک نکال دی گئی ہے۔ یہاں سے گنبدوں کا سلسلہ
شروع ہوتا ہے اور میرے خیال میں کوئی پانچ میل تک کے حلقے میں جا بجا گنبد ہی گنبد
ہیں جن کا سلسلہ موضع معینہ کے سے آگے تک چلا گیا ہے اب ہم ان گنبدوں کا بیان
تفصیل وار لکھتے ہیں

کھر ٹرے کی حد کے مقبرے

بیوی باندی کے مقبرے یہ دونوں گنبد بائیں ٹرک کے کنارے ہیں۔ ان
میں ایک بڑا دروازہ ۱۲ x ۱۳ سے چھوٹا اور یہ دونوں

مقبرے ”بیوی باندی کے مقبرے“ کے نام سے مشہور ہیں۔ اب نہ بیوی کو کوئی جانتا ہی نہ باندی کا کچھ ٹھکانا ہے۔ مرے بعد دونوں کا تفرقہ حکومت اور محکومیت کا مٹ گیا دونوں ایک ہی فرش زمیں پر ایک ہی حیثیت سے سو رہی ہیں ان کا قصہ یوں زبان زد خاص و عام ہے کہ بڑا گنبد بیگم نے اپنے لیے بنوایا تھا اور چھوٹا باندی کے لیے وہ باندی بھی کوئی بدم اور فقیہ ہوگی جب تو گنبد میں دفن ہوئی۔ اُس زمانے کی باندیاں بھی کج کل کی بیگموں سے بدرجہا بڑی ہی ہوتی تھیں۔ آج اچھے سے اچھے امیر کو مقبرہ بنانے کی سکت نہیں۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ باندی مری اول۔ بیگم تھیں قدر دان بلحاظ تقدم موت اپنے گنبد میں اُسے جگہ دی اور جب بیگم کی باری آئی تو وہ باندی والے چھوٹے گنبد میں آسودہ ہوئیں۔ سڑک سے ملا ہوا پہلا اور چھوٹا گنبد بیوی کا ہے اور دوسرا بیچ کے تین طرف دروازے اور مغربی رخ بند ہے محراب کی چوڑائی ۶۔ لم ۶۔ فرش اب باقی نہیں رہا۔ تین قبریں پختہ ہیں مگر شکستہ۔ ان میں ایک بڑی زانیہ قبر ہے غالباً یہی بیوی کی ہے جو ۴ × ۳۔۵ طول و عرض میں ہے بلندی قبر کی ۳۔۵ ہے۔ اس مقبرے پر سجائے کلس کے سنگ سرخ کی ایک چوڑی برجی ہے دوسرا گنبد جو باندی کا مشہور ہے اوپر دالے گنبد کے برابر ہیں یہ ۳۔۵ مربع ہے اس میں بھی پانچ طرف محرابیں ہیں مغرب کی طرف بند۔ بیچ کے در کے اوپر اوپر ایک ایک چھوٹا دہرے بڑی محراب عرض میں ۳۔۵ چھوٹی محراب کی بلندی اور عرض ۲۔۵ × ۱۔۵ ہے۔ مقبرے کی چنڈیا پر بسم اللہ اور آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے اور محرابوں کی ہر دو جانب کلمہ اور حسبنا اللہ کے طفرے ہیں۔ اس میں چھ پختہ قبریں ہیں مگر سب ٹوٹی پھوٹی جن میں دو ادنیٰ ہیں باقی زمین دوز۔ اس کا فرش بھی اکھڑ پکھڑا چاروں محرابیں بھی ترش لگتی ہیں۔

اس کے چاروں طرف تین تین درمیں بارہ کھمبے کے نام سے

بارہ کھمب

مشہور ہے۔ معلوم نہیں کس کا ہے۔ ۲۲۔۵ مربع ہے۔ قبر اور فرش دونوں نذرانہ بیچ کی آچ ۶۔ ۱۱ اور چھوٹی آریج ۴۔ ۶ عرض ہے۔ اس گنبد کی شمالی جانب بالکل چوتھرے سے ملی ہوئی ایک کوتیاں ہے جو بہت خطرناک ہے کم کم اس کی منڈیر بن جاتی۔

بارہ کھمبے کے پاس مغرب کی طرف دو چھوٹے چھوٹے

ستیلوں کے دو مٹھے

ستیلوں کے مٹھے ہیں ہندو ان پر پھول دول چڑھایا کرتے ہیں

گنری چار کھلے دروازے۔ باہر سے ۵۰ پلہ مربع۔ قبر اور فرش نہارو یہاں گنبدوں کا گھوڑا کھانا نہیں گنری رہی یعنی جگہ۔

اور دوا معلوم گنبد (۱) تین طرف دروازے ایک طرف بندہ ایک ٹوٹی پھوٹی قبر۔ فرش نہارو۔ لوگ چو کھٹوں کے بڑے

چور ہیں کہ دہلیز کے پتھر کام آتے ہیں۔ اکھاڑے گئے۔ یہ گنبد باہر سے ۴۰ مربع ہے۔ (۲) اسی طرح کا جیسا اوپر والا ہے۔ ۴۰ مربع۔ بیچ میں گچ کی ایک شکستہ قبر۔ تین طرف دروازے۔ مغرب کی طرف بندہ در کی چکلاں (۳)۔

در اصل یہ گنبد جو کھڑے کے مقبروں میں سب سے بڑا اور بہت شاندار ہے۔
شہاب الدین تاج خاں

گنبد بانع عالم یعنی شیخ شہاب الدین تاج خاں
اور سلطان ابو سعید کا مقبرہ ۹۰۶ھ
۶۱۵ھ

اور سلطان ابو سعید امرائے سلطنت رلودھی کا ہے لیکن اب جس سے پوچھو اس بانع عالم کہتا ہے۔ لیکن ہر پہلے اس کے گرد کوئی بانع رہا ہو کیوں کہ دور دور تک جگہ چھٹی ہوئی ہے۔ غرض یہ سمجھ لی گات نہیں ہے یہ تفرق بہت خوب صورت بنا ہوا ہے۔ اندر سے ۵۰ مربع ہے۔ تین طرف تین دروازے اور سردار کے ادھر ادھر ایک ایک کھڑکی۔ مغرب کی طرف کا بڑا در بند ہے مگر ادھر ادھر کی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ بڑی محراب کی چوڑائی ۱۰۔ سیڑھیاں نہیں کہ بلند سی معلوم کر سکیں۔ گنبد کی چندیا پر بسم اللہ اور اس کے حسی دوسرے حلقے میں آیت الکرسی منقوش ہے۔ گنبد اس قدر اونچا ہے کہ بلار و زمین کے پڑھ نہیں سکتے۔ چار قبریں چوٹے گچی کی ہیں جن میں ایک ذرا بڑی اور اونچی ہے۔ فرش اب باطل نہیں رہا۔ باہر دار سنگ سرخ کے چو کھٹوں کی چاروں طرف بڑی انقبیس کھڑکیاں ہیں جن کے تین طرف نیلے ٹیلے لگے جو سمیں اور اوپر مار پتھر تین ٹیلے چھوٹے نہایت خوب صورت طاق بنا کہ پھر سنگ سرخ کا چو کھٹا کر طاقوں کے اندر نیلے ٹیلے لگا دیے ہیں جو بہت ہی جملے لگتے ہیں۔ اس مقبرہ کی ایک دروازہ اس کا نفیس اور خوش حد خطہ میں طفرے کا کتبہ ہے۔ کتبہ یہ کیا ہے کہ اتنا بڑا ہے کہ اسے پڑھنا از بس دشوار ہے یہ کتبہ سنگ سرخ کے چو کھٹے میں سنگ مہلی کی تختی پر دستخطی ہے۔

دوسرا ایسا معلوم دیتا ہے جیسا کہ گن مثل کی لوح ہو۔

یہ کتبہ مغرب کی طرف لگا ہوا ہے ملا دور بین کے پڑھا نہیں جاسکتا اسی وجہ سے لوگوں نے ایک باد ہوائی بات اڑا دی ہے کہ اس کتبے میں اُس زمانے کا رنخ اجرت اور اجناس کی تشریح ہے حالاں کہ کتبہ یہ ہے۔

(۱) بنایا این عمارت در عهد دولت سلطان الاعظم مسکنہ شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ
(۲) این گنبد بنای شیخ شہا بدلیہ دین تاجخان سلطان ابوسعید تیار خنہام ماہ رمضان
سنہ ۸۰۰ سنہ ۱۳۹۵ م و تبعاً مسئلہ اس گنبد کے اندر چار قبریں چوٹی کی ہیں جن میں ایک دریاڑی ہے
اس گنبد کا کلس تو اب رہا نہیں مگر اُس کے گرد کا کنگورے دار کنول بہت ہی نفیس
ہے۔ یہ اس وضع کا ہے جیسے مراد آبادی خاصدان کے اوپر زردہ رکھنے کی ہوتی ہے۔

مغرب کی طرف جدھر کتبہ ہے اُدھر ہی گنبد کے پاس ہی ایک
وسیع قناتی مسجد جس میں بہت سی قبریں ہیں۔

قناتی مسجد

اُس سے آگے بڑھ کر ایک اور محاطہ ڈاڑھی یہاں
بھی ایک اور قناتی مسجد ہے اس میں بھی قبریں ہی

ایک اور قناتی مسجد

قبریں ہیں۔

اسیہ نام کیوں پڑا کچھ خبر نہیں۔ یہ گنبد ۳۳۰ مربع ہے۔ اندر چار
قبریں سنگ خارا کی اچھی حالت میں ہیں۔ تین در کھلے۔

توپوں والا گنبد

مغرب کی طرف بند۔ یہ گنبد بھی عالم گم نامی میں ہے۔

آخر ان شاہ فیح الاحسان ساخت حوضیکہ پر آب بود
وہ چھ حوضیکہ غیرت بخت بلکہ از مہفت بخت آب بود

حوض علانی یا حوض خاص

یہ زندہ سوج بس ز نور صفا مرجالیش چو ماہتاب بود
پیش او چشمہ سار آب حیات خشک بے آب چوں سراب بود

۶۹۵ھ - ۷۵۳ھ
اور ۱۲۹۵ھ - ۱۳۸۸ھ

خوش کوثر بود مگر کہ مدام آب او بہنہ از گلاب بود

اسیہ تالاب کا ہے کوٹھا ایک جھیل تھی جو ستر ایکڑ کے وسیع رتبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس تالاب

کو سلطان علاء الدین خلجی نے ۶۹۵ھ میں بنوایا تھا۔ اس تالاب کی بندش ہر چار طرف
سے سنگ بست اور پختہ تھی ۷۵۳ھ میں فیروز شاہ تغلق کا زمانہ آیا تو یہ تالاب

بہت شکستہ ہو گیا تھا سٹی سے تمام اٹ گیا تھا اور پانی کا نام نہ تھا۔ لوگ اس کے شکم میں کوئیں کھود کھود کر زراعت کرتے تھے فیروز شاہ نے گل براری کر ایسی مرست کروائی کہ گویا زر نو بنوا دیا اور جب ہی سے حوض خاص نام پڑا اور اسی سبب سے امیر تیمور نے اس تالاب کو فیروز شاہ ہی کا تالاب لکھا ہر چنانچہ امیر موصوف نے لکھا ہے کہ وہ یہ تالاب فیروز شاہ کا بنایا ہوا ہے جس کے چاروں طرف پختہ سلامی اُتری ہوئی ہے۔ اس تالاب کے چاروں طرف ایک ایک تیر کی زد پر اور نیز تالاب کے گرد عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ برسات کے پانی سے تالاب لب ریز ہو جاتا تھا اور اس قدر وافر پانی جمع ہوتا تھا کہ رعایا کی سال بھر کی ضروریات کو کافی ہوتا تھا۔ مولینا شرف الدین یزدوی نے ظفر نامے میں بحوالہ ملفوظات تیموری اس حوض کو فیروز شاہ کا بنایا ہوا اگر ادرعین کنواں لکھا ہے۔ ۵۳۰ھ میں فیروز شاہ نے اس تالاب پر ایک مدرسہ بھی بنایا تھا دار تاج نہارک شاہی۔ اس تالاب کے جنوبی رخ پر اس سرے سے اُس سرے تک مکانات ہی مکانات تھے۔ فیروز شاہ کے مدرسے میں پختہ اور لیت حجرے ہیں جن میں گائوں والے رہتے ہیں۔ اس مدرسے کے متولی سید یوسف بن جمال نے ۵۹۰ھ میں انتقال کیا اور مدرسے کے ضمن میں ہی آسودہ ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ مقام دل کش اور خوب چمکا کہ اُس کے دیکھنے کو بے اختیار دل چاہتا ہوگا اور ایک ستقول سیرگاہ ہوگی۔ اب بجائے سیرگاہ کے زراعت کا میدان ہر رات دن ہل چلتا ہے اور اس کے شکم میں کھیت ہی کھیت بکھڑے ہیں۔ اب یہ حوض کی شکل نہیں رہا۔ بالکل ٹوٹ چھوٹ گیا اور بھر بھر کر برابر ہو گیا ایک قطرہ پانی کا نہیں ٹھہرتا سو کھا پڑا رہتا ہے اور لوگ زراعت کرتے ہیں۔ کھڑے سے آتے وقت تھوڑی دیر تک اس کا ایک بلند بند ملتا ہے جو حال میں ڈالا گیا ہے یا ممکن ہے کہ پہلے بند پر نئی ٹی ڈال دی ہو۔ اب اس گائوں ہی کا نام حوض خاص ہو گیا ہے اور گنواروں کی زبان پر ہود لکھا ہے چڑھ گیا ہے ورنہ اب نہ حوض خاص رہا نہ تالاب رہا۔ وہ وسیع سلسلہ مکانات کا جو اس کے گرد تھے اکثر ان میں سے کھنڈر ہو گئے مگر پھر بھی یہ مقام دیدہ عبرت سے دیکھنے کے قابل ہے۔

فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ

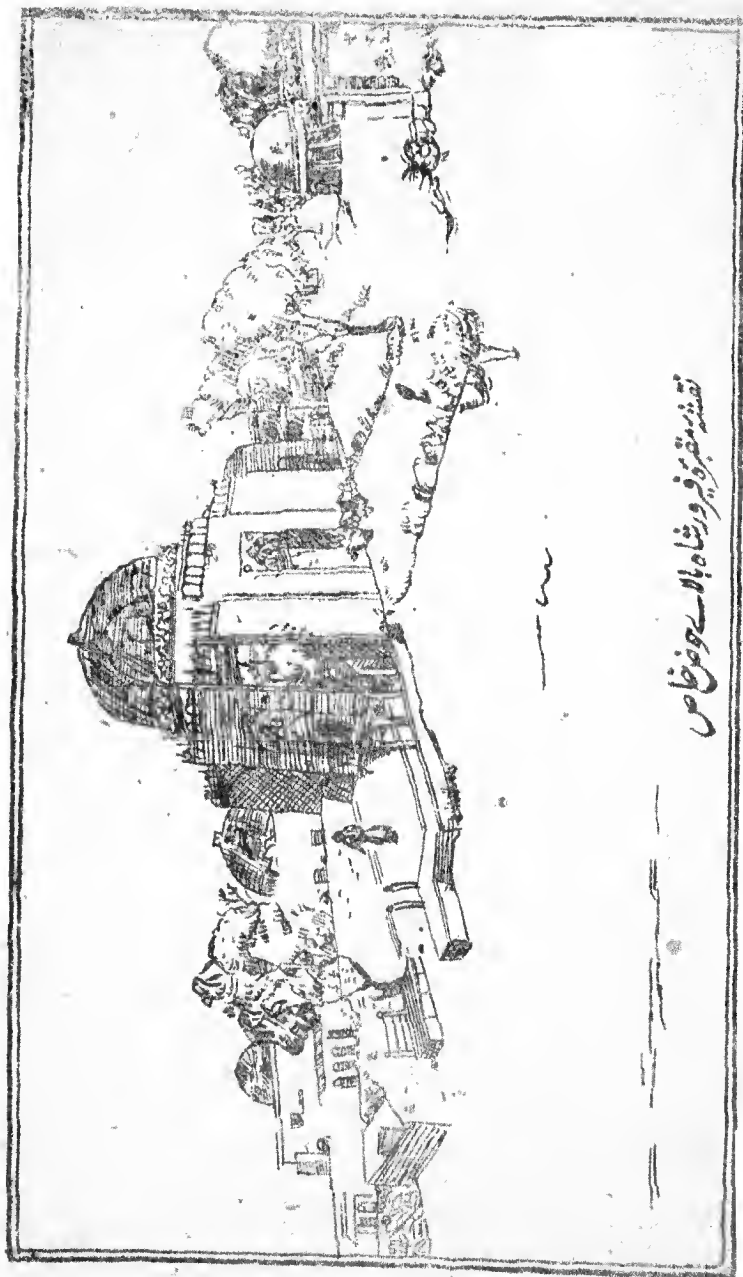
۹۲ء
۸۹

یاد ایام عشرت فانی : شہ وہم میں نہ وہ نہ سانی
 خاک میں رشک ساسانی : ہا کسی بلند ایوانی
 ایسی وحشت سرا میں سے کون : بے دردی گوری ہی درباری
 کیا ہوئی وہ بلند فی دیوار : کیا ہے وہ عمار و طولانی
 جگہ گل میں جن میں ریزہ و سنگ : گاہ کرتی ہر باز پرچانی
 نہ لاکھ نشان آس وصال : خاکست سے جہاں میں چھانی
 شور زار و دھن : کجائیں بل و عزلی خوانی
 کس چہ زار کو خزان حق ضرور : میں سے کیا تہ کی بات پرچانی

﴿﴾

توحن خاص کے پاس ہی ایک کنارے پر فیروز شاہ (۱۲۹۵-۱۳۵۱ء) پسر سارا
 رجب برادر خود تغلق شاہ کا مقبرہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خوش اور سکانات ملحقہ فیروز
 کے بنوائے ہوئے ہیں اور مقبرہ سلطان محمد ناصر الدین بن سلطان فیروز شاہ (۱۳۸۵-۱۳۸۹ء)
 نے جو اپنے جیسے ابوبکر شاہ بن فخر خاں بن فیروز شاہ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہوا
 ۱۳۸۹ء میں بنوایا تھا۔ یہ مقبرہ اندر سے ۲۹-۳۰ فٹ لمبائی پر جو بہت عمدہ تعمیر کا پختہ
 بنا ہوا ہے جس کے دو جانب مغرب اور شمال میں ایک ایک کتبہ اور حجروں
 کی دیوار جو فیروز شاہ کا مدرسہ تھا گنبد کے دو دروازے تھے ہیں۔ مغرب اور شمال
 کی طرف بند اور دروازوں کے دو اب میں دیوار و دیوار ہیں۔ مقبرے کا صدر دروازہ
 جنوب کی طرف ہے جس کے سامنے پتھر کی ایک منڈیر کوئی دو فٹ اونچی گھیر دینے سے
 ایک مختصر سا خوش نما صحن نکلا آیا ہے۔ اور اسی صحن میں سے ہو کر تین سیڑھیاں چڑھ کر مقبرے
 کے اندر پہنچتے ہیں۔ دروازے کی محراب بلند اور ۴-۵ فٹ چوڑی ہے مقبرے کے اندر
 چار قبریں اب بھی قطار میں ہیں۔ مغرب کی جانب سے دروازے سے بڑی ۴-۵ فٹ
 اور ۲-۳ فٹ اونچی سنگ مرمر کی ہے اور یہی فیروز شاہ کی معلوم دیتی ہے۔ اس کے پہلو میں
 مشرق کی طرف دوسری قبر سنگ مرمر کی اور تیسری چمکی ہے۔ چوتھی نیچے وار قبر بنہم
 کے پائین میں ایک چھوٹی سی قبر سنگ مرمر کی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس گنبد میں
 فیروز شاہ قابیٹا انصیر الدین محمد شاہ اور علاء الدین سکندر شاہ پسر فیروز الدین بھی مدفون

تقدیر متغیر فیور شاہ بالاے حفص



ہیں لہذا نمبر ۲ و ۳ کی قبریں ان دونوں صاحبوں کی ہوں گی۔ چوتھی قبر نامعلوم ہے۔ گنبد کا دروازہ چوڑا مستطیل اور محراب دار ہے جس کے بالائی حصے پر سنگ سرخ کی جالی لگی ہوئی ہے۔ دروازے کے اوپر کا پٹا بواور دونوں جانب کے ستون ذرا آگے بڑھے ہوئے ہیں جن پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں مشرقی دروازہ بھی وضع قطع میں بجنسہ جنوبی دروازے کی طرح کا ہے مگر اس کے سامنے احاطہ کی منڈیر نہیں ہے شمال رخ کی دیوار دو محراب میں ایک نوکدار محراب کا دروازہ ہے جس میں سے ہو کر در سے میں جانے کا راستہ ہے۔ مقبرے کی دیواروں کی شکل بہت اوپر جا کر بدل جاتی ہے جو درج سے مشن اور پھر سولہ اضلعوں کی شکل کی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ایک نہایت پیچ در پیچ شکل کا چھتہ بن جاتا ہے۔ مقبرے کی چھت کے اطراف ایک پست منڈیر کی گنبد نصف دائرے کی شکل کا ہے جس کا قطر بہت بڑا ہے جو چوٹی تک پونہ پونہ ایک خوب صورت دائرے کی شکل کا ہو جاتا ہے جس میں سے پٹیاں باہم تقاطع کرتی ہوئی گنبد کے وسط تک پہنچتی ہیں۔ ان پٹیوں کے باہمی تقاطع سے تین قطاریں مختلف اقسام و اشکال کے گلدستوں اور پھولوں کی تراشی کی ہیں۔ ان پٹیوں اور گلدستوں پر اور گنبد کی سقف کی سفید سطح پر مختلف اقسام کی رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ جنوبی دروازے کی پیشانی پر ایک نہایت عمدہ و دسٹری کتبہ بخط طغریٰ نسخ چونے میں کندا ہوا ہے جس کے پھیرے جھڑ جانے سے بہت ناقص ہو گیا ہے۔ جو عبارت جھڑ گئی اس سے قطع نظر کر کے بھی جو باقی ہے وہ ایسی پیچ در پیچ لکھی ہوئی ہے کہ طبیعت پر بہت زور ڈالنے کے بعد بھی پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ الفاظ اور پینچے اور کچھ پیچ ہوئے سے کتبہ کیا ہے ایک بھول چھلا ہے۔ بہر حال کافی غور کے بعد جو الفاظ کل سکے ہیں وہ یہ ہیں :- کتبہ -

پہلی سطر اللہ محمد رسول اللہ لنا بالتابع فرمالیش در میان
دہ ماہ موتب کسر دسل محلہ در عہد سلطان السلطین سکندر
بن سلطان السلطین بیامولشاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و اعلیٰ
اسرہ و شانہ در بستہ ماہ رمضان سنۃ ثلثہ عشر لسمائۃ -

دوسری سطر - سلطان السلطین سلطان فیروز شاہ طاب ثراہ و
جعل الجنة مثواہ در بن شیخ قاضی بن شیخ حاجی لہ لبنا سے مراد

حوض خاص کی اور عمارتیں

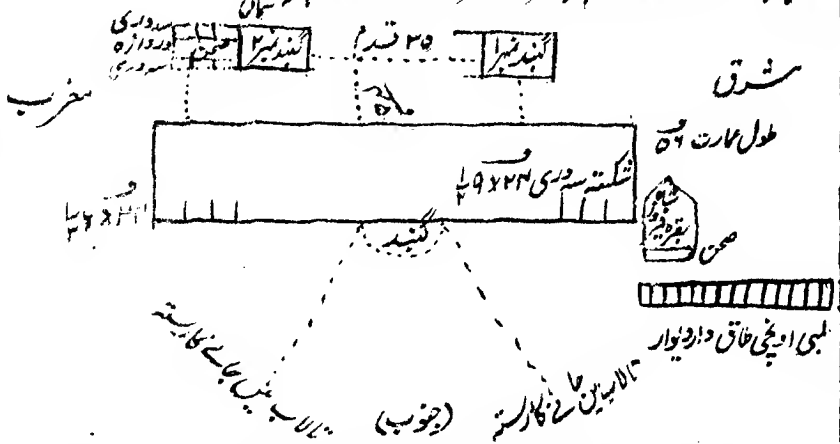
دو گنبد (۱) اندر سے ۱۷۰۰ مربع۔ چاروں طرف چار دروازے۔ محراب
۸۰۰ بلندی۔ ۵۰ چوڑی۔ قبر ندارد۔ فرش حال میں سنگ خارا کی سلوں

کا کیا گیا ہے۔

(۲) اوپر والے مقبرے کی سیدھ میں مشرق کی طرف۔ دونوں گنبدوں میں (۳۵)
قدم کا فصل ہے۔ ۱۷۰۰ مربع۔ محراب ۸۰۰ بلندی۔ ۵۰ چوڑی۔ مشرق مغرب کے درمیان
باقی دو طرف کے بند۔ قبر باقی نہیں۔ فرش سنگ خارا کی سلوں کا زمانہ حال کا ہے۔
اس مقبرے کے سامنے ۱۷۰۰ مربع کا صحن ہے جس کی دونوں جانب ۲۰۰ بلندی۔ ۵۰ چوڑی۔
جن کے درمیان اور ۵۰ چوڑی ہیں۔ سب دریوں میں ایک ایک بغلی کوٹھری بھی
ہے۔ مغرب کی طرف گنبد اور سب دریوں پر جانے کا (۳) سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ سب دریوں
کے سامنے چوڑا چھپرنگ خارا کی سلوں کا تھا جو اکثر جگہ سے گر گیا۔

در سے کے مرگاہا (۱) ان دونوں گنبدوں کے شمال میں ۱۳۵۰ بلندی قطع مکانات کا ہے
جس میں کاہ ۲۰ کا حصہ گر گیا ہے۔ اس میں کے وسط میں ایک گنبد

ہے۔ گنبد کے دو طرفہ چھپرے آترنے کا زینہ ہے جس میں سے تالاب میں آ کر جاتا ہے۔ یہی خاص
حوض ہے۔ گنبد کے تین دروازے ہیں شمال کی طرف ایک شش نشین ہے جس سے تالاب کا انشراح
ہوتا ہے۔ یہ گنبد ۱۷۰۰ مربع ہے۔ فرش اکٹھر گیا۔ سطحی نقشہ یہ ہے:



مقبرے کے شمال میں بھی اسی قسم کا بلاک مدرسہ کی عمارت کا ہے اور اس طرح اب دو بلاک ہیں۔ بالکل دو دنوں بلاک ملا کر بہت وسیع عمارت ہے جس میں کشادہ دالان۔ سہ درے اور حجرے ہیں جو ایک بڑے کالج کے لیے بالکل ملتی ہو سکتے ہیں۔

(۱) بہشت درہ بہشت پہلو برج جس کا ایک ضلع ۴۰۔ ۳۰ ہے۔ (۲) اسی لین میں اس کا جواب دوسرا برج۔ (۳) ایک ٹنکستہ لداوی کوٹھڑی برج نمبر (۱) کے پاس۔

**فیروز شاہ کے مقبرے کے
شرقی جانب کے برج**

(۱) بہشت درہ برج دہرے دروں کا۔ ایک ضلع ۴۰۔ ۳۰ ہے۔ (۲) بہشت پہلو برج۔ ایک ضلع ۴۰۔ ۳۰ ہے۔ اس میں سنگ مرخ کے تنوید کی ایک قبر زمین کے برابر ہے۔ (۳) بارہ کھمبار (۲۴) مربع جس کینچ میں ایک قبر زمین کے برابر ہے۔

منسوب

اس شکل کا

دو دالان

شمال ۲ جنوب ۳

یہ عمارت ۶۰ x ۳۰ سنگ خارا کی بالکل صحیح سلامت ہے۔ لمبان میں گیارہ اور چوڑائی میں تین درہیں۔ دو دنوں سروں پر دو گنبد۔ گنبد نمبر (۱) ۳۰ x ۳۰ ہے۔ گنبد نمبر (۲) کے سامنے بالکل تالاب کے کنارے ایک دو منزلہ نہایت وسیع اور مرتفع دالان ۶۰ x ۳۰ ہے۔ اس کے دو دنوں سروں پر بھی گنبد تھے۔ شمال کی طرف کا برج نصف گر گیا اور جنوب کی طرف صرف دو دروں سمیت ایک پاٹھا کھڑا ہے۔ چھت نام کو نہ رہی۔ تختانی حصہ عو لا نصف گر گیا اور نصف باقی ہے عجیب نہیں محل۔ یہی ہوا اور یوں تو جتنی عمارتیں ہیں سب تالاب کے کنارے ہیں اور سب ہی کا ایک رخ تالاب کی طرف ہے جسے چاہو محل محل کہہ لو۔

یہ مسجد عمارت ملحقہ کی شان و شوکت کے لحاظ سے بہت بڑی اور شین بنائی گئی ہے۔ صدر

تالاب کے کنارے کی مسجد

دالان ۶۰ x ۳۰ ہے۔ دائیں بائیں دو گے دالان ہیں۔ داہنی طرف کا دالان گر گیا۔

یہ الان ۳۵-۱۶۸۹ ہیں۔ مسجد پانچ در کی ہے اور دو درغلی دالانوں کے ملائیں تو
 نووری بھو۔ موجودہ صحن مسجد کا اہم پہ مرح جس کے پنج میں ایک پرانا درخت نیم کا
 اور دو قبریں سنگ سرخ کے نقویدوں کی ہیں۔ اس صحن کے علاوہ مسجد کے
 گرد ایک وسیع پختہ احاطہ بھی ہے۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض بھی ہے جس میں مٹی بھری ہوئی
 ہے جو ۹۳ مرح ہے۔ مسجد کی پچھت کی دیوار میں تالاب کے رخ پر تین
 سنگ سرخ کی ششہ نشینیں رکھی گئی ہیں۔ پنج کی ششہ نشین بڑی ہے اور ادھر ادھر
 کی چھوٹی۔

نگینہ گمٹی حوض خاص سے ہم موضع منیر کہہ کو چلے جو کوئی ڈیڑھ میل جگہ ہے۔ فیروز شاہ کے
 مقبرے کے نزدیک حوض خاص کے کنارے ایک ٹیلے پر ایک برجی ٹھہری
 ہوئی ہے جسے لوگ نگینہ گمٹی کہتے ہیں۔ یہ ایک شش دری برجی جس کا ایک ضلع
 ہے۔ لے گا ہے۔ قبر نہیں ہے۔ گرد کا چوبترا شکستہ ہو گیا۔ ایک خشک کنواں بھی چوبترے
 پر ہے۔ اس سے ذرا آگے پڑھ کر ایک وسیع اور پختہ چار دیواری کے اندر بہت
 سی قبریں ہیں۔

بجلی خاں کا گنبد منیر کہہ جاتے وقت دہانے ہاتھ کی طرف ایک بلند
 ٹیلے پر جو گنبد ہے وہ بالعموم بجلی خاں سے منسوب
 کیا جاتا ہے مگر فنا کے اندھیرے ٹھپ کے سلسلے بجلی کی گوندی میں پھر روشنی نہیں ڈالتی۔
 گنبد کی ایسی گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ ٹوٹنے سے بھی رستہ نہیں ملتا۔ یہ مقبرہ
 اندر سے اہم مرح ہے۔ سارا پلاستر اندر باہر کا گر پڑا کہیں کہیں کچھ ٹکڑا لگا رہ گیا ہے۔ ایک
 ہی لین میں چار قبریں ملے گی ہیں ایک قبر سب میں بڑی اور اچھی حالت میں ہے بچھوٹے
 کو بچھوٹے کی بجلی خاں کی ہے۔ باقی شکستہ ہیں۔ تین طرف کے در کھلے ہوئے ہیں۔ شرقی
 جانب کا گنبد کہہ دیا گیا ہے۔ یہاں سپر ہیوں کا زینہ اور چڑھنے کوڑی چوں کہ اس نواح میں سالہا
 گنبد فیروز شاہ کے عہد کے پٹھان امراء کے ہیں ہونہ ہو بجلی خاں ان میں سے ایک
 ہوں گے۔ اس مقبرے کے گنبد میں ایک اور چھوٹی سی گمڑی ہے جس
 میں ایک لٹلی چھوٹی قبر بھی ہے مگر جب ستنے بڑے گنبد کا کچھ حال نہ کھنڈا تو
 گمڑی کس شمار تھا میں ہے۔

پھوٹا گنبد بجلی خان کے گنبد کے پاس ہی اس نام کا ایک ادھ بنگلہ گنبد ہے۔ اس کو دیکھنے سے تو پھوٹے لالے کا نام غلط معاون دنیا پر بلکہ بات یہ ہے کہ سامنے کا سارا بن گیا صرف قبہ بننا باقی رہ گیا۔ چھت کا نہ نشان ہے نہ چھت کا کوئی گرا پڑا حقہ ہی خدا جانے کیا اتفاق پیش آیا کہ بنتے بنتے رہ گیا۔ یہ اندر سے شش مربیع ہے۔ قبر نہیں ہے۔

حاجی لنگیا کا مقبرہ اور میر حاجی صاحب کا اصل نام کیا تھا معلوم نہیں مگر اب تو گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ گو یہ گنبد اور

اس سے اگلا دونوں موضع حوض خاص کی حدود میں ہی ہیں مگر موضع منیر کے سے قریب ہیں۔ شش مربیع ایک گنبد ہے اندر پولیاں بھری ہوئی ہیں خبر نہیں کہ قبر ہی یا نہیں۔ مشرق اور شمال میں ایک ایک دروازہ ہے۔ سامنے ایک پانچ دری پختہ مسجد ہے جس میں کے دو دروازے مسجد کا دالان ۹×۸ ہے صحن مسجد ۱۰۰×۸ ہے۔ اسی کے کنارے مقبرہ ہے۔

ایک گزری ادھر والے گنبد کے شمال مغرب کے کونے میں ایک گزری ہے۔ مربیع کھڑی ہے۔ بیچ میں قبر کا صرف گڑھا رہ گیا ہے اور گزری کا قبہ بھی بالکل کھنڈ گیا ہے۔ چون کہ یہ گزری ادھر والے مقبرے کے پاس یعنی اس کے احاطے میں ہے قیاس یہ چاہتا ہے کہ بڑے گنبد والے صاحب کے یہ کوئی متوسل ہوں گے ہم کو نہ آقا کا پتہ ملانہ متوسل کا۔

موضع منیر کے حدود کے گنبد

قناتی مسجد گاؤں سے درے کوئی دو گولی کے ٹپ پر ادھر والے گنبد کے مغرب میں ساٹھ فیٹ مربیع قناتی مسجد ہے۔ چوتھے پر بہت سی قبریں اور بیچ میں ایک پڑانا نیم کا درخت کھڑا ہے چوتھے کے گرد منڈیر اور چاروں کونوں پر گول فیل پائے بنے ہوئے ہیں چوتھے کی دیوار میں چو طرف طاق طاق بنے ہوئے ہیں کچھیت کی دیوار میں پیش طاق کے نیچے ایک بڑا طاق اور ادھر آدھرتین تین چھوٹے طاق اس طرح کل سات طاق ہیں۔ بہت بڑی ہر دار سلوم دیتی ہے۔ سارا چیدرا جھاڑی اور کافی سے ڈھک گیا ہے۔

موضع منیر کہ کے کئی گنبد | منیر خاں اور وزیر خاں فیروز شاہ کے زمانے

تھے۔ انہوں نے دو گاؤں بسائے تھے جو انھیں کے نام سے مشہور ہیں۔ منیر خاں کا منیر کھاں ہوا جو کثرت استعمال سے منیر کہ ہو گیا اور امیر خاں کا گاؤں امیر کہ کہلائے لگا۔ امیر کہ کی بستی کا تو اب پتہ بھی نہیں رہا ہاں منیر کہ موجود ہے۔ منیر خاں کی نسبت کہتے ہیں کہ شکار کا بہت شوق تھا اور چیتے پالا کرتے تھے۔ دونوں بھائیوں نے دونوں گاؤں جلاؤں کے ہاتھ فروخت کر ڈالے۔ اس بستی کے متصل تو صرف دو گنبد ہیں ایک تو باطل بستی کے اندر ہے اور دوسرا بستی کے باہر۔ پہلے گنبد سے کوئی ہزار قدم پر۔ دونوں گنبدوں کو لوگ منیر خاں ہی کا بتلاتے ہیں لیکن میرے خیال میں بستی نے اندر والا گنبد کسی اور کا ہو گا رہا باہر والا گنبد وہ بہت عالی شان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ وہی منیر خاں کا ہو گا۔

بستی کا اندر والا گنبد | (۱) ادھر ادھر دو دولہاوی محرابیں ہے امر لج۔

بہت خراب و خستہ حالت میں ہے پتھر بیچ میں ایک قبر ہے وہ بھی خام جس پر گاؤں والے اُپلے تھاپتے ہیں۔ اس گنبد کے شمال میں دو کوٹھریاں ہیں وہ بھی گنبد کی طرح بوسیدہ ہیں۔

(۲) بستی کے باہر اوپر والے گنبد سے کوئی ہزار قدم کے فصل سے ایک بہت بلند ٹیلے پر (۲۵) سیر چھیاں چڑھ کر یہ گنبد (۲۵) مربع ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ چاروں کونوں پر چار بُرجیاں ہیں اور دونوں دروازوں پر دو دروازے ہیں۔ تین قبریں سنگ سرخ کی ہیں۔ چوں کہ یہ گنبد بہت بلند ٹیلے پر بنا ہوا ہے اور خود بھی اونچی عمارت ہے دروازے سے دکھلائی دیتا ہے۔ ہونہ ہو یہی منیر خاں کا گنبد ہو گا۔

مراد آباد پہاڑی کے چار گنبد | منیر کے سے مغرب رخ پر کوئی ایک میل کے فصل پر ایک بڑا گنبد ہے جو

بار لا گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے آگے ایک اور گنبد ہے مگر چھوٹا جو باجنا گنبد کہلاتا ہے۔ اور آگے بڑھو تو پہاڑی پر دو گنبد اور ہیں ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ یہ چار۔ دل گنبد کن کے ہیں معلوم نہیں۔ پہلے مراد آباد پہاڑی کوئی گاؤں تھا اب اُس کا وجود نہیں ہے۔

اب تو یہ چاروں گنبد موضع منیر کے کی ہی حدود میں ہیں۔

وزیر کے کے مقبروں کا گروپ | منیر کے کے سے دو گولی کے ٹپ پر پانچ

(۲) وزیر خاں کا مقبرہ جو سب میں بڑا اور علی شان ہے۔ ۶ مربع۔ اندر ٹھاکھس پولیاں
بھری ہوئی ہیں کہتے ہیں کہ اس میں سنگ سرخ کی ایک قبر ہے۔ (۳ و ۴) دونوں
ایک ہی طرز کے ۲۶ مربع گنبد منیر میں ایک چوٹے کی قبر ہے۔ منیر خاں کے گنبد منیر
کے سامنے ایک گزری نمبر (۵) ہے۔ یہ گزری معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بنائی گئی ہے کیل کہ
ایسی بے موقع منیر خاں کے مقبرے کی دیوار میں لٹکا کر بنائی ہے کہ اس کے پیش کو
عیب لگا دیا اور بالکل آڑ ہو گئی۔ مقبروں کی اس لین کے محاذی بجانب جنوب
ایک بہت بڑی اور عتیق ستیل باؤلی ہے جو بالکل دھٹکی ہے۔ باؤلی کے عرض میں
ادھر ادھر دو برجیاں ہیں جن کے پنج میں کنواں ہے اور ادھر ہی ایک سہ دری بھی
بنی ہوئی ہے۔

دوقناتی مسجدیں | منیر کہ اور اسیر خاں کے گنبد کے درمیانی میدان میں
بائیں ہاتھ کی طرف تھوڑے تھوڑے فصل سے نکھیتوں

میں دوقناتی مسجدیں ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں۔

موضع محمد پور کے تین مقبرے

محمد خاں کا مقبرہ | (۱) منیر کے سے کوئی میل بھر اور منیر خاں
کے گنبد سے نصف میل پر محمد پور نام کا ایک

چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جس کی نسبت سرسید نے لکھا ہے کہ ”اس موضع میں ایک مقبرہ
ہے جس کی نسبت معلوم نہیں ہوتا کہ کس کا ہے“

سراغ عمر گزشتہ کا ڈھونڈنے گرد و ق
میں اس عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ میرے خیال میں سرسید نے اس مقام
کو دیکھا نہیں اور سنی سنائی بات پر یہ مختصر سا فقرہ لکھ دیا ورنہ اس عمارت کی

عظمت و شان اس بات کی متقاضی نہ تھی کہ یوں سرسری طور پر ایسی گراں ڈیل شاہانہ عمارت کا ذکر کیا جاتا موضع محمد پور یا محمد شاہ بادشاہ کے نام پر آباد ہو یا کوئی محمد خاں اس کے بانی ہوں گے۔ پہلی صورت میں یہ شاہی عمارت ہوگی اور دوسری صورت میں محمد خاں کی باگ و شوق آخر اختیار کی جائے تو محمد خاں بھی منیر خاں اور امیر خاں کے جوڑی دار اور ہم عصر ہوں گے۔ بہر حال یہ خیالی۔ تنگے ہیں کوئی دل ٹھکتی اور ٹھکانے کی بات ہمارے ہاتھ نہیں لگی۔ مجھے اس عمارت کو مقبرہ کہنے ہی میں تامل ہے۔ اگر مقبرہ لغوی معنوں میں لیا جائے یعنی ہر وہ جگہ جہاں قبر ہو تو صحیح ہے اور اگر ستر اوف معنوں میں لیا جائے تو یقیناً غلط ہے۔ کیوں کہ اس عمارت کی صورت کبھی مقبرے کی نہیں ہے۔ صمد ہا مقبرے ہماری نظر سے گزرے سب ایک ہی وضع قطع کے ہیں کہ یا مربع ہیں یا مستطیل۔ چار طرف چار دروازے پر گنبد اگر یہ کیسا مقبرہ ہے جو مسلسل ۴۰۰ تک چلا گیا ہے۔ میرے خیال ناقص میں تو یہ تین در کی مسجد ہے ۶۰ × ۱۶۰۔ تین بڑے بھاری در ہیں ۴ چوڑے۔ اس عمارت کے تین گنبد ہیں بیچ کا بڑا ادھر ادھر کے چھوٹے۔ اس طرح تین قطعے ہیں ۱۴ × ۱۴ مربع۔ بیچ کے گنبد میں دو قبریں ہیں وہ بھی شکستہ۔ کتبہ کوئی ہے نہیں جس سے کچھ پتہ چل سکے۔ سیدھے ہاتھ کی طرف کے پہلے قطعہ کی چھپیت کی دیوار میں اوپر در ایک سنگ بستی کا ٹکڑا کہیں کالاکر چن دیا ہے جو کسی دہلیز کا ٹکڑا معلوم دیتا ہے جس پر بسم اللہ اور کچھ آیت لکھی ہوئی ہے جو صاف پڑھی نہیں جاتی یہ پتھر بہت لمبا اس نام کے کئی بادشاہ خلف خاندانوں میں ہوئے ہیں (۱) محمد بن غلق (۳۲۰-۳۳۰)۔ ناصر الدین

محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق (۹۲-۱۲۸۹)۔ خاندان سادات میں محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں (۱۲۵۰-۱۳۳۳) سلاطین مغلیہ کے آخری زمانے کے محمد شاہ (۱۶۵۷-۱۶۵۹) آخر الذکر تو رنگیلے ہی شہر تھے وہ تو اتنی بڑی عمارت کیا بنواتے تھے ہر عمارت پرانی یوں بھی ان سے منسوب نہیں کی جاسکتی نہ اتنی پرانی ادا اس طرز کی ہے کہ محمد شاہ تغلق کی کبھی جاسکے نہ اس کا طرز خاندان سادات کے بادشاہوں کی عمارتوں کا سامنے دے کے دل اگر ٹھکتا ہے تو اسی پر کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے یہ مسجد بنوائی ہوگی اور اسی کے نام پر یہ گاؤں آباد ہے یہ میری ذاتی رائے عمارت کے طرز و انداز پر سے ہے ورنہ خدا معلوم حقیقت نفس الامر کیا ہے۔ ۱۲ من المصنف

بلندی پر ہر کوئی ڈیڑھ فٹ لمبا اور چھ انچ چوڑا ہو گا پس یہ اس عمارت کے متعلق کوئی کتبہ نہیں ہو سکتا نہ وہ جگہ جہاں یہ لگایا گیا ہے کتبہ کی ہے۔ اس عمارت کی بلندی اٹھ سو اور دس سیرھیوں کا زینہ ہے۔ عمارت کے پیش میں سنگ خارا کی سلوں کا چوڑا چھبھ تھا یہ سلیں بہت سی گر گئیں ایک آدھ رو گئی ہے البتہ سنگ سرخ کے توڑے باقی ہیں۔ عمارت کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والے اس میں فراغت سے رہتے تھے کیوں کہ اندر تمام اٹھوں نے خام دیواریں اٹھا ٹھا کر گھر وندے بنائے ہیں۔ فرش باقی نہیں رہا۔ مولشی باندھ باندھ کر سارے گھر سے ڈال دیئے ہیں۔ ایسی نفیس عمارت کو اس درجے برباد کرنے کے بعد اب شاید خالی کر لیا گیا ہے کیوں کہ اس میں اب کوئی رہتا نہیں۔ صحن مسجد کا باقی نہیں رہا لوگوں نے مسجد کے اندر تک اپنے مکانوں کو کھٹا دیا ہے اور ایسا گھیر لیا ہے کہ جب تک ان کے مکانوں میں سے نہ گزر و مسجد میں پونج نہیں سکتے اور یہ سارے مکانات جب کہ کوئی پرسان حال نہ رہا بعد میں بنائے گئے ہیں جو تمام تر جاٹوں کے گھر ہیں۔

گاؤں کے اندر ایک اور گنبد اور مسجد عین آبادی میں یہ چھوٹا سا مربع گنبد درمی

جہاں مسجد۔ گنبد میں دو قبریں ہیں ایک پتھر کی ایک چوڑے کی۔ گاؤں والوں نے پولیاں بھر رکھی ہیں کہ اندر جانہیں سکتے۔ خانہ خدا کو دیکھئے اور اس بے حرمتی کو! شکل یہ ہے۔

سہ درمی مسجد۔ دونوں طرف دو حجرے سے
دو حجرے جن پر گزراں ہیں صحن میں ایک بڑا گنبد۔
مسجد کی چھت مسطح ہے۔

ایک اور گنبد بستی کے کنارے ۳۲ پا مربع ہے تین دروازے

مغرب کی طرف بند۔ اندر دو بہت بڑی نالی قبریں ہیں
چکی گھر شکستہ۔ ایک قبر ۳۰ ۳۰ ۳۰ اور ۳۰ ۳۰ ۳۰ اور دوسری قبر اس سے ذرا چھوٹی ہے۔

برجی بجلی خانے کے مقبرے اور محمد پور کی بستی کے چھتوں میں ایک چھوٹی سی برجی ہے۔

ہمالپور کا مقبرہ محمد پور سے کوئی دو فرلانگ پر ہمالپور کی بستی ہے۔ پہلے اس گاؤں کے گرد فصیل تھی جس کا تھوڑا سا حصہ اور ایک کونے کا برج باقی رہ گیا ہے یہاں بھی بستی سے ملا ہوا ایک گنبد انٹریج شکستہ حالت میں ہے۔ اس میں بھی پولیاں بھری ہوئی ہیں۔ قبر کا حال معلوم نہیں۔ اب ہم اپنا چکر ختم کر کے پھر موضع خاص کے سامنے آگئے اور یہاں سے تاج خان کے گنبد پسے ہوتے ہوئے کھر پڑے جا پڑے۔

موضع کھر پڑہ قطب روڈ کے آٹھویں میل کے پانچویں اور چھٹے فرلانگ کے درمیان دلی سے جاتے وقت سڑک سے ملا ہوا فصیل سے محصور جو گاؤں ہے وہ کھر پڑا ہے اور سڑک کی دوسری طرف سڑک سے پٹا ہوا حوض خاص۔ فصیل اب جا بجا سے گر پڑی ہے۔ اس وقت تو اس گاؤں میں مشکل سے ایک درجن گھر بچے گئے وہ بھی اُن لوگوں کے جو کہ بہ عزد رت زراعت یہاں رہ پڑے ہیں مگر یہاں کی دو مسجدوں اور ایک گائے کے گھر کے کھڑے ہیں یہ سب کچھ ہی ہوگی اس موضع میں دو گھریاں ایک حصہ کا گھر ایک

مسجد اندھالی مسجد قدیم زمانے کی ہے جس کی مرمت دلی والے حاجی محمد اسحاق صاحب بخالی نے کروا کر درست کرا دیا ہے۔ پہلے اس کا مین زیادہ وسیع تھا اب بقدر ضرورت ۳۲۸۴۴ رکنہ کر دیا۔ ۴۰۰ ادبچی دیوار اٹھا دی ہے۔ مسجد تین در کی ہے۔ محراب کی اونچائی ۵ فٹ اور چوڑائی ۸ فٹ۔ بلند مسجد کی ۵۰ فٹ۔ ۸ فٹ اور چڑھنے کی زینے کی دو سیڑھیاں میں والان کھڑا ۸ فٹ x ۱۲ فٹ ہے۔ بیچ کے در پر گنبد ہے اور صحن قلعہ اندھالی چھت۔ ممبر تین سیڑھیوں کا ہے۔ سنگ سرخ کے ٹیلے پر بنادہ ہیں۔ مسجد کے سامنے چوڑا چھتہ تھا چھتہ تو توڑ گیا توڑے باقی ہیں۔ فرش والان اور صحن مسجد میں گچ کا ہے۔ چاروں کونوں پر چار برجیاں اور درمیانی محراب کے دو طرفہ ایک ایک برجی۔ شمال میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اس کے سامنے کنواں مسجد کے روکار پر بہت سے چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ آیات قرآنی کے کتبے تو بہت تھے لیکن ٹال پٹوں کے پتے میں پڑ گئے۔ سفیدی اور زردی لپ لپ کی سب غارت کر دیئے اُن میں تمام سفیدی بھری کہ الفاد کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ چھت کا پلاستر چاہے جھڑ گیا ہو۔ داہنی طرف کی سنگ سرخ کی چھوٹی محراب پر کتبہ اور دو دروازے۔ ایسی طرف کی چھوٹی محراب پر بسم اللہ۔ پوری قلعہ

اور سبحان اللہ۔ جو نبی قلمدان نادر میں اللھم مالک الملک توفی الملک من تشاء تلیدک الخیر۔
دوسری طرف کلمہ اور کوئی آیت ہر جو صاف نہیں پڑھی جاتی غالباً اقرا۔ گنبد کے دائرے
میں اسمائے حسنیٰ۔ شمال کی طرف۔ بسم اللہ۔ الحمد۔ المجیب۔ العالم۔ العابد۔
الظاہر۔ الباطن۔ الحفیظ۔ الحکیم۔ بسین کشلہ شئی وهو السميع البصیر۔
دوسری سطر۔ بسم اللہ۔ الملک۔ القدوس۔ السلام۔ المؤمن۔ العزیز۔
الجبار۔ المتکبر۔ تیسری سطر۔ قل هو اللہ۔ کلمہ۔ چوتھی سطر۔ بسم اللہ۔ قل عن
یوب الفلق۔ چھٹی محراب پر دراء بسم اللہ۔ الحکم للہ اللہ الذی خلق السموات
والارض۔ الخ (۲) اللھم مالک الملک توفی الملک من تشاء تلیدک الخیر۔
عالمی شان صدر دروازہ مشرق میں موضع شاہ پور کی طرف
ہے۔ جس کا دروازہ سنگ سرخ کا ہے۔ آگے بلند۔ چھوٹا چوڑا۔
بغلی میں دو طرفہ۔ درمی۔ باہر نکلتے تو ایک اور مسجد ہے۔

دروازہ ہیل

نبلی مسجد۔ درمی۔ والان ۴۴۴ ۱۰۰۔ ۲۔ محراب ہے۔ ۱۰ اونچی۔
چوڑی بیچ کی محراب کے اوپر سنگ مرمر کی صفایاں ہیں بہت ہی خوب
کاغوش خط کتبہ لگا ہوا ہے۔ بس یہی ایک چیز اس مسجد میں دیکھنے کی ہے ورنہ یہ مسجد اب
سویشیوں کا گڑھا ہے کہ والان اور مین سب گوبر سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ قدم دھرتا بھی
مشکل ہے۔ کتبہ کچھ ایسا پیشواں ہے کہ دو دن کی کوشش میں بھی پورا نہیں پڑا گیا مگر جتنا
پڑھ لیا گیا ہے اس سے باقی کا نام اندس سال بنا تو مکمل آیا یہ بھی غنیمت ہے۔

نبلی مسجد

کتبہ بیچ سطر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بناء هذا المسجد المتین در عہد سلفا
السلطان ظہیر الدین فی امر منین المتوکل علی الرحمن سکندرشاہ بن بہلول شاہ
خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وظہرک... بوجہانہ بعلم... شاہ وادخان عظیم مسند عالی
خواضمان دام علیا بانیہ عمارۃ الملک نورۃ حنفیہ... الذی رحمۃ اللہ الملائک المناج
.... خانوادہ عظمہ و مکیم میاں شجاع الدین بن خواضمان الدین من جماد
ربیع الاول سنہ احدى عشر وستمائة بکہ دہلی میں بادشاہ اید پر اسے
عبادۃ... علی اہل الایمان بالانہ... کما این شتمال... کا کتب
حر و... لول محمد۔

عید گاہ

اٹھ میل چھ فرلانگ پر قطب روڈ کی بائیں طرف۔ طول و عرض ۱۹۰ فٹ۔
 بلندی دیوار دس پانچ پانچ دیوار دوز محرابیں ادھر ادھر بیچ میں
 صدر محراب اسی کے پاس (۱۳) سیڑھیوں کا زینہ۔ کنگورے دار دیوار۔ دونوں
 سروں پر دو ہشت پہل برجیاں جن کا قطر دس ہے۔ دیوار بھی مخدوش حالت میں ہے
 اور برجیاں تو کھنڈ ٹکئیں مگر ابھی قیام ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف کی برجی کے پاس
 سنگ منبر کی سل پر ایک ہفت سطری کتبہ ہے۔ جو کسی طرح پڑھا نہیں جاتا اول
 بیچ پنج دوسرے کوئی لک کر حروف سندس کا کئی جم کر حروف کی اصلی صورت
 باقی نہیں رہی اور سب سے بڑھ کر ناٹھویں نے چربے اتار اتار کر کول مارا اور
 سفیدی لگا لگا کر اور غارت کیا۔ افسوس ہے کہ ہماری کئی دن کی کوشش بیکار گئی۔
 دھلو یا صاف کر لیا سیرھی لگا کر چڑھے مگر نہ پڑھا جانا تھا نہ پڑھا گیا۔ مجھ سے جو
 پڑھا گیا وہ لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ اگر حیدہ حیدہ لفظ نکال لیے تو اس
 کا شمار پڑھے جانے میں نہیں ہے۔

(۱) سبحان للہ الرحمن الرحیم چون قبل الاسلام... داسر الملک دھلی و بلاد الملک
 انرا شہر مغل ملو عید و بہار داسر الکفر۔

(۲) سلطنت غنوی... ابی داود مسلمین و السید المساجد و المقلد... خلیفہ

(۳) در گاہ سرا باقی اقبال خاں عرف...

(۴) السلطان و اقبال مستند عالی الملک فی...

(۵) ...

(۶) خاص بنا فرمودہ... مسلمانان لفضل او۔

(۷) ...

اب اس عید گاہ کی یہ گت بنی ہے کہ سارا چوترا جوت ڈالاشن پلا کہ دیوار کو بھی کھود کر پھینک دیتے ہیں عید گاہ کے
 چوبیس کے سامنے دور دور پر کے پتے نکلتے نکالتے کر کنکر کی کان بنا دیا ہے۔ کتبے میں جو اقبال خاں کا نام ہے اس کا عرف
 تو نام پٹھان تھا جو سنہ ۱۱۸۵ میں فیروز آباد پر قابض ہو گیا تھا اس حساب سے یہ نگارہ سنہ ۱۶۰۰ کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

(۸) اس گری پڑی جگہ کو مکان مسجد کو
 یا کوئی قناتی مسجد مگر عید گاہ کے سامنے

عید گاہ کے پیچھے کی دو عمارتیں

پاس مسجد کے بنائے کا کوئی موقع نہیں شاید کوئی بڑا محل ہو گا۔ اس کی چھیت کی دیوار ۹۶ لمبی چلی گئی ہے جو بیچ میں سے گر بھی پڑی ہے۔ متبیل عمارت ہے ایک سرے پر ایک حجرہ اور زینہ موجود ہے دوسری طرف کی صرف ایک محراب کھڑی رہ گئی ہے اور بس۔

(۲) اوپر والی عمارت کی سیدھ میں ایک ۴۲ مربع گنبد ہے جس کے اندر گچ کی ایک بڑی قبر ہے۔ گنبد سے لگا ہوا ایک طرف کو ایک پختہ چوڑا ۴۶ مربع ہے جس پر ایک نیم کا درخت ہے جس کے نیچے تین پختہ قبریں ہیں۔

ایک برج اور قناتی مسجد (۱) عید گاہ سے جنوب میں وہیں قریب کے قریب کھیت میں ایک گول ٹور کھڑا ہے اسے برج کہتے ہیں یا بنا رغرض وغایت اس کی کھیت کے بیچ بنائے کی زمانہ حال کی سو قعی حالت سے تو کچھ سمجھ میں آتی نہیں۔ اس برج کا دور بے ہے جس چوڑے پر کھڑا ہے وہ (۲) مربع اور ۷۶ اونچا ہے۔ اس پر جو برج ہے وہ ۴۳ اونچا ہے اور ۳۳ سیڑھیاں ہیں۔ اسی کے سامنے ۵۳ پا کے فاصل سے مشرق کی طرف ایک قناتی مسجد ہے۔ انہی ہے جس کی دیوار کا بہت سا حصہ گر گیا ہے۔ قریب یہ چاہتا ہے کہ اب جو چو طرف کھیت ہیں یہاں آبادی رہی ہوگی اور اس برج کے ساتھ کے اور برج بھی رہے ہوں گے۔

شاہ پور موضع کھڑے کے مشرق رو یہ صدر دروازے کے سامنے ایک میل کے اندر ہے اندر شاہ پور کا موضع ہے جو فی زمانہ شاہ پور جٹ کہلاتا ہے۔ یہ موضع پہلے بہت آباد ہو گا جیسا کہ اس کی موجودہ دیوار اور گری ٹری عمارتوں سے ظاہر ہے۔ شہر سیری کے حصار کے اندر یہ بھی تھا۔ یہاں کی مرقعہ فیصل اور شان دار برجوں کے سبب سے جو حقیقت سیری کی فیصل کے ہیں اس حصہ کو شاہ پور کا قلعہ کہا جاتا ہے۔ درنہ اصل میں کوئی خاص قلعہ یہاں نہیں ہے۔ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے فیصل کا گرا پڑا حصہ اور کئی ٹوٹے پھوٹے اونچے نیچے برج ملتے ہیں۔ بستی کے باہر ہی ایک بڑا بھاری گنبد ہے جسے گاؤں والے تحفے کا گنبد کہتے ہیں مگر غور

سے دیکھا تو یہ گنبد ایک وسیع مسجد کا سنٹرل ڈوم ریچ کا گنبد ہے جس کی حالت محذو ش
ہونے سے سرکا۔ کی طرف سے اس کی بہت کشادہ محراب میں دو دو فیل پائے بطور
اڑواڑ کے لگا دیتے ہیں جس سے گرتا ہوا گنبد ختم گیا۔ مسجد کا یہ درمیانی حصہ اندر سے
۴۴ فٹ اور باہر سے ۳۳ مربع فٹ ہم اس کو مسجد کا درمیانی حصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ
اس کے دلہنے بائیں پائے کی دیواریں اب تک کھڑی ہیں ان دونوں پائوں کا
درمیانی فصل (دخمہ) ہے۔ صحن مسجد کا ۳۲ مربع فٹ۔ بیچ کا درجہ میں دو ختم لگا دیتے ہیں
۳۲ چوڑا ہے نیچے تو مربع ہے مگر اوپر جا کر گنبد ہشت پہل ہو گیا ہے۔ جنوب کی طرف اوپر جا
کا زینہ تھا ادھر کی چھل گر جانے سے اب اوپر جانے کا رستہ نہ رہا۔ بستی میں گھستے
ہی ایک بہت لمبی اور اونچی دیوار کھڑی ہے جو استاد زمانے سے کالی پڑ گئی یہ کسی
شان محل کی پچھیت کی دیوار معلوم دیتی ہے۔ اس طرح کے گرے پڑے بہت سے
مکان اس بستی میں ہیں۔ بستی کے اندر ایک قدیم عمارت بارہوری کی ہے جو اب کھنڈ
ہے اس کے باقی ماندہ حصے میں جاٹ وغیرہ غلے لوگ رہتے ہیں۔ تھانے والا گنبد
اس کا اصلی نام کچھ اور ہوگا اب کچھ دنوں تھانے رہنے سے یہ نام پڑ گیا۔ بیچ میں ایک
چٹا گنبد ہے دو دنوں طرف در اور ایک ایک حجرہ ہے۔ جس کا طول و عرض ۴۳ x ۳۸ ہے
محراب کی چوڑائی ۱۱ فٹ۔ بلندی عمارت کی ۱۴ فٹ اس کے گرد ایک خام مگر وسیع احاطہ
کھینچ لیا ہے اور جاٹ لوگ رہتے اور اپنے مویشی باندھتے ہیں۔ اسی گنبد کے بچھڑے
سیری کی فصیل کا ایک بہت بڑا گول برج ہے جس کی منڈیر کنگورے دار ہے۔ برج بھی
حالت میں ہے مگر اوپر پڑنے کا رستہ نہیں۔ اس برج کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیری
کی فصیل معمولی فصیل نہ تھی بلکہ بڑے استحکام سے مناسب مناسب فصل سے عالیشان
برج بنا کر بنائی گئی تھی۔ بستی کے باہر بجانب مغرب کھر پڑے کی عی گاہ کے مشرق جانب ایک
شکستہ مسجد ۴۲ x ۱۹ ہے چھت تو گر گئی صرف مغرب کی طرف کی دیوار ۱۱ فٹ اونچی کھڑی ہے گاؤں
لوگ اس چبوترے پر گئی کاٹا کرتے ہیں۔

اسی موضع کی حدود میں واقع ہے چوکھنڈی کے
ساتھ ایک بیچ درمی مسجد ہے جس کا چوڑائی

چوکھنڈی اور مسجد حضرت مخدوم سبزواری

۵۸ x ۱۱ ہے۔ محراب ۱۲ فٹ اونچی گیارہ فیٹ چوڑی ہے شمال جنوب میں بھی دو در ہیں ستون

اور جنوب کی طرف صرف ایک لفظ "رقیب"، پڑھا جاتا ہے اور کچھ نہیں۔ خطبے نظیر ہے۔
سیکم پور کی عمارتیں
 ہر اس میں کئی عمارتیں قابل الذکر ہیں۔

ہردم خیالی کی درگاہ
 مقام اور چند لوگ ہردم خیالی کی درگاہ
 کہتے ہیں عرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہردم خیالی محض خیالی نام ہے یا اس کی کچھ اصلیت
 بھی ہے خبر نہیں۔ ایک اونچے ٹیلے پر گاؤں کے باہر ایک بہت بڑا ہال تین در
 اور تین گنبدوں کا بہت مستحکم سفید مٹم کے سنگ غارا کا بنا ہوا ہے جو اندر سے ۳۴ × ۳۴
 اور دہرہ یعنی سامنے تین در اور پچھت بھی تین در ہال کی دونوں طرف
 ایک ایک بنگلی جبرہ ڈال) مربع۔ باہر سے اس ہال کی لمبائی ۳۴ میٹر اور بھی جبرہ کا
 سلسلہ تھا جو گرا گئے پچھت کی دیوار سے کل عمارت کی لمبائی ۳۴ میٹر۔ سامنے
 ایک وسیع چورس اونچے صحن ہے جس پر کئی کئی قبریں ہیں اور سیلو کے درخت ہیں۔
 لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکان لشکر خاں کا ہے پہلے یہاں تنور گرتے ہوئے تھے لیکن
 تو گاؤں کے مویشی بندھتے ہیں۔ عرض یہ ہال بھی بہت اچھا اور دیکھنے کے قابل ہے۔
سیکم پور کی مسجد
 پاس خان جہاں نے ۱۸۸۸ء میں یہ
 عالی شان اور بے نظیر نہایت وسیع مسجد بنوائی

تھی جس کی وضع طرح بھی دہلی کی کلاں مسجد اور کھڑکی کی مسجد کی سی ہر فرق صرف اس
 قدر ہے کہ یہ ایک منزلہ ہے جو ایک وسیع چوترے پر بنائی گئی ہے۔ یہ مسجد بھی پتھر چوٹے
 سے چمکتی بنی ہوئی ہے اور عہد فیروز شاہی کے دوسری مسجدوں کی طرح امتداد زمانے
 سے بالکل کالی پڑ گئی ہے۔ اس کی شکل مستطیل ہے۔ شمال سے جنوب کو (۳۰ میٹر) اور مشرق سے
 مغرب کو (۲۹ میٹر) اور چوترا ملا کر (۸۳ میٹر) اونچی ہے۔ اس کے تین دروازے مشرق شمال
 اور جنوب میں ہیں۔ صدر دروازہ مشرق کی طرف ہے جس کے تین طرف پندرہ پندرہ
 سیڑھیاں ہیں۔ باقی دو دروازوں کی طرف کی سیڑھیاں یا تو مٹی میں دب گئیں

یلاٹ پھوٹ گئیں مشرقی اور جنوبی دروازے جو دیوار کے بیچ میں ہیں مسجد کی دیوار سے دس فٹ آگے بڑھے ہوئے ہیں اور مشرقی رخ کا دروازہ جو جو صدر دروازہ ہے مشرقی دیوار سے (۳۰) فٹ کے فاصلے پر جس میں سے ایک رستہ اندر وار کو ہے اور دوسرا باہر وار کو مسجد کی چار دیواری کے باہر بازو کے دروازوں میں ایک ایک کمرہ (۲۲) مربع ہے اور چار دیواری کے اندر ایک اور کمرہ (۲۵) مربع ہے مشرقی دروازے کی طرف کا بیرونی کمرہ (۲۵) مربع ہے اور اندرونی کمرہ مستطیل (۲۵) لمبا (۱۲) چوڑا ہے مسجد میں سنگ مرمر کا فرش ہے صحن مسجد طول میں شمال سے جنوب کو (۲۴) ہے اور مشرق سے مغرب کو چوڑائی میں (۲۳) ہے صحن کے اطراف محراب دار کوٹھریاں (۱۲) اونچی ہیں یہ شرق شمال اور جنوب رخ کی کوٹھریاں ۱۲ چوڑی ہیں باقی کی چوڑائیاں مختلف طور پر (۶) سے (۱۲) تک ہے دروازوں کے دونوں جانب سات سات حجرے ہیں۔ مغربی رخ کے حجرے تہرے ہیں اور محراب درمیانی کے دونوں جانب بھی سات سات حجرے ہیں اس طرح صحن کے ہر سہ جانب کے حجرے بہ شمول دروازوں کے حجروں کے سب ملا کر (۴۵) ہیں۔ مغربی دیوار میں بلند محرابیں ہیں اصل مسجد بیچ کے حصے میں ہے جو (۲۵) مربع ہے مسجد کی چھت پر (۶۴) گنبد ہیں جن میں سے بڑے گنبد (۹) اونچے ہیں اور ان کی وضع کھڑکی کی مسجد کی سی ہے۔ یہ مسجد جیسی کچھ بھاری بھر کم چوڑی چپکی مستحکم اور عالی شان تھی اور اپنی عظمت و شان کے لحاظ سے جس قدر مستحق قدر تھی اتنی ہی خراب اور عملی حالت میں ہے۔ بیگم پور کا سارے کا سارا گاؤں جاٹوں کا مجمع ان کے مویشیوں کے اسی میں بستہ ہے اس وجہ سے بیچ پوچھو تو اس کو اب مسجد کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ سنا ہے بڑی مقدسے بازی کے بعد صرف مغرب جانب کا درمیانی درہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کو مل گیا ہے جو (۳۵) مربع ہے۔ اسی میں سنگ موسیٰ کی دہلیز کا پیش طاق ہے۔ کتبہ کوئی نہیں ہے۔ فرش سنگ خارا کی سلوں کا ہے۔ اس حصے کی محراب (۸) چوڑی ہے اس پر سے اس مسجد کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ چون کہ یہ حصہ بھی بودا باس کے کام میں تھا گنبد کا سارا کتبہ اندر سے کالا ہو گیا ہے۔ اوپر جانے کا زینہ تیس سیڑھیوں کا ہے۔ افسوس لارڈ کرزن کو خبر نہ ہوئی ورنہ اس مسجد کے نصیب بلا منفعت ہوتا۔

ہجری برحمت الہی پیوست ۱

مرضی خاں جو بحق واصل شد
گشت اقلیم بقا مفتوحش
بہر تازیخ ملائک گفتند
بلو پر نور الہی روحش

جس پختہ اور بلند احاطے میں شیخ صاحب کی قبر ہر دہائی ایک سو درمی بطور خانقاہ کے اور ایک قناتی مسجد ہر زبان روایت یہ مشہور ہے کہ لوح مزار کا پتھر اچھا اور خوب صورت دیکھ کر کوئی جاٹ اٹھاڑے گیا تھا جسے اُس نے اپنی حویلی میں لگانا چاہا۔ رات کو دست لگ گئے جان بلب ہو گیا صبح ہی پتھر جوں کا توں لاکر نصب کر دیا۔ گو اس بات کو نئی روشنی والے زمانیں مگر بزرگان دین کی شان میں بے ادبی کرنے والوں کو زک پہنچنے کے کئی واسطے میری چشم دید ہیں دلی کی دلی میں بھی ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی انگریز سینڈرسن نامی نے قطب صاحب کی لاٹ کے نیچے کچھ قبریں اکٹھا کر میدان صاف کر دیا تھا وہ بھی دفعۃً رات کو بیمار ہو گیا صبح ہی اُس نے اُس قبر کو جوں کا توں درست کر دیا چنانچہ اب تک بھی لاٹ کے پاس وہ قبر موجود ہے۔

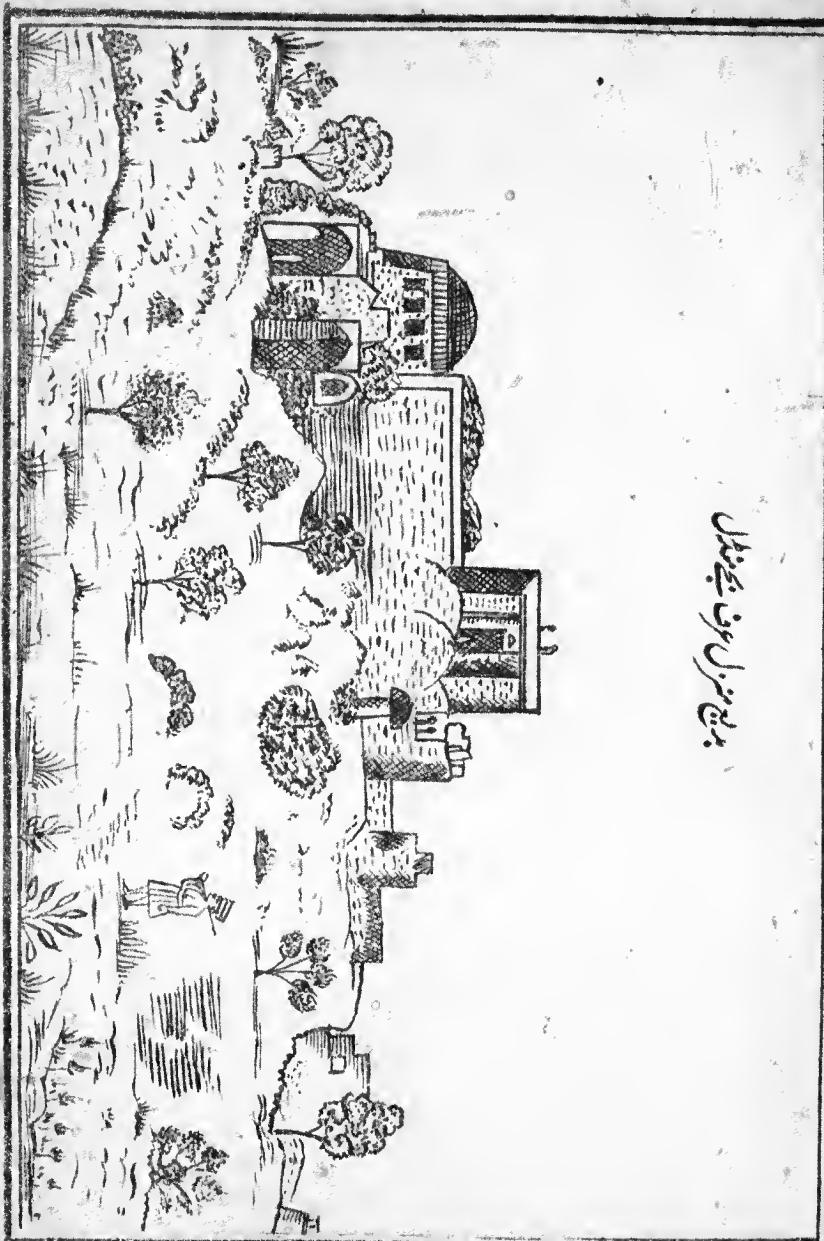
بنگلہ اور کھوٹی بارہ درمی | متقبرے کے احاطے سے ملا ہوا ایک دوسرا پختہ اور وسیع احاطہ ہر اس میں ایک بڑا مکان تھا جو بنگلہ

کے نام سے مشہور ہے اب اس عمارت میں کاسا سنے رخ کا ایک لداوی سے وہ باقی ہے اور دوسری جانب بارہ درمی کے صرف تین درکھڑے ہیں جو حالت موجودہ کے لحاظ سے چھوٹی بارہ درمی کہلاتی ہے۔

بارہ کھمبا اور کھنی کوٹھی | حضرت شیخ فرید بخاری کے متقبرے کے پاس بے طرح موضع شاہ جی کی سرانے میں ایک بہت وسیع اور

پختہ ۴۰۰۰۰ احاطے کے اندر علاوہ قبرستان کے ایک نہایت پختہ اور وسیع لداوی عمارت بارہ کھمبہ کی ہے جو مشہور ہے اب اس میں گاؤں کے ڈھوڑ ڈنگر رہتے ہیں ایسا عمدہ کنیل سٹھ کہاں ملے گا۔ اس وسیع احاطے کے بیچ ۴۰۰۰ کے ایک بہت احاطے کے اندر کچھ کی پانچ قبریں ہیں۔ اس کے گرد یعنی بڑے احاطے کی دیواروں میں شمال جنوب و شمال و جنوب سمت اور مشرق مغرب میں پانچ پانچ اس طرح چوبیس کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں مغرب کی طرف صدر دروازہ اور یہیں چودہ سیڑھیوں

برقع نزل و ف بے منزل



کا زینہ ہر جس پر سے ہم بارہ کھبے کی چھت پر پہنچتے ہیں یہیں ایک دو منزلہ سہ دری
ہر جس کے دو لدا دی گنبد ہیں اور ۱۲ x ۱۲ لم کا دالان ہے۔ پھر پچیس سیڑھیاں چڑھ
کر سہ دری کی دوسری منزل پر پہنچتے ہیں جس کی چھت گرگئی ہے دو منزلہ کمرہ ۱۲ مربع ہے
اور کل بلندی اس عمارت کی چھت یہاں جنوب کی طرف دیوار میں ایک چھوٹا طاق ہے
جس کی سطح میں سنگ سرخ کی ایک سل ہے اسے بجاد تو کھن کھن کرتی ہے اسی وجہ سے یہ
بجتی کوٹھی کہلاتی ہے۔ گنواروں کو بٹھالے کا یہ اچھا نسخہ ہے ورنہ دراصل کچھ بات نہیں سل
کے نیچے خلا رکھا گیا ہے جس کے لیے وسپریشن (گوخ) مزدوری ہی صنعت فتح پور سیکری
کی حضرت سلیم چشتی کی مسجد کے ایک ستون میں رکھی گئی چوں کہ وہ بہت بڑی عمارت ہے
اس کی بہ نسبت اس میں گوخ بھی زیادہ ہے۔ گنوار لوگ اسے بھی ایک معجزہ اور کرامت
سمجھتے ہیں۔

از روے یا خرگئی ایواں ہی بنیم تہی
وز قد آں سرو سی خالی ہی بنیم چمن
جائے کہ بود آں لستان وستان بوستان
شد گرگ در وہ را مکان ہم یوم و گرگس وطن
بر طے جنگ نائے ولی آواز ناغ ست و زغن

بجے منڈل یا بیڑی منزل

یا بدیع منزل ۵۵ ۶۳

برجائے ظل و جام و گوراں نہاد مستند پیر

کالو سراے اور سلیم پور کے درمیان یہ ایک مکان ہے قطب صاحب کے رستے میں
بائیں طرف نہایت رفیع و دل چسپ و دل کش فیروز شاہ کا بنایا
ہوا اور اس کو جہاں نما بھی کہتے ہیں اور بدیع منزل بھی مشہور ہے عوام الناس اسے
بجے منڈل یا بیڑی منزل کہتے ہیں۔ کتب تواریخ کی رو سے یہ مکان اسی زمانہ میں
بنایا جس زمانے میں فیروز شاہ نے فیروز آباد بسایا تھا یعنی ۵۵ھ۔ پس اس
کی تعمیر پیش ازین نسبت کہ چند سال بعد ہوئی ہوگی۔ جنرل کننگھم صاحب
کا یہ خیال کہ اس نام کی عمارت تغلق آباد میں تھی صحیح نہیں ہے۔ شاہ عبدالحق صاحب
محدث دہنوی مصنف اخبار الاخیار جو عہد اکبری و جہانگیری میں ایک مشہور

۱۵ اخبار الاخیار میں اس عمارت کو سلطان محمد عادل تغلق شاہ ۵۲ھ کے وقت لکھا ہے۔ ۱۲

بزرگ صاحب تقویٰ تھے اور جن کی وفات ۱۱۶۶ھ میں ہوئی جو وہ اس عمارت کو جہاں بنیاد کا ایک برج بتلائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سکندر لودھی کے زمان سلطنت میں شیخ حسین طاسر نامی ایک بزرگ دہلی تشریف لائے تھے وہ حکم شاہی اسی محل میں ٹھہرے گئے تھے ان کا انتقال ۹۹۹ھ میں ہوا اسی مکان کے باہر زمین کیے گئے چنانچہ اس جگہ اور قبور بھی ان کے اعزاء اقربا کے ہیں۔ یہ مکان ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے جو سنگ بست اور سطح زمین سے (۸۳) بلند ہے جس پر جانے کی سیڑھیاں ہیں۔ سیڑھیاں اور ٹیلے کے ہر دو جانب کی بندش اب استد اور مانہ سے بہت خراب ہو گئی ہے۔ یہ ایک مشمن شکل کا کمرہ ہے جس کی چھت گر چڑی ہے مگر سید لکھتے ہیں کہ اس مکان کی قطع بھی عجیب ہے کہ ایک بلند برج پر چار دروازوں کا ایک کمرہ بنایا ہے اور اس کی دیوار میں سے اوپر جانے کا زینہ رکھا ہے اور اس نے اوپر اگلے زمانے میں بہت خوش ناما بارہ درسی تھی جو اب ٹوٹ ٹاٹ گئی ہے مگر اوپر چڑھ کر دیکھنے سے اس کی علامات معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے مکانات عرض لشکر کو بنائے جاتے ہیں اور یہ مکان بھی اغلب ہے کہ اسی غرض سے بنایا گیا ہو گا۔ یعنی بادشاہ سلامت فوج کا ملاحظہ فرماتے تھے اور دیگر تقاریب میں بھی جوس ملاحظہ کرتا تھا جس کمرے کا ذکر اوپر آیا ہے وہ سنگ بست اور پختہ بنا ہوا ہے جس کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ یہ کمرہ (۸۳) مربع اور (۲۵) مرتفع ہے۔ دیوار نیچے پھیلی ہوئی اور اوپر جا کر سکڑی ہو گئی ہیں چنانچہ بیس فیٹ میں چار فیٹ چوڑاں بڑھ گئی ہے۔ اس محل کے قریب ہی ایک گنبد داردالان بھی ہے جو (۵۰) مربع اور (۲۵) بلند ہے۔ یہ بھی پختہ اور اچھی حالت میں ہے قبرستان کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔ کل مقام پر دیرانی برستی ہے اور اسی کے پاس بسیم پور کا گاؤں بھی ہے کہتے ہیں کہ فیروز شاہ نے ایک سرنگ بنائی تھی جو قلعہ فیروز آباد سے اس مکان کے نیچے بہتی ہوئی حوض خاص تک چلی گئی تھی۔ اس میں تین کوس کا فاصل ہے۔ یہ مکان بہت شکستہ حالت میں تھا لیکن محکمہ آثار قدیمہ سے خاطر خواہ مرمت کرا دی گئی ہے۔ اس کی وضع قطع اور ہیئت کذا فی نقشے کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔

بے منڈل کے دامن میں ایک گنبد
بے منڈل کے ٹیلے کے نیچے
بجانب مغرب ایک بہت پرانا

مگر بڑا بھاری گنبد اندر سے ۳۱ پا مرلج ہے۔ قبر اور فرش دونوں باقی نہیں رہے طرف دو دو درمیں۔ مشرق کی طرف کے در بند کر دیئے گئے ہیں۔ پلاستر اندر باہر سے سب گر گیا ہے خصوصاً گنبد کا سارا پلاستر جاتا رہا اور سنگ خار کی سلیس اور پتھر نکل آئے جن میں برسات کا پانی خاطر خواہ جذب ہوتا ہے اور اگر خبر نہ لی گئی تو عجب نہیں کہ بہت جلد گر جائے۔ اس کے در آٹھ فٹ چوڑے ہیں۔ گنبد کے سامنے ایک گراڑا چوڑا دروازہ ہے پر ایک قبر اب تک بھی باقی ہے۔ یہ بھی نامعلوم اور بن پتہ گنبدوں میں ہے۔

کالوسہ کی مسجد ۸۷
 بیگم پور کی مسجد کے پاس ہی کالوسہ رے کی بستی ہے جو قطب
 کے آگے ایک فلائنگ بائیں طرف ہوگی۔ اس موضع میں بھی
 خاں جہاں فیروز شاہی نے ایک اور مسجد بنوائی۔ اس نے

قریب قریب مسجدیں بنوائے کی مصلحت کچھ سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ اس زمانے میں کالوسہ رے کوئی بڑی جگہ رہی ہو اور یہ تو ظاہر ہے کہ زمانہ حال کی بہ نسبت جب کہ سلطنت اسلامی عروج پر تھی روزے نماز کا چرچہ زیادہ تھا نماز کی طرف سے اس زمانے میں بھی لاپرواہی تو یقیناً نہ تھی۔ بہر حال مسجدیں موقعی ضرورت کے لحاظ سے بنائی گئی تھیں ورنہ اتنی عقل تو ان لوگوں میں بھی ہوگی کہ بے ضرورت روپیہ صرف نہ کیا جائے۔ یہ مسجد بھی چوڑے اور پتھر سے برجیوں دار بنی ہوئی ہے اور چوں کہ خاں جہاں وزیر نے کئی مسجدیں قریب قریب زمانے میں بنائی ہیں اس لیے ان کی سال بنا بھی قریب قریب تصور کیا گیا ہے۔ اس مسجد کے شمالی اور جنوبی ضلع منہدم ہو گئے ہیں اور گاؤں کے لوگ اس میں بستی ہیں مگر میں سب سلمان۔ یہ مسجد بھی ایک مرتفع مقام پر بنی ہوئی ہے جو ہفت دری تھی دو درگاہ کے پانچ رہ گئے ہیں۔ والاں سے گئے ہیں۔ دروں کی اونچائی ۱۰۔۱۱۔ چوڑائی ۹۔۱۰۔ لمبائی اس مسجد کی ۱۲ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس گاؤں میں کوئی ہندو نہیں رہتا مینا بھی سلمان ہی ہے۔

شیخ ضیاء الدین رومی کا گنبد ۸۸
 آپ کا گنبد قطب روڈ کے کنارے بائیں طرف
 کالوسہ رے کے سامنے ۸ میل ۶ فلائنگ
 پر ہے۔ یہ گنبد کچھ بہت بڑا نہیں ہے اندر سے ۲۲ مرلج ہے۔ اندر باہر سے پلاستر چھڑ گیا ہے

ردوں میں کی جالیاں ٹوٹ گئیں اب پتھروں سے چُن دیا ہر بارہ درہ گنبد ہر اندر دو
 قبرین گچ کی ایک مردانی دوسری زنانی مذہب نہ دس ایچ اوپنے چہو ترے پسر میں
 گاؤن والے جھاڑو بہارو دیتے رہتے ہیں اور قبروں کی بھی از سر نو مرمت کر دی گئی
 ہر مردانی قبر کے سر اپنے دیوار میں پتھر پر یکتبہ ہر شیخ ضیاء الدین رومی و شیخ پیری بنوی رہ گئے عالم
 بقاشندا آپ شایخ کبار میں سے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ میں سلطان قطب الدین بن علاء الدین
 آپ کا معتقد اور مرید تھا کہتے ہیں کہ وصال کے تیسرے دن جب شیخ نظام الدین اولیاء آپ کی زیارت
 کو تشریف لے گئے تو سلطان قطب الدین وہاں پر حاضر تھا شیخ نظام الدین کو نہ تعظیم
 دی اور نہ سلام کا جواب دیا۔ حضرت شیخ نظام الدین سے منقول ہر کہ انہوں نے
 شیخ ضیاء الدین سے سنا تھا کہ بن کا یک دوست تھا جسے سماع میں حال اور ذوق بہت
 ہوتا تھا اُس کی دفا کے بعد انھوں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں اُسے مقام رفیع ملا
 ہر مگر مغموم بیٹھا ہر۔ آپ نے سے ایسے عمدہ مقام ملنے پر مبارک باد دی اور پوچھا کہ اُدہیں
 کیوں بیٹھے ہو انھوں نے کہا کہ یہ سب کچھ مجھے ملا کہ وہ لذت اور حال جو سماع میں
 ملتا تھا میرے نہیں۔

اڑھہ چینی یا بی بی نور قطب روڈ کہ نوین اور دسویں میل کے درمیان بائیں
 ہاتھ کی طرف یہ گاؤں ہر اور داہنی طرف بی بی نور کی
 درگاہ۔ اہل نام تو اس موضع کا اڑھہ چینی ہر مگر مسلمانوں نے بستی ہی کا نام بی بی نور رکھ
 لیا ہر۔ درگاہ کا ایک وسیع احاطہ ہر جس کے اندر درگاہ ہر اور ایک چھوٹا سا گنبد
 چلے کا ہر۔ سب قبروں پر کتبے لگا دیئے ہیں جس سے بہت آسانی ہوتی ہر احاطے
 کے اندر خدام کے رہنے کے لیے ایک کشتش درہ بھی بنا ہوا ہر احاطے میں نیم کے
 بہت سے درخت ہیں اور ایک منہد۔ مہ باؤلی بھی ہر۔ قبور کی یہ تفصیل ہر۔

چلے کے سہا منے دا حضرت بی بی زلیخا صاحبہ۔ والدہ ماجدہ حضرت سلطان المشائخ
 محبوب الہی شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم غرہ جمادی الاخری ۷۴۸ھ سفر آخرت
 اختیار نمود۔ آپ کا مختصر حال حضرت کے تذکرے کے ضمن میں آچکا ہر (۲) حضرت
 بی بی جنت صاحبہ دختر نیک اختر بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا۔

۳) حضرت بی بی زینب صاحبہ دختر نیک اختر حضرت بی بی جنت رحمۃ اللہ علیہا اور

آپ ہی کے برابر آپ کی چاب صاحب زادوں کی قبریں ہیں۔

چلے کے پیچھے حضرت بی بی حور رحمۃ اللہ علیہا حضرت بی بی نور رحمۃ اللہ علیہا دختران شیخ اشہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔

بی بی فاطمہ سام کا خال

حصہ دوم کتاب ہذا میں حضرت بی بی فاطمہ سام کے مزار کا ذکر آیا ہے اس وقت آپ کے حالات میری نظر سے نہیں گزرے اب چوں کہ سائے صالحات کا ذکر درپیش ہے یہیں لکھ دیتا ہوں کہ ناظرین اس نیک، نہاد بیوی کے حالات سے محروم نہ رہ جائیں، از صالحات و قانات و عبادات زمانہ بود و ذکر او در ملفوظات شیخ نظام الدین و خلفائے ایشان بسیار است می گویند کہ سلطان الشایخ در وضع فاطمہ سام بسیار مشغول بودے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر فرمودے کہ فاطمہ سام مردیست کہ ادرا بہ صورت زناں فرستادہ اند۔ شیخ نظام الدین فرمود کہ شیراز میں ہر دن آید گے نہر سد کہ آن شیراز است یا مادہ فرزندان آدم را طاعت و تقویٰ باید خواہ مرد باشد و خواہ زن بعدہ در مناقب بی بی فاطمہ سام غلو فرمود کہ در غایت صلاحیت و کبریاں شدہ بود من اورا دیدہ ام بس عزیز تر سے بود اورا با شیخ فرید الدین و شیخ نجیب الدین متوکل بر اور خواندگی و خواہر خواندگی بودہ است۔ بیست ہا بر حسب حال ہر چیز کے گفتمے

ایں تو مصرع من ازو یاد دارم۔

ہم عشق طلب کنی ہم جان خواہی ہر دو طلبی و لے میسر نشود

و نیز فرمود کہ من از بی بی سام شنیدہ ام کہ می گفت از برائے آل کہ پارہ نان و کوزہ آب بہ کسے و بند نعمت ہائے دینی و دنیاوی نثار او کنند کہ بصد ہزار روزہ و نماز نتوان یافت و در ملفوظات میر سید محمد گیسو و رازی نوید کہ روزے و مجلس شیخ نصیر الدین محمود سخن در فضائل بی بی فاطمہ سام بود فرمود فاطمہ سام بعد از موت با شخصے حکایت کرد کہ روزے بر مہود خویش در حضرت رب العزت می رفتم از طور بلکہ در گزشتہ ناگاہ فرشتہ گفت کیستی بایست چہ باشد کہ نیک بیباک داری گزری و من سو گن جو دم کہ من ہم آں جان شستہ ام تا خود رب العزت تعالیٰ مرا نہ طلبد بیشتر نوم ساعتے گزشتہ بی خدیجہ دہلی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما آمدند و در پائے ایشان افتاد و گفتند فاطمہ امر و ناسخ تو کیست کہ خداے تعالیٰ بطلب تو ما را فرستادہ است گفت من کینزک شام کہ ام عزت بالاتراں باشد کہ شما بطلب

من بیایند آمان سو گند خورده ام فرمان شد فاطمه راست می گوید شما از میدان دور شوید. ای
ایالت خاست من از جاجنیدم بحضرت گفتم خداوند در حضرت تو این چنین بے ادبیاں
هم باشند که آیندگان حضرت ترا شناسند این سخن گفت و آه زو و در میان گور خود
بنشست. میر محمد کیسودر از کنایت از خود کرده می فرماید که تری خد متکاران عرض می دارد
که چنین گمان دارم که خواجہ این حکایت از خدمت می کرد آما بر کم قدیم بلفظ غیبت می فرمود
در خیال مجالس می گوید که روزی مولانا حسام الدین مجددت شیخ نظام الدین آمده بود فرمود
مولانا حسام الدین، امروز ابدلے را دیدم عرض داشت کرد کجا دیدید فرمود بزرگوار
بی حسام رفته بودم نزدیک حظیرہ حوضی ست یک مرد پیدا شد بسیار پر سر کرده کرانه حوض
فرود آورد و خیار ہا انبار کرد و خود وضوے ساخت کہ مرا از وضوے او تعجب آمد چون
وضو تمام کرد و برخواست و در رکعت باراحت تمام نماز گزارد و مرا از ذوق نماز او تعجب آمد
بعد از آن میان آب رفت دسہ بار سپید شست بعد از آن بچکان بچکان خیار می شست و در
در سیدی انداخت تا تمام خیار ہا بچنین لہشت بعد از آن سہ بار گرفت دسہ بار میان
حوض فرود برد و باز آورد و در کرانہ نہاد تا آب بچکیدن از غایت تشجب برخاستم و یک
تکائہ سفید در دستار چہ من بود باز گروم و پیش او بروم و گفتم خواجہ قبول کنید گفت شیخ
مرا حذور دارم گفتم خواجہ تو برلے دسہ بار بچکیدن باری گیری و دست می بری یک تنکہ نقل
خدا تعالی فتوح بر تو می رساند چہ انستانی باز گفت حذور دارید گفتم کیفیت بگو چرا نمی ستانی
گفت بنشینند بگویم من دکان مرد ہر دو شستیم آغاز کرد و در من ہیں کار کردے من خود
بودم کہ پداز سر بر رفت مادر مرا آن قدر احکام عبادت آموخته بود کہ پنج وقت نماز
گزاردن می دادم بعد از آن چون وقت نقل مادر شد مرا نزدیک خود طلبید و گفت درین
چہر گرہ نہادہ ایم بکش بیار دست بہ چہرہ بروم گرہی بپروں آمد پیش مادر نهادم گرہ
باز کرد و چیزے علییہ کرد و گفت این وجہ کفن و غسل و ہر آوردن گور بود و مقدار سبت
در ہم مراد و گفت این مایہ ہمہ عمر تست - پدر تو در بات رفتے خیارے و سہری بشتہ
دکان ہر دوختے و در دکان ہال گزارانیدے تو نیز خیارے و سہری بستانی و ہر دوختی و
جز این وجہ پنج وجہ تخری - چوں آن مرد این حکایت تمام کرد و پانتم کہ آواز ابدال
است از پیچ کس چیزے قبول کنند مگر زوری رحمت اللہ علیہ و علی جمیع الصالحین و

سیر الاولیاء می گوید کہ بی بی فاطمہ در حوالی قصبہ اندر پخت خفٹہ است و روضہ او قبلہ حاجات خلق گشتہ۔ تھروے نزدیک دروازہ نخاس دہلی در خرابہ افتادہ است پہنچ کس نمی داند الا ماشاء اللہ۔ مردم آں را بی بی شام گویند و بعضے عوام الناس بی بی صائمہ گویند ہر دو لفظ غلط است نام ایشان بی بی فاطمہ سام است و از اخبار الانبیاء

حضرت نجیب الدین متوکل کی درگاہ اور مسجد

بی بی نور کے احاطے سے ملا ہوا ایک اور وسیع احاطہ جس کے اندر ایک اور چھوٹے سے احاطے ۲۲ × ۲۱ کے اندر پانچ قبریں ہیں اور پہلو کا بہت پرانا درخت ہے جس کی جڑ تک امتداد زمانے سے کہنہ ہو گئی ہے سلسلہ قبروں کا بائیں طرف سے یوں ہے اور سب پر کہتے لگے ہوئے ہیں :-

(۱) حضرت شیخ احمد فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہم۔

(۲) یا اللہ مزار مبارک حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات ۱۱۷۱ ہجری

(۳) حضرت شیخ اسماعیل صاحب فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴) حضرت شیخ محمد صاحب فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہم

(۵) حضرت بی بی فاطمہ دختر شیخ الشیوخ العالم شیخ فرید الدین گنج شکر قدس اللہ عنہ

حضرت نجیب الدین متوکل حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اور خلیفہ

ہیں۔ آپ بڑے بزرگ اور متوکل تھے۔ دلی شہر میں برابر شہر برس تک رہے۔ آپ

کا ظاہری ذریعہ گزراوقات کا کچھ بھی نہ تھا اور بالکل متوکل تھے باایں ہمہ مع اپنے اہل و

عیال کے خوش گزرائی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ دنیا اور مافیہا سے اس قدر بے تعلق

تھے کہ آپ کو یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ آج کون سا مہینا ہے اور کون سا دن ہے اور یہ بھی نہ جانتے

تھے کہ یہ درم کس مقدار کا ہے۔ درویشوں کی عید کے دن آپ کے گھر میں بہت سے

فقیر جمع ہو گئے اتفاق سے اُس دن آپ کے پاس کچھ نہ تھا آپ کو تھے یہ چڑھ گئے

اور یاد الہی میں مصروف ہو گئے اور راز و نیاز ہونے لگے۔ دل میں خطرہ گزرا کہ سبحان اللہ

کیسی عید ہے کہ بال بچے بھوکے ہیں اور جو سافر آئیں وہ بھی ترستے چلے جائیں۔ مٹا دیکھے کیا ہیں

کوٹھے پر ایک پیر مرد تشریف لائے اور یہ بیت پڑھی۔ ۵

بادل گفتم ولا خضر را بینی دل گفتم اگر مرا خدایم بینم

ان بزرگ نے کھانا آپ کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ تیرے توکل کا ڈنکا تو مارا علی ہر زح رہا ہے اور تیرا حال یہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے اپنے لیے کچھ خیال نہیں کیا بلکہ یہ لوگ جو آئے بیٹھے ہیں ان کی وجہ سے خیال آگیا۔ شاید وہ بزرگ خواجہ خضر ہی تھے۔

حضرت نظام الدین بابا صاحب (حضرت فرید گنج شکر) سے بیعت کرنے سے پہلے آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ دعا فرمائیے کہ میں کہیں کا قاضی ہو جاؤں۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے جب دوبارہ آئے اور پھر یہی خواہش کی تو آپ نے فرمایا ”اجی قاضی بن کر کیا کر دے گے تم تو کچھ اور ہی بننے والے ہو۔“ غرض آپ کے محامد اور فضائل میں دن حد و شمار نہیں آپ کی قبر پر حال میں سترہ کا کتبہ لگا دیا ہے لیکن برے تحقیق معلوم ہوا کہ صحیح سن آپ کی ذات کا سترہ ہی تھا آپ کا مزار یہیں آپ کا اور حضرت نظام الدین ادلیا کا مکان بھی تھا۔ ٹیے احاطے کے اندر ہی ایک قناتی مسجد اور صحن مسجد میں کنواں بھی ہے۔ یہ مسجد ۱۳۷۵ھ وری ۱۳۷۵ھ میں دو طرفہ زینہ بھی ہے۔ پیش طاق پر اسمائے حسنی۔ کلمہ کا طعری اور حدیث ہے۔

قال البی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن فی المسجد کالسلمۃ فی السماء والمناق فی المسجد کالطیر فی القصر۔ دونوں طرف طعری سبحان اللہ۔ سورہ الفلق۔ اساتخنا کاکچھ۔ طاق کے اندر خلا میں سورہ فاتحہ

شیخ عین الدین قصب کی قبر بالکل ٹرک سے ملی ہوئی داہنی طرف ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے: شیخ عین الدین قصاب رحمۃ اللہ علیہ

قناتی مسجد اور گنبد قطب روڈ کی دائیں طرف ایک وسیع قناتی مسجد ہے جس کی پشت بالکل ٹرک سے ملی ہوئی ہے اسی مسجد کے صحن میں ایک

گنبد ۲۳۔ ۴ مربع ہے گنبد کیس کا یہ معلوم نہیں۔ مسجد اور گنبد دونوں میں جاٹ پتے ہیں۔ پولیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔

درگاہ پنچہ شریف ایک احاطہ ہے جس کے چاروں طرف مکانات تھے سب گر گرا گئے اب صرف ایک صدر دروازہ اور دودرہ رہ گیا ہے یہاں ایک

چبوترہ پختہ ہے ۱۱x۱۸۔ ۳۔ ۴ اونچا جس کو لوگ عام طور پر فرخ سیر بادشاہ کی قبر بتلاتے ہیں حالانکہ برے آثار البصائد فرخ سیر بادشاہ تو ہمایوں کے مقبرے کے چبوترے پر

دفن ہو۔ یہ غلط روایت غالباً اس وجہ سے مشہور ہوئی کہ یہ مقام درگاہ پنجہ شریف ہر دو فرسخ سیر کے زمانے میں بنی تھی جس کتبے کا اُگے ذکر آتا ہے وہ اسی درگاہ کا تھا۔ اب اس کی حیثیت نہ درگاہ کی نہ مقبرے کی گرد جاٹ رہے ہیں اور اُس چبوترے پر جو بہر حال میں پنجہ شریف کے نام سے مسلم ہر کھلے خزانے اُپلے تھا پلے جاتے ہیں اور ایسا معلوم دیتا ہے کہ گویا یہ چبوترہ اُپلے تھا اپنے ہی کے واسطے بنوایا گیا تھا۔ خیر اور کچھ نہ ہو تو اس مقام کو مسلمانوں کی ایک تبرک جگہ سمجھ کر گاؤں والوں کو اُپلے تھا اپنے سے تو روک دینا چاہیے اور کم سے کم اس چبوترے کے گرد آہنی کٹھرا لگھیر دیا جائے تو اس جگہ کی جو پنجہ شریف سے نامزدی اسی مٹی پلینڈ ہو میں چونکہ مسلمان ہوں یہ حالت دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس طرح کی غلطی تو کسی مذہبی مقام پر خواہ وہی فرقہ و ملت کا ہو روا نہیں ہے۔ اس گورستان کے صدر دروازے سے ملی ہوئی ایک تین در کی چھوٹی سی مسجد جس پر گوبر کی کھل چڑھی ہوئی ہے اور جاٹ رہے ہیں مسلمان اندر قدم بھی نہیں دھر سکتا یہ بات یقیناً مسلمان کے دل کو تو ضرور کھٹکے گی اور اس سین کو دیکھ کر ضرور دل کڑھے گا۔

موضع اڑھہ جینی کا کتبہ اس کتبے کو سب سے پہلے سلاطین میں ٹکڑوں کا نام مقام ڈایر کٹر جنرل آثار قدیمہ نے دیکھا اور اس کے متعلق مولوی ظفر حسن صاحب بی۔ اے نے مقامی تحقیقات کے

۱۱۲۶ھ
۱۷۱۵ء

بعد ایک قابل قد ریشیل اپنی گریفیا انڈ و سیلیمیا میں دیا ہے اسی پر سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں یہ کتبہ ایک سنگ سرمر کی ہے۔ ۲×۱ ۔ ۲ کی تختی بہ بخبط نستعلیق کھدا ہوا ہے یہ ایک احاطے کے اندر ایک قبر کے سر اسے موضع اڑھہ جینی میں لگا ہوا تھا۔ اس سنگ کتابہ کی حالت بہت افسوس ناک تھی۔ کئی جگہ سے تو پتھر ٹوٹ گیا تھا اور تختی کے کئی ٹکڑے تھے حضوٹا اس کے آخری حصے کو بہت صدمہ پہنچا تھا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑہ بھی لگا تھا علاوہ برہن لوگوں نے پتھر ٹوٹنے کی غرض سے عبارت کو بھی کئی جگہ سے ضائع کر دیا تھا اس لیے نہایت نقصان محض کرنے کی غرض سے یہ کتبہ اب قلم کے ذریعہ خالص کی دیوار میں لگا دیا گیا ہے وہاں پہلے میوزیم تھا۔ یہ کتبہ اڑھہ جینی سٹری پر اور خوش خط اور صاف کھدا ہوا ہے۔ یہ کتبہ ۱۱۲۶ھ کا ہے جس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ایک شخص محمد مصوم نامی نے کھدوایا تھا۔ جن کو حضرت رسالت مآب کا پنجہ شریف ملا تھا حضرت رسول مقبول کے پنجے اور قدم کے نقش ہندوستان میں کئی جگہ ہیں۔ خود دہلی

ہی میں قدم شریف موجود ہے اور نیز گورڈ وغیرہ مقامات پر بھی ہیں لیکن پروفیسر دان برہم Prof Van Berchem لکھتے ہیں کہ یہ مقابلہ ملک ہند کے دیگر بلاد اسلامیہ میں ایسے نقوش بجز نہت ہیں چنانچہ فلسطین - مصر - وغیرہ مقامات میں موجود ہیں۔ بیت المقدس میں قبۃ الصخرہ میں حضرت کا ایک مشہور قدم شریف ہے جس کے حالات عجیب و غریب ہیں کہ جنگ ہائے صلیبی کے پیشتر وہ قدم البنی کہلاتا تھا لیکن صلیبی جنگ والوں نے اسے حضرت علیؑ کا قدم بتلایا جس کے بعد الی الاں وہ قدم حضرت محمدؐ صلعم کہلاتا ہے۔ اسی طرح عراق اور فارس میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے پنجہ شریف لبداؤ - عکبرہ (مستقل بخداد) موصل - اردبیل (آذربائیجان) وغیرہ مقامات میں موجود ہیں اس قسم کے پتھروں اور قدیموں کے نقوش کی روایات قریب ہر مذہب میں ہیں۔ اور بقول جینیوا کے پروفیسر ڈیوڈین (Deonny) کے اس بارے میں ایک خاص کتاب بریوین کی موجود ہے جس پر پتھر کی چٹانوں پر نقوش قدم کے تذکرے ہیں۔ محمد مصوم کی قبر جس احاطہ میں ہے۔ ہر وہ شوق سے مغرب رخ نشہ اور شمال سے جنوب آنے والی اور باغیچے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ احاطہ سینٹوں کا ہے جس کے چاروں کونوں پر شہت پہلو برجیاں ہیں اور وسطی دروازہ مغرب رو ہے۔ احاطے کے جنوبی جانب ایک چھوٹا سا پیوٹین ہے جس کے تین محراب دار ہیں اور چھت لڑکی ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ اُس زمانے میں ہی مقام پنجہ شریف کی گراہا ہوا اب یہ احاطہ اور اٹان گائوں والوں کے قبضہ میں ہے اور پنجہ شریف کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کھر گیا وہ کتبہ یہ ہے:-

یا اللہ یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتم الرسالۃ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

از انجا کہ پنجہ مبارک حضرت یافہ ام شہیدم بکے معظمہ بر کوہ حرا کہ از جہل تور گویند بنگ نشان بدن اوردہ حضرت است کہ ابتداء دجی جبرئیل علیہ السلام بر ان سنگ سینہٴ پیروز چاک کردہ بالاولہ پرموود و درغار جہل تور کہ حضرت وقت حیرۃ پناہ شدہ بودند نشان پہلو و پشت دست مطہر است و بپایف متصل مسجد البنی در غار اشرہ پہلو و پشت و دست اقدس پای آہو مادہ بمعہ کچھ قطرات شیر موجود است و حضرت مسجد الحرام... نمازیہ فتنہ در قافۃ الحجر کجفۃ کسی از تاسخف فوت جماعتہ بکیم بدیوار اوردہ

علامہ یہ واقعہ حضرت رسالت پناہ کی حضرت میں ہوا جب کہ اب اہل عرب کے دستور کے موافق دینی طیمہ کے پہنچو اور ان کے لوگوں کے ساتھ گریا کرتے تھے۔ ۱۳۰۰ ز قاف کے قریب سنہ گئی (بقیہ صفحہ آئندہ)

سنگ دگل نہا نمودہ و حد طرف عرفات کوہ نمرہ یازدہ کردہ از کہ زیر کوہ در غازی منزل آنحضرت رزمرو
 رود و سابق بر سنے آدم از جنت خیمہ یا قوت سرخ یاسہ (قنادیل؟) ملا دحجر الاسود بردشتی ستارہ ملائکہ
 آودہ جائے کعبہ داشتند و دشتی انہا تا حدود حرم
 سیکرند تا نظر شیطاں بر دنیفتند و جبریل اند آدم گفت
 بشارت انحضرت مبارک دو نیمہ شد ہر دو نیمہ نبض احادیث ثابت است با سہل رفت و زیسا نیدہ
 محمد مصوم مخاطب (اعتبار؟) خان عظیم الشانی سہہ مبارک محمد فرخ سیر
 پادشاہ عازی رحمہ اللہ جس پنجہ شریف کا ذکر اس کہتے میں ہر ممکن ہر کہ سسے دہا بیوں نے چرا لیا
 ہر جو اس قسم کے معجزات اور پیشکش کے سخت مخالف ہیں۔ سہہ کے عذر کے کچھ دؤں
 پیشتر بھی دہا بیوں نے دلی کی مشہور درگاہ قدیم سے قدم رسول کے اڑا دینے کا قصد کیا تھا۔
 اس قدم شریف کو مسرے سید جلال الدین بخاری (فخروم جہانیاں بزماں فیروز شاہ تعلق (رحمہ)
 لائے تھے۔ یہ راز عین وقت پر افشاں ہو گیا اور بہادر شاہ بادشاہ نے ان لوگوں کا معقول
 تدارک کیا۔ مولوی محمد عمر صاحب قادری المعروف یہ سراج الحق نے قدم رسول کی اصلیت
 اور واقعیت پر ایک عمدہ رسالہ الاستشفاء والتوسل بانثار الصالحین و سید الرسل (مطبوعہ ۱۳۱۹ھ)
 مطبع خادم الاسلام دہلی لکھا ہے۔ اس رسالے میں مصنف نے اس معجزے کے متعلق کہ حضرت
 رسول مقبول کے لیے پتھر نرم پڑ جاتا تھا اور آپ کے قدم کا نقش ابھرتا تھا تفصیلی بحث
 کی ہے اور روایات معتبرہ سے اس معجزے کی صحت کو ثابت کیا ہے۔

سلہ کر وہ اور کوس ددؤں سنکرت کے لفظ "کوس" سے مستخرج ہیں جس کے لفظی معنی ہیں
 آواز بلند۔ کوس عموماً دوسل کا شمار کیا جاتا ہے۔

سلہ یہاں تعمیر خانہ کعبہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جب کہ حرم کی حدود مقرر کی گئی تھیں۔

سلہ معجزہ شق القمر کا ذکر ہے جس کا ذکر الکلام البین کے ص ۱۰۵ معجزے نمبر (۱۱۰) میں ہے۔ یہ
 معجزہ حضرت کے مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے سے قبل کا ہے۔ ۱۲



مسجد جامع یا مسجد قوت الاسلام ۱۱۹۱ھ

صفت مسجد جامع کہ چنان مستور	شجرہ طیبہ بر سو جو طوبیٰ بچاں
مسجد او جامع فیض الہ	زمزمہ حطبہ او تاباں ہ
بر منبر تخت گرفتہ شہی	منبرش از خطبہ بیت الہی
آمدہ دروی ز سپہر کبود	فیض بیک خواندن قرآن فزود
غفلت تسبیح بگنبد دروں	رفتہ زنہ گنبد والا بروں
گنبد او سلسلہ پیوند راز	سلسلہ چون کعبہ شدہ حلقہ ساز
خواندہ اہم کعبہ دین خودش	پیش نشستہ حجر الاسودش
بندہ سنگش دروعل و عتیق	ز دہمہ آزادی بیت العتیق
ہر کہ سعادت بودش رہنماے	بر در او سر نہند انگاہ پاسے
در تہ سقفش رسما تازمین	نصب شدہ جملہ ستون ہا دین
قامت خود کردہ موزن دراز	دادہ اقامت پرستون نماز

(امیر خسرو - از فتویٰ قرآن العبدین)

راے بخورا کے اس مندر کا یقینی طور پر کچھ حال نہیں معلوم ہوتا جہاں کہ مسجد کا بنانا بیان کیا جاتا ہے۔ یوں بہت سے بے سرو پا بیانات ہیں کہ وہ بڑا بھاری مندر تھا جس میں تہری تہری اور چوہری چوہری قطائیں جھروں کی عقیں اور اس کے علاوہ بھی بڑی بڑی عالی شان اور وسیع عمارتیں تھیں۔ بات اصل یہ ہو کہ جب وہ چیز ہی موجود نہیں تو اس کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سلطان محمد غوری کے نامور اور مورم راجہ خسرو نے جنرل قطب الدین امیک سے دلی کی فتح کے بعد ہی جاے حالیہ پر جو مندر تھے ان کو توڑا اور جگہ ہموار کر کے مسجد بنانی شروع کر دی تھی۔ مسلمان مورخین اور بعض یورپین وقائع نگار کہتے ہیں کہ سلطان قطب الدین امیک نے مسجد بنانے کے لیے مندر کی صرف غزنی دیوار گرا دی تھی اور باقی جوں کا توں کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیا۔ لیکن جنرل کننگھم صاحب کی راے یہ ہے کہ نہیں مندر کی عمارت تمام ہا سوارے چند ستونوں کے جن کا بیان آگے آگے گا وہ معادی گئی تھی البتہ چوتھے کا او بجا حصہ پہلے ہی کا ہے جس پر کہ مسجد کی وسیع عمارت بنانی گئی ہے اور اسی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مندر کی عمارت کہاں کہاں پھیلی ہوئی تھی لیکن اس چوتھے کے نیچے کے حصے کی طرز واری

بحالہ جھوڑی جو اپنی اصلی حالت پر کھڑی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ بندوؤں کے مندر
جن جن کے نسبت و نابود کیے گئے اور یہ تعصب اس قدر بڑھا کہ شمس الدین التمش کے
زمانے میں جو قطب الدین کا جانشین تھا مندروں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا (انظر نامہ)
یہ مسجد باہر سے دیکھنے میں نئے رونق اور بھدی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ پتھر کی مربع عمارت
ہر جوہت سے آدھوری روگئی اسنکاری اور تکمیل کی فہمت ہی نہ آئی ورنہ اس کی صورت
شکل نکلتی۔ محراب دار صدر دروازہ مشرقی دیوار کے بیچ میں ہے سات بھاری بھاری بیڑیاں
چڑھ کر ہم اس دروازے میں داخل ہوئے ہیں اور پھر مسجد کا صحن ملتا ہے۔ مستطیل شکل کے
بغرض حصول معلومات جب تک سچا سے کھدائی کی تھی تو معلوم ہوا کہ بیڑیوں اور مسجد کے صحن
کی حالت پہلے کچھ اور ہی تھی۔ ان بیڑیوں کا سلسلہ اور آگے تک تھا جن کے آگے ایک
بجٹہ چوڑا تھا۔ مسجد کی بیرونی مشرقی دیوار ۴۴ فٹ لمبی ہے۔ جس میں چار کھڑکیاں ہیں۔ مشرقی
دروازے پر ایک محراب ہے جو درانیہ پتھر سے بنا ہے اور کوئی ہوتی ہے جس کے بالائی حصے میں بہت کچھ
نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور تختانی حصے پر یہ کتبہ بجا علی نہایت پیچیدہ طرز میں کندہ ہے۔

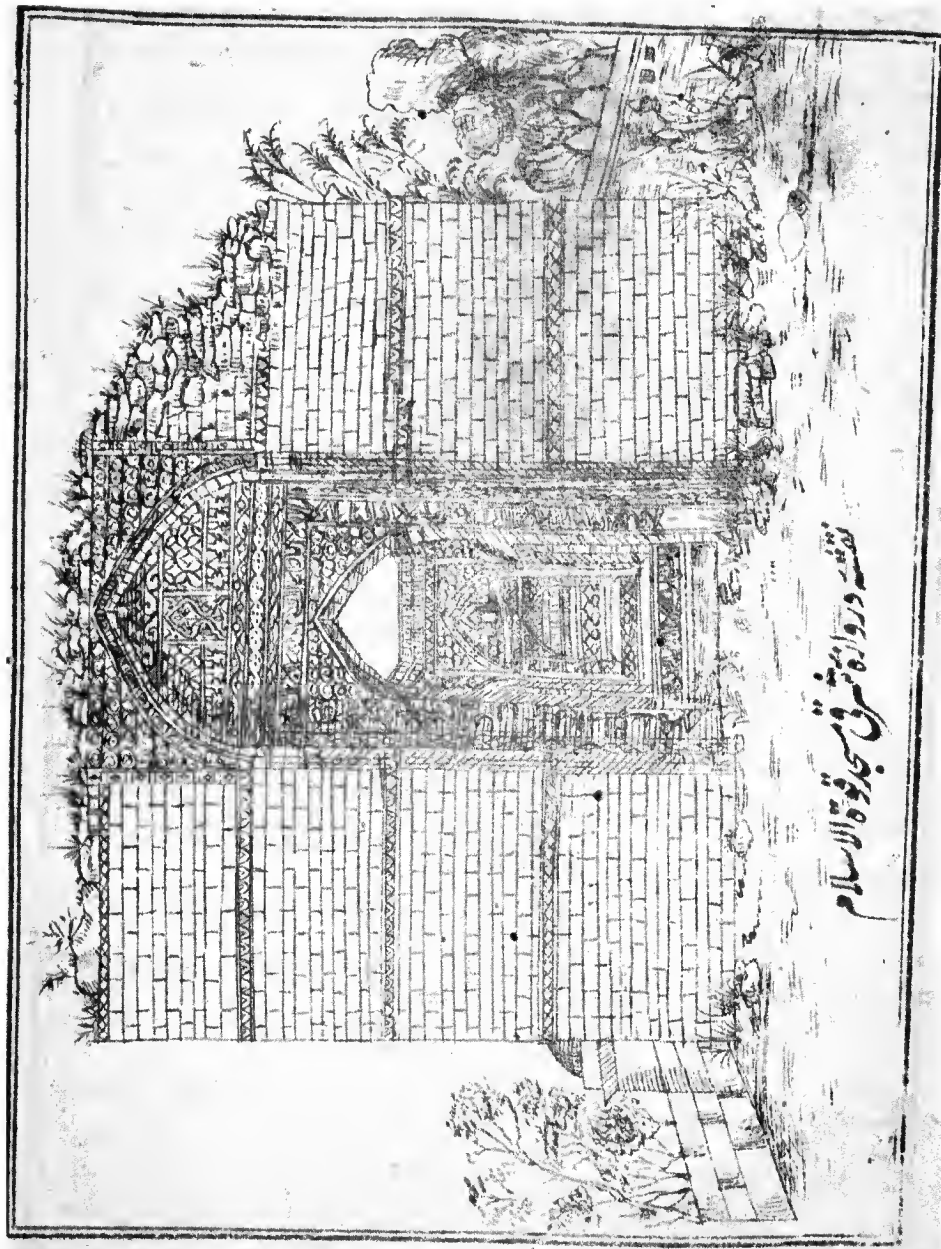
ابن مسجل: أنبأ دكر قطب الدين ابي باكر خلدن أن
 رحمه نادى به برنيت ابني ابن حيدر عليه السلام فوجد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ رَحْلِهِ كَانَ آمَنَّا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجَّةٌ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ
سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ عَلِيمٌ
از جمعه را در فتح کرد و این مسجد جامع را بساخت بتاریخی فی شهریور سنه سبع و ثمانین
و خمسمائة ابراستفها لاجل کثیر قطب الدوله والدین دایره مرا ای باری سلطانی اعز
الله انوارا ولیست وهفت اله بنی آنده منی در هر بیت آدیاق هزار بار هزار دیوال صراف
شد بود درین مسجد یکارسته شده است

مسجد کی مشرفی دیوار کے بائے کی کرسی ۴ فیٹ ۱۲ اینچ اور ۱۲ فیٹ لمبی اصلی دیوار کے متصل بشکل زواویہ قائمہ کھڑی ہیں جن میں وہ سیڑھیاں ہیں جو مسجد میں پہنچاتی ہیں اور دروازہ

۱۵ فرنگن صاحب جن سے مشربہ ورقطاس بھی اتفاق کرتے ہیں کھینچے کی اگر ہر ستر کی قیمتی لاگت

ساتھ ہزار و بیس بھی محبوب کی جائے قسما میں سڑوں کی لاگت سولہ لاکھ سیس ہزار و دیوالی ہوئی۔



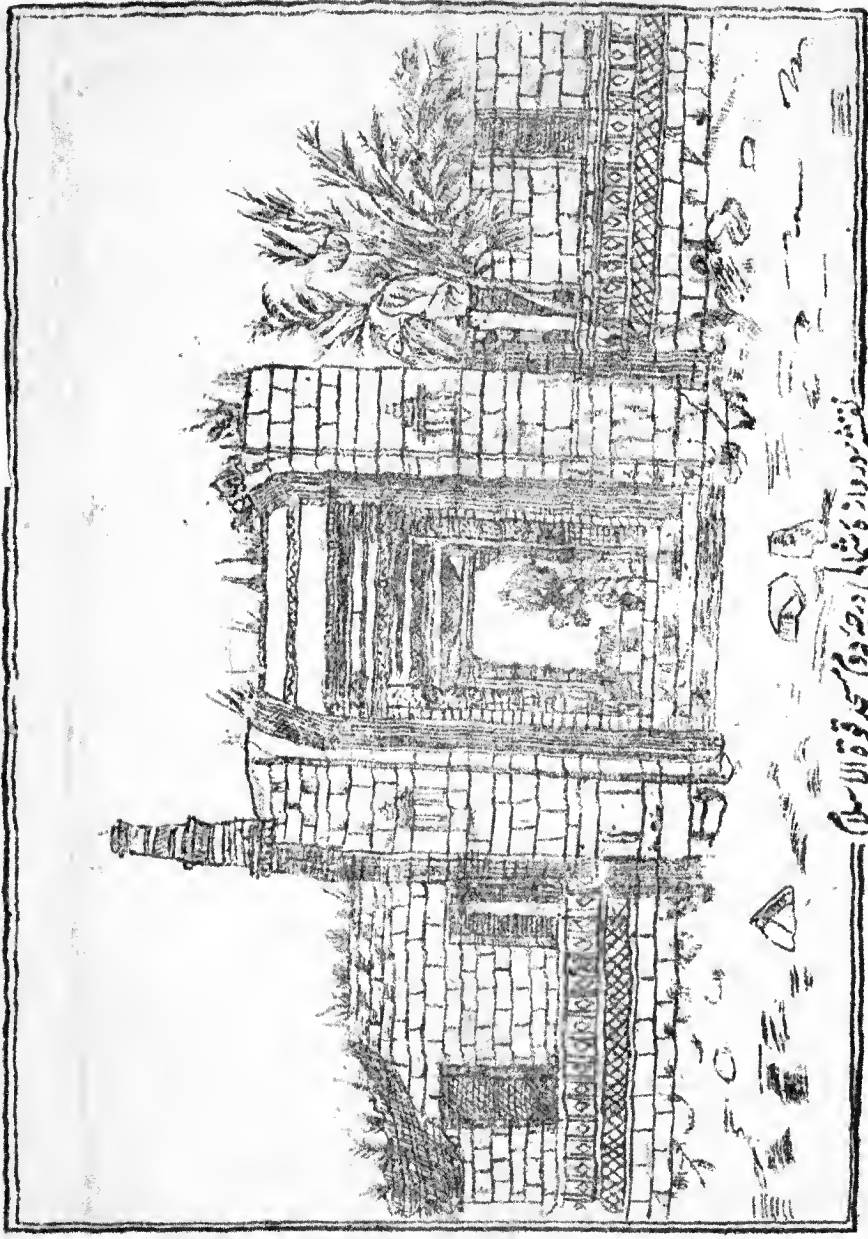
نقشه دروازه مشرقی مسجد قبة الاسلام

کی محراب کے اندر تک ہیں۔ دروازہ گیارہ فٹ چوڑا ہے لیکن زیادہ اونچا نہیں۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک چھوٹا سا گنبد تھا جس کے دائیں اور بائیں دونوں طرف ستونوں کا سلسلہ اور محراب۔ جو تمام چاروں طرف سے پٹا ہوا تھا لیکن صرف آدھے سے زیادہ محراب میں چڑھے باقی رہ گئے ہیں۔ ضمنی طبل میں ۱۶ فٹ اور عرض میں ۱۰ فٹ ہے۔ گنبد ٹھٹ پھلوں جو مربع ٹیلے پر کھڑا ہے۔ گنبد میں چار چار ستون یکجائی ہیں جن پر گنبد ٹکا ہوا ہے۔ یہ ستون تیرہ فٹ لمبے اور پائے میں ڈھائی فٹ چوڑے ہیں اور اوپر کی تختی ڈیڑھ فٹ چوڑی ہے۔ گنبد باہر سے نوکدار مخروطی شکل کا ہے۔ فرگن صاحب مسجد کے حجروں کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ عمارتیں اس قسم کی ہیں کہ ان کے گرائے اور دوبارہ پھر کھڑے کر دینے کوئی مشکل نہیں۔ کیوں کہ ستونوں کی کلاسی نہایت عمدگی سے ملائی گئی ہے جو بالکل ہندوؤں کی منامی ہے۔ ہر حجرے میں نو سوئیں پنجر کی اس طرح جمی ہوئی ہیں کہ چار تو ستون کے پائے پر ہیں اور چار کونے میں اور ایک بیچ میں۔ ان سلوں کے جو نہایت عمدگی اور ایسی صفائی سے پوسٹ کیئے گئے ہیں کہ ان میں مسالا بھرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ ان کو اتار کر پھر اسی طرح نہایت آسانی سے جھانک سکتے ہیں۔ گنبد بھی اسی طرز سے بنایا گیا ہے اس کی سلوں کے جوڑ بھی خوب ملائے گئے ہیں اور اس کی سلیں بھی ایسی آسانی سے نکالی اور لگائی جاتی ہیں جیسی کہ حجروں کی (از ہسٹری آف آرکیٹیکچر جلد دوم صفحہ ۶۳۸)۔

زائرین کے داہنی طرف ستونوں کی قطاریں ہیں جو شمالی دیوار کی آخری حد تک ہیں۔ ان میں بعض کے سامنے براہ راست بھی ہیں۔ پہلی قطار میں سات ستون دیوار کے کٹھے ہیں دوسری قطار پہلی قطار سے چھ فٹ کے فاصلے سے ہے اس میں چھ ستون ہیں۔ تیسری قطار بھی دوسری قطار سے چھ فٹ ہے اور اس میں بھی چھ ستون ہیں۔ چوتھی قطار محراب میں ہے جو تیسری قطار سے پانچ فٹ دور ہے جس میں سات ستون ہیں یہ سات ستون باہر تیرہ ستون جو گنبد کی بائیں جانب ہیں سب نقش و نگار سے بھرے ہوئے ہیں۔ بعض پر مختلف قسم کی تصویریں۔ کڑے۔ چوڑیاں۔ زنجیریں۔ بلیں۔ لہریں بھی ہیں جن کے سرے پر گھنٹی یا پھندا ہے۔ مشرقی والاؤں کے دونوں سروں پر ایک ایک گیلری مثل ہیں فیٹ مربع ہے۔ پست گنبد اسی طرح کے جیسے مشرقی دروازے پر ہیں اس طرف بھی ہیں۔ مسجد کی دیواروں میں گیلریوں پر چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں۔ گیلری پر کا گنبد ٹھٹ پھلوں

ہر چار ایک مربع برجس کے آٹھ ستون ہیں ٹکھا ہوا ہے۔ چار ستون چار کونوں پر ہیں اور چار
 بیچ بیچ میں۔ جنوب و مشرق کی گیلری میں ایک نواں کھم بطور اڑواڑ کے لٹکا ہوا ہے۔ گیلری کے
 بیچ میں گنبد ہے اور گنبد کے ستونوں کے اطراف چھ فیٹ اچوڑی کھلی جگہ ہے۔ اس گیلری کے مشرق
 اور جنوبی رخ پر مسجد کی مشرقی اور جنوبی دیوار آگئی ہے جس میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں۔
 دوسری جانب چھوٹے چھوٹے ستون ہیں جو دالان کے ستونوں سے آدھے ہیں گیلری کی چھت
 انھیں ستونوں پر بٹھی ہوئی ہے۔ ان ستونوں میں سے اکثر نقش و نگار ہیں۔ ایک امر یہاں
 خاص طور پر ذکر کرنے کے قابل ہے جس سے بلاشبہ شک کے ثابت ہو جاتا ہے کہ فرش تو
 قائم رکھا ہے مگر بالائی عمارت مندر توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے۔ اول تو یہ کہ دیواروں کے ستونوں
 کے بالائی ٹکڑے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کی بیٹھیک کا پتھر بھی نہیں ہے۔ شمال مشرق
 کی گیلری میں بھی اسی طرح کے ستونوں کے اوپر کے ٹکڑے موجود ہیں چھت کی بعض سلوں میں
 بودھ کی صورتیں بنی ہوئی ہیں جو کبھی وشنو کے مندر میں بنیں ہو سکتیں۔ جس طرح کی گیلری
 جنوب مشرق کے کونے میں ہے ویسی شمال مشرق کے کونے میں بھی ہے۔ شمال مشرق کے
 دالان کے ایک کونے میں سے ہم شمالی دالان میں جاسکتے ہیں جو مسجد کے صحن کی آخری
 شمالی حد ہے۔ اس دالان میں ستونوں کی چار چار قطاروں کی جگہ صرف تین تین قطاریں ہیں
 دیہاں کے ستون ایسی اچھی حالت میں ہیں جیسے کہ مشرقی دالان کے ہیں۔ اس دالان
 میں (۴۹) ستون ہیں جن میں سے سترہ تو دیوار سے چسپاں ہیں اور یہی گویا پہلی لین ہے۔
 دوسری قطار پہلی قطار سے ساٹھ فیٹ کے فاصلے سے ہے اور اس میں بھی سترہ ہی ستون
 ہیں۔ رہی تیسری قطار وہ بالکل صحن کے کنارے پر ہے اور اس میں پندرہ ستون ہیں اور اس
 قطار میں اور دوسری قطار میں آٹھ فیٹ کلبند ہے۔ شمالی دالان کے بیچ میں ایک مخروطی گنبد ہے
 جو مشرقی دروازے کے گنبدوں سے چھوٹا ہے۔ اس گنبد کے بالمقابل مسجد کا شمالی
 دروازہ ہے اور گنبد کی دونوں جانب کی دیوار میں تین بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں۔ اس دروازے کی
 صرف دو سنگین سیڑھیاں ہیں۔ یہ شمالی دروازہ بھی بعض لمخات سے مشرقی دروازے ہی
 کی طرح کا ہے مگر اس کی محراب کو امتداد زمانے سے زیادہ نقصان پہنچا ہے اس دروازے
 کی پیشانی پر بخط عربی یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی دَاوُدَ السَّلَامَ وَتَعٰلٰی عَنْكَ شَرُّ مَا شَاءَ الْاَلْ



نقشه سردار کا شمالی درجه دوم مسجد قبة الاسلام

صراط مستقیم فی شہر سنۃ اثنی عشر

جرت هذه المارة بعالی امر السلطان المعظم مغز الدین والدین محمد بن سام
ناصر امیر المومنین

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمال کی طرف کی دیوار اور اُدھر کا والان دونوں اُدھر سے
ہیں۔ اس دیوار کے شمال مغرب کے سرے پر تیس فیٹ کا خلا ہے اور اُدھر کی گیلری
خستہ و شکستہ ہے۔ جنوب رخ کا والان صحن مسجد کی جنوبی حد بھی ہے۔ جو اس سے بھی بدتر حالت
میں ہے۔ اس والان کے جنوب مشرق کے سرے پر کوئی ساٹھ فیٹ لمبی دیوار اور
پندرہ ستونوں کا والان ابھی تک کھڑا ہے۔ اس کے ستونوں پر دوسرے والانوں کے
ستونوں کی طرح نقش و نگار نہیں ہے بالکل سادے ہیں۔ یہ والان پچھت کی دیوار میت
سیما آرمینتھ صاحب ایگزیکٹو انجینئر دہلی بنایا ہوا ہے۔ صاحب موصوف نے سلطان پتہ
کی توسیع کردہ عمارت کے اُس حصے میں سے جو مسجد کے مشرقی دروازے کے محاذی
ہے یہ ستون کمال کہیاں لگا دئے جو صاف چغلی کھائے ہیں۔ مسٹر کمبل ایگزیکٹو انجینئر
دہلی لکھتے ہیں کہ مسٹر منٹھ کے تصرف اور الٹ پلٹ سے قطب الدین ایبک کی
بنائی ہوئی کھڑکیاں بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکیں۔ اس والان کے پندرہ
ستونوں کے من جلہ چھ تو دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ دوسری قطار پہلی قطار سے
پانچ فیٹ کے فاصلے پر ہے جس میں پانچ ستون ہیں اور تیسری قطار بھی اسی فاصلے
پر ہے اور اس میں چار ستون ہیں۔ جنوب مغرب رخ کی گیلری اور گنبد بالکل نیست و نابود
ہو گئے ہیں۔ مسجد کے جنوبی جانب چھ کے حصے میں جتنی دیواریں اب کھڑی ہیں ان
سرے پر سچل کا جنوبی دروازہ ہے جو بالکل شمالی دروازے کے طرز کا ہے اُدھر صحن
میں جانے کی سات سیڑھیاں ہیں۔ اس دروازے میں جنوب و مشرق کی طرف کھڑکیاں
ہیں مگر جنوب مغرب کی طرف کی دیوار اور کھڑکیاں سب کچھ گر گئیں۔ مسٹر بکھر نے

۱۷ معلوم ہوتا ہے کہ کھودنے والا بڑے کچے کچے مرنے والے ہے۔ یہ تو مرنے والا ہے ہمارے خطاط
معلوم ہوتا ہے کہ کس بائیں دیوار کی ۵۹۲ھ کیوں کہ سلطان مغز الدین بن سام کا یہی زمانہ ہوتا ہے۔ پھر اس میں بھی قلعے کے نقشہ
میں کھدیں نے کچے کے نقشے سے کچھ ناخالص بنایا اور اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ یہ کاروبار ہے۔ اس قسم کی غلطیاں سب کی
دش کے تبدیل ہیں بھی کی گئیں۔ لکھنا اس بھی بدتر ہے کہ انہوں نے کتب خانہ کسی کا سرور کوئی کا جو لکھا ہے کچھ دیکھا ہے

اس دروازے کے نیچے دار بھی کھدایا تھا تو ستونوں کے پایوں کے نشان نکلے تھے جو چوترے کی روہ پر تھے گویا مشرقی دروازے کی بیڑھیوں اور پایوں کا جواب تھا۔ اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اسی طرح کا ایک دروازہ مغرب کی طرف بھی تھا چنانچہ اس طرف بھی پانچ بیڑھیاں اب تک موجود ہیں جن کی موجودگی زبان حال بتلا رہی ہے کہ یہاں بھی دروازہ تھا۔ صحن مسجد کے جانب مغرب پانچ بلند محرابیں لیکن بہ لحاظ زمان تعمیر ان کا ذکر آگے پہل کر آئے گا کہ انھیں محرابوں کے پیچھے نازگاہ کا صدر مقام قطب الدین ایبک کی بنا کردہ مسجد کا تھا۔ یہ عظیم الشان ہال بھی دوسرے والائوں کی وضع قطع کا تھا جس پر ایک بڑا گنبد مشرقی دروازے کے گنبد کی طرح کا تھا۔ لیکن مسجد میں پھیراڑے کی دیوار میں سے کوئی رستہ تھا بلکہ اس میں تین اونچی اونچی دیواروں اور محرابیں تھیں۔ ریاست لوہارو کے رئیس سابق نواب ضیاء الدین خاں بہادر پانچ طاق بتلائے ہیں۔ یہ دریا فی ہال نمبر ۱ x ۴ تھا۔ جس کی چھت سب سے عمدہ اور نفیس نقش و نگار کے ہندوستانی ساخت کے ستونوں کی چار قطاروں پر کھڑی تھی۔ اب یہ مسجد ایسی شکستہ اور تباہ حالت ہے کہ اس کا عہدم وجود برابر ہے۔ تھوڑا سا حصہ جو باقی رہ گیا ہے وہ صرف وہی ہے جو چوترے کے شمالی رخ پر اوریشیان دار کما میں کھڑی ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر آیا ہے۔ یہ حصہ قطب الدین ایبک کا بنایا ہوا تھا۔ سچ والی کمان کا کچھ حصہ چوترے کے اوپر ہے اور کچھ حصہ چوترے کے جنوبی رخ کے پیچھے دار اور یہیں مسجد کے چند ستون بھی باقی ہیں۔ شمالی رخ پر چار قطاروں میں بائیس روہ لگے ہیں۔ ان ستونوں کے سروں اور بیچ کے حصے پر نئے نظیر سنگ تراشی کا کام کیا ہوا ہے ان ستونوں میں صرف ایک ہی ستون ایسا ہے جس پر کچھ کام نہیں اور سادہ ہے۔ بعض ستونوں پر اب بھی چھت کی سنگین کڑیوں کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے ادھر ادھر کھڑے ہیں۔ اور چھت کا بھی ٹوٹا پھوٹا تھوڑا سا حصہ دو مقام پر نظر آتا ہے۔ دوسرا حصہ دس ستونوں کا اسی طرح کا ہے جیسا کہ شمالی چوترے پر اور بیچ کی کمان کے دوسرے چوترے پر ہے۔ اس کی بھی چار قطاریں ہیں۔ جنرل کٹنگھم کی رائے یہ ہے کہ قطب الدین ایبک نے مسجد بنانے وقت ان ستونوں کو بلایا جلا یا نہیں بلکہ جہاں پہلے سے تھے وہیں ہی رہنے دیا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ انھیں ستونوں میں سے ایک ستون پر یہ کتبہ ہے۔ ”بہار فضل ابن ابو المعالی منوکی، مسجد کی مغربی دیوار کا ایک تہائی حصہ شمال کی طرف اب بھی موجود ہے

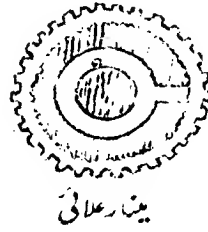
لیکن جنوب کی طرف کا گر گیا۔ موجودہ دیوار کے وسط میں طاق نما محرابیں بنی ہوئی تھیں جن میں سے دو کا کچھ کچھ حصہ اب بھی نظر آتا ہے۔ بیچ کی محراب کا نیچے کا حصہ موجود دیوار کا بھی وسطیٰ اب بھی ملح زمین سے اونچا ہے۔ اس کا باقی حصہ گر گیا۔ اس کے شمال میں جو طاق نما محراب ہر دو البتہ جوں کی توں پوری کھڑی ہو لیکن جنوب والی محراب بالکل گر گئی۔ شمال رخ کی دیوار بھی ابھی آدمی باقی چھوٹی رخ کے والا ان کے سلسلے میں ہو لیکن مغربی دیوار تک نہیں پہنچتی بلکہ عاتی جنوبی دیوار ایسی گری ہو کر اب اُس کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ مسجد سے کوئی تیس فیٹ پرلو ہے کی لاث کھڑی ہو جو غالباً مسجد کے بننے کے پہلے ہی سے یہاں ہے۔ مسجد کے صحن میں چار چھتہ قبض ہیں جن کے چبوترے بلند اور قویذ خوش نما ہیں۔ مسجد کے اندر آئے کا راستہ بھی اڈیوٹھی کی وضع کا بنایا ہوا تھا۔ فرگن صاحب اس مسجد کی اس جہت کی نسبت جو سلطان قطب الدین ایبک کے زمانے میں بھی لکھتے ہیں کہ وہ اس مسجد کی وضع قطع بالکل چین کے مندروں کی سی ہے۔ ستون اسی تراش خراش کے ہیں جیسے کہ کوہ آج کے مندروں کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر زیادہ کام کیا ہوا ہے اور یہ میں بھی زیادہ عمدہ۔ ان ستونوں کی ساخت غالباً بارہویں یا تیرھویں صدی کی ہے۔ اب اس ٹونے کے ستون کہ جن میں اس قدر نقاشی کا کام ہو ہندوستان میں بہت کم باقی ہیں۔ ان ستونوں کی یہ حالت ہے کہ سر سے پانک ان میں عمدہ صناعتی سے ایک انچ بھی خالی نہیں ہے (مشری آت آر کی پیکر صفحہ ۶۲) آگے چل کر اسی کتاب کی جلد دوم صفحہ ۶۵۰ میں لکھا ہے کہ اس مسجد کے جہاں اور عجائبات ہیں وہاں اس کی تعمیر کی نوعیت بھی عجیب و غریب ہے۔ افغان فاتحین کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ ایک خاص قسم کی نوکدار محراب بنانے کو فن تعمیر کا اصول سمجھتے تھے لیکن راسخ فیضک اصول پر وہ اس طرز کی خوبی بتلانے سے قاصر تھے اس لیے انھوں نے ہندو معماروں اور کاریگروں کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی رائے اور سمجھ کے موافق بنائیں۔ لیکن ہندو معماروں میں اُس زمانے تک کمان اُتارنے کے طریقے سے کوئی واقف ہی تھا بلکہ اس کے بعد بھی کئی صدیوں تک وہ اس اصول سے نا بلد رہے اس لیے وہ اُسی اصول پر محراب بنانے لگے جس طریقے پر کہ گنبد بنائی اور وہ طرز یہ ہے کہ پہلے تو وہ جہاں تک بلند کر سکتے تھے اُٹھاتے چلے جاتے تھے بعد چھڑکی سلوں سے پاٹ کر سلوں کا منہ اوپر سے ملا دیتے تھے یہ مسجد فوۃ الاسلام کی ابتدائی حالت جو سلسلہ میں تھی ہم

مسجد کی دیواریں بھی آیات قرآنی اور مختلف اقسام کے پیل بوٹوں سے آراستہ تھیں اور ان میں ایک غرض یہ بھی مضمر تھی کہ تمام نام شروع بقا ویرا ورتوں کی تشکیل جو مندر کی تھیں ان کے نیچے دھک گئی تھیں۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”جب مسجد کی تکمیل ہو گئی تو نقش و نگار اور آیات قرآنی یا بتھیں کہ مدادی گئیں یا پلاسترس نقش کر دی گئیں“ اب پلاستر جا بجا سے جھڑھٹ گیا جو اوجن بقا ویرا کا چھپانا جو قصور تھا وہ خود بخود پھر نمودار ہو گئی ہیں۔ پلاستر جدیدہ جدیدہ اُن مقامات پر باقی رہ گیا ہے جو محفوظ تھے۔ مسجد کی چھت اور دیواریوں میں بعض بعض سلیس اور پتھر اب بھی ایسے لگے ہوئے ہیں جن میں کرشن کا بچپنا اور دیوتا کی مجلس بنی ہوئی ہے۔ سب سے صاف اور بہتر حالت میں دو جگہ مورتیں موجود ہیں جنہیں جنرل کنگھم نے نوٹ کیا ہے۔ مسجد کی شمالی دیوار کے باہر دو کمروں کا نقشہ بتلایا ہے۔ جس کا درمیانی دروازہ نصف کھلا ہوا ہے۔ ان دونوں کمروں میں سے ہر ایک میں ایک ایک عورت اپنے اپنے پاس ایک بچے کو لیٹے ہوئے لیٹی ہوئی ہے اور تخت پر شامیانہ تیا ہوا ہے اور ایک خادمہ باؤں کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف کے کمرے میں دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لیٹے ہوئے دروازے کی طرف جا رہی ہیں۔ داتھنے ہاتھ کے کمرے میں دو اور عورتیں اپنے اپنے بچوں کو ایک دیوتا کی طرف لے جا رہی ہیں۔ والان کے شمال مشرقی کونے میں ایک پتھر پر ان کھڑکیوں کے پاس جو شمال مشرقی گلی میں ہیں ایک دم سے چھ مورتیں وشنو۔ اندر۔ برہما۔ شیوہ اور دوسرے معلوم دیوتاؤں کی پائی جاتی ہیں۔ بدھا کی بیٹی ہوئی کئی مورتیں دونوں گیلریوں میں بنی ہوئی ہیں۔ بعض ان میں کی بالکل صاف نمایاں ہیں اور بعض بدھ ہیں۔ لوہے کی لاٹ کے گرد کے والانوں میں جنرل کنگھم نے (۳۴۰) نقشین ستون گئے ہیں لیکن جب کہ یہ والان مکمل حالت میں نہ گئے تو حساب کی رو سے (۴۵۰) ستون ہوں گے۔ بلا نقش و نگار کے جنرل صاحب نے (۳۷۹) ستون شمار کیے ہیں اور موقعی حالت کے لحاظ سے اندازہ لگا تے ہیں کہ کل والانوں کی تکمیل کے لیئے اور بارہ سو ستون ہونے چاہئیں۔ قطب الدین ایک کی تعمیر کی خصوصیات یہ ہیں۔ خاص طرز کے گنبد اوروں سے بالکل الگ تھلک پہاڑ جاتے ہیں۔ سطح چٹین۔ دروازوں پر پٹاؤ۔ والانوں کے ستون سرخ اور زردی مائل بھر بھرے پتھر کے۔ ستونوں کا بلندی اور سبزی میں دوسروں سے مختلف ہونا۔ ستونوں کے ٹکڑوں کی تعداد۔

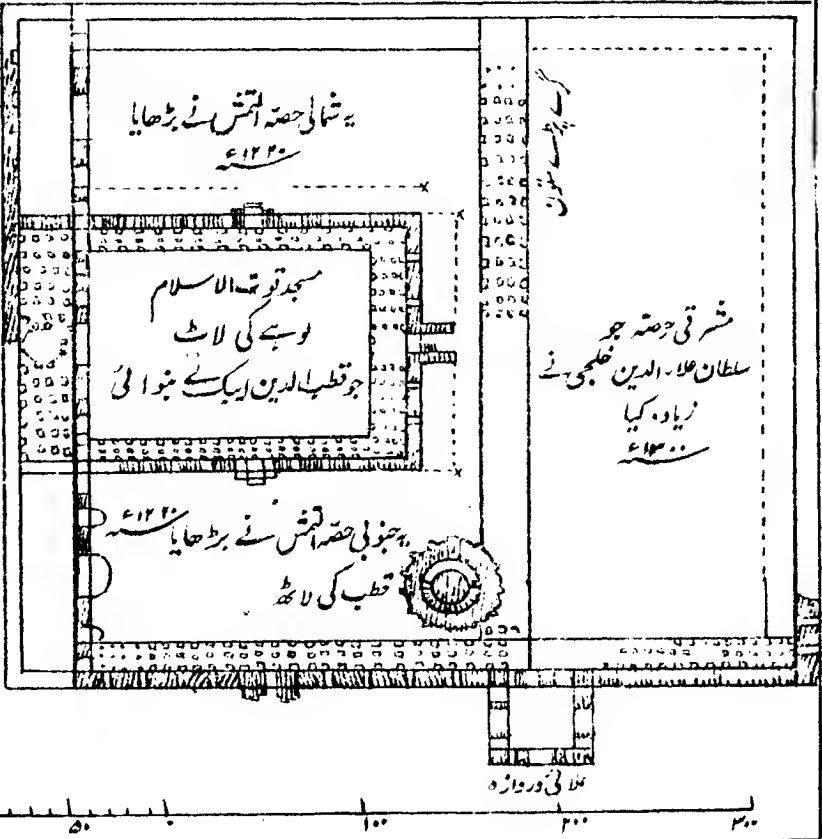
اُن کے نقش و نگار۔ یہ سب باتیں اپنی وضع اور طرز میں بنائی ہیں۔ ستونوں کی نشست کا سلسلہ بھی پچھلے زمانے کی عمارتوں سے جدا ہے۔ ان ستونوں کے اور اونیچہ خیزبان کہ ہم جنرل گنگھم صاحب کی آثار قدیمہ کی رپورٹ سے نقل کرتے ہیں وہ ان شکستہ مندروں کی چھٹائی برائی کی حالت اس حد تک ہے جو میں نے شکستہ عرصہ میں حاصل کی تھی اور جس کی تکمیل اب میرے شکستہ عرصہ میں کی عجیب طرح بہم پہنچی ہے۔ مسجد کے تعلق جنوب و مشرق کو نے میں جو دالان ہیں ان کے ستون ہائے اور سرے سمیت تمام نئی وضع اور جسات کے ہیں اور بالکل الگ پہچان لئے جاتے ہیں۔ ان ستونوں کے مین حصے میں اوپر اور شیشے کے اور درمیانی۔ ان ستونوں کے بالائی حصے پر تیرہ بھی پڑے ہوئے ہیں اور جہاں تک پتہ چلا سب سے (۱۹) تا ۱۰۔ اور پندرہ خالی تھم نمبر پڑے ہوئے ملے ہیں۔ جن میں کاغذ (۱۳) کا تھم شعلی دالان میں نصب ہے۔ جو اپنے سلسلے کے نمبروں سے بالکل الگ اور دو دیکھا ہے۔ تیرہ نمبر پڑے ہوئے حصہ زیریں اور سات بالائی حصے ملے ہیں۔ لیکن ان میں صرف ایک ستون نمبر (۱۰) کا ایسا ہے جس کے مینوں حصوں پر یکساں نمبر پڑے ہوئے ہیں اور سب جوڑ بھی برابر ملے ہوئے ہیں۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی ستون اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں ہو سکا۔ سب سے نوکسی کا یہ کوئی کہیں کھڑا کر دیا تو کوئی نہیں۔ نمبر پڑے ہوئے تھم کل (۱۵) ملے ہیں۔ پندرہ نمبر پر بشیکس (۱۴) ملیں۔ جن میں چار چوکوں میں اور باہج کے کونے کول کئے ہوئے ہیں۔ ایک ہی وضع قطع کے ہیں بالائی حصے ملے ہیں جن میں سے ایک پر نمبر (۱۹) پڑا ہے۔ ان امور سے یقین ہوتا ہے کہ جن مندروں کے یہ ستون ہیں اُن میں کل (۱۳) ستون تھے۔ نمبر (۱۱) کے تھم برخط ناری ایک طختہ لفظ ”کچل“ اور دوسری طرف (۱۲) کندہ ہے جو اگر اجیت کا سمت ہے۔ ستون کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ زمانہ ایک ہائی نائی لالی لال کوٹ کا تھا جبکہ کہ وہ دلی پر حکم ہاں تھا۔ راجہ اور سنگ رشتوں نے نہ صرف ستونوں ہی پر نشان ڈالے ہیں بلکہ اسو اشم کے نشان چایا پور۔ سوہیل پاوں پر ہیں۔ یہ نشان صاف اور مکمل ہیں۔ تھم بھی صاف طرح ان نشانوں اور الفاظ اطلاق کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ نشانوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ سرسیدائیک ہال لکھتے ہیں اور انگریزی میں جہاں کچھ انداز ہاں ہے۔ ۱۲

نقشہ
مسجد قوت الاسلام
دہلی



ستیرہ آتش



- (۱) چب ڈیڑا ۳ = بالائی ویراڈ (نمبر ۳) - (۸) بچیم کی داشتن = مغربی جانب کاسروں -
 (۲) " " ۴ = " " (۹) بچیم - (۹) بچیم - (۹) بچیم - (۹) بچیم - (۹) بچیم -
 (۳) بوجلی ۴ = بچیم (۹) - (۱۰) پور ۳ = مشرقی بچیم -
 (۴) " " ۵ = بچیم - (۱۱) بچیم - (۱۲) بچیم - (۱۳) بچیم - (۱۴) بچیم - (۱۵) بچیم -
 (۱۵) ونی بچیم = ویراڈ (۱۶) بچیم - (۱۷) بچیم - (۱۸) بچیم - (۱۹) بچیم - (۲۰) بچیم -
 (۲۱) ونی بچیم = " " (۲۲) بچیم - (۲۳) بچیم - (۲۴) بچیم - (۲۵) بچیم - (۲۶) بچیم -
 (۲۷) بچیم = " " (۲۸) بچیم - (۲۹) بچیم - (۳۰) بچیم - (۳۱) بچیم - (۳۲) بچیم -
 (۳۳) بچیم = بچیم - (۳۴) بچیم - (۳۵) بچیم - (۳۶) بچیم - (۳۷) بچیم - (۳۸) بچیم -

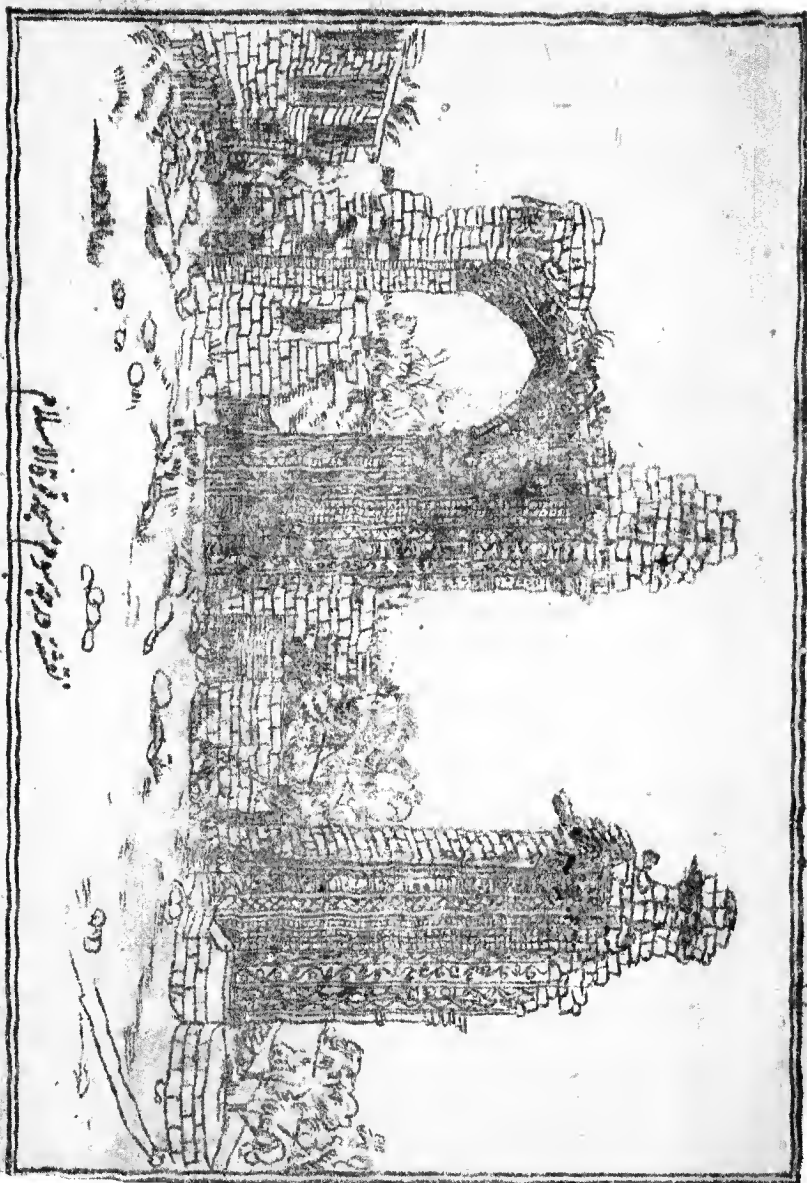
ستونوں کے نمبروں میں ایک اور خصوصیت قابل غور ہے کہ ہندوؤں کے اول اسٹون صرف
 بھی لکھا ہوا ہے۔ مثلاً (۱) - کے ہندوؤں کے اول اسٹون میں لکھا ہوا ہے کہ اول
 دو " اور سولہا کے اول بیوہ۔ اسی قسم کے نشانات ایک دوسرے مندر کے
 ستونوں پر بھی ہیں اور ایک دوسرے نمونے کے ستون پر بھی " دو " لکھا ہوا ہے۔
 اسی طرح ایک دیوار دو ستون بھی اس قسم کا ملا ہے۔ ۱۹ " لکھا ہوا ہے۔ مذکور بالا
 ستون کی پیمائش یہ ہے۔ اوپر کا حصہ - ایک فٹ ۴۰ - اونچ - بالائی حصہ درمیانی حصہ
 ۴ - فٹ - ۱۱ - اونچ - ۱۱ - فٹ - ۱۱ - اونچ - ۱۱ - فٹ - ۱۱ - اونچ -

تھوڑا سا دلچسپی کے ساتھ دیکھا جائے تو
 دیکھیں یہ دو دیوگے سے بھی آید

سلطان الشمس کے عجیب
 کی توسیعات

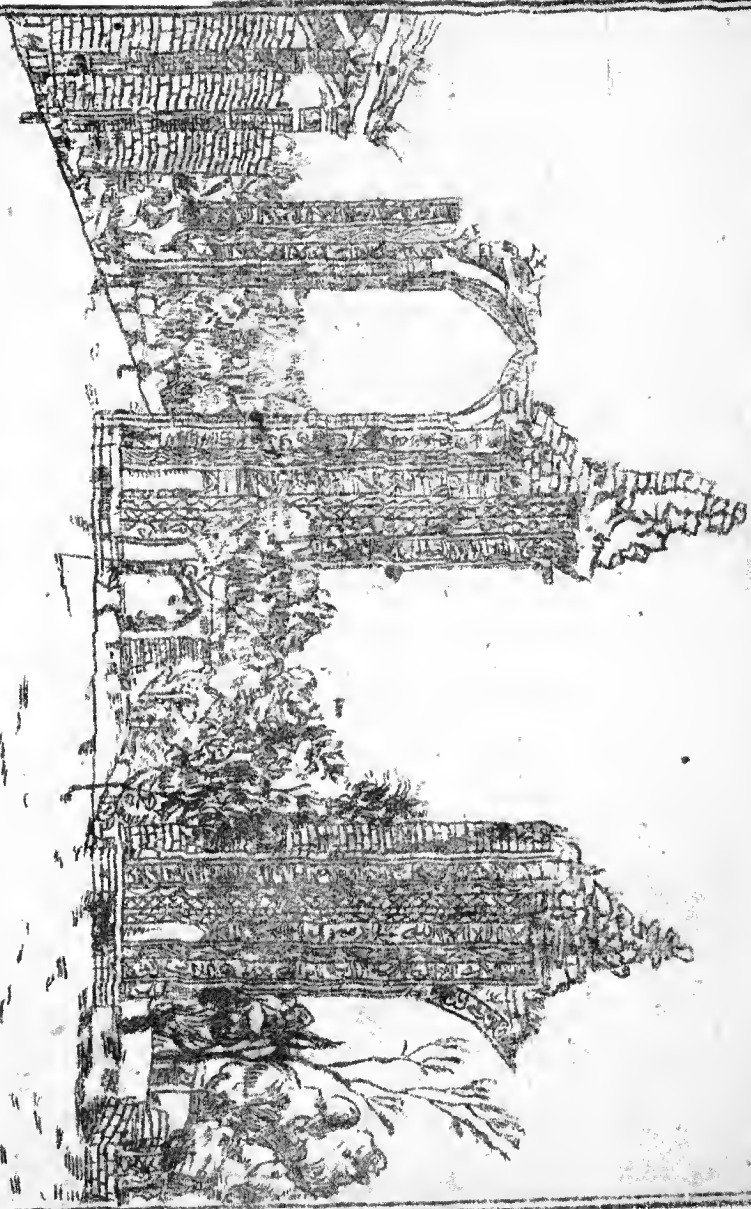
سلطان الشمس نے قطب الدین ایبک کے بنائے ہوئے دارالان میں اور صوبہ صوبہ دارالان
 اور بڑھادئے اور مشرقی شمالی - جنوبی - بین طرف کے دارالان بنوائے - مسجد
 کے بچیاں رخ کی دیوار دونوں طرف قد پانچ فٹ بڑھوا دی - اس طرح ساری
 دیوار کی لمبائی ۴۰ فٹ ہو گئی - اس حوالے سے دیوار کا اب بہت تھوڑا حصہ رہ گیا ہے
 البتہ جد کے شمال مشرقی کونے کی طرف جو دیوار کھڑی ہے وہ الشمس کی بنائی جنوبی
 ہے لیکن اس میں بھی فٹ کا ٹکڑا منہدم ہو گیا ہے اور باقی اور دیواریں جو اس رخ پتھر میں کا پتھر سے بنی ماندہ
 بنیادوں کے نشانوں سے پتا چلتا ہے شمالی دارالان - ۴۰ فٹ لمبائی کا پتھر کا پتھر بھی ٹھیک شکل سے صحن بنیادوں
 کے پاس سے چلتا ہے جنوبی رخ کی دیوار بھی ۴۰ فٹ لمبائی ہے جو فی الجملہ درست حالت میں ہے صرف

تھوڑی سی بیچ میں سے گر گئی ہے۔ التمش کے بنائے ہوئے مسجد کے جنوبی مغربی حصے کی دیوار بھی شرفیٹ گر گئی ہے مگر یہاں بھی بھری ہوئی بنیاد صاف موجود ہے۔ یہاں سرے پر مسجد کی پچھیت کی دیوار کوئی تیس فٹ تک جا بجا گر گئی ہے لیکن ایک والاں جن میں ستونوں کی تہری قطاریں ہیں اسی طرح کا جیسا کہ مسجد کے جنوبی دروازہ کے پاس ہے یہ بھی ہے جو مسجد کے دروازے سے جا ملا ہے ابھی موجود ہے۔ اس دروازے کی محراب گر پڑی ہے اب صرف دونوں طرف کے پاسکے سولھا فٹ اونچے کھڑے ہیں یہیں بائیں و کھڑے ستون مہندہ دیوار کی بنیاد کے برابر کھڑے ہیں اور یہی گویا پہلی لین ہے۔ دوسری لین میں سات ستون ہیں جو پہلی لین سے چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ تیسری قطار میں بھی سات ستون ہیں یہ دوسری قطار سے ۶ فٹ کے فاصلے سے ہے۔ چار ستونوں پر ایک سپاٹ بھت جس کی سلیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں موجود ہے۔ دروازے کے پاس یہاں ستونوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے سو فٹ کی ایک دیوار کھڑی ہے جو علانی دروازے تک بڑھی چلی گئی ہے۔ لیکن اس دیوار میں کوئی بیس فٹ تک کے ستون گر گئے ہیں۔ ستونوں کی بلندی اور ایک دوسرے کا باہمی فاصلہ اور چھت سب اسی وضع کہیں جیسے کہ اس والاں میں ہیں جس کا بیان ہم ابھی اوپر کر آئے ہیں۔ یہاں بھی ستونوں کی تہری قطار ہے جس میں سے چودہ دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ دوسری قطار میں سولھا اور تیسری میں پندرہ۔ اس دیوار میں سات بڑی بڑی بلندیوں میں جن میں کی بائیں تو پوری بھی نہ ہونے پائیں اور ویسی ہی ناتمام رہ گئیں جن کے سامنے پردے کی دیوار تک نہیں رہ بانی دوان سے بھی بڑی ہیں جن کے سامنے سنگ سرخ کی جالیاں علانی دروازے کی کھڑکیوں کی جالیوں کی طرح کی ہیں۔ اس مقام سے دس فٹ پر قطب صاحب کی شان دار لاٹ کھڑی ہے۔ عموماً یہ خاں کیا جاتا ہے کہ التمش کی توسیعات یہیں ختم ہو گئی ہیں اس سے آگے نہیں بڑھیں بلکہ دو بڑی کھڑکیاں جو دیوار میں ہیں وہ بھی علاء الدین خلجی کی بنوائی ہوئی معلوم دیتی ہیں۔ بیشک یہ کھڑکیاں علاء الدین کے وقت کی معلوم دیتی ہیں لیکن علاء الدین کی بنائی ہوئی عمارت کا سلسلہ جب ہی جو کوں ہو سکتا ہے جب کہ جنوبی دیوار کو علانی دروازے سے جالائیں اور اغلب یہ کہ علاء الدین نے یہ کھڑکیاں التمش کے والاں کو گروا کر بنائی ہیں علانی دروازے کے داہنی طرف چھوڑ کر ٹھیک



نقشه دروازه کهنه قزوین

نقشه دریا و اهل بحر و قناریه السلام



شمال کی طرف سامنے ہی التمش کے بنائے ہوئے مشرقی دالانوں کے کھنڈر مٹی کے
تیلے دئے پڑے ہیں۔ اس کے بعد قطب الدین کی مسجد کے مشرقی دروازے پر
جاسکتے ہیں جو علاقائی دروازے سے دو سو فٹ کے فاصلے پر ہے۔ یہاں سے نیس فٹ پر
التمش کے شرقی دالانوں کا کچھ باقی ماندہ حصہ جو جس میں (۳۴) ستون ہیں جن میں سے
انیس کھڑے ہیں اور پندرہ گرے پڑے ہیں ساہن ستونوں کی چار قطاریں ہیں۔ پہلی
قطار میں نو ستون اس شکر پر ہیں جو مسجد اور دالانوں کے درمیان ہے۔ دوسری قطار میں
گیارہ۔ تیسری میں گیارہ اور چوتھی میں صرف تین۔ ان قطاروں میں چھ چھ فٹ کا فاصلہ
ہی اور چھت کا تختہ اس حصہ جہاں کہیں باقی رہ گیا ہو وہ ویسا ہی عرصہ کہ جنوبی دالانوں
کا ہے۔ اس دالان کے بعد التمش کی توسیعات ختم ہو جاتی ہیں۔ التمش نے جیسا کہ لکھا جا چکا
ہو نہ صرف حوالی مسجد میں اور دالان بنوائے بلکہ اس نے قطب کی محرابوں کی بھی توسیع
کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ التمش کی بنائی ہوئی کمانیں قطب الدین کی کمانوں سے زیادہ
اوپر تھیں مگر سب سطح پر بنائی گئی ہیں اور ان کے پانچوں میں طاقے ہیں اور فیل پائے
جو کشیں بہت پہلو تراشی ہوئی ہوئی ہیں اور اوپر کٹھن ہیں اور فیل پاؤں ہی پاری نوکدار
محرابوں کا وزن ہے۔ یہ فیل پائے جو چھ خوب سمجھا لیتے ہیں۔ ان کمانوں کے نقش و نگار
پہلے زمانے کی صناعت سے بدتر نہیں اور بہتر ہیں قطب الدین کی کمانوں کے دونوں
پہلوں میں التمش نے بھی تین کمانیں بنائی ہیں ان دونوں زمانوں کی محرابوں کے بیچ میں
آٹھ فٹ چوڑا رستہ ہے۔ التمش کی پہلی محراب اب بھی موجود ہے جس کا کنگورالبتہ لکھا گیا
ہے مگر کمانوں کی توں کھڑی ہے جو ۶۶ فٹ اونچی اور تیر فٹ چوڑی ہے۔ اس محراب کا
شمالی پیل پایہ جو درمیانی محراب کا جنوبی پیل پایہ ہے ۶۶ فٹ چوڑا ہے۔ بیچ کی کمان جس کی
محراب بڑی عالی شان ہوگی ۴۴ فٹ چوڑی ہے۔ اس کے صرف دو ہی پائے ہیں اور
تیسری کمان التمش کی بنائی ہوئی گرگر گئی اب اس کا نشان بھی نہ رہا۔ جنوبی سمت میں جو
کمانیں التمش نے بنائی تھیں وہ ساری کی ساری نیست نابود ہو گئیں۔ قریب والی اور بیچ
والی دو محرابوں کے وجود کا بہتہ صرف ان کے پیل پاؤں سے چلتا ہے۔ جنوبی رخ کی آخری
کمان البتہ اپنی حالت پر قائم ہے جو چھ بھرے پتھر کی تیلی سلوں کی بنی ہوئی ہے اور عرصہ قریب
گرنے والی ہے۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے کہ دو محرابیں جو زیادہ مستحکم تھیں وہ تو زمانہ

ہوا کہ گر گئیں اور جو کم زور ملام و پتی ہی ہی صحیح سلامت کھڑی ہی۔ التمش کے عہد کی فن تعمیر کی خصوصیات کے متعلق مشرکیمبل لکھتے ہیں کہ "ستون بھر بھر سے پتھر کے مختلف ہندی کے ہیں جو برخلاف ستون ہائے زمانہ قطب الدین نے ترتیب نصب کیے گئے ہیں کوئی خیال درمیانی فصل کی یکسانیت کا نہیں رکھا گیا۔ یہ ستون کسی اور پرانی عمارتوں کے معلوم دیتے ہیں مگر مندروں کے نہیں معلوم دیتے۔ محرابوں کی ساخت۔ آراستگی۔ سنائی۔ سب باتیں قطب الدین کے زمانے سے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔"

سلطان علاء الدین خلجی کی توسیعات

۷۹۵ - ۷۱۵
۱۳۱۵ - ۱۲۹۵ھ

ہر کہ آمد عمارتوں ساخت رفت منزل بد بگر پرداخت
۶۹۵ھ میں سلطان علاء الدین خلجی اپنے چچا جلال الدین
۱۲۹۵ھ بالی خاندان خلجی کے قتل کے بعد دہلی میں تخت نشین ہوا۔
اس نے بھی اپنے عہد میں مسجد قوت الاسلام کی توسیع

کی۔ حضرت امیر خسرو لکھتے ہیں کہ یہ چوتھی توسیع تھی۔ "یہ توسیع پتھر بڑے پیمانے پر
نئی انہی ہی بنیاد پر اور عمدہ بھی تھی لیکن افسوس ہو کہ باوجود کہ سب سے بعد بنی تھی مگر سب سے
پہلے کر گئی اور اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے جس سے اس کی نفاست کا اندازہ
ہو سکتا ہے۔ جس کی تعریف میں اس زمانے کے شاعر امیر خسرو و رطب اللسان ہیں
اس زمانے کے اب چھ ستون جو جنوب مشرقی دیوار کی طرف ہیں وہ بمقام قطب الدین
اور التمش کے عمدہ نمونوں کے لوگوں کی نگاہ میں نہ بھریں گے لیکن نہایت عالی شان
"علائی دروازے" کے آگے سب گرد ہیں جس سے اس بادشاہ نے دواچی شہرت
حاصل کی ہے۔ علاء الدین کی صرف ایک ہی تعمیر ایسی لا جواب ہو کہ اگر وہ اور ایک اینٹ بھی
مسجد میں نہ لگاتا تو بھی اس میں کسی کو محل شک نہ ہوتا کہ دہلی کے بڑے بڑے بادشاہوں
نے جو شہرت ابدی بہت سی سر بفلک عمارتوں کی تعمیر سے حاصل کی ہے اس زمرے میں
پہ سب سے دو قدم آگے تھا۔ علاء الدین کے زمانے کی کل توسیعات کو سمجھنے کے
لیئے بجائے اس کے کہ ہم التمش کے مشرقی داران کی جنوب مشرقی حد سے شمال کی
طرف رخ کریں ہم کو سیدھے جنوب کی طرف۔ مشرقی دیوار سے زاویہ قائمہ بناتے ہوئے
جانا چاہیے۔ علاء الدین کے زمانے کے ستونوں کی وضع قطع التمش کے ستونوں سے

قدر سے مختلف ہے۔ اب ہم علانی دروازے سے شروع کرتے ہیں۔ وہ ستون جو اندرونی دروازے کے سامنے والے والان میں تھے اب نہیں رہے اور کوئی قریب تیس فٹ کے میدان صاف ہو گیا ہے۔ اس خلا کے مشرقی جانب سے پھر والان کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جو علانی دروازے سے ۱۲۰ فٹ تک چلا گیا ہے جو دوسرے زمانے کے توسیع شدہ والان سے جا ملا ہے۔ اس والان میں چار دروازے اور تین بلند کھڑکیاں ہیں۔ کھڑکیوں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس پتے ہوئے والان کی پہلی قطار میں بارہ۔ دوسری میں پندرہ اور تیسری میں گیارہ ستون ہیں۔ ان ستونوں اور قطاروں کا باہمی فصل اور چھت سب آئینہ کے اس والان کی سی ہے جو جنوب میں ہے۔ جب ہم علامہ الدین کی توسیع کے جنوب مشرقی کنارے پر پہنچتے ہیں تو یہاں بیس فٹ تک والان کے نشان ملنے میں مگر اس کے آگے صرف پلے کا ایک ٹیلہ سا نظر آتا ہے۔ مشرقی والان کا جس قدر حصہ اب باقی ہے اس میں صرف گیارہ ستون ہیں۔ چار دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ چار دوسری قطاریں اور تین تیسری میں اور یہیں جنوب رخ کی دیوار میں جو بیس فٹ لمبی ہے ایک دروازہ بھی ہے۔ حال کی کھدائی سے معلوم ہوا کہ علامہ الدین کی توسیعات آئینہ کی توسیع سے بہت آگے تک تھیں اور اسی میں وہ اوصاف بھی شامل ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ علامہ الدین نے مجملہ ۱۰۰۰ء تک زمین کے قطبیں والان بنوائے تھے۔ قطب الدین کی تعمیر کردہ مسجد کی شکل مستطیل تھی جس کے شمالی اور جنوبی ضلعے لمبے تھے۔ آئینہ کی توسیع نے بھی اس کی مستطیل شکل میں کوئی تبدیلی نہیں کی مگر لمبوترے ضلعے شمالی اور جنوبی سے مشرق اور مغرب کی طرف ہو گئے اور پچھلے علامہ الدین کے زمانے میں بھی قائم رہا۔ اخیر خروئے جو مسجد کی ان توسیعات کا ذکر کیا ہے علامہ الدین کے زمانے میں ہوئیں اس پر سے اب پتہ چلنا مشکل ہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ بادشاہ سلامت نے مسجد میں ایک رابع حصہ بڑھایا۔ یہ حصہ تین قدیم دروازوں اور محراب مسجد کے باہر تھا۔ جس میں اوسٹینڈ اور تین ستون تھے اور پتھروں پر آیات کلام مجید اس نفاست اور عمدگی سے کندہ کرائی تھی جس کے سوم پر بھی بیونا ناما ممکن تھا۔ محرابوں کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ بلا مبالغہ یہ معلوم دیتا تھا کہ قرآن شریف آسمان کی طرف صعود کر رہا ہے اور پھر آتے بھی رہا ہے۔ دوسرے مقامات پر جہاں نیچے کندہ تھا اس سے ایسا معلوم دیتا تھا کہ کلام مجید آتے رہا ہے۔

غرض سر سے پاتک سارا کام ہر حسن الوجہ مکمل تھا۔ زمانے کے امتداد و فنا کے دور دورے کا بہ کرشمہ ہو کہ اب انہوں کا نشان تک بھی صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہا۔ سر سید صاحب کی رائے ہو کہ امیر خسرو نے جن کماؤں کا ذکر کیا ہے وہ موجودہ کمانیں ہی ہیں لیکن جنرل کنگھم موجودہ کماؤں کو قطب الدین اور التمش کی بتلاتے ہیں۔ ان پر کے کتبائے طغرانی میں عجیب صنعت رکھی گئی ہے کہ خط بلحاظ بلندی کے گھٹنا بڑھتا ہے یعنی جوں جوں کتبہ اونچا ہوتا جاتا ہے حروف بھی بڑھ جاتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو یکساں نظر آتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نیچے کے حروف تو ابھی طرح نظر آتے اور اوپر کے بوجہ بعد مقامی کے مہیوم ہو جاتے۔ یہ رہا رک ملائی دروازے اور جد کی محرابوں کے کتبائے نسبت در سید فن صاحب کے نزدیک علاء الدین کی بنائی ہوئی آٹھ محرابیں التمش کے شمالی دالان کے شمال میں تھیں۔ بگڑ صاحب کی کھدائی میں اسی طرف بڑے بڑے آثار کی دیواروں کے نشانات ملتے ہیں جو التمش کے وقت کی مغربی دیوار کے سلسلے کی توسیع ہے۔ اب یہاں گھٹنا جنگل ہے جس میں دیواریں چھپ چکی ہیں بھر بھی دس دس فٹ زمین سے اوپر کھڑی ہیں۔ امیر خسرو جن چھ محرابوں کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی اسی مقام پر تھیں چنانچہ اب بھی انکی بنیادوں اور پانکھوں کے نشان موجود ہیں بلکہ ان نشانات پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آٹھ محرابیں رہی ہوں تو عجیب نہیں۔ اگر ہم علاء الدین کی اصغر بنی لاٹ سے ایک خط مستقیم کھینچیں تو وہ خط علاء الدین کی بنائی ہوئی محرابوں کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر دے گا

علائی دروازہ | کیسے کیسے زرنگارایواں ملے ہیں خاک میں

۱۰۱۳ھ
(۱۶۰۳ء)

ریزہ ریزہ اس بھی ویرانوں میں طلسم پوش ہو

یہ بڑا بھاری عالی شان گنبد دروازہ سلطان علاء الدین ظہی کا

بنوایا ہوا ہے اور اسی کے نام پر سے علائی دروازہ شہر ہے۔ جنرل کنگھم صاحب لکھتے ہیں

کہ مدافغہ کی جتنی عمارتیں دیکھنے میں آئیں ان سب سے یہ بہتر ہے۔ فرگسن صاحب کا قول

ہو کہ "اس عمارت سے پٹھانوں کے زمانے کی تعمیر کا وہ اعلیٰ طرز ظاہر ہوتا ہے جب کہ تعمیر

معراج کمال پر پہنچ چکا تھا اور ہندو معماروں نے نہایت خوش نما اور نادارستانی طرز کا

کافی ملکہ حاصل کر لیا تھا"۔ یہ دروازہ جو سچا سنے خود ایک مستقل عمارت ہے علاء الدین کے بناؤ

جنوبی دالان میں ہے جو التمش کے دالانوں کی تین ذرا آگے ہے۔ یہ دروازہ غالباً مسجد کا وہ

دروازہ تھا جو شہر کے رخ پر تھا۔ اس کے بنا کی تاریخ دروازے کی مشرقی مغربی اور جنوبی محرابوں پر ہ اشوال سن ۱۱۳۱ھ کدہ ہے۔ یہ عمارت جو کون شکل کی ہے جو اندر سے ۱۳۱ ۱/۲ فیٹ اور باہر کے رخ سے ۵۶ ۱/۲ فیٹ مربع ہے۔ دیواروں کا آثار گیارہ فیٹ ہے۔ دروازے کی بلندی ۱۱۴ فٹ ہے۔ دروازے کی عمارت نیچے سے جو کدو کمر اوپر جا کر پشت پیل ہو گئی ہے اور اسی پر گنبد اٹھایا گیا ہے۔ اس دروازے کی نسبت فرگسن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں تک ہندوستان کی عمارتیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں جو عمارت بڑی سدھول اور عمدہ ہے، چاروں طرف کے کونوں میں کئی محراب دار خوب صورت اور خوش قطع طاق نکالے گئے ہیں۔ گنبد کے چاروں طرف کھنڈار بلند محراب دار در بطور دروازے کے ہیں۔ جنوبی اور شمالی رخ کے دروازوں کے مقابلے میں مشرقی اور مغربی دروازے ذرا پست ہیں۔ جنوب کی طرف دس فیٹ اونچا ایک چبوترہ ہی جس سے سات سیڑھیاں اتر کر دروازہ ملتا ہے۔ چاروں طرف کے دروازے نے نظیر پیل لوٹوں۔ نقش نگار سے آراستہ ہیں۔ محراب نعل نما نوک دار ہے یعنی پھیلواں نہیں ہے۔ پاکھوں کی مرغولیں چھ انچ جوف ہیں جن کو اس طرح تراشا ہے کہ جیسے کپڑا پٹیا جانا ہے اور پتلے پتلے خوش نمایل دار ستونوں پر محراب آتا ہے۔ محراب نگار اور اندرونی حصہ چھ انچ جوف ہے اور جا بجا قائم الزوایا پٹکے پڑے ہیں اور ان سب پر نسبت کتبے عربی خط طغرائیں ہیں جن کے الفاظ پتھر میں تراشا گئے ہیں بعض جگہ کتبوں کے حروف اسناد زمانے سے توٹ بھی گئے ہیں۔ اس عمارت کا نام رکھا ہے پاتک نقش و نگار سے دلہن بنا ہوا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قلمیں طاقت نہیں کہ اس کا نقشہ کھینچ سکے۔ الفاظ میں وہ قدرت نہیں ہے کی خوبی کا ایک شمع بھی اکر سکے غرض یہ کہ چپہ بھر جگہ بھی کاری کرنے ایسی نہیں چھوڑی جو صنعت نے نظیر سے آراستہ ہے۔ ہر دروازے کی دونوں جانب دو دو کھڑکیاں ہیں جو دروازے کے مقابلے میں ایک تہائی ہیں وہ بھی وضع قطع اور صناعی میں عین دروازے ہی کی سی ہیں۔ ان میں نہایت عمدہ سنگ مرمر کی جالیاں نہایت باریک اور نازک کام کی لگی ہوئی ہیں۔ درلی کھڑکیوں کی بنیبت پرلی کھڑکیوں کی جالیوں کا کام اور بھی باریک اور نازک ہے۔ ان کھڑکیوں کے اوپر ایک ایک طاق اور بنا لیا گیا ہے جو در سے کھڑکیوں کی طرح کے نظر آتے ہیں جو جاچار

کا گچھا ہیں۔ ان میں کی دو دو عمودی محرابوں سنگ مرمر کے مستطیل چٹکے لگے ہوئے ہیں اور ان پر جو چھوٹے چھوٹے نمائشی طاق اوپر وار بنے ہوئے ہیں ان پر کلام مجید کی آیتیں اور احادیث شریف نہایت خوش خط اور عمدہ کندہ ہیں۔ محرابوں کی پیشانی پر حسیا کہ عموماً دستور ہر انواع و اقسام کے ہاں بوٹے سنگ مرمر میں ثبت ہیں۔ جنوب رخ کے دروازے کی معمولی مرمت میجر سمٹھ نے کرائی تھی لیکن نقش و نگار کو چھوا تک نہیں اور نہ ان کی تجدید کی کوشش کی۔ جب باہر وار راستگی کا یہ حال ہو تو اندر کا کیا پوچھنا اندر اور نازیم صناعی اور نقش و نگار ہیں۔ چار خانے دار طرح طرح کے طفرے جو دور سے عین میں پھولوں کا گلہ سہ معلوم دیتے ہیں نہایت نئے نظیر اور قابل دید ہیں۔ فرگن صاحب خود لکھتے ہیں کہ ”عمدگی کے اعتبار سے لا جواب ہیں۔ دروازے پر کا گنبد بالکل سادہ اور صاف ہے البتہ اس عمارت کی عمدگی کے مقابلے میں کم تر دے کا ہے لیکن اندر کا کام باوجود اس سادگی کے بھی نہایت دل کش اور دل آویز ہے۔“ باہر سے دیکھو تو گنبد چھوٹا اور سبب نظر آتا ہے۔ دروازے کی دیواروں پر رنگور ای جنوب کے طرف کا لنگور ایچ سمٹھ صاحب نے جب مرمت کی تو اتر دیا۔ ۱۸۶۷ء میں میجر برٹ (Burt) نے اس دروازے کو دیکھ کر اس کی خستہ حالی پر توجہ دلائی تھی کہ اگر مرمت جلد نہ ہوگی تو گر جائے گا۔ اس کے دو سال بعد زیر اہتمام میجر سمٹھ اس کی داغ و دوزی اور مرمت گورنمنٹ نے کرادی اس گنبد میں کئی بڑے بڑے کتبے ہیں جن کی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

مغربی محراب کا کتبہ | چوں ایند نقالی اعلیٰ اعلاء و سہمی اسماءہ برہ
احیائے مراسم ملت و اعلاء معالم شریعت خاتم النبیین
جہان را برگزیدہ تاجدار احمدی اساس دین محمدی استیقام می پزیرد و ہر لحظہ
بناسہ شریعت محمدی میگردد از سراسرے دوار مملکت و نظام سلطنت
عمارت مسجد طاعات بحکم کلام من لا رب سواہ کہ انما یرحمہا جلالہ
من آمن باللہ (والیوم الآخر) ابی المظفر محمد شاہ السلطان مبین الخلاف
ناصر امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ الی یوم القیام رفع ہناء جوامعہ الاسلام و ابقا
مدی الزمان فی اشاعہ الاموال احسان فی التامخ فی الخوامس عشر من شوال

سنة عشر و سبع مائة حضوت عليا خلد ايك كان سلاطين مصطفى جابه
 انصار عزمه الله المخصوص بعنايت اكرم الاكرمين علاء الدين و النيا و الدين غوث
 الاسلام و المسلمين مغز الملوك و السلاطين القايم بتأييد الرحمن ابو المظفر
 محمد شمسكندر ثاني يمين الخلافة ناصر امير المؤمنين خلد الله ملكه بناء
 ابن خيرات سنت و جماعت است عمارت فرمود - ابن مسجد كه چو بيت المعمور
 در افواه جهانيان مذکور است بجلوس عقيدت قضا طويت مجلس اعلى خلد ايك
 سلاطين زمان علاء الدين و النيا و الدين سلطان البر و البحر ... المؤيد بتأييد
 الرحمن ابو المظفر محمد شاه السلطان يمين الخلافة ناصر امير المؤمنين
 خلد الله ملكه الى يوم الدين

جنوبی محراب کا کتبہ

بتوفیق بیہمتا و معاونتیشی نثار امثال مسجد

اسس علی التقوی تعالی امره و شأنه و تعالی

عدله و احسانه بن مفضی خیر ما مور امر فوال و جھت شطر المسجد الحرام
 محمد الرسول الله عليه السلام كما قال من بنی مسجدا للہمہل بنی له بیت
 فی الجنة مجلس اعلى خلد ايك سلاطين زمان شہنشاہ موسی فرسلیمان
 مکان راعی شرائط شریعت محمدی حامل مرا اسم ملت احمدی موکل معابر
 معالم و مساجد و موطل قواعد مل اس و معابد و مہمل بنیان رسوہ
 مسلمانانی و موسس مبانی مذہب نعمانی قانع اصول مردہ فجار و فاطع فروغ
 قیلہ کفر و ہادیم بنا صوامع اصنام راضع اساس جماع اسلام مظہر آیات
 (الله) قاهر کفر رؤف متین فامع شہداء روضہ زمین فاعلم قلاءع ساحل امکان
 ضابط بقاع راسخ بنیان المعتصم بحلال الله المنان ابن المظفر محمد شاه السلطان
 یمنین الخلافة مبین دین الله ناصر امیر المؤمنین ملا الله ظللال جلالہ علی رؤس
 العاسلین الی یوم الدین بنا فرمود این مسجد کہ مسجد بیامم و لیکن در وقت
 انقیاد و عجم مزینت کرام و حضور ارواح انبیاء عظام است بتا سیرت فی القوام
 من شوال سنہ عشر و سبع مائة - در عین شہادین حشر است علیہ خلد ايك

سلاطین جہاں علاء الدین و الدین العالی بنحو المظفر ابو المظفر محمد شاہ
السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین مد اللہ ظلہ خلافت علی رؤس العین
الی یوم الدین ابن مسجد کہ بر صفت و من دخلہ کان امنًا موصوف است۔ ابن
مسجد نے کہ در فتمت و در فتمت چوں بیت المقدس مشہور است حضرت
اعلیٰ خدا ایگانہ فیاض فضل نائل احسان المومنین بتأید الملک المتان علاء الدین
والدین المظفر ابو المظفر محمد شاہ السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین
مد اللہ ظلہ عظمہ الی یوم الدین بصدق نیت و خلوص عقیدت بنا نمود۔

شرقی مہراب کا کتبہ

بناء ابن بفعہ شریف و اساس ابن عمارت مینف
بود در عہد سلطنت و ایام مملکت خدا ایگانہ

سلاطین جہاں خسرو دارانشان سلطان کامل عدل و افر احسان شہنشاہ
شامل بر و نافذ فرمان معلیٰ منابر اسلام محی آثار احکام بانی منابر مساجد
طاعات رافع اساس معابد عبادات عامر بلاد و ہدایت غامر دیار
غواہت و سریر مملکت مظہر قوانین جہاد مہرہن براہین اجتماع
وضیابط بلاد سلاطین رافع بناء مہراب منابر اسلام کا سر اساس بنوا
امینام ناصر قواہل خیرات حافظ حوائت مسکرات بادشاہ کشور
کشائے سایہ رحمت خداے مؤیل بتأید یزدان ابن المظفر محمد شاہ
السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین خدا مد اللہ ملکہ فی عمارت المسجل
وایتد سلسلہ فی اناربت المعابد و ابقاہ فی المملکت و الخلافہ مدی الدین
ما تلیت سورۃ سبحان الذی اسرعی بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصیٰ بفرمان برگزیدہ حضرت رحمان ضابط مالک جہان سلطان
سلیمان نشان علاء الدین و الدین غوث الاسلام و المسلمین مغر الملوک
و المسلمین جہاں جمع بناء خیرات و الملحد بن رافع اساس مہراب
و من ابن المظفر محمد شاہ السلطان یمن الخلافہ ناصر امیر المؤمنین
خدا مد اللہ ملکہ الی یوم انشاء ابن مسجد سا مہرابت کردہ مثل ابن

زمین پر نہیں نشان دیتے۔ نقل مشہور ہے کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوٹی والے کو ٹوٹی اور ٹوٹی والے کو بگڑی مقام کے دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ لاٹ اس قدر بلند تھی کہ آدمی بے خیال کرنا ہو کر اس کے اوپر بیٹھ کر آسمان کو کھڑکھڑاتا اور اس دباؤ آسمانی کے ذریعے سے غلغلہ آسمان پر چڑھ جاتوں گے۔ سارا لوگوں کو اتفاق ہوا ہے کہ ساون ماہ کے مہینے میں کہ عین موسم پھول والوں کی سیہ کا ہوتا ہے اس لاٹ پر چڑھے ہوئے ہیں جب نیچے اترتے تو دیکھا کہ غوب مینہ برس گیا ہے جب جانا کہ اسد اکبر اس لاٹ سے بچا تھا۔ اس لاٹ کے اوپر سے نیچے کے آدمی ذرا دھڑکے معلوم ہوتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے آدمی ننھے ننھے ہاتھی گھوڑے دکھائی دینے کے سبب بڑا تماشہ معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی ذرا اسے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا شبہ پڑتا ہے کہ فرشتے آسمان پر سے اترتے ہیں۔ لاٹ کی چوٹی پر چڑھ کر عجیب و غریب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ مینار کی جڑ کے پاس مسجد قوۃ الاسلام اور اُس کے متعلقہ والاں اور عمارتیں ہیں۔ چھوٹی دو بڑھ کر لال کوٹ کی چار دیواری ہے اور بجانب غوب سب سے اونچی اسے چھوڑا کے قلعے کی عمارت نظر آتی ہے۔ جس کے سرے پر پرانی عید گاہ کی بڑی بھاری کالی کالی دیوار کھڑی ہے۔ قلعہ اسے چھوڑا کے شمال جانب میدان کے ادھر جہاں پناہ کی گری ہوئی تفصیل کے قلعے میں جن کا سلسلہ سیرجی کی مہندہ فصیل تک چلا گیا ہے اگر چہ مینار پر سے یہ آخری حصہ نظر نہیں آتا مگر یکم پور کی مسجد کی بڑی کالی کالی گراں دیوار سے ہم کو اس کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں پناہ سے آگے شمال مغرب کی طرف فیروز شاہ نے مقبرے کا گنبد جو عرض خاص کے پاس ہے دکھائی دیتا ہے اُس سے آگے بڑھ کر صفدر جنگ کے مقبرے کا محرابی قبیہ چمکتا ہے اور اسی لین میں جامع مسجد کے برج جگمگا رہے ہیں۔ صفدر جنگ کے مقبرے کے مشرق میں پرانے قلعے کی لمبی فصیل ہے وہیں پاس حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ ہے۔ گنبد اُس سے ذرا نیچے ہمایوں کے مقبرے کا عالی شان گنبد ہے۔ اس کے جنوب میں کالکا جی کا مندر ایک بلند مقام پر بنا ہوا ہے۔ یہیں نیچے دار کو قلعہ مینار سے ٹھیک پچاس کے رخ پر تعلق آباد اور عادل آباد کے قلعے ہیں جن کے بیچ میں تغلق شاہ کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ تغلق آباد کی سڑک کے قریب شمال کی طرف ایک بڑی بھاری انبرائی ہے جو محراب رانی اور کھڑکی کا میدان ہے۔ اس سڑک کے جنوب میں اور مینار کے پاس ہی جالی مسجد اور سلطان ملیہن کے عالی شان مقبرے کے کھنڈریں ہیں۔ جس کے پاس حضرت قطب صاحب

کی درگاہ کے جنوب میں موضع مہرولی کی بستی درختوں کے جھنڈ میں نظر آتی ہے۔ باوصف اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوب صورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ نے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لاٹ میں بالکل سنگ سرخ لگا ہوا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر درجے پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں اور بجا بجا نسبت کاری بنی ہوئی ہے۔ اس لاٹ کے بیچ میں مدور اور مکر کی ایسی خوب صورت پتھریں ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہیں کہ اس لاٹ کو سلطان شمس الدین التمش نے جو شہرہ میں بادشاہ ہوا اپنے عہد سلطنت میں بنایا تھا۔ کتب تواریخ سے معلوم ہے کہ بعد اس کا تمام ہونا پایا جاتا ہے۔ تقویم البلدان اور فتوحات فیروز شاہی میں اس کی کچھ یاد ہے اور سلطان مغز الدین کی لاٹ لکھا ہے۔ اس لاٹ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہے اور ہندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رویہ ہوتا ہے۔ برخلاف ماذنوں کے کہ ان کے دروازے ہمیشہ شرق رویہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان علاء الدین کی وہ لاٹ جو بنتے بنتے رہ گئی اس کا دروازہ بھی شرق رویہ ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی دستور ہے کہ ایسی عمارتوں کو اکثر کرسی دے کر بناتے ہیں جیسے کہ ادھر بنی لاٹ کو کرسی دے کر بنانا شروع کیا تھا۔ برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدون کرسی کے بناتے ہیں جیسی کہ یہ لاٹ بنی ہوئی ہے اور نیز اس سبب سے کہ اس لاٹ کے پہلے درجے کے کتبوں کے پتھر صاف طور پر تیار تھے سے لگائے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جس طرح کہ رای پتھور کے اصل بت خانے میں پتھروں پر لکھی ہوئی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اسی طرح اس کے پہلے کھنڈ کے پتھروں پر بھی اسی وضع کی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اور نیز اس دلیل سے کہ جس طرح کتبہ فتح نامہ کا بنام قطب الدین ایک سپہ سالار اور دوسرا معز الدین کے نام کا اصل بت خانے پر ہے اسی طرح اس لاٹ پر بھی ہے جس سے اغلب خیال یہ ہوتا ہے کہ اس لاٹ کا پہلا کھنڈ ہندوؤں کے وقت کا ہے اور رای پتھور کے مندر کا ایک جزو ہے اور کچھ عجیب نہیں جس طرح مسلمانوں نے مندر کو ڈھار یا اس منار کے اُس حصے کو جو اس وقت موجود ہو یعنی کم سے کم پہلا کھنڈ اس کے تمام پتھر جن میں بت تراشے ہوئے ہوں نکال کر اپنی طرف سے کتبے کے پتھر جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں اور بادشاہ کی تعریف پر جام دیے ہوں۔ جو بات مدت سے مشہور چلی آتی ہے اور جسے آوازہ خلق نقارہ خدا سمجھا جاسیے وہ یہ ہے کہ یہ لاٹ رای پتھور اس نے بت خانے کے ساتھ سمٹنے لگا کر باجیت میں بنائی تھی۔ ممکن ہے کہ اُس وقت اس کے

زمین نہیں نشان دیتے۔ نقل مشہور ہے کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹیڑھی والے کو ٹیڑھی اور ٹیڑھی والے کو ٹیڑھی مقام کے دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ لاٹ اس قدر بلند ہے کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے اوپر بیشک آسمان کو کھڑک لوں گا اور اس دہان آسمانی کے ذریعے سے شبہ آسمان پر چڑھ جاؤں گا۔ یار لوگوں کو اتفاق ہوا ہے کہ ساویجی دوسرے مہینے میں کہ عین موسم چول والوں کی سیر کا ہوتا ہے اس لاٹ پر چڑھے ہوئے ہیں جب نیچے اترے تو دیکھا کہ خوب مینہ برس گیا ہے جب جانا کہ اسدا اکبر ابراس لاٹ سے بچا تھا۔ اس لاٹ کے اوپر سے نیچے کے آدمی ذرا ڈرا سے معلوم ہوئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے آدمی ننھے ننھے ہاتھی گھوڑے دکھائی دینے کے سبب بڑا تماشہ معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی ذرا ڈرا سے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا شبہ پڑتا ہے کہ فرشتے آسمان پر سے اترتے ہیں لاٹ کی چوٹی پر چڑھ کر عجیب و غریب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ مینار کی جڑ کے پاس مسجد قوت الاسلام اور اس کے متعلقہ والان اور عمارتیں ہیں عتوڑی دو بڑھ کر لال کوٹ کی چار دیواری ہے اور بجانب غرب سب سے اونچی راے چھوڑا کے قلعے کی عمارت نظر آتی ہے۔ جس کے سرے پر پرانی عید گاہ کی بڑی بھاری کالی کالی دیوار کھڑی ہے۔ قلعہ راے چھوڑا کے شمال جانب میدان کے اُدھر جہاں پناہ کی گری ہوئی فصیل کے ٹیلے میں جن کا سلسلہ سیرمی کی مہندہ فصیل تک چلا گیا ہے اگر چہ مینار پر سے یہ آخری حصہ نظر نہیں آتا مگر یکم پور کی مسجد کی بڑی کالی کالی گراں دیل عمارت سے ہم کو اس کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں پناہ سے آگے شمال مغرب کی طرف فیروز شاہ نے مقبرے کا گنبد جو عرض خاص کے پاس ہے دکھائی دیتا ہے اس سے آگے بڑھ کر صفدر جنگ کے مقبرے کا مخروطی قبة چمکتا ہے اور اسی لین میں جامع مسجد کے برج جگمگا رہے ہیں۔ صفدر جنگ کے مقبرے کے مشرق میں پرانے قلعے کی لمبی فصیل ہے وہیں پاس حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ ہے۔ کا گنبد جو اس سے ذرا نیچے ہمایوں کے مقبرے کا عالی شان گنبد ہے۔ اس جنوب میں کالکا جی کا مندر ایک بلند مقام پر بنا ہوا ہے۔ یہیں نیچے وار کو قطب مینار سے ٹھیک پچاس کے رخ پر تعلق آباد اور عادل آباد کے قلعے میں جن کے بیچ میں تعلق شاہ کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ تعلق آباد کی رٹک کے قریب شمال کی طرف ایک بڑی بھاری انبرائی ہے جو عرض رانی اور کھڑکی کا میدان ہے۔ اس مشرق کے جنوب میں اور مینار کے پاس ہی جالی مسجد اور سلطان ملین کے عالی شان مقبرے کے کھنڈر ہیں۔ جس کے پاس حضرت قطب صاحب

کی درگاہ کے جنوب میں موضع مہرولی کی بستی درختوں کے جھنڈ میں نظر آتی ہے۔ باوصف اس قدر لمبائی اور عظمت کے ایسی خوب صورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ نے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لاٹ میں بالکل سنگ سرخ لگا ہوا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر ہر درخت پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں اور جا بجا نسبت کاری بنی ہوئی ہے۔ اس لاٹ کے بیچ میں دو راہیں ہیں ایسی خوب صورت پتھریں ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہیں کہ اس لاٹ کو سلطان شمس الدین التمش نے جو تہہ میں بادشاہ ہوا اپنے عہد سلطنت میں بنایا تھا۔ کتب تواریخ سے معلوم کے بعد اس کا نام ہونا پایا جاتا ہے۔ تقویم البلدان اور فتوحات فیروز شاہی میں اس کی کچھ یاد ہے اور سلطان مغز الدین کی لاٹ لکھا ہے۔ اس لاٹ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہے اور بندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رویہ ہوتا ہے برخلاف ماذنوں کے کہ ان کے دروازے ہمیشہ شرق رویہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان علاء الدین کی وہ لاٹ جو بنتے بنتے رہ گئی اس کا دروازہ بھی شرق رویہ ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی دستور ہے کہ ایسی عمارتوں کو اکثر کرسی دے کر بناتے ہیں جیسے کہ ادھ بنی لاٹ کو کرسی دے کر بنانا شروع کیا تھا برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدوں کرسی کے بناتے ہیں جیسی کہ یہ لاٹ بنی ہوئی ہے اور نیز اس سبب سے کہ اس لاٹ کے پہلے درختوں کے کتبوں کے پتھر صاف طور پر پیچھے سے لگائے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جس طرح کہ رای پتھور کے اصل بت خانے میں پتھروں پر لکھتی ہوئی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اسی طرح اس کے پہلے کھنڈ کے پتھروں پر بھی اسی وضع کی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اور نیز اس دلیل سے کہ جس طرح کتبہ فتح نامہ کا بنام قطب الدین ایک سپہ سالار اور دوسرا معز الدین کے نام کا اصل بت خانے پر ہے اسی طرح اس لاٹ پر بھی ہے جس سے اغلب خیال یہ ہوتا ہے کہ اس لاٹ کا پہلا کھنڈ بندوؤں کے وقت کا ہے اور رای پتھور کے مندر کا ایک جزو ہے اور کچھ عجیب بنیں جس طرح مسلمانوں نے مندر کو ڈھار یا اس منار کے اُس حصے کو جو اُس وقت موجود ہو یعنی کم سے کم پہلا کھنڈ اس کے تمام پتھر جن میں بت تراشے ہوئے ہوں نکال کر اپنی طرف سے کتبہ کے پتھر جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں اور بادشاہ کی تعریف ہو جا دیے ہوں۔ جو بات مدت سے مشہور چلی آتی ہے اور جسے آوازہ خلق نقارہ خدا سمجھا جا بیٹے وہ یہ ہے کہ یہ لاٹ رای پتھور اس نے بت خانے کے ساتھ سمیت لے کر حاجیت میں بنائی تھی۔ ممکن ہے کہ اُس وقت اس کے

اتنے کھنڈ نہ ہوں بہر حال ایک بلند منار ضرور تھا کیونکہ راجہ کی بیٹی سوہج کھی مذہب کی تھی اور ہندو دیا سے جہنما کو سوہج کی پتری سمجھتے ہیں اس واسطے اس عہدے والے جہنما کلاشن کرنا بھی بڑا دھرم جانتے ہیں اس واسطے راجہ نے اپنی بیٹی کے لیے تاکہ وہ جہنما کا درشن کیا کرے بنایا تھا۔ ۱۱۹۱ء میں اس بت خانے کو مسلمانوں نے فتح کیا اور اس کے بعد سے جو کچھ تقرفات مسلمانوں نے کیئے اُس کا تفصیلی بیان ذیل میں ہے۔ یہ منار ایک گاؤم شکل کا بہت بڑا اور بہت اونچا ستون ہے جس کی بلندی ۴۴ فٹ ۱۰ انچ ہے جس کا دھوپائے میں ۷ فٹ ۳۰ انچ ہے اور چوٹی پر نو فیٹ۔ منار کی اس وقت پانچ منزلیں ہیں جن کو کھنڈ کہتے ہیں۔ اور ہر کھنڈ کے گرد ایک مختصر سی غلام گردش بطور برآمدے کے ہے جس پر انواع و اقسام کے نقش و نگار کے بند لگے ہوئے ہیں۔ منار کا پایہ ایک کثیر الزویا شکل کا ہے جس میں چوبیس ضلعے ہیں اور ہر ضلع ۶ فٹ ۶ انچ کا ہے۔ منار دو فیٹ اونچے چوڑے پر ہے۔ نیچے سے فیروز شاہ تغلق کی برجی تک منار کی اونچائی ۳۸ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ سب سے پہلا کھنڈ ۴ فیٹ ۹ انچ اونچا ہے جو سنگ سرخ کا چوبیس ضلعوں کا بنا ہوا ہے۔ اس کھنڈ پر کے کتبے کو جو پہلے ہی سے غیر موزوں تھا رہا سہا اُس کو اب بعد کی مرمت نے اور بھی غارت کر دیا۔ کچھ تو اس قدر اوزانے سے پہلی سطر کے حرف جھڑ گئے اور مرمت اس خوش سلیقگی سے ہوئی کہ جس کا سر نہ پر حروف کو ایسا نئے ترکیب جوڑا کہ مطلب فوت ہو گیا۔ اب صحیح عبارت جو پڑھی جا سکتی ہے وہ صرف اتنی ہے "ابدا لا مرأ الا سفہسا لارا الجلیل الکبیر" اور چیدہ چیدہ لفظ جو پڑھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:-

پہلی سطر

لقد - اللہ - اللہ آلا - سلام والا - للہ - لا عظیم الا -
المراتک آیات الکتاب وهو العزیز - الا للہ - الاحم - الناس
الا - علی اللہ رزقا - والمومنین - وصاعقة -

دوسری سطر

السلام والقادر الباہر والاعظم
السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم

مالک رقاب الامم

اس کتبے کے اکثر حصے کی ترکیب اول طول ہے جو وہ پتھر جس پر اسے مرتب کیا گیا ہے ان کلاں کا جو وہ ہے
اکارہ مناد ہے کہ پہلے درشن میں جس طرح عبارت سے نظر لایا جود نہ کہتے کا تو نہ سکتے ہیں نہ کہتے کی صحت فہم کی گوی ہے اور یہ اُس کے مصنف
ان کا دھنا دوسرے پر دھنا ہے کہ وہ دیا ہے بعد ان نقل راجہ عقل - ۱۲

مولی ملوک العرب والعجم اعدل السلاطین فی العالم مغر الدنیا والدین

مولی ملوک العرب والعجم اعدل السلاطین فی العالم مغر الدنیا والدین

غیا لله بأهله تان لیین لها اللوالین لاطد باسط لعل والاحسانک

غیاک الاسلام والمسلمین تاج الملوک والسلاطین باسط العدل والاحسان

لا ضلن لا لظلل الله فی الخافقین الراعی لعباد الله الحاکم لبلاد الله

فی الثقلین ظل الله فی الخافقین الراعی لعباد الله الحاکم لبلاد الله

الصادع لما لا یماک القایم بحم ال سمر ال الا لله للرا القابن السمر

الموئید من السماء المنصور علی الاعلا

المنصور علی الاعلا فامو دا حیا لله الجهر لجلال الامه الباهره ملک الدنیا

المنصور علی الاعلا علاء الدوله القاهرة جلان الامه الباهره فک المله

الا فسر ه الله الآ و العمن سلطان البر والنجی فکیر حیا لللدنیا ومظهر

الظاهر سلطان البر والنجی محرز ماک الدنیا ومظهر

کلمه الله هی العلیا اسکندر الثانی ابن المظفر محمد بن سام ایدام لله لا الا

محمد الله العلیا اسکندر الثانی ابو المظفر محمد بن سام ناصر امیر المومنین

ومملکتہ وسلطانہ وتعلی الہ الذی لا الہ الا هو عالم الغیب والشہادۃ

خلد الله فکله وسلطانہ وتعلی امره وشانہ

هی الرحمن الرحیم و اقل العالمہ ا-

گو الفاظ برابر پڑھے جائیں اور پڑھنے کیسے جائیں جب کہ جہاں کے ہاتھ سے

اس کی یہ گت بنی ہو مگر اتنا عنایت ہے کہ مطلب اب بھی فوت نہ ہوا۔ سطر دوم میں مظفر

مغز الدین بن سام بادشاہ کی تعریف ہے جو عام طور پر سلطان محمد غوری کے نام سے

شہور ہے۔

اس کا بھی وہی حال ہے جو دوسری سطر کا ہے یہاں سرے سے

بسم اللہ ہی غلط ہے مگر چون کہ قرآن شریف کی آیت ہے اس سطر

سمجھ میں آگئی۔ پھر اس میں یہ اور زیادہ اشکال ہے کہ قرآن شریف کے ایسے منفرذ الفاظ

ہے کہ ایک کا دوسرے سے جوڑ نہیں ملتا۔ خدا جانے کہ کچھ کا کچھ لگا دیا۔

تیسری سطر

بسم الله الرحمن الرحيم

فتحا للابسم الله ولا جا هدا... من تلك وحامد حلا فله نعمته...
لها مبراما خسفنها ومرس لب صل اسلر فهاوال لا ما

هو الذي انزل

لسا لسكينة في كل ان... ليزدادوا افلا مع ايمانهم لله جنود

السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم والله جنود

السموات والارض وكان الله عليماً حكيماً ليجل الهمس والمومن

السموات والارض وكان الله عليماً حكيماً ليدخل المؤمنين والمهتات

جنات تجري من تحتها الانهار خالدون فيها ويكفر عنهم سيئاتهم

جنت تجري من تحتها الانهار خالدون فيها ويكفر عنهم سيئاتهم

صل على ما لم يدرك الله لوزن اعظيما وادرب له

..... وكان ذلك عند الله فوزاً عظيماً واقتررب

حمد لله المرامنا

مناقب

چوتھی سطر اس میں سغزالین ابو المنظر محمد بن سام بادشاہ کی تعریف ہے۔

..... السلطان المعظم شهنشاه الاعظم مالاک قاب

الاهم مولى ملوك العرب والعجم سلطان السلاطين والغالب غياث الدنيا

والدين المعز الاسلام والمسلمين محي العدل في العالمين علاء السوله

علا والدولة

القاهرة اصله لدلما الامراء السراهره شهاب الخلافة باسط

فلك الملة الطاهرة جلال الملة الباهرة

الاحسان والرافد مل والثقلين ظل الله في الخافقين لعمري لبلاد الله

والرافة

لہ خدا جاننے یہ لفظیاں کیسے آگیا قرآن شریف کی آیت یہ ہے ”فخسفنا به وبدلنا الارض“

لہ خدا جاننے صل علی۔ ہاں کہاں سے آگیا۔ ۱۲۔

الراعى لعباد الله محرم فمالك الدنيا ومظهر كلمات الله هو العليا

ابو العا الحسود كل ليام كل سر حر مسم احمر الموحسو لمسلمين

ابو المظفر محمد بن سام قسيم امير المؤمنين والمسلمين
للمه برهنه

غفر الله ملكه

يا نوحين سطر نودونه نام بارى تعالى

بسم الله الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله الا هو عالم الغيب الشهادة
هو الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله الا هو الملك الواسع السلام

القدوس

الذى

الموفق المهيم العزيز الجبار المتكبر الخالق البارى المصور الغفار

الجبار

المومن

القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم القابض الباسط الخافض

الباسط

الرافع المخر المذل السميع لصر الحمد العدل اللطيف الخابر

الخابر

البصير الحكيم

العظيم الحليم الغفور الشكور العلى الكبير الحفيظ الممس الحس

المقيت الحبيب

الجليل الكريم الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد البالح

الباحث

الشهيد الحق الوكيل القوى المتين الولى الحميد المحصى المبدى

المبدى

معد المحصى المميت سر المحمو الواحد الواحد الطهر

الصل

الحى القيوم

المعبد

القادر المستدر المقدم لمحمد الاول الآخر الظاهر الباتن
 المقتدر المنجر الباطن
 الله لا تعالی الرا الیواس المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذی الجلال
 الوالی المتعالی البر التواب
 والاکرام المقسط الجامع لغنی لمعو - آگے پتھر بوٹ گیا میر اور وس نام
 الجامع الغنی المغنی

باقی رہ گئے ہیں -

چھٹی سطر | قرآن شریف کا رکوع

بسم الله الرحمن الرحيم - یا ایہا الذین امنوا انفقوا مما رزقناکم من قبل
 ان یاتی یوم لا ینفع فیہ ولا خلة ولا شفاعة والكفرون هم الظالمون الله لا اله الا هو الحی القیوم - آیت الکرسی تا ہم فیہا خالدون - الم تر الی الذی حاج
 ابراهیم فی ان اتاہ الله الملک -

پہلے کھنڈ کے | قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنا مسجداً
 لله تعالى بنى الله له في الجنة بيتاً مثله - عمارت منارہ
 مبارک حضرت سلطان السلاطین شمس الدنیا
 والدین مرحوم ومنفق طاب ثراه وجعل الجنة مثواه شکست شدہ بود منارہ
 مذکور در عہد دولت سلطان الاعظم والمعظم والمکرم سکندر رشاد بن
 بمنول شاء سلطان خلد الله ملکہ و سلطانه واعلی امره وشانه علی خان زاد
 فتم خان بن مسند عالی خواص خان جوناناکبندای و در زبندی مرتبہا بالا
 مرت کر دہ مرتب کنانید الغراء من ماہ ربیع الآخر سنہ تسع وتسعمائة
 - العبد بالرحمن (س ۹۰۹ ش ۹۰۹)

دروازہ کے پاس کا ایک اور کتبہ | متولی ابن منارہ فضل ابن ابوالمعالی بودہ است

اس کتبے کا ذکر خاص طور پر آگے چل کر آئے گا کہ سنار کے اس حصے کی تاریخ معروض بحث میں ہے۔

سنہ ۱۷۱۱ء میں سکندر شاہ لودی نے پہلے کھنڈ کی مرمت کرائی تھی پھر تین سو برس تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ انگریزوں کے دور حکومت میں جس کا آغاز سنہ ۱۷۷۱ء سے ہے اس دروازے کی مرمت دو مرتبہ ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ سنہ ۱۸۲۹ء میں سمجھ امتیہ کے ذریعے سے اور پھر سنہ ۱۸۷۳ء میں زیر نگرانی مسٹر جی۔ ایچ۔ لی آئر (Major J. H. Lee) ایگزیکٹو انجنیر کے دروازے کی تجدید اور داخل دروازے کی مرمت کرائی گئی۔ وبلہ ثانی میں پتھوں کی زمین کو اونچا کر کے چوڑا درست کیا گیا۔ جنرل کنتھم کی شکایت و اجبی عہدہ سمجھ امتیہ کو چاہیے تھا کہ طرز قدیم کا متبع کرتے جیسا کہ انھوں نے اس مینار کی مرمت کے متعلق اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ مرمت اس بیچ پر کی جائے گی کہ جہاں تک ممکن ہو پرانی طرز سے میل کھا جائے لیکن دروازے میں تو انھوں نے ایک نئے طرز کا چھوڑا اور کنگنی کھال کر اور کتبے کے پتھروں کو آٹ پلٹ جہاں ایک نئی ہی شان کھال دی۔ پہلے تو کھنڈ کے گرد بڑے بڑے سنگین توڑوں پر برآمدہ تھا جس میں نہایت نفیس اعلیٰ درجے کا شہد کے چھتے کی وضع کا ایسا باریک کام تھا کہ دنی کی کسی عمارت میں اس کی نظیر نہ تھی۔ جنرل صاحب کی رپورٹ میں یہ صنعت Honeycomb (ہونی کمب) کا کام کہتے ہیں اکثر بندروں کے قبوں میں دیکھی گئی ہے اور آری آؤٹ بیل رپورٹ جلد اول صفحہ ۱۹۰)۔ مسٹر گیبیل لکھتے ہیں کہ اس قسم کا کام جو مینار کی شہ نشینوں میں کیا گیا ہے بالکل غریب اور احمق (Major J. H. Lee) کے مشابہ ہے۔ (جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۳۰ - حصہ اول صفحہ ۲۰)۔ اس ٹیلری کے اطراف کا کتھڑا ۳۰ فٹ اونچا ہے اور اسی طرح باقی چار کھنڈوں پر بھی کتھڑے ہیں۔ یہ کتھڑے سمجھ امتیہ کے بنوائے ہوئے ہیں۔ قدیم عمارت میں کتھڑے نہ تھے بلکہ نہایت نفیس برآمدے تھے ان کو کھال کر یہ کا جو بھی کتھڑے ایسے جیسے عموماً باغوں کی بارہ دریوں میں ہوتے ہیں لگا کر عیب لگادیا جو صاف پہل کھاتے ہیں اور اسے بھاری بھاری عمدہ توڑوں پر کسی طرح موزوں نہیں ہیں۔

دوسرا کھنڈ ۵۰ فٹ ۸ انچ اونچا ہے۔ اس میں کمر کی پٹیں ہیں اور دو پٹوں

میں سلطان ایتش کی تعریف کندہ ہے۔

پہلی سطر السلطان الاعظم شہنشاہ المعظم مالک رقاب الامم
مفخر ملوک العرب والعجم ظل الله في العالم شمس الدنيا
والدين غياث الاسلام والمسلمين تاج الملوك والسلاطين باسط
العدل في العلمين علام الدولة القاهرة جلال الملة الباهرة المويل
من السماء المظفر على الاعلاء شهاب سماء الخلافة ناشر العدل
والرافة محرك مالک الدنيا مظہر کلمۃ اللہ العلیا ابو المظفر یلتمش
السلطان ناصر امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ وسلطانہ واعلیٰ امرہ وشانہ
دوسری سطر - بسم اللہ الرحمن الرحیم مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ
طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء توتی أكلہا کل حین باذن ربہا
ولیضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون - یا ایہا الذین آمنوا
اذا نودی لصلو تمّن (۴ من) بود (۲) الجمعة تا واذکر واللہ کثیر العلم تفلحون۔

کتبہ بالادروازہ امر با تمام ہذا العارۃ المؤید من السماء شمس الحق
والدين یلتمش السلطان ناصر امیر المؤمنین -
ورجہ دوم

پہلے کھنڈ کی طرح دوسرے کھنڈ کے اطراف بھی گیلری ہے جس پر سیمر سمٹھ کا بنایا
ہوا ۳۳ فٹ اونچا کھڑا ہے۔ اس کے توڑے پہلے کھنڈ کی طرح زیادہ بھاری
اور مضبوط نہیں مگر ان پر بھی نقش و نگار کی کچھ کمی نہیں ہے۔ راستگی میں یہ بھی کسی طرح
ان سے کم نہیں۔

تیسرا کھنڈ ۳۰ - ۹ - ۱۱ اونچا اونچا ہے۔ اس میں بھی ابھری ہوئی پنچیں ہیں اس میں
دو پتے ہیں۔ پہلے پر صرف نقش و نگار اور بیل بوٹے بنے ہوئے
میں اور دوسرے پر یہ کتبہ ہے:-

السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم مولیٰ ملوک العرب
والعجم سلطان السلاطین في العالم حافظ بلاد اللہ ناصر عباد اللہ
المظفر على الاعلاء المویل من السماء تاج الاسلام والمسلمين غياث الملوك

والسلاطین الحامی لبلا دالدہ الراعی لعباد اللہ یمین الخلافۃ باسط
العدل والرفاۃ ابوالمظفر التمش السلطان ناصر امیر المؤمنین خلد اللہ
ملکہ وسلطانہ وعلی امرہ وشانہ -

کتبہ بالادوارۃ
درجہ سوم
السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب
الامم خاتم ملوک العرب والعجم المولود من السماء المظفر
علی الاعلاء سلطان ارض اللہ حافظ بلاد اللہ ناصر

عباد اللہ محرم مالک الدنیا مظهر کلمۃ اللہ علیاً جلال الدولۃ القاہرۃ
نظام المملۃ الباہرۃ شمش الدنیا والدین غیاث الامم والسلام والمسلمین
ظل اللہ فی العالمین التاج الامم والخلافۃ صاحب العدل والرفاۃ
سلطان السلاطین

کتبہ برہیلو دروازہ
درجہ سوم
تمت هذه العمارۃ فی نوبت العبد المذنب
محمد امیر کواہ (انجنیر)
اس منزل میں ایک چھوٹی سی سطر ناگری کتبہ کی بھی ہے

جس میں "محمد سلطان" کا نام اور سمت ۱۲۸۲ (شعبان ۱۲۸۲) درج ہے جو سلطان محمد تغلق شاہ
کا لکھن جو ہوتا ہے۔ تیسری سطر پر بھی دوسری منزل کی طرح کتبہ ہے اور چھٹی

چوتھا کھنڈ
۲۴ فٹ - ۴ - انچ - اونچا ہے۔ یہ کھنڈ سادہ بنا ہوا ہے اس میں
بچین نہیں ہیں۔ اس کھنڈ کے روکار میں علاوہ سنگ سرخ کے کہیں کہیں سنگ مرمر بھی
لگا ہوا ہے۔ اس کھنڈ پر چار پٹے ہیں جن میں سے ایک پر یہ کتبہ ہے اور باقی تین پر بہت
خوب صورت نقش و نگار ہیں:-

امربہذہ العمارۃ فی ایام الدولۃ السلطان الاعظم شہنشاہ المعظم
مالک رقاب الامم مولی ملوک الترتک والعرب والعجم شمس الدنیا والدین
معز الاسلام والمسلمین ذو الامن والايمان وارث ملک سلیمان
ابوالمظفر الیتمش السلطان ناصر امیر المؤمنین (آگے پتھر ٹوٹ گیا ہے)
اس کھنڈ کی شہ نشیں لکی پھلکی ہے اور کتبہ کے کی اونچان تین فیٹ ہے۔

پانچواں کھنڈ

۲۲ فٹ - ۴ - انچ اونچا ہے۔ اس کا ستون درمیانی گولی ہے۔ اس

سنگ سرخ اور سنگ مرمر کے منقش پٹے ہیں جس پر آہنی اور

برنجی جنگلا لگا ہوا ہے اور دروازے پر یہ کتبہ ہے:-

..... دزب منار ۱۴ شہور سنہ سبعین و اسبعائتہ یافت برق

خلل یافت صرمت بتوفیق نربانی برکشیدۃ عنایت سبانی قیروزسلطانی

این مقام را باحتیاط تمام عمارت کرد خالق بیچون این مقام را از جمیع

آفات مصئون دارد۔

فیروز شاہ کی برجی کا ٹوٹا ہوا ٹھنڈ جو قریب دو فٹ کے اونچا ہے پانچویں منزل پر اب بھی

کھڑا ہے۔ اس منزل پر دو کتبے ناگری کے بھی ہیں جن کے متعلق جنرل کنگم صاحب

کتے ہیں کہ ”پہلے کتبے کی وہ سطریں ہیں جس میں ۱۲۲۲ھ (۱۸۰۷ء) زمان سلطنت فیروز شاہ

(فیروز شاہ تغلق) درج ہو۔ دوسرا کتبہ دروازے کے جنوبی پائے پر ہے جس کا کچھ

آجھہ سنگ مرمر پر کندہ ہے اور کچھ سنگ سرخ پر۔ اس میں بھی فیروز شاہ کا نام درج ہے

لیکن سمجھتا ہے۔ اس کتبے کو جنرل صاحب بہت اہم خیال کرتے ہیں لیکن اس میں

خرابی یہ ہے کہ بیت مشکل سے پڑھا جاتا ہے۔ اس میں صرف اتنا پڑھا جاتا ہے ”سری

وسوا کر م پر سا در چتیا۔ اور کتبے کے آخر میں ”سلیبی“ تعمیر کنندہ لقب ہے جو چھٹ

ویں ہال کے بیٹے ”نایا سلما“ کے واسطے متعلق ہوا ہے جس نے سناری مرمت

کی تھی۔ اس کتبے کے بیچ میں پانچ ہند سے بھی ہیں۔

پچھٹا کھنڈ

فیروز شاہ کی برجی ۱۹۲ فٹ تک موجود تھی جس سے ۱۲ فٹ ۱۰۔ انچ

مینار کی بلندی اور بڑھ جاتی تھی۔ ۱۳۲۰ء میں زلزلے کے صدمہ

سے گر پڑی۔ چون کہ اُس زمانے کی لاٹ کا کوئی نقشہ ہمارے دستکھ میں نہیں آیا

لہذا ٹھیک طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اُس برجی کی وضع قطع کیا تھی۔ ۱۸۲۹ء میں

جو ایک کمیٹی لاٹ کی ترمیم شدہ حالت پر رپورٹ کرنے کو مقرر ہوئی تھی اُنھوں نے

جہاں تک علوم ہو سکتا تھا برجی کی کیفیت اور سمجھنے والے جو اُس کے عوض میں

نے جو تعمیر کی تھی ان واقعات کو قلوبند کیا ہے۔ میجر صاحب نوڈ کہتے ہیں کہ ”نہ تو میں

برجی کے قدیم طرز کا پورا متیج کیا اور نہ میں نے یہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی زبانی روایات کی پیروی کی بلکہ دراصل برجی صرف چار ستونوں پر بنی ہوئی تھی۔ میجر صاحب نے جس برجی کو درست کیا ہے یہ چھٹی ساتویں منزل کھلاتی تھی۔ چھٹی منزل سنگ سرخ کی صرف ایک برجی تھی جس کے آٹھ ستون تھے اور چھبہ اور کارنس بڑی نفیس تھی۔ اس کی بلندی ۱۶ فٹ تھی جس پر تین فیٹ اونچا سنگ سرخ کا کٹھراع مع منڈیر کے تھا۔

ساتواں کھنڈ بالکل سیدھا سا داشیشم کی لکڑی کا ایک سا بان (منڈا) تھا۔ جس پر جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔ اس منڈوے کے عتم

آٹھ فیٹ اونچے تھے اور جھنڈے کا کمر جو سال کی لکڑی کا تھا ۴ فٹ لمبا تھا ۱۱ فٹ ۱۱ انچ میں لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل کے حکم سے مینار پر سے یہ بدنا حصہ اُتر وادیا گیا جو اب تک ایک چھوٹے سے چوترے پر بلا جھنڈے کے دھرا ہوا ہے۔ چنانچہ کپتان سلیم (Capt. Sleeman) صاحب رزیڈنٹ دہلی نے اس برجی کو ملاحظہ فرما کر نہایت جستہ ریمارک کیا تھا کہ "اگر فیروز شاہ کی برجی بھی ایسی ہی تھی جیسی کہ آپ نے بنائی ہے تو اُس کا بجلی سے نیست و نابود ہو جانا ہی اچھا ہوا۔ جس وقت جھنڈا چڑھایا گیا جب ہی لوگوں نے اسے ملے ڈول اور بہنک خیال کر کے ناک بھوؤں چڑھائی تھی۔ لوگوں کی ناپسندیدگی کی خبر پا کر میجر سمیٹھ نے حضرت بہادر شاہ صاحب بادشاہ دہلی سے استعراج کیا۔ حضور اقدس نے مہتمم معاملات کی معرفت میجر صاحب کو لکھا کہ جہاں پناہ دے دو بار لاٹ کو ملاحظہ فرمایا

۱۷ کہیں لوگوں کو شبہ نہ ہو یہ سر ہنری ہارڈنگ ۱۸۴۸-۴۹ء تک گورنر جنرل رہے جو حال کے گورنر جنرل بیرن ہارڈنگ آف پرنسٹن سٹ کے جو نومبر ۱۸۴۹ء میں گورنر جنرل مقرر ہوئے اور جن کے عہد میں ہمارے شہنشاہ جارج پنجم ملک ہندوستان میں رونق افروز ہوئے۔ ۱۸۵۰ء فیروز شاہ کی برجی ایک قلعہ نامنڈا تھا جس کے چار یا شاید آٹھ درتھے لیکن فرنگیوں صاحب اور ڈیٹیل صاحب نے اپنی کتاب میں جو نقشے دیئے ہیں اُس میں یہ شکل نہیں ہے۔ مگر ابن سین جیمسن پلنٹ جو ۱۸۵۹ء میں ولی میں آیا تھا وہ اس برجی کے متعلق لکھتا ہے کہ "اس مینار کی چوٹی پر ایک شان دار برجی منگ پرج کی تھی" ادب بھی اگر کسی عمدہ ڈیزین کی خوش نما برجی بنادی جا تو لاٹ جواب لکڑی نظر آتی ہے بے انتہا خوش نما ہو جائے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرز پر کہ آپ تعمیر کرنا چاہتے ہیں وہ مابدولت کو پسند نہ آئے۔
 لاٹ کی پہلی تین منزلیں ریٹیلے سنگ سرخ کی ہیں لیکن سب کے پتھر کارنگ یکساں
 نہیں ہیں۔ پہلی اور دوسری کا پتھر گلابی زردی مائل رنگ کا ہے اور تیسری منزل
 کا پتھر گہرا سرخ ہے۔ اس سے اوپر کی دو منزلوں میں ریٹیلہ بھر بھر اسنگ سمج
 اور سنگ مرمر دونوں لگا ہوا ہے۔ مگر زیادہ تر سنگ مرمر ہی ہے۔ اندر چوچکوار
 زینہ ہے اس کا بھی یہی حال ہے۔ تختانی درجوں میں درمیانی محوری ستون اور اس کے
 گرد کی سیڑھیاں سنگ خارا کی ہیں۔ زینے پر کی کھڑکیوں اور روشن دانوں کی
 محرابیں ہندوانی وضع کی ہیں۔ بالائی دو کھنڈوں میں محوری ستون اور دیوار کے
 اندر وار اور سیڑھیاں سب ریٹیلے سنگ سرخ کی ہیں۔ چوتھی منزل اپنی
 اصلی حالت پر قائم نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ ترمیم و تبدیل ہو گئی ہے۔ فیروز شاہ
 نے حسب مرضی خود اس کی تعمیر کرائی اور گوکہ دروازہ اور کتبہ علی حالہ قائم ہے
 مگر پھر بھی فیروز شاہی عہد کی ترمیم لحاظ اسے اپنے طرز کے بالکل الگ معلوم دیتی ہے
 ابو الفدا مورخ نے مسئلہ ۲ میں فیروز شاہ کی دست اندازی سے بہت پہلے
 مینار کی (۲۶۰) سیڑھیاں بتلائی ہیں۔ اب اگر ہم سیڑھیوں کی تعداد (۲۶۰) پوری
 کرنی چاہیں تو ہم کو پانچویں منزل کی بھی اکیس سیڑھیاں ملانی پڑیں گی جو درحقیقت
 سلطان الشمس کے زمانے کی چوتھی منزل تھی۔ مینار کی تین تختانی منزلوں
 اور اس کے اوپر کی منزلوں کی طرز تعمیر میں ایسا کھلا فرق ہے کہ یہ دونوں ایک ہی
 زمانے کے کاریگروں کی بنائی ہوئی ہو نہیں سکتیں۔ چکر دار زینے کی سیڑھیوں
 کی صحیح تعداد (۲۶۹) ہے۔ جن میں سے صرف تین سیڑھیاں میسر متحدہ کی بنائی گئی
 برجی کی ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں ایک نور سے معاملے میں
 بڑے بڑے دانشور بھی جنھوں نے مینار کو غور سے دیکھا اور سیڑھیاں گنی ہیں
 چکر میں پڑ گئے۔ تھارن صاحب (۳۴۵) فرینکلن صاحب (۳۰۸) وان آرلک
 (۳۸۳) سر سید (۳۸۸) سیڑھیاں بتلاتے ہیں۔ درحقیقت یہ منار کبھی پانچ
 منزل سے اونچا نہ تھا۔ مسئلہ ۳ میں الشمس کی تعمیر ختم ہو گئی اور اس زمانے میں
 (۲۶۰) سیڑھیاں تھیں۔ اس تعداد کے لحاظ سے ہم پانچویں منزل کی اکیسویں

سیڑھی پر جا بونچتے ہیں۔ اہستہ برس بعد مسئلہ ۶ میں جب مینار پر پہلی گری نخی
 قویہ وزشاہ نے چوتھے اور پانچویں کھنڈوں کو پہلے ہی مال مسالے سے
 تہا ہما از سر نو بنوایا۔ چوتھے کھنڈ میں اُس نے قدیم دروازہ اور کتبہ بدستور قائم
 رکھا۔ چنانچہ خود فیروز شاہ نے لکھا ہوگا اُس نے ایک برجی بنوا کر اسے اونچا
 کرادیا۔ سرسید اس مینار کو سات کھنڈوں کا "تہفت منطری" لکھتے ہیں لیکن اس
 کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ ہمیشہ سے وہ پانچ ہی کھنڈ کی نخی فیروز شاہ نے صرف اسے
 ذرا اونچا کروا دیا تھا۔ بانی مینار کی نسبت اب کسی قسم کی اختلاف رائے کا موقع باقی
 نہیں رہا۔ کچھ شک نہیں ہو کہ پہلی منزل قطب الدین ایبک کی بنوائی ہوئی ہو جس کی
 کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ اس پر کے کتبے میں صاف طور پر "محمد غوری" کا نام موجود
 ہے جو اس بادشاہ کے زمانے کا ایک بڑا امیر تھا اور بقول سرسید خود قطب الدین کا
 نام موجود ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ثبوت ہے کہ "فضل ولد ابوالمعالی" مینا کا ستولی
 تھا اور یہی بعد قطب الدین مسجد قوۃ الاسلام کا بھی ستولی تھا۔ سرسید کیمبل کی یہ رائے
 کہ مینار قطب الدین کی مسجد کا ماذنہ تھا بالکل با موقع ہے۔ ابوالفدا نے بھی اپنی
 "تاریخ مختصر" میں اسے "ماذنہ جامع مسجد دہلی" لکھا ہے۔ ماذنہ اُس مینار کو کہتے ہیں
 جس پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے۔ ابوالفدا۔ شمس سراج اور امیر خسرو اس مینار کو
 سلطان التمش سے منسوب کرتے ہیں۔ اس ملک میں اور خصوصاً دہلی میں کوئی
 نئی بات نہیں ہے کہ جو کسی عمارت کی حرمت کرتا ہے اسی کا نام ہو جاتا ہے۔ فیروز شاہ
 نے اسے مغز الدین سام کا مینار لکھا ہے۔ ابن بطوطہ اس مینار کی تعمیر مغز الدین
 کی قباد کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن کسی کی کہی سنی بات بمقابلے اُن کتبات
 کے جو خود اس مینار پر ڈنکے کی چوٹ بتلا رہے ہیں کب قابل وثوق ہو سکتی ہے۔
 دوسرے درجے کے دروازے پر جس میں اس عمارت کی تکمیل کا فرمان ہے
 وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آغاز کار اس بادشاہ کے وقت میں نہیں ہوا اور چوتھے
 درجے کے دروازے پر کا کتبہ دوسرے درجے کے دروازے کے کتبے کے
 برخلاف التمش کو بانی مینار قرار دیتا ہے اور ایسا ہی سب سے آخری زمانے
 کے سکندر لودھی کے کتبے میں جو سب سے نیچے کی منزل کے دروازے پر ہے

درج ہو۔ پہلا کتبہ جو تیسری منزل کے دروازے پر نصب ہوا اور دوسری منزل کے دروازے کے کتبے کی متضاد عبارت کا میلان جنرل کنگم صاحب نے یوں کیا جو کہ پہلا کتبہ صرف چوتھی منزل کے متعلق ہے نہ کہ سارے مینار پر مکتوی ہوا اور لودی کے زمانے کے کتبے میں جو لکھا ہوا ہے وہ پہلے کتبے کی محض نقل کی بنا پر ہے۔ بدیں وجہ مینار کی پہلی منزل جو قطب الدین ایک سے منسوب کی جاتی ہے وہ بالکل درست ہے رہی باقی عمارت وہ شمس الدین التمش کی بنوائی ہوئی ہے اور فیروز شاہ کی مرمت بھی اس سے الگ ہے۔ اس مینار کی تعمیر ۱۱۹۱ھ سے ۱۱۹۲ھ تک بیس سال کا عرصہ لگا ہے۔ جنرل کنگم نے سلطان علاء الدین کا نام بھی لاٹ کے بانیوں میں لیا ہے۔ جس کو وہ ایک ”نیاد کوئی دار“ کہتے ہیں وہ امیر خسرو کی تاریخ ”علائی“ سے نقل کرتے ہیں کہ ”سلطان علاء الدین نے بھی ایک روکار کی درستی اور مٹی بنانے کا حکم دیا تھا“۔ اس پر سے جنرل صاحب کی رائے ہے کہ موجودہ نام روکار سنگ سرخ کا علاء الدین خلجی کا بنوایا ہوا ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ علاء الدین نے قطب الدین ایک کے طرز کو نہیں چھوڑا۔ بار نے بھی اس منار کو علاء الدین خلجی کا کہا ہے لیکن جن لوگوں نے اس زمانے کی تاریخ پڑھی ہے اور علاء الدین کے کتبے پر غور کیا ہے اور علائی دروازے پر اس کے غیر متناہی کتبے پڑھے ہیں وہ ہرگز یقین نہیں کر سکتے کہ اگر سلطان علاء الدین نے قطب مینار کو ہاتھ لگایا ہوتا تو جس طرح کہ علائی دروازے میں بار بار اس کا نام آیا ہے کوئی وجہ تھی کہ مینار کے کسی کتبے میں وہ اپنا نام نہ درج کرواتا۔

ہیں کراست بت خانہ مرا ای شیخ
کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

لاٹ ہندو نقطہ خیال ہے

یہ خوب صورت مینار جو دنیا کے سات عجائبات میں کا ایک ہے اس کی نسبت یہ خیال کہ اس کی بنائے اہل ہندو کی ہے بالکل واجبی ہے۔ یہ ستون راجہ پرمتی راج کا بنوایا ہوا ہے جو اہل اسلام میں لائوں کو شکست دے کر بطور ”جسمنیما“ (بادگار فتح) کے بنایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مینار راجہ نے اپنی بیٹی کے لیے بنوایا تھا کہ وہ اس پر بچہ کر مینا کا دشمن کر لیا کرے۔ یہ عمارت یقیناً ہندوانی ہے۔ جس پر مسلمانوں نے قرآن شریف کی آیتیں

(بعد میں) لگا دیں۔ اس کے بانی و سواکرم دیوتا کے نام پر اسے بنایا جو ہندوؤں کا بڑا دیوتا ہے جسے عمارات کے بنانے کی قدرت کا ملکہ پر تھی راج کی وفات کے بعد دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اُن کے جنرل قطب الدین نے اس کو اپنے طرز پر ڈھال لیا۔ اُسے منہ مانگی مراد ملی۔ بنی بنائی عمارت ہاتھ لگی۔ اس سے بہتر بلند اور موزوں عمارت اذان دینے کے لیے کہاں مل سکتی تھی۔ منار پر کی مرغولیں اور پچیس مسلمانوں نے بتوں کی صورتیں نکال کر بنالیں۔ تسلسل واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ہم خواہ مخواہ کا جھگڑا کھڑا کرنا نہیں چاہتے کہ شیر شاہ کی ڈاٹھی بڑھی تھی یا سلیم شاہ کی۔ اس سنون کے پاس ہی ایک خوب صورت مندر تھا جسے توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے اور دہلی کے پرانے پرانے لوگ جن سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے وہ سب اس امر میں یک زبان ہیں کہ منار اور مسجد دونوں دراصل اعلیٰ ہندو کی عمارات تھیں جنہیں مسلمانوں نے توڑ پھوڑ کر اپنے مطلب کا بنالیا۔ اگر یہ بات واقعی ہے اور ہمارا خیال صحیح ہے تو یہ بات دوسری ہے کہ قطب الدین غلام تھا یا نہ تھا مگر اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک دانشمند اور زیرک حکم راں تھا۔ کیوں کہ کسی خوب صورت چیز کو نیست و نابود کر دینے سے یہ بہت بہتر ہے کہ تھوڑے رد و بدل کے ساتھ ہم اُسے اپنے کام میں لے آئیں۔ مسجد قوۃ الاسلام کے سنون جن پر نہایت نفیس نقش و نگار ہیں وہ پر تھی راج کے مندر ہی کی باقیات ہیں۔“

جھکی ذرا چشم جنگ بھی کل گئی دل کی آرزو بھی

مستکشم اور مستہ بگلر کا
اختلاف را کے بعد فصل

بڑا منرا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جا جنگ ہو کر

سٹرے۔ ڈی۔ بگلر محکمہ آثار قدیمہ کے اسٹنٹ (دو گمار) ڈائرکٹر جنرل نے اپنی ۱۹۶۱ء کی رپورٹ میں (جو سلسلہ آثار قدیمہ کی چوتھی جلد ہے) قطب صاحب کی مسجد اور لاٹ کو بالکل یہ ہندوئی عمارت ثابت کیا تھا۔ جس میں جنرل۔ اے۔ کشنکم۔ سی اس آئی۔ ڈائرکٹر جنرل نے ایسے مدلل طور پر اختلاف کیا کہ بگلر صاحب کو قائل ہونا پڑا۔ ہم دونوں صاحبوں کی رپورٹ یہاں لکھتے ہیں جو بہت عالمانہ اور حتمی ہے۔ بات یہ ہے کہ عقل ہندوؤں کا ہر کام عقل ہندی کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ لڑیں گے بھی

اپنی آن لیں رہیں گے۔ بحث کریں گے تو تہذیب سے۔ اختلاف کریں گے تو نہایت عمدگی سے۔ کیا مجال کہ اُس میں ذاتیات کی جھلک نظر آئے یا دلوں میں کہورت آجائے۔ ہر شخص اپنی رائے میں آزاد ہو۔ خواہ وہ ماتحت ہی کیوں نہ ہو۔ پھر ان کی صفائی قلب۔ حق پسندی کو دیکھئے کہ واجبیت کے سامنے اپنی بات کی ذرا بھی بیچ نہ کی اور فوراً اپنی غلطی کو کشادہ پیشانی سے تسلیم کر لیا۔

عیسائیوں کی خصلتیں مسلمانوں کی خصلتیں
واں اتحاد و یک دلی و الفت و وفاق یاں ایسے اختلاف کہ کہنے کی جا نہیں

مسٹر بگلر کی رپورٹ پر مسٹر بگلر کی رپورٹ پر
جنرل صاحب کے ریمارک جنرل صاحب کے ریمارک

انظہارِ قطب صاحب کی مسجد اور مینار کی نسبت زیادہ ضروری ہے مبادا میری خاموشی توافقی رائے نہ سمجھ لی جائے حالانکہ میں اُن کی رائے سے کلیتہً مخالف ہوں۔ پرانی دہلی میں سب سے بڑھ کر دل چسپ یہ دو عمارتیں ہیں۔ ایک قطب صاحب کی مسجد اُس کی شان دار محرابوں سمیت۔ دوسری وہ عجیب و غریب موزن کا ستون جو قطب مینار کہلاتا ہے اور جو تقریباً دو سو چاس فٹ بلند ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ہمیشہ قطب الدین ایبک سے منسوب کی جاتی ہے جو دہلی کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا۔ حقیقت اس بات کی صراحت اُس مشرفی کتبے میں موجود ہے جو مسجد کے صدر دروازے پر لگا ہوا ہے۔ اور نیز یہ بھی اُسی کتبے میں ہے کہ مسجد کا مال مسالہ ہندوؤں کے ستائیس مندر توڑ کر فراہم کیا گیا ہے۔ یہاں کے دالانوں کے ستونوں کا ہندوئی ہونا ایک ایسی بات ہے جو ہر شخص پر ظاہر ہے اور اسی کے ساتھ یہ امر بھی اُسی طرح اُکھلا ہوا ہے کہ ان کو مسلمانوں نے از سر نو ترتیب دے کر دو دو تین تین تھم اوپر تلے جما کر موجودہ اونچان پوری کی ہے۔ یہ بات جس طرح مجھ پر ظاہر و باہر ہے مسٹر فرگسن کو بھی اس کا علم تھا۔ مسٹر بگلر اگرچہ اپنی رپورٹ میں ستونوں میں کچھ رد بدل کیے جاتے تو تسلیم کرتے ہیں مگر پھر بھی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ جس طرح وہ ہندوؤں کے مندر کے دالان میں تھے اُسی طرح اپنی اصلی جگہ پر اب بھی ہیں اور نیز کہ اُن کی

موجودہ اونچان بھی وہی رہی جو کہ ہندوؤں کے دالان میں ابتداً تھی۔ وہ اپنی اسی راہی کے ووثق پر مسلمان بانیان مسجد کے اُس قول کی تردید کرتے ہیں کہ انھوں نے ستائیس مندر توڑ کر یہ مسجد بنائی اور اس کو مسلمانوں کی نری شیخی خیال کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ رائی بالکل ناقابل قبول ہے۔ مسلمان فاتحین کو ستائیس مندروں کے توڑنے کی ایک غلط خبر مشہر کرنے اور پھر اس صریح جھوٹی بات کو ایک عظیم الشان مسجد کے دروازے پر کندہ کرانے سے کچھ مفاد نہ تھا۔ اس لیے میں (مسلمانوں کے) اس بیان کو بالکل ووثق سے صحیح (اور مطابق واقعہ سمجھتا ہوں) علاوہ ازیں میرے اس خیال کی تصدیق صحیح کے قیوں طرف کے دالانوں ستونوں کی ساخت سے کافی طور پر ہوتی ہو اور جیسا کہ میں نے دلی کے بیان میں ظاہر کیا، یستون یقیناً متعدد اور مختلف مندروں کے ہیں۔ اس میں مجھے کچھ شک نہیں ہے کہ جس جگہ مسجد بنائی گئی ہے جگہ فی الواقع ایک ہی مندر کی تھی اور جب بگلر صاحب نے میرے ایما سے کنیدیگی کا کام شروع کیا تھا تو میں نے اُن اپنی راہی ظاہر کر دی تھی کہ مسجد اپنے چوترے کا نشیبی حصہ جو محاط ہو وہ ہندوؤں کے مندر کا ہی اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ مسٹر بگلر نے ان دیواروں کے باہر باہر کھدائی کی تھی اُس سے میری راہی کی تصدیق ہو گئی۔ اسی وجہ سے اُس اونچے چوترے کو جس پر کہ مسجد کھڑی ہو پرانی دلی کے ایک بڑے بھاری مندر کا مقام سمجھتا ہوں اور اسی (مند) میں سے حالت اصلی پر وہ لمبے لمبے ستون باقی رہ گئے ہیں جو بڑی محراب کے صیں عقب میں ہیں۔ یہ ستون عین بین ہندووانی ہیں جن کو نہ مسلمانوں نے ہلایا نہ بدلا بلایا۔ (یعنی یہ کہ جہاں پہلے تھے وہیں اب بھی ہیں) ان ستونوں کی نسبت میرا یہ کہنا کہ ان کو مسلمانوں نے ہلایا بلایا نہیں اس وجہ سے ہے کہ ان کی جگہ چوترے پر چھینی سے کھانچے بنے ہوئے ہیں اور بدلا بلایا نہیں اس پر میں کہتا ہوں کہ ان کے تمام سلاک سلاک اُسی طرح کے ہیں جیسے کہ (عموماً) ہندوؤں کے مندروں میں ہوتے ہیں۔ باقی اطراف کے سارے دالانوں کے تمام ستونوں کو مسلمانوں نے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ دو دو تین تین ٹکڑے (اوپر تلے) جوڑ کر بقدر ضرورت اونچا

کیا گیا ہے۔ میں اپنی اس راہ کی تائید میں کہ بڑی محراب کے پاس کے ستونوں کو اپنی جگہ سے جنبش نہیں دی گئی ایک اور ثبوت پیش کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بڑی محراب کے پانچوں کے پتھروں میں جو گھران ستونوں کے بٹھانے کے تراشے گئے ہیں ان میں ان کی چولیس ٹھیک بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب میں ستونوں کے بعد بنی ہیں اور مسلمانوں نے مندر کے پرانے ستونوں کو پیش نظر رکھ کر (انہیں کے لحاظ سے) بنائی ہیں اور انہیں وجہ سے میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ یہ ستون اپنی اصلی جگہ پر قائم ہیں۔ دالانوں کی ساخت میں پرانے اور نئے کاموں کے ملا دینے کا طریقہ بالکل بدل گیا ہے یعنی یہ کہ ایک دیوار دوز ستون میں جو شمالی دالان میں ہے۔ یہاں کی دیوار کے ایک پتھر میں ایک قدرتی پھوڑا تھا جس کے جانے کے لیے ستون میں اتنا ہی سوراخ کر کے پھنسا دیا ہے۔ میں ان کو دیوار دوز ستون اس واسطے کہتا ہوں کہ وہ دیوار سے لگے ہوئے ہیں لیکن ان میں کے اکثر ستون پورے ہیں جو دیوار سے ملا کر کھڑے کیئے گئے ہیں۔ لیکن ان ستونوں کی پٹھکیں بچوں بیچ میں نہیں ہیں بلکہ اپنی اصلی جگہ سے کئی انچ آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ اس سے میں نہایت وثوق سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ اطراف کے دالانوں کے تمام اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں ہیں بلکہ مسلمان ان ستونوں کو ہمند و وک ویران مندوں سے لائے ہیں اور یہاں لکائی دیواروں میں لگا دیئے ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں کہ ان ناہموار ستونوں میں جوڑ لکائے گئے ہیں میں ذیل کے واقعات پیش کرتا ہوں:-

(۱) شمالی دالان میں بیرونی قطار کا پہلا مشرق روئے ستون جو بالکل سنگ خارا کا ہے اُلٹی بیٹھک پر کھڑا ہے۔

(۲) شمالی دالان میں بیرونی قطار کے دو پاس پاس کے ستونوں میں ایک ہی قسم کے تین تین ٹکڑے ایک کے اوپر ایک جمے ہوئے ہیں۔ جن کی ساخت اور نقش و نگار ایک ہی طرح کے ہیں۔ ان دونوں پتھروں کے چھ ٹکڑوں میں سے چار تو بہشت پہلو ہیں۔ جن کے ضلع کا ہر دوسرا رخ کھڑا ہوا ہے اور باقی دو ٹکڑے سادے بہشت پہلو ہیں۔ ایک تمام میں تو یہ بن کھڑا ٹکڑا میں

میں سب سے اوپر دار کا جہد اور دوسرے میں اوپر بیچے کے ٹکڑے چھوڑ کر بیچ میں لگا ہوا ہے۔ (۳) بہت سے سادے ہشت پہلو تھم اور ان کے ساتھ دوسرے تھم کہ جن کا ہر دوسرا رخ گھرا ہوا ہے مربع بیٹھک پر ایستادہ ہیں حالاں کہ بیٹھکیں ابتداءً چوکوں تھموں کے لئے گھڑی گئی تھیں۔ یہ بات چوکوں بیٹھکوں کی سطح بالائی اور خالی کونوں کے دیکھنے سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے کیوں کہ ہشت پہلو ستون ان چوکوں بیٹھکوں پر اچھی طرح نہیں بیٹھے بلکہ اب تک ویسے ہی بن گھڑے گھڑے ہیں جیسا کہ سماروں نے چھوڑ دیا تھا۔ پرانے مال مسالے کو رد و بدل کر کے استعمال میں لانے کا ثبوت کچھ والا ان کے ستونوں ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ دروازوں پر کے گنبدوں اور دالانوں کے کونوں کے کمروں میں بکثرت اور زیادہ متیقن ثبوت ملتے ہیں۔ ان گنبدوں کو بھی سٹر بکسر قدیم ہی کا خیال کر سکتے ہیں لیکن ذیل کے واقعات سے ان میں بھی مسلمانوں کا تصرف ظاہر ہو جائے گا:-

(۱) جنوب و مشرق کے کونے میں ایک ہشت پہلو قطعے سے گنبد شروع ہوتا ہے اور یہ ٹھمن ایک مربعے کے آٹھ ستونوں پر ٹکا ہوا ہے۔ یعنی چار ستون چاروں کونوں پر اور چار بیچ میں۔ ہدیں وجہ ٹھمن کے زادیوں کا جو چہ بجائے ستونوں کے شہتیروں پر پڑتا ہے۔

(۲) شمال و مغرب کے کونے کے گنبد میں یہ صریح غلطی اور بھی زیادہ واضح ہے۔ کیوں کہ ستونوں کا باہمی فصل درمیانی ستون مربع اضلاع کے بیچ میں ہونے سے یکساں نہیں ہے۔

(۳) شمالی و مشرق کے کونے میں گنبد ایک ٹھمن سے شروع ہوتا ہے جو بارہ ستونوں پر ٹکا ہوا ہے۔ جس سے ایک مربع شکل بن گئی ہے لیکن ستونوں کے بالائی حصے پانچ پانچ توڑے مربعے کے ہر کونے میں لگے ہیں اور بعض جگہ اسی ٹھمن کے کونے میں عام قسم کے ستونوں کے سرے چار توڑوں ہی کے ٹھمن کے کونوں میں لگا دیئے ہیں۔ یہ توڑوں کے لگانے میں جو صریح غلطی ہوئی ہے جب تک کہ ان میں رد و بدل نہ کیا ہوگا کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

(۴) مشرقی دروازے کی طرف کے بڑے گنبد میں بھی اسی قسم کی سنی ترتیب پائی جاتی ہے۔

بجائے اس کے کہ ستونوں کو بانج توڑوں کے نیچے لگایا جاتا وہ صرف دو توڑوں اور ستونوں کے بالائی حصے کے چار مشترک توڑوں کے بیچ میں لگے ہوئے ہیں۔ پتھر کے شہتیر بھی یکساں نہیں بعض بالکل سادے ہیں بعض نقشین۔ اس سلسلے کا ہر ایک کہ اس گنبد کی سابقہ حالت میں مسلمانوں نے رد و بدل کر کے موجودہ حالت پر پایا ہے۔ (۵) کنارے کے کمروں کی چھوٹی چھتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ مربع نقشین چوکوں کو کاٹ کر اٹھیں مستطیل جگہ میں پھنسا دیا ہے اور جہن گھڑی سلیں ہیں اُن کو اس طرح پھنسا دیا ہے کہ لبان میں جو جگہ خالی رہ گئی وہاں سلپے ڈال کر پُر کر دیا۔ اس لیے یہ چھتیں یقیناً اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں ہیں اور مجھے یہ نتیجہ نکالنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہے کہ جب قطب الدین ایک ستائیس مندروں کو ڈھاکر اُن کے مال مسالے سے یہ مسجد بنو رہا تھا تب مسلمانوں نے (اپنی مرضی کے موافق) کاٹ چھانٹ کر کے۔ پتھر کی سلوں کو جہاں اور جس طرح مناسب سمجھا لگا دیا۔ چنانچہ حالت موجودہ خود) اسی تصرف کا نتیجہ ہے۔

(۶) شمال و مشرق و جنوب و مشرق کے کونوں کے بالائی کمروں کی چھتوں کے پٹاؤ کے چوکوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جینیوں کے کسی مندر کے ہیں کیوں کہ بہت سے پتھر جو مربع کھڑکیوں کی کشادگی کم کرنے کے لیے کونوں میں لگائے ہیں اُن کے بیرونی رخ پر انسان۔ ہاتھی۔ گھوڑوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور بیچ میں تو ایک پتھر پر ایک شخص الٹی پالٹی مارے ہوئے بالکل برہنہ بیٹھا ہے جس کے دونوں ہاتھ اُس کی گود میں لٹک رہے ہیں جو بالکل جین مت کے لوگوں کے بتوں کا طرز ہے۔ اور بھی اسی طرز کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔

غالباً اسی بنا پر مشر بگلر استدلال کرتے ہیں کہ اس دالان کے کل ستون جینیوں کے ایک ہی مندر کے ہیں۔ یہ ایک ایسا استدلال ہے جسکی نفی اُس آہنی ستون کے کتبے ہی سے ہو سکتی ہے جو اسی صحن میں کھڑا ہے جس میں اس ستون کا نام ”وشلو کا بازو کھلا ہوا“ علاوہ اس کے وشنو کی بہت سی صورتیں جو اطراف کی دیواروں پر بنی ہوئی ہیں مثلاً ”س او تار“ اور ”ناراین“ جو انتہا سانب کے پھن پر ٹیکا دیئے ہوئے ہیں یہ بھی بگلر صاحب کی رائے سے اختلاف کرنے میں مدد ہیں۔ قطب صاحب کی مسجد کی بابت میں صرف اسی

نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اُس کی تعمیر مندوراجوں نے مسلمانوں کی نگرانی و نگرانی میں ہندوؤں کے مال سناٹے سے کی جو جن میں سے شک نہیں کہ بعض مند جینیوں کے بھی ہوں گے۔ اس سے اُن تمام غلطیوں کی جو تعمیر کے متعلق ہم اوپر بتلا آئے ہیں اور نیز والافوں کے ستونوں کی۔ نے ترتیبی کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کا مقصود ایک بلند (اور عالی شان عمارت بنانے کا تھا لیکن ہندوؤں کے مندروں کے تھم بالعموم پست ہوتے ہیں۔ اس کی تلافی (مسلمانوں نے) اس طرح کی کہ دو دو اور تین تین تھم جوڑ کر سرے اوڑھٹھکیں لگا کر کھڑے کر دیئے۔ اس میں شک نہیں کہ عام طور پر یہ منظر خوش نما ہو لیکن۔ یہ خوش نمائی صرف ستونوں کی خوب صورتی اور نقش و نگار کی وجہ سے ہو جو نظر کو اپنی جانب ایسا متوجہ کر لیتی ہے کہ ستونوں کی تلے تھیں اُن کے موٹے موٹے (بھدے) تھم جن کے اوپر پتلے ٹکروں کے جوڑ لگے ہوئے ہیں اور خالی توڑے جو کسی چیز کو سہارا نہیں دے رہے اور نہ سہارے گئے آگے بڑھے ہوئے طاق (یہ سب اسقام) چھپ جاتے ہیں۔ اگر یہی ستون نقش و نگار سے معرا اور) سادے ہوتے تو میں یقین کرتا کہ سب سے پہلے نگاہ تو ان کی عدم یکسانیت پر پڑتی اور ان کی بے ترتیبی اور غیر مناسب جوڑ فوراً ظاہر ہو جاتے۔ سترنگلر کا یہ بھی خیال ہے کہ قطب مینار کی شروعات ہندوؤں نے ہوئی ہے۔ صاحب موصوف اپنی رائے کی تائید بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ ہندو خود اس بات کے مدعی ہیں کہ مینار اُن کا ہو اور کہتے ہیں کہ پرتھی راج نے اپنی بیٹی کے واسطے جمن کا ورشن کرنے کے لیے بنایا تھا۔ اس کے متعلق میں نے تفصیلی وجوہات اپنی رپورٹ جلد اول کے صفحہ (۱۹) میں بیان کر دیئے ہیں کہ قطب مینار تمام مسلمانوں ہی کی عمارت ہو اور اب میں (چند) اور باتیں بھی پیش کرتا ہوں جو بگلر صاحب کے ساتھ دو مرتبہ قطب مینار جا کر میں نے دیکھیں پہلی مرتبہ مجھ کو بگلر صاحب نے ذیل کے چھوٹے (چھوٹے) کتبے بتلائے جو مینار کے نیچے کے حصے میں بخط ناگری کندہ ہیں :-

- (۱) دروازے کے باہر سیدھی طرف (سمت) (۱۲۵۶ ت)
- (۲) دروازے کے اندر ڈیوڑھی میں بائیں طرف (سمت) (۱۲۵۶ ت)

(۴) دروازے کے رستے میں محراب کے پاس (سموت ۱۲۵۶) میں ان کتبوں کو ان راجوں کا کھودا ہوا سمجھتا ہوں جنہوں نے اس مینار کو بنایا ہے اور یہ امر کہ وہ جاہل محض تھے اس بات سے ظاہر ہے کہ پہلے کتبے میں واو کا حرف ہی چھوڑ گئے ہیں اور دوسرے کتبے میں ہزار کا ہندسہ ہی غائب ہے۔ یہ تینوں کتبے سموت ۱۲۵۶ مطابق ۱۱۹۹ء کے ہیں جو میرے خیال میں یا تو اس مینار کے شروع کا سال بتلاتے ہیں یا اختتام کا۔ ایک ہی تاریخ کا بار بار اعداد کو پانچ بار راجوں کا دستور ہے۔ اسی طرح جو نیور کی اٹا لاسی کے ستونوں پر جو سابق میں ایک سندھ تھا اور جس کو ابراہیم شاہ شرقی نے انہیں ۱۳۴۷ء مسجد سے تبدیل کر دیا۔ میں نے سموت ۱۲۶۱ء کتبہ پر لکھ کر رسہ کر رکھا ہوا اس طرح دیکھا ہے۔

(۱) شمالی دروازے کے بیرونی سمت ۱۲۶۴ء سموت { سمت ۱۲۶۴ء سال ۱۲۶۴ء میں ستر اودھار اپو ماوی پدو ماوی راج پیر سائی رخ پریدھے پانکھے پر۔ سائی ستر اودھار سوتا راج نے ختم کیا۔

(۲) نیچے کے ایک چوکوں ستون۔ سمت ۱۲۶۴ء سموت { سمت ۱۲۶۴ء سال ۱۲۶۴ء میں بنیادی پاری

(۳) جنوبی رخ کے ایک بیرونی ستون۔ سمت ۱۲۶۴ء علامہ ان سٹون کے (جو قطب مینار پر کندہ ہیں) میں نے ایک اور کتبہ بھی اسی سمتی کا دیکھا ہے کہ جس کی زیر نگرا نی یہ مینار بنی ہے۔ یہ کتبہ چوتھے کے جنوبی روکار پر ہے جسے مجھے جگر صاحب نے بتلایا تھا۔ بد قسمتی سے یہ کتبہ پتھر کے ٹرخ جانے سے ناقص ہو گیا ہے۔ بائیں ہمہ کچھ حروف اور ہندسے جو صاف باقی رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

× × ماکج ۵۱ ————— ۸۳ ۱/۲ دارنامی

۱۵ ۱/۲ کے ہندسے کے پیچھے ہی ایک چوڑی یا لمبی سیدھی لکھنی ہوئی ہے جس کے

دونوں سرے نیچے کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور اس کی داہنی طرف کوئی ایک انچ کے فصل سے اسی طرح کا ایک نشان اور ہر جو کچھ کچھ سٹ گیا ہو۔ یہ دونوں سطحوں جو ترسے کی بیرونی سطح پر ہیں۔ لفظ دائرہ منی کے معنی میرے خیال میں (Plumb line) سہاول کے خود کے ہیں۔ کہنے کی عبارت سے ایسا معلوم دیتا ہے کہ یہ لین دو بارہ ایک انچ مٹا کر صحیح کی گئی ہو۔ یہ کہ یہ کتبہ کسی ہندو کا ہے بجائے گز کے لفظ "گج" سے ظاہر ہو ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی فاح سلمان ایسا (غلط لفظ) استعمال کرتا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ میں نے اسی طرح کا ایک نشان مسجد کی پچھیت کی دیوار کے آگے بڑھے ہوئے حصے میں بھی دیکھا ہے جو مسجد کے پیچھے واریچوں بیچ میں ہے اور جو غالباً مسجد کی بیچ کی لین کو سدھ کرنے کو لیا گیا تھا۔ کیوں کہ یہ نشان بڑھے ہوئے حصے کے بیچ سے بھی کئی انچ آگے بڑھا ہوا ہے۔

سٹرنگل کی رائی دو امور پر مبنی ہے:-

(اول) مینار کے نیچے کے تین گنبذوں اور اس کے اوپر کے دو گنبذوں کی طرز تعمیر میں فرق ہے۔ جس سے وہ یہ نتیجہ مستنبط کرتے ہیں کہ پہلا حصہ ہندوؤں کا بنایا ہوا ہے اور بعد کا مسلمانوں کا۔

(دوم) گنبذوں کا درمیانی فاصلہ عمل باے حسابی و اقلیدسی کے لحاظ سے ہے جو کسی *Arithmetico geometrical series* معمولی شخص کا کام نہیں بلکہ وحشی مسلمان فاتحین کو یہ حسابی طریقہ معلوم تھا۔ اس لیے یہ کام دانش مند ہندوؤں کا ہے۔

سٹرنگل کی پہلی توجیہ میں انہوں نے اس واقعہ کا خیال نہیں رکھا کہ لاٹ کی اوپر کی دو منزلوں کو تو فیروز شاہ تغلق نے از سر نو بنوایا ہی تھا جیسا کتبات اور اس کی

۱۰ ہندی میں (ز) کا حرف ہے ہی نہیں جب یہ امر مسلم کے راج ہندو توجیہ بحث ہی تحصیل اصل ہے

۱۱ شاید بکر صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان بہت بڑے۔ باضی داں تھے اقلیدس اور جبر و مقابلہ انھیں کی ایجاد ہے اور انھیں سے انگریزوں نے لیا ہے چنانچہ اقلیدس اور الجبر کے نام ہی آج اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں

سوانح عمری سے ظاہر ہے۔ طرز تعمیر کا مختلف ہونا البتہ حیرت انگیز ہے۔ لیکن اس سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ قطب الدین ایک سے لے کر فیروز شاہ تغلق تک ڈیڑھ صدی کا زمانہ گزرا۔ اس لمبی عرض مدت میں فن تعمیر کے مذاق میں کیا کیا کچھ تبدیلیاں نہ ہوئی ہوں گی۔ پس یہ اختلاف طرز اختلاف مذاق اور زمانے کا نتیجہ ہے۔ نیچے کے برآمدوں کی عمدہ نقاشی بعینہ اُسی طرح کی ہے جیسی کہ دہلی اور اجیر کے پچھلے زمانے کی مسجدوں میں پائی جاتی ہے۔ اب رہا سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا برابر برابر لگانا یہ طریقہ فیروز شاہ کے وقت کا ہی جیسا کہ اس بادشاہ کے بنائے ہوئے اُس ستون میں موجود ہے جو حصار میں لگا ہوا ہے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ان پسندیدہ نقاشیوں کا طرز ہندوستانی ضرور ہے لیکن مسلمانوں کی شروع شروع کی عمارات میں یہ ایک ضروری امر اس وجہ سے تھا کہ فاتحین سپاہی منش تھے ان کو قدرتی طور پر مقامی کاریگروں سے کام لینا پڑا (جو ہندو تھے) اسی وجہ سے ایک کمان دوسری پر چڑھ گئی ہو اور نقش و نگار میں بھی ہندوؤں کے طرز کی جھلک نظر آتی ہے۔ مسٹر بگلر کی دوسری دلیل جس کا دار و مدار سینہ بر سینہ حسابی اقلیدسی عمل پر ہے میں اُس کی تردید کرتا ہوں کہ وہ محض ایک خیال ہی خیال ہے۔ لوفرضنا وہ صحیح بھی ہو تو بھی یہ امر یہ آسانی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ محمد غوری کا سارا لشکر (اس سرے سے اُس سرے تک) جاہل محض تھا۔ خصوصاً جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ اس زمانے سے بہت پہلے محمود غزنوی کے ساتھ ابوریحان جیسا عالم فاضل آیا تھا۔ بگلر صاحب کہتے ہیں کہ عمل ہائے حسابی و اقلیدسی کوئی آسان کام نہ تھا تو اس سے مستحیلات پر کچھ زور نہیں دے سکتا۔

مسٹر بگلر مزید برآں یہ بھی کہتے ہیں کہ کنول کے پھولوں کے پتوں اور عربی کتبوں کے پتوں کے سطحی ابھار میں فرق ہے۔ پھولوں کے نقش و نگار والا پتہ سطح کے برابر ہے حالانکہ وہ سراسر ایک بہت اُبھرا ہوا ہے۔ لیکن صرف سب سے نیچے کے کھنڈ کے کتبے کی تحریر سطح کی برابر ہے باقی سب اُبھرے ہوئے ہیں۔ سب سے نیچے والے پتے کا یہ حال ہے کہ امتداد زمانے اور نااہل لوگوں کی شکست و ریخت سے ایسا نقصان پہنچا ہے کہ اب برابر پڑھائی نہیں جاتا۔ سرسید بھی اس کتبے

میں سوائے ”امیر الامراء“ کے کچھ نہ پڑھ سکے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہو کہ یہ بنگلہ جو دبا ہوا ہی محض اُن لوگوں کی بدولت ہو کہ جنہوں نے دوبارہ اسے نصب کیا۔ میرے اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہو کہ روکار میں لال پتھر جو لٹکائے گئے ہیں وہ اس (بدتمیزی) سے بیچ میں سے کاٹ ڈالے گئے ہیں کہ اُن کی دراڑوں میں سے اندر کے بن گھڑے پتھروں کی کوریں نظر آتی ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حسابی اقلیدسی عمل کا اس پٹکے سے کوئی تعلق نہیں ہو اور مجھ کو یقین کلی ہو کہ مینار کا یہ حصہ بھی قدیم آراستگی کا اصلی جزو ہو تو میں ہندوؤں کی عمارات کے متعلق سینہ بسینہ عمل ریاضی کو نہ ایک خیال ہی خیال سمجھتا ہوں۔ قطب مینار کے ابتدائی نقش و نگار کے متعلق کہ وہ ہندوؤں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں بالکل قطعی ثبوت امیر خسرو کی تاریخ علانی سے ملتا ہے جو علاء الدین خلجی کا ہم عصر تھا۔ علاء الدین خلجی نے جب ایک نئی مینار بنانے کا حکم دیا تو امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”(بادشاہ) نے حکم صادر فرمایا تھا کہ پرانی مینار کی باہر وار سے درست کرادی جائے اور پرانی برجی کے ساتھ ایک اور نئی برجی بھی بنادی جائے۔“ اس تحریر کی رو سے جو چشم دید ہو معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ کا تمام رد کا علاء الدین کا بنوایا ہوا ہے اور تمام عمدہ برآئے اور نقش و نگار کے پٹکے بھی خروار اسی نے لگوائے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ باہر بادشاہ نے اس تمام (ترمیم و) درستی کا مال سن کر گز سلاطین افغانہ نے کی ہے اس کو ”علاء الدین خلجی کا مینار“ کہا ہے۔

مینار کے روکار اور نقش و نگار اور پٹکوں کے ہندووانی نہ ہونے کی نسبت تصفیہ کرنے کے بعد اب ہم اصل مینار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں کہ یہ

۱۔ کتبہ جب اپنی اہلی حالت پر موجود تھا جا۔ یہ کتبہ کھدے ہوئے تو ہیں نہیں بلکہ ثبت ہیں اور حرف تراشکے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے دوبارہ جمایا ہو جو پڑھے لکھے نہ تھے۔ چنانچہ سرسید نو تحریر کتابیں ”نہایت افسوس ہو کہ ہر ایک وقت اس لاث کے کتبوں کے حرف جو گر پڑے تھے بالکل غلط ثابت ہیں اکثر ماہ صورت لفظوں کی بناوی ہو جب غور کر کے دیکھو تو وہ لفظ نہیں ہیں صرف نقش ہیں اور بعضے غلط لفظ بنا دیئے ہیں اور بعضی جگہ اپنی طرف ایسی عبارت کمزوری ہو کہ اصل کتبہ کے شعور بالکل مٹا دیئے گئے کسی اس لٹ کے کتبہ نہیں پڑھے تھے یہ سرسیدی کا کام تھا کہ وہ دہلی کا کران کو پڑھا۔ جزاؤ اللہ احسن الجزاء۔

مینار ہندوؤں کی ساختہ ہونے کے متعلق ایک ثبوت یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مسجدوں میں عموماً دو دو مینار ہوتے ہیں اور یہ فرد ہے، لیکن دو دو مینار بنانے کا طریقہ تو صرف تین ہی صدیوں سے چلا ہے ورنہ ذیل کے واقعات سے معلوم ہو گا کہ اس سے پہلے مسلمان مسجدوں میں ایک ہی مینار رکھا کرتے تھے۔ جسے ”ماذنہ“ کہتے تھے۔

(۱) ابن طولکئی مسجد جو قاہرہ میں ۶۷۹ھ میں بنی ہوئی اس میں ایک ہی مینار ہے۔

(۲) محمود غزنوی کے بنائے ہوئے دو مینار غزنی میں جو تقریباً ۱۰۰۰ھ میں بنے ہیں۔

یہ دونوں مینار مختلف بلندی کے ہیں اور دونوں میں نصف میل کا فصل ہے۔ اس لیے یہ دونوں مینار دو جدا جدا مسجدوں کے ہوں گے (نہ کہ ایک کے)۔

(۳) سلطان برکت کی مسجد قاہرہ میں جو ۱۰۸۷ھ میں بنی ہوئی اس کا بھی ایک ہی مینار ہے۔

(۴) کوئیل (Kohil) کا مینار جو ۱۰۸۷ھ میں بنا تھا وہ بھی فرد ہے اور اس کی مقامی حالت بلحاظ مسجد سے فصل کے مجنسہ قطب مینا کی سی ہے۔

(۵) علاء الدین کی ادھنی مینار جو ۱۱۹۳ھ میں بنی (سننے سننے رہ گئی)۔

(۶) بیانے کی دو مسجدوں میں صرف ایک ہی مینار ہے اور وہ بھی صحن مسجد کے باہر

شمال و مشرق کے کونے میں ہیں۔ بخلاف قطب مینار کے یہ تو (صحن مسجد کے)

جنوب و مشرق کے کونے میں ہے۔ ان میں سے ایک مینار پر نصیر الدین محمد کا کتبہ ہے جو

۱۲۹۰ھ میں حکم راں تھا۔ ان سات مثالوں سے جن میں پانچ صدی سے زیادہ کا

زمانہ پھیلا ہوا ہے اور اکبر شاہ سے ایک سو آٹھ برس پہلے تک یہ بات ظاہر ہے کہ اس

وقت تک مسلمانوں میں مسجدوں میں ایک ہی مینار بنانے کا دستور تھا۔ یہ کہ قطب مینا

در اصل ماذنہ تھا اس کا ثبوت خود اس کے کتبوں سے ملتا ہے جن سے کبھی چشم پوشی

نہیں کی جاسکتی۔ نیز ابو الفدا نے بھی اسے ماذنہ ہی لکھا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ

مسلمانوں ہی کا ڈزٹین (خاکہ) تھا اس کی تائید میں وہ واقعہ موجود ہے کہ دہلی کے

فانچین غزنی کے حکم راں تھے جو محمود غزنوی کے میناروں (کے طرز) سے وقف

ہے اور انہیں نظیر میں پیش کرتا ہوں کہ راجہ ملک سرکار عالی نظام کے قطعہ میں ”ایک مینار کی مسجد“ مشہور ہے اس کا

بھی ایک ہی مینار کا دوہرا نام ہی کرماند اور گنہ اور میں ہے جو ۹۱۹ھ میں بعد سلطان محمود گنہی ملک غنہ نے بنوایا تھا۔ ۱۲

تھے جن کا طرز (star polygon) ستارہ نما کثیر الزوایا وضع کا گہرے
 ننگورے دارزاویوں کا ہے۔ قطب مینار کے بنائے میں مسلمانوں کی ایک
 خاص غرض بھی مد نظر تھی جو ان کے مذہب کے روزانہ (بلکہ پنج وقتہ) عمل سے متعلق ہے۔
 اس لیے مجھے یقین دلائل ہیں کہ یہ عمارت غرض اور طرز دونوں اعتبار سے
 خالصاً مسلمانوں کی ہے۔ اگرچہ ساری عمارت نہیں تو اکثر عمارت کا حصہ خصوصاً
 چڑھی ہوئی اور گولے دار محرابوں کی وضع قطع البتہ ہندو الہی طرز کی ہے۔

مسٹر بگلر کا آخری نوٹ

میری اب تک قطب مینار اور مسجد کی نسبت وہی راہ
 تھی جو کہ میں نے رپورٹ میں لکھی ہے۔ چوں کہ
 میں نے (اپنی رپورٹ کو) اس کلیہ فرضیہ سے شروع کیا تھا کہ بنیادیں اور
 مسجد کے اندرونی اور بیرونی احاطوں کی دیواروں کے وہ حصے جو سطح زمین
 سے بہت ہیں دراصل اہل ہندو کے (بنائے ہوئے) ہیں تو مجھے اُس
 نتیجے پر پونہ چنانا کر رہا تھا جو میں نے ظاہر کیا۔ لیکن اسی سال کے اوائل
 ماہ نومبر میں میل اور جنرل صاحب دونوں مل کر قطب صاحب کی باقی ماندہ عمارتوں
 کو دیکھنے گئے اور صاحب موصوفے مجھے اختلافات دکھلائے جن سے
 صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ اندرونی اور بیرونی احاطے بحالت موجودہ دراصل
 ہندوؤں (کے زمانے) کے نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ
 بعض بعض حصص اور اغلباً مسجد کی پچیس کی دیوار کا وہ حصہ جو اصل مسجد کے
 بالکل عقب میں ہے ہندوئی ہے۔ مجھے ضرور معلوم دیتا ہے کہ میں اس امر پر غور کروں
 اور خاص طور پر اس (امر) کا اظہار کروں۔ جیسا کہ میں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ

۱۔ جنرل صاحب کا نوٹ۔ میں بگلر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ہندوؤں کے معابد کو مینار سے
 کیا تعلق ہے۔ کیا ہندوؤں نے مسلمانوں کی فتوحات سے پہلے یا بعد کوئی ایسی مینار
 بنائی ہے۔ اور سب سے بڑھ کے یہ کہ ایسی مینار کے بنانے سے ہندوؤں کی
 کون سی غرض پوری ہوتی تھی۔ ۱۲

مسجد کی تمام دیواروں کا مال مسالاجس کو میں نے ہندوانی بتلایا ہر ٹھیک طور پر وہ ہندوانی ہی ہے۔ سوائے اندرونی احاطے کی جنوبی دیوار کے ایک حصے کے جس میں ایک نہیں بلکہ کئی پتھر ایسے لگے ہوئے ہیں کہ جن میں آگے بڑھے ہوئے توڑے لگے ہوئے ہیں یا کسی زمانے میں لگے ہوئے تھے۔ جنرل صاحب نے مجھ کو مسجد کی پچھیت کی دیوار میں چند ایسے پتھر بتلائے کہ جو اگٹے لگے ہوئے تھے اور جن کے اندر تصویریں بنی ہوئی تھیں اور علاوہ اس کے وہ دُری کا رُس بھی بتلائی جو مسجد کی پچھیت کی دیوار کے برابر کوٹنے تک چلی گئی ہے۔ جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ اندرونی احاطہ کسی زمانے میں مکمل تھا اور باہر سے وہی کارشن التمش کے زمانے کے توسیع کردہ عمارتی حصے میں بھی تھوڑا سا حصہ کا مال مسالا اور ساخت بالکل قطب صاحب کی مسجد کی وضع کی ہے۔ (دیکھئے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کی ساری ایک ہی سلسل دیوار ہے۔ لیکن میں نے پہلے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ قطب صاحب کی مسجد کے احاطے کے نوٹنے کے پاس کارشن (کارخ) مڑ گیا ہے اور اس طرح کی اور فروگزاشتوں کی وجہ سے اب مجھے یقین ہوتا ہے کہ قطب صاحب کی مسجد اور سلطان التمش کی توسیعات کی بنیادیں اور دیواریں (بجز شاید ایک تھوڑے غیر محدود حصے کے) سب مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس بات کے تسلیم کر لینے کے بعد جو دلائل کہ میں نے اپنی رپورٹ میں بیان کیے ہیں وہ بالکل بدل جاتے ہیں مگر بریں ہم اُن کی موزونیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ میں نے (اپنی رپورٹ کو) اس کلیہ فرضیہ سے شروع کیا تھا کہ بنیادیں تمام ہندوانی ہیں اور میں نے اس بات کو ثابت کیا تھا کہ بحالت موجودہ مسجد کے دوسرے حصے مسلمانوں کے (بنائے ہوئے) ہونے نہیں سکتے۔ اور چون کہ مینار اصولاً مسجد کا ایک جزو لا ینفک ہے لہذا وہ بھی مسلمانوں کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا (یعنی جب مسجد مسلمانوں کی بنا کر وہ نہ ٹھہری تو مینار جو اُسی کا ایک جزو ہے مسلمانوں کا کیسے سمجھا جاسکتا ہے) (لیکن) اب میرا یہ خیال ہے کہ بنیادیں بھی ہندوؤں کی نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ تو (ایسی حالت میں) میری تمام پچھلی دلیلیں بھی نہایت درست

اس کے اثبات کی طرف منجرب ہیں کہ (کام کا) جو حصہ ہندوؤں کا بنایا ہوا (میں نے) فرض کیا تھا (لا محالہ) وہ بھی مسلمانوں سے منسوب ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ میرے استدلال کا دارودرا اس بات پر تھا کہ جس زمانے کی بنیادیں ہیں اسی زمانے کا مینار بھی ہے۔ اور چون کہ میں نے ایک غلط مفروضہ اختیار کیا تھا۔ بالضرور استدلالاً ایک غلط نتیجہ پر پہنچا (یعنی بناءً انفاً مسلکاً عنک الفاسد) کہ مینار اہل ہندو کا بنایا ہوا ہے۔ اب میں بلا تامل نہایت خوشی سے اپنی بڑی بیماری غلطی کو جو مجھ سے سرزد ہوئی تسلیم کرتا ہوں۔ اور جنرل صاحب کو معلوم ہو جائے گا کہ جس کو صاحب موصوف نے میرا خیالی قاعدہ فرمایا ہے وہی قاعدہ ان کی رائے کی تائید میں بھی ایک سب سے زیادہ قوی ثبوت ہے۔ بناؤ علیہ اب میری یہ رائے ہے کہ جس قدر مجھے کو میں نے اپنی رپورٹ میں ہندوؤں سے منسوب کیا ہے وہ سب قطب الدین اور التمش کے زمانے کے مسلمانوں سے متعلق بنا دیا جائے اور نیز یہ کہ جس کام کو میں نے (مذکورہ ہی سے) مسلمانوں سے منسوب کیا ہے وہ وہی حقیقت ان تقدس و حرمت مابعد اور مرتبوں کا نتیجہ ہے جو پہلے اول میں علاء الدین خلجی اور دہلی دوم میں فیروز شاہ (تغلق) نے کرائی تھیں۔ چنانچہ ان دونوں مرتبوں کے متعلق کتب تواریخ میں صاف لکھا ہے کہ زمانے کے دست برد سے جو نقصان شمار لے کو پہنچا تھا (ان دونوں بادشاہوں نے) ایک وسیع پیمانے پر مرمت کرائی۔ و ہلہ سوم میں وہ ترمیمیں بلا تصحیح ہیں جو فیروز شاہ کے بعد لازمی طور پر ہر بادشاہ نے اپنے اپنے وقت میں کرائی ہوں گی جن کی تفصیل سے تاریخ ساکت ہے۔ باقی حال ساری کی ساری عبارت بنی تو ہندوؤں ہی کے ہاتھ سے ہے جس کی بدیہی وجہ یہ ہے کہ قطب الدین اور التمش کو جو کچھ گریہ میر آئے وہ ہندو ہی تھے۔ میں اس موقع پر جنرل کشنم صاحب کی مہربانی اور اس تحمل کا جو صاحب موصوف نے مجھے میری غلطی پر متنبہ کرنے میں (برداشت) فرمایا۔ علی الاعلان اظہار کرتا ہوں۔ غلطی بھی کیسی غلطی کہ جس کی تصحیح محض دلائل (تحریری) سے نہیں ہو سکتی تھی اور اگر ہم دونوں (مل کر) ہر موقع نہ جاتے تو غلطی اسی طرح تصحیح رہ جاتی کیوں کہ جنرل صاحب کے کسی استدلال نے میرے دلائل کی واجبیہ کو اور نہ میرے ”خیالی“ قواعد کو جن کے محکوم مسجد کے حصے اور منار میں جنبش نہیں دی۔

میں اپنے آئندہ مضمون میں اپنے اُسی قانون کو اُن عمارات سے منطبق کر کے بتلاؤں گا جن میں کسی قسم کا شعبہ نہیں ہے کہ وہ ہندو کی بنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً وسط ہند کے بڑے بڑے عالی شان مندر جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہندو ماہرین فن عمارت اُس قانون کو خوب جانتے تھے اور یہی میرے استدلال کی جڑ ہے۔ اگرچہ قطب صاحب کی عمارتیں مسلمان بادشاہوں کے حکم سے بنائی گئیں اور انہیں کے صواب دید پر عمارتوں کا ڈول ڈالا گیا لیکن طرز تعمیر خواہ وہ تفصیل ہو یا جزئی اور نیز نقش و نگار اور آراستگی (کا ڈھنگ) وہ تو سارے کا سارا ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں تھا۔

جنرل صاحب کا آخری فیصلہ یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ قطب مینار کے کھنڈوں

اور ٹکڑوں کے باہمی فصل ارتقاعی کاتین کوئی اتفاقی بات تو تھی بلکہ ضروری کہ وہی حسابی یا تقلیدی عمل ارتقا پر مبنی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ عمل بالکل سیدھا سا تھا لیکن پھر بھی ہم اُس کی دریافت سے محض اس وجہ سے قاصر رہے کہ ہر کھنڈ کے فاصلہ درمیانی کی صحیح صحیح ناپ حاصل کرنے میں بڑی دقت ہو۔ اور جو کئی جگہ خیالی قواعد کا ذکر آیا ہو اُس سے مراد یہی حسابی اور تقلیدی گڑبگڑ جس کی رو سے قطب مینار بنائی گئی ہو۔ اگر مینار کی بلندی خارج نہ ہوتی اور ہر کھنڈ کا صحیح ناپ مل جاتا تو ممکن تھا کہ اُس پر سے ریاضی والے لوگ اُن اصول موضوعہ کو معلوم کر سکتے جن پر سے قطب مینار بنائی گئی ہو۔

صفت شکل سنارہ کہ زخمت سناس

ادھوری لارٹ

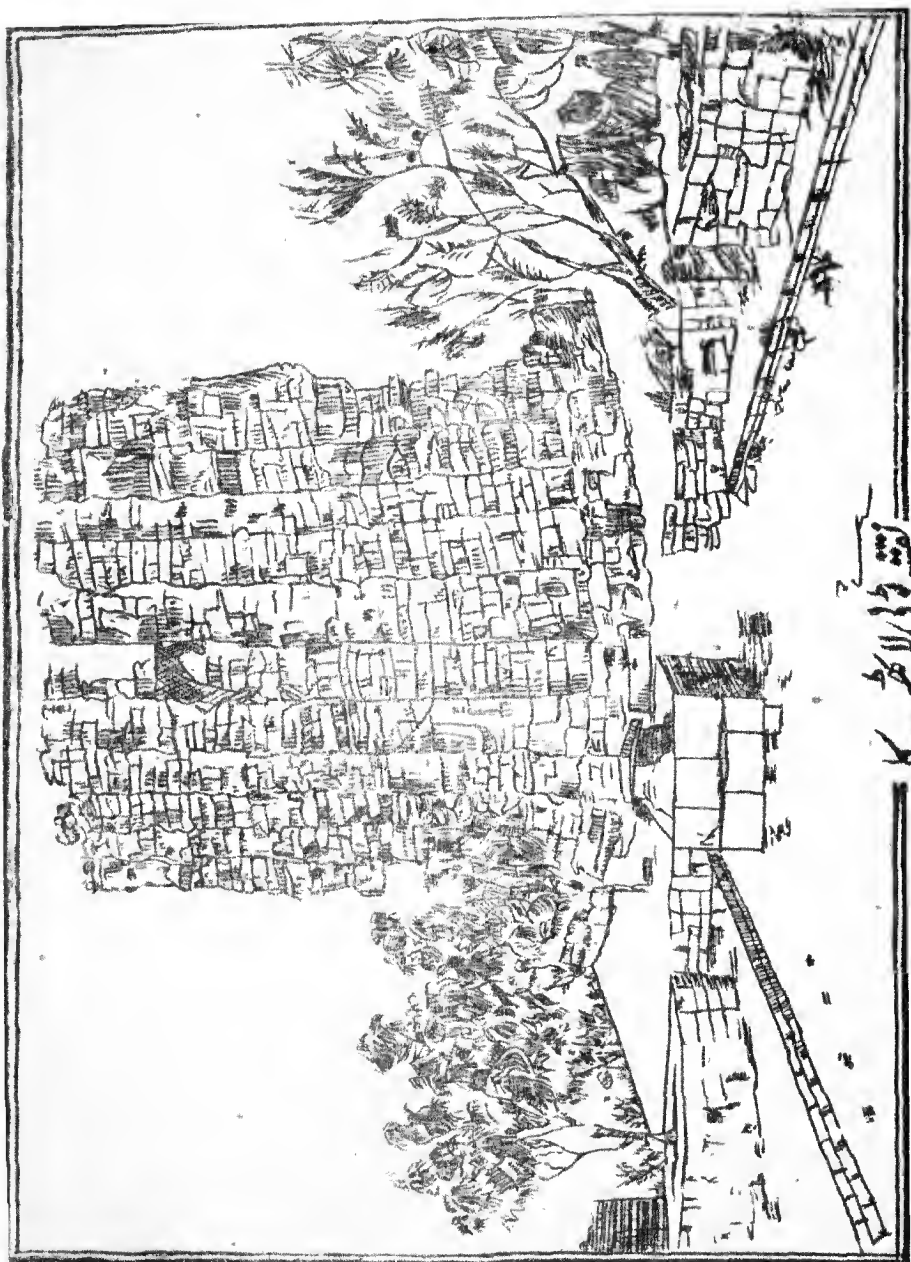
از پی خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں

۱۱
۱۱
۱۱

از پی سقف فلک شیشہ رنگ
درتہ او داشتہ نعلین ستوں
گنبد سنگ فلک سنگ یافت
سنگ زرد کی خورشید شدہ است
زور خورشید عیاری نمود

شکل سنارہ چوستوئے ز سنگ
سقف سما کہ کہنی شد نگوں
تا سرش از اوج گردول شتافت
آن کہ ز دربر سرش افشردہ است
سنگ و می از بس کہ بخورشید سود

نقصه وانی لاله کا



سب سترنگیں کہ سترنگیں سپھر
گرنے خوف شد فلک شیشہ ساز
دین اور اکلاہ افگندہ ماہ
ماہ غمیدہ شب تا سحر
زاں خلد ہر بار کہ درابر داد
شد چو بلند از شرف نفس خویش
بر ملکش سایہ طرف بر طرف
از پل بر رفتن ہفت آسمان
گردش کرد و موزن چو گشت
موزن آسما کہ اقامت کشید
مسجد جامع زوروں چون شبت

آمدہ از مہر شدہ ہم ہمہ
از چہ بران سنگ بود شیشہ باز
بلک فتادش کہ دیدن کلاہ
کز سر سختش خلد دار دبہر
برق ز جاجست و دیگر جافتاد
ز دہلندی بجن چرخ نیش
تا فلکش پایہ شرف بر شرف
کرد زمین تا بفلک ز دہان
قامتش از مسجد عیسیٰ گشت
قامت موزن نتواند رسید
حوض زیروں شدہ کوثر سرست

(تیسرے دروازے کی طرف سے)

مسجد قوۃ الاسلام کے متعلق یہ ایک آخری دل چسپ مقام ہے۔ یہ قطب مینار سے کوئی پاؤں میل کے فصل پر ہے۔

حضرت امیر خسرو اس نامی مینار کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”علاء الدین غلی نے ایک دوسری مینار جامع مسجد کے جوڑ کی بنوائی چاہی جو اس وقت سب سے مشہور مینار تھی اور نشانہ تھا کہ یہ منار اتنی بلند ہو کہ جس سے زیادہ اونچا کرنا ناممکن ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ قطب مینار سے اس کا وزن گنا ہو اور اسی مناسبت سے وہ بلند بھی کی جائے (تاریخ ہند مصنفہ النیث صاحب جلد سوم صفحہ ۷۷)“

ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ افسوس ہو کہ بادشاہ کی زندگی نے وفانہ کی اور وہ اپنا ارادہ پورا نہ کرنے پایا تھا کہ جاں بحق ہو گیا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بستر نہیں سامان سو برس کا ہر کل کی خبر نہیں

۱۲۔ بیت المقدس

۱۳۔ موزن نذر از اذان بمعنی کبترہ کہ موزن بر آں ایستادہ اذان می گوید۔ ۱۲

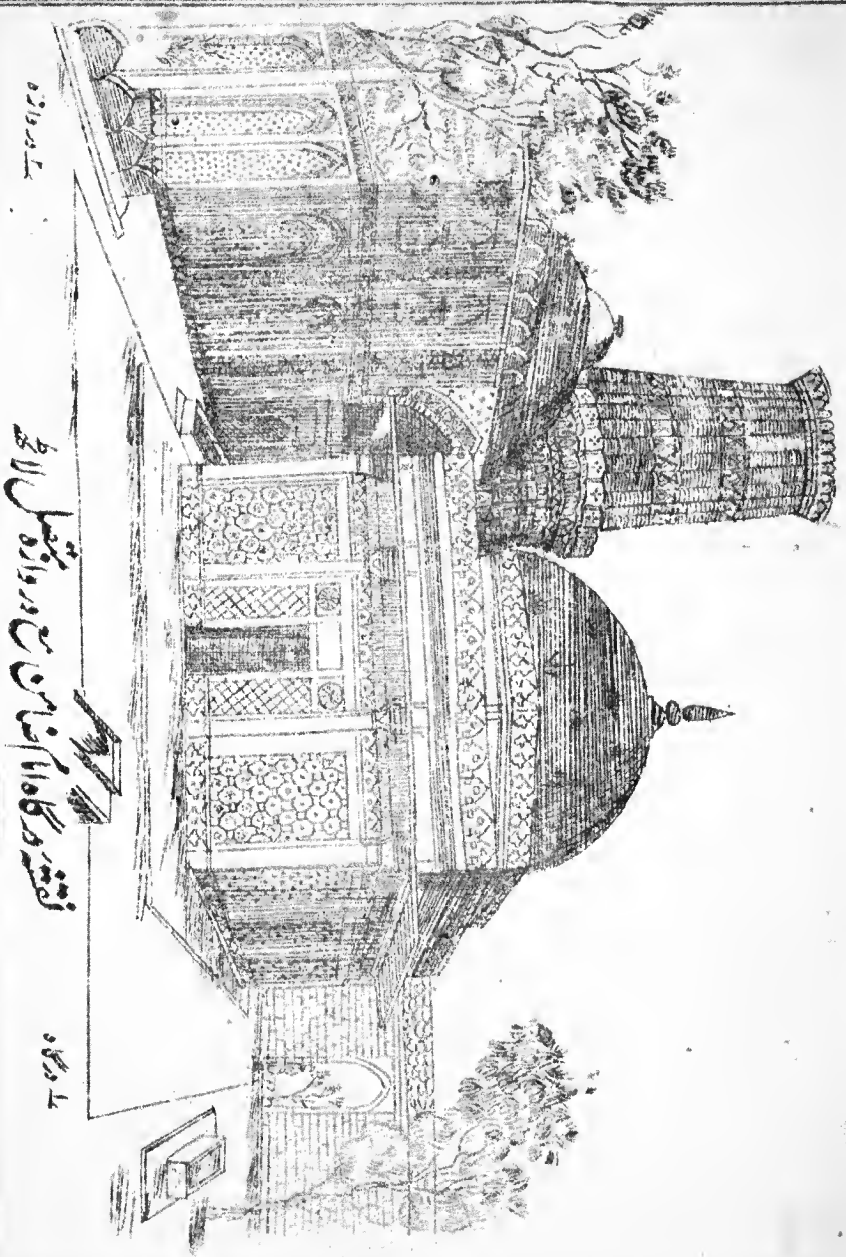
مینار کی موجودہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ بننے بننے رہ گئی۔ جتنی بچی ہو صرف ایک ڈھانچ ہو اس عظیم الشان مینار کا جس پر بہت کچھ صنایعی صرف کی جانے والی تھی۔ ایسی حالت میں اس بات کا اندازہ کرنا فضول ہے کہ اس کا روکار کس قسم کا بنانا مرکوز خاطر تھا۔ موجودہ حالت اس کی یہ ہے کہ پائے میں بتیس ضلعے ہیں جن میں کا ہر ضلع آٹھ فیٹ کا ہے۔ بقول کشنکھم صاحب مینار کی شکل بظاہر ایک بڑے بھاری *leah wheel* (وہ پہیہ جس میں دانے بنے ہوئے ہوں) کی سی ہے۔ اس میں تمام تر سنگ خارا لگا ہوا ہے۔ اس کا چوڑا ۲۲ فٹ مربع اور ۲۲ انچ اونچا ہے۔ کشنکھم صاحب اس کا دور ۲۵۴ فٹ بتلاتے ہیں اور کا اسٹیفن صاحب ۲۵۴ فٹ اور فرینکلن صاحب (جنہوں نے اس مینار کو ۱۲۲ برس اول دیکھا تھا) ۲۵۲ فٹ دور بتلاتے ہیں۔ یہ دونی دیوار کا آثار ۹ فٹ ہو اور کل مینار کرسی ہیئت ۸۰ فٹ بلند ہے۔ مینار کا قطر جس کے اطراف چکر دار زینہ بنانا مقصود تھا ۲۸ فٹ ہے اور زینے کی چکڑاں ۹ فٹ ۹ انچ۔ اس مینار کی تعمیر ۱۳۱۱ھ میں شروع ہوئی اور علاء الدین خلجی کی وفات سے ۱۳۱۶ھ میں ملتوی ہو گئی۔

عام حالات

یہ عام حالات اس مشہور مسجد قوت الاسلام کے تھے جسے سید آئینہ اور جامع دہلی بھی کہتے تھے۔ اس مسجد کو قطب الدین ایکٹ

مندروں کو توڑ کر ان کے مال مسالے سے بنایا تھا۔ مندروں کو ہاتھیوں سے ڈھوایا گیا اور جو پیسہ لوٹ کا ہاتھ لگا سب اس مسجد میں لگایا گیا۔ اس مسجد کے سامنے شمس الدین التمش نے بکراجیت کا بت جسے مہاکال کے مندر سے لایا تھا ایک بھندل مقام پر رکھا تھا۔ اور اس کے بعد سلطان علاء الدین خلجی ۳۰۰۰ میں سو منات کے مندر کی لوٹ کے بعد جو بت وہاں سے لایا تھا اور جس کے لئے ایک ہزار اشرفیاں ملتی تھیں مگر قبول نہ کیں۔ اس بت کے ٹکرے ٹکرے کر کے اسی مسجد کے دروازے کے فرش میں لگا دیا تھا چنانچہ ستر بگلر کی کھدائی میں

۱۲ یہ لفظ میرا نہیں ہے بلکہ اسٹیفن صاحب نے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔



ط دروازه

نقشه درگاه امامان معصومین

ط درگاه

دوبت سنگ سیاہ کے مسجد کے شمالی دروازے میں گرے ہوئے نکلے تھے
 ۱۲۳۷ء میں پرانی دلی کے لمحدوں نے اس مسجد کو لوٹ ڈالا اور تیمور کے تسلط کے
 ابتدائی دنوں میں ہندو بھاگ کر اسی مسجد میں چھپے تھے۔ تیمور نے اُن کا تعاقب
 مسجد تک کیا۔ اُس زمانے میں دلی کے تین شہر جدا جدا تھے۔ سب کو یکے بعد دیگرے
 دھڑی دھڑی کر کے لوٹا۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے (۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۷ء) میں ابن بطوطہ
 نے اس مسجد کو دیکھا تھا اُس نے لکھا ہے کہ ”اس شہر کا جواب کیا بلحاظ اُس کی
 عظمت اور وسعت کے اور کیا باعتبار حسن و خوبی کے دنیا کے پردے پر نہیں ہے۔“

امام ضامن کا مقبرہ

۹۴۲ھ
 ۱۵۳۷ء

آپ کا نام امام محمد علی اور آپ کا مزار ”سیدین بامینار“
 کے نام سے مشہور ہے۔ سکندر لودی کے عہد میں
 آپ مشہد مقدس سے تشریف لائے تھے۔ آپ کا
 مسجد قوت الاسلام کے متعلق کوئی بڑا عہدہ تھا آپ

اپنی زندگی ہی میں اپنا نہایت خوب صورت منقش گنبد دار مقبرہ ۹۴۲ھ میں بنایا تھا
 اور اُسی میں آپ آسودہ ہیں۔ مقبرہ علانی دروازے سے لگا ہوا کوئی دس گز کے
 فاصلے سے ہے اور اب تک نہایت عمدہ حالت میں زمانے کی دست برد سے محفوظ ہے
 یہ مقبرہ ۲۴ فٹ مربع اور ۴ فٹ اونچا ہے۔ اس مقبرے کے تین طرف سنگ سرخ
 کی جالیاں ہیں۔ جنوبی دیوار میں اندر جانے کا دروازہ ہے جس کی چوکھٹ سنگ مرمر
 کی ہے جس کے دونوں طرف اُسی وضع کی جالیاں ہیں جیسی کہ سامنے واریں۔
 چاروں کونوں کے چار ستون ملا کر مقبرے کے بارہ ستون ہیں۔ ان ستونوں کے
 بالائی حصوں اور ٹیٹھک میں نقاشی کا بہت کام ہے۔ بالائی حصے سے محراب کی گولائی
 شروع ہوتی ہے اور ایک چھوٹے گنبد کے چاروں طرف ہے جس سے چار فیٹ چھپت کے
 اطراف ایک نہایت غوشن نما اور آراستہ منڈیر ہے۔ گنبد سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے
 مگر اُس کے اوپر پلاستر کر دیا گیا ہے جس پر دو قنافذ سفیدی ہوئی ہیں۔ اگرچہ مقبرے
 کی چھت بہت ہی نیکن خوب صورت اور خوش وضع ہے جو دشمن چار دیواری پر
 بھٹی ہوئی ہے۔ قبر سنگ مرمر کی (۴ فٹ لمبی۔ ۴ فٹ چوڑی۔ ۱۸ انچ اونچی بالکل

سادی سودی ہو۔ قبر کے سر پہنے سنگ سرخ کا ایک خاق دو فیٹ اونچا ہو۔ گنبد کے دروازے کی پیشانی پر سنگ مرمر کی ایک بڑی تختی پر مخط نسخ و طغریٰ چار سطر کا یہ کتبہ ہو جو بہت پیچیدہ ہو اور بہ مشکل پڑھا جاتا ہو :-

(پہلی سطر) بسم الله الرحمن الرحيم وظیفہ حمد و دعا نیکہ عجاویران جلیل
قدس و ساکنان روضہ اش باں قیام نمایند تا داخل او ند
کر مقیم در گاہ او دنیا و آخرت را فداے راه او نموده
و نقد جان و دل پیکی این گل را صرف بار گاہ او
(دوسری سطر) فرموده و در درود و افرود تحیات متکاثره بہ مشہد معظم

وخطیرہ منور شفیع روز محشر و آل اصحاب طہر و واصل
و متواصل باد و مجتہد موفی الخیرات و مبشر البریات
توفیق انہی را رفیق حضرت ہدایت مرتبت صفوت محمد علی حسینی مشرب
حسینی نسبت عملہ سادات عظام خلاصہ اتقیائے کرام
عیسی عالم تجرید موسی کوہ عزالت و تفرید المویل من عند اللہ
الغنی قطب الملة والطريقة سید حسینی الحسینی گردانید
تا این بقعہ شریف و منزل لطیف را احداث غورہ و میت
فرمود کہ چون

درت ک۔ اندیک قیامت پیوند باد لبزاید و بتشریف
ادخلیها لبسلام آمین مشرف گردیده بسوی حظیرہ
قدس و روضہ الشہداء نماید مقبرہ فایض الانوار
حضرت این بقعہ نامہ ارفض ما ان باشد اتمام ہذا البقعة
فی شہور سنہ اربع و اربعین و تسعمائے -

آہنی ستون | اُس مشہور آہنی ستون کو جسے لوہے کی لاٹ کہتے ہیں اُس کو مسٹر پرنسپ راجد و معاوا ایک معروف شخص سے غنوب کرنے میں اس کی اصلی حقیقت بھی زمانے کی تاریکی میں نظر

نہیں آتی اور اس کے متعلق ہوا بات بھی ایسی ہی گڈ میں جیسے کہ اس بانی کا شخص
عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ ستون راجہ انتگ پال اول کا بنایا ہوا ہے جو راجہ پتھور کے مندر
میں استادہ کیا گیا تھا۔ جب اس مندر کو توڑا تو ڈاکٹر قطب الدین ایک نے مسجد بنالیا
تو اس ستون کو جہاں پہلے سے کھڑا تھا وہیں چھوڑ دیا لیکن روایت یا درایت کسی سے
بھی اس کے باقی یا غرض بنا پر روشنی نہیں پڑتی۔ ڈاکٹر جھاؤ دہی کا خیال ہے کہ یہ ستون
جس پر دہاؤ کا کتبہ کھدا ہوا ہے اپنی اصلی جگہ پر برقرار نہیں ہے بلکہ وہ کسی وشنو کے
مند میں تھا۔ یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہے کہ وشنو کا مندر اور وشنو پانڈاری کہاں واقع
تھے۔ اگرچہ مسجد قوت الاسلام میں اب بھی دسویں اور گیارھویں صدی کے
جین - شیو اور وشنو مندروں کے پتھر لگے ہوئے موجود ہیں مگر اس ستون کے
اس مقام پر کھڑے کیے جانے کی کوئی معقول وجہ یقینی طور پر معلوم نہیں ہوئی۔ یہ
ستون مصفا اور بجلی بنائے ہوئے لوہے کا ہے۔ چاندنامی شاعر نے کہا ہے کہ
راجہ نے سون لوہا منگو کر کھڑوایا پھر لوہاروں نے اس کا ایک ستون پانچ ہاتھ
لمبا بنایا۔ "کانو اول برتھی راج ریاسا"۔

سر سید اسے ڈھلے ہوئے لوہے کا لکھتے ہیں۔ لیکن اکثر سیاحوں اور دیگر
اصحاب نے اس ستون کو بیچر سی دھات کا کہا ہے جو پیتل - تانبا - اور دوسرے
مکرب اجزاء سے بنا ہے۔ جو کوے ماٹ (Kue-mant) اس
ستون کو نرم لوہے کا بتلاتا ہے۔ ڈاکٹر مرے اس منجھوں نے جنرل سنگھم کی
خواہش پر اس کے ایک ٹکڑے کی کیمیائی تجزی کی تھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ستون صرف
نرم لوہے کا نہیں ہے بلکہ یہ مختلف چند دھاتوں سے بنا ہے۔ جو کھڑا جاسکتا ہے اور جس کا
ثقل منفص Specific gravity ۷.۶۶ ہے۔ لیکن ڈاکٹر
جھاؤ جی کو اصرار ہے کہ اس ستون میں لوہا مطلق نہیں ہے بلکہ یہ مختلف دھاتوں کا
مکرب ہے۔ اس ستون کی ٹھیک بلندی ۲۳ فٹ - ۸ انچ ہے۔ موجودہ چوڑا بننے
کے پیشتر ۲۲ ۱/۲ فٹ کے قریب اور پتھا اور قریب چوڑا ۸ انچ کے زمین کے اندر
کڑا ہوا تھا۔ ستون کی جڑ نے قاعدہ لٹو کی شکل ہے جو چھوٹی چھوٹی آہنی سلاخوں پر
لگی ہوئی ہے اور ستون کو مینے سے پتھر میں جما دیا گیا ہے۔ ستون کی برہی ناچوٹی

۳۰ فیٹ لمبی ہو اور صاف حصہ ستون کا ۱۵ فیٹ لمبا ہو۔ باقی حصہ بن گھڑا جو جس کے جوڑ بھی اچھی طرح سے پیوست نہیں کیئے گئے۔ ستون کے حصہ اسفل کا قطر ۴۲-۱۶ انچ ہو اور بالائی حصے کا قطر ۵۰-۱۲۔ اس ستون پر لوگوں نے گویاں بھی چلائی ہیں اور دو نشان توپ کے گولوں کے بھی موجود ہیں جو ستون کے پہلو کو چاٹتے ہوئے نفل گئے ہیں مگر ستون کے درمیانی حصہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس ستون کے متعلق بہت سی روایات زباں زد خاص و عام ہیں۔ جنرل کشکم نے جو قول کچھ ٹھور ٹھکانے کے تھے سب اکٹھے کر لیئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں یہ ستون انگ پال کا بنوایا ہوا ہے جو بیلان پور کے نام سے مشہور تھا اور تنو خانہ دان کا بانی تھا۔ راجہ انگ پال سے کسی بزرگ برہمن نے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ کھم اچھی طرح شیش ناگ (جس کے پھنچو نیا ٹکی ہوئی ہے) کے سر پر مضبوط طور پر گاڑ دیا جائے گا تو جس طرح یہ ستون اٹل رہے گا اسی طرح تیری سلطنت بھی ابد قرار رہے گی۔ خیر ستون تو گر گسیا لیکن راجہ کے دل میں کھد بُدی لگ رہی تھی اور اُس کو اس بات کا یقین نہ آیا اور دل میں کہا کہ لاؤ برہمن کی بات کو آزما کر تو دیکھیں چنانچہ اُس نے اس ستون کو اکھڑا دیا تو یہ بات عجیب و غریب دیکھ کر اُس کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے کہ ستون کی جڑ ساری خون سے بھری ہوئی تھی کہا یہ تو برہمن کی بات سچ تھی۔ یہ ستون سانپ کے سر پر کڑا ہوا تھا اور یہ خون اُسی کا ہے۔ راجہ گھبرا یا اور کہا کہ جو نہ ہونا تھا سو ہوا خیر اب کسی نہ کسی طرح اسے پھیر چوں کا توں گاڑ دو۔ پھر ہزار کوشش کی مگر ستون کو نہ جمنّا تھا نہ جما۔ زمین میں وہ اچھی طرح نہ پھنسا اور سورخ میں ڈھیلارہا۔ وہ جو سانپ تھا جس کا سر ستون کے بوجھ سے دبا ہوا تھا وہ چلتا ہوا۔

خ اب جا چکا ہے سانپ تو پٹیا لکیر کر۔ چنانچہ یہ وہاں مشہور ہے۔

کلی نوڈھلی بھئی۔ شمار بھیا ست پین

یعنی ستون تو ہو گیا ڈھیلارہا اور تمار خانہ دان کی مراد پوری ہوئی۔ اسی حکایت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ چاندنامی شاعر نے تو اس پر ایک کتاب ہی لکھ ڈالی جس کا نام ”پر تھی راج روسا در باب کلی وھلی کتھاؤ“ اس نے بھی بھینسہ وہی قصہ لکھا ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ وہ اس واقعے کو راجہ انگ پال

دوم سے منسوب کرتا ہوں۔ ریاست گوالیار کا کھگر بھاٹ اس واقعہ کا سال ۱۷۳۷ء بتلاتا ہے اور سرسید رائے پتھورہ خاندان ہنود کے آخری راجہ کے زمانے میں اس امر کا وقوع کہتے ہیں۔ سٹر وھیل اس سنون کو پانڈرا جاؤں کا کہتے ہیں۔ بقول چاند انگ پال ثانی نے ایک بڑا بزرگ بیاس نامی سے اپنے پوتے کی پیدائش کی نیک ساعت دریافت کی۔ اُس نے کہا کہ ”یہ ساعت بہت نیک ہے۔ تمہارے راج کو زوال نہیں جس کی جڑ شیش ناگ کے پھن پر گڑنی ہوئی ہو۔“ لیکن راجہ کو بیاس کی بات کا یقین نہ آیا۔ تب ویاس نے اپنی بات کی تصدیق یوں کرائی کہ ایک لٹے کی سلاخ لی اور اُسے ساٹھ انگل زمین میں یہاں تک دھنسا یا کہ وہ سانپ کے پھن تک جا پہنچی تب اُس نے سلاخ کو نکالا اور راجہ کو دکھلایا کہ لودکچھو اس کا سرا اسی شیش ناگ کے خون سے بھرا ہوا ہے یا نہیں۔ تب بیاس نے راجہ سے کہا کہ تو نے میری بات نہ مانی۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ تیرا راج اس سلاخ کی طرح ڈمگ لگ گیا ہے یعنی ستر لڑل ہو گیا اور یہ دوا کہا:۔

بیاس جگ جوتیوں بولایہ باتیں مٹنے والی ہیں

تمہارے تباہ اور تھوڑے دنوں میں ترک

کلکتہ جیل میں ایک شخص نے جو تراسی برس ہونے آئے کہ دلی گیا تھا ایک مضمون لکھا تھا کہ مقامی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ سنون کے برباد کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی گئی۔ نادر شاہ کا حکم نادر علی اس کو کھود کر پھینک دیئے گا ہوا۔ لیکن فردور کام نہ کر سکے۔ سانپ نے اپنا پھن ہلانا شروع کیا جس کی وجہ سے ایک سخت زلزلہ بھی آیا۔ دوسرے دن میں مرہٹوں نے اس پر ایک بھاری توپ لگا دی لیکن اُس سے بھی کچھ نہ ہو سکا سوا سے اس کے کہ گولے کا تو ایک نشان پڑ گیا۔ یہ لوہے کی لاٹ بناوٹ کے لحاظ سے تو کوئی عجیب و غریب یا قابلِ قدر چیز نہیں ہے۔ اس پر کا کتبہ ازوقابلِ قدس و ہر۔ اُن کتبوں میں سے جو اس پر کھدے ہوئے ہیں یہ بات تعجب کی ہے کہ جو کتبہ سب سے پرانا ہے وہی سب سے زیادہ صاف اور واضح ہے۔ بعض لوگ اس کتبہ کھچٹی عیسوی

صدی کا کہتے ہیں۔ ۱۷۲۵ء میں کپتان آرچر۔ لارڈ کامبر میر کے ساتھ مالک مغربی و شمالی کے دورے کو آئے تھے تو انھوں نے اس کتبے کو دیکھ کے کہا کہ وہ ایسے قدیم خط میں ہو کہ اسے کوئی پڑھ ہی نہیں سکتا۔ ۱۷۴۴ء میں لفٹنٹ ولیم الیٹ نے بشپ کالج کے ڈاکٹر ٹی کے لیے اس کتبے کا چربہ اتار اٹھا لیکن وہ کچھ ایسا نئے ڈھنگ کا اُترا کہ ایک لفظ بھی پڑھانہ کیا۔ چار برس بعد کرنل برٹ Col. Baudouin نے جو بنگال کے ایک انجینئر تھے انھوں نے البتہ اس بارے میں کچھ کامیابی حاصل کی اور ہمارے سب سے بڑے ماہر فن آثار قدیمہ مسٹر جیمس پرنسپ James Prinsep نے اصلی کتبے کو سن و سن امارا اور زمانہ حال کی موجودہ ناگری اور انگریزی میں ترجمہ کر کے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جنرل میں چھپوا دیا۔ لیکن مسٹر پرنسپ کے ترجمے پر بھی کچھ مشہور اور نامور ڈاکٹر بھانڈو داجی نے بڑی حرف گیری کی جو ۱۳ اپریل ۱۸۳۷ء کو اسی سوسائٹی میں ایک بڑا فاضلانہ مضمون پڑھا۔ اس کتبے کا خط قدیم زمانے کی ناگری جو اس کا زمانہ پرنسپ اور جنرل کنگھم صاحبان قیسری یا چوتھی صدی قرار دیتے ہیں مگر مسٹر ڈاکٹر بھانڈو داجی صاحب نے اس کو اس سے بھی زیادہ پرانا خیال کر سنا ہے۔ جنرل صاحب اس تحریر کو گپتا کے زمانے کے خط تحریر کے مائل بتلاتے ہیں لیکن ڈاکٹر بھانڈو داجی جن کی رائے سے دلی کے علمائے سنسکرت متفق ہیں اس کو گپتا کے زمانے کے بعد کی تحریر قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ لفظوں کے اور باترے دیئے کا رواج گپتاؤں کے زمانے کے بعد دیکھا گیا ہے۔ اس کتبے کی رو سے کتابت مان کھاڑی کے اُن دو کتابت سے زیادہ ملتی جلتی ہو جو ملک بہار کے دو پہاڑی غاروں پر ہیں یعنی اننتا درم کے غار جو ناگرونا اور بارا بار میں ہیں۔ مسٹیفی صاحب طرز کتابت اور لٹسٹ الفاظ کے لحاظ سے اس کتبے کو عیسوی پانچویں صدی سے آٹھویں صدی کے شروع کا قرار دیتے ہیں۔ پنڈت بانکر لال صاحب دہلوی بھی ایک بڑی اتھارٹی (مستند) ہیں انھوں نے بھی اس سنوں کی بابت یہی لکھا ہے جو ہم لکھ آئے۔ انھوں نے جو کچھ مزید روشنی ڈالی ہے اُس کو ہم ناظرین کے ملاحظے کے لیے لکھ دیتے ہیں کہ گوش زوہ اثر سے وارد۔ یہ سنوں لال بھٹی راج کے اُجاسرند کے بیچوں بیچ میں اکیلا کھڑا اپنی عظمت اور شان و شوکت دکھار رہا ہے۔ اُس کے کتبے کا

عجیب و غریب خط اُس کی اُس نے شمار قدامت کو بتلانا ہی جو اس کے بانی راجہ چندر گپت
پسر راجہ سمد راگپت و پسر راجہ کمار گپت کے زمانے کو گزرا۔ چندر گپت ایک بڑا جری دم
ایک بڑے خاندان کا شخص تھا۔ ہندوستان اور دوسرے راجہ اُس کے تابع فرمان
تھے اور وہی سب کا سردہر تھا۔ راجہ وشنو کا پیر و تھا اُس نے پانچویں صدی کے
اوائل میں یہ ستون سری وشنو کا بھٹا چڑھا لئے کو لوہے کا ڈھلوانا و باوجود اس قدر
زمانہ مدید گزرنے کے موتی اثرات سے محفوظ اور جوں کا توں کھڑا ہے اس کا بڑا بھاری
وزن اس کی گولائی اور موزونیت۔ اس کے یہاں لانے اور کھڑے کر سنے کی زحمت اور
وہ مشینیں جن کے ذریعے سے اتنی بھاری لاٹیاں کھڑی کر دی گئی انسان کو تعجب
اور محویت بنا کرتی ہے۔ کتبے میں بانی کا نام ”چندرا“ ہے جس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا
۔ چندرا سے مراد چندر گپت ثانی ہے۔ یہ بات ہم اس وجہ سے کہتے ہیں

کہ اس کتبے کی طرف کتابت بالکل اس راجہ کے عہد کی تحریر سے ملتی جلتی ہے۔ دوسری
بات یہ ہے کہ چندر گپت ثانی ہی وشنو کا بڑا بیٹا جری تھا اور یہ لاٹ بھی وشنو کے مندر کی ہے۔
چندر کے ساتھ گپت کا لفظ معض نظم کی رعایت سے چھوڑ دیا گیا ہے جیسے رام چندر کو
رام اور جھیم سین کو جھیم بطور اختصار کہہ دیا کرتے ہیں۔ کتبے میں لکھا ہے کہ یہ ستون وشنو بڑا
کے پیار پر کھاڑا گیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاں اب یہ ستون کھڑا ہوا ہے اسی کا نام

۱۔ گپتا خاندان کا زمانہ ۵۴۵-۳۲۰ عہد تک رہا ہے۔ چندر گپت اول ۳۲۰ء اور سمد راگپت ۳۳۰ء
اور چندر گپت ثانی جس کو بکرماجیت بھی کہتے تھے اور جس نے مالوہ اور اُجین کو فتح کیا تھا اور سمت
جو جہلا ہے وہ بھی اسی کا ہے اس نے ۲۹۵-۲۷۲ عہد تک راج کیا اور ۳۳۰ء میں اس کا بیٹا کمار گپت اپنے
باپ کی جگہ بانشین ہوا۔ عام طور پر جو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سمت بکرماجیت ۲۷۲-۲۹۵ عہد ق۔ م کسی راجہ سے جو
بکرماجیت یا راجہ بکرماجین کا تھا متعلق ہے یہ بات غلط ہے اس زمانے میں اس نام کا کوئی راجہ ہی نہ تھا
اس میں شک نہیں کہ سب سے پہلے مالوے میں اس سمت نے راج پایا اور غالباً اُجین کے غور میں کا
نکالا ہوا ہے چنانچہ پہلے اس کا نام مالوہ سمت تھا۔ ”دکرم کمال کی اصطلاح نے جو جیس راجہ بابا و بکرماجیت
کے نام کے کئی راجہ گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک سے متعلق ہوگا جو سمت کا بانی سمجھا جاتا ہے لیکن وہ اصل چندر گپت دوم تھا
تھاجس نے ۲۹۰ عہد میں اُجین کو فتح کیا تھا اور اُسی وقت سمت گپتا اور سیک کے نام بدل کر لہجی اور ساہیہ بن علی المرتضیٰ نے
(از تاریخ ہند مصنف و سن ۸۰ و ۸۶) (۲) برصغیر ہند

وسم پاڑا تھا۔ دوسرے لوگ ناقل ہیں کہ نہیں یہ ستون ستھرا سے لایا گیا ہے۔ پنڈت جی ایک تیسری بات کہتے ہیں کہ ان کی راجی میں گیا کی ایک بڑی تیرھ گاہ سے لایا گیا تھا لیکن وہاں دشمنو پاڑے کے نام کا ایک پہاڑ الی یو منا ہذا موجود ہے۔ بڑی خرابی یہ آن پڑی ہے کہ کہتے ہیں کوئی سن ہی نہیں تو ساری باتیں محض قیاسی ہی ٹھہرتی ہیں۔ اب جو کچھ بھی کہنا سنا ہو اس کا دار مدار طرز کتابت پر ہے اور اسی پر سے چند گرہت ثانی پر بات آن ٹھہری جس کا زمانہ سمت بکرا مجیت (۷۷۰ء) ہوتا ہے۔ اور اس کہتے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ لاٹ تو چند گرہت نے بڑا کر کھڑی کرائی لیکن یہ کتبہ اس کی وفات کے بعد غالباً اس کے بیٹے کمار گرہت نے کندہ کرایا۔ کتبے کی پہلی سطر کا خط دوسری سطروں سے بہت خفی ہے۔ اس

نقطہ صفحہ کرشتہ

۷۷۰ء اس آہنی ستون کو کہیں اور سے لاکر سطح زمین پر کھڑا کر دینا بلا نا ان غیر معمولی واقعات کے جو دوسری جگہ ہو چکے ہیں مجھ کو تو کچھ بھی تعجب نہیں معلوم دیتا۔ بیجا پور کی مشہور نوپ "ملک میدان" جس کے زمانے میں آدمی ٹھیک کر کڑی ہانڈھ لیتا ہے اور جس کا وزن پانچ سو سو چار سو ۹۹۹ میں بنی احمد نگر میں ان سے پرینڈ سے کو لائی گئی جو (۵۰) میل کا فاصلہ ہے اور برج پر چڑھائی گئی خیر یہاں تک بھی غیبت تھا۔ اس زمانے میں نہ پختہ ٹھہریں تھیں۔ پہلے تھے اتنی بڑی بھاری نوپ کو لنگھنے کی طرح اڑا اڑا گئے پھر سے ۱۳۳۷ء میں سونبل کی مسافت ہو کر کے بیجا پور لائی گئی اور وہاں کے سب سے اونچے شہرہ برج ۵۷۹۹ء کو چڑھائی گئی کہ کوہیت ہو کہ اس زمانے میں جرٹھل ایک آگے تھے نہ بڑے بڑے کرین تو اتنی بھاری نوپ سیکڑوں کو س کچھ رسوں ندی نالوں میں احمد نگر سے پرینڈ اور پرینڈ سے بیجا پور اور بیجا پور سے مشہور جنگ تالی کوٹہ میں ۱۳۵۵ء میں بڑے بڑے دور یا بھیجا اور کشنا عبور کر کے کیسے گئی ہوگی اور پھر کس وقت سے بیجا پور واپس لائی گئی ہوگی۔ قلعہ پرینڈ کے عالی شان برج پر اس کا چڑھانا اور اتارنا اور نیز بیجا پور کے اس برج پر جو سب سے بلند تو چڑھانا اتارنا اور پھر چڑھانا و تحقیقت انھیں لوگوں کی محبت اور حوصلے کا اقتضا تھا۔ اسی طرح قلعہ راجپور کی فصیل میں ایک بڑا بھاری چھوڑا ۵۰ فٹ ۵۰ انچ لمبا اور تین فٹ چوڑا جو ۱۳۹۹ء میں چڑھایا گیا کیوں کر چڑھا ہوگا۔ دور کیوں جائے خود دی میں فیروز شاہ کے کوٹلے میں چھوڑا ایسی بھاری لاٹ اتنی دور موضع نہیر سے جو (۱۲۵) میل کا فاصلہ ہے۔ کیوں کر لائی گئی ہوگی اور اتنی اونچاں پر ۱۳۵۵ء میں کیسے کھڑی کی گئی ہوگی اور ٹوٹی کیوں نہیں ۱۳۔

کتبے کا چر بہ پہلے پہل مسٹر ٹ نے اپنی کتاب اکس کرژن (Excursions) میں دیا ہے جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔ سر سید نے آثار الصنادید کے پہلے ایڈیشن مطبوعہ ۱۲۶۰ھ میں بھی اس کی نقل اور ترجمہ دیا ہے۔ پڈٹ ہائیکے راج صاحب دہلوی نے بھی ایک ترجمہ کیا ہے جو لاٹ کے سامنے والی دیوار میں سنگ مرمر کی تختیوں پر ناگری۔ اردو۔ انگریزی زبانوں میں الگ الگ لکھا دیا گیا ہے۔ کار سٹیفن صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر یہ چر بہ دیا ہے۔ اور صفحہ ۲۰ پر پرنسپ صاحب کا ترجمہ اور صفحہ ۲۱ پر ڈاکٹر جھابوی کا ترجمہ۔ چر بہ میں نے اس واسطے نہیں اُتر دیا کہ بے کار ہے۔ پڑھ کون سکے گا ناگری خط میں اُس کی نقل ناگری داں پڑھ لیں گے وہ یہ ہے۔ ناظرین سب ترجمے دیکھ لیں گے اور اپنی جگہ فیصلہ کریں کہ کونسا ترجمہ دل لگتا ہے۔

यस्योद्वर्तयतः प्रतीप मुरसा शत्रुनसमे त्यागता । न्वङ्गणा

کتبہ زبان سنسکرت

हववर्तिनेभिलिखिता खड्गेन कीर्तिभुजे । १। तीर्त्वा सप्त

मुरवानियेन समरे सिन्धोर्जिता बालिहका । यस्याद्याप्यधि वास्यते जलनिधि

वोर्योनिलैर्दृक्षिराणा । २। खिन्नस्येव विस्मज्यगां नरपतेर्गमाश्रितस्यतरां ।

मूर्त्यो कर्मजितावनीगतवतः कीर्त्यो स्थितस्य क्षितौ । ३। शान्तस्येव महा

वने हुतभुजो यस्य प्रतापो महाज्ञाद्याप्युत्स्रजति प्रणा शितीरपोर्यत्नस्य

शेषः क्षितिम् । ४। प्राप्तेन खभु जार्जितञ्ज सुचिरं चैकाधिराज्यं क्षितौ

चन्द्राव्हेन समग्रचन्द्र सदृशीं वक्त्राश्रियं भ्रता । ५। तेनायं प्रणि

धाय भूमिपतिना भावेन विष्णौ मतिं । प्रांशुर्विष्णुपदे गिरौ भग

वतो विष्णोर्ध्वजः स्थापितः ॥ ६॥



سر سید کا اردو ترجمہ

(۱) اُس شخص نے کہ جس نے یہ خبر سنی کہ میرے دشمن اچھی سپاہ اور رفیقوں کے ساتھ مجھ سے لڑائی اور مورچے بندی کی طیاری کرتے ہیں ایک آلہ شہرت کا کھدوایا جس طرح کُاُس کی تلوار اعضائے دشمنوں پر جو شخص کہ مالک سات سلطنت کا تھا اُس نے دریائے سندھ سے عبور کر کے سندھیوں کی قوم و بلیکار کو دبا لیا اُس کی باقاعدہ فوج اور گھاتیں جو بظرف جنوب اُس دریا کے تھیں اس زمانے میں بھی پاکیزگی کے ساتھ یاد ہیں۔

(۲) جس طرح کہ شیر ایک شکار چھوڑ کر دوسرا شکار پکڑتا ہے اسی طرح اُس نے اس دنیا کو چھوڑ کر اُس عالم پر قبضہ کیا یعنی مرگیا مگر اُس کی ناموری اب تک بھی زمیں پر سب اُس کے پہلے کاموں کی شہرت کے اگرچہ وہ اب مر گیا ہے لیکن اُس کے ہتھیار کرنے کی طاقت جو دشمنوں کا تباہ کرنے والا تھا اب تک عالم میں باقی ہے۔

(۳) اُس شخص نے جس نے بوسیہ اپنی تلوار کی مدد تک زمین کی بادشاہت کی اہل اپنے میں سورج اور چاند کی خاصیتیں اکٹھی کی تھیں اور اُس کے چہرے کی خوب صورتی مثل کوہِ چاند کے تھی اُسی راجا دبا واکا جس نے اپنا سر جھکایا پاؤں دشمنوں میں اور لگایا اپنا دل اسی دشمن پر تھا یہ اونچا ہتھیار یعنی لائحہ وشنوں کے نام پر جو قابلِ پرستش کے ہیں یا ہوا دبا واکا داکٹر پر نسب کے انگریزی پہلا سلوک۔ اُس نے جس نے اپنے دشمنوں کی ترسجے کی اردو اُن کی خندقوں میں جنگی طیاریاں سن کر اپنی ہتیر

ترجمے کی مشکلات ارباب نظر پر محض نہیں۔ ترجمے میں اصلی زبان کا لطف قائم رکھنا بڑا مشکل ہے۔ اور یہ تو ترجمہ در ترجمہ ہوا۔ پر نسب صاحب اور بھاؤ داس صاحب نے اصلی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور پھر دونوں اپنی اپنی جگہ صحت کے دعویٰ دار اور پھر ایک دوسرے پر معترض اور مطلب میں آسمان زمین کا فرق اور میں بے چارہ جو کسی شمار میں نہیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر رہا ہوں

میری شرم خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ اصلی زبان سے میں نا بلد خدا جانے کہا کیا ہو جا بہر حال میں تو یہی کوشش کی ہو کہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

سپاہ اور معاہدین کے ساتھ ایک شہرت کی بادگار (یا بازو) اپنی تلوار سے ان کے بازوؤں پر منقوش کر دیا وہ جو مالک سات استفادوں کا مالک تھا (اسی طرح جیسے کہ گورنمنٹ کے سات بازو ہوتے ہیں) (دریائے سندھ) کو عبور کر کے سندھ کے واپلیکون کو ایسا مطیع کر لیا کہ تا یومنا ہذا بھی اُس کی آراستہ افواج اور حفاظت کا اُس جانب جنوب (دریا) کی بھی وہ مقدسہ تعظیم کرتے ہیں۔

دوسرا سلوک وہ جس نے جس طرح کہ شیر ایک جانور کو دبوچتا ہے اور دوسرے کو چھوڑتا ہے اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد اُس دنیا میں اپنی جگہ پیدا کر لی۔ جس کا ذاتی وجود اب تک پردہ دنیا پر بوجہ اُس کے کاربائے (سابقہ) کے اب تک باقی ہے جس کی قوت بازو اب بھی اگرچہ (کہ وہ) اب آرام میں ہے۔ (مستوفی) اور اُس کی جبروت کا کچھ حصہ جو دشمنوں کا بیج کن تھا اب بھی دین سے ملحق ہے۔

تیسرا سلوک۔ اُس نے جس نے اپنی قوت بازو سے غیر منقسم سلطنت ارضی پر مدقوں حکمرانی کی ہے وہ (جس میں اوصاف مجتمع تھے) اچانک اور سورج کے جوچہ دھوئیں رات کی طرح حسین تھا۔ اسی راجہ دہاواسے جس نے اپنا سروشنو کے قدموں پر جھکا دیا تھا اور اپنی لو اُس سے لگا دی تھی۔ یہ بہت بلند بازو (ستون) واجب التعظیم وشنو کا بنوایا۔

وہ جس کے دست قدرت پر شان و عظمت تلوار (کی نوک) سے منقوش ہے جب اُس نے علی التواتر اپنے مجتہد دشمنوں کے میدان جنگ میں (بمقام ونگاس (بنگال)!) منہ

ڈاکٹر بھاجو داجی کے
انگریزی ترجمے کی اردو

پھر دیکھئے۔ جس نے سندھ کے سات دہانوں کو عبور کر کے بالھیکوں کو (نہ برصغیر آئندہ)

میں مفتوح کیا جس کی شہادت کی خوشبو سے نسیم اب تک جنوبی سمندر میں اڑتی ہوتی ہے جس نے دنیا بے (دنی) کو من و ہرنج (والم) میں چھوڑ کر دوسرے عالم میں (عرش بریں) پر چلا گیا جو دار البر کو جسمانی شکل میں چلا گیا لیکن اُس کی شہرت اس زمین پر بدستور باقی ہے۔ جس نے اپنے بچے سمجھے دشمنوں کو فاکر دیا جس کی بہادری سنل جنگل کی ایک بڑی بھڑکتی ہوئی آگ کے تھی۔ (اُس کی بہادری) زمین سے نہیں چلی (سٹ گئی) اور وہ جس نے اپنے قوت بازو سے اس دنیا کی ایک لاشانی سلطنت مدت ماٹے دراز تک کی۔ جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اس خداوند دنیا کا نام "چندرا" تھا جس نے دشمنوں سے عنایت رکھنے کی وجہ سے اپنے دل کو مطمئن کر لیا تھا (یہی اصل تھا) یہ جھنڈے کا کلمہ جھگو ان شوکا شنو پا ڈاگری (دشمنوں کے نقش قدم کا پیٹھ) تعمیر و اس بنا کیا۔ ڈاکٹر بھاؤ داجی کہتے ہیں کہ میں نے جو کتبے کی نقل کی ہے اُس کی ہر سطر دستِ چاہب کی نقل ہے مختلف ہے جو انھوں نے جنرل ٹیٹھانی تھی۔ جس کو انھوں نے "دباونا" پڑھا ہے وہ دراصل "بھاونا" اسی طرح "دھواج" "بھواج" صحیح۔ اور اسی طرح جسے "چندرا رکنا" پڑھا ہے وہ "چندرا دھنا" ہے۔ یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ حرف "دھا" پر ایک بھٹا درمیان سے بائیں طرف لگا دینے سے "دھا" ہو جاتا ہے۔ دباوا سرے سے کسی راجہ کا نام ہی نہیں ہے جس کو اس سون کا بانی سمجھا گیا ہے بلکہ اس کا بانی چندرا راجہ ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے جو زوارا جاؤں کے خاندان میں سے تھا جس کے سکے کا نوکر جنرل صاحب نے بنگال ایسیانک سوسائٹی کے جنرل نمبر ۳۰ بابت ۱۷۷۵ء میں کیا ہے۔ سکوں میں جن کی تحقیقات کی گئی ہے ایک سکے پر چندرا کا نام

۵ کیا ہے بالیک ستر ستر کے ساتھ "خاندان کے راجہ تھے؟ جو یقیناً ستر میں دریائے سندھ کے کنارے رہتے تھے اور جو ستر پالائیکسین کا لے گئے (دیکھو) برائل ایسیانک سوسائٹی جنرل جلد ششم صفحہ ۲۸) ابھی یہ بات متحقق نہیں ہے لیکن اگر پائیدار تصدیق کو پہنچ جائے تو یہ گتھی بھی کھل جائے۔ ۱۲۔

موجود ہے۔ لیکن جنرل صاحب اس چندرا کو کوئی اور راجہ چندرا گپت خیال کرتے ہیں جو زبان مابعد میں ہوا ہے۔ مگر چندر گپتا خاندان کے کسی راجہ کا رسکہ اُس کے سے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں ملتا جلتا نہیں ہے۔ علاوہ انہیں کے پر لفظ "چندرا" ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُس میں گپتا کے لفظ کا بھی انضمام کیا جائے۔ سرسید اس ستون کو تیسری صدی عیسوی سے بھی پہلے کا بتلاتے ہیں۔ کتبے کی نسبت اُن کا خیال ہے کہ اس میں سمت نہیں ہے اس وجہ سے وہ ششہ ق م سے بھی زیادہ پرانا ہے کیوں کہ بکرا جیتی سمت کا راج اُس وقت سے قرار پا چکا تھا۔ سرسید کی رائے میں ستون کا بانی راجہ مدھاوات تھا جو بدھ شٹر کی اولاد میں تھا اور جس نے ششہ ق م میں حکم رانی کی تھی کار سٹھین صاحب کی رائے میں ڈاکٹر بھاکو جی ایک بڑے ماہر علم السنہ کے ہیں اُن کی رائے زیادہ بھروسے کے قابل ہے کہ کتبے کی روشن تحریر گپتا راجاؤں کے مابعد کے زمانے کی ہے اور دہلی کے تمام ذہنی علم اہل ہنود اور سسٹر ایڈورڈ ٹامس کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

اس ستون پر اس بڑے کتبے کے سوا اور بھی چھوٹے موٹے کتبے کثرت سے ہیں جن میں سے کوئی بھی وقیع نہیں پھر بھی ہم لکھ دیتے ہیں۔ آنگ پال دوم "منوت دینا" ۱۱۰۹ انگ پال بھائی" یعنی سمت ۹۰۰ء میں انگ پال نے ولی کو آباد کیا۔ دو کتبے چوہان راجہ چتر سہا کے ہیں جو راجپوتوں کے خاندان کا تھا۔ یہ دونوں سم ۱۲۲۹ء کے ہیں۔ خود راجہ چھوڑا کا زمانہ سم ۱۱۰۹ء کا ہے۔ اب حال کا ایک کتبہ چھ سٹری بخط ناگری سم ۱۶۶۰ء بندیلہ راجہ چندری کا ہے جس کے نیچے دو فارسی کے کتبے ۹۰۰-۹۱۰ء کے ہیں یہ صرف اُن لوگوں کے نام ہیں جو اس ستون کو دیکھنے آئے تھے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ ایسے مقامات پر خواہ مخواہ اپنا نام لکھ کر اپنا دل خوش کر لیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ زمانہ ایسا سنا سنے والا ہے کہ آج بڑے بڑے راجاؤں اور بادشاہوں کا ہتہ نہیں چلنا بیسیوں گنبد لکھو لکھارو پیے کی لاگت کے کھڑے ہیں لیکن کوئی یہ بھی

نہیں جانتا کہ کس کے ہیں۔ ماوشما کس شمار و قطار میں وہ تو یہ کہو کہ لوہے پر
 نام باسانی کھد نہیں سکتا ورنہ ساری لاٹ پر آج نام ہی نام نظر آتے ۵
 کسی کا کندہ نیچنے پہ نام ہوتا ہے کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
 عجیب سرا ہے یہ دنیا کہ جس میں اٹھ پھر کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

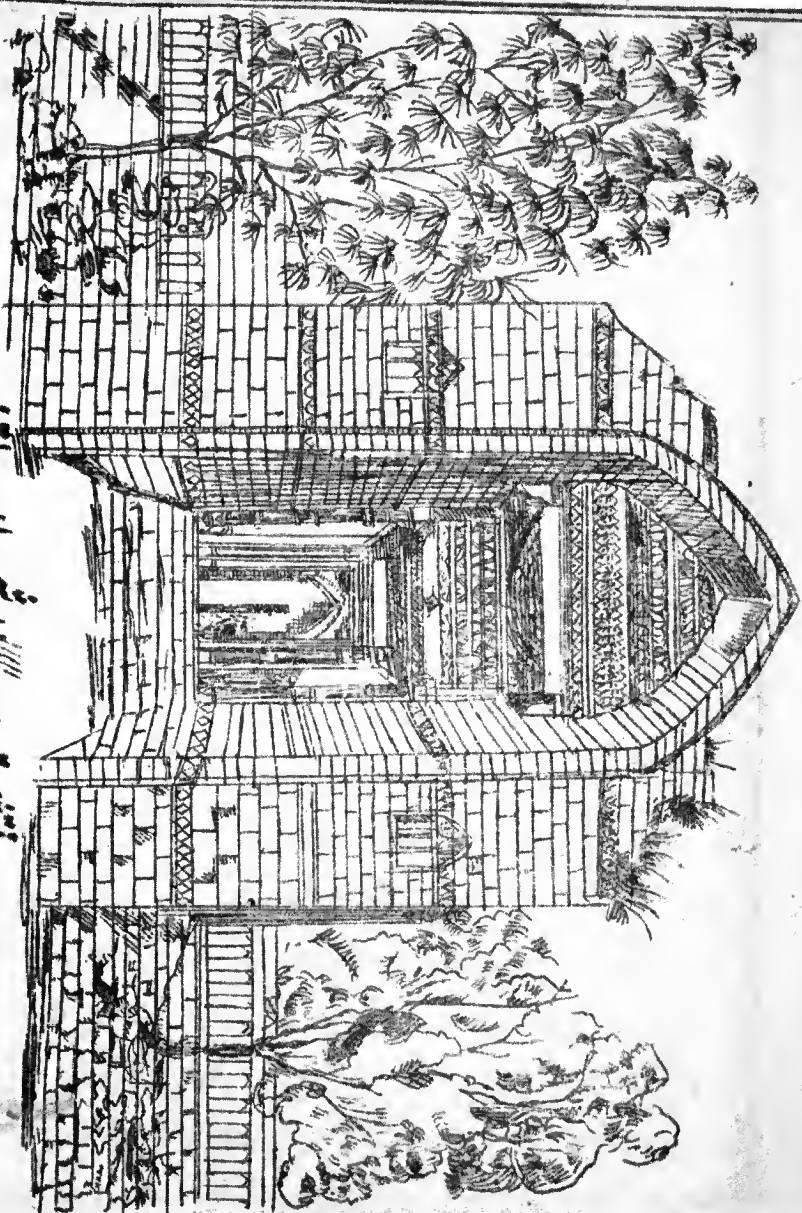
ترجمہ پنڈت

بانکے راجہ راجا دہلی

(وہ راجہ) جس کے بازو پر تلوار نے
 ناموری نقش کر دی جب کہ ملک ونگ
 (بنگال) کی لڑائی میں اُس نے (اپنی)
 سینہ زوری سے اُن دشمنوں کو

تباہ کیا جو جمع ہو کر اُس کے مقابلے کو آئے تھے۔ جس نے سندھ
 کے سات دہانوں کو عبور کر کے قوم و ملک پر فتح پائی۔ جس کی شجاعت
 کی نسیم سے بحر جنوبی آج تک ہلک رہا ہے۔ جس مالک امم نے افردہ
 غاصب کا ہو کر دنیا کو چھوڑ سفر آخرت اختیار کیا اور شخص خود اُس
 (عالم بہشت) کو سدھارا جس کو اُس نے اپنے اعمال سے ماحصل کیا تھا
 (مگر) ناموری کے سبب اس عالم میں باقی ہے جس کی اعدائے
 طاقت کا اثر ایک بڑے جنگل کی جلی بھی آگ کی بڑی تیز حرارت کے
 مانند اب تک زمین پر سے زائل نہیں ہوا۔ جس نے اپنے بازو
 سے ماحصل کی ہوئی شہنشاہی کو مدقوں قائم رکھا۔ جس کا نام چندر
 (اور) جس کے چہرے کا حسن پورے چاند کی مانند ہے۔ اسی روئے
 زمین کے مالک (ہمارا راجہ) نے جو دشمنوں کا بڑا بھگت تھا۔
 دشمنوں کے گوان کا یہ بلند نشان دشمنوں پر پھاڑی پر نصب کیا۔
 (چوتھی صدی) اسے ڈی شری بہت پنڈت و شولیشور ناتھ جی
 کے سبب شریمنست پنڈت بانکے راجہ کو سوامی نے اس
 اٹ کے نشید لکھا کہ اے اردو ترجمہ اس کو دیکھو ایا۔ کیم ہندی غلط ہے

نقشه مقبره سلطان حسن الدین امیر



سلطان شمس الدین التمش

کی قبر ۳۳-۶۰۷ھ ۳۵-۱۳۱۰ء

چنین ست آئین باغ جہاں گئے نوبہارست گاہے فزاں
بہار یکہ خند و لبش در چین خور سیل فصل دیر بر دہن
اگر صبح را جلوہ ہائے نکست بلائے غم شام و نبال اوست
نہ دانی کش از چہ روشطرت دم صبح بالینے کیں بر سرست

اگر قلعہ داری ز فولاد سخت	کہ گہشتہ ات گرز گردوں گزشت
چو زیر نگینت بود ملک جسم	ترا کز انجم فزوں شد چشم
بروزیکہ فوج اجل سرکش شد	ترا فرصت دم زردن کرد بد
بجارت نیاید از ان تلج و تخت	بخاک اندرائی ز اسباب درخت
غم و شادمانی نماند دلیک	جز اے عمل ماند و نام نیک

کرم پائے دار و نہ دیہیم و تخت

بدہ گز تو امیں ماند از نیک بخت

خاندان غلامان دہلی کے سب سے بڑے اور نامور بادشاہ شمس الدین التمش نے ۶۰۷ شعبان ۶۳۳ھ کو انتقال کیا جو سجد قوت الاسلام کے باہر شمال و مغربی کوٹے میں آسودہ ہو کر سرسید لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ سلطانہ رضیہ کا بنوایا ہوا ہے مگر اس کا کوئی وثیقہ نہیں ہے۔ شمس الدین اس کے برعکس خود بادشاہ ہی نے اپنی حیات اپنا مقبرہ بنوانا لکھتے ہیں۔ کیوں کہ مسجد کے اُس حصے کی جو اس بادشاہ نے بنوایا تھا یہ ہو بہو نقل ہے علاوہ بریں سلطان التمش کے ہانشینوں کی مدت سلطنت ایسی کونسی لمبی جوڑی اور خالی از تردد و اندکارات تھی کہ وہ اتنے بڑے بھاری اور شکل کام کو اتنا زخیر لگا کر کر سکتے۔ جنرل کننگھم صاحب نے گواس بارے میں کوئی صاف و صریح رائے نہیں دی مگر یہ وہ ضرور کہتے ہیں کہ مسجد اور مقبرہ بنے دونوں ساتھ ہی ساتھ تھے۔ اس مقبرے کا ایک ہی کمرہ اندر سے ۲۹ مربع فٹ۔ دیواروں کا آثار تھے پتھر کا اور موجودہ بلندی ۲۵۔ مقبرے کے مشرقی شمالی جنوبی تین رخ پر دروازے شمال رخ کا دروازہ پہلے پتھروں سے چن دیا گیا تھا مگر اب صاف کر دیا گیا۔ مغربی دیوار میں تین طاق اُسی طرح کے ہیں جیسے کہ مسجد میں عموماً ہوتے ہیں۔ بیچ کا طاق ۶ اونچا اور ۲ پتھر چوڑا ہے۔ اُس کے ادھر ادھر کے طاق ۴ بلند اور ۲ پتھر عریض ہیں۔ تینوں دروازے تھوڑے اونچے اور ۲ چوڑے ہیں جن کی دیواروں میں

باہر وار کو ۴۵ اونچی آٹھ چوڑی اور ڈیفٹ عمیق محرابیں ہیں۔ مقبرے کے باہر سنگ
 ہر اور اندر سنگ سرخ۔ اندر علاوہ سنگ مرمر کی سلوں کے یوں بھی جا بجا سنگ مرمر
 کی تحریر ہے۔ دروازوں میں نیچے سے لے کر اوپر تک طرح طرح کی نقاشی کے علاوہ
 کلام مجید کی آیات منقوش ہیں۔ دروازوں کی بیرونی محرابیں جن کا اوپر ذکر آچکا
 ہے نہایت بلند اور دیواروں کے اندر تراشی ہوئی ہیں نیچے وار کی محرابیں جو مقبرے
 کے داخلی دروازے میں ہیں وہ وسعت میں بیرونی محرابوں سے دو تہائی کم ہیں۔
 اندرونی محرابوں کے دونوں طرف نہایت خوب صورت پتلے پتلے نازک
 ہشت پہلو ستون لگے ہوئے ہیں اور ان محرابوں پر بھی قرآن شریف کی آیتیں منقوش
 ہیں۔ مقبرے کا اندرونی رخ تمام نقش و نگار سے لپا ہوا ہے جس میں بڑی کاریگری
 صرف کی گئی ہے۔ مغربی دیوار کے بیچ کا طاق سربرسنگ مرمر کا ہے اور نقش و نگار و
 آیات قرآنی سے بہت آراستہ اور خوش نما ہے۔ دوسرے طاق زسے سنگ سن
 کے ہیں۔ مقبرے کے چاروں کونوں میں نہایت خوب صورت دیوار دو ستون
 اسی طرح کے لگے ہوئے ہیں جیسے کہ باہر کی محرابوں میں ہیں۔ قبر سرتاپا سنگ مرمر
 کی ہے جو ۴۵ x ۶ اور ۳۰ x ۶ بلند ہے۔ قوس چاروں طرف سے لپا ہوا ہے اور ایک چوڑا
 ۱۰ x ۶ اور ۳۰ x ۶ بلند ہے۔ قوس ۴۵ x ۳ اور ۱۰ x ۶ اور ایسا مجلی اور مصفا ہے کہ جس
 میں سنہ دکھلائی دیتا ہے۔ جس پر آیات قرآنی نہایت خوش خط بخط مغربی منقوش ہیں۔
 قبر کا سالم حصہ شمال چوڑے کے ۴۵ x ۶ بلند ہے۔ فرسٹ صاحب کو اس مقبرے
 کے مسقف ہونے میں شک ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ بننے سے ادھورا ہی رہ گیا۔
 جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ اس پر ہندوئی طرز کی چھت ضرور تھی چنانچہ اب تک بھی
 چھت کا ایک پتھر شکلا ہوا موجود ہے جس پر کچھ الفاظ عربی کے کندہ ہیں۔ مقبرے کی
 جنوبی دیوار کا جس قدر بالائی حصہ اب تک باقی ہے اس کی حالت کے مشاہدے سے
 یہ امر بدرجہ یقین کو پہنچتا ہے کہ اس پر چھت ضرور تھی۔ فتوحات فیروز میں جو عبارت
 ذیل فیروز شاہ نے لکھی ہے اس سے چھت کا ہونا مسلم ہے اور مقبرے کے چاروں کونوں
 پر برجیاں بھی تھیں لیکن اب سوا جنوبی دیوار کے طرف کے بچے چھ حصے کے اور
 کسی چیز کا پتہ نہیں رہا۔

”مقبرے کے ستون گر گئے تھے ان کو میں نے پہلے سے بہتر بنوا دیا۔ مقبرے کا صحن پختہ نہ تھا وہ بھی میں نے بنوا دیا۔ زمین کھود کر جو زمین نکالا گیا تھا اسے میں نے بڑھوا دیا اور چار دیواریں برجیوں کے ستون پھر سے بنوائے۔“

فرگن صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ”اگرچہ یہ ایک مختصر سی عمارت ہے تاہم اہل اسلام کی اغراض کے لئے ہنود کی اس صنائی کا جو پراسانے قلعے میں ہر ایک قابلِ قدر اور خوب صورت نمونہ ہے۔ اگرچہ اسلام کے طرزِ جدید کے اختیار کرنے میں کاریگر بعض بعض جگہ چوک بھی گئے ہیں۔“

سلطان شمس الدین اتمش کے مقبرے کے نیچے شہ خانہ بھی ہے جس میں اکیس سیڑھیاں اتر کر جاتے ہیں۔ اصل قبرتہ خانے میں ہر ادا اور پرتوید ہے۔ مقبرے کے اندر باہر پیش طاق وغیرہ پر کثرت سے قرآنی آیات کھدی ہوئی ہیں۔

جنوبی دروازے پر۔ باہر وار بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ الرحمن از ابتدا تا فیہما و تخلُّوْا مَآثًا۔ باہر وار۔ و کُوْنُوْا اَنْزِلْنَا۔

للہ ما فی السموات وما فی الارض سورہ بقرہ
اندر وار۔ و کُوْلُوْا مِنْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جِبِلٍّ لِّسَآئِلَہٗ خَاسِعًا مُّتَّصِلًا عَمَّا مِنْ خَشِیۃِ اللّٰہِ
وَتِلْكَ اِلٰہٌ مِّثَالُ نَضْرِبِہَا لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۔

شمالی دروازے پر باہر وار۔ (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ نوح تا قال رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلَہٗ وَنَهَارًا۔ (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ مومنون تا الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ الْفَرَادِیْسَ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ۔

اندر وار ولقد خلقنا الانسان من طین وجعلنا فی قرۃ ادرمکین تا فاسکننا لہ فی الارض وانا ذہاب بہ لقد روت۔

شرقی دروازے پر باہر وار۔ (۱) بسم اللہ اور سورہ نوح تا وکان ذلک عند اللہ قُوْرًا عَظِیْمًا۔ (۲) بسم اللہ سبحن الذی اسری لعلیہ لیلًا تا عبدًا شکوْرًا۔ (اندر وار)

غربی دروازے پر۔ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
پیش طاق پر اندر وار۔ (۱) نغفر لکم ذلک و یذکرکم و یدخلکم جنت تجری من تحتہا الانھار تا
ذلک الفوز العظیم۔

۲۱) انا لقرآن کریم فی يوم محفوظ لا یمسه الا المطہرون تنزیل من رب العالمین۔

۲۲) فنادته الملیکة وهوقایم یصلی فی الکھراب تا من الصلحین۔

شمال رُخ کے چھوٹے طاق پر۔ ۱) هو اللہ الذی لا اله الا هو عالم الغیب

والشہادۃ تاسبحان اللہ عما یصفون۔ الغفور۔ الشکور۔ العلی۔ الکبیر۔ المقیت۔

الحسب۔ الخلیل۔ الکریم۔ الرحیم۔

۲۳) قل اللھم مالک الملک توفی الملک من تشاء تا انک علی کل شیء قدیر۔

۲۴) داوود العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزیز الحکیم ان الدین عند اللہ الاسلام

وما اختلف الذین ادوا العلم بغیا بینھم۔۔۔۔۔۔

جنوب رُخ کے دوسرے چھوٹے طاق پر ۱) اما حتی الحکیم الودود۔۔۔۔۔

النور الھادی الید لیع الباقی الراشد الصبور ال۔۔۔۔۔

۲۵) ان ابراھیم کان امة قاتلہ حنیفا ولم ینک من المشرکین شاکر ال نعمہ اجتبہ

ولقد لذ الی صراط مستقیم۔

۲۶) کل نفس ذائقۃ الموت وانا لاقون اجور کم تا وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور

۲۷) پہلا چوترا۔ ۱) چپے سنگ سرخ اوپر سنگ مرمر کی سلیں۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۲) بلندی ۲۔ دوسرا چوترا جس میں یکے بعد دیگرے اوپر تین حصے ہیں

۱۔ ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

قبر کا دوسرا حصہ۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

قبر کا تیسرا حصہ۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

اس طرح پانچ چوتے ہیں۔ کل ارتفاع قبر کا ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔ ۱) بلندی ۱۔ ۱) ۱ x ۱۔

پتھروں کو اوندھا سیدھا جوڑ کر ستیا ناس کر دیا۔ اب آپ خود ملاحظہ فرمائیے کہ کیا گت بنی ہے؟

(۱) وَلِلسَّالِقِينَ السَّالْوَةُ قَلِيلٌ الْمُتَّقُونَ فِي جَنَاتٍ النَّعِيمِ ثَلَاثًا وَلِلْهَوَاقِلِ مَا.....
فی..... ناکلو و کا ۳۔ (۲) ر یقین و یصلون عنہا و نہ فوا فاکلہ ما اند سما
ماتشہ ہو جو عمر کا نال۔

(۳) اللؤلؤ المملکون جزا ایما کانوا لا یعلمون لیسمعون قیما لغولا بنما ان
المملکون جزاء کانوا x یعلمون لا فیہا لغوا تا ثیما
اقبالہ سلو ما سلو ما واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین۔
قلیلہ سلما سلما اصحاب

مسجد قوت الاسلام کی شکستہ محرابوں پر کے کتبے

مسجد قوت الاسلام کی تین سر بلند محرابیں سلطان التمش کے مقبرے کے سامنے
کھڑی ہیں۔ تیسری محراب کا آخری پا کھا گر گیا اور ساتھ ہی اپنا کتبہ بھی لے گیا۔ سرکار کی طرف
سے سنگ خارا کا ایک فیل پایہ بنا کر گرتی ہوئی آرج کو تھام لیا ہے در نہ وہ بھی دھڑام سے
آن پڑتی۔ انہیں کے جوڑ کی سوا چار محرابیں لوہے کی لاٹ کے آس طرف باقی ہیں۔ چار
در سالم ہیں پانچویں محراب کا صرف اوپر کا ذرا سا سرا بے سہارے معلق کھڑا ہے۔ یہ ساری
محرابیں بے تہ بننے نام تمام رہ گئیں اور اسی طرح ادھوری زیریں کھڑی ہیں یعنی شان کی کسی قسم
کی حفاظت ہو نہ اور پر سائے غور کیجئے کہ کسی تو کس پہر سی کی حالت اور آس پر گزرے (۷۲۰)
برس اور اتنی ہی ہر ساتیں ان کے سر پر سے گزر گئیں۔ حیرت ہے کہ اتنی بھی اب تک کیسے
باقی رہیں۔ یہ محرابیں بہت بلند ہیں اور مٹی بلند عمارت ہوتی ہے اتنی ہی آس کی بقا معرض
خطر میں ہوتی ہے لیکن خدا جانے کس بلا کا مال سالانہ گایا ہے کہ صدیوں پر صدیاں گز گئیں
مگر ذرا بھی جنبش نہیں کھائی۔ بنائے وقت کوئی دقیقہ ان کی خوش نمائی کا اٹھا نہیں رکھا گیا
ان کے رد کار پر سر سے پاتک کلام مجید کی آیات نہایت نفاست سے کندہ ہیں۔ کتبات
مآقیری نہیں رہے اول تو کالی جم جم کمرہیت کڈائی گئی دوسرے حصہ زیریں کو تباہ تک کہ

ہاتھ پونچھتا ہے بہت نقصان پہنچا ہے۔ جا بجا سے حروف جھڑ گئے ہیں اور بلندی پر نگاہ کام نہیں کرتی۔ بہر حال جو کچھ پڑھا جا سکتا ہے اس کا نظم بند ہو جانا افسوس غنیمت ہے کہ کل کو نما کے ہاتھوں اس کو بھی بقا نہیں۔

تین بڑی شکستہ
مخربوں پر کے کتبے

شمس الدین الہمش کے مقبرے کے سامنے جو بہت بڑی تین شکستہ محرابیں کھڑی ہیں ان پر یہ کتبے ہیں:-
پہلا پاکھا۔ (۱) کلمہ تھا ٹوٹ گیا۔ (۲) کلمہ۔ (۳) چھوٹے طاق کے اندر قل هو اللہ۔ (۴) آیتہ الکرسی۔ (۵) باہر کی

بڑی لین بسم اللہ و سورہ ملک تا الیہ النشور۔

دوسرا پاکھا۔ اندر کا طاق (۱) کلمہ علی خط سے۔ (۲) کلمہ خفی خط سے۔ (۳) شہد اللہ افہ لا الہ الا هو و الملک و اولو العلم فاعلم انما بالقسط تالہ اللہ الا هو الغریز الحکیم (۴) ماکان محمد ابا احد من رجالکم تا و اعذلہم اجبر اکریما۔ (۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا فتحنا ما فان تطیعوا یو تکلم اللہ اجرا حسنا۔ تیسرا پاکھا توڑی گیا ہے۔

سوا چار مخربوں پر کے کتبے

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم وللہ ملک السموات والارض واللہ علی کل شئی قدير ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل ناسر بنا فاغفر لنا۔ سورہ آل عمران پارہ ۴۔ ۱۰ و آج۔

(۲) بسم اللہ احدیث ہیں جو برابر پڑھی نہیں جاتیں۔

(۳) تبارک الذی جعل فی السماء بروجا و جعل بیہا سوا حیا و تمرا منیوا تا و الذین اذا لقوا لیس فیوا۔ پارہ (۱۹) الفرقان لیج۔

(۴) احادیث۔

(۵) بسم اللہ۔ سبحن الذی اسی لعلہ لیلہ تا ثم را دنا لکم الکرۃ (۱۵) سورہ بنی اسرائیل (۶) پڑھا نہیں جاتا۔

(۷) سورہ نفع پارہ (۲۶) از شریف و کان ذلک عند اللہ فوزا عظیمًا۔

(۸) سبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض راضی آگے ٹوٹ گیا ہے پارہ (۳۱) سورہ روم لیج۔

(۹) الحمد للہ لا الہ الا هو الحق القیوم ثالث فی ذلک لعلہ لا ولی الا مبصر۔ پارہ (۳) سورہ آل عمران



طاهره

نقشه درختچه سلطان علاء الدین خلجی

طاهره

(۱۰) و سار عواالی مغفرة من ربکم تاد الله یحب المحنین (پارہ ۴) آل عمران (ع)
 (۱۱) یا ایہا الذین امنوا اذہا تطیعوا الذین کفر و ایزدکم علی اعقابکم فتقلبوا اخرین
 بل الله مولکم۔ (پارہ ۴ سورہ آل عمران ع۔)

(۱۲) بسم الله الرحمن الرحیم۔ سبحن الذی اسوی بعد کالیلہ من المسجد الحرام تا وکل
 شی فصلہ تفصیلاً۔ پارہ (۱۵) سورہ بنی اسرائیل (ع)۔ موجودہ پاکوں پر یہی آخری ہے
 اور اس کے آخر پر فی شہرہ یزدی قعد اور سند سبع عشر و ستامشہ پڑھا جاتا ہے جو
 ۶۱۴ھ ہوا اور یہی زمانہ سلطان اتمش کا ہے پھر خدا جائے کار شیخ صاحب نے
 ۵۵۹۲ھ کیے پڑھا ہے۔

مقبرہ سلطان علاء الدین خلجی

۶۹۵-۷۱۵ھ
 ۱۳۱۶-۱۳۹۶ھ

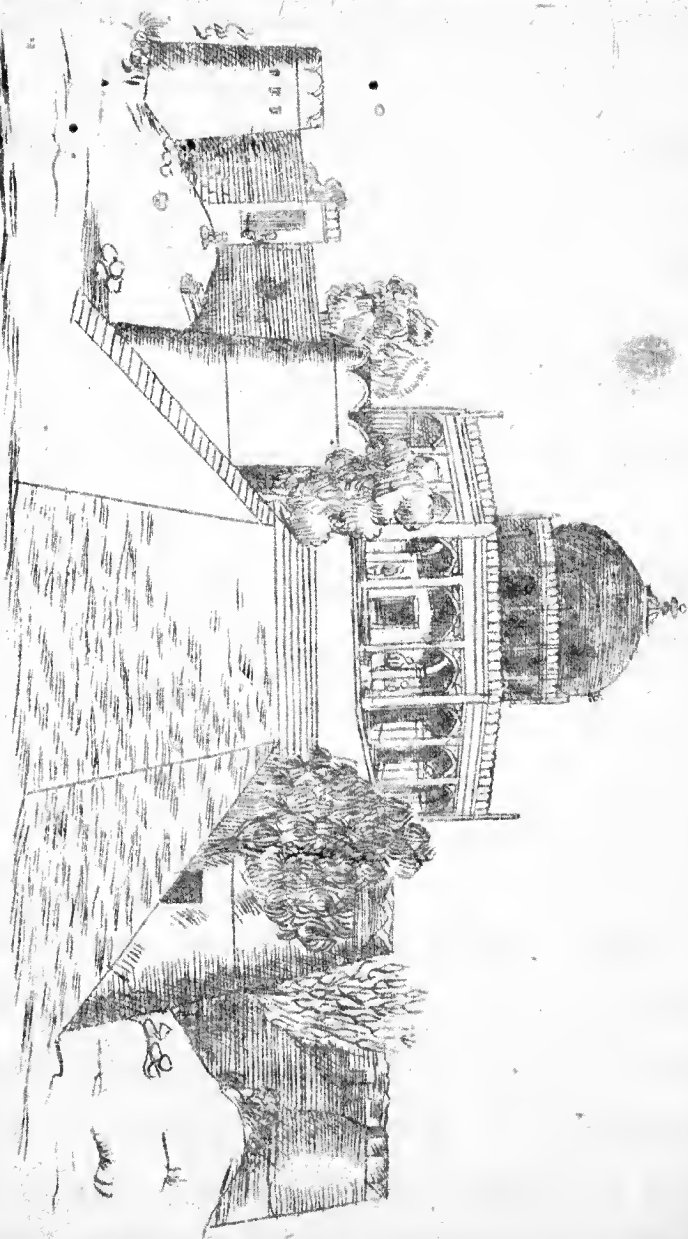
نور سکندر نے ہی مقبرہ دارا
 مٹے نامیوں کے نشان کیے کیے
 ۷۱۵ھ شوال ۱۳۱۶ھ کی صبح کو علاء الدین خلجی

نے انتقال کیا۔ اس کا جنازہ سیری کے لال محل سے برآمد ہو کر جامع مسجد میں دفن کیا گیا۔
 یہ وہی جگہ ہے جہاں عام روایت کی رو سے اور نیز سرسید کی تحریر کے موافق علاء الدین کا مزار
 بتلایا جاتا ہے لیکن جگر صاحب کہتے ہیں کہ وہ ایک سنگ مرمر کا نہایت عمدہ اور نفیس تعوید
 سیری میں پڑا ہے جو امتداد زمانہ اور باہر کھلا پڑے رہنے سے زرد پڑ گیا ہے لیکن کوئی نہیں
 جانتا کہ ایسا بیش قیمت اور بہتر تعوید کس کی قبر کا ہے عجیب نہیں وہ ضرور علاء الدین ہی کی قبر کا ہوگا
 کیوں کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ علاء الدین قصر نزارستون میں دفن کیا گیا تھا، لیکن یہ بات صریح
 غلط ہے سرسید کے قول کی تائید تاریخ فیروز شاہی سے ہوتی ہے۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں جن عمارات قدیم کی مرمت کرائی گئی ان کی فہرست میں یہ مقبرہ
 بھی شامل ہے اس کی مرمت کے علاوہ ایک صندل کے کوڑا دل کی جوڑی بھی چڑھائی گئی تھی۔
 آبدار خانے اور مسجد قوتہ الاسلام کی غزنی دیوار جو در سے کے اندر ہے اس کی مرمت بھی اسی
 زمانے میں ہوئی تھی اور جو کون کا فرش بھی بچھوا گیا۔ علاء الدین کی قبر مسجد کے صحن کے جنوبی
 حصے میں ہے۔ گنبد کا احاطہ چار سو فیٹ لمبا اور دو سو فیٹ چوڑا ہے جس کے احاطے کی مغربی اور
 جنوبی دیواریں علاء الدین کے جانشین شہاب الدین کے عہد کی بنی ہوئی ہیں۔ شمالی دیوار
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی پوری ہوئی ہی نہیں۔ یہی مشرقی دیوار اس کے پانچویں حصے کے

قریب مسجد قوۃ الاسلام اُس حصے کے مغربی دیوار ہے جو سلطان التمش کا بنوایا ہوا ہے۔ گنبد کے
 صحن میں گوجاروں طرف رستہ ہے لیکن اصل صدر دروازہ مشرق اور مغرب کی جانب
 ہی ہیں۔ مشرقی دروازہ سلطان التمش کی بنائی ہوئی مسجد کی دیوار میں ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے
 مغربی دروازہ اُس سڑک کی جانب ہے جو قطب صاحب کی لاٹ سے ادم خاں کے مقبرے
 کو جاتی ہے۔ یہ دروازہ پٹھانوں کے زمانے کی سی عمارت معلوم دیتی ہے جو پتھر اور گچ کا ہے اور جو
 باقی عمارتیں اس احاطے میں ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہیں۔ دروازہ چودہ فیٹ اونچا اور گیارہ
 فیٹ چوڑا ہے جس کے اوپر سردل کی دیوار اور چار فیٹ بلند ہے۔ اگر ہم دروازے کے اندر
 جا کر دروازے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوں تو ہماری داہنی طرف ایک کمرہ جس پر گنبد
 ہے دروازے سے بھی اٹھ فیٹ اونچا دکھائی دیتا ہے۔ اسی سے ملے ہوئے اندر تین کمرے
 ۱۲x۱۲ محراب دار ہیں۔ ان کے آگے اور ایک گنبد دار کمرہ ہے جو پہلے کمرے سے چوڑا ہے اور
 بظاہر ایک دوسرا دروازہ معلوم دیتا ہے اس کی داہنی طرف بھی اسی طرح کے تین کمرے
 ہیں جیسے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مگر اس میں کا آخری کمرہ گز زمین کے برابر ہو گیا ہے۔ یہ بیان احاطے
 کے مغربی جانب کا ہوا۔ شمال کی طرف سب سپاٹ میدان ہے کوئی عمارت باقی نہیں رہی۔
 جنوبی رخ پر تین گنبد دار گھرے ہوئے کمروں کے نشان باقی ہیں۔ علاء الدین کی قبر بیچ
 والے کمرے میں ہے جو ۵۰x۲۲ ہے جس کے دونوں طرف رستہ ہے جو دوسرے کمروں
 سے اسے جدا کرتا ہے۔ بارو کے دونوں کمرے بیچ کے کمرے سے آدھے ہیں۔ ان کمروں
 پر کے گنبد گر گئے ہیں۔ دیواروں کا پلاستر جھڑ گیا ہے۔ ردکاری پتھر کی سلیس ندیں ہوتیں کہ
 لوگ نکال لے گئے۔ ان کمروں کے کچھ اوڑھے کئی کوٹھریاں نشست کی چوبیس فیٹ چوڑی
 احاطے کی مغربی دیوار کی لمبان کے برابر تھیں جو سب گر پڑیں۔ ان کوٹھریوں کی جنوبی دیوار
 میں چھ طاق اور بیچوں بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ جنوب و مشرق کی دیوار میں چھت پر چڑھنے
 کا رستہ ہے۔ گنبد اور تمام مکانات ملحقہ کی دیواروں کی استرکاری جھڑ گیا اگر خالی دیوار میں
 کھڑی ہیں۔ احاطے کی مشرقی دیوار میں تین نیچے نیچے کوٹھریاں محراب دار دروازوں سمیت اسی
 طرح کی ہیں جیسی کہ مغربی طرف ہیں۔ ان سے ملا ہوا ایک دروازہ ہے جو اس کے محاذ کے دروازے
 کا جواب ہے غالباً یہ دروازہ بستی کے رخ پر تھا اور ادھر ہی سے قطب صاحب کی آبادی
 کے لوگ آمد و رفت رکھتے تھے۔ اس سے آگے بڑھ کے مسجد قوۃ الاسلام کی بڑھائی ہوئی مغربی

نقشه مشهور وادعظم خان عرف بهول بعلیان



دیوار پر گنبد کے جنوب و مشرقی کونے میں اس مقبرے کے متعلق جو سجدہ تھی مٹس کے کھنڈر ہیں۔ مدرسہ ادواب دارخانہ دونوں (جس کی مرمت فیروز شاہ نے کرائی تھی) مقبرہ کی مشرقی اور مغربی دیوار سے ملے ہوئے حجرہوں میں تھے۔ چوں کہ لاٹ کے گرد کے گڑے پڑے کھنڈروں کو صاف کر کے سڑکیں نکال دی گئیں ہیں اور ایک قسم کی چمن بندی ہو گئی ہے اس لئے موجودہ حالت اس مقبرے کی صرف یہ ہے کہ قطب صاحب کی لاٹ کے مغرب میں قریب ہی ایک خالی چار دیواری کھڑی ہے جس کے تین طرف ایک ایک دروازہ ہے۔ یہ مقبرہ اندر سے ۲۳ مربع چار دیواری میں ایک خالی چبوترہ و فیٹ ادبچا ۱۳۸۷ - ۸۷ - ۸۷ - ۸۷ غالباً اسی پر قبر ہوگی جو اب ناپید ہے۔ پلاستر کا نام باقی نہیں خالی سنگ خارہ کی دیواریں کھڑی ہیں۔ اندرون مقبرہ فرش کسی قسم کا رہا ہی نہیں صرف بھری کوٹ کر ہموار کر دیا ہے۔ گنبد گر کر زمانہ ہوا اب نری چار دیواری ہی چار دیواری باقی رہ گئی ہے اور شکل سے یقین آتا ہے کہ یہ اتنے بڑے جلیل القدر بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس کے زمانے سے پہلے پہلے کی عمارتیں تھیں اور برقرار ہیں اور یہ ایسی تباہ ہوئی کہ اب صورت تک بھی نہیں پہچانی جاتی۔

دنیا میں تو دونوں کا فقط جینا ہے اور اس پر یہ جسد اور بعض دیکھنے پر خاصہ ہے کہ جام بسم کا نہ رہا اور حال سکندر کا تو آئینہ ہے

ادھم خاں کا مقبرہ یا بھول بھلیاں
۹۶۹
اور مسجد ۱۵۶۱

قطب صاحب کی حالت سے جو سڑک مہرولی کو جاتی ہے اس کی داہنی طرف ادھم خاں کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ اکبر شاہ بادشاہ نے ادھم خاں اپنے کو کے اور اس کی ماں باپ کے لئے بنوایا تھا۔ خان اعظم کے مقبرے کے ضمن میں ہم وہ واقعات لکھ آئے ہیں جس بنا پر اگرے میں اکبر شاہ کے محل میں اعظم خاں کو ادھم خاں اور اس کے ساتھ والوں نے قتل کر دیا تھا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ "مراہم خسروانہ کے کھنڈ پر اعظم خاں کو مار کر ادھم خاں درانہ حرم سرے شاہی کے دروازے پر جا بھاڑا ہوا۔ بادشاہ سلامت یہ سن کر ستمیہ برسنہ ہاتھ میں لئے ہوئے معاً بار آمد ہوئے اور وہیں قاتل کی شکایں کس لی گئیں اور اسی طرح بندہ باندہ یا سزا سے قتل میں ملنے کی تفصیل سے نیچے لکھا دیا گیا۔" شمس الدین محمد خاں اننگہ غزنوی المتی قطب بہ اعظم خاں

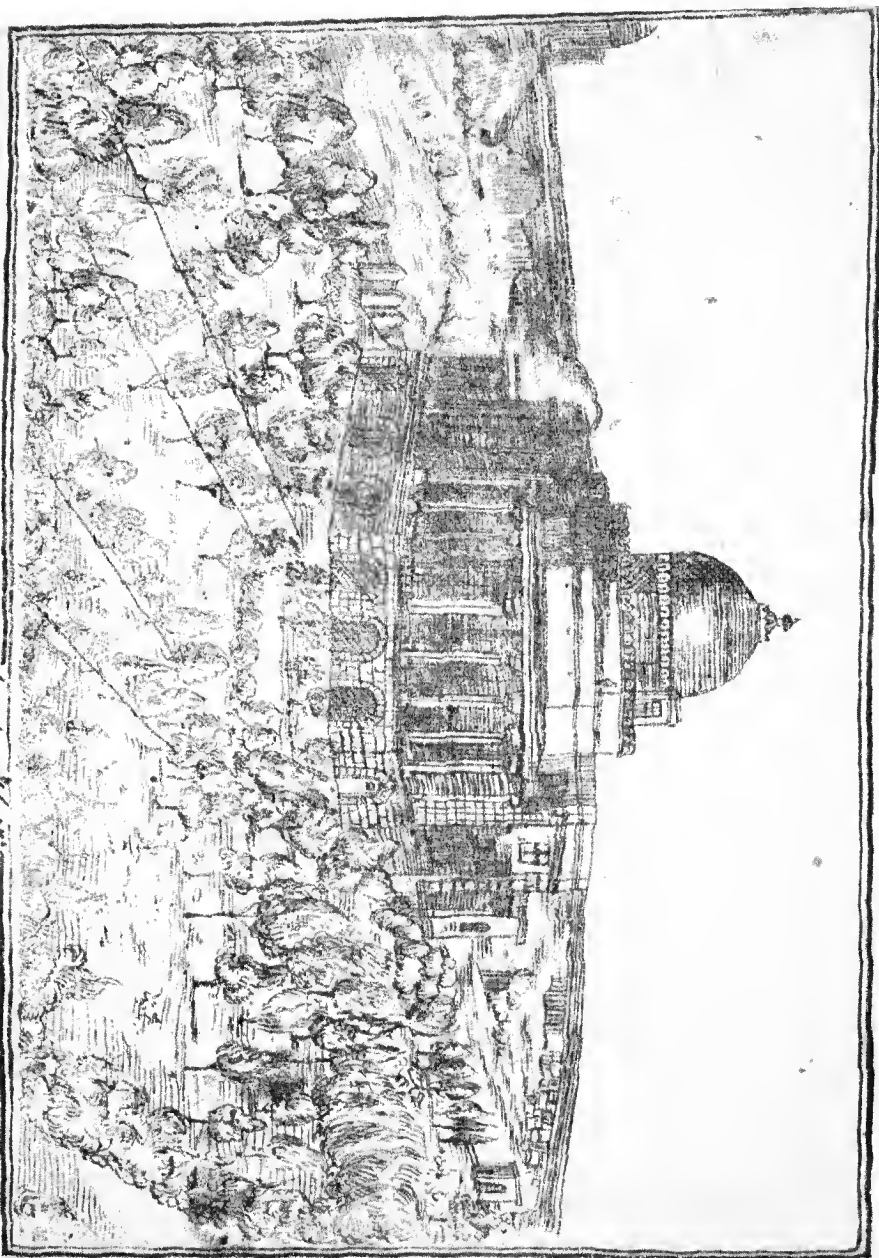
(جو اکبر بادشاہ کی ایک دوسری رضاعی ماں کا شوہر تھا) کے قتل کا افسوس ناک واقعہ ۱۲ رمضان المبارک ۹۶۵ھ کو ہوا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ ”قلعے کی تفصیل سے دھکیل لینے کے بعد بھی اہم خاں سخت جان میں کچھ جان باقی تھی۔ بادشاہ نے اسے دوبارہ گروایا تب کہیں وہ مرا۔ چنانچہ مقتول خان اعظم کے ایک دن بعد اس کی تجہیز تکفین ہوئی۔“ ماہم انگہ نے جب اڑتی پڑتی خبری تو اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں کام تمام ہو چکا۔ ماں کی ماتا گو بیمار تھی مگر دلی سے گرتی پڑتی اگرے پونچھی۔ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئی۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ”تمہارے صاحب زادے نے میرے (رضاعی) باپ کو قتل کیا۔ میں نے جان کے بدلے تمہارے بیٹے کی جان لی۔“ ماہم انگہ مزاج شناس تھی سمجھی کہ اب عرض معروض کرنا بے فائدہ ہے۔

بے فائدہ اب ہر رنج و حرماں خود کردہ خویش را چہ در ماں

بولی۔ ”جہاں پناہ نے جو کچھ کیا خوب کیا“، یہ کہہ واپس چلی گئی۔ جوان بیٹے کے بن تو مارے جانے کا بڑھیا ماں کو ایسا دہا کا بیٹھا کہ چالیسواں بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ اپنے بیٹے سے جاملی اور اسی مقبرے میں اپنے بیٹے کے پاس دفن ہوئی جو اکبر بادشاہ نے بنوادیاتھا (از آئین اکبری مترجمہ بلاکین)

اب ہم مقبرے کی عمارت کا کچھ حال لکھتے ہیں۔ دو ادبچی ادبچی سٹریٹیاں چڑھنے کے بعد مقبرے کا صحن ملتا ہے۔ یہ صحن سڑک کی سطح سے سترہ فٹ اونچا ہے۔ مقبرہ رشت پہلو ہے صحن کا قطر دو سو فٹ کا ہے۔ صحن کا وہ حصہ جو سڑک کی طرف ہے کھلا ہوا ہے۔ شمال و مغرب کی دیوار میں جدھر سے قلعہ راے پتھوراکا راستہ ہے ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اسی طرح کا ایک اور دروازہ جنوب و مغرب کی دیوار میں بھی ہے جس میں سے اس مسجد میں جاسنے کا راستہ ہے جو مقبرے کے مغربی رخ پر کوئی بیس گز کے فاصل سے ہے۔ احاطے کی دیوار زمین سے دس فٹ اونچی ہے جس میں جھانجیاں رکھی گئی ہیں لیکن اب بہت بڑا حصہ اس دیوار کا منہدم ہو کر شکل سے صرف ایک چوتھائی باقی رہا ہے۔ صحن کے آٹھوں کونوں پر ایک ایک برج بنی ہوئی ہے اور مقبرے کے گرد چھ فٹ اونچا کنگورایہ۔ دیوار اور برجیاں سب گھرے ہوئے پتھروں اور چوٹے کی ہیں۔ برجوں کے بیچ میں احاطے کی دیوار سے چند فیٹ بہت کرکچر کھنڈر ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ

وہ آیا مندرمہ برجیوں کے ہیں یا اُس چوترے کے ہیں جو مقبرے کی رونق اور لوگوں کے آرام کے واسطے بنایا گیا تھا۔ مقبرہ ساٹھ فیٹ اونچا ہے اور چوترے کی کرسی چار فیٹ کی ہے مقبرے کی ساری عمارت بہشت پہل ہے درمیانی حجرے کے گرد غلام گردش بطور برآمدے کے ہے۔ چوترے پر سے گنبد کی بلندی ۱۲۲ ہے جس کے آٹھوں ضلعوں میں ہر طرف تین تین در ہیں۔ ستون ان دروں کے چوکون ایک کے اوپر ایک پتھر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ بعض بعض ستون سنگ خارہ کے ایک ہی ٹکڑے کے بے جوڑ ہیں جن کے سرے اور بیٹھکیں دوسرے قسم کے پتھروں کی ہیں۔ کونوں کے ستون دھڑے ہیں۔ چھت پر چار فیٹ اونچی جھانگی دار منڈیر ہے جس کے دونوں کونوں پر چھ چھ فیٹ اونچی برجیاں ہیں۔ درمیانی بہشت پہل حجرے کا قطر پچاس فیٹ کا ہے۔ آٹھوں ضلعوں کے بیچ بیچ میں ایک ایک در ہے جس کی دونوں طرف دو دو فیٹ اونچا ایک ایک طاق ہے۔ گنبد کا قبة میرونی رخ سے سولھا اضلاع کے چوترے پر بنا ہوا ہے جس کی بلندی بارہ فیٹ ہے اور جس کے ہر ہر کونے پر ایک ایک چھوٹی برجی بنی ہوئی ہے۔ گنبد پتھر اور چوڑے کا بنا ہوا ہے جس پر استرکاری کی ہوئی ہے جس کا ارتفاع سولھا فیٹ ہے جس پر پتھر کا کمر کی کلس چڑھا ہوا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۲۲ ہے گنبد کے نیچے کی دیواروں کا آٹھ احداثیات فیٹ کا ہے۔ درمیانی حجرے کی چھت کا اندر دنی حصہ بہشت پہل دیواروں پر کھڑا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۲۲ ہے جس کی گول بلندی ۱۲۲ ہے اور یہ دیوار سولھا ضلعوں کی ہیں جن کے در بھی سولھا ہیں جن میں سے ایک کھلا اور ایک بند ہے۔ جس کے اوپر جا کر پھر ۳۲ ضلعوں کی دیواروں پر گنبد لٹکا ہوا ہے۔ گنبد کی دیوار میں ایک طرف اوپر جانے کا زینہ ہے اور ایسا بھی رستہ بنا ہے کہ دیوار ہی دیوار کے پھر آ رہے ہیں اور اس میں ایک مقام پر ایسا دھوکا رکھا ہے کہ آدمی خیال کرتا ہے کہ جس رستے کو میں جاتا ہوں اسی رستے سے نیچے اتر جاؤں گا حالانکہ برخلاف اپنے قیاس کے اور اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب نیچے اترنے کا ارادہ کرتا ہے تو بسبب اس کے کہ نیچے اترنے کا رستہ ایک کونے میں نظر سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اسی رستے پر ان پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی وجہ سے لوگوں نے اس مقبرے کا نام ”بھول بھلیاں“ یعنی ایسا مقام کہ جہاں آدمی بھول جائے اور چکر کھا جائے رکھا ہے



نقشه کوچه صاحبخانهان آباد

اور اسکا اونچا چوس میں کوئی ندرت نہیں۔ رہی ادہم خاں کی ماں کی قبر اس کا پتہ نہیں۔ اس مقبرے کے متعلق جو سب دیر اس کی اصلی حیثیت بھی باقی نہیں رہی کہ مرمت کے ساتھ اندر باہر استرکاری کرا دی گئی ہے۔

ادہم خاں کے بھائی کا مقبرہ

سجد کے بعد سڑک پر ہی ایک اور بڑا گنبد ادہم خاں کے گنبد کی طرح کا ہے جس میں اب سرکاری ڈاکٹر خانہ ہے۔ ڈاکٹر خانے کی ضروریات کے موافق اس کی بھی شکست۔ بخت کی گئی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ ادہم خاں کے بھائی کا ہے یہ چار بھائی تھے۔ ادہم خاں۔ ٹائے خاں۔ عمر خاں۔ محمد قلی خاں جس کو لوگ مشکلی خاں کہتے ہیں۔ عمر خاں کے مقبرے کا بیان تو آگے آتا ہے اب یہ مقبرہ ہونہ ہو یا ٹائے خاں کا ہو گا یا محمد قلی خاں کا۔ واللہ اعلم۔

عمر خاں کا مقبرہ

قطب کی لاٹ سے بجانب جنوب ایک میل کے اندر ہی اندر مرقع پہاڑی پر ایک مقبرہ بنا ہوا ہے جو ادہم خاں کے بھائی عمر خاں کا کہلاتا ہے۔ اکتالیس سیر پھیاں چڑھ کے اوپر پونچتے ہیں۔ یہ گنبد پچاس فیٹ مربع ہے اور چار دروازے چار طرف ہیں جو ۱۰، ۱۰، ۷، ۷ ہیں۔ اندر سات قبریں چوبے لگی ہیں جو بہت شکستہ ہیں اور فرش کے برابر ہو گئی ہیں۔ اس حصار کی شکار گاہ

فضل سے ایک اور اونچی سی پہاڑی ہے اس پر ایک عمارت بنی ہوئی ہے جو طامس صاحب کی شکار گاہ کے نام سے مشہور ہے پہاڑ پر دو کنگورے دار برج ہیں جن کے بیچ میں ایک دیوار کچی ہوئی ہے۔ پرانے لوگ اسے سلطان شمس الدین التمش کی شکار گاہ کہتے ہیں۔ میرے خیال میں بادشاہ کی بنائی ہوئی کوئی سیر گاہ ہوگی جسے طامس صاحب نے درست کرایا ہو گا۔

کوٹھی دیکشا

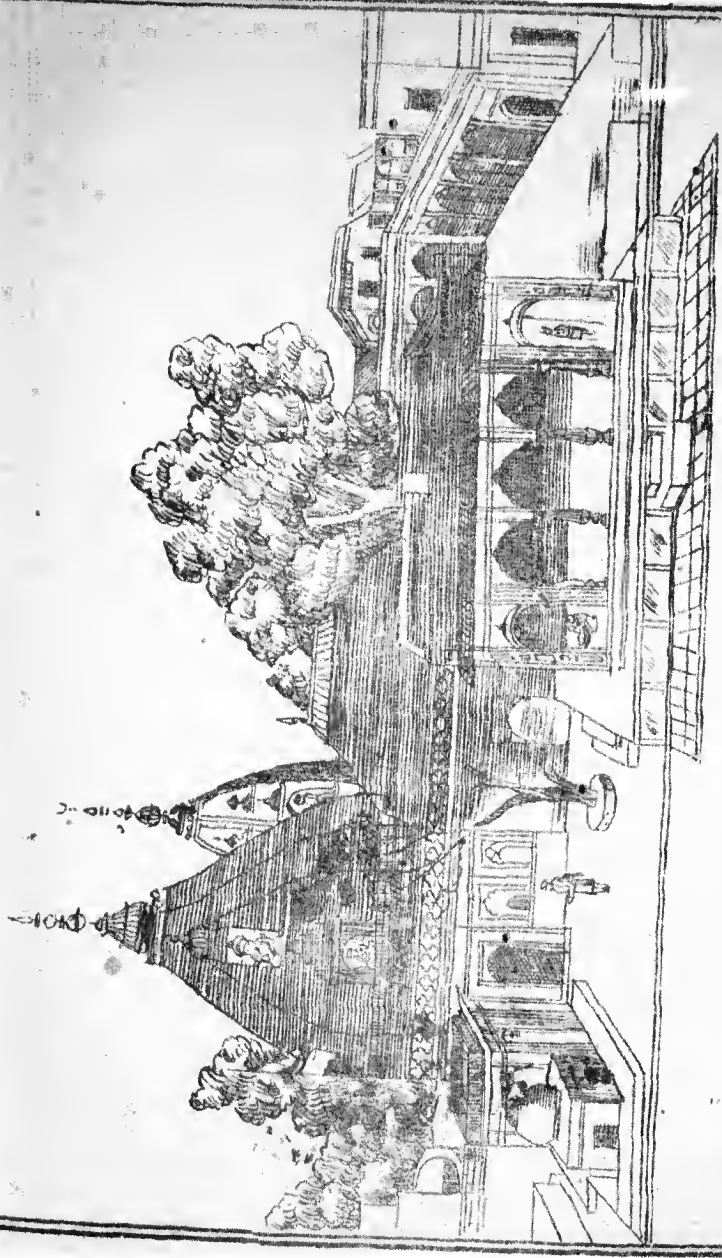
قطب صاحب کی لاٹ کے قریب ایک مکان نہایت خراب حستہ ناقص و شکستہ محمد قلی خاں کے مقبرے کے نام سے مشہور تھا جو اکبر بادشاہ کے کوکا تھے اس لحاظ سے یا تو یہ عمارت اکبر اعظم کے عہد کی ہوگی یا جہانگیر بادشاہ کے وقت کی اس کو سر تھیا نلس ٹکاف

نے جن کا شاہی لقب معظم الدولہ امین الملک اختصاص یار خاں طاس تیا فلس
مکلف صاحب بہادر فیروز جنگ صاحب کلاں تھا بنوایا اور آراستہ کیا
اور گرد درخت لقب کراے۔ اب بالکل ویران اور حستہ حالت میں ہے۔ اب
کوٹھی دکنشا جا کر وحشت کردہ ہو گیا ہے۔

جوگ مایا کا مندر قطب صاحب کی لاٹ کے پاس لوہے کی لاٹ
سے کوئی ۲۶۰ کے فاصلے سے سرحد یوسف سرا

پاے مینار میں ایک اونچے احاطے کے اندر جوگ مایا یعنی مقدس دیوی کا مندر ہے۔
کہا جاتا ہے کہ یہ مندر بہت قدیم اور راجہ پدھشٹر کے زمانے کا بنا ہوا ہے لیکن موجودہ عمارت
کو دیکھو تو وہ سو برس کی بھی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ مندر کی پرانی عمارت بوسیدہ ہو جائے
سے نئے سرے سے بنایا گیا ہو۔ جوگ مایا کی پوجا تو کم سے کم آٹھ سو سال سے راجہ
پتھورا کے وقت سے مروج ہے۔ لیکن اس کی ابتدا کا پتہ نہیں چلتا کہ کب سے اس دیوی
کا استھان یہاں پر ہے۔ مندر کا احاطہ چار سو فیٹ مربع ہے۔ احاطے کے چاروں طرف دیوار
ہے۔ احاطے کے اندر مندر کو ملا کر کل بائیس عمارتیں ہیں۔ جن کو اکبر ثانی بادشاہ کے عہد
کے ایک امیر سیہ مہمل نے بنوایا تھا۔ اس مندر میں آس پاس تین برج الگ الگ
ہیں اور جس برج کے آگے گھنٹہ لٹکا ہوا ہے اسی میں وہ پتھر کا ٹکڑا ہے جو دیوی کے نام سے شہو
ہے۔ اصل مندر کوئی خوب صورت اور دل کش عمارت نہیں ہے۔ ایک بھدی سی عمارت کے
سامنے یہ مندر بنا ہوا ہے اور یہ عمارت بھی کچھ مندر سے زیادہ قدیم نہیں پائی جاتی۔ اصل مندر
بتما مہاس فرش سنگ سرخ کے باسٹھ سال کے اول بنا تھا اور پھر بعد میں سنگ مرمر
سے پایا گیا ہے۔ اس کی چوٹی پر سنہری کلس ہے جس کو ملا کر مسم کی بلندی ہے۔ اس کلس پر آئینہ
لگا ہوا ہے جس کی پرچھائیں دور تک جاتی ہے۔ کمرہ جس میں سنگ سیاہ کی دیوی کی صورت
ہے ستر فیٹ مربع ہے۔ دراصل یہ کوئی صورت بھی نہیں ہے بلکہ زرا ایک پتھر ہے۔ مندر کی چھت پست
ہے جس پر چھوٹی چھوٹی برجیاں ہیں۔ حجرے کا دروازہ سنگ مرمر کا ہے۔ مقدس صورت
ایک سنگ مرمر کے حوض میں رکھی ہوئی ہے جو دو فیٹ چوڑا اور ایک فیٹ گہرا ہے جس پر غرق
غلاف ہمیشہ پڑا رہتا ہے اور پانی کے دھبے چھت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ ایک چوکی سنگ
کی اٹھارہ انچ مربع اور نو انچ اونچی صورت کے سامنے رکھی ہوئی ہے جس پر چڑھا اور پھول

نقشہ مندر چک یا



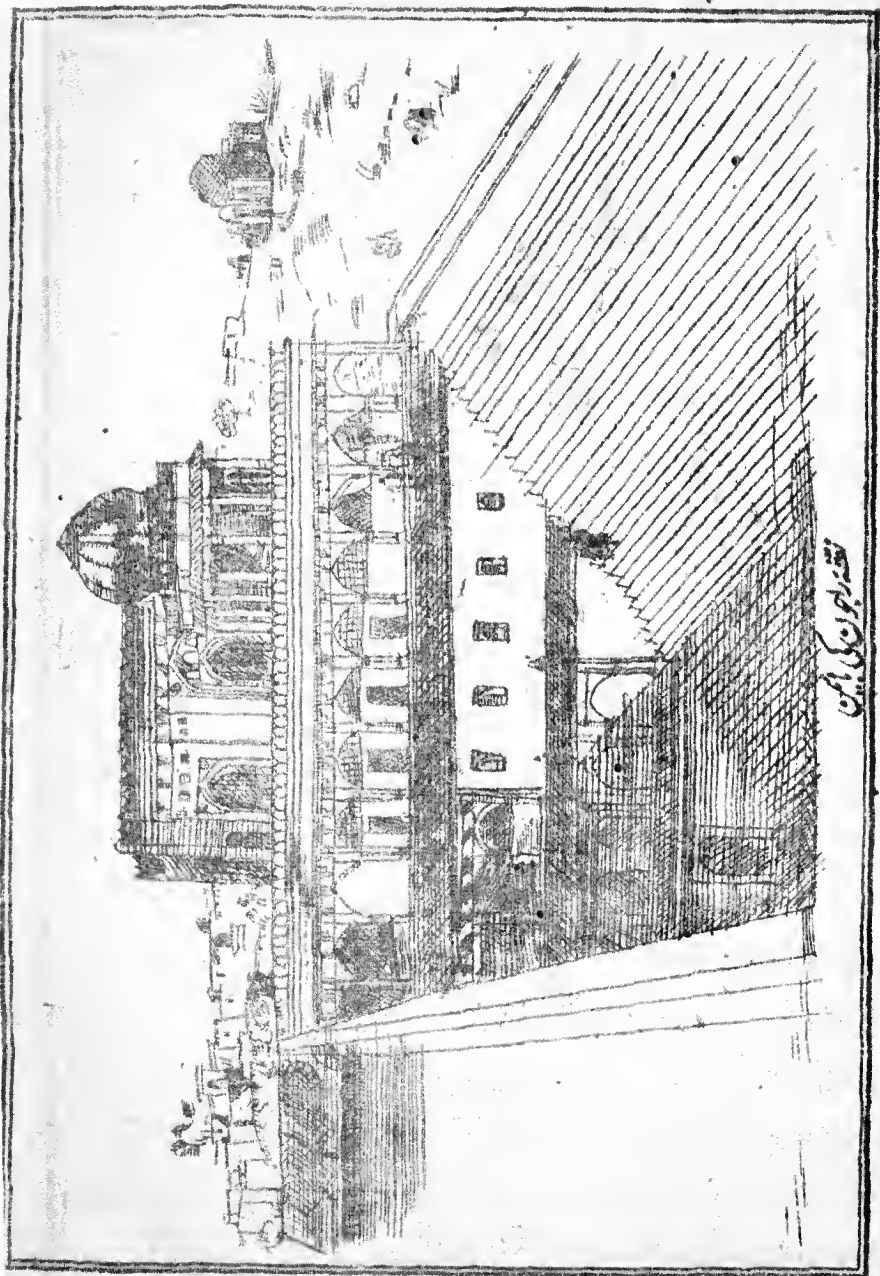
رکھے جاتے ہیں۔ شراب کا یہاں گزر نہیں۔ اکثر مندروں کی طرح یہاں کوئی گھنٹہ بھی نہیں
ہی کہتے ہیں کہ دیوی کو تختے کی آواز پسند نہیں۔ مندر کے سامنے آٹھ فیٹ پر ایک لوہے
کے پتھرے میں دو پتھر کے شیر ہیں۔ پتھر یا پنج فیٹ مربع اور دس فیٹ اونچا ہے۔ مندر
سے پتھرے تک کا راستہ ٹپا ہوا ہے۔ چھت ہلکے تختوں کی ہر جس پر اینٹ اور چوٹے کا پلاستر
ہی اس کی چھت میں چار گھنٹیاں پجاریوں کے لئے ٹنک برہی ہیں۔ دیوی کی طبعی خاصیت بہت
تھیلی اور جابر بتلائی جاتی ہے یعنی جلال بہت ہے اور دنیاوی لذات سے بالکل متفرغ اور
مند کو شراب یا گوشت سے ناپاک کرنا بالکل پسند نہیں کرتی اس دیوی کا تفصیلی حال
سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتا جو بھگوت پران میں لکھا ہے کہ یہ دیوی کٹن اور تار کی
بہن مٹی جس کا یہ نقشہ مشہور ہے کہ وہ بجلی بن کر اوپ ہو گئی اور یہاں آن پڑی۔ جب سے
یہ مکان جوگ مایاجی کا استھان ہو گیا۔ اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ رائے پتھورا
کی بیٹی مایاجی تھی جو حاجی روز بہ کے پاس گئی اس وقت اس کے ساتھ بہت سی سہیلیاں
تھیں جس وقت رائے پتھور کی بیٹی مسلمان ہو گئی ان سہیلیوں نے یہ بات سوچی کہ اب
ہم راجہ کو کیا منہ دکھائیں گے اور بھگوان جانے وہ ہمارا کیا حال کرے گا۔ اس ڈر اور
شرمندگی سے سب کی سب ایک گومیں میں جو اس مندر کے پاس تھا اور بعض کہتے
ہیں یہی کنواں تھا جو اب اس مندر کے پاس موجود ہے گر کر مر گئیں جب کہ رائے پتھورا
کو اس حال کی خبر ہوئی اس نے ان کی لاشوں کو جگلا اور اس مقام پر جہاں اب مندر
ہے پھونک دیا اور کہا کہ ”اُنھوں نے بڑا جوگ کمایا“ جب سے اس کا نام جوگ مایا
ہو گیا اور پان پھول مٹھائی چڑھنے لگی اب رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ یہ لوگ اس کو
دیوی کہنے لگے اور پوجا پتری کرنے لگے اور مان منت مانگنے لگے غرض کہ یہ سب پوجاریوں
کی کن ترانیاں ہیں حقیقت حال کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ لوگ اس دیوی کو کالکا دیوی سے
اچھا جانتے ہیں کہ وہاں تو جو پڑھتا ہے یعنی قربانی ہوتی ہے اور یہاں پھول پیکھڑی۔ اماٹے
کے اندر پلنگ یا چار پائی لائے کی اجازت نہیں۔ لالہ ہر دیان سنگھ صاحب رئیس
دہلی نے وقتاً فوقتاً اس مندر کی تعمیر و ترمیم کرائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اچھی حالت
میں ہے۔ یہاں ہفتے وار ایک دن چھوٹا سا میلہ ہوا کرتا ہے۔

راجوں کی بائیں (باؤلی)

۱۲۹۵ھ
اور مسجد ۱۵۰۶ء

قطب صاحب کی لاٹ کے قریب جنوب
و مغرب میں کوئی پانچ منٹ کے رستے
پر ادم خاں کے مقبرے کے جنوب
میں یہ ایک عالی شان مکان ہے جس کو

۱۲۹۵ھ میں سکندر شاہ لودھی بن بھلول شاہ لودھی کے عہد میں ایک امیر دولت خاں
نامی نے بنوایا تھا۔ اس مکان کی لطافت اور نزاکت بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ یہ مکان
چوڑے اور تنگ سے بنا ہوا ہے لیکن سنگین مکانوں پر ہزار درجے شرف رکھتا ہے۔ اس مقام پر
ایک باؤلی ہے بہت نفیس و لطیف نہایت بڑی اور بغایت دل کشا بالکل سالم گویا ابھی
ستار اٹھ کر گئے ہیں۔ کسی زمانے میں اس باؤلی کے مکانوں میں راج بستے تھے جب سے
راجوں کی بائیں شہور ہو گئی ہے مگر پھر راج جا کر مدتوں چار آبے تھے اور اب خالی پڑی ہے۔
باؤلی کے شمالی رخ پر سیڑھیاں ہیں جو پانی کی تہ تک چلی گئی ہیں جن میں سے ستادون تو
پانی کے اوپر ہیں اور نو پانی میں دکھلائی دیتی ہیں لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ سیڑھیوں کا سلسلہ
باؤلی کی تہ تک ہو گا۔ باقی باؤلی کے تین طرف اونچی اونچی دیواریں کھڑی ہیں جن میں چار
قطاریں محراب دار حجرہوں کی ہیں جو عرض و طول میں یکساں ہیں مگر تعداد میں مختلف۔ باؤلی کی
دیواریں ۱۲ اونچی ہیں اور مشرق اور مغرب کی دیواریں ۸۰ لمبی۔ اصل باؤلی کی چوڑائی ۱۲
ہے۔ جب ہم نے دیکھا تو نو فیٹ پانی تھا مگر موسم بارش میں پانی بہت چڑھ جاتا ہے بلکہ حجرہوں
کے نیچے کی منزل ڈوب جاتی ہے۔ باؤلی کے جنوب میں اوپر وار ایک ہشت پہل کھانا ہے
قطر کا ہے جس میں مروے لگے ہوئے ہیں۔ باؤلی کے اوپر ایک بہت خوبصورت مسجد ہے جس
کے دیکھنے سے آدمی کا دل خوش ہو جائے اور نہایت فرحت حاصل ہو۔ باؤلی کی مغربی
دیوار کی سطح کے برابر مسجد کا پختہ صحن ہے جس میں چوکے کچے ہوئے ہیں۔ مسجد کا طول ۱۲۵
عرض ۱۲۰ اور بلندی ۲۷ ہے۔ مسجد تین دروں کی ہے جو ۹-۶-۶ ہیں۔ چھت کے
نیچے ایک بھاری سیڑھی لگا ہوا ہے جو پتھر کے توڑوں پر لگا ہوا ہے۔ مسجد
کی دونوں جانب چھت پر چڑھنے کا چھبیس چھبیس سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ تمام عمارت پتھر اور
چونے کی بنی ہوئی ہے چھت پر ایک کوٹھی دار گنبد ۲۸ مربع اور ۲ بلندی ہے۔ مسجد میں تین
سیڑھیوں کا ممبر ہے اور فرش گچ کا ہے۔ لوگوں نے پکا پکاساری مسجد کو اندر وار سے کالا بھٹ



تقدیر ہوتی ہے

کر دیا ہر کیوں کہ مدتوں اس میں لوگ رہے ہیں۔

مسجد کے پیش طاق پر بسم اللہ اور نین سطروں میں اسمائے حسنیٰ اور منبر کے پاس والی محراب پر هو اللہ الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشہادۃ تافتم سورہ شہارہ ۲۸ ع مسجد کے صحن میں پتھر کے ستون کھڑے کر کے ایک نہایت خوب صورت اور مستحکم کھلا ہوا چھتر بنا دیا ہر جس میں ایک قبر ہے۔ اور باہر اس چھتر کے ایک قبر اور ہے۔ دست خاقان کی قبر سنگ خارا اور سنگ سرخ کی ہے جو نو فیٹ لمبی اور چھ فیٹ چوڑی اور دو فیٹ اونچی ہے اس پر کسی قسم کا کتبہ سوائے کلمہ طیبہ کے نہیں ہے البتہ مذکورہ بالا برج کی پیشانی پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے۔

(۱۱) در احمد دولت ہمایوں سلطان الہ عظم المعظم المتوکل علی

(۱۲) الرحمان سکندر شاہ بن بھلول شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ

(۱۳) و سلطانہ بنا کسر دایں گنبد بندہ امید و امرا بر حمت پروردگار

(۱۴) دولت خاتون احسا قوم خواجہ محمد غراہ ماہ رجب سنہ اثنی عشر و تسعمائۃ یہ چو کھنڈی ہے۔ ۱۴ مربع ہے۔ چاروں طرف چار چار در ہیں۔ ۱۰ چوڑے۔ گنبد کے اندر درود اکبر نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ دولت خاتون کون بوی تھیں معلوم نہیں۔

دو برج اس باؤلی کے پاس ہی ایک ٹیلے پر دو چو کھنڈی غا برج سنگ خارا کے بنے ہوئے ہیں۔

(۱۵) ۹ مربع۔ اس میں چار قبریں گچ کی ہیں اور چاروں قبریں مروانی ہیں۔ با این ہمہ یہاں کے لوگ اس برج کو رضیہ بیگم کا برج کہتے ہیں حالانکہ بیگم موصوف کی قبر دہلی میں ہے نہ کہ یہاں۔ یہاں کی ایک قبر پر سورہ ملک اور سورہ حشر کا آخری رکوع گچ میں کھد ہوا ہے اور اسی طرح بیچ والی قبر پر آیتہ الکرسی ہے۔

(۱۶) اوپر دائے برج کی طرح کا بارہ درہ راجوں کی بائیں کے شمال میں ہے۔ برج کے اندر کوئی قبر نہیں ہے مگر باہر چوتھے پر متعدد پختہ قبریں ہیں۔ یہ دونوں برج بے پتہ اور نامعلوم ہیں۔

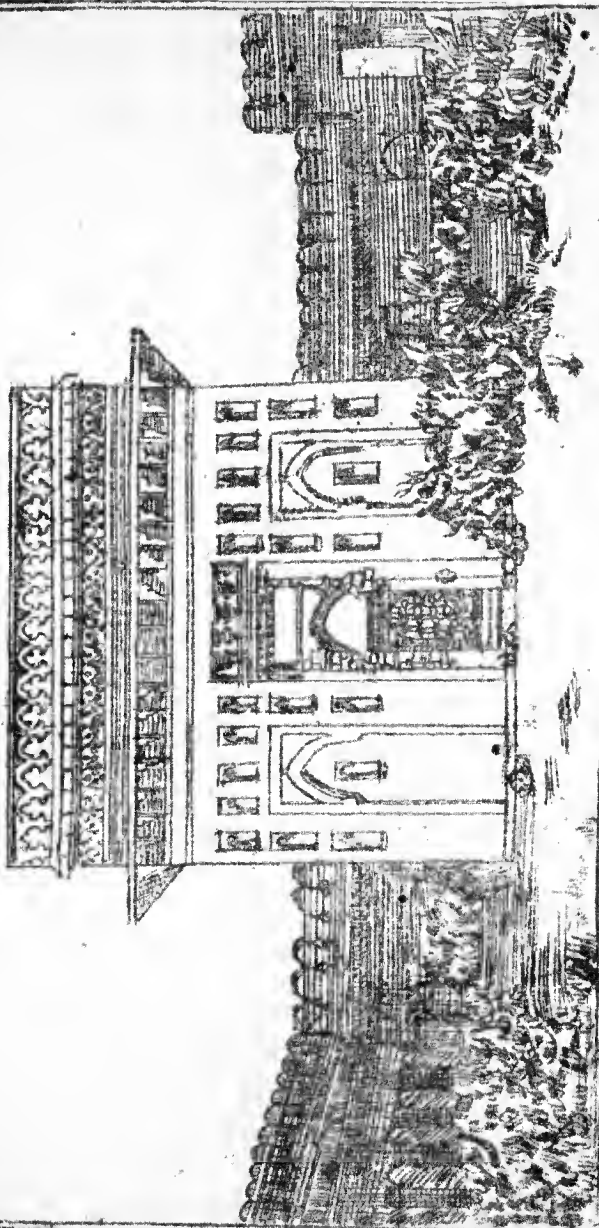
مولانا جمالی اور کمالی کی

درگاہ اور مسجد ۹۳۵ء

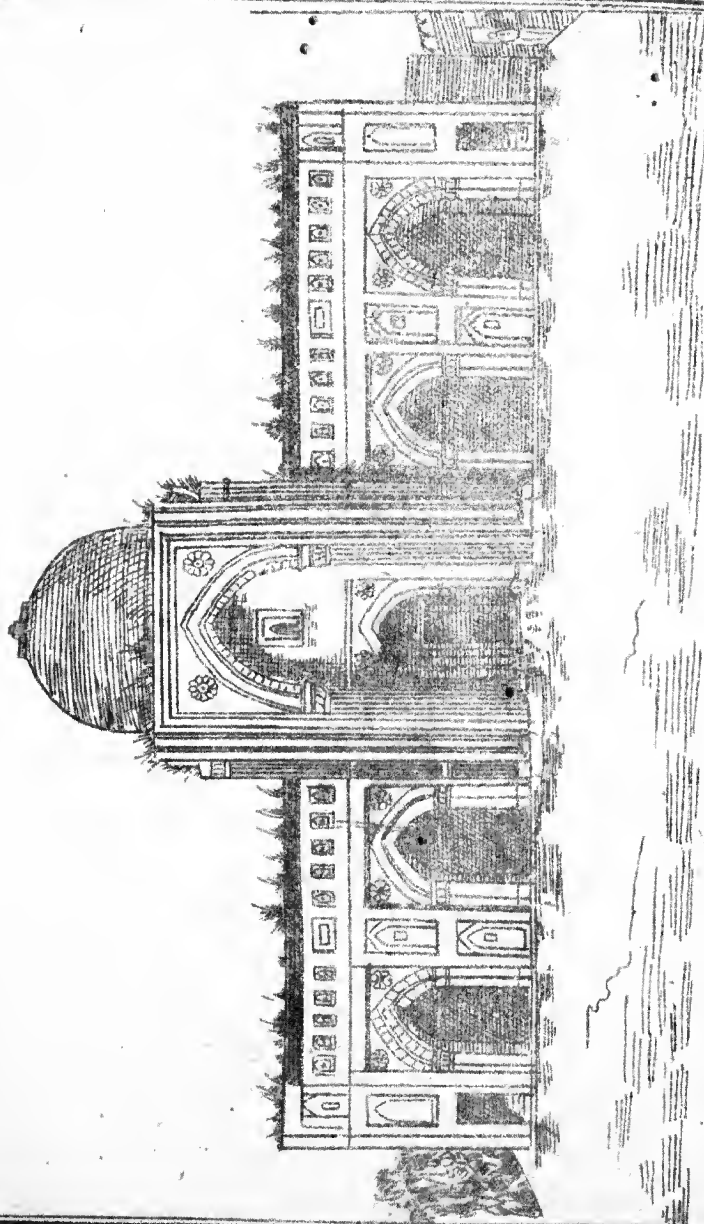
ہیبت من از کجا و این کار کجا
در خور دمن ضعیف این بار کجا
اوصاف بزرگاں ز شمار افزولست
در طاقت فقر بدمن زار کجا

شیخ فضل الدین جلال خاں جو حضرت جمالی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک بڑے سیاح۔ عالم متبحر۔ نامی گرامی شاعر اور اہل اللہ تھے جن کے علم و فضل اور تقدس کا شہرہ دور دور تھا۔ درگاہ آپ کی راجوں کی بایں کے پاس پختہ بابر شاہ بادشاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے۔ آپ ایک بڑے بیکمال شاعر تھے۔ شہسوی زغر لیں قصائد سب ہی کچھ کہتے تھے مگر قصائد آپ کے بڑے پر معنی اور پُر زور ہوتے تھے۔ آپ اول جلالی تخلص کرتے تھے پھر جمالی تخلص کرنے لگے۔ آپ مولانا سماء الدین علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ آپ کے حسن کلام کی وجہ سے دربار شاہی میں آپ کی بڑی وقعت تھی۔ آپ کے زمانے میں دہلی میں چار بادشاہ ہوئے۔ سکندر لودھی۔ ابراہیم لودھی۔ بابر اور ہمایوں۔ سکندر لودھی کے زمانے میں آپ کا تیرہ اقبال چمک رہا تھا اور طوطی بول رہا تھا اور اس زمانے کے اولیائے کاملین میں آپ کا شمار تھا۔ اگرچہ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں آپ کی وہ بات نہ رہی تھی پھر بھی متوسلان شاہی میں آپ کا مرتبہ بلند تھا۔ آپ کو مذہبی مباحث میں یدِ طولی حاصل تھا اور سب آپ کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے حتیٰ کہ علماء اور فضلاء دیگر بلا بھی آپ کو ہمانتے تھے۔ ۹۳۵ھ میں آپ نے ایک مسجد اور یہ درگاہ اور پھر اپنا مقبرہ قطب صاحب کی پڑائی بسجی میں راجوں کی بایں کے پاس بنوایا۔ یہ مسجد نہایت عمدہ اور بڑی شان و شوکت کی چوٹے پتھر سے بنا ہوئی ہے اس کی خوبی وضع اور دل کشائی کا بیان نہیں ہو سکتا حقیقت یہ ہے مسجد کسی زمانے میں بہت دل چسپ اور نہایت دل پسند ہوگی اس مسجد پر کوئی کتبہ یا تاریخ بنا نہیں اس سبب سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مسجد کب بنی اور کس نے بنائی مگر یہ ظاہر ہے کہ درگاہ کے ساتھ کسی مسجد ہے اور اسی زمانے میں بنی ہوگی جب کہ درگاہ بنی۔ اس کی وضع قطع ہمایوں بادشاہ کے عہد کی عمارتوں سے بہت ملتی جلتی ہے اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد

مکتبہ اسلامیہ



نقشه مسجد درگاه مولانا جامی



ہمایوں بادشاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے اور درگاہ کے ساتھ بنی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد اب
 ویران ہے مگر اگلے زمانے میں عین قطب صاحب کی آبادی میں واقع تھی چنانچہ
 اب بھی ٹوٹی پھوٹی حویلیوں کے کھنڈر اس کے اطراف میں موجود ہیں۔ آپ
 ہمایوں بادشاہ کے ساتھ گجرات تشریف لے گئے تھے اور وہیں ۱۰ ذی قعدہ ۱۵۵۵ء
 میں آپ کا وصال ہوا۔ ”خیر و ہند و اقصیٰ“ آپ کی تدفین وفات ہے۔ آپ کی
 نقش گجرات سے دلی لائی گئی اور وہیں حجرے میں آپ رکھتے تھے اُسی میں آسودہ
 ہیں۔ مسجد اور درگاہ کے احاطے کو علی حدہ علی حدہ میں مگر ملے ہوئے ہیں چنانچہ مسجد
 کی شمالی دیوار جو درگاہ کی جنوبی دیوار ہے درمیان میں راستہ بھی تھا جو اب بند کر دیا گیا
 ہے۔ صحن مسجد ۱۳۵ × ۷۰ ہے جس میں جانے کا دروازہ مشرق کی دیوار میں ہے جو حال کا
 ٹھکانا ہوا معلوم دیتا ہے۔ قدیم دروازہ جنوبی دیوار میں تھا جو اب یک جہد دیوار سے جو شرقی
 اور مغربی دیواروں کو ملاتی ہے بند ہو گیا ہے۔ جمالی مسجد کی وضع قطع موٹھ کی مسجد جیسی ہے فرق
 صرف اتنا ہے کہ اول الذکر میں صرف ایک گنبد ہے اور آخر الذکر میں تین۔ جمالی مسجد کا
 گنبد لودیوں کے زمانے کی آخر طرز کا ہے۔ مسجد ۱۳۵ لمبی اور ۷۰ پوڑی اور ۳۴ اونچی
 ہے۔ بسیار فاضل و باخرد و دیانت ہوا۔ درخوردی نام او جلال خاں بود و مخلص جلالی داشت چوں جوان
 شد باشارہ پیر خود شیخ سہاء الدین جمال خاں نام و جلالی مخلص کرد۔ سیر العارفین از تصنیفات اوست
 و در زمان ابوالغازی سلطان حسین مزار کچھرا سان رفته و تا آخر عمر مزار ابدان دیار گزرا نیدہ و در سہند
 مراجعت نمودہ مصاحب سلطان سکندر بود۔ بابر شاہ بادشاہ احترام او کما ہی بجای آورد و ہمایوں
 بادشاہ را بہ محبت او سیلے موغور بوجہ ہموارہ با او مجالست می نمود۔ از ابیات اوست ہے
 مارا ز گرد کوش پیر اہنست برتن واں ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

”تاریخ رحلت از قمر الجواہرین“

مخوقات خرد جسمالی بود	عاشق دست لاء بانی بود
شعر گیت و تازہ بش بجاں	ہست عشرت فرے پیر و جواں
لقبش را بدان نزدی لعل	بود سبے اشتباہ قمر الدین

بسال نقش بہجت و مکیں

غزوم گفت ماہ خسلد بریں - ۱۳

ہر چھت سے گنبد تک اور دس فیٹ کی بلندی ہے۔ مسجد پنج حویں ہر درمیانی محراب دیوار میں دو فیٹ اندر دار کو چوڑا (۳) بلند اور ۱۰ چوڑی ہے۔ دیوار دو درستیوں کے سرے جہاں سے محراب شروع ہوتی ہے سنگ سرخ کے ہیں جن پر عمدہ نقش و نگار ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ کبھی یہ ستون چھت تک بلند تھے یا نہیں۔ محراب کی اندرونی حصے پر بھی منبت کاری کے عمدہ نقش و نگار ہیں اور محرابوں کی پیشانی پر بھی خوش نما بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں اور سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ محراب کے نیچے اُس دیوار میں جس میں بیچ کا دروازہ ہے ایک چھوٹی سی محراب دار کھڑی ہے۔ اس کھڑکی سے تین چار فیٹ نیچے وہ دروازہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے جو ۱۰ بلند اور ۱۰ چوڑا ہے۔ اس دروازے پر بھی سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی پٹیاں بیل بوٹے اور نقش و نگار ہیں۔ درمیانی محراب کی ادھر ادھر کی محرابیں ۱۴ اونچی اور دس فٹ چوڑی ہیں بیچ کی محراب کی چھت دونوں جانب کی محرابوں کی چھت سے ۱۰ اونچی ہے۔ آخری بازو کی محرابوں کے دیوار دو درستیوں میں دو طاق کم گہرے اور تین فیٹ اونچے ہیں۔ بیرونی دیوار دو درستیوں کی پٹی محرابیں مٹلی ہوئی ہیں اور ان میں سے مسجد پر چڑھنے کا زینہ ہے۔ چھوٹی محرابوں کی پیشانی پر بھی نقش و نگار ہیں جن میں بھورا اور لال پتھر لگا ہوا ہے۔ صحن مسجد میں چوکے نیچے ہوئے ہیں۔ پانچوں دروں کے جواب میں چھت کی دیواریں بڑی بڑی دیوار دو درستیوں میں ہیں۔ ان محرابوں میں سنگ مرمر کے ٹپکے اور نقش و نگار ہیں بیچ کے حصے پر گنبد جس کی چھت محراب دار ہے اور اطراف کے حصوں کی سطح۔ درمیانی حصہ مربع ہے مگر اوپر جا کر شہت پہلو ہو گیا ہے۔ درمیانی حصے کے کونوں کی مثلثی جگہ میں عمدہ نقش و نگار ہیں۔ مسجد کی عقب کی دیوار میں بھاری بھاری ٹوڑے جگہ کو پڑ کرنے کو لگا دیئے ہیں۔ صحن مسجد کے شمال و مغرب کے کونے میں کوئی ستر فیٹ مربع زمین فصیل نما احاطے سے محصور ہے۔ احاطے کی دیوار دس فیٹ اونچی ہے اور اسی میں مولنا جامی کا مزار شریف ہے۔ یہ احاطہ بھورے پتھر اور گچ کا ہے جس میں جانے کے پئے شمالی دیوار میں ایک پست دروازہ لگا ہوا ہے۔ تمام دیواریں طاق ہی طاق ہیں اور مغرب رخ کی دیوار کے طاق کھلے ہوئے ہیں۔

اس احاطے کے جنوب و مغرب کے کونے میں ایک حجرہ ہے جو غالباً خدام کے لئے بنایا گیا ہے اور یہیں وہ دروازہ تھا جس میں سے مسجد میں جانے کا راستہ تھا جو اب بند کر دیا گیا ہے۔ حضرت کے مزار کے مشرق میں ایک وسیع احاطہ ہے جس میں بہت سی قبریں ہیں حضرت کی قبر ۴ مربع اور ۱۱ اونچے حجرے میں ہے جس کا دروازہ جنوب کی دیوار میں ہے۔ دروازے کے سامنے اور عمارت کے گرد اگر سنگین چھپرے جس کے نیچے توڑے لگے ہوئے ہیں۔ اسی کے نیچے حجرے کے اطراف ایک کاشانی اینٹوں کے کام کا پتھر ہے۔ حجرے کی سطح چھت کے اطراف بھی رنگین نقاشی کا کام ہے۔ دروازے کے دونوں طرف دو طاق ہیں جن کے اوپر چھوٹے چھوٹے طاق روشنی کے لئے بنے ہوئے ہیں حجرہ شریف میں سنگ مرمر کا فرش ہے جس پر سنگ موسیٰ کی تحریر ہے مغربی دیوار میں ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا طاق قبیلہ کی طرف ہے جس پر یہ کتبہ ہے:-

لا اله الا الله الملك الجبار محمد رسول الله المختار - الله (در مرتبہ) شهد الله
انه لا اله الا هو والملككة واولوا العلم قايما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم
بارہ (۳) س آل عمران ۱۰۷۔ الملك الواحد القهار لا اله الا الله محمد الرسول الله
يا الله۔

شمالی اور مغربی دیواروں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان جالیوں کے دونوں طرف جہاں مغربی دیوار میں دروازہ اور دیوار دوڑ محراب ہے روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کے لئے دو فیٹ مربع طاق بنادیئے ہیں۔ حجرے کی چھت اندر سے گنبد دار ہے جس میں نہایت عمدہ مگر ضرورت سے زیادہ نقش و نگار اور رنگ آمیزی ہے۔ حضرت کی قبر شریف حجرے کے بیچ میں ہے۔ آپ کی داہنی طرف اور ایک قبر ہے جو آپ کے بھائی کمالی صاحب کی کہی جاتی ہے۔ بائیں طرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ دونوں قبریں نہایت شگاف سنگ مرمر کی ہیں جو بہت مجلیٰ کیا گیا ہے۔ قبروں کے تعویذ سیدھے سامے چپے ہیں جن پر نہ کوئی نقش و نگار ہے نہ کوئی کتبہ۔ درگاہ کے اندر گنبد کے گرد چوڑے کی منبت کاری میں ذیل کی دو غزلیں آپ کی کہی ہوئی کھدی

ہوئی ہیں۔

عزل

اگر کفر کشد سر سیاہ کاری ما
 بود بعبود تو چشم امید واری ما
 بہ آستان تو شرمندہ سگان تو ام
 کہ شب قرار ندارد باہ وزاری ما
 اگر ہر پردہ رازے تو محسوس یابم
 فقر بفر نماید بر پردہ واری ما
 بجا ک کوے تو در حتم مرد ماں تو ارم
 بہ زوال نظر غمت بہت خواری ما
 زار و لطف تو شد تا پدید گرد گناہ
 ویک شستہ نشد داغ شہساری ما
 برو ز بجز تو در سبکی و تنہائی
 بجز غمت نرسد کس غمگساری ما
 جمالیسا بدر یار التجاسی آر
 کہ بہت برو در دلدار رنگاری ما

دوسری عزل

ز حد گزشت بجنق تو بے قراری ما
 امید بست کہ رحم آوردی بزاری ما
 جمال عبود تو کا آمدے برین نقاب
 اگر نہ روئے نمودے گناہگاری ما
 اگر چہ در غور قہریم از گنہ کاری
 بود بلطف تو چشم امید واری ما
 بغزت جبروت و جبریت ملکوت
 رسم گریفرازی بجا کساری ما
 اگر ہر پردہ راز تو پردہ دار شوم
 فرشتہ را نسرود جاے پردہ واری ما
 نیک تر شیخ ابر کرم فرو شونی
 غبار جرم ز رخسار شہساری ما
 نظر بسوے جمالی فلن ز روے عطا
 سبب بچانہ سستی و حنام کاری ما

قطع

اے رحمت تو از غضب بردگرو
 دیکھ تو ترالطف تو فرمود برو
 جاے کہ شد از خربین عبود تو سخن
 آں جا گنہ نقی استنجید بوجو

درگاہ کو مختصر یہی مگر بہت خوب صورت اور بالکل درست حالت میں ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کل کی بنی ہوئی ہے۔ اندر فرش ہسنگ مرمر کے چوکوں کا ہے جس میں سنگ سنی کی ٹیلیا پڑی ہوئی ہیں۔ آپ کی قبر کا تعویذ $\text{سیدہ فاطمہ بنت محمدؑ}$ ہے دونوں قبریں ایک ہی وضع کی ہیں اور اللہ اللہ اور بیچ میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ حجرہ شریف اندر سے ۱۳۔ ۱۰ امر ہے۔ دیواروں پر خدا جانے کس نفاست سے تاج کی ہے کہ مثل آئینے کے منہ دکھائی دیتا ہے۔ دیواروں پر نقش و نگار کے علاوہ گنبد کی چھت پر جو بہت بلند نہیں لا جو ردی رنگ کے ایسے گل بوٹے لٹکائے ہیں کہ چمن کھلا دیا ہے اور رنگ ایسا پائدار ہے کہ ذرا پھیکا بھی تو نہیں پڑا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نقاش نے قلم دھرا ہے۔ درگاہ کے سامنے $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2}$ کا چوڑے کا بہت نفیس فرش ہے جس میں سفید و گروے رنگ کی چھ انچ مرلج ٹیلیس لگی ہوئی ہیں اور آج تک باوجود روندن کے یہ فرش جھلکا رہا ہے۔ سبحان اللہ کیسے بنائے والے تھے اور کیسے بنوائے والے۔ اسی فرش کے چوٹ بیچ ۲۔ ۱۲ ہوض ہے جو اب پاٹ دیا گیا ہے۔

آپ کی درگاہ کا احاطہ بہت وسیع اور فہل نامکنگورے وار ہر جس کا طول و عرض ۹۸x۱۱۲
اور اونچان جو آہر ساری دیوار میں طاق طاق بنے ہوئے ہیں۔ اتنے بڑے احاطے
کے اندر پورا گچ کا فرش تھا جو سب مصالح ہو کر کہیں کہیں کوئی کوئی ٹکڑا رہ گیا ہے۔

سنگ سرخ کی چوکنڈی

چودری قاسم راج چو کھنڈی ہر جس کے پیچ میں سنگ سرخ کی ایک زمانی قبر ہے جس پر
موقوف اللہ اللہ اور پیچ میں کلمہ ہے۔

دوسرا احاطہ

آؤپر والی چوکھنڈی کے پاس ایک اور کنگورے دار
 ۱۰۰ فٹ لمبے طاق دار احاطہ جس کی بندی آہیچہ۔

فرش پختہ تھا اب کہیں کنارے کنارے باقی رہ گیا ہے۔ اس میں بہت سی قبریں ہیں مگر سب سے

مسجد
وسیع احاطے کے اندر یہ مسجد ہر عمارت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکمل نہ ہوئے پانی اور اوجھوری ہی رہ گئی کیوں کہ دو درکتبوں سے خالی رہ گئے ہیں

مسجد میں دو طرفہ منبتیں منبتیں سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ ممبر تک باقی نہیں۔ مسجد کا فرش صرف روڑی کارہ گیا ہے۔ دہنی طرف سے پہلے در پر (۱) لیس البوان تو لواد جو حکم قبل المشوق والمغرب تا داو لنگ ہم المتقون۔ پارہ ۲۔ س بقہ۔ ۶۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام تعلہم یرشدون۔ پارہ ۲۲۔ س بقہ ۶۔ (۲) آیتہ الکرسی فن یکفر تک۔ اور کلات داخل علیہا ذکر یا المحاب تان اللہ یرزق من لیشاء بغیر حساب۔ پارہ ۲۳۔ س آل عمران۔ ۱۲۔ (۳) پیش طاق۔ وما جعلنا القبلة الاللی کنت علیہا تان اللہ بالتائیں لردفک (حجیم پارہ ۲۲) س بقہ ۶۔ سجن ربک رب العزۃ عما یصفون وسلم علی المولین والحملہ رب العلمین۔ پارہ ۲۳۔ س صفت ۶۹۔

باقی دو درکتوں سے خالی رہ گئے ہیں۔ بیچ کی محراب سنگ مرمر کی ہے جس میں سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی نہایت نازک اور نفیس مرغولیں بنی ہوئی ہیں۔ گو مسجد سنگ خارا کی ہے مگر باہر کی محراب کار و کار سنگ سرخ کا ہے۔ اور اس پر ایک بہت خوب صورت نشین سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔

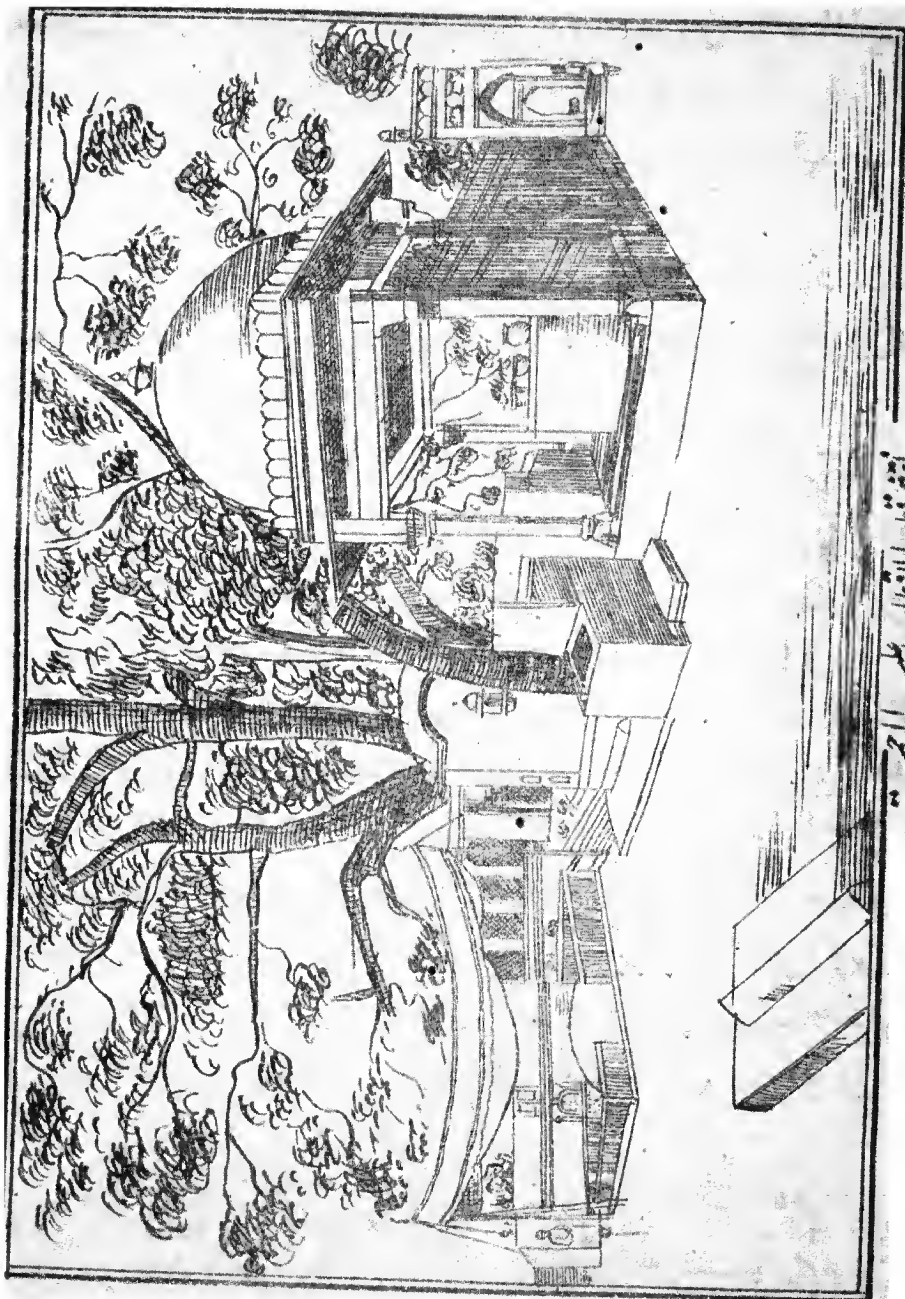
ایک برج

مسجد کے شمال میں ایک اونچے ٹیلے پر سنگ خارا کا ایک بہت پہلو برج بہت مضبوط بنا ہوا ہے جس کا قطر ۱۱ فٹ ہے۔ اور ہر ضلع طول میں ۷ فٹ ہے اور در کی بلندی ۱۱ فٹ ہے۔ مگر اس میں کوئی فبر نہیں رہی صرف بن گھرے پتھروں کا فرش باقی رہ گیا ہے۔ مسجد اور درگاہ کے گرد دور دور تک مکانوں کے کھنڈ رہیں مکانوں کی چار دیواری اور محبوروں کی دیواریں کھڑی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اب جنگل میں یہ درگاہ ہے پہلے اس کے گرد آبادی تھی۔

اے سرور اولیائے عالم
ای قبیلہ اصفیائے اکرم
روئے تو کہ آفتاب جن ست
پیدا شد از ضیائے عالم

حضرت قطب الدین بختیار کاکی
اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ

نقشه قطب الارقطاب علی الارض



حضرت خواجہ قطب الدین صاحب حسینی ہیں آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت
 امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی خواجہ
 کمال الدین احمد موسیٰ لوشی ہے۔ آپ اوشس ملک ماوراء النہر کے رہنے والے
 تھے حضرت خواجہ قطب الدین جو عموماً خواجہ صاحب سے مخاطب کیے جاتے
 ہیں بزرگان دین میں نہایت اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ حضرت صرف ڈیڑھ یا دو ہائی
 ہی سال کے تھے کہ آپ کے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا۔ آپ شہر بغداد
 میں امام ابو اللیث ثمرقندی کی مسجد میں بہارِ رجب المرجب ۵۸۲ھ حضرت
 معین الدین حسن چشتی سجری قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے اور مرتبہ
 خلافت پیرانِ حشت سے حاصل کیا اور ایک مدت خواجہ بزرگ کے ساتھ بغداد شریف
 میں محنت و ریاضت شاقہ کھینچی۔ جب خواجہ موصوف بغداد سے اجمیر شریف
 تشریف لائے تو بعد میں آپ بھی پہلے ملتان آئے بعد وہلی پونچ کر آپ
 نے خواجہ بزرگ کی خدمت میں ایک عریضہ اشتیاقیہ لکھا۔ حضرت نے جواب
 دیا کہ روحانی نزدیکی کو مکانی فاصلہ نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ پونچائے گا اگر بابا
 اختیار تم کو وہلی میں رہنا چاہیے چنانچہ آپ وہلی ہی میں رہے مگر تین بار آپ کی
 زیارت کو اجمیر تشریف لے گئے۔ سراج الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ
 ۵۸۸ھ فتح دہلی سے پورے تین سال پہلے راہِ تھپورا کے زمانے میں
 ہندوستان تشریف لائے اُس وقت سن شریف بیس سال کا تھا اور آپ
 تحصیلِ علوم سے فرائع حاصل کر چکے تھے آپ کو دنیاوی معاملات امورِ سلطنت
 سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا آپ کا مشرب ہمیشہ صلح کل رہا۔ سراج الاقطاب میں لکھا ہے کہ
 آپ کے تعلقات سلطان محمد غوری سے سنگت نہ تھے مگر سلطان
 سمسال لدین ایش آپ کا بڑا معتقد تھا اُس کے زمانِ سلطنت میں آپ کا بڑا
 سلاہ اوشس بوزن موش ولایتِ برفانہ میں ایک قصبہ پر مابین سمرقند اور اندجان کے۔ آپ کی حلاوت
 کے سال میں اختلاف ہے۔ کتب تواریخ سے آپ کی وفات یومِ درشنہ ۱۴۔ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوئی اور
 وفات کے وقت آپ کی عمر چوتھیں سال کی ثابت ہوتی ہے بلکہ صاحب اسرار الادب لکھتے ہیں کہ سن شریف چھ
 اور سو برس کا تھا کیوں کہ آپ کی ولادت ماہِ رجب ۵۸۲ھ ہونا بھی جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

دور دور تھا۔ پہلے پہل آپ نے پانی کے آرام کے خیال سے موضع کیلو کھڑی
 میں لب آب قیام فرمایا اور کچھ دنوں وہیں رہے کہ شمس الدین قلیش نے آپ کو
 شہر میں لانے کی خواہش کی لیکن آپ نے انکار کیا مگر میر بھی پہنچے میں دوسرے
 بادشاہ آپ کی خدمت میں بالاتزام حاضر ہوا کرتا تھا حالانکہ آپ کی اقامت کا فصل
 پانچ کوس تھا۔ آخر بادشاہ بہت مصر ہوا اور آپ کو نہایت عجز و الحاح سے شہر
 میں لایا اور اعزاز الدین کی مسجد کے پاس جو ایک پُرفضا اور عفا مقام تھا آپ کو
 ٹھہرایا۔ شہر کے چھوٹے بڑے سب خواجہ صاحب سے رجوع ہو گئے۔ تھوڑے
 دنوں بعد مولانا جمال الدین احمد بسطامی شیخ الاسلام نے انتقال کیا۔
 بادشاہ نے چاہا کہ یہ خدمت آپ کو دے لیکن آپ کو دنیاوی معاملات سے
 کیا تعلق تھا آپ نے ہرگز قبول نہ فرمایا۔ آپ دہلی ہی میں شاہل ہوئے اور آپ
 کے دونوں صاحب زادے سید احمد اور سید محمود صاحبان آپ
 کے برابر ہی آسودہ ہیں بڑے صاحب زادے کا مزار نو کٹہرے کے اندر آپ کے
 برابر ہی ہے اور چھوٹے صاحب زادے کا کٹہرے کے باہر آپ کی پائنتی۔ بڑے صاحب
 سید احمد بڑے صاحب جذبات و کمالات گزرے ہیں۔ سید محمود نے عالم طفلی
 میں سات سال کی عمر میں ہی انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار کے
 سر پہنے خواجہ عبدالعزیز بسطامی اور پائنتی قاضی حمید الدین ناگوری۔ مولانا بدر الدین
 غزنوی اور امام الدین ابدال حضرت ضیاء الدین دست غیب خواجہ صاحب کی طایہ
 کے صاحب زادے خواجہ شرف الدین بقال اور بہت سے بزرگان دین کے
 مزارات ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ خضر سے عالم رویا میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ
 کے کمالات خوارق عادات۔ کرامتوں۔ غیب گوئیوں کی بہت سی روایتیں مشہور
 ہیں مگر آپ نے خود کبھی اپنے کشف و کرامات کا اظہار نہیں فرمایا۔ آپ جب تک
 زندہ رہے مرجع خاص و عام رہے اور گوکہ آپ کے جنازے کو بادشاہ وقت
 نے کندھا دیا مگر آپ کے بے شمار مریدیں اور معتقدین کو جو عقیدت آج تک
 ہر آس کے مقابلے میں یہ امر کوئی قابل فخر بات نہ تھی۔ آپ نے اپنے وصال
 کے وقت اپنا تجبہ اور عصا اپنے مرید اور خلیفہ حضرت فرید گنج شکر کے پاس

بمقام پاک پٹن جو ملتان کے قریب ہی صبح دیا۔

رقابت ہر کہ جب ایک بار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر سے وہی اس ضرورت سے تشریف لائے کہ آپ کے دو صاحب زادوں کا علاقہ اجمیر میں ایک گاؤں تھا وہاں کا تعلقہ دار تنخواہ دینے میں آپ کو ستانا تھا۔ آپ نے صاحب زادوں کی خاطر دہلی چل کر بادشاہ سے مشاہرہ لانے کی آمادگی ظاہر فرمائی۔ خواجہ بزرگ دہلی تشریف لائے اور حضرت قطب صاحب سی کے مکان پر تشریف فرما رہے قطب صاحب نے فرمایا کہ آپ کو بادشاہ کے دروازے پر جانے کی کیا ضرورت اور میں نہیں چاہتا کہ ذرا سی بات کے لئے آپ وہاں تک تکلیف فرمائیں یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ مختصر یہ کہ آپ بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ تو آپ کی ملاقات کا بھوکا ہی تھا آپ کی تشریف آوری کو بے انتہیت سمجھا اور بہت خوش ہوا اور اسی وقت مقررہ مشاہرے کی اشرفیوں کی تحلیلیاں نذر کیں۔ اسی مجلس میں رکن الدین خلوائی حاکم خطہ اودھ بھی آیا اور حضرت کے بلند مرتبے پر بیٹھا بادشاہ کو یہ سوا ادبی ناگوار معلوم ہوئی آپ نے تاڑ لیا اور خندہ پیشانی سے فرمایا کہ جس وقت علو اور کاک موجود ہوتا ہے تو ہمیشہ علو اکاک کے اوپر رہتا ہے پس اگر خلوائی کاک سے اوپر بیٹھ گیا تو کیا بُرا ہوا۔

حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ معین الدین صاحب دہلی تشریف لائے اُس وقت شیخ نجم الدین صغرا دہلی کے شیخ الاسلام تھے اور خواجہ بزرگ سے اُن سے قدیم رد ابطال ملک خراسان سے تھے اور آپ کی طبیعت میں چوں کہ انکسار بہت تھا آپ بے تکلف اُن سے ملنے چلے گئے وہ ایک چوتھے کے بنوائے میں مصروف تھے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آپ نے نزدیک جا کر السلام علیکم کہا اور کہا کہ شاید تم کو شیخ الاسلامی کا گھمنڈ ہے جو قدیم دوستوں سے یوں بے رنجی کرتے ہو۔ نجم الدین نے بہت کچھ معذرت کی اور کہا کہ معاف کیجئے میں نے دیکھا نہیں ورنہ میں وہی بندہ معتقد اور مخلص ہوں مگر آپ نے اس شہر میں ایک ایسے مرید کو چھوڑا ہے کہ اُن کے سامنے میری خدمت پہنچے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ”خاطر جمع رکھو میں یا باقطب الدین

کو اپنے ساتھ اجیر لے جاؤں گا۔ خواجہ بزرگ نے چندے دلی میں اقامت فرما کر مراجعت کا قصد فرمایا اور قطب الدین صاحب نے فرمایا کہ بابا بختیار دفعۃً تو ایسا شہر میں مشہور ہوا کہ بعض لوگ تجھ پر رشک کرتے ہیں اٹھ اور میرے ساتھ چل، چنانچہ آپ نے بھی حضرت کے ساتھ اجیر جانے کا ہتھیہ کر لیا۔ یہ خبر مثل برق صاعقہ کے پھیل گئی جس سے دلی میں ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا اور لوگوں نے حضرت معین الدین کے حضور میں واویلا اور منت سماجت کی کہ حضرت کو دلی ہی میں رہنے دیا جائے کہ جن کے دم قدم کی برکت سے ہم لوگوں کی جان میں جان ہر اور شہر میں برکت ہے۔ یہاں تک کہ سلطان شمس الدین التمش یہ خبر سن کر پاسبانہ حضرت کی خدمت میں دوڑا ہوا آیا۔ چوں کہ ایک جم غفیر کی یہ خواہش تھی حضرت معین الدین نے یہ درخواست قبول فرمائی اور خواجہ بزرگ نے آپ کی بقت میں تمام شہر کا حال ایسا مضطر و پریشان دیکھا تو فرمایا کہ بابا قطب الدین تم یہیں قیام کرو میں نہیں چاہتا کہ تمہاری آتش جلائی میں خلق خدا کے دلوں کو کباب کروں۔ جاؤ اس شہر کو ہم نے تمہاری پناہ میں سپرد کیا، قطب صاحب نے بھی قصد روانگی ملتوی فرمایا اور پھر آپ نے یہیں اقامت فرمائی اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

آپ سے لوگوں کی حسن عقیدت اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ اب تک بھی آپ کا مزار مہبط انوار الہی ہے۔ سبحان اللہ عجیب مکان پُر نور اور مقام کرامت نشور اور آستانہ فیض گنجر اور بارگاہ سراسر سرور ہے کہ ہر درویش و یار اُس کا مطلع خورشید سعادت اور ہر گوشہ اُس کا مشرق انوار ہدایت ہے۔ ہر سنگ اُس کا سحر گاہ سبحان بیت الجمور اور ہر ذرہ اُس کا بصیرت افرازے دیدہ تجلی طور ہر طرف رواے شوارق رحمت رحمانی نور افشاں اور ہر جانب رشحات سحاب لطف یزدانی فیض رساں۔ باوجودیکہ مزار آپ کے زیر سما ایک انبار گل ہے مگر اُس کی خوشبو سے شمس گل و بوئے مشک مجل ہے اور باوصف کہ تربت پر کچھ گنبد و آرائش نہیں لیکن اُس کی عظمت و جبروت سے بارگاہ سلطانی اور شوکت خروگاہ آسمانی متغفل ہے۔

تاریخ سلاطین افغانہ میں احمد یار گارزادی ہیں کہ محمد عادل شاہ سور کا سپہ سالار

ہیمبول جب دہلی سے مغلوں کے مقابلے کو نکلا تو وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور منت مانی کہ اگر وہ دہلی فتح کرے گا اور مغلوں کو پس پا کر کے دہلی کے تخت پر متمکن ہو جائے گا تو وہ قبول اسلام سے مشرف ہوگا۔

جب آپ کے وصال کی خبر پاک پٹن میں پہنچی تو حضرت فرید شکر گنج دہلی شریف لائے اور خوفِ شمس کی مٹی لا کر آپ کی قبر پر ڈال کر یاں بھر بھر کر ڈالیں چنانچہ آپ کی قبر شریف آج تک خام ہے بلکہ اس کا یہاں تک اہتمام ہوا کہ ان نوکریوں کی مٹی کو اسی طرح چھوڑ دیا ہے سطح کو ہموار تک نہیں کیا۔ انھیں پر ایک سفید غلاف پڑا رہتا ہے۔

حضرت کے مزار کے گرد سنگ مرمر کا ایک نہایت نفیس جالی دار کٹھن ہے۔ اوپر ۸۵۸ھ میں سرخوڑ شہید جاہ بہادر نے نصب کرایا ہے۔ کٹھن کی زینت کا کیا پوچھنا مگر کتبہ جو لگا یا ہے وہ ایسا بدخط ہے کہ اس نے کٹھن کو بھی غیب لگا دیا۔ حال اُن کہ نواب صاحب مرحوم و متغور نے حضرت نظام الدین اور روشن چراغ دہلی کی درگاہوں میں بھی کٹھن لگوائے ہیں اُن پر تو بہت خوش خط کتبے ہیں اور ضرور یہ کہ یہ کٹھن بھی جب ہی لگایا ہوگا مگر کتبہ غالباً بعد میں بے توجہی سے کھدوایا ہے اور وہ یہ ہے۔

و گذرانیدہ غلامانِ غلامِ ندی محی الدین بہادر شمس الامرا

امیر کبیر خورشید جاہ نسبت دیکم ماہ صفر المظفر سنہ ۱۰۳۵ ہجری ۱۰

حضرت مزار کے سراپنے دیوار میں بطور چراغ دان کے ایک طاق بنا ہوا ہے اس پر یہ خوش خط کتبہ ہے۔

۷۸۶

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

جانشین سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین

خواجہ قطب الدین بختیاؤٹی کاکی چشتی ر ح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ بخش

جام شراب الفت آفا کہ بر کشیدند بادند جان بیازی گری گری آید

چراغ دان مزار مبارک حضرت قطب الاقطاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

گزارا بندہ خاکسار رسوا و مرزا امین الدین اردو بلوی ۲۴ سبج الاول ۱۳۳۲ھ
فدا حسین سنگ تراش

اکبر آبادی

آپ کے سراپے ایک اور وسیع احاطہ اس میں بھی متعدد قبور بزرگان دین اور آپ ہی کے
معتقدین کی ہیں۔ اس احاطے میں بڑے بڑے چار درخت کھرنی کے بہت پرانے ہیں کہتے
ہیں کہ حضرت خواجہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لگائے ہوئے ہیں بہر حال میں بہت
پرانے۔ ان کا گھنا سایہ گرمی میں بڑا لطف دیتا ہوگا۔

۹۴۸ھ میں بزمان سلطنت شیر شاہ خلیل اللہ
۱۵۴۸ء نامی ایک بڑے امیر وقت نے آپ کی قبر کے
اطراف ایک وسیع احاطہ کھنچوایا اور شمال کی طرف

مقتضی مجلس خانہ
۹۴۸ھ
۱۵۴۸ء

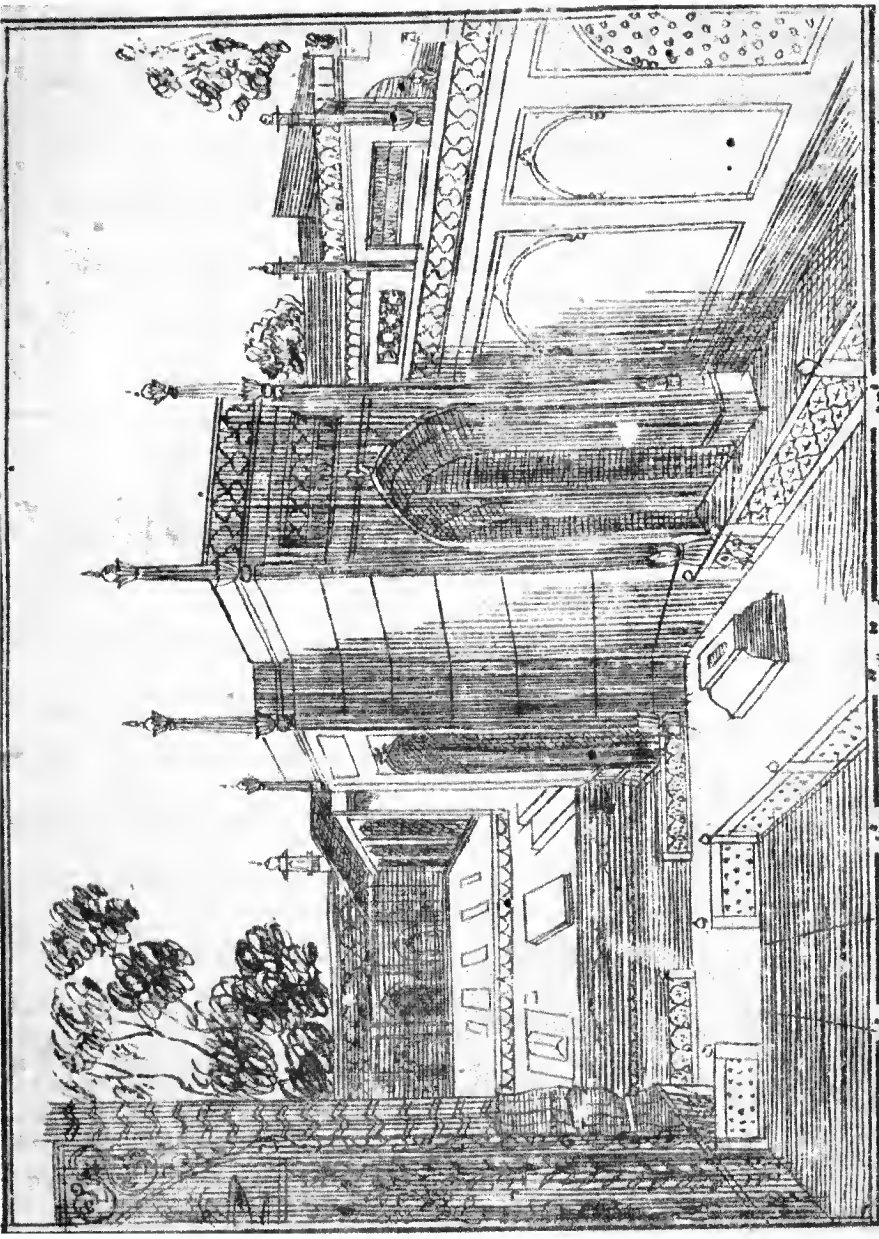
ایک دروازہ بنا کر یہ کتبہ نصب کیا:۔ (اشعار بردار دروازہ مقتضی مجلس خانہ)

دور بزمان آفتاب جرخ دولت شیر شاہ شاہ را بر باب کوکب سوکب گردوں غلام
ابن عظیم القدر در گاہ ہے کہ اندر باب او صادق آمد قول بذا الباب بن دار السلام
بود بست و چار و نہ صد سال از حجت کشد را ہتمام شیخ دیں بردار طویل الحق تمام

اب یہ دروازہ بستی دروازہ کہلاتا ہے۔ دروازہ تو کچھ بڑا عالی شان نہیں ہے۔ اسی
دروازے سے بستی چڑھتی ہے اس سبب سے یہ نام مشہور ہو گیا۔ ۱۳۰۱ھ و ۱۴۰۱ھ سبج الاول

کو بزمان عرس شریف غلاف خوشبوئیں وغیرہ اسی دروازے سے چڑھتی ہیں۔ اسی
دروازے کے پاس سماں خاں کی قدیم عمارت تھی جو اب شکستہ ہو کر سوائے وسیع
احاطے اور ایک شان دار گنبد دار دروازے کے کچھ باقی نہیں رہا۔ اس احاطے
میں اب صرف قبریں ہی قبریں ہیں بستی دروازے میں سے ایک چالیس گز
لمبی لگی چلی گئی ہے جو مکانوں کی پچھیت تھی دیواروں اور صحن درگاہ کی دیواروں سے
بن گئی ہے۔ اس گلی کے سرے پر چھ سیر مٹھیاں چڑھ کر مولنا فخر الدین کے دروازے
میں ہم داخل ہوتے ہیں۔ آپ شاہ عالم کے زمانے کے ایک بڑے امیر
تھے۔ اس دروازے کے ایک جانب تین اور دوسری طرف ایک حجرہ ہے جو خدام

لے بارک پور کوٹلے کے مغل دار تھے۔ ۱۳



محل دروازه اندرون مست دروازہ بیرون

نقشه دروازه ای درگاه و حاشیه قطب الانطباع مرزا اسماعیل خان الدین
در مرز و دروازه بیرون

کے رہنے کے لیے بنے ہوئے ہیں۔

دروازہ جانب حاطہ ملاموج
 دس برس بعد سلیم شاہ کے عہد میں
 یوسف خاں نے ایک اور
 دروازہ ۹۵۸ء میں بنوایا جواب
 ۱۵۸۶ء

مسدود دروازہ پر اور خیں پر یہ کتبہ ہے۔
 اشعار پر دروازہ جانب حاطہ ملاموج

دردمان شہ جہان اسلام
 گرم صدمت باب جنت را
 شد بلند بی در سپہر جناب
 لیش باٹ بٹیل ہذا الباب
 یوسف ثانی از حق است خطاب
 کوفت دور گاہ خواجہ قطاب
 چوں ز تلخ نام کردم عرض

اس دروازے کا نام مالن دروازہ مشہور ہے جو درگاہ کی مشرق جانب تھا۔ مالن
 دروازہ اس سبب سے کہلاتا تھا کہ ادھر سے کوئی مالن بھول اور چادر وغیرہ چٹا لے
 آیا کرتی تھی۔ اب یہ دروازہ گر گیا ہے اس سبب سے یہ کتبہ یہاں سے نکال کر صحن
 مسجد کے سنے جو تین حجرے توڑنے خانے کے بنے ہوئے ہیں ان میں سے بیچ
 والے حجرے کی پیشانی پر لگا دیا ہے۔

نوابان جھجر کی سہراڑ
 بستی دروازے میں داخل ہونے کے
 بعد سیدہ ہاتھ کی طرف مجلس خانے کے
 دروازے کے ملحق ایک احاطہ ہے جو جھجر کے نوابوں کی سہراڑ
 ہے۔ اس احاطے کے اندر مغرب میں ایک چھوٹی سی تین دروں کی مسجد ہے اسی کے
 صحن میں یہ سہراڑ ہے۔ اسی احاطے میں مسجد کی پشت پر ایک مکان تین در اور
 دو کوٹھڑیوں کا جس کے صحن میں ایک برجی بھی بنی ہوئی ہے۔ صحن مسجد کے مشرق
 میں سنگ مرمر کے دو نفیس چوترے ہیں۔ دونوں آٹھ ۱۰۔۳ طول و
 عرض میں اور دو فیٹ اوپے ہیں۔ دوسرے چوترے کے گرد سنگ مرمر کا
 ایک جالی دار کٹر ایک فٹ اوپا ہے۔ پہلے چوترے پر دو قبریں ہیں ایک
 جھجر کے پہلے نواب نجابت علی صاحب کی اور دوسری ان کی بیوی کی۔ یہ

نجابت علی وہ ہیں جن کو لارڈ لیک کے زمانے میں جاگیر عطا ہوئی تھی۔ دوسرے چبوترے پر نجابت علی خاں کے صاحبزادے میر فیض محمد خاں کی قبر ہے جس پر سنگ مرمر کی لوح پر یہ خط تعلق نہایت خوش خط یہ کہتے ہیں:-

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لواء چوں گذشت ازیں ایراں سراے از جوش درد و غم ہمہ عالم بہم زوم
تاریخ غلش سد لوح مزار او آرام گاہ فیض محمد عالم زوم
اس قبر کی داہنی طرف ایک اور سنگ مرمر کی ایسی ہی قبر ہے مگر اس کے گرد نہ کٹھن ہے نہ لوح۔ یہ قبر میر فیض علی خاں کی ہے جو لواء عبد الرحمن خاں حجازی کے آخری لواء کے والد تھے۔ عبد الرحمن خاں کو ۱۷۵۷ء کے عہد میں بغاوت پھانسی دی گئی تھی جن کی نقش کو سرکار نے اُن کی ہڈیاں دفن کر دیا۔ اس کے علاوہ اس احاطے میں اور بہت سی قبریں ہیں۔ محسن مسجد سے شروع کریں تو پہلی لین میں تین قبریں ہیں (۱) چبوترے اور قبر سنگ مرمر۔ (۲) سنگ سرخ کی۔ (۳) ایک پست قبر چبوترے کی دوسری لین (۱) سنگ سرخ کے چبوترے پر دو قبریں سنگ مرمر کی۔ دوسرا چبوترے سنگ مرمر اس پر دو قبریں جس میں ایک سنگ مرمر کی ہے۔ ان دونوں چبوتروں کے بیچ میں ایک لین دو قبریں۔ تیسرا چبوترے سنگ سرخ کا اس پر ایک قبر۔ تیسری لین۔ محسن مسجد پر ایک قبر چبوترے کی محسن سے اتر کر تین چبوترے سنگ مرمر کے ہیں جن پر لواء بان حجازی کی قبریں ہیں اسی لین میں چوتھی قبر چبوترے کی ہے اور پانچویں قبر سنگ مرمر کی سنگ سرخ کے چبوترے پر ہے۔ چوتھی لین۔ سات قبریں پانچویں لین۔ چار خیمہ دو غم قبریں۔ اس لین کی کوئے والی تھری چبوترے کی ہے یہ لوح لگی ہوئی ہے۔

ہو القیوم

فرشتہ خصلت و عصمت پناہ و مرتبت
ہوئی واصل بحق از حکم رب پاک بہمت
جو پوچھا یا سنا رضوان سے مسکاز سرشیش
زہی جنت میں ممتاز انس گئی بولا

یہ احاطہ پتھر جوئے کا ہے۔ احاطہ کے بیچ میں نیم کا ایک بہت پرانا درخت ہے۔
شاہ کرخاں کا دروازہ
 ۱۱۹۹ھ
 ۱۶۰۶ء

بیس گز کے فاصلے سے ایک اونچی دیوار میں ایک دروازہ نصب ہے اور دہائی طرف
 ایک اور محراب دار دروازہ ہے جس کو ۱۱۹۹ھ میں بہمد شاہ عالم بہادر شاہ کرخاں
 نے بنوایا۔ اب یہ دروازہ بادشاہی درواز اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ بادشاہی
 دروازے کے پاس ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس دروازے کی پیشانی پر یہ نکتہ ہے۔
 اشعار دروازہ غری

خلق کہ دیں گنج سعادت می رخت
 آخر گہر تبار شاہ کرخاں سفت
 ہفتم چہ نویسم رقم تاریخش
 رضواں بدر اسرار در حینت گفت
خواجہ نور المصطفیٰ بہ محمد خاں
 ۱۰۸۴ھ

کی دس فٹ بلند ہے جس کے اوپر دو فٹ اونچا اور کنگوراجی ہے سر پتھیا فلس شکان
 کی قبر جو دہلی کے سینٹ جیمس کے گرجا میں بنی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ اس کا تعویذ پہلے جج
 کے نواب نے اپنے لیے خرید لیا تھا مگر ۱۸۵۴ء کے غدر سے معاملہ ورم برہم ہو گیا
 اور ایک مسلمان کی قبر کا تعویذ انگریز کی قبر پر نصب کر دیا گیا۔ اس احاطے میں اب محمد خاں
 کی قبر ہے جو اورنگ زیب کے عہد کا ایک خواجہ سرا تھا جس کا اصلی نام خواجہ نور
 مصطفیٰ قلعہ ہات گوالیار دہلی کے قلعہ دار بھی تھا۔ اس احاطے کے
 دروازے کی پیشانی پر سنگ مرمر کی ایک تختی پر ایک ایک مصرعہ بخط نستعلیق
 نہایت خوش خط کندہ ہے کل دس تختیاں ہیں۔

بہمد مظہر حق شاہ عالمگیر محی الدین
 کہ از حدش بہمد اس باشد انسی دہ جانی
 ازیدہ محمد خاں تاجپانے شاہ مظہر الدین
 کہ ازین جویش میں بہمدش عشرت دہانی

زینوہ قبرش ہر کس تجلی یاب می گردو
شود حشر از جمال جبہ این چون ماہ نورانی
کنولس عقون یارب زمین قرب آندامش
منور ساز خوش را از نور قطب رہانی
سوال سال تعمیرش چو از گرو بیاں کردم
جواب آمد الہی عاقبت مسعود گردانی
اس قبر کا تنوید بالکل سادہ سودا سنگ مرمر کا تین فٹ اونچا اور تین فٹ اونچے چوڑے
پر ہے۔ اس احاطے کے مغرب جانب پانچ دروں کی ایک مسجد ہے جو ۲۰ لمبی اور ۸ چوڑی
ہے جس کے صحن میں پتھر کا فرش ہے صحن ۵۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس احاطے میں اور چار قبریں
شاہزادہ مرزا الہی بخش صاحب کے خاندان کی ہیں۔ جو مرزا اثر یا جاہ کے والد تھے۔
اس احاطے کے اندر چوں پنج میں ایک بہت پُرانا نیم کا درخت ہے جو قبروں پر سایہ

کچے ہوئے ہے۔
مراد بخش کا مجر
۱۲۱۵ء

بادشاہی دروازے کے پاس یہ مجر ۳۶ فٹ ۶ اینچ لمبی ہے جس کے
اطراف سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مجر کے اندر
چھوٹی سی سہ دری اور ایک مختصر سی خالقاہ وہ بھی سہ دری
بنی ہوئی ہے۔ اس خالقاہ میں ایک حجرہ بھی ہے۔ مجر کے اندر چار قبریں ہیں جن میں سے
ایک سنگ مرمر کی ہے۔ دو قبریں سنگ مرمر کے تنوید کی ایک سنگ سرخ کے
کٹہرے کے اندر ہیں جس کا چبوترہ سنگ مرمر کا ہے۔
اس مجر کے ردکار پر یہ کتبہ ہے۔

پیر دستگیر	اللہ و محمد علی فاطمہ حسن حسین علیہ السلام	غوث الاعظم
در عہد جہاں پناہ شاہ عالم	تعمیر نمود خالقاہ و مسجد	تاریخ زعزل چون بحسبم گفت
صدر شکر مراد بخش ہاسد تن	پیش در گاہ قطب دین و دنیا	ایں جسد و خالقاہ او گرد بنا

مراد بخش کے مجر کے پاس ایک پختہ حوض ۲۵ مربع چار فٹ عمیق پنج میں فوارہ بندش
سنگ سرخ کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ زیارت کو تشریف لاتے تھے تو اسی حوض
میں وضو کر کے دعا گوشتائیت میں داخل ہوتے تھے۔

اد فون اور شہر کے نقطے بل میں ہے۔

مرحوم رئیس لوہا پور نے بنوایا ہے جس پر دو طرف قطب میں ^{۱۱۹۹}مختار صاحب
شمع مزار عاشق صادق کندہ ہے اور اسی کے جوڑ کا ایک اور ستون ہے اس پر
چراغدان ^{۱۳۲۲}مختار۔ مینو مقام ^{۱۳۲۲}مختار الدولہ کندہ ہے۔ یہ دونوں ستون مولانا فخر
کے سنگ مرمر کے دروازے کے دونوں طرف ہیں۔

دوا اور مزار مولانا فخر الدین رحمہ کے مزار کے سراپے یہ دو مزار اور ہیں۔
(۱) شیخ حسین داناہ۔ (۲) شیخ احمد دیا رحمہ۔

مولانا فخر الدین کے احاطے میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے درگاہ کے احاطے میں
بہت سے اولیاء کاملین اور دوسرے عظام اور عقیدت مندوں کی قبریں ہیں جن
کی کیفیت خدام درگاہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سماع خانہ درگاہ شریف کی مسجد کے قریب۔ ضابطہ خال کا بنوایا ہوا ہے
اگر یہ صحیح ہے تو ضابطہ خال نے ^{۱۵۸۶}میں انتقال کیا ہے یہی زمانہ

اس سماع خانے کی تعمیر کا سمجھئے۔ یہ ایک تین در کا دالان ہے ^{۱۶} × ^۹۔ محرابیں
بنگڑی دار ہیں۔ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے مگر چھت چوبلی کڑیوں کی ہر چھت کے چاروں
طرف چوکون برجیاں ہیں۔ سامنے بڑا لمبا چوڑا صحن ہے جو سارے قبروں سے پٹا پڑا ہے۔ اسی
صحن میں داؤد خال کی بڑی بھاری باؤلی ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر آئے گا۔

ضابطہ خال کی قبر انبرخ سیر کے پہلے سنگ مرمر کے دروازے سے
گزرنے کے بعد سیدھی جانب کوئی دس گز کے

فاصلے پر بہت سی قبریں ہیں ان سے اور ذرا آگے بڑھ کر یعنی سماع خانے کے
دالان سے ملا ہوا سامنے والا ایک سنگ مرمر کا چبوترہ ^{۱۶} × ^{۱۱}۔ لم اور دو فیٹ
اونچا ہے جس کے گرد ایک خوب صورت کٹہر ہے چبوترے پر ایک پرانا اور گھٹنا نیم کا
درخت ہے جو قبروں پر سایہ نکلن ہے۔ اس چبوترے پر سنگ مرمر کی دو خوب صورت
قبریں برابر برابر ہیں جن کے توبہ دہ پر علاوہ نقاشی کے کل من علیہا فان اور کلمہ
اور گرد آیت الکرسی ستوش ہے۔ مردانی قبر ضابطہ خال کی ہے اور زمانہ اس کی سوئی
معصومہ سلیم کی ہے۔ یہ وہی ضابطہ خال ہیں جو سلطنت غلیہ کے قلع فتح کے بانی بیانی
نئے اور جن کے صاحب زادے **سلام قادر خاں** تھے جو مفسدہ پردازی میں اپنے

باپ سے کئی ہاتھ بڑھے ہوئے تھے۔

زنا پاک زادہ نداری امید
پرستار زادہ نیاید بکار

کہ زنگی بشتن نگر دوسفید
اگر چہ بود زادہ شہریار

سماع خانی کے صحن کی دوسری قبریں

پہلی قبر جو بائلی کی طرف ہے اس پر یہ کتبہ ہے۔
بسم اللہ رب العالمین۔ تاریخ وفات ۲۷ رمضان المبارک
۱۰۶۲ھ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۶ء
عبدہ نواب محمد علی خاں قوم غازی سکندریہ اسماعیلی خاں

خان دیں دارحافظ قرآن

کرد رحلت زنگیتی گزراں

بود مقبول حق جو اصر خاں

گفت سال وصال او ہائف

۳۷۰۰ء جارف جان وقاسم جان دونوں بھائیوں کی قبریں ہیں۔ یہ قاسم جان دہری
تھے جن کی مگلی دلی میں مشہور ہے۔

۵۰ جناب حافظ حکیم اجل خاں صاحب حاذق الملک کے جد امجد کی قبر جو چمن پیکر ہے
ہو الحکیم۔ ہذا مرا قد شرف الحکماء محمد شریف خاں الاولیاء دخل الجنة بلا حساب
۱۱۲۶ھ

۶۰ نواب محمد ارخان کی قبر چمن کا باغ دلی میں مشہور ہے۔

۷۰ شیخ حسین فیروز رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہے کہ فخط کے دنوں میں ٹی کی گولیاں بانٹا
کرتے تھے جو موتی ہو جاتی تھیں۔

نواب علاء الدین خاں کی ہڑوار

علاء الدین خاں صاحب نے خرید لیا تھا اس کے احاطے میں کئی قبریں ہیں۔

۱۰۰ ہوا الغفور ۱۳۲۸ء سید مخدوم علی بہ مدد معروف ۱۳۲۷ء۔

۱۰۱ ہوا الغفور الرحیم۔ مدفن۔ مرزا سعید الدین احمد خاں طالب م۔ سدی الحجۃ ۱۳۳۷ھ بمطابق
یوم یکشنبہ۔

۱۰۲ مدفن امین الدین احمد خاں بہادر ۱۲۸۶ھ۔ تعویذ پگل بن علی خاں اور کلمہ گرد آئینہ الکرسی۔

رفت از دنیا سوے دارالسلام

چوں ضیاء الدین احمد خاں کشید

روز شنبہ سیزدہ شہر صیام

گفت ہائف ماضی سال وفات

سراہنے یا حی یا قیوم یا ذو الجلال والاكرام قالہ وكاتبه محمد رضی الدین دہلوی۔

اس احاطے میں کل سات قبریں ہیں جن میں چار سنگ مرمر کی ہیں باقی معمولی۔ یہاں ایک سہ درہ بنا ہوا ہے جس کے محراب میں بنگلوی دار ہیں۔ کچھ قبریں سہ درے میں ہیں کچھ اُس کے سامنے کے صحن میں۔

فرخ سیر بادشاہ کا دروازہ
فرخ سیر بادشاہ نے مزار مبارک کے گرد سنگ مرمر کی جالیاں اور سنگ مرمر کا دروازہ بنوایا جس کے اندر باہر یہ اشعار کندہ ہیں:-

لکھنؤ درون دروازہ۔ اللہ محمد ابن بکر عمر عثمان علی

ایہ تمام کتبیں محمد علی	اسی کترین سلطان شہسوار	با اعتقاد و معتقد کامل العیاد	ایہ تمام بابت
مستقل فرخ نندہ	رفیق قدسیاں بدیا بہشت عدن	تاریخ یافتہ حصار بہشت عدن	آدم علیہ السلام

لکھنؤ بیرون دروازہ اللہ محمد ابو بکر عمر عثمان علی
از حکم بادشاہ جہاں خسرو انام
گرد مزار خواجہ دین قطب نہ فلک
نور شد بحر زہد منتظم
مانند قبلہ اشرف و چوں کعبہ منتظم

صندل کا کٹہرا
۱۵۲ھ میں خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ ابو ظفر فرخ اللہ محمد بہادر شاہ نے حضرت خواجہ صاحب کے مزار مبارک کے گرد صندل کا ایک کٹہرا مربع و دفریٹ او پچا

لگوادیا تھا اور اس کا رخبر سے مغفرت سردی حاصل کی تھی مگر کٹہرا استنداد زمانے سے بوسیدہ ہو جانے سے سرخو رشید جاہ بہادر نے اُس کی جگہ سنگ مرمر کا کٹہرا لگوادیا جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

قاضی حمید الدین ناگوری
خواجہ صاحب کے مزار مبارک کے پائنتی قاضی حمید الدین ناگوری کی ترتیب ہے۔ نام آپ کا محمد اور باپ کا نام عطا تھا آپ بخارا کے

سہنے والے تھے۔ آپ بڑے عالم اور مشائخ وقت تھے۔ اول آپ کو شیخ شہاب الدین
سہروردی الدین شمس الدین سمرقندی سے فیض خلافت حاصل تھا اور ایک سال دو مہینے
مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعد وفات
خواجہ صاحب کے ۶۴۲ھ میں آپ نے انتقال فرمایا آپ کے لوح مزار پر یہ عبارت
کندہ ہے:-

وہ ہذا مرقد المنور قطب الاولیائی الآفاق وغوث الاتقیاء بالاسحاق الامام العالم العادل
الولی الفاضل الکامل شیخ حمید الدین نور اللہ مرقد المنورہ عمرہ الروضہ خادم الفقرا
سلیمان بن شیخ بھیکہ سنۃ اربع و سبعین سہائتہ وفات حضرت شیخ المحققین و
قطب العارفین شاگرد بارگاہ قدس و طایفت کعبۃ الشہداء و دریاے حقیقت جوہر کان
طریقیت حضرت محمد محمود حمید بندگی شیخ محمد حمید نور اللہ مرقدہ در شب و در شبہ یازدہم
ماہ رمضان فی الحمد ذلک اللیل جابر الشمس ۶۹۵ھ

باندے کے نوابوں کی ہڑوار عربی دروازے سے کوئی تیس فٹ
کی درگاہ کے احاطے کی جنوبی دیوار ہے جو سنگ مرمر کی ہے جس میں تین جالیوں ہیں۔
دوسرے سنگ مرمر کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے بائیں جانب
نواب صاحب باندے کا مجرہ ہے جس میں سنگ مرمر کی چار اور سنگ باسی کی
ایک قبر ہے۔ باندے کے نوابوں کی یہی سہ ہڑوار تھی لیکن عذر کے بعد سے یہاں دفن کرنا بند کر دیا گیا۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر
کی تعمیر کردہ مسجد

سنگ مرمر کے دوسرے دروازے
میں گزرنے کے بعد داہنی طرف ہم کو اور ایک احاطہ ملتا ہے جو احاطہ درگاہ کی مشرقی
اور جنوبی دیواروں سے بنا ہے۔ یہ ایک متعلیل احاطہ ۹۸ × ۵۷ ہے جس کی مغربی دیوار
کا سہ رقع حصہ کاشی کام کی اینٹوں سے بنا ہوا ہے اور باقی دیوار پتھر چونے کی ہے۔ مغربی
دیوار کے شمالی کونے میں ایک مسجد ہے۔ اس میں بھی کاشی کام کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت فرید گنج شکر تشریف لائے تھے تو آپ ہی نے یہ مسجد بنوائی تھی۔ اس مسجد کے دونوں جانب کے در درمیانی محراب سے ٹھیک فصل پر نہیں بنائے گئے ہیں۔

قطب صاحب کی مسجد

ضابطہ خاں کی قبر سے داہنی طرف چلے اور اسی گلی کے پختہ فرش پر چلے جس کا ذکر اوپر آچکا

ہر تو قطب صاحب کی مسجد نے گی جو آپ کی درگاہ کی جالیوں کے پاس ہے کہ قدر و منزلت میں ہم پائے بیت المقدس ہر ارفض و برکت میں بے شک خانہ خدا ہے۔ یہ مسجد ۳۳۳۳۲۱۸ ہجری جس کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ دو محرابوں کا کچا تھا یعنی صرف مٹی کا۔ اس حصے کو خود جناب حضرت قطب الاقطاب نے مع اپنے ہمراہیوں کے کہ ہر ایک دلی کامل اور شیر بیشہ نوہر و تقویٰ تھا بنایا تھا۔ ۹۵۸ھ میں اسلام شاہ نے اس درگاہ کے گرد چار دیواری بنوائی اسی کے ساتھ اس کچے درجے کے آگے پختہ درجہ بنا دیا۔ اس کے بعد فرخ سیر نے ۱۰۱۳ھ میں جس زمانے میں درگاہ کے گرد سنگ مرمر کا حجر اور دروازہ بنوایا اسی زمانے میں مسجد کے آگے بھی ایک اور درجہ بنا دیا۔ پس یہ تیسرا درجہ فرخ سیر کا بنوایا ہوا ہے جس پر یہ تاریخ کندہ ہے:-

خسرو فرخ سیر شاہنشاہ مالک رقاب
مسجد زیبا بناؤ مسجد گاہ شیخ و مشاب
سال تاریخ بنائش "بیت ربی مستجاب"
۱۰۱۳ھ

مور و لطف و عنایات شہ دالاجباب
ساخت از روئے امداد و نرسوخ اعتقاد
باسر دش غیب ہالف گفت در گوش خسرو

باستقامت کترین ۱۰۱۳ھ....

موجودہ حالت اس مسجد کی بوجہ ترسیم کے بالکل نئی ہو گئی ہے پہلی حالت صرف اس قدر باقی ہے کہ پہلا حصہ جو خام تھا اس کا صرف ایک چھوٹا سا در باقی ہے جو بجنسہ تبرکات قائم رکھا گیا ہے اس کے آگے دالان در دالان ہر چہرہ (۵) لمبا اور (۴) لم چوڑا محراب جس سے ملے ہوئے تین حجر بطور ستور و رم کے ہیں جس میں درگاہ شریف کا سامان شناسیائے وغیرہ رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ حجرے مانجھانوں کے بنوائے گئے ہیں چنانچہ جنوب کی طرف کے حجرے میں ان کی

سے ایک دو تھے جنہوں نے غامد خدا بنایا ایک یہ ہیں جنہوں نے بنائے دالے کے نام کو ہی عمدہ اکھڑ دیا

رشتک و مسدے کو ابراہیم کیا کہ اس بے چارے کا نام بھی رہے پاہلے۔ ۱۰

بھی چڑا اور انھیں حجر دہلی کے درمیانی حجرے کی پٹیاں پر مان دروازے کا کتبہ لاکر لگا دیا گیا
ہر کیوں کہ مان دروازہ اب رہا ہی نہیں۔

صحن مسجد کی قبور

(۱) شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ
از شاہیر بزرگان است در زمان سلطان شمس الدین

خواجہ قطب الدین شیخ نظام الدین اولیانیر اور ایدہ است۔ حیرن در فواء الفوا دمی نو
کہ بندہ عمر نہ داشت کرد کہ شادرتذکیر او تھے تو دید فرمود آ رہے و لے در آں ایام کو دک
بودم درک معانی چندانی بمراد نبوده است۔ روز سے در تذکیر اور ادبم بردر سجدہ نعلین
در پائے داشت آنرا از پائے بشکید و بدست گرفت و در سجدہ آمد و دو گانہ بگزارد و من پیچ
کس را در نماز بر ہیئت او ندیدہ ام دو گانہ باراحت بگزارد و بالائے منبر رفت مقری بود
کہ اورا قاسم گفتندے خوش خوان اور آیتے بخواند بعد از ان شیخ نظام الدین آغاز کرد
کہ بخط بابائے خود نوشتہ دیدہ ام ہنوز عن دیگر نگفتہ بود کہ اس صحن در حاضران در گرفت
ہمہ در گریہ شدند آن گاہ اس دو مصرع گفت

بر عشق تو و بر تو نظر خواہم کرد
جاں در نعم تو زیر و زبر خواہم کرد
اس گفت و نعرہ ہا از خلق بر آمد بعد از ان دوسہ بار ہم دو مصرع گفت آن گاہ گفت
کہ اے سلمانان دو مصرع دیگر اس رباعی یاد دنی آید کہ ہم اس عن بر طریق عجز گفت چنانکہ
در ہمہ جمع اثر کرد آن گاہ قاسم مقری اس دو مصرع یاد داد

پر در دوے بجاک در خواہم شد
پر عشق سے ز گور بر خواہم کرد
اس رباعی تمام گفت و فرود آمد۔ جد شیخ نظام الدین ابوالموید را شمس العارفین گویند
و شیخ جمال کو لوی کہ مقبرہ او در کول است از اولاد او است۔

(۲) بی بی سیارہ رحمۃ اللہ علیہا۔ والدہ شیخ نظام الدین ابوالموید بسیار بزرگ بود
از متقدمین است۔ دقتے اساک باران شدہ بود مردم ہمہ دعا کردند باران نیامد۔
شیخ رشتہ از داسنی مادر خود بدست گرفت و گفت خداوند بجزمت آنکہ اس رشتہ داسنی
ضعیف است کہ ہرگز چشم نامحرم بر وی فادہ است باران بفرست۔ از شیخ اس حرف
گفتن و از خدا باران فرستادن۔ قبر او در پہلو سے نماز گاہ کہنہ است کہ قبر حضرت
خواجہ قطب الدین پس پشت اس واقع است۔ اب بھی اساک باران کی حالت

آپ کے مزار کو غسل دے کر نیاز دلاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ بندوں پر اپنا فضل کرتا ہے
بی بی منہل کا مزار صحن مسجد کے پاس چھوٹے۔ سے احاطے کے اندر ہے۔ احاطے
 میں ایک چھوٹی سی گھر کی لگا دی ہے تاکہ لوگ اندر نہ جا سکیں

اس احاطے میں دوز نانی قبریں ہیں۔ ایک بی بی منہل خواجہ صاحب کی دایہ آسودہ ہیں
 اور دوسری قبر خواجہ صاحب کی بیوی صاحب کی کہی جاتی ہے۔ والہ علم بالصواب۔

احاطہ اولاد فرخ سیر یہ بڑا وسیع احاطہ جس میں بارہ قبریں سنگ مرمر کی
 ہیں اور انیس گرج کی۔ ایک قبر پر بسم اللہ کلمہ اور

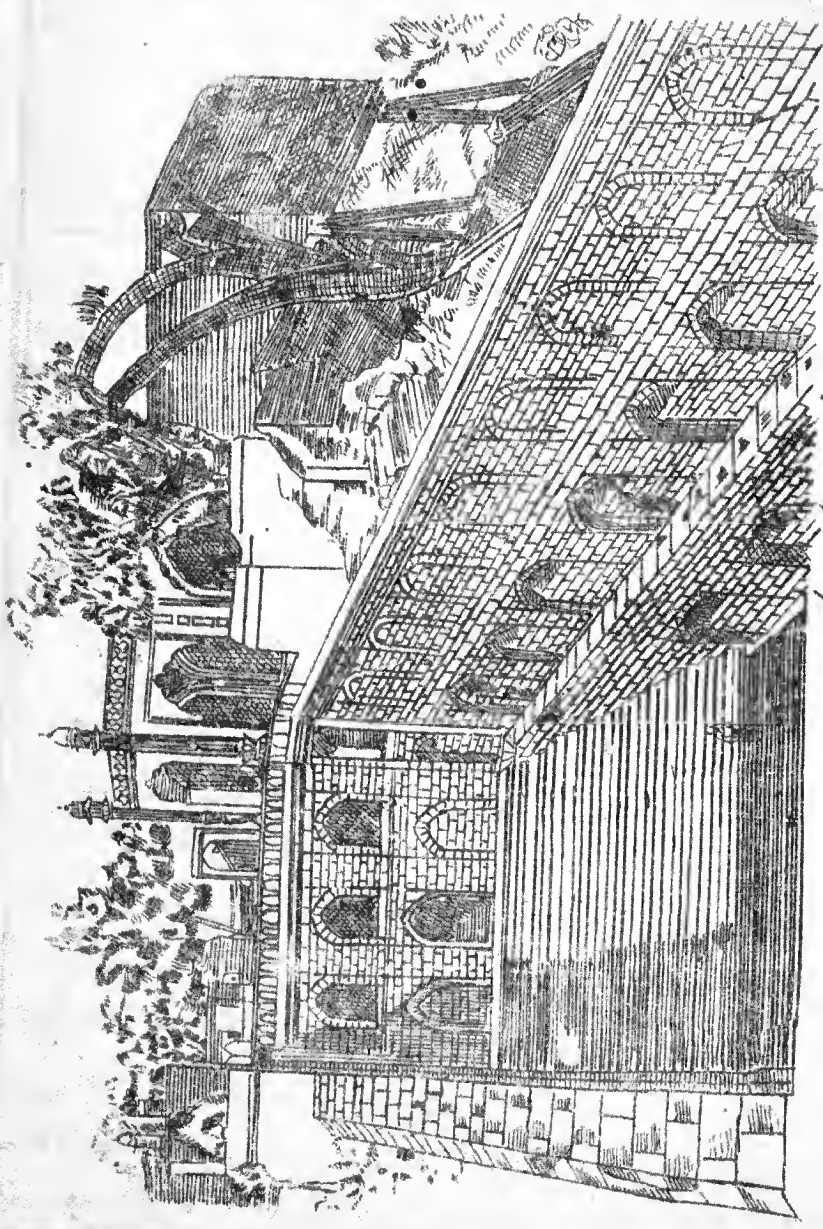
زینچ وصال مرزا مدو صاحب۔ دخل فی الجنتہ لکھا ہوا ہے۔ باقی قبروں پر آیتہ الکرسی
 کل من علیہا فان اور کلمہ طیبہ کے طعنے ہیں۔ ان تمام قبروں میں ایک نقویند
 سنگ مرمر کا بہت ہی عمدہ نقش و نگار کا ہے جس پر بڑی نفاست اور دیدہ ریزی
 کا کام کیا ہے اور اس کے گرد آیتہ الکرسی بھی ایسی خوش خط لکھی ہے کہ دیکھنے کے قابل ہے۔

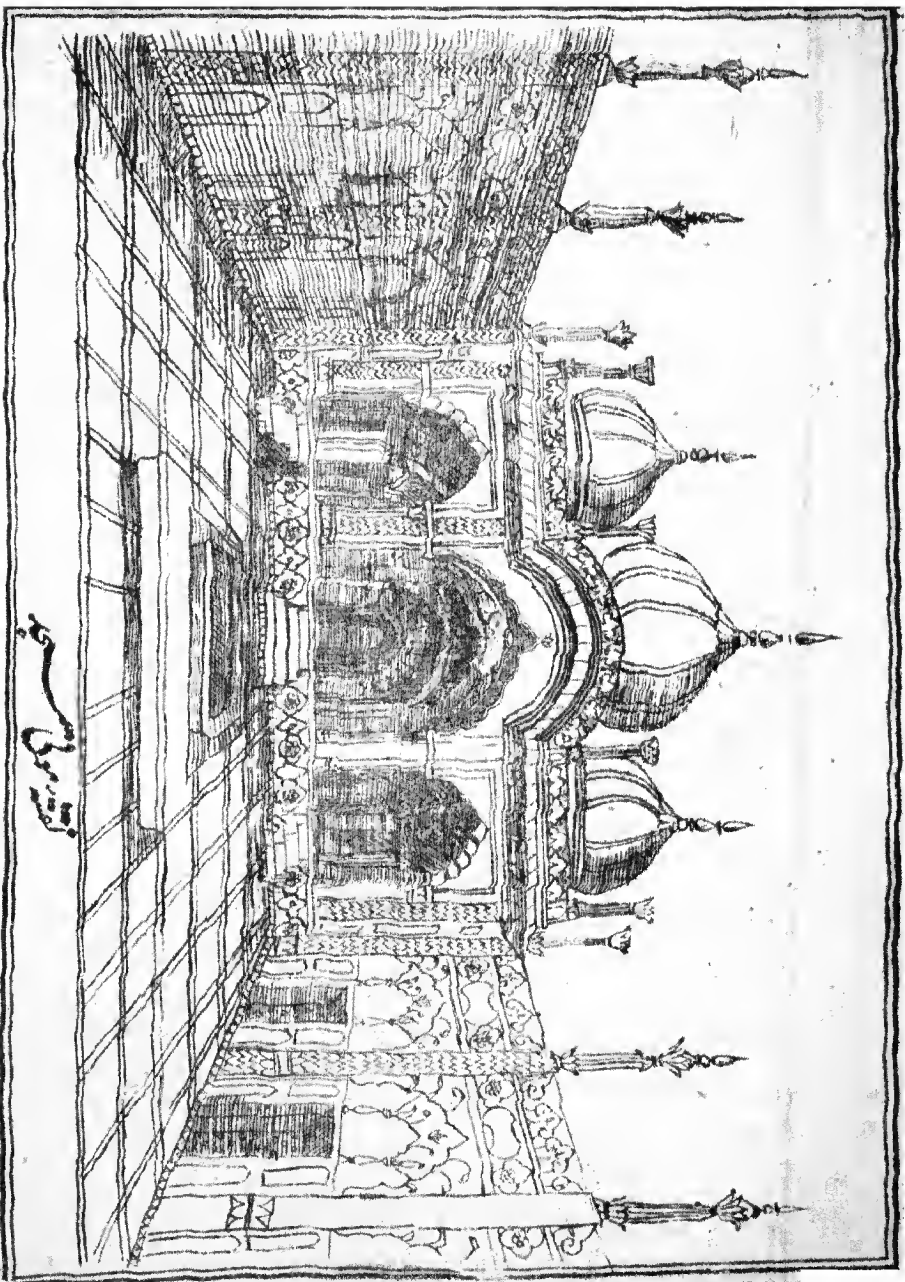
حافظ داؤد کی باؤلی قطب صاحب کی مسجد سے پچیس گز کے فاصلے پر شرق
 کی طرف یہ گہری باؤلی ہے۔ اگرچہ مسجد کی نقبہا بے نظیر
 تھی اور کچھ حاجت مزید خوش نمائی کی نہ تھی۔ م
 حاجت مشاغل نیست روے دل آرام را

۱۲۶۳ھ
 ۶۱۸۴ھ

لیکن پانی نہ ہونے سے لوگوں کو بڑی تکلیف تھی اس نظر سے صرف بہ نیت ثواب ندیم اللہ
 خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں مستقیم جنگے اس مسجد کے پاس اپنی دریا دلی
 اور فیض بخشی سے بہت عمدہ نفیس دل کشا اور دل ربا باؤلی اور اطراف کی عمارات
 خاص خدام درگاہ کے لیے بنوا دیں کہ خلق اللہ کو ان سے آرام ملے اور یہ باؤلی کیا ہے گویا
 مسجد کا حوض ہے۔ یہ باؤلی ۱۲۶۰ھ میں بنی شروع ہوئی اور ۱۲۶۳ھ میں اس کی تعمیر ختم
 ہوئی۔ یہ باؤلی حضرت نظام الدین ادلیا اور دولت خاں کی باؤلیوں کی طرح کی ہے۔
 حافظ داؤد نہایت سخی اور بڑی ہمت والے آدمی تھے اور بڑے صاحب خاندان جن کے
 نسب کا سلسلہ حضرت امام ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ تک پہنچتا تھا اور ان کے آبا و اجداد
 ہمیشہ سے خاندان شاہی میں معزز و ممتاز رہے۔ بہادر شاہ آخری بادشاہ دہلی نے
 انھیں کے والد حافظ محمد خلیل سے استغواۃ کلام مجید کیا تھا۔ ان کو دربار حضور میں

نقشه مسجد گامی بادی





تقدیر

بڑا درجہ تقرب حاصل تھا اور وہ خدمت داروہنگی نذر دنیا زاد علاقہ خاندانی پر شرف تھے۔ وہ بڑے بزرگ سراسر خیر محسوس تھے اور ہر دم ہر لحظہ حصولِ ثواب پر نیت مصروف رہتے تھے۔ یہ باؤلی (۹۶) فیٹ لمبی اور (۴۲) فیٹ چوڑی اور (۷) فیٹ گہری ہے۔ اس باؤلی میں عموماً چالیس فیٹ گہرائی پانی رہتا ہے اور موسمِ بارش میں اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ باؤلی میں مغرب اور جنوب کی طرف سیڑھیاں ہیں اس وقت پانی کے اوپر (۷) سیڑھیاں تھیں جو تہ تک چلی گئی ہیں۔ مغرب کی طرف صدر دروازہ ہے جس میں دو منزلیہ محراب دار حجرے ہیں جو نو فیٹ اونچے اور سات فیٹ چوڑے ہیں۔ جن کی تعداد اور عرض حسبِ گنجائش مختلف ہے۔

موتی مسجد حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ کی شمالی دیوار اور معتمد خاں کے مزار کی جنوبی دیوار کے درمیان جو رستہ ہے یہاں مغربی دروازہ میں سے نکل کر ہم ایک احاطے میں جا پونچھتے ہیں۔ یہیں بائیں

۱۱۲۱
۶۱۷۰۹

ہاتھ کی طرف موتی مسجد جس کو محمد منظم شاہ عالم بہادر شاہ فرزند اورنگ زیب نے ۱۱۲۱ھ میں تعمیر کرایا۔ مسجد کے صحن میں سنگ مرمر کے صحنے ہیں جن پر سنگ موسیٰ کا حاشیہ ہے۔ صحن کا طول و عرض ۵۴ × ۵۱ ہے۔ چوڑا دروازہ ادنچا ہے۔ مسجد درمیانی ۱۳ × ۱۱ کی ہے۔ مسجد کے دونوں طرف دو حجرے ہیں جن میں شمالی طرف کا حجرہ جدید بنا ہوا ہے۔ پہلے حجرہ کا رستہ مسجد کے اندر سے تھا۔ مسجد تمام سنگ مرمر کی نہایت حسین بنی ہوئی ہے جس میں چار بچا سنگ موسیٰ کی تحریریں بڑا لطف دیتی ہیں۔ جب بجی ہوئی تو سنگ مرمر بہت شفاف ہو گا اور اسی وجہ سے موتی مسجد کہلاتی ہے کہ اس کی آب و تاب موتی جیسی تھی۔ مسجد کے تین گنبد ہیں مگر کی وضع کے نہایت خوب صورت اور سٹول جی پر سنگ ہوئی کی عمودی پیٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ جس طرح بیاض چشم میں مردک سیاہ لطف دیتی ہے وہی بات ان گنبدوں میں ہے۔ گاؤم مینار چھ فیٹ اونچے مسجد کے ادھر ادھر ہیں اور اسی طرح چھوٹی چھوٹی چار برجیاں نہایت نازک مسجد کی چھت کی دیوار میں ہیں جن میں سے دو دو دونوں کوئلوں پر ہیں باقی رہیں دو ان میں سے بیچ کے گنبد کے ایک ادھر ایک ادھر۔ چھت کے گرد نفیس کنگوراء ہے۔ میناروں پر پتھر

خوش دفع برجیاں تھیں۔ لیکن پرانی ہو جانے سے گر جانے کا اندیشہ تھا۔ ابو ظہر محمد سراج الدین بادشاہ نے ۱۲۶۲ھ میں انز وادیں۔ بادشاہ رہے نہیں اور کسی کو توفیق نہ ہوئی جو بنو ادیتا اس وجہ سے میناریں گنبدی گنبدی معلوم دیتی ہیں۔ شاہ عالم ثانی کے عہد میں اس مسجد کا بیچ کا گنبد ٹیچہ گیا تھا انھوں نے اسی وقت ایسی عمدہ مرمت کرا دی کہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اب گنبدوں کے کلس ٹوٹ گئے صرف ایک گوشے پر کے گنبد کا کلس رہ گیا ہے۔ مسجد میں اب منبر تک بھی نہ رہا۔ مسجد کی جنوبی دیوار کی طرف پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ایک پختہ دروازہ ہے جس کے باہر ایک احاطہ ہے۔ اس احاطے کے مشرقی اور مغربی رخ پر پختہ دیواریں ہیں اور جنوب کی طرف محراب دار جھبے ہیں۔ شمال کی طرف ایک اور محصور صحن ہے جس میں خاندان سلاطین دہلی کی قبریں ہیں۔ اسی سے ملا ہوا ایک قطعہ اور ہے جس کا حصار ادھورا رہ گیا ہے یہ بیگمستان اور دیگر نمبر ان شاہی کا مدفن ہے اور یہیں شاہ آبادی بیگم صاحبہ اور دیگر نمبر ان خاندان شاہی کی قبور ہیں۔ احاطہ شمالی کا فرش سنگ مرمر کا ہر طول و عرض ۶۵ x ۱۲۰۔ اس احاطے کی سنگ مرمر کی دیواریں دس فٹ بلند ہیں احاطے کا دروازہ جنوبی دیوار میں مغرب کے گوشے میں ہے۔

موتی مسجد کے پاس بہت تحفہ اور نفیس یہ محجر ہے جو سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ایسا کہ اس کی آب تاب موتی کی آب و خاک میں ملاتی ہے اور اس کی نمائش قصرت

شاہ عالم بہادر شاہ
کا محجر ۱۲۶۲ھ
۱۱۱۱ھ

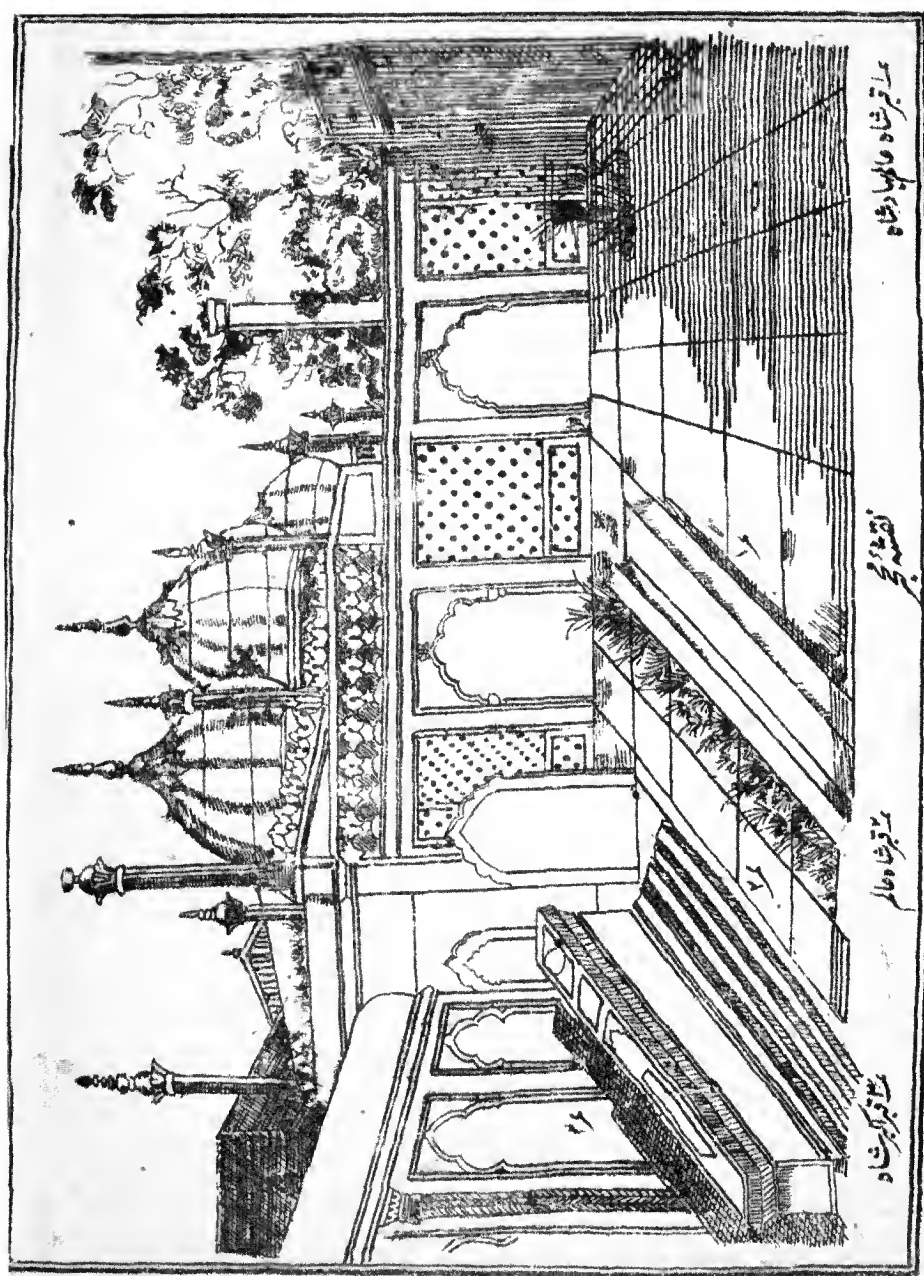
پر فوق لے جاتی ہے۔ یہ محجر ۱۲۶۲ھ میں شاہ عالم بہادر شاہ کے صاحبزادے افد جان شین معز الدین جہاں دار شاہ نے بنوایا جس کا طول و عرض ۱۸ x ۱۲ ہے اور گرد سنگ مرمر کے دے اور جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ جہاں دار شاہ خود ہالوں شاہ کے مقبرے کے چوترے پر مدفون ہیں۔ بعد اس کے سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی بادشاہ نے ۱۲۶۱ھ میں انتقال کیا وہ بھی اسی محجر میں رکھے گئے۔ پھر محمد اکبر شاہ ثانی نے ۱۲۶۳ھ میں سفر آخرت اختیار کیا وہ بھی یہیں آسودہ ہیں جن کی تیسری قبر ہے محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اور ننگ زیب بادشاہ کے

علاء قورشاه عالمبادشاہ

نقطہ بحر

علاء قورشاه عالم

علاء قورشاه عالم



فرزند اکبر تھے جو اورنگ زیب کے فرزند ان دعوی دار سلطنت میں سب سے زیادہ ہمیز ممتاز اور قابل تھے۔ اس بادشاہ نے سکھوں کی خوب خبر لی اور کئی فاش شکستیں دیں اور مرہٹوں کا بھی بخوبی استیصال کیا۔ بہادر شاہ نے عمر طبعی کو پونہ پر کمر بستہ رہا۔ مہینے کی عمر میں انتقال کیا۔ مہاجر کی جالیوں کے ادھر سے اس نے کی طرف یہ بیت کندہ ہے۔

درخو رنیت بامر مصطفیٰ علامہ حیات خاں علیہ السلام بادشاہ عالم را بود جنت جزا
اس احاطے میں کل چار قبریں ہیں (۱) اکبر شاہ ثانی (۲) شاہ عالم (۳) خانی (۴) بہادر شاہ پس عالم گیر ثانی (۵) مرزا فخر و دلی عہد
تقریباً یہ کہ اسی احاطے میں مرزا فخر و محمد سر لاج الدین بہادر شاہ ثانی کے ولی عہد کی قبر ہے جنہوں نے پیٹھ سے انتقال کیا۔ اس قبر کا تعویذ بھی سنگ مرمر کا ہے جو ۲۷۶ ہجری کے گرد دفن اونچا سنگ مرمر کا کھڑا ہے۔

یہ قبر ابوالفضل بلال الدین سلطان عالی گوہر
شاہ عالم ثانی بادشاہ کی جو عالم گیر ثانی کے بیٹے تھے۔ انھیں کے داہنی جانب ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی آسودہ ہیں۔ یہ قبر ۲۷۶ ہجری اور ایک فٹ دو انچ اونچی ہے۔ تعویذ پر کلمہ طیبہ اور گل من علیہا فان اور اطراف آیات قرآنی منقوش ہیں۔ اس قبر کے سراسر لوح پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

هو الله

و بحبل الجنة مثلاً

سلسلہ

مول الغفار

شدیر امج تاجوری و حنیف خاک
یعنی کہ شاہ عالم عالم پناہ کرد
سید نوشت خامہ معجز طراز من
و در آفتاب روئے زین بودہ پیش ازین
درداکہ از غبار کوف از اجل نہاں
زین عالم انتقال بہ نر بہت گہ جہاں
بیستہ کہ سال آنت زین مصرع عیاں
شد آفتاب زین بر زمین آہ و امساں

اکبر شاہ ثانی کی قبر

۱۲۵۳ھ
۱۸۳۷ء

آس احاطے میں سب سے پہلی قبر ابو النصر
معین الدین اکبر شاہ ثانی پیر شاہ عالم
بہادر شاہ کی ہے۔ اس قبر کا تو نید سنگ مسمیٰ

کا ہے۔ یہ تو نید پہلے قاسم علی ہروی کی قبر کا تھا جس کے یاقین میں "وفات
خواجہ قاسم علی ہروی" کندہ تھا جو پھیل دیا گیا۔ قبرہ لا آ۔ ۲ اور پانچ انخبہ
اوپر ہے۔ تو نید پر بسم اللہ اور کلمہ طیبہ اور بائیں طرف شیخ سعدی کا یہ شعر
منبت کندہ ہے۔

ہر کہ آمد بجاں اہل فنا خواہد بود دانکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود
اور تو نید کی سید ہی طرف یہ شعر ہے۔

جز بجاں حضرت غیر... یم... دل خویش بند بندید تو ز ہم... چونکہ خدا خواہد بود (بارگاہ)
قبر کے سر پہ ہے تم۔ ۲ اوپری اور دونوں چوڑی سنگ مرمر کی لوح پر سنگ
موسیٰ کی پیکاری سے یہ خط نسخ یہ قطعہ لکھا ہوا ہے۔
ہو اللہ العلی الکبیر

لا اله الا الله محمد الرسول الله

شاہ اکبر فروغ بخش جہاں منخف گشت از قضا جہاں بدہ
پی سال و فات گشت ظفر عرش آسماں مکاہ عالی قدس
سر سید نے یہ قطعہ تاریخ وفات کا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔
چوں برفت از جہاں شہ اکبر شد سیہ آسماں ز دود و دگر
پاے شادی شکست و احمد گفت سال تاریخ او دغم اکبر

۱۳۶۳-۱۰-۱۲۵۳ھ

صرف دابہ

شاہ عالم ثانی اور محمد اکبر شاہ ثانی کی قبروں کے بیچ
میں ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ فرزند اکبر شاہ
ثانی کا سرداب تھا جو اپنے باپ کے جانشین ہوئے اور ساڑھے گیارہ برس سلطنت
بھی کی لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر نے سب سے بڑا ہاتھ اس عمر بادشاہ پر صاف کیا
اور پیری میں ان کو یہ دافع لگا کہ گھر سے بے گھر قطعہ معلیٰ سے اسی طرح بد ہوئے

جیسے کہ حضرت آدم جنت سے نکالے گئے۔ وطن سے جلاوطن اور ہندوستان سے باہر رنگون میں جا کر بقیہ زندگی غم و اہم میں کاٹی اور آخر کار آلام و نبوی سے ۱۸۶۲ء میں نہایت ابدی حاصل کی اور یہ جگہ ظلی کی ظلی ہی بنی۔ ان کی رنگون کی مٹی دلی کی زمین کا پیوند کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بات سچ ہوئی کہ ۷

دو چیز آدمی را کشد ز روز رور
یکے آب و دانه و دوم خاک گور
شاہ آبادی بیگم کی قبر
اس محل کے مغرب میں کوئی خانقاہ بنی ہوئی ہے جس کے والوں کی چھت گر گئی ہے اس کے صحن میں آٹھ قبریں سنگ مرمر کی ہیں جن میں سے

ایک قبر شاہ آبادی بیگم صاحبہ کی ہے جس پر ایک لوح لگی ہوئی ہے باقی کسی قبر پر کتبہ نہیں ہے یا افتتاح۔ کلمہ گرد آیتہ الکرسی

شہ آبادی آں ماہ زہرہ جیس
بجستیم تاریخ ہاتف بگست
کہ شد از قضا منزلش زیر خاک
خرا سید مددین با جان پاک

حضرت خواجہ صاحب
کے بعض حالات
آپ بختیار کاکی کے نام سے مشہور ہیں۔ بختیار کا لقب تو آپ کو مرشد کی طرف سے ملا تھا اور کاکی کی وجہ تسمیہ مختلف طور پر بیان کی جاتی ہے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کے گھر میں اکثر خافہ

رہتا تھا تو آپ کی حرم محترم وقت ضرورت خواجہ شرف الدین بقال کی بیوی سے جو پڑوس میں رہتی تھی اناج وغیرہ قرض کیا کرتی تھیں۔ عورتوں کی جیسی عادت ہوتی ہے ایک دن بقال کی بیوی نے خواجہ صاحب کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا کہ اگر میں وقتاً فوقتاً تمہاری مدد نہ کرتی تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ یہ بات شدہ شدہ خواجہ صاحب کے گوش مبارک تک بھی پہنچی آپ نے اپنی بیوی کو قرض لینے کی قطعاً مانعت کر دی اور ارشاد فرمایا کہ یہ جو طاق ہے جس وقت تمیں ضرورت ہو بسم اللہ کہے اس میں ہاتھ ڈالو اور اللہ تعالیٰ تم کو دے گا۔ چنانچہ جب آپ ہاتھ ڈالیں گرم گرم کاک اس طاق میں سے نکلتے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے مہلے کے تلے سے بہ افراط کاک نکلتے تھے اس واسطے آپ دہلی کاکی، مشہور ہوئے۔

افضل الفوائد میں لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشایخ سے پوچھا کہ حضرت خواجہ صاحب کو کاک کی کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آپ حوض شمس پر بیٹھے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی آپ کے ارباب نے کہا کہ اس وقت گرم گرم کاک ملیں تو کیا اچھی بات ہو۔ آپ نے فرمایا کیا کرو گے۔ انھوں نے عرض کیا کھائیں گے۔ پس آپ اٹھ کر تالاب کی طرف تشریف لے گئے اور پانی میں سے گرم گرم کاک نکال کر ان لوگوں کے سامنے ڈال دیئے جب سے آپ وہ کاک کا مشہور ہو گئے۔

کتاب فردوسیہ میں لکھا ہے کہ ایک دن بادشاہی نان بائی کے کاک جل گئے وہ بے چارہ گھبرا گیا کہ اب کیا کروں کہ اتنے میں حسن اتفاق سے آپ کا گزر اُس نان بائی کی دکان پر ہوا آپ نے اسے پریشان دیکھ کر فرمایا۔ اے یار کیا دیکھتا ہے تو بس اتنے کر کے تنور میں ہاتھ تو ڈال۔ اُس نے جو ہاتھ ڈالا تو اچھے خاصے سرخ سرخ کاک نکلے اور اسی طرح کئی مجالس میں آپ نے آستین جھٹکی تو کاک جھڑنے لگے اور اسی وجہ سے آپ کا نام کاک کا مشہور ہو گیا۔

نقص از کتاب سیرالاولیاء خواجہ صاحب اور شیخ جلال الدین تبریزی ملتان میں شیخ بہار الدین ذکر کیا کہ یہاں تھے کہ ایک رات فوج کفار کی ملتان کے قلعے کے نیچے آگئی اور چاہا کہ شہر کو غارت کرے کہ ناصر الدین فباچہ والی ملتان ہر سہ بزرگان کی خدمت میں فوج کفار کے دفعیہ کے لیے آئے کہ خواجہ مستنگارو کا ہوا ایز بہت بے قراری ظاہر کی۔ اتفاق سے اُس وقت خواب کے ہاتھ میں ایک تیر تھا فباچہ کو غایت کر کے فرمایا کہ اس تیر کو اپنے گھر لے جا کر دشمن کی طرف مارو اُس نے ایسا کیا جس وقت وہ تیر فوج کفار میں پڑا ساری کی ساری تشر بتر ہو گئی۔

جوہر فرہری سے منقول ہے کہ جب سلطان شمس الدین کی سخاوت کا آوازہ چار دانگ عالم میں بلند ہوا تو ایران کی طرف سے ایک شاعر ناصری ایک قصیدہ چھین بیتوں کا بادشاہ کی تریف میں لکھ کر لایا۔ دلی پہنچ کر اُس نے خواجہ صاحب کے تقدس اور کرامت کا حال سنا۔ آپ کے شان میں بھی ایک قصیدہ لکھا اور پہلے حمزہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فاتحہ پڑھی اور کہا بہت انعام لے گا۔ شاعر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا نقار کا میں طوطی کی آواز کو سننا ہی بادشاہ متوجہ نہ ہوا۔ شاعر بے چارے نے خواجہ صاحب کو دل میں یاد کیا مٹا بادشاہ متوجہ ہوا اور کہا پڑھو قصیدہ کا مطلع یہ تھا۔

ایک فتنہ از نہیب تو انہار خواستہ تیغ تو مال و میل نہ کفار خواستہ

قصیدے کے (۵۷) شعر تھے بادشاہ بہت مسرور ہوا اور چھپن ہزار تنگہ نقری انعام سرفراز ہوا۔ ناصری بے پارسے کو کب توقع تھی کہ اس قدر زخیر انعام ملے گا۔ فوراً حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو نذر اپنے دل میں مانی تھی گزرائی۔ خواجہ صاحب نے وہ نذر اسی کو بخشی اور وہ خوش خوش اپنے وطن کو واپس گیا۔

سیر الاولیاء سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری سفر کر کے دریا کے کنارے پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت کے تلے ایک شخص پڑا سوتا ہے اور درخت پر سے سانپ لٹک رہا ہے قریب ہے کہ اُسے دُس لے ناگاہ ایک بچہ نمودار ہوا اور اُس نے ایسا ڈنک مارا کہ سانپ ٹپ کر ملیٹ گیا۔ ہم نے جانا کہ یہ شخص کوئی خاصان خدا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ شخص نشہ شراب میں مست پڑا ہے پس ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آدمی کیسا نافرمان اور وہ کیسا مہربان۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ ”ای عزیزان اگر میں صاحبان و پارسایان را جفا ظنت کنم پس فاسقان و گناہ گاران را کہ حفاظت کنند؟“ ہم اسی بات میں تھے کہ وہ شخص ہوشیار ہوا ہم نے سارا ماجرای اُس سے کہا وہ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور شراب خواری و بدکرداری سے توبہ کی اور خدا کے دوستوں میں سے ہوا۔ ای عزیز! تمیز کر کہ جب وقت نیک آتا ہے اور جو مہربانی افضل کی جلتی ہے آدمی کیسا ہی خراب ہو ایک دم میں اُس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور مسند نشین اولیاء کرتا ہے۔ ہر خلاف اس کے اگر تہر کی گرم ہوا چلے سینکڑوں سجادہ نشینوں کو خراب کر کے غارت کرے

اسرار العارفین سے منقول ہے کہ آپ شبانہ روز مراقبہ میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آنکھ کھولتے اور غسل اور وضو تازہ کر کے نماز پڑھتے۔ آپ کو صغریٰ سے نیند کا غلبہ بہت رہتا تھا اور آخر عمر میں شب بیدار تھے اور باقی عمر میں تلاوت قرآن شریف اور ذکر جلی و خفی کیا۔ آپ سالکوں اور برگزیدہ مجاہدوں میں سے تھے گوشہ خلوت میں رہتے تھے کم سوتے کم کھاتے اور کم بولتے تھے اور ہمیشہ چلہ کشی کرتے تھے۔

جامع الکلام میں لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ لب بستہ اور دل شکستہ رہتے تھے اور کوئی دم رونے سے چین نہ تھا اور مجھے کا دروازہ بند کر کے اکیسے پیٹھے رہتے تھے اور آپ کی زیارت کے لوگ بہت مشتاق ہوتے تو خادم جا کر عرض کرتا آپ ایک ٹھنڈا سانس لے کر اجازت دیجئے جب لوگ آجاتے آپ کھڑے ہو جاتے اور سب پر نظر شفقت کرتے اور خادم کو اشارہ کرتے کہ سب کو ایک ایک پیالہ پانی کا دے کر رخصت کرے۔ جب تک لوگ پانی پیتے آپ کھڑے رہتے اور باتیں پسند نصیحت کی کرتے رہتے۔ جب سب کو پانی مل جاتا تو آپ رخصت کر دیتے۔

افضل الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں سلوک کا ذکر ہو رہا تھا آپ کو برصغیر غایت سرور ہوا آپ بار بار ٹھنڈے سانس بھرتے اور زار و قطار روتے جاتے تھے کئی دن آپ کی یہی حالت رہی مگر جب نماز کا وقت ہوتا آپ جماعت سے نماز ادا فرماتے اور پھر وہی حال ہو جاتا۔ کسی طرح صبر نہ آتا۔

مراد المریدین سے مروی ہے کہ آپ حافظ تھے اور اکثر اوقات کلام مجید کا ورد فرماتے تھے۔ جب آئیں یاس دہراس کی پڑھتے تو زار زار روتے اور اپنا سینہ ناخن سے نوچتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے اور جب ہوش آتا تو پھر تلاوت کرتے اور جب آئیں رحمت اور رضا کی پڑھتے تو آپ کے چہرے سے بشاشت اور مسکراہٹ ظاہر ہوتی اور وجد کرتے اور اپنے حسب حال اشعار پڑھتے اور پھر تلاوت کرتے۔

افضل الفوائد میں لکھا ہے کہ آپ زہد و ریاضت چھپو ال کرتے اور اپنے آپ کو خلقت سے چھپاتے اور مریدوں کو بھی اخفائے عبادت کی نصیحت فرماتے اور کرامت کے چھپانے کا حکم کرتے اور فرماتے کہ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ یہ چیزیں مشہور ہوں۔ فقیر کے لئے مشہور ہونا سخت آفت کا سامنا ہے۔

افضل الفوائد سے منقول ہے کہ ایک دن عالم سرور و شوق میں ارشاد فرماتے تھے کہ جو کوئی راہ میں پورا اتر مقصود کو پہنچا اور جس نے زبان سے اُس کی حمد کہی گویا اُس سے باتیں کیں اور جس نے کہ آنکھ سے اُس کا جال دیکھا مینا ہوا اور جس نے اُس کی دعوت کی شراب پی مراد کامل ہوا اور اُس میں سستی پیدا ہوئی اور اُس کا غلغلہ بلند ہوا۔ جیسا کہ حضرت نظامی فرماتے ہیں نہ قطعہ

چوست خلوتش کشتی فلک را خیمہ بر زم
 ستون چرخ در جہاں فلک سماں در شیش
 طرقتش بے قدم می زنند تمش بے نہاں می
 جاش بے بصیری میں شمش بے جہاں در
 راحت القلوب میں لکھا ہے کہ آپ اکثر مع اہل و عیال کے فاقہ سے رہتے اور صبر
 فرماتے اگر ایسی حالت میں کوئی مسافر آسکتا تو آپ مولانا بدر الدین غزنوی کے
 پاس جو مرید اور خادم خالقہ کے تھے بھیجتے اور اشارہ فرماتے کہ خیر پانی تو لاؤ کہ
 آج کا دن بخشش و عطائے خالی نہ جائے اور مجلس میں پونچ کر آپ ہر ایک مسافر کو پانی کا پیار ڈالتے
 اسرار الا دیبا میں لکھا ہے کہ جب آپ کو فاقہ ہوتا تو آپ اس کا اظہار کسی پر نہ فرماتے اور
 اگر احیاناً اس حالت میں بادشاہ یا کوئی امیر کچھ چیز بھیجتا تو آپ قبول نہ کرتے چنانچہ
 شمس الدین بادشاہ نے ایک مرتبہ ایک حقیلی اشرافیوں کی آپ کے پاس بھیجی اور
 کہا بھجھا کہ اگر آپ اس کو قبول کر لیں گے تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ آپ نے فرمایا
 کہ واپس لے جاؤ بادشاہ سے کہو کہ تم کو اپنا بڑا دوست جانتا ہوں اور تم مجھ سے
 دشمنی کرتے ہو جس چیز کو خدا نے تعالیٰ دشمنی اور غضب سے اپنے کلام پاک میں یاد کرے
 اور تمام دوستوں کو اس سے بدبیز کرنا بتا دے تو تم ہمارے واسطے ردارہتے ہو اور
 ہم کو اس میں آلودہ کرنا چاہتے ہو۔

کتاب راحت القلوب سے منقول ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکر راوی ہیں کہ
 ایک دن سلطان شمس الدین کا وزیر آیا اور ایک طشت پر از طلا اور ایک فرمان وں
 مواضع جاگیر کا لایا اور کہا کہ بادشاہ نے اظہار بندگی کر کے یہ فرمان اور طشت زراپ
 کے غلاموں کے لئے بھیجا ہے۔ خواجہ سکرانے اور فرمایا کہ ہمارے پیروں نے ایسے چیزیں
 قبول نہیں کی ہیں۔ اس لئے میں بھی نہیں لیتا۔ وزیر نے عاجزی شرم و ع کی آپ نے
 فرمایا کہ اگر میں آج ان کی متابعت نہ کروں اور جاگیر ات اور اس زر کو قبول کر لوں تو
 میں قیامت کے دن ان کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اہل ان کے زمرے میں کیوں کر
 شامل ہوں گا۔ ان چیزوں کے طالب اور بہت سے ہیں ان کو دود۔ ناچار وہ
 مع ہدایا کے واپس چلا گیا۔

ایک دن آپ کی خدمت میں قوال آئے اور اس شعر کو نہایت خوشنما اور دل ربا
 طور سے گارہے تھے۔

سرود حسیت کہ چندیں فسون عشق در ست
سرود محرم عشق تست و عشق مجرم ادست
پیشتر حسن کراپ پر حالت طاری ہوئی اور کئی دن بے ہوش رہے دانہ پانی نہ کھایا
مگر نماز کے وقت ہمیشہ ہوش میں آ جاتے تھے۔

آپ نے اور قاضی حمید الدین ناگوری نے ایک دفعہ مجلس سماع منعقد کی جس میں
بہت سے لوگ جمع ہوئے سلطان شہاب الدین غوری نے سنا اور کہا کہ امام ابوحنیفہ
کے ہاں گناہ حرام ہی اگر یہ میرے شہر میں گانا بجانا کریں گے تو میں ان کو نکال دوں گا
آپ نے سنا تو فرمایا کہ ”جو شخص ظالم شخص ہی اس پر سماع بے شک حرام ہے اور ہم پر
طلال ہی مجھ کو وہ کیا نکالے گا اگر خدا نے بھی چاہا تو وہ خود ہی نکل جائے گا“ اس بات
پر چند دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ غزنی جاتے ہوئے رہنک مقام پر گھڑوں نے
اُسے مار ڈالا اور پھیر لیٹ کر دی آنا نصیب نہ ہوا۔

ادبیارا ہست قدرت الہ تیر جستہ باز گردانند راہ

کبھی آپ بے ساختہ شعر بھی کہہ دیا کرتے تھے چنانچہ یہ نظم آپ ہی کی ہے۔

اگر بگڑی سمع رویت عالمے پر او نہ
وزن شیریں تو شور لبست در سر خانہ
من بچندیں آشنائی من خورم خون جگر
قلب کیں مگر گناہی کنند ہمیش کن

گر رسد از تو گو شوم کہ میرا سحری
تائب گور باغ از ذکر امت بروم
در بدنام بدرگ کہ حشرم بالست
از لحد حق کناں تا بقیامت بروم

علاقت اور وفا

جب آپ کی عمر آخر ہونے آئی تو ماہ رمضان تھا کہ آپ کو ضعف ہونا شروع ہوا مگر آپ
نے سارے روزے رکھے جب عید ہوئی تو عید گاہ تشریف لے گئے اور وہاں
سے پلٹ کر جس جگہ آپ کا فرانسہ پونچھ کر چول کہہ جگہ مصفا اور پاکیزہ تھی دیر تک
کھڑے رہے۔ آپ کے ہمراہیوں نے کہا کہ آپ گھر تشریف لے چلیے کہ لوگ
زیارت اور مبارک باد کے لیے منتظر ہیں اور کچھ کھانا تناول فرمائیے اور لوگوں کو
خصت کیجیے آپ نے فرمایا کہ ”ایں جامرا بوے دلہامی آید“ یہ کہہ کر آپ کو بہت
رقت طاری ہوئی۔ اور فرمایا کہ میرا یہ دل چاہتا ہے کہ میرا دفن اسی زمین میں ہو اور اسی
دقت مالک راضی کو بلوا کر اس کو قیمت دی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

ایک روز شیخ علی سکر کی خانقاہ میں مجلس سماع تھی خواجہ صاحب بھی تشریف فرما تھے۔

قوال شیخ احمد جام کا قصیدہ نہایت خوبی سے گارہے تھے جب اس شعر پر پوچھے۔

کشتگانِ خنجرِ سلیم، را
سر زماں از غیب جانِ دیگر است

تو آپ ایسے متاثر ہوئے کہ حالت نزع کی ہو گئی اسی حالت میں آپ کو گھراٹھا کر

لائے اور چار دن تک اسی حالت میں رہے اور بار بار قوالوں سے اسی شعر کی تکرار

کراتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو ہوش میں آ جاتے اور نماز ادا فرمانے و مولینا

نضر الدین زراوی اپنے رسالہ اصول السماع میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کو سماع میں زیادہ

استغراق ہوا اور حالت دیگر گوں ہوئی تو آپ کے مرید حکیم سمسال لدین صاحب کو جو اپنے

زمانے کے بڑے حاذق طبیب تھے بلایا انھوں نے نبض دیکھ کر کہا کہ ”دادا، آپ کل

آتشِ عشق سے جل کر بابِ ہر گیارہ اور جگہ آپ کا لکھ شریعت سے گھل گیا ہوا ہے“ آپ کی اس شربت ویدار کے اوپر لکھا

لَقَدْ كَسَعْتَ حَيَاتِي كَيْدًا
فَلَا حَيَاتِي لَكَ وَلَا سَاقِي

إِلَّا الْحَيَاتِي الَّذِي قَدْ شَقَقْتُ بِهِ
فَعِنْدَكَ رُقِيَّتِي وَ شَرِيَاتِي

قوال جب مصرعہ اول پڑھتے تو آپ کو سکون ہوتا اور مصرعہ ثانی سے ترطیب

پیدا ہو جاتی بالآخر اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا کہ آپ کے سر مبارک تو

قاضی حمید الدین کے زانو پر تھا اور پاسے شریف شیخ بدر الدین غزنوی کی گود میں

کہ بدر الدین صاحب کی آنکھ چپک گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ابو الدین خدکے دوستوں کو موت نہیں ملتی

مرا زندہ پندار چوں خلیفتن
من آمم بحال گر تو آئی بہن

داراللمکا کی طرف رحلت فرما چکے تھے شمس الدین التمش نے جب آپ کی وفات

کا حال سنا جو روز و شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۸۳۳ھ کو تخمیناً (۵۲) اور بقولے

۸۴ سال کی عمر میں ہوا تو فوراً دوڑا ہوا آیا اور خود آپ کو غسل دیا اور آپ ہی جہاز

کی نماز پڑھائی اور میت کو خود کندھا دیا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت کا نیک اثر ہوا تھا کہ خود

بڑا متشرع اور سختی سے پابند موم و صلوات تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے کبھی نماز کا وقت

ٹلنے نہیں دیا قضا کرنا تو ایک دوسری بات تھی۔

۱۵ میرے جگر محبت کو ایسا ناک دس گیا ہر جس کے لیے نہ کوئی طبیب ہی کافی ہو سکتا ہے

نہ کوئی منتر ہی پڑھنے والا البتہ جس دوست پر میں فرعنیت ہوں اس کے پاس میرا

جس دن آپ نے وفات پائی اسی سال سلطان شمس الدین التمش نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت کی وفات کی تاریخ کا یہ قطعہ ہے۔

فیض بخش جہان بعدق نقیب	قطب آفاق خواجہ قطب الدین
اسوہ دہر و قدوہ عالم	زبدۂ دروہ بسنی آدم
لقبش بختار کاکی دین	مہت اولیٰ اوشیش برخواں
ازربیع تخت چار دہم	بود کاں قطب شند بچرخ ہنم
روز ترحیل آں دوشنبہ داں	بے شک دریب لے ستودہ چو لہ
عقل تاریخ نقل آں محسود	آب جنت بقطب دین فرمود
باز گو سال نقل آں نامی	روح اقدس روحہ اسمی
عمر پنجہ و چار سالش بود	کاں زماں سوے لہ نقل نمود
مرقد پاک او بہ دہلی داں	روز و شب فاتحہ برو برخواں
سال نقش بہ بحر دیگر نیز	بیشک گفتہ ام شنو بہ متین

سال آں ولی نیک خو

بود بدر و سیر قطب الدین

۶۳۳ھ بگو

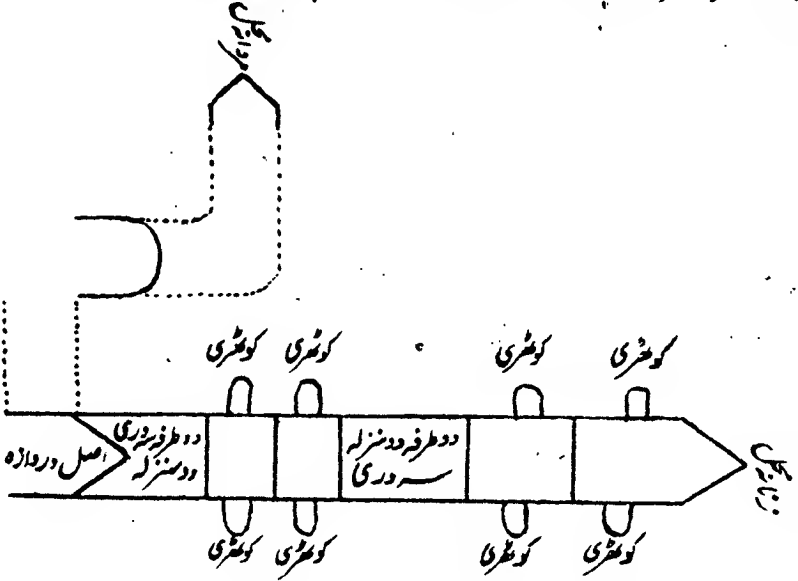
خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر کی عمارتیں

بادشاہی دروازہ حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر دراز ہوا بڑا عالی شان دروازہ ہے جس کی بلندی ۹۱ فٹ

اور عرض ۱۲ فٹ ہے اس پر چڑھنے کا دروازہ ہے۔ سیر معیوں کا چکر دار زینہ ہے۔ لوگ اس درگاہ کا دروازہ کہتے ہیں اور میں اسے ایک جدا گانہ محل کا دروازہ سمجھتا ہوں کیوں کہ اس دروازے کے اندر بڑے بھاری محل کے کھنڈر ہیں۔ یہ دروازہ سنگ سرخ کا ہے جس پر سنگ مرمر کی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ دروازہ بائبل درست حالت میں ہے۔ اور سہ منزلہ ہے جس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔

(کتبہ بر صفحہ آئندہ)

اس دروازے چو شد مکرم بناحب المراد
گفت دل سال بنا باب نطفہ پائندہ باد
دروازہ سات کہا یعنی ایک کے اندر ایک سات حصے ہیں اور مردانے محل
کی طرف بڑے دروازے کے اندر بائیں طرف تین دروازے ہیں۔ ان دروازوں
میں دوسرا دوسرا بادشاہ کا باقی مع عماری کے چلا جاتا تھا۔



محل تو اب رہا نہیں مگر یہ بات ظاہر ہے کہ جس محل کا دروازہ ایسا بنا یا ہو وہ محل
خود کیوں نہ لا جواب ہو۔ دروازے کے حصوں کی بعض جھپٹیں لڑاوی ہیں بعض چوبی
کڑیوں کی ہیں۔ اسی کے پاس خاص محل کے کھنڈر ہیں۔ یہ دروازہ مغلیہ خاندان
کے خاتم السلاطین بہادر شاہ مرحوم و مغفور کا بنوایا ہوا ہے۔

خاص محل کے عقب میں سرانے شاہی کی قدیم
اور شکستہ عمارت ہے۔ اب اس میں زیادہ تر گیلے

بھیرتے ہیں چو طرف ریل کل جانے سے اب سرائیں بیکار ہیں۔ مسافروں کی
ریل پیل بھٹیاریوں کی کشمکش اب نظر نہیں آتی۔ تہذیب یافتہ نئی روشنی
والے ڈاک بنگلہ اور ہوٹل دعوں ڈٹتے ہیں معمولی حیثیت کے لوگ دلی سے سویرے
سویرے چلے سیر پاتے ہیں دن گزارشاموں شام گھران داخل سیرایوں میں

رہے تو کون۔ بھٹیاریے بھٹیاریوں کا روزگار بند اب جدھر دیکھو خانہ سال اور پیلوں کا دور دورہ ہو۔

بادشاہی دروازے کے پاس شیخ سلیمان دہلوی کا مزار ہے جو بہت خوب صورت قلمدان نالداوی پنج درہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے جو ۲۳۵۱ء پہلی ہے۔ اس میں دو قبریں سنگ مرمر کی ہیں۔ پہلی

شیخ سلیمان دہلوی کا مقبرہ ۹۴۴ھ

قبر شیخ صاحب کی ہے اور دوسری اُن کے بھائی کی کہی جاتی ہے جس کا نام معلوم نہیں۔ شیخ سلیمان بن علفان المندومی الدہلوی در ارشاد و ترتیب طالبان و تلقین واذکار و اشغال درویشان یگانہ عصر بود مسافرت بسیار کردہ و نعمتہا یافتہ گویند کہ ویرا نقل ارواح کہ مرتبہ السیت از مراتب تصرفات نفس ناطقہ انسانی حاصل بود و بحجت اُن از اکثر احوال قرون ماضیہ خبر دادے۔ گویند کہ دگر در تجوید قرآن یگانہ عصر بود در معاملہ قرآن را پیش اُن سرور مصلح تجوید نمودہ و شیخ عبد القدوس پیش او تجوید کردہ و مدتی مدید در خلفاء اولودہ۔ وفات او شب چہار دہم ماہ محرم ۱۲۲۹ھ و مقبرہ او عقب مقبرہ خواجہ قطب الدین است۔

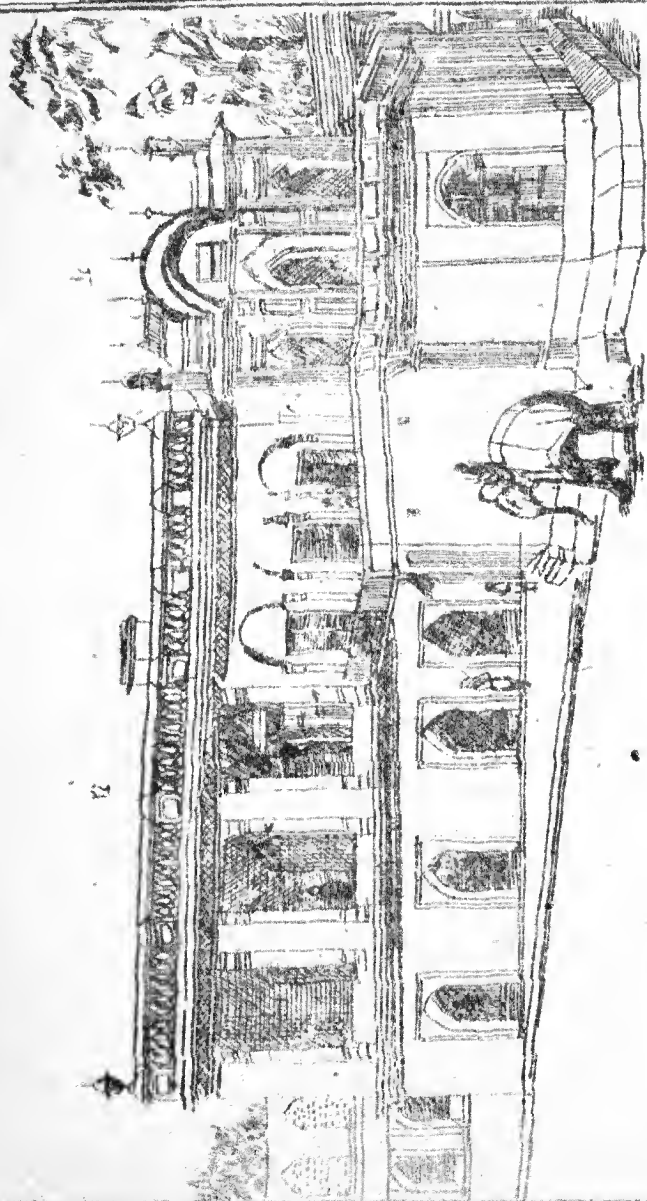
بادشاہی دروازے اور خاص محل سے مغرب میں بازار اور باولی

یہ وہی بازار ہے کہ جس کے دور دیہ بنگلے ہیں جو عرس شریف کے موقع پر بھاری بھاری کرائے پر جاتے ہیں اسی کے شروع میں ایک بڑا عذار ہشت پہل کنواں ہے جو کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے بنوایا تھا۔ کنواں ہشت پہل بنا ہوا ہے جس کا ہر ضلع ۸۴۱ لمبا ہے۔ بہت عمیق اور کشادہ ہے۔ اب تک بھی کثرت سے اس کا پانی استعمال کرتے ہیں اور اچھی حالت میں ہے۔ بہت پختہ بنا ہوا ہے۔

مسجد و مکان حکیم احسن الدخاں ہر گاہ شریف کے قریب یہ مکان نہایت خوش نامہ راہ واقع ہے جو مشہور زمانہ احترام الدولہ عمدہ الحکام ۱۲۶۱ھ و ۱۲۶۳ھ

مفتد الملک حافظ الزمان حکیم محمد احسن الدخاں صاحب بہادر ثابت جنگ کا بنوایا ہوا ہے

تفسیر کلام خجتم احسن الشخان بہادر



یہاں درشاہ کے دور آخری کے سب سے بڑے رکن رکنین یہی تھے۔ مسجد اور مکان دونوں پر قطعات تاریخی لگے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

تاریخ مسجد

مسجد کے ساخت چوں حسن محل
از ظفر بہر سال تاریخیش
احسن اللہ خان پاک سرشت
خامہ ام "خانہ خدا" بنوشت
۱۳۶۱

تاریخ مکان

از سال بنائے نو بدر گاہ
بود اشیت سراز دیار دہلی
پیر خردم نمود آگاہ
تعمیر تعمیر احسن اللہ
اب اس مکان میں عیسائی لوگ رہتے ہیں۔ اسی کے پاس مرزا اثریا جاہ کی
حویلی بھی ایک قدیم عمارت ہے۔

گندھک کی باؤلی

درگاہ کے باہر یہ ایک بہت بڑی باؤلی ہے۔
۱۳۸۱-۸۲ء پانی کے اوپر کا مٹی ہے۔ پانی کے اوپر
۹۴۰ء سے پڑھیاں مٹی ہیں جس کا سلسلہ تہ تک چلا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ باؤلی
شہس الدین التمش کی جو آئی ہوئی ہو طرز اس کا راجوں کی بائیں اور باؤلی درگاہ
حضرت نظام الدین کا سا ہے۔ باؤلی کے شمال کی طرف سہ درے ہیں جس کے ایک
کے اوپر ایک پانچ درے ہیں۔ اس باؤلی میں اب بھی پانی موجود ہے جو کسی قسم کے
معدنی اجزاء گندھک وغیرہ سے مرکب ہے اور اسی وجہ سے یہاں نہانا امراض
جلدی کو مفید ہوتا ہے۔

بستی دروازے کے

درگاہ شریف کے بستی دروازے
کے سامنے بیچ میں رستہ چھوڑ کر دو

سامنے کے دو نقار خانے

نقار خانے قدیم زمانے کے بنے ہوئے
ہیں کہتے ہیں کہ شیر شاہ

اور سلیم شاہ (۱۵۵۵-۱۵۵۶ء) کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ درگاہ کا ایک

دردازہ قاضی کا دربار بھی ہر جو جنوب میں ہے۔

راجوں کی بائیں کے پاس کا ایک و مقبرہ

راجوں کی بائیں کا حال اوپر آچکا ہے اسی کے پاس ایک نامعلوم مقبرہ ۳۳ مربع ہر جو بہشت پہل ہے اور سنگ - رخ کے در ہیں - اس گنبد میں دو قبریں ہیں نامعلوم - اسی گنبد کے

پاس ایک بہت بڑا کھنڈر ایک مسجد کا ہے - مسجد کے اس طرح متعدد کھنڈر ہیں چنانچہ راجوں کی بائیں کے پاس اور دو ٹوٹی پھوٹی بڑی بڑی مسجدیں ہیں جو اب منہدم ہو گئی ہیں - غرض یہ کہ راجوں کی بائیں کے چاروں طرف بہت سے کھنڈر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں یہ بائیں آبادی کے وسط میں تھی اور اب تو کھنڈروں کے بیچ میں ہے کہ اکیسے ڈکیسے جاتے ہوئے بھی ڈرے۔

ناظر کا بیان

یہ باغ قطب صاحب کے جھرنے کے پاس ہے - جو سرسبز و شاداب اور ایک اچھی سیرگاہ ہے - اس میں مکانات مرغوب بنے ہوئے ہیں - پھول والوں کی سیر میں ہزاروں آدمیوں

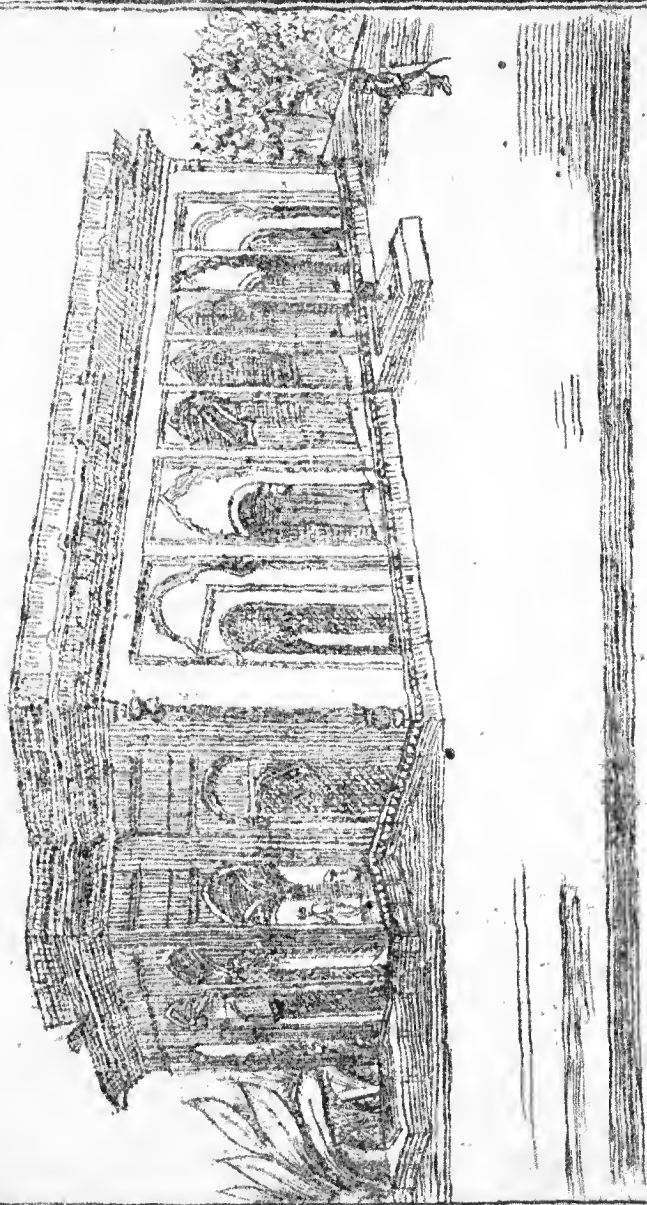
کا جھگمکنا یہاں رہتا ہے اور بڑی رونق کامیلا لگتا ہے - اس باغ کو ناظر روز افزوں نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں بنایا تھا - اس کے دردازے پر یہ کتبہ ہے جس سے اس کا سال بنا معلوم ہوتا ہے -

بفرمان محمد شاہ عادل
بنائے گلشن در قطب گردید
بود سرسبز دایم روز افزوں
یہ تاریخ سانش گفت ہا قف

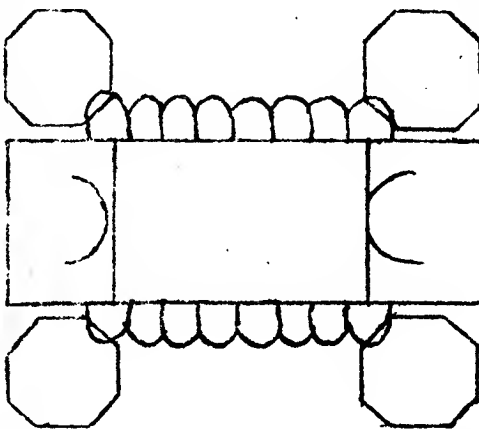
۱۱۶۱
۴۸

اس باغ کے گرد اگر تفصیل ناکسورے دار نہایت مضبوط چار دیواری ہے جس نے اب تک بھی جنبش نہیں کھائی - البتہ مشرق کی طرف کی دیوار گر گئی ہے اور اند چاروں طرف مکانات سنگین سنگ سرخ کے نہایت عمدہ بنے ہوئے ہیں اور ایک مکان

نقشه باغ ناز



بانع کے بچوں بیچ بنا ہوا ہے کہ وہ سب سے بڑا اور بہتر ہے۔ صدر دروازہ مغرب رو بہ سنگ سرخ کا ہے جو دہرا ہے جس کی بلندی ۴۴ ہے۔ دو طرفہ چھبیس چھبیس میٹر چھبیس کا زمین ہے۔ چوبلی پٹ ہیں مگر شکستہ۔ دروازے کے اندر دو طرفہ دو منتر لہ۔ درمیانی عرض یہ کہ دروازہ بڑا عالی شان ہے اور ایسے نفیس بانع کا دروازہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ گواہی کے حصار دروازے تھے مگر وہ مغربی حیثیت کے تھے صدر دروازہ یہی تھا جس پر کہ کتبہ ہے نہ پہلے یہ ایک کٹش بلغ تھا اور اب نراجھاڑ جھنکاڑ ہے۔ روشوں نالیوں اور کیاریوں کے نشان اب بھی موجود ہیں مگر جس میں ہل بھر جاے اور زرا ہونے لگے تو اب کیا خاک رونق رہ سکتی ہے۔ بارہ دریوں اور پُر لطف شہ نشینوں میں جن کی نفاست اور پُر تکلف وضع قطع دیکھا کر اب بھی دل لوٹ جاتا ہے جب مویشی باندھے جائیں اور اُن کے گوبر کے چوتھہ ہر طرف لگے ہوئے ہوں اور اُن کے پشیاں کی بو سے ناک نہ دی جا سکے اور جاچا پوئیوں کے انبار اور بھسکے ڈھیر لگے ہوں اُن کی کس مہر سی کی یہ حالت دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ بنائے دانے نے روپیہ کی بکھیر کر دی اور اس مقام کو دل چسپ بنائے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور آج اس میں گدھے لوٹ رہے ہیں اور بجائے طرح طرح کے پھولوں کے تختوں کے زراعت ہو رہی ہے اور پھولوں کی بھینی بھینی مہک کے بدلے گوبر اور موت کی سڑاند ہے۔ کون سا پتھر کا کلیجہ ہے جو اس تباہی کو دیکھ کر متاثر نہ ہو۔ اب بھی اس بانع میں اُسی زمانے کے پرنے اور بڑے بڑے املی۔ کھرنی۔ آم۔ جامن۔ نیم۔ شہتوت وغیرہ کے درخت اور دو کنویں موجود ہیں۔

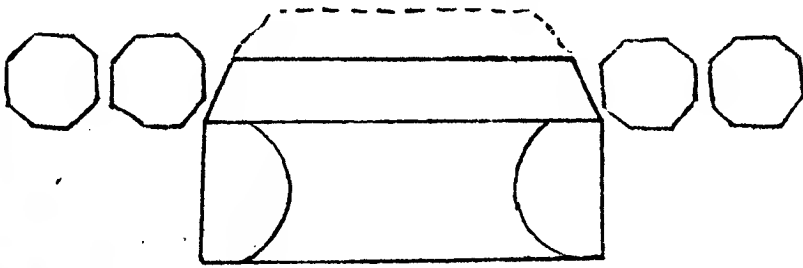


بیچ کی بارہ دری | بانع کے بیچ میں ایک

نہایت خوش نما اور بہت بڑی سنگ سرخ کی بارہ دری ہے۔ نقشہ یہ ہے۔

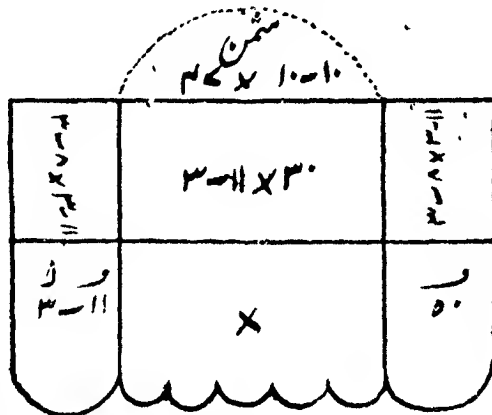
مشرق مغرب کی طرف یہ بارہ درسی دھڑے والا ٹون کی ہر اندر سے ۱۳x۵ - ۴ -
 باہر سے ۱۶x۸ - ۳ شمال جنوب میں ایک ایک برآمدہ ہے۔ چاروں طرف
 پختہ حوض ہیں جن کے بیچ میں فوارہ ہے۔ عین جانب کے حوض ایک ہی وضع قطع
 کے ۵x۳ - ۹ اور ۳x۳ عمیق ہیں۔ صرف شمال کی طرف کا حوض ذرا بڑا ہے۔
 ۱۳ - ۱۰x۸ - ۳ عمق دو فٹ باقی مٹی بھری ہوئی ہے۔ باہر سے عمارت کا طول و
 عرض ۵۲x۳۶ - کرسی ۵x۳ بلند۔ پتھر کی سلوں کی لداوی چھت۔ گرد چڑا چھب
 جس کی سلیں چایا سے گرگنی ہیں۔ اس کے سامنے شامیانہ بھی تانا جاتا تھا جس کے
 مردے لگے ہوتے ہیں۔

مشرق کی طرف کا پتج درا | بائیں کے مشرق میں یہ عمارت سنگ بسی
 کی بہت نفیس بنی ہوئی ہے یہ عمارت
 ۴ بلند ہے اور دو طرفہ اکیس اکیس سڑھیوں کا زینہ ہے۔ شہ نشین کی دیوار میں
 سنگ سرخ کی جالیوں باہر وار کو لگی ہوئی ہے۔ جو سب ضلع ہوئیں کہیں کہیں
 کوئی ٹکڑا لگا رہ گیا ہے۔ اس میں ایک دھچکتی بھی ہیں۔ نظری اور سرسری نقشہ یہ ہے۔



جنوب کی طرف کا پتج درا
 یہ بھی سنگ بسی کا پتج درا ہے جس کی کرسی ۵x۳ ہے
 اور شہ نشین کی کرسی اندر وار سے ۱ - ۴ ہے۔ یہ
 عمارت باہر سے ۵۳x۲۹ ہے۔ عمارت کے گرد
 چوڑی چوڑی سلوں کا چھب تھا یہ سلیں اب جا بجا
 سے گرگنی ہیں۔ اس عمارت کی چھت بھی لداوی ہے اور سلوں سے پٹی ہوئی ہے۔

اس کو ملا کر اب تین مکان باقی رہ گئے ایک بائیں کے بیچ ملا اور دو تین درے قیاس
یہ چاہتا ہے کہ ایسے ہی تین درے مغرب اور شمال میں اور ہوں گے مگر اب نہیں
ہیں اس عمارت کا نظری نقشہ یہ ہے۔



مولانا محمد الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ
کا مزار اور مسجد ۶۴

بائیں ناظر کے پاس یہ تین
در کی بچتہ مسجد ۳۳-۳۳-۳۳
ہر دروں کی اونچان ۳۳
اور چوڑائی ۳۳-۳۳-۳۳

چوڑا چھبہ سنگ خارا کا نیچے بھاری توڑے ہیں۔ فرش اور منبر ٹوٹ پھوٹ گیا۔
مینار شروع ہی سے نٹھے۔ مسجد کی بائیں طرف ایک حجرہ بھی ہے اور اسی طرف
گیارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ دہائی طرف صرف چھ سیڑھیاں ہیں شاید اذان دینے
کا چوڑا بنایا ہو کیوں کہ سقف مسجد تک سیڑھیوں کا سلسلہ نہیں ہے۔ اس کے صحن
میں بہت سی قبریں ہیں مولانا کی قبر شریف پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے "مولانا محمد الدین حاجی
۶۴" آپ کی قبر گچ کی صحن مسجد میں ہے۔ اخبار الاخبار میں مولانا کے متعلق لکھا
ہے کہ "آپ کا ذکر کسی ملفوظات شاہج نہیں ملا لیکن بعض بزرگوں سے میں نے
سنا ہے کہ آپ خاندان سہروردیہ کے ایک بزرگ اور شیخ شہاب الدین سہروردی
کے مرید تھے۔ آپ نے بارہ حج کیے تھے اور آخر کار دہلی تشریف لائے سلطان
شہس الدین اتش نے آپ کو صدر ولایت بنایا آپ اس خدمت سے
ناراض تھے تاہم دو سال تک اس خدمت جلیلہ کی مہارت کو جو اتم سر انجام دیا

اور خوب انتظام بٹھلایا اور بخوبی بندوبست کرنے کے بعد التماس کیا کہ فقیر کو اب معاف کریں۔ بادشاہ نے آپ کا فرمان قبول کیا اور منصب صدارت سے سبکدوش کیا۔ ایام تشریق میں کہ زمانہ اکل و شرب اور ضیافت کا ہے اس بوزاح کے لوگ شہر کے باہر آپ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں اور اس اجتماع کو ختم مولانا مجدد حاجی کہتے ہیں،

صحیح مسجد میں اور بھی بہت سی قبور میں جن میں سے صرف تین قبروں پر کتبے ہیں اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ سرکار کی طرف سے دولتیت قبتے بنا کر ان تینوں قبروں کی بخوبی حفاظت کر دی ہے۔ پہلے قبتے میں دو بہت پرانی قبریں ہیں۔ اور دوسرے میں صرف ایک لڑکے کی جس نے سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔

اللہ

(۱) وَكَانَ وَكَاتَهُ... الْعَبْدُ الضَّعِيفُ..... المرحوم محمد بن علی بن عثمان

الملقب بنظام الدین (۲) فی الرابع من شهر المبارک رجب عام مباح ۱۰۸۵ھ

ثمان و ثلاثین و ستمائة (۳) ھ

یہ پتھر سنگھ کی شکل کا محراب دار ہے۔ بڑی شکل سے اتنی عبارت فکلی ہے۔ اس پتھر کے کنارے کنارے نصف دائرے کی شکل میں آیت الکرسی منقوش ہے۔

دوسری قبر (۱) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَخْتَارُ سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ وَسُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ -

(۲) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْمُبِينُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ الصَّادِقُ الْأَمِينُ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَأْمُرُ بِالْكَفَرِ سُبْحَانَ مَنْ سَأَلْنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالْمُرُوحِ -

فرزند اعز قرة العین ثمرۃ القواد

محمد اسعد بن حسین نو سارا اللہ
در ہفت سالگی علامہ اللہ

حفظ کرد و برحمت خدای پیوست

پاس پاس دو گنبد اور ایک قناتی مسجد اس مسجد کی داہنی طرف رستے کے اُس پار ایک ہی وضع قطع کے

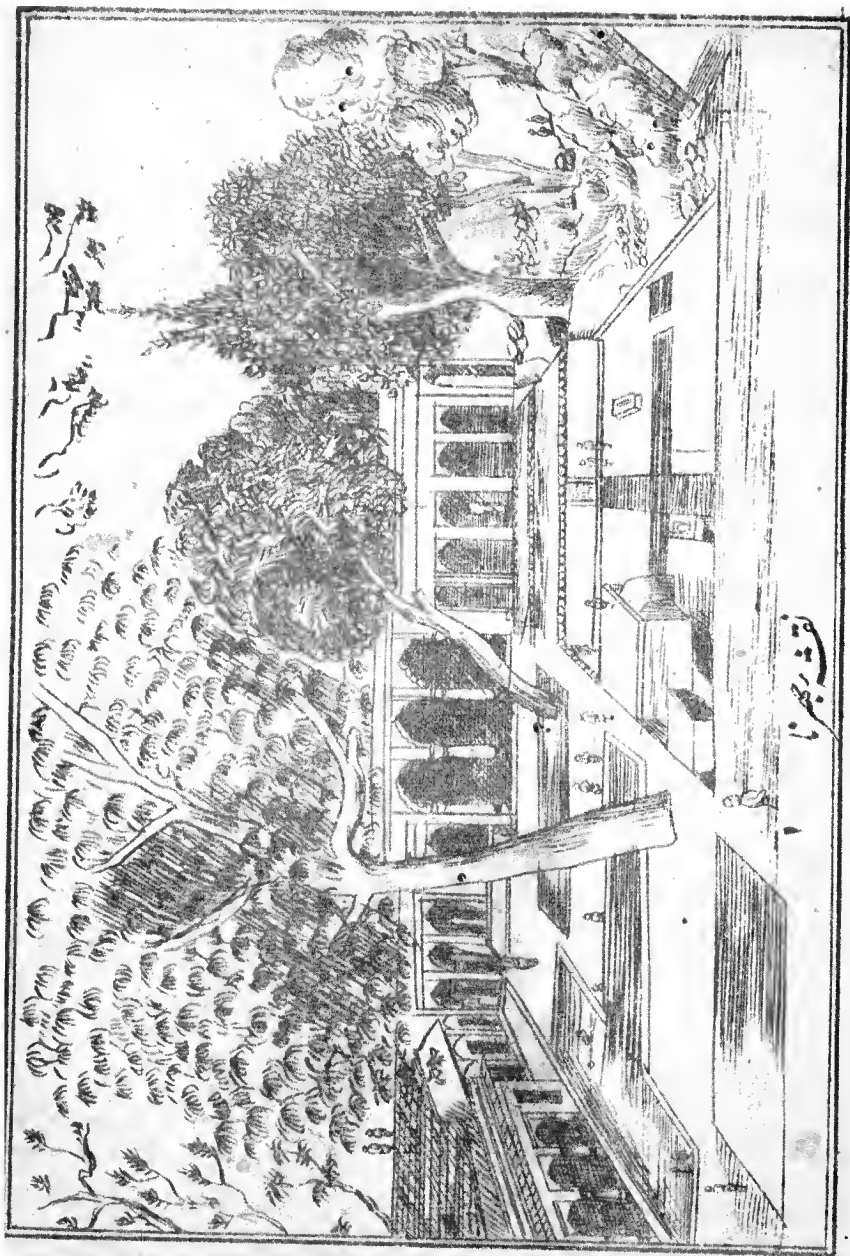
یا رسول اللہ قال الملک دعاء (۳) الملک العلی... فاذا کان الراعی دنیا فین رعی... فاذا کان الطیب مرابطاً فین رعی الخ والوہاد لا الخلق فاذا کان اللہ بخاصک... اللہ اللہ چہ مرتہ۔ یہ کوئی حدیث شریف ہے جو بابجائے بھڑگئی ہے اس وجہ سے مسلسل عبارت نہیں پڑھی جاتی۔ یہ حدیث کسی کتاب میں بھی نہیں ملی جو اس سے مدد ملتی۔ (۳) کلمہ۔ قل ھو اللہ پوری اور اشھد ان محمد عبدہ ورسالہ والحمد للہ.....

جھرنہ
۱۱۱۲
۱۶۰۰

قطب صاحب کا جھرنہ کہلاتا ہے جو درگاہ شریف کے پاس ہے۔ یہ کچھ عجیب و غریب۔ لطیف و نفیس۔ دل چسپ و دل کشا فرحت بخش و دل ربا سیر گاہ ہے جس کی سیر سے دل سیر نہیں ہوتا۔ درختاں سرسبز و شاداب۔ نہر دوڑتی ہوئی حوض چھلکتے ہوئے یا ع جنت یاد دلاتے ہیں اور بہشت کا سما آئینوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ پہلے پہل سلطان فیروز شاہ نے اس مقام پر ایک بند بنایا تھا چنانچہ جھرنے کی دیوار دی بند ہے جو اب تک موجود ہے اور حوض شمس کا پانی روک کر نو لکھی نالے میں ڈالا تھا۔ وہاں سے یہی پانی تغلق آباد کے قلعے کی خندق میں پونہچا یا گیا تھا۔ چند مدت کے بعد وہ قلعہ نو دیران ہو گیا اور وہاں پانی جانا بھی موقوف ہو گیا۔ حوض شمس کا پانی اس بند سے نکل کر جھل میں ریاگاں جانے لگا تو سنہ ۱۱۱۲ میں نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ نے اس بند کے آگے حوض اور نہر چادریں اور فوارے بنوادیئے چادروں کا چھوٹنا فواروں کا اچھلنا ایک عجب عالم دکھاتا تھا اور دل کو بھجاتا تھا۔ اب وہ چادر اور فوارے تو سب بند ہو گئے۔ کبھی کبھی دیواریں سے پانی البتہ رسنے لگتا ہے اور حوض میں تھوڑا سا جمع ہو جاتا ہے جھرنے کے چاروں طرف کچھ کچھ مکانات بنے ہوئے ہیں جن کا ذکر ہم مختصراً لکھتے ہیں:-

مکانات جانب غرب | بجانب غرب اس دیوار سے لگ کر سنگ سنخ کا ایک سہ درہ دالان ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-

مکتبہ



کو تباہ کوئی جگ پھیری پھر کر اور کوئی ٹپنی کھا کر اور بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایک تو سی ہیکل آدمی کو کھڑا کیا اور دو آدمی اس کے کندھوں پر چڑھ گئے اور درختوں کی ٹہنیاں پھول دار ہاتھ میں لیں اور سب سے نیچے کے آدمی نے زغند ماری اور حوض میں کودا اور جواہر چڑھے ہوئے تھے وہ بھی لامحالہ ساتھ ہی کودے اور اس طرح کے کودنے کو اصطلاح تیراکی میں ”درخت کا کودنا“ یا ”تھاڑ جھنکار کا کودنا“ رکھا ہے۔ غرض طرح طرح کے تماشے برسات میں پھول والوں کی سیر میں ہوتے ہیں۔ اس دالان کی چھت ساری کی ساری اندر سے خالی ہے جس کے چھبے کے نیچے تیرہ انبوے بطور فوارے کے لگے ہوئے ہیں۔ اس چھت پر بھی پانی چڑھتا تھا اور ان انبووں میں سے دھاریں چھوٹی تھیں اور حوض میں گرتی تھیں۔ اس دالان کے اندر بھی ایک چادر ہے۔ ۳۔ چوڑی جو ۴۔ کی اونچائی پر سے گرتی ہے۔ اس کے نیچے چراغ جلانے کے طاق بنا دیئے ہیں۔ چادر کا چھوٹا اور اس میں چراغوں کا جھلانا بجھنا ایسا معلوم دیتا تھا جیسا کہ آتش بازی کے پھول جھڑ رہے ہیں یا تارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر ٹوٹ رہے ہیں۔

نظر آئی وہاں چاندنی کی بہار	کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار
دردِ بام یک تختِ سائے سپید	ہر اک طاقِ محراب صبحِ اسید
لبالب وہ چوڑ کی پاکبند نہر	پڑے چشمہ ماہ سے جس میں نہر
سب نہر پر صاف جو غور کی	تو ٹیری تھی وہ ایک بلور کی
بڑے اس میں فوارے چھٹتے تھے	ہو ابیں وہ موتی سے ٹپتے ہوئے
زمین نور کی آسماں نور کا	جہر دیکھئے داں سماں نور کا
ہر کرتی نگہ جس طرف کو گذر	بجز نور آتا نہیں کچھ نظر

یہ حوض ۲۶ مربع اور ساڑھے سات فٹ عمیق ہے وہاں ایک فٹ ۶ انچ کا ہر جس سے اس حوض میں پانی آتا ہے۔ حوض کے سامنے ایک بہت خوش نما نہر ۴۲ لمبی اور چھ فٹ چوڑی اور ساڑھے تین فٹ گہری ہے۔ اس نہر کا پانی چادر پر جا کر بہتا ہے۔ یہ بڑی چادر ہوئی اس کے سوا شمال اور جنوب میں آٹھ سائے دو چھوٹی چھوٹی چادریں اور ہیں جو ۲ فٹ چوڑی ہیں اور دو فٹ کی بلندی پر سے گرتی ہیں۔ ان چادروں کے آگے ۴۔ ۵ کی بہت کاری کی

سلامی پتھر لگا دیئے ہیں جن کے خاروں میں پانی اٹک اٹک کر لہرانا انگھیلیاں کرتا عجیب
خرام ناز اور عشق و انداز سے جاتا ہے کہ اس کی خوبی حبیہ تحریر سے باہر ہے۔ ان تینوں چادرؤں
کے سامنے نہر ہیں۔ بڑی چادر کے سامنے کی نہر نہر سمی۔ چوڑی چادر کے سامنے بھر گہری ہے
اس نہر کے سامنے سنگ سرخ کا ایک بارہ درہ منڈوا آ۔ ۱۰۰ فٹ چار من میں ایک
پراناد رخت جاسن کا ہر اور کئی درخت آم اور نیم کے ہیں۔ موجودہ نقشہ اس کا یہ ہے۔



جھرنے کا دالان

چھوٹی نہروں کے سامنے کی نہر ۵۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔ چوڑی اور آٹھ انچ گہری ہیں۔ اب
سب ٹوٹ سکا گروارے اور چادریں سب بند ہیں اور پانی جھل میں بہ جاتا ہے۔ اب اس
مکان کی خوبی اور نفاست کیا لکھی جاے نہ وہ مکان ہی رہا نہ وہ مین ہی رہے۔ نہ وہ عیش
پسند طبیعت میں نہ وہ مذاق رہا۔ اب زمانے میں کچھ اور ہی ہوا چلی ہے۔ ہم اس ٹوٹی پھوٹی
حالت کو بھی دیکھ کر لٹو ہوئے جاتے ہیں۔ چادرؤں کا گرنہ پانی کے دھواں دھواں کا
جانوروں کا ہرے بھرے درختوں پر بھونکنا اور چھاننا۔ کول کی کو کو پیچھے کی بی کہاں کی صدا
مور کا جھنگارنا اور ناچنا۔ فاختوں کا گونجا۔ خلقت کی کثرت اور ریل پیل۔ تماشائیوں کا
بن سنور کر عمدہ عمدہ رنگ رنگ کے لباسوں میں گشت کرنا۔ حسینوں کے جھرمٹ۔
کمانے کی لاپ طبلے کی تھاپ۔ کٹوروں کی جھنکار۔ سودے والوں کی پکار۔ دکانوں
کی سجاد۔ یار دوستوں کی لگاؤ۔ پھول گجروں کی بہار۔ خوشبو و عطریات کی مہکار۔
کچھ عجیب سا تھا۔ بلا سبالغہ یہ معلوم دیتا تھا کہ راجہ اندر کا اکھاڑا پرستان زمین پر آتے آیا ہے۔
بڑے ٹھڈے اسے بھی یاد کر کے مزے لیتے ہیں بھلا ہماری تقدیر ایسی کہاں تھی کہ ہم اس
بہار کو دیکھتے ہمارے نصیب میں تو بس یہی رہ گیا ہے کہ گل کی جگہ خار دیکھ کر کف افسوس ملیں۔
گلی آنکھیں تو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گشتن میں بتانا باغیاں رمد و وہاں غنچہاں گل لختا

مکانات جانب شمال

۵۳-۱۲۲۱ م
۳۷-۱۸۰۶ م

اس طرف ایک دہرا دالان پختہ و سنگین بہت خوش نما بنا ہوا ہے جو طول میں ۳۱-۸ اور دونوں دالانوں کی چوڑائی ۲۴ ہے۔ یہ دالان ابو النصر سعید محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہ سے ہے۔

اچھے عہد سلطنت میں (جن کا زمانہ ۵۳-۱۲۲۱ م تھا) بنوایا تھا جو اب بھی موجود ہے۔ یہاں سب مکانوں میں یہی ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ اسی سے ملا ہوا ایک دروازہ ۱۱۸۰۶-۱۸۰۶ م جس کی چھت چوبی کڑیوں کی ہے۔

مکانات جانب جنوب

۱۲۲۱-۱۱۷۳ م
۱۸۰۶-۶۱۷۵ م

اس طرف ایک سہ دروازا دالان ہے جس کی بغلی میں دو دروازے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ پنج درہ کہلاتا ہے۔ اور اگر ادھر ادھر کے دروازے ملاو تو ست درہ ہو جاتا ہے۔ یہ شاہ جی کے بھائی سید محمد صاحب نے

ابو المنظر جلال الدین سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی بادشاہ (۱۱۷۳-۱۲۲۱ م) کے زمانے میں بنوایا تھا جس کا اب نشان تک نہیں رہا۔ البتہ بیچ میں بہادر شاہ (۱۲۵۳-۱۲۵۷ م) نے ایسی سنگین بارہ درہ بنوائی تھی جو اب بھی موجود ہے۔

مکانات جانب شرق

۶۱-۱۱۳۱ م
۶۸-۱۷۱۹ م

اس طرف کوئی مکان نہیں ہے پہاڑ ہی پہاڑ ہے۔ روشن اختر ابو الفتح محمد شاہ بادشاہ نے (۶۸-۱۱۳۱ م) ایک پھلوں پتھر کے اس پرلوگ چڑھنے اور پھسلنے کے رکھوایا تھا۔ یہ پتھر ۱۸-۳۳ لمبا اور

۷-۷ چوڑا تھا جو اب بالکل ٹوٹ چھوٹ گیا۔ اب صرف لچھ لچھ نشان باقی رہ گیا ہے۔ دروازہ اس کا کچھ نشان دار نہیں ہے معمولی آٹھ فیٹ اونچا اور ۵-۳ چوڑا ہے۔ اس کو آہنی جٹلے کے کاڑھال میں چڑھا دیتے ہیں۔

یہیں پاس بہت سے آم کے درخت ہیں جو "امریاں" مشہور ہے۔ پھول

امریاں

اولوں کی سیر میں سیلابی جھوٹے یہاں جھولے ڈالتے اور لمبی پتیلیں بڑھاتے ہیں۔ شہر کی تمام طوائف آتی اور شوق و محبت کی ڈوریوں کی لٹکائیوں کی ٹانگیں بڑھاتی ہیں۔ تماشہ بینوں اور اوباشوں کی بے جانی اور دندلیوں کی کمانی کا اچھا ذریعہ ہے۔ اس مقام پر ایک قبر بھی ہے جس پر

عارف حکیم فاضل یازد پُر قناعت
 کردہ ہلاک ادا قرائت بد دیانت
 تاج سال اور ہاتھ مرا خبر داد
 ریح شہید عابد آدمیان جنت
 غرض اس فلسفہ کے کمال کیا لکھوں اس کا نقشہ کوئی عاشق مزاج ہی خوب کھینچ سکتا جو شیخ کیا جا صابن کلبھاؤ۔

پھول والوں کی سیر

بہت کچھ اہتمام اور دھوم دھڑکا ہوتا ہے ایسا کہ سارا شہر لوٹ پڑتا ہے۔ پہلے زمانے میں آٹھ آٹھ دن ٹنگل میں منگل رہتا تھا۔ بعد سے جمعہ تک تین دن تو میلہ شباب پر رہتا ہے اور بڑا ہجوم ہوتا ہے عین میلے کا دن جمعرات کا ہوتا ہے۔ لاکھ و طیر لاکھ آدمی سے کم جمع نہیں ہوتا۔ پھول والے اور اہل حرفہ نہایت خوش نمائش بناتے اور باجے گاجے نو بہت تھارے وصول تاشے روشن چوکی کے ساتھ لے جا کر حضرت قطب صاحب کی درگاہ پر چڑھاتے ہیں۔ اس وجہ سے اس میلے کا نام ”پھول والوں کی سیر“ ہے۔ میلے میں شہر کی دکانیں اور بازار خوب سجائے جاتے ہیں۔ سارے مکانات بھر کر لوگ میدان میں رات کو بیڑے رہتے ہیں جس طرف دیکھو آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ شہر سے لے کر قطب صاحب تک بہلیوں، بکریوں، گاڑیوں، اور موٹروں غرض ہر قسم کی سواریوں کا تاننا نازگار ہوتا ہے اور بیدل چلنے والوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ سال بھر یہاں کے مکانات اور جنگل جو سیر راہ ہیں حالی پرے رہتے ہیں مگر ان تین دنوں میں ایسا کرایہ وصول ہو جاتا ہے جو سال بھر کی آمدنی کے برابر ہوتا ہے۔ میلے میں لاکھوں روپے کی خرید و فروخت ہو جاتی ہے۔ ہزار ہا آدمی حوض میں نہاتے ہیں اور والان کی چھتوں دیوار کی منڈیروں اور درختوں پر سے حوض میں کودتے ہیں اور پھلے پھلے پھلے اور انبرتوں میں جھولے جھولتے۔ اس میلے کو اس زمانے کی بڑی بھاری کینک سمجھیے۔ دلی والا کام پیشہ کوئی ایسا نہ ہو گا جو نہ جاتا ہو۔ مہینوں پہلے سے طیاریاں شروع کرتے ہیں۔ گھر میں چاہے کھانے کو نہ ہو مگر پھول والوں کی سیل (سیر) پڑھے کام پیشہ یوں ہی بولتے ہیں) ناغہ نہ ہو۔ قرض کریں گے وام کریں گے۔ جو روکا ٹوم چھٹا پیچیں گے مگر پھول والوں کی سیل ناغہ نہیں ہو سکتی۔ چونکہ ادنیٰ درجے کے لوگ بہت جاتے ہیں اور یہ لوگ وہاں جا کر ادھم مچاتے اور طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں لہذا آجے پوش شریف دراجانے میں ہچکچاتے ہیں۔ ایسا ہی شوق چڑا یا تو صبح گئے اور شام کو

اپنے گھر چلے آئے۔ بلا سبالغہ ساری دہلی خالی ہو جاتی ہے اور چوروں کی بن آتی ہے کثرت کے چوریاں ہوتی ہیں۔ یہاں کے پراٹھے اور کباب بہت مشہور ہیں۔ بات یہ ہے جنگل کی ہوا اور اس پر چلنا پھرنا بھوک خوب لگتی ہے اور بھوک میں سب ہی چیز اچھی معلوم دیتی ہے سو اس کے اور کوئی خصوصیت نہیں۔ بادشاہی زمانے میں اس سیلے کا رنگ روپ کچھ اور ہی تھا اور اب دہلی والوں کو بس اتنی تفریح بھی غنیمت ہے۔ جہاں روکھ نہیں وہاں از ٹڈی اوکھ ہوتا ہے۔

زمانہ دیگر گوں شود ہر نفس نگرد و بیک گو نہ با ہیچ کس

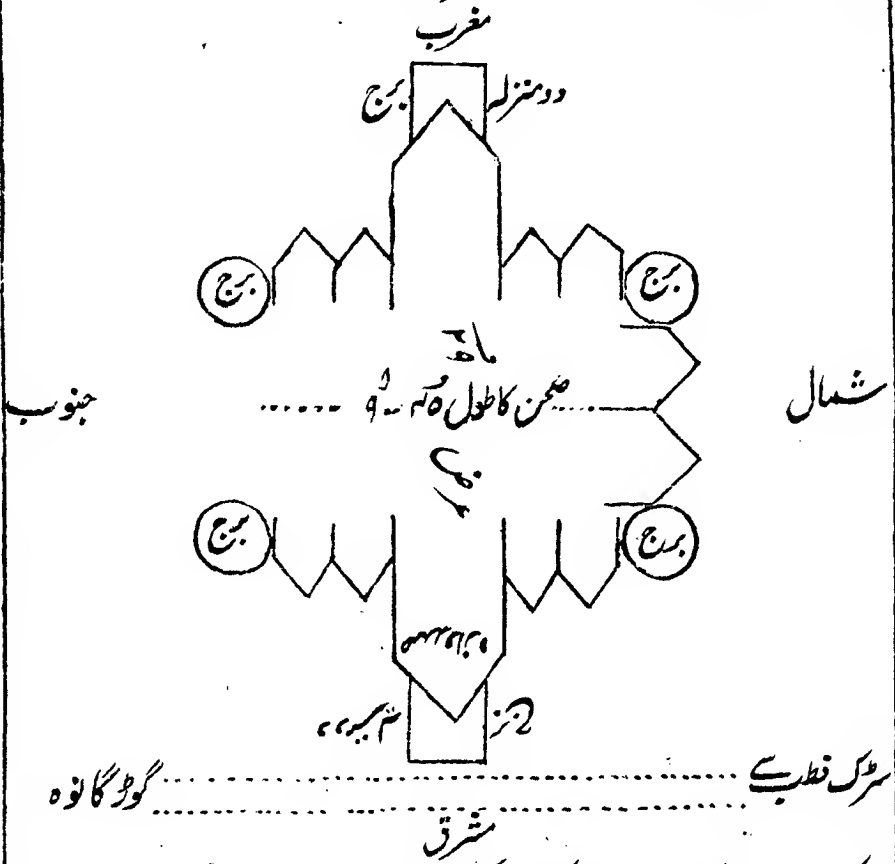
گوڑگانوں کی سڑک پر کی عسارتیں

بادشاہ پسندائے سڑک کے بائیں طرف ایک بہت وسیع اور پختہ سرائے بنی ہوئی ہے جس کا ایک عالی شان سہ گہا دروازہ سڑک سے ملا ہوا ہے۔ اس کے مربع احاطے میں چاروں طرف سو درے مکان آن لوگوں کے واسطے بنے ہوئے ہیں جو الگ مکان پر درے کی جگہ اپنے زمانے کے واسطے چاہیں۔ باقی تین طرف نو فونو تجربے مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ تجربے نو فونو گیارہ فٹ اونچی محراب کے ہیں جن کے سامنے نو فونو کا برآمدہ ہے۔ مغرب کے رخ صدر دروازہ ہے اور دھڑ دھڑ چار چار تجربے ہیں۔ چاروں کونوں پر نو فونو سیڑھیوں کے زینے ہیں۔ شمال اور جنوب کے دونوں کونوں میں ایک ایک کوٹھری بھی رکھی گئی ہے۔ چوں کہ یہ سرائے موجودہ بستی سے ذرا پورے پورے لہذا بالکل ویران ہے۔

جہاز محل یا لال محل شیش محل

ہیں کہ سرتاپا سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اور شیش محل بھی یہی کہلاتا ہے شاید کسی زمانے میں شیشہ آلات لگے ہوئے ہوں اب تو صرف جہاز کے نام سے مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی کچھ معلوم نہیں ممکن ہے کہ جہاز کی شکل کا ملبو تر ہونے سے یہ نام پڑ گیا ہو۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ کسی سوداگر کا جہاز تباہی میں آ گیا تھا اس نے منت مانی تھی کہ اگر اس کا جہاز صحیح

سلامت آجائے گا تو وہ ایک مکان رفاہ عام کے لیے بنا دے گا اور اُس کی مراد پوری ہونے سے اُس نے یہ مکان بنوادیار سنا جانا ہے کہ بہادر شاہ یا درشاہ بھی اس محل میں ٹھہرا کرتے تھے۔ سرسید نے تو لکھا ہے کہ وہ آپ غر پر گز زمین کے برابر ہو گیا۔ ضرر نام ہی نام ہو گیا ہے، لیکن موقع پر تو اس محل کا بہت چھ حصہ اب تک بھی باقی ہے اور اُس وقت تو اس سے بھی بہتر حالت ہوگی۔ ہم موجودہ حالت کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پہلے تو نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔



شرک پر سے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر محل کے صدر دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ مکان مستطیل ہے چاروں کونوں پر چودھویں در کے برج ہیں۔ صدر دروازے اور اُس کے مقابل کے دروازے کے اوپر بارہ بارہ در کا برج ہے۔ یہ برج اور دروازے سنگ سرخ کے ہیں باقی اصل محل سنگ خارا اور چوٹے کا ہے۔ جنوب کی طرف کا ضلع گریبا ہے باقی تین طرف کا حصہ جوں کا توں گریبا ہے۔ چاروں طرف لدا دی چھت کے دھان

اور حجرے میں۔ برجوں کے قبول پر چینی کا لاجوردی کوٹ پر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے اندر بھی چینی کا کام ہوا لیکن جب پلاستر ہی سارا جھڑ گیا ہے تو اب رنگ کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ عمارت کی بلندی چھت تک ۱۴ ہے۔ زینہ چھت پر جانے کا پسند درہ سیڑھیوں کا ہے۔

بارہ درہ جہاز محل کے سامنے سڑک کی بائیں جانب اونچے ٹیلے پر بارہ درہ ۸۰-۱۰ کا گنبد سنگ خارا کا کھڑا ہے۔ اس کے چاروں طرف دالان تھے اور بیچ میں یہ گنبد تھا۔ دالان تو سب گر گئے گنبد باقی ہے۔ گنبد کے اندر ایک زمین دوز قبر پتھر کی ہے اور گنبد کے باہر چوترے پر ایک سنگ خارا کے تعوید کی قبر ہے۔

جھرنے کے پاس ایک اونچے ٹیلے پر اس سڑک کے **گورکنوں کی مسجد** بائیں جانب گورکنوں کی مسجد ۴۶ x ۲۶ ہے تین در

ادھرتین در اُدھر بیچ میں نو سیڑھیوں کا زینہ۔ دروں کی اونچائی چھ فیٹ اور چوڑائی ۴۶ ہے۔ چھت لداؤ کی ہے۔ سامنے مسجد کے صحن پر مگر چوترہ اشکستہ ہے اسی چوترے کے نیچے جھرنہ ہے۔ مسجد چوں کہ ٹیلے پر بنائی گئی ہے اس واسطے سڑک کے کنارے پانچ در کا ایک لداؤی دالان بنا کر اس پر مسجد کی عمارت بنائی ہے۔ یہیں سنگ خارا کا ایک ہشت درہ منڈوا ۱۱۶ مربع ہے جس میں ایک زنانی قبر سنگ خارا کی ہے۔

یہ مسجد مسمیٰ تالاب کے کنارے شرق کی طرف سڑک کے **اولیا مسجد** لگی ہوئی داہنی طرف ۴۶ x ۳۶ کے ایک پست احاطے

میں واقع ہے۔ بعض جگہ تو دیوار تین ہی فیٹ اونچی ہے۔ اہل مسجد تو اب نہ ایک چبوترہ اسی چبوترہ ہے۔ صرف مغرب کی طرف ایک محراب چھ فیٹ کی بنی ہوئی ہے۔ مسجد کے صحن میں تین میلے سنگ خارا کے ہیں جن کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور خواجہ قطب الدین صاحب نے میلہ کھینچا تھا اور چوں کہ حضرت خواجہ صاحب امدد و سرنگوں نے خود لوگ ریاں ڈھو ڈھو کر یہ مسجد بنائی لہذا اولیا مسجد مشہور ہو گئی۔ اب اس کی مسجد کو لوگوں نے تباہ بنا دیا ہے اور ایک کمراتین در کا دالان ۲۶ x ۴۶ کا لوہے کے گرد لداؤ چوکوں کی چھت کا بنا دیا ہے اور سامنے صحن میں گچ کا فرش کر دیا ہے۔ اس میں ایک بڑا کابھت بڑا درخت ہے جس سے تمام

سجد پر سایہ رہتا ہے۔ مسجد کی بلندی ۷۰ فٹ ہے۔ دروں کی اونچائی ۱۲ فٹ اور چوڑائی ۹-۹۔ ایک طرف زمین ہے۔ مسجد کی کچھیت کی دیوار میں دو کھلے دروازے ہیں۔ صحن میں ایک کنواں بھی ہے۔ حوض شمس میں اترنے کی آٹھ سیڑھیاں ہیں نیچے داراصل مسجد پر جس کی ایک چھوٹی سی قدیم محراب باقی ہے اور بہت چھوٹا سا منبر بھی بنا دیا ہے۔ بہہ حصہ ۳۲۲ ۲۵۴ ہے۔ اکثر بزرگان دین مسجد کے اس حصے میں چلکشی کیا کرتے تھے اور موقع بھی تخلیہ کا بہت عمدہ ہے۔ مسجد کی غزنی دیوار شمس تالاب سے صرف تھم کے فاصلے سے ہے۔ اب حال میں مسجد کے جنوب میں ایک شرق رودیہ دالان منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب مرحوم رئیس دہلی نے بنوا دیا ہے جس سے لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ مسجد کے پختہ صحن کے بعد ایک کونے میں خام صحن کے حصے میں کچھ قبریں بھی ہیں۔

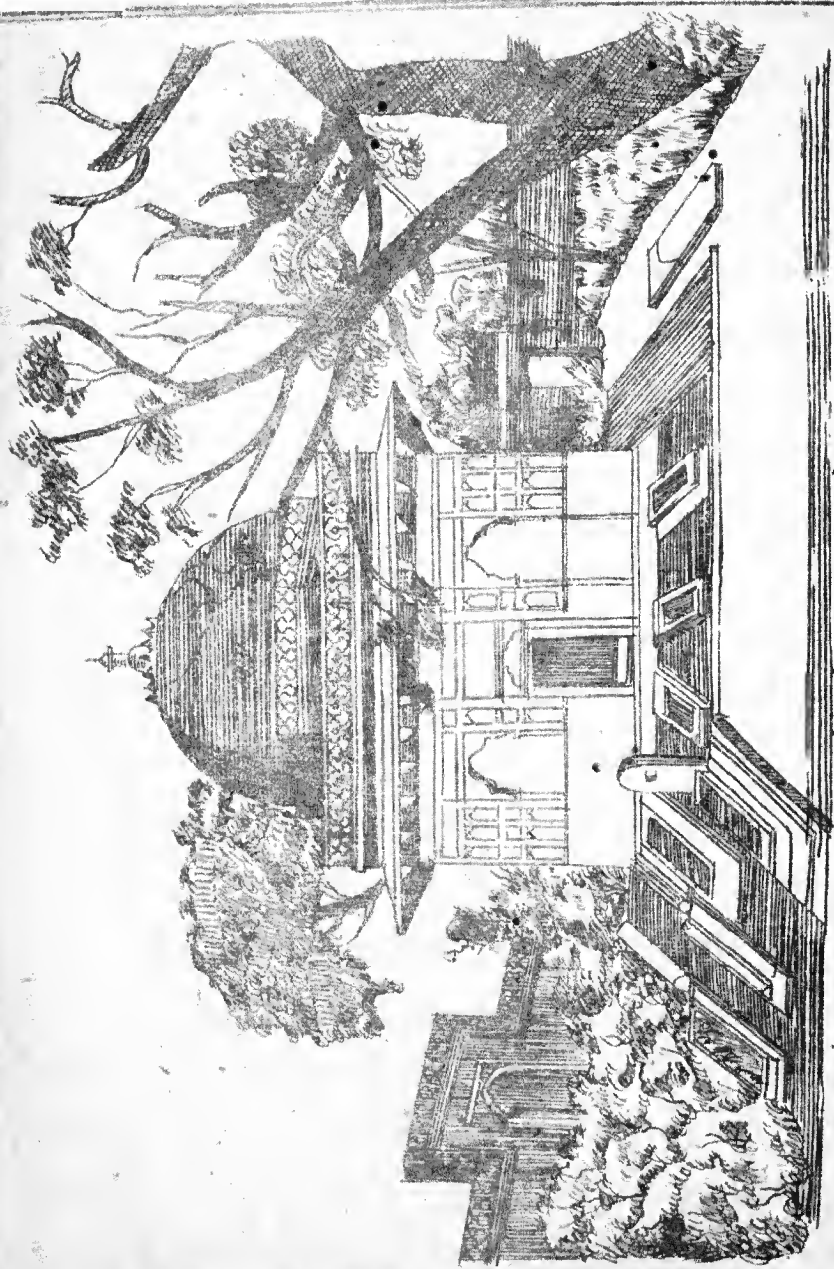
اوجھل گرتن بے جاں تر خاکش سپری
توانی کہ نکو نامیش از یاد بری
حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ
سے آگے بڑھ کر پختہ سڑک پر

مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۰۵۲ھ
۱۶۴۲ء

تھوڑی دور چلنے کے بعد حوض شمس کے کنارے داہنی طرف آپ کا گنبد پختہ بنا ہوا ہے۔ آپ بڑے عالم متبحر محدث اور مفسر اکبر اور جہانگیر کے عہد کے تھے۔ ملک ہند میں سب کے ادل علم حدیث کی ترویج آپ ہی نے دی اور آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول مقبول کی شہرت اس ملک میں ہوئی۔ آپ کے جد اعلیٰ آقا محمد اپنے وطن اصلی بخارا سے بعد سلطان محمد علاء الدین غلی مجیب الدین ۶۶۵ھ ۱۲۷۱ء ایک جماعت کثیر کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور تھیں مالک گجرات و بنادر کے مامور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ سیف الدین تھا جنہوں نے ۷۲۰ھ ۱۳۱۹ء میں ستر سال کی عمر میں بعد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ انتقال کیا اس وقت آپ کی عمر ۳۲ سال سات ماہ کی تھی۔ آپ کی ولادت ماہ محرم ۹۵۸ھ ۱۵۵۱ء کے عہد میں ہوئی اور وفات ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ ۱۶۴۲ء کے عہد میں ہوئی۔ دہلی میں اب تک موجود ہے۔ آپ کے ۹۷۱ھ کی اولاد حاکم مفتیان تانا باہیم خاں میں رہتی ہے۔ آپ کی نو بیست بی بی بیوی محمد احسان الحق صاحب دہلی کے سربراہ و دروہ لوگوں میں تھے۔ ان کے فرزند اکبر خاں بہادر مولوی محمد انور الحق صاحب (بقیہ صفحہ آئندہ)

نقشه درگاه حضرت شیخ عبدالحق



مقبرے کی نسبت مرآۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہاں نے آپ کی حیات میں بنوایا۔ نواب ممدوح کو حضرت سے عقیدت مفرط تھی۔ مقبرہ طیار ہونے کے بعد حضرت کی خدمت میں اطلاع دی گئی کہ مقبرہ طیار ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی طیار ہیں۔ سرسید نے لکھا ہے کہ یہ مقبرہ شیخ الاسلام نے بنوایا مقبرے کی شمال رو یہ دیوار پر یہ کتبہ نصب ہے۔

دوبسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مجھے از احوال کرامت منوال مقتدا سے وقت صاحب المفاخر ابوالجہد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اُن کے از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کلمہ بستہ باوان بلوغ اکثر علوم دینیہ تحصیل کرد و دوسن بست و دوسالگی از سبہ آں قانع شدہ و کلام مجیدہ اربہ گرفتہ بر سندان نشست۔ وہم در عنفوان جوانی ہا ذبہ الہی در رسید۔ بیک بار دل از یاس و یار بر کند۔ متوجہ حرمین مجتہدین گشت۔ مدے مدیدہ آں مقامات شریفہ اقامت و زریہ با قصاب زماں و ادنیاسے کبار صحبت ہا داشتہ بودائع اجمند و حضرت ارشاد طالبان اختصاص یافت۔ و علاوہ آں تکمیل متن حدیث نمودہ بابرکات فراوان بموطن مالوف مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحبیبیت ظاہر و باطن نکلن یافتہ

بقیہ نوٹ مفوضہ کو فتح راجپوتانے کی رزیڈنسی کے بڑے نامور افسر میرٹھی تھے جو بڑے ذی علم باخدا اور صاحب تقویٰ تھے۔ فرزند وہ مولوی وحید الحق تھے جو جوان مرے۔ فرزند سوم مولوی سیف الحق صاحب ادیب بڑے ہاسے کے شاعر تھے جو دکن حیدر آباد میں پریس رپورٹر تھے یہ بھی نوجوان مرے۔ چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحب زادے خان بہادر مولوی شرف الحق صاحب خاکسار کے برادر بستی تھے اور حیدر آباد میں مہتمم ہندو تھے اُنھوں نے وہیں انتقال کیا اب گیارہویں پشت میں کئی صاحب ایم۔ اے اور بی۔ اے معزز عہدوں پر ہیں جن میں سے مولوی شرف الحق کے دو صاحب زادے جو میرے سگے بھانجے ہیں۔ ہیں۔ بڑے صاحب زادے ڈاکٹر شرف الحق پی ایچ ڈی ڈاکٹر کالج کے سائنس کے پروفیسر ہیں اور چھوٹے ڈاکٹر شرف الحق ایم۔ بی۔ سی ایچ بی۔ انواع قلندہ کو لکندہ گورنمنٹ سرکار عالی نظام کے ڈاکٹر ہیں۔ عرض یہ کہ حصول علم میں شیخ کا تصرف اب بھی جاری ہر ادھم کی جھلک اس خاندان میں اب بھی نظر آتی ہے۔ یہ بات مدسری ہے کہ وہ علم الادیان سے بدل کر علم الادیان ہو گیا ہو باعربی کے جگہ انگریزی نے لے لی ہو۔ سو یہ اقصائے زمانہ ہر اور اب اسی کی ضرورت اور قدر ہے۔ شرف الحق نے بھی اس نوٹ لکھنے کے بعد ۱۹۲۳ء کو بعالم شباب پریس میں مقام ڈھاکہ انتقال کیا ہے

محکمیل فرزند اوطالبان بجا آورد۔ و منشر علوم سیمایا بعلم شریف حدیث پرداختہ۔
 بہ ہنجیکہ در دیار عجم احد سے راز علمائے متقدمین و متاخرین دست نداده است۔
 ممتاز دستنشی گردید۔ و در فنون علمیہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔
 چنانکہ علمائے زماں اعتنا بآں ورزیدہ دستور العمل خود قرار نہ۔ و اہل دانش از خواص
 و عوام بجاں خریداری می نمایند۔ تصانیف این فیاض دالاکہ از صغیر و کبیر صد مجلد
 بحسب شمار ابیات ببالند ہزار رسیدہ است۔ و محرم ۹۵۸ھ میں نور اتم پر تو ظهور
 بعالم عنصری داد و در ۹۵۸ھ تمام آگہی دکشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید۔ تاریخ
 ولادت و شیح اولیا، و تاریخ رحلت و فخر العالم است۔

قطعة تاریخ وفات حضرت شیخ

فاضل ہند شیخ عبدالحق	حائمی شرع دین بہ نیک نسق
عالم و متقی و عارف بود	بعلم غریبہ واقف بود
شرح مشکوٰۃ از تصانیفش	تازی و فارسیست تالیفش
آچہ اوراد گر تصانیفست	چہ نظم و چہ نثر تالیفست
بتہائش کہ در شمار آمد	ہمگی ہشصد و ہزار آمد
عمر او بدیکصد و دہ سال	کاں زماں شد از سر مال
سال نقلش خرد عیاں و نہفت	محلین بہشت مرقد گفت
مکن اور بشہر دہلی داں	مدفن او بشہر دہلی داں

شاہ عبدالحق صاحب راہ گنبد ہے۔ شمر ۱۰۰۰ ہے۔ دروازہ ایک ہی طرف جنوب رو ہے۔
 یہ گنبد ایک خوش نماباخ اور پر فضا مقام پر واقع ہے۔ درخت اب تک بھی بہت سے
 ہیں۔ مقبرے کے صحن میں آپ کی آل اولاد کی بہت سی قبریں ہیں مگر گنبد کے اندر صرف
 آپ ہی کا مزار ہے۔ گنبد کے گرد چاروں طرف اجارے کی دیوار پر نہایت عمدہ خوش خط
 بڑے بڑے بحروف میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ گنبد اور اس کا فرش چوئے گچی کا ہے۔ گنبد بہت
 سادہ سودا ہے کچھ تکلف اس میں نہیں کیا گیا مگر اس سادگی میں بھی کچھ عجیب لطف ہے کہ

۱۵۱۱ھ میں مکمل ہوا۔ اس شریف بھی آپ کا (۹۷۰) سال ہوتا ہے نہ کہ (۱۱۰۰)۔ ۱۲

انسان کے دل میں کشش پیدا ہوتی ہے۔ چوں کہ آپ کی اولاد محلہ مفتیاں تریہ بیرم خاں میں موجود ہے آپ کا عرس ہر سال ہوا کرتا ہے اور اسی وجہ سے گنبد کی نگہداشت سرت آہک پاشی اور صفائی ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا بھی مزار یہیں ہے جس پر یہ کتبہ ہے: و شیخ نور الحق ابن شاہ عبدالحق صاحب ۸۳۰ھ، گنبد کے سامنے صحن چھوڑ کر ایک دو منزلہ بسہ درہ لدا دی والان بطور خانقاہ کے ہے جس کا بیج کا حصہ گر کیا ہے۔ گنبد کا کمرس پتھر کا ہے جو قائم ہے۔

خانقاہ نسیب ز محمد صاحب

حضرت شیخ عبدالحق کے مقبرے کی پشت پر ایک احاطہ کے اندر صحن میں

صرف ایک قبر بچنے بنی ہوئی ہے جس پر یہ کتبہ لگا دیا ہے: نسیب ز محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اسی احاطے میں ایک چختہ والان جنوب رویہ نیا بنا ہوا ہے۔ ان بزرگوار کا کچھ حال دستیاب نہیں ہوا۔

حوض شمس

صفت حوض کہ در قلعہ سنگیں کوئی
ریختہ دست فلک زاب خضر صورت جاں
در کمر سنگ میان دو کوہ آب گہر صفوت و دریا شکوہ

درسد کوہ آئینہ زاب حیات
آب خوش چشمہ فراموش کرد
کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
تری آں آب ز علت بریست
کہ بزین در خورد آبے چنین
کوہ تو آند بہ دل شب شمر د
باز دہد آب ہمد سیاہ
کوہ تیر د امنی اتر ار کرد
د آب ز کوہ آمد و رفتہ باز
گشت از اں ساغر صافی حباب
چوں زنی آب از حبتہ عوں

ساخہ سلطان سکندر صفات
تا خضر آب خوش اولوش کرد
شہر گرازوے بود آب کش
آب کہ علت زبلے تر لیست
در نخورد آب و کر اندر ز میں
ز تر آبش ز صفار یک خرد
سوی بلندش کہ رسد تا باہ
سپیل وی آہنگ بکھسار کرد
چوں مد و جزرش ز نشیب و فراز
چو ترہ و قصر بلندش د آب
رویہ زوشدہ تا آب جوں

مرغ بہر رود دے اندر سرود
شیشہ گری کرد بلش حباب
باد کہ بروے خط زیبا نوشت
عنق درو کار بجائے کشید
رقت زمیں را چو حجاب از میاں
نیم فلک بہت بزر زمیں
بسکہ زمیں رفت بہمراہیش
حوض نکویم کہ جہانے ز نور
گرد دے از اہل تماشا گروہ
رقص کناں ماہی از آوار رود
شیشہ خالی وہاں پر گلاب
لحہ ماہیت دریا نوشت
گزتہ اور گشتہ زمیں نا پدید
گشت پدید اڑتہ آب آسماں
چون تہش نیست زمیں آں میں
گاؤ زمیں شد غورش ماہیش
لوز کرو دیدہ بد باد دور
دامن خیمہ شدہ دامان کوہ
دامیر خسرو از سنوی قرآن السعدین

یتا تالاب شمس الدین التمش نے ۶۲۳ھ میں بنوایا تھا اور اسی کے نام سے مشہور ہے۔
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بقطب صاحب ہندوستان کے
بہت بڑے بزرگ التمش ہی کے زمانے میں تھے اور بادشاہ کو بھی حضرت سے بہت
عقیدت مندی تھی۔ اس حوض کے بنانے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جناب
حضرت علی کرم اللہ وجہہ بادشاہ اور حضرت خواجہ صاحب دونوں کے خواب میں تشریف
لائے۔ بادشاہ نے خواجہ صاحب سے خواب کی تعبیر پوچھی تو خواجہ صاحب نے فرمایا
کہ جس مقام پر آپ نے حضرت علی کی زیارت کی ہے وہاں ایک تالاب بنوایا جائیے۔
چنانچہ بادشاہ نے تعمیل ارشاد خواجہ صاحب یہ تالاب بنوادیار جو حوض شمسی کے نام سے
مشہور ہے۔ تالاب کے گرد سنگ سرخ کی بندش تھی لیکن اب اس کا نام بھی باقی نہ رہا۔
تالاب کا رقبہ ۵۰۰ چھوٹے چھوٹے پختہ ہیں لیکن برسوں کی کس مہر سنی کی وجہ سے بالکل مٹی سے
اٹ گیا ہے اور اب ایسے ہی زردی کی بارش ہو تو پیٹے میں کچھ پانی ٹھہیر جاتا ہے ورنہ ہمیشہ
خشک پڑا رہتا ہے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے جب تالاب کی خراب حالت
دیکھی تو گل بر آری اور مرمت کرا دی تھی اور اسی زمانے میں اس کے بچوں بیچ ایک لداوی
چبوتر جو نیچے سے غالی ہے بنا کر اس پر ایک نہایت خوش نما برجی بنا دی تھی جس کے
سولہ ستون آٹھ آٹھ فیٹ اونچے ہیں اور برجی کا مسقف حصہ ۴۴ مربع ہے۔

جس کے دست میں براق کے قدم کا نشان ہونا کہا جاتا ہے جو تصدیق طلب ہے۔ دو صدی بعد محمد شاہ تعلق نے جب سنا کہ لوگوں نے شرارت سے آمدنی آپ کے ذرائع سے روک دی ہے تو ان کو قرار واقعی مزا دی گئی اور آمدنی کے منافذ کھلو کر صاف کر دیئے گئے اور تالاب کی بھی مرمت کرادی۔ اسی تالاب سے قطب صاحب کے جھہ نے پانی جاتا ہے اور اسی تالاب کا پانی تعلق آباد کے قلعے کی خندق میں جاتا تھا۔ حقیقت میں انا بڑا فاضل تو کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوہے کی لاٹ سے یہ تالاب کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے اور یہ جگہ اویاے کرام۔ بزرگان دین اور بڑے بڑے مشاہیر کے مزارات اور قبروں سے بچی پڑی ہے۔ اس تالاب کے گرد کی زمین تاریخی معرکوں کا مخزن ہے۔ اس سرزمین کے چپے چپے پر مقدس اور بہادر لوگوں کی ہڈیاں گڑی ہوئی ہیں جن کا سلسلہ برابر چھ سو سال تک جاری رہا۔ یہیں مشہور اولیاء مسجد ہے جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور خواجہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ نے مسلمان بادشاہوں کی کامیابی کی دعا کی تھی۔ حوض کے جنوب میں اندھیرا باغ ہے جس کے اب دس پانچ سی درخت باقی رہ گئے ہیں۔ اور پانی پت کے کنبوہوں کی ہڑواڑ ہے اور مشرق میں اولیاء مسجد۔ اور لال محل ہے جسے جہاز محل بھی کہتے ہیں۔ مغرب میں مولنا شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی مصنف اخبار الاخبار کا گنبد اور اس کے شمال میں ایک اُحاطہ باغ ہے۔ علاوہ اس کے بہت سے مزارات ہیں جن کا کچھ پتہ نہیں چلنا اور بعض مقامات یہ ہیں۔ بلخی شاہ زادے کا باغ۔ شادی باغ۔ زین الدین زمر دین۔ شیخ وجیہ الدین خلیفہ سلطان المشائخ۔ شیخ امجد دہلوی۔ شیخ آدھن دہلوی۔ مولنا شعیب۔ سید نور الدین مبارک غزنوی۔ مولنا حامد الدین پیر مولنا جمالی کے مزارات چاندنی چوترہ بنا کر وہ محمد شاہ جواب باقی نہیں ہے۔ پپل والی کوئیں۔ سوہن بروج۔ یارانی چوترہ۔ چیل تن چل من۔ تکیہ دین علی شاہ۔ خالقہ عنایت خاں۔ خالقہ نواب حفیظ الدین۔ ولی مسجد وغیرہ وغیرہ۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں حوض شمسی اور حوض فاص کی وہ حالت جو قدیم زمانے میں تھی خوب دکھائی ہے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اس حوض میں برسات کا ہی پانی جمع ہوتا ہے اور لوگ یہی پیتے ہیں۔ اس کا طول

دو میل اور عرض ایک میل کے قریب ہے۔ حوض کے مغربی جانب عید گاہ کی طرف سنگ بست لکھاٹ چوڑوں کی شکل بنی ہوئی ہے جو اوپر تلے بنے ہوئے ہیں۔ چوڑوں سے لب آب تک سیر تھاں ہیں اور ہر چوڑے کے کوئے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں بیٹھ کر تماشا کی سیر کرتے ہیں اور حوض کے چوں بیچ بھی منقش پتھروں کا دو منزلہ گنبد بنا ہوا ہے۔ جب تالاب میں پانی زیادہ ہوتا ہے تو لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر گنبد تک جاتے ہیں اور جو تھوڑا پانی ہو تو پوئیں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مسجد بھی ہے جس میں اکثر زاہد اور متوکل رہا کرتے ہیں۔ جب پانی بہت جاتا ہے تو کناروں پر تانیز بوجہ سیتے ہیں۔ خبر بوزہ گوچھوٹا ہوتا ہے مگر شیریں بہت ہوتا ہے۔ دہلی اور دارالخلافہ میں ایک اور حوض حوض خاص کے نام کا ہے جو حوض سسی سے بھی بڑا ہے جس کے کناروں پر کوئی چالیس گنبد ہیں اور اس کے گرد اہل طرب رہتے ہیں اس سبب سے طرب آباد کہلاتا ہے۔ یہاں اہل طرب کا ایک بہت بڑا بازار ہے اور اس میں ایک جامع مسجد بھی ہے اور سوائے اس کے اور مسجدیں بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ گانے بجانے والی عورتیں جو اس محلے میں رہتی ہیں رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھتی ہیں اور جماعت بھی ہوتی ہے اور ان کے امام بھی مقرر ہیں۔ عورتیں تعداد میں بہت ہیں اور ڈوم ڈھاڑی بھی بہت ہیں اور میں نے امیر سیف الدین بہتی کی شادی میں دیکھا کہ جوں ہی اذان ہوئی ایک ڈوم وضو کر کے مصلیٰ بچھا نماز پڑھ کر اہو گیا۔

مولنا وجیہ الدین پانی کا مزار شمس التالاب کے مغربی کنارے پر آپ کا مزار ہے حضرت سلطان المشائخ کے آپ خلیفہ ہیں۔ ۳۲۵ تا ۲۳۷ طول و عرض اور ۲-۹ اونچے چوڑے پر آپ کی قبر ہے اور یہیں ایک تیم کا درخت سایہ کیئے ہوئے ہے۔

مولانا شمس الدین صاحب بودا استاد وقت و دروہ و دروہ ممتاز و در آخر مرید شیخ نظام الدین اولیاء شد و کمال اعتقاد و بندست و ادانت لقل است کہ ورمی گفت و کتے در پانی پست می رفتم در اثناے راہ صوفی را ویدیم پیدا شد در دل من نوعی انکار آمد صوفی گفت یا مولنا چیزے مشکل داری و مراد عظم مشکلات مانده بود ہر کیے را یا و گفتم او جو اہلے موجب گفت چنانکہ خاطر من می آسود تا آن حد کہ مسئلہ قضا و قدر اہم بیان

شانی فرمود بعد از تمام بحث پد سید قوم ریگیتی گفت مری سلطان المشائخ والدین او
گفت شیخ نظام الدین قطب ہاست۔ قبر او بر سر حوض شمسی است در خفیہ قاضی
کمال الدین صدر جہاں وقتلغ خاں کہ نسبت شاگردی بہ مولنا داشتند (از اخبار الاخیار)
شیخ ادھن دہلوی کا مزار مولنا شیخ عبدالحق کے گنبد کے مشرق
میں کوئی سو قدم کے فاصلے سے آگے

مزار ہے جس پر یہ کتبہ ہے شیخ زین العابدین عرف ادھن رحمۃ اللہ علیہ کا وہ نام اصل
ایشان زین العابدین است عرف شیخ ادھن۔ دانش مند کامل بود متورع
ومتعبد و در رغایت خور و انکسار و آداب و وقار صاحب الاخبار الاخیار از والد
خود ناقل است کہ می فرمودند کہ پیچ کس را ندیدیم کہ در بیرون و درون یکساں باشد
الا ایشاں بہاں آداب و اوضاع کہ در میان مردم می بودند درون خانہ نیز بودند و
زبان ایشاں دایم بذکر اللہ مشغول بود و حلیہ در رغایت جمال و نورانیت داشتند
چنانکہ انوار علم و تقویٰ از جبین ایشاں لایح بود۔ اکثر احوال صائم بودے و در لغتہ
احتیاط تمام داشتے۔ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی ایشاں را بجا بست
خوش خواند قبول نکردند۔ وے مرید مولنا سماء الدین دشا گرد میاں عبد اللہ
طلبی است۔ وفات اور در ۹۳۲ھ است و مقبرہ اور جانب غربی حوض شمسی
است،، (از اخبار الاخیار)۔

چہل تن چل من سڑک کی بائیں جانب ٹیلے پر ایک بارہ فیٹ
مربع گنبد بنا ہوا ہے جس کا فرش ربل سٹون
دین گھڑے پتھر کا ہے اس میں کوئی قبر نہیں۔ گنبد کے سامنے ایک پختہ فرش کا
احاطہ ۵۳x۲۵ کا ہے جس میں برابر برابر چالیس قبریں ہیں۔ ان بزرگواروں کے حالات
کچھ معلوم نہیں کہتے ہیں کہ چالیس ابدال کی قبریں ہیں۔ جو سید احمد کبیر کی اولاد سے ہیں
اور اسی میں سید صاحب موصوف کی قبر بھی ہے۔ ٹیلے کے نیچے اٹھارہ سیڑھیاں اتر کر ایک تین
مسجد ۳۲x۵ کی ہے جس کا منبر تک باقی نہیں ہے۔

سوہن برج یا ہشتل سڑک کی بائیں طرف۔ یہ دراصل ہڑوار
مگر کس کی ہے خبر نہیں اتنا بڑا عالی شان

خوش نما برج اور ہال اور حال کچھ کھلتا نہیں۔ ایک طرف تین دروں کا بڑا بھاری
 پختہ دروازہ کا بنا ہوا تین کمروں کا ہال ۲۵ x ۱۵۔ ۹ کاہر جس پر تین گنبد ہیں اور سرے پر
 ایک مربع حجرہ ۱۵ کاہر جس پر ایک اونچا برج ہے اور یہی سوہن برج کہلاتا ہے۔
 بعض ہشت محل بھی کہتے ہیں۔ اس مکان کے نیچے شہ خانہ بھی ہے اور اسی کے متعلق
 ایک قناتی مسجد آٹھ مربع ہے جس کی پانچ پانچ دو طرفہ دیوار دوز محرابیں ہیں اور بیچ
 میں ایک بڑا پیش طاق۔ اس مسجد کا صحن پختہ ہے جس میں متعدد قبریں ہیں۔ اس کا صدر
 دروازہ مشرق کی طرف ہے اس کے آگے بھر ایک بہت اونچا اور وسیع چبوترہ ہے جس
 کی بیس سیرمیاں ہیں۔

دو نامعلوم مقبرے

(۱) سوہن برج کے دروازے سے کوئی پچیس
 قدم کے فاصلے پر بالکل بالمقابل ایک اونچے

ٹیلے پر سوطھا سیرمیاں چڑھ کر ۸ مربع ایک گنبد ہے جس میں قبر نہیں ہے۔ اسی کے
 پاس شمال کی طرف ایک چھوٹی سی تین دیوار دوز محرابوں کی قناتی مسجد اور چھوٹا سا چبوترہ ہے۔
 (۲) اس مسجد سے کوئی پچاس قدم آگے بڑھ کر شمال کی طرف ایک دوسرا گنبد ۲
 مربع دو دروازوں کا ہے ایک مشرق میں ایک مغرب میں۔ قبر اس میں بھی نہیں ہے جو
 دو حال سے خالی نہیں یا تو قبر تلف ہو گئی یا یہ کہ یہ برج اسی قسم کے ہیں جیسے کہ تاجر
 بنا بنا کر طیار رکھتے تھے جن کو ضرورت ہوتی تھی لے لیتے ورنہ یوں ہی خالی پڑے ہوئے

ہڑواروں کا خفیہ سہ

چلا گیا ہے۔ ہم سب کا حال یکجائی طور پر بیان کرتے ہیں۔ (۱) قناتی مسجد تین دروازہ تین
 آدھ بیچ میں بڑی محراب۔ طول سجد کاٹھ۔ دونوں سروں پر دو گول برج ۲۔ ۹ قطر
 کے اور بیس دونوں طرف ایک ایک محراب دار در۔ اس طرح :-



اس کے سامنے ۶۹ چوڑا چوڑا جس پر متعدد قبریں ہیں۔ شمال جنوب میں ایک، ایک دروازہ۔

(۲) ہشت پہل برج۔ قطر ۴۔ پنج میں ایک قبر گچ کی جس پر کلمہ لکھا ہوا ہے۔ دوسری ایک قبر اور پختی جس کا صرف نشان باقی ہے۔ پانچ در کھلے ہوئے۔ دو مین اینٹ کی جالیاں ایک پیش طباق بجانب مغرب۔ اور انہی طرف قناتی مسجد کی دیوار دروں کی اونچان ۶۶ چوڑا ۳۔

(۳) پنج دری قناتی مسجد ۴۰ x ۲۰ مع چبوترہ۔ جنوب رو بہ دالان ۱۵ x ۳۰۔ سیڑھیاں زمین کی سترہ۔

(۴) یہ سب سے بڑی سڑواڑی ۹۰ x ۲۴۵ کا احاطہ اور پختہ فرش پر صدام قبریں۔ قناتی مسجد ۱۱ x ۹۔ شکل یہ ہے۔



جنوب میں پنج درہ دالان اور پندرہ سیڑھیوں کا زینہ۔ بارہ دری میں چھ قبریں گچ کی جن میں سے ایک حضرت مولنا سماء الدین کی کہتے ہیں۔

مولنا سماء الدین جامع بود میان علوم ربی حقیقی و تقوی و درع از دنیا زیادت بر قدر مایحتاج اختیار نکرده۔ دسے مرید شیخ کبیر است نیزہ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین البخاری و گویند پیش مولنا سماء الدین کہ از شاگردان میر سید شریف جرجانی بود تلمذ کردہ بودہ از ملتان بسبب بعضے وقائع کہ دران دیار واقع شدہ برآمدند تنہا در زنجبھنور و بیانہ و غیرہ آں گزرانیدہ بعد ازاں بہ دہلی آمد و توطن کرد۔ سن کبیر ۷۸۰ در آخر عمر حالتہ بصرش رفتہ بود حق سبحانہ و تعالیٰ بے واسطہ علاج بصارت سا ہوئے زوکرده (از اخبار الاخیار)

(۵) بارہ دری سنگ غار ۱۱ مربع۔ چھ قبریں۔ قناتی مسجد۔ پنج میں بڑی محراب ادھر ادھر دو دو محرابیں۔ دونوں سردوں پر ایک ایک چھوٹی محراب۔ محن ۵۰ مربع۔

(۷) قناتی پنج درمی مسجد ۳۸ x ۲۸ - صحن میں قبریں۔

(۸) مسجد سقف ۳۶ x ۹۶ صحن ۳۶ x ۲۸ - صحن میں قبریں۔

قلعہ رائے پتھور بقول

سید سیمت کبرمی ۱۱۹۸

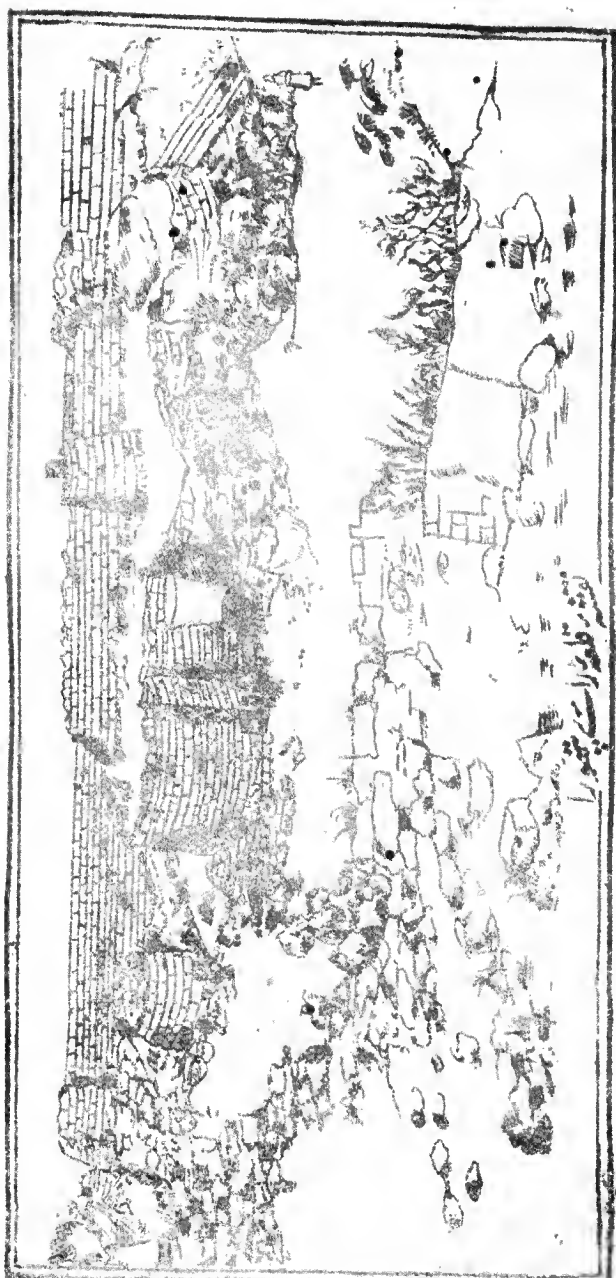
۵۳۸ ۱۱۶۱ بقول جنرل

کننگھم ۱۱۸۰

۱۱۸۶

جہاں کل جواہر کے انبار تھے کروڑوں درم اور دینار تھے وہاں کیا بڑا خاک اور ہنگامے عجب کچھ زمانے کا نیزنگ ہر شہر دہلی سے سات گوس جنوب کی طرف قطب صاحب کی لاٹ کے پاس یہ قلعہ پر تھی راج نے جو زیادہ تر قلعہ پتھور کے نام سے مشہور ہے بنوایا تھا یہ راجہ سومپور راجہ کا بیٹا اور سال دیو جو بان فلح دہلی کا پوتا انیک پال سوم کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ جنرل کننگھم اس راجہ کی مدت سلطنت (۲۲) سال ۱۱۶۰ء بتلائے ہیں اور سید (۳۹) برس ۱۱۸۲ء کہتے ہیں۔ سر سید

خلاصۃ التواریخ پر سے قلعہ کی تعمیر کا سال ۱۱۸۳ء کہتے ہیں اور جنرل صاحب ہنود کی پڑائی اور قلعہ کی کتابوں پر سے (جو میرے خیال میں زیادہ معتبر ہیں) ۱۱۸۶ء بتلائے ہیں۔ اب ان میں قول فصیح کون کرے؟ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ صرف ہندو سکے شمال رخ پر سے جو مسلمان بڑھنے چلے آ رہے تھے ان کی ہمیشہ قدمی روکنے اور شہر کو ان کی زد سے بچانے کے لئے بسا یا گیا تھا محمود غزنوی کی اولاد نے لچھڑوں سے پنجاب پر اپنی حکومت جمالی تھی اور رائے پتھور کی گدی نشینی کے بعد محمد غوری نے لاہور میں غزنوی حکومت کا قلع قمع کر ڈالا تھا جس سے پنجاب سے اس طرف قدم بڑھانے کا زبردست خدشہ لگا ہی ہوا تھا اس لیے ایک قلعے کے بنانے کی ضرورت دہی ہوئی۔ اب تو قلعہ بالکل منہدم ہو گیا ہے اور زمانہ ہی نام مرہ گیا ہے کہیں کہیں ٹوٹی بھوٹی فصیل کا ٹوکڑا باقی رہ گیا ہے۔ اس قلعے کے کھنڈر اور شکستہ دیواروں کو دیکھ کر اس کی عظمت و شان کا خاکہ زہنوں تلے پھر جاتا ہے کہ کتنا بڑا یہ قلعہ تھا اور کیسے کیسے بڑے بڑے عالی شان مستحکم و مضبوط اس کے برج تھے اور کس اہتمام اور کس قدر زرخیر کے صحن سے بنا ہوا کیا آج صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ اس قلعے کے آثار اور نشانات دو دو تین تین کو کس تک معلوم ہوتے ہیں اور تمام



تھوڑا مکمل اور سند جہاں اب قطب صاحب کی لاٹ پر سب اسی کے اندر تھے۔ یہ قلعہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنایا اور اس کے گرد پہاڑ ہی میں خندق بھی بنائی ہو اور اس خندق میں سارے جنگل کا پانی گھیر لیا ایک بند بنا کر ڈالا تھا کہ بارہ مہینے بھری رہتی تھی۔ یہ قلعہ سب طرف سے شکستہ ہو گیا لیکن مغرب کی طرف کہ یہاں دو غزنی دروازہ تھا، تفصیل کا کچھ کچھ نشان باقی ہو اور غزنی دروازے کا بھی ٹوٹا دھیر معلوم دیتا ہے۔ قلعے کا بہترین منظر شمال و مغرب کی طرف سے ہو اور قطب صاحب کی لاٹ پر سے تو یوں نظر آتا ہے جیسا کہ شبلی میں۔ قلعے کے حدود کی ابتدا ہمدہم نماں کے مقبرے سے کرتے ہیں کیوں کہ قلعے کی تفصیل اس مقبرے کے احاطے سے باہر ملتی ہوئی ہے۔ اس جگہ سے تفصیل سیدھی مغرب کی طرف اُس دروازے تک چلی گئی ہے جو چاند سوئیٹ کا فاصلہ ہے۔ اور پھر ذرا سے سوڑے کے بعد شمال مغرب کی جانب پائوسیل تک تفصیل چلی گئی ہے یہاں سے شمال شرق کی طرف رخ پھرتا ہے اور کوئی دو سو فٹ آگے بڑھو تو رنجیت دروازہ ملتا ہے اسی سیدہ میں دو سو قدم آگے جا کر ایک بڑا برج ملتا ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ کنگنہ صاحب اس حصے کو لال کوت کی غزنی تفصیل قرار دیتے ہیں۔ تفصیل تیس فیٹ چوڑی اور خندق کی تہ سے ساٹھ فیٹ بلند ہے۔ خندق کی چوڑائی مختلف طور پر ۱۵ سے ۳۵ فیٹ تک ہے۔ پہلے دروازے میں کوئی خاص نبات قابل ذکر نہیں ہے دوسرا دروازہ درنجیت دروازہ ہے جسے کنگنہ صاحب مسلمانوں کا غزنی دروازہ لکھتے ہیں البتہ ایک بہت بڑا عظیم الشان بڑے معرکے کا مقام ہے جہاں تین دھس بنے ہوئے ہیں۔ یہ دروازہ آج چوڑا ہے جس میں پتھر کا ایک کھم سات فیٹ اونچا دروازہ اٹھائے اور گرائے کا اب تک موجود ہے۔ تفصیل کا یہ حصہ ”فتح برج“ پر ختم ہو جاتا ہے فتح برج کا قطر اسی فیٹ ہے۔ یہاں تفصیل کے شمال و مغرب میں پرانی عید گاہ کے کھنڈر ہیں جو ایک بہت وسیع اور بلند عمارت تھی جہاں دہلی کے لوٹنے سے پیشتر امیر تیمور کا کیمپ تھا اور دربار ہوا تھا (ازسواں بخاری تیمور صنفہ سر بلخر)۔ فتح برج سے تفصیل کی دشا ضیں ہو جاتی ہیں۔ نیچے دلی شاخ شمالی رخ لے ہوئے راجہ تھوڑا کے شہر کو محصور کرتی ہے اور بالائی شاخ سیدھی شرق کی طرف قلعے کے حصار کی ہے جو آگے واد کو بڑھی چلی گئی ہے۔

اول الذکر شاخ ”سوہن برج“ سے جاتی ہے۔ جو بمقابلہ فتح برج کے ذرا پست ہے اور ان دونوں برجوں میں صرف دو سوفیٹ کا فصل ہے۔ فتح برج اور سوہن برج کے درمیان بھی غالباً ایک دروازہ جیسا کہ ادہم خاں کے مقبرے کے پاس ہے تھا جس کا اب کوئی نشان سوائے اس کے نہیں کہ فصیل میں بقدر دروازے کے جگہ خالی چھٹی ہوئی ہے۔ سوہن برج سے تین سوفیٹ کے فاصلے پر ”سوہن دروازہ“ ہے اور یہ بھی پرانے نام ہے صرف فصیل کے ٹوٹ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ایک دروازہ تھا۔ یہاں سے فصیل سمت جنوب ادہم خاں کے مقبرے تک جو نصف میل کا فاصلہ ہے نظر آتی ہے۔ شہر برج اور سوہن برج کے بورچوں کے درمیان بھی چھوٹے چھوٹے سلامی غامدے تھے جو نیچے سے بہت پھیلے ہوئے تھے اور جن کے بالائی دود کا قطر کم تھا اور ایک دوسرے درمیان فصیل نہ تھا۔ یہ ددے گر گر اگر اب بھی تیس تیس فیٹ اونچے باقی ہیں۔ اس فصیل کے علاوہ ایک بیرونی فصیل اور بھی ہے جسے بطور دس (Faussebraye) کے بنایا تھا جو تیس فیٹ اونچی ہے۔ سوہن دروازے سے پھر اونچی فصیل کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ اُچرے پُچرے نشانات سے جنوب کی طرف فصیل کا سلسلہ یوں معلوم دیتا ہے کہ انیک تال کے پاس سے گزر کر پھر بھنڈ دروازہ ملتا ہے اور فصیل ادہم خاں کے مقبرے پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری شاخ سوگڑ تک جنوب مشرق کے رخ پر چلی گئی ہے اور علار الدین غلجی کے ناتام مینار کو اگر مرکز فرض کیا جائے تو ایک باقاعدہ ربع دائرے کی شکل ہوتی ہے جو مینار سے تین سوگڑ کے نصف قطر کو قائم کرتی ہے اور قوس کے آدھوں آدھ پر دہلی کی سڑک سے تقاطع کرتی ہے اور تعلق آباد کی سڑک کے قریب جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے ادہم خاں کے مقبرے تک کوئی ثلث میل تک فصیل کا پتہ نہیں ہے۔ جنرل کننگھم اس ربع دائرے کی شکل کو لال کوٹ کی مشرقی دیوار قرار دیتے ہیں لیکن انھیں کے اسسٹنٹ مسٹر بگلر جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے لال کوٹ کو مغربی فصیل اور اُن کھنڈروں کی لین کے اندر ہی اندر محدود کرتے ہیں جو لین کے سوہن دروازے سے ادہم خاں کے مقبرے کو جاتی ہے۔ انیک پال کا لال کوٹ اور اسے چھوڑا کا فلوہ باطل دو جگہ گانہ جیس ہیں۔ عرض کننگھم صاحب بگلر صاحب کو برسر غلط کہتے ہیں کہ انھوں نے انیک تال کے تالاب کو لال کوٹ کی حدود میں شامل نہیں کیا لیکن سٹیٹن صاحب کی رائے میں نصف

دائرے کی شکل کا خط لال کوٹ کی پرانی فصیل کی جدید توسیع ہے جو قیم زمانے کے قلعے کا اصلی جزو کسی طرح قرار نہیں دیا سکتا جس کی مغربی اور اندرونی فصیلوں کا تفصیلی ذکر بنگلہ صاحب کر چکے ہیں۔ بنگلہ صاحب کی رائے نہایت محکم اصول پر مبنی ہے۔ دونوں فصیلوں کی ساخت اور مال سائے میں فرق تین ہے۔ جو کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ نصف دائرے کی شکل کا ٹکڑا لال کوٹ کے پُرانے قلعے کا اصلی جزو نہیں ہے۔ ستر بنگلہ اس کو صحیح طور پر علاء الدین خلجی کے زمانے کی توسیع خیال کرتے ہیں۔ ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھتے ہیں کہ جب مغلوں نے ۱۲۹۷ء میں دہلی پر پورش کی تو سلطان علاء الدین خلجی نے دیکھا کہ پرانی دہلی کی فصیلیں خراب و خستہ حالت میں حالت میں تھیں۔ اس حملے کے وقت اہالی شہر کی سرکاری ناقابل بیان تھی اور جنگ و جدال کے چلے گئے تو یہ بات سن جانے والا شہر اور بہت مستحکم سمجھی گئی اور لوگوں کی جان میں جان آئی۔ علاء الدین خلجی شہر کی اس مخدوش حالت سے آگاہ تھا اس نے مغلوں سے مقاومت کے لیے پُرانی فصیلوں کی مرمت کرائی اور پُرانے قلعے کی توسیع کی۔ ۱۳۱۶ء میں قطب الدین مبارک شاہ اپنے بھائی شہاب الدین عمر کا جانشین ہوا تو اس نے بھی اس شہر اور پُرانے قلعے کی تعمیر کی تکمیل کی جس کو اس کا باپ علاء الدین خلجی ناتمام چھوڑ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ علاء الدین خلجی اور مبارک شاہ نے بہت تعمیر اور توسیع کرائی چنانچہ ابن بطوطہ جو دہلی میں ۱۳۳۳ء میں آیا تھا لکھتا ہے کہ قلعے کی فصیل کا حصہ زیرین پتھر کا بنا ہوا ہے اور بالائی اینٹ کا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فصیل کا نیچے کا حصہ جو قدیم ہندوؤں کا بنا ہوا ہے اور اوپر والا جدید حصہ مسلمانوں کا۔ اب پھر فتح برج سے چلیے جہاں سے فصیل کی دو شاخیں بھوٹی ہیں۔ ان میں سے ایک شاخ جو مشرق کی طرف جاتی ہے وہ قلعے کی فصیل ہے اور دوسری سیدھی شمال کی طرف چلی گئی ہے اور اس جگہ بچوں بیچ میں ایک دروازے کا نشان ہے۔ اسی رخ پر فصیل قریب قریب نصف میل تک جا کر جہاں پناہ کی شمالی ویران فصیل سے جا ملی ہے۔ یہاں سے فصیل کا رخ جنوب مشرق کو بیٹھا ہے اور تین سو گز سے کچھ اوپر ہی اوپر جا کر ایک دروازہ ملتا ہے اور آگے جنوب کی طرف بڑھو تو جنوب مشرقی رخ پر ایک اور دروازہ ملے گا اور اس حصے کے درمیان میں دہلی بہرولی کی سڑک سے تقاطع بھی ہوتا ہے۔ اور ایک پاؤ میل پر ایک تیسرا دروازہ ملتا ہے جہاں قلعے کی فصیل جہاں پناہ کی دوسری فصیل سے

پھر مل گئی ہے۔ اب یہاں سے تفصیل کا رخ سیدنا جنوب کی طرف ہو گیا ہے اور یہیں مدحوض رانی دروازہ، ہے اور اسی سیدہ میں آگے چل کر ایک بڑا بھاری دروازہ ہے جو ”بلوئی دروازے“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے تفصیل جنوب مغرب کی طرف چلتی ہے اور قطب صاحب سے جو تعلق آباد کو سرک جاتی ہے اس سے تقاطع کرتی ہے۔ یہاں سے آدھ میل کے بیچ میں مدبر قعدہ دروازہ، ملتا ہے۔ یہاں سے تفصیل مغرب کی طرف مڑی ہے اور تین سو گز جا کر ایک دیران دروازہ ملتا ہے جس کے باہر دھس بنے ہوئے ہیں۔ یہاں سے جمالی مسجد تک جو تین سو گز کا فاصلہ ہے تفصیل کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر جمالی مسجد سے تفصیل ادم خاں کے مقبرے سے جا ملی ہے۔ اس طرح یہ پورا حیکر ختم ہوا اور جہاں سے ہم نے شروع کیا تھا وہیں پھر آن پہنچے۔ قلعہ کے اطراف خندق ہے جس میں اس پہاڑی حصے کا جو شمالی رخ پر پانی جمع ہو کر تمام سال خندق میں رہتا ہے۔ ابھی قلعہ کا تعلق کے زمانے میں دلی آیا تھا اس نے اس قلعہ کی تفصیل کی نسبت لکھا ہے کہ تفصیل کا آثار جس کے اندر حجرے بنے ہوئے ہیں جس میں رات کو پہرے والے اور دربان رہتے ہیں۔ انھیں کوٹھڑیوں میں غلہ، سامان رسد، گولی بارود وغیرہ کے مخزن بھی ہیں۔ ان حجرہوں میں غلہ بگڑتا نہیں محفوظ رہتا ہے تفصیل اس قدر چوڑی ہے کہ اس کے اندر ہی اندر سوار اور پیدل ایک سرے سے دوسرے سرے تک بے تکلف چلے جاسکتے ہیں، اس قلعے کے دروازوں کے نام ہم اور بتلا چکے ہیں۔ اکثر معتبر روایات ان دروازوں کو پُرانی دلی کا بتلاتے ہیں اور ساتھ اس کے اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی عہد حکومت میں اسے چھوڑا کی پُرانی دلی کے بعض دروازوں کے نام بدل بھی گئے ہیں۔ حضرت امیر خسرو دلی کے بارہ دروازے بتلاتے ہیں لیکن امیر تیمور کی روایت اور مٹرجگر کی تصدیق سے شہر کے دس دروازے ہونا ہی زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔ سر دست مٹرجگر کے کے نشان داوہ ”دھوضانی“ اور برقعہ، نامی دو دروازوں سے بحث کی جاتی ہے۔ جو بدایوں دروازے کے شمال مشرق اور جنوب مغرب میں ہیں۔ قلعہ اسے چھوڑا کا نقشہ ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ دھوضانی کا موضع راجہ تیمور کے شہر کی مشرقی تفصیل کے مقابلے میں جہاں پناہ کی جنوبی تفصیل سے زیادہ قریب ہے۔ لغو فحاشیاں

جس کا حوالہ شہر ف الدین یزدی نے جا بجا اپنے ”ظفر نامے“ میں دیا ہے اور اسی کا سٹرنگلر بھی حوالہ دیتے ہیں اُس میں لکھا ہے کہ سلطان محمود اور ملو خاں حبیب قلعت جہاں پناہ چھوڑ کر پہاڑوں پہاڑوں بھاگ گئے تھے تو اول الذکر تو ”راہی دروازے“ سے بھاگ تھا اور آخر الذکر دربرقعہ دروازے سے۔ ظفر نامے کو جو دیکھا تو یزدی نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں دروازے یعنی حوض راہی اور برقعہ دروازہ جہاں پناہ کے جنوب میں تھے۔ غزنی دروازے اور برقعہ دروازے کا موقع محل تو متعین ہے مگر باقی دروازوں کا ٹھکانا یقینی طور پر مقرر کرنا نامکن ہے۔ قلعہ راہی پتھوراکے ضمن میں غزنی دروازے کا ذکر اور آچکا ہے۔ پُرانی دلی کا ایک یہ واقعہ قابل ذکر ہے جب کہ چند محدثوں نے لکھنا شروع کیا ہے۔ تاریخ مسجد پر پوریش کی۔ ان میں کے کچھ لوگ تو ”قلعہ نور“ (جس کی جگہ معلوم نہیں) سے ”معزی دروازے“ پر جا پونہچے جو ایک مسجد کے دروازے کے مشابہ تھا۔ اب اس میں جو معزی دروازے کا ذکر آیا ہے اُس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ”معزی دروازہ“ جس کا نام تھا اس کی وجہ تسمیہ کے دو وجوہ قرار دیئے جاسکتے ہیں یا تو وہ ہندوؤں کا بسا یا ہو اور دروازہ ہو گا اور معزی امراء نے قبضہ کر لیا ہو گا اور اپنی طرف سے یہ نام رکھ دیا ہو گا یا یہ کہ خود انھیں امراء نے بنوایا ہو گا۔ سلطان معز الدین محمد عرف شہاب الدین غوری کے عہد کے امراء کو مورخین معزی امراء کہتے ہیں۔ درجندہ ارسل، نام کے دروازے کا بھی سراغ نہیں ملتا۔ غالباً یہ دروازہ لال محل اور جامع مسجد کے بیچ میں کہیں ہوگا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملک حمید الدین کے پارٹی کے لوگوں نے حاجی سولی کا بلوہ جو علاء الدین خلجی کے مقابلے میں ہوا تختہ فرو کیا تھا۔ یہ لوگ غزنی دروازے سے قلعے میں داخل ہوئے تھے اور شہر میں بلوایوں سے کچھ جھڑپ ہونے کے بعد وہ بھنڈار گل دروازے تک پونہچ گئے۔ یہ دروازہ غالباً اُس تفصیل کا ہو گا جو قلعہ اور شہر میں مشترک تھی۔ بدایوں دروازے کی ہسٹری جدا گانہ ہے۔ ابن بطوطہ نے اسی کو سب سے بڑا دروازہ لکھا ہے اور واقعی یہ تھا بھی صدر دروازہ کیوں کہ اسی میں سے پُرانی دلی کے پرازے کے مشہور بازار کارستہ مکتا تھا۔ اس دروازے کے سامنے تفصیل میں حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں شراب خواروں کو بند کیا جاتا تھا۔

یہی وہ دروازہ ہے جس کے سامنے علاء الدین خلجی نے مغلوں کو حوض رانی کے میدان میں شکست جے کر ان کے سر کاٹ کر دو مرتبے چبوترے بنائے تھے تاکہ آنے والی نسلوں کو عبرت ہو۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ حوض رانی کا میدان بھی تاریخی لحاظ سے عجیب و غریب مقام ہے جس میں بڑے بڑے ہیبت ناک واقعات ہوئے ہیں۔ باغی مغلوں اور بلوانی محمدین کا قتل عام اسی جگہ کیا گیا۔ ان میں سے کوئی تو ہاتھی کے پاؤں کے تلے روند دے گئے کیسوں کے ترکوں نے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیے یا جہلاؤں نے سر سے پاؤں تک ان کی زندہ کھال کھینچ لی۔ اسی بدایوں دروازے پر علاء الدین خلجی نے شراب سے توبہ کی اور صراحی و جام اور تھامی لوازمات شراب نوشی کو توڑ پھوڑ ڈالا اور ساری شراب بھادی جو اس قدر تھی کہ سارے میدان میں ایسی کچھڑ ہوئی جیسی کہ برسات میں ہوتی ہے۔ یہ بدایوں دروازہ ہی پیر و نجات کے حمد آور جگہاں و شاہان دہلی کے فیما بین قاتلانہ حملوں اور محرکہ ہائے کارزار کا پہلا مورچہ رہا نیز اس دروازے سے بڑے بڑے جلوس نکلتے ہیں۔ غیر مالک کے ایلچی یا سفیر جو کوئی بھی آیا۔ اسی دروازے سے جب سے اس تلعة سے مستقر سلطنت اٹھا دیرانی اور تباہی کا بیش خیمہ آیا۔ وہ دروازہ جو کبھی باب السلطنت تھا اب مٹی کا ڈھیر ہے۔ دوسرے دروازوں کے صرف نام ہی نام یاد رہ گئے ہیں۔ دروازہ دو حوض خاص، کا نام بھی کہیں کہیں تاریخ میں آیا ہے اور بغدادی، دروازے کا ذکر تو متعدد مقامات پر ہے۔ یہ وہی بغدادی دروازہ ہے جہاں ابراہیم لودی بادشاہ نے گوالیار سے ایک برنجی بیل لا کر استاد کیا تھا بریس ہم آج کوئی نہیں بتلا سکتا کہ یہ دروازہ تھا کس جگہ۔ یہ قلعہ اور راج پتھور کی دلی کا گھیر قریب قریب (۵ میل کے ہے۔ امیر تیمور نے پڑانی دلی کے دس دروازے لکھے ہیں جن میں سے بعض باہر وار کو کھلتے تھے اور بعض جہاں پناہ کی طرف۔ یزدی اپنے خطر نامے میں اٹھارہ دروازے لکھتا ہے جن میں سے پانچ جہاں پناہ کی طرف کھلتے تھے۔ جنرل کننگھم امیر تیمور کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اب ان دس دروازوں کا بھی ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ کہاں کہاں تھے اور چلے کیسے کیوں کہ فصل تو بجایا سے ٹوٹ گئی ہے اور بعض بعض

جگہ خالی تھی ہوئی ہو مثلاً شمالی مشرقی فصیل کی دیوار۔ ایرانی دلی اور جہاں پناہ کی مشترکہ دیوار
 میں خالی جگہ موجود ہے۔ بہر حال لقمے میں دس دروازوں کی جگہ بتلائی گئی ہے۔ ۱۹۱۱ء میں رائے تھور
 سے سلطنت منتزع ہو کر مسلمانوں کا دور دورہ شروع ہوا۔ دریاے گھگر کے کنارے
 رائے تھور جیسے بہادر و سچے جبری اور دلاور چوہاں خاندان کے ممبر کا خاتمہ ہوا اور اسی کے
 ساتھ اُس کی تمام سطوت و جبروت بھی خاک میں مل گئی۔ پہلا مسلمان بادشاہ جس نے دلی
 کو دارالسلطنت قرار دیا اور وہاں رہا قطب الدین ایبک تھا۔ شروع شروع میں تو رائے تھور
 ہی کا قلعہ مسلمان بادشاہوں کی تخت نشینی کا مرکز اور دارالسلطنت رہا۔ آگے چل کر
 جلال الدین فیروز شاہ غلجی نے گوکھری میں معو شک لعل، محل بنوایا۔ جب سے ہی
 رائے تھور کا شہر پرانی دلی، کھلائے لگا اور جلال الدین غلجی کا شہر دہلی دلی، مشہور ہوا۔
 ابن بطوطہ نے بھی ہندوؤں کے شہر کو پرانی دلی ہی لکھا ہے۔ رائے تھور کے پانچ میل کے
 محصور شہر کی سرزمین دلی بڑی بڑی شہر یا دگاروں سے پی پڑی ہے۔ لوہے کی مشہور لاٹ
 جس کی دریافت سے ماہرین آثار قدیمہ چکڑیں ہیں اسی محاط کے اندر ہے۔ اسی میں ہندو
 راجاؤں کے نامے ہوئے میوں مندر تھے جن کو مسلمانوں نے ڈھا ڈھوا ان کا
 مال لا اپنی مسجدوں میں لگا دیا۔ یہی خطہ دلی کے قدیم سلاطین کا دارالسلطنت
 تھا۔ یہیں قطب الدین ایبک کا قصر سفید نامی شہر آفاق و محل تھا جس میں چھ بادشاہ یکے بعد دیگرے
 تخت نشین ہوئے۔ اسی احاطے میں قطب صاحب کی وہ عجیب و غریب لاٹ ہے جو اولو حرم
 مسلمان بادشاہوں اور ہندو صناعوں کی قابل فخر یادگار ہے۔ غرض یہ خطہ زمین کا عجیب و
 غریب ٹکڑا ہے اسی میں سلطنتیں بنیں اور بگڑیں۔ کسی بادشاہ کا عروج ہوا تو کسی کا زوال۔ کوئی
 سرفراز ہوا تو کوئی پامال کسی کو خلعت ملا کسی کی گردن ماری گئی۔ کسی کے ہاں خوشی کے
 شادیاں بنے تو کسی کے ہاں کہرام مچ گیا۔ غرض کوئی بن گیا اور کوئی بگڑ گیا۔ کسی کو انباری
 ملی تو کسی کو ذلت و خواری نصیب ہوئی۔ کسی نے جشن منایا تو کوئی قید میں سڑ سڑ کر مر گیا۔
 لاکھوں کے سرتن سے پیدا ہو گئے۔ خون کے ندی نالے بہ گئے۔ اسی میدان میں زور و
 داماد کی گردنیں ماری گئیں۔ قتل عام۔ غارت گری۔ آتش زنی۔ غرض کہ بے چاری دلی
 پر جو کچھ بلا آئی وہ سب اسی زمین پر گزرا۔ یہ زمین جنت اور دوزخ دونوں کے خواص رکھتی
 تھی۔ جس سر کو آج تاج پہناتی تھی کل اُسی کو خاک میں ملا بھی دیتی تھی۔ ۵

آرام بہ گنبدِ افلاک نہیں
جُز مُرد و تہِ جہاں یہاں خاک نہیں

جہاں ای برادرِ نازِ بند بس
دل اندر جہاں آنرزِ بند بس

خواہاں طرب ہے اور اک نہیں
بیانہ گردوں میں کہاں بادۂ عیش

بابا حاجی روز بہ کا مزار

اس قلعہ کی خندق میں ایک پتھر کی چار دیواری کے اندر نیم کے درخت کے تلے بابا حاجی روز بہ کا مزار ہے آپ بڑے دلی التہ تھے اور اوش کے رہنے والے تھے۔ راکر پتھور کے وقت میں یہاں آئے اور اس خندق میں جہاں آپ کا مزار ہے ان بیٹھے۔ راکر پتھور کے وقت میں جو مجسم تھے انھوں نے ان کے آئے کو فال بد سمجھ کر راکر پتھور سے کہا کہ اس شخص کے آنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریب میں مسلمانوں کی غلّ داری ہونے والی ہے اور ایسا ہی ہوا بھی۔ کہتے ہیں کہ راکر پتھور کی بی مایابی عرف بیلارانی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہوئی چنانچہ آپ کے مزار کے پاس مشرق کی طرف جو ایک عورت کی قبر ہے وہ اسی لڑکی کی کہی جاتی ہے۔ جب تک آپ زندہ رہے ہزاروں سپند و مشرف بہ اسلام ہوئے روز بروز شوکت اسلام کی زیادہ ہوتی گئی اور اسی وجہ سے ”روز بہ“ آپ کا لقب پڑ گیا۔ آخر آپ نے انتقال فرمایا اور جہاں ان کو آپ بیٹھے تھے وہیں آپ کو دفن کیا۔ پورے حالات آپ کے کہیں نہیں ملتے۔ آپ کے مزار کے مغرب میں قلعہ کی فصیل میں اب تک ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ بیلارانی اسی دروازے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ سات سہیلیوں سمیت مسلمان ہوئی تھی حضرت کے مزار کے قریب تین قبریں اور ہیں جو کہتے۔ ٹھوڑے اور سانپ کی بتلائے ہیں۔ نیم کا درخت جس کی نسبت مشہور ہے کہ جو حصہ اس کا آپ کی قبر پر سایہ کیے ہوئے تھا وہ ٹٹھا تھا باقی کڑوا اب وہ درخت ہی نہیں رہا جو اس بات کی تصدیق ہو سکے نیم کے کڑوے بیٹھے ہونے کی روایتیں اور مزاروں سے بھی منسوب کی جاتی ہیں اور یہ بھی ایک تصرف سمجھا جاتا ہے۔

راکر پتھور کے قلعہ کے مغرب میں فصیل سے
کوئی نہارت دم ہٹ کر ایک احاطے کے
اندر ۱۲ مربع چوکھنڈی میں حضرت

شیخ شہاب الدین عاشق کا مزار

۴۱۴

موصوف کا مزار جس پر بھی آپ کے نام کا کتبہ مع منہ کے لگا ہوا ہے تو یہ سنگ خارا کا ہے۔ پائنتی آپ کے ایک بہت چڑا ناپیلو کا درخت ہے۔ اس چو کھنڈی کے باہر یامین میں آپ کے بھائی کا مزار ہے جن کا نام بھی معلوم نہیں۔ اس مزار سے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر ایک چبوترے پر سات قبریں ہیں جن کو سات بادشاہوں کی قبریں کہتے ہیں۔ یہی مقام تو وہ مقام ہے جہاں اور بادشاہ اور گدامیں تمیز نہیں ہوتی۔ قبریں بہت پرانی ہیں سنگ خارا کے پتھر جوڑ دیے ہیں چونے کی بندش نہیں کی اور چبوترہ بھی اسی طرح کا بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے کے قریب نشیب میں ایک لداوی درے کے اندر ایک چھوٹا سا خام مزار ہے جو بی بی سرخ بے نام کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ یہ بی بی بھی کوئی بڑی عابدہ زادہ راسے پتھورا کے زمانے میں تھیں۔

عید گاہ شمس الدین لٹمش بہت پرانی اور نہایت بے مرست حالت میں ہے جس کی ایک وسیع چار دیواری ہے۔ مغربی رخ کی دیوار جس میں آٹھ دیوار دوزخ میں ہیں لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی ہے۔ عید گاہ کے پیچھے ایک چھوٹی سی سردی مسجد ہے جس کی چار دیواری سنگ خارا کی بعد کی بنی ہوئی ہے اس پر یہ کتبہ نہایت خوش قلم بخط نسخ ہے:-

والاعلیٰ العظیم

ظفر چوں بزمیم آخون جی صفادادایں مسجد کہنہ را
سید سال مرست ز عقل بگفت آفرینیک مرد خدا

سب کے ضمن میں اوحد الدین کرمانی کا مزار ہے۔ یہیں ایک شکستہ چبوترے پر چند قبریں ہیں جو چیل پیلیوں کے مزار کہلاتے ہیں۔ عید گاہ کی بجھت کی دیوار سے ملے ہوئے چند مزار ہیں جن میں سے دو کے نام لوگ بتاتے ہیں جتانہ دہپا شیخ جلال الدین شہر یزی اور تین قبریں بے نام ہیں۔

مالاب پیراں قلعہ راسے پتھورا کے مغرب میں ایک چھوٹا سا مالاب ہے جس کے گرد چار دیواری ہے اس کو لوگ مالاب پیراں کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شمس الدین لٹمش نے بنوایا تھا۔ چھان بین کا کوئی موقع نہیں جو لوگ کہہ دیں اسے امتنا صدقہ کہنے کے سواے اور کیا چارہ کار ہے۔

بھیم کی چٹنکی

قلعہ کے مغرب میں پہاڑوں کی چٹانوں پر ایک پتھر ۷۴ × ۳

عرض و طول میں اور دبازت میں ۴-۸ رکھا ہوا ہے۔ چوں کہ

وہ ادھر رکھا ہوا ہے اور باوجود اتنا بھاری ہونے ایک ہی آدمی اسے ہلا سکتا ہے۔

اس واسطے اس نام سے مشہور ہے مگر بھیم جس کے نام سے شہر بنایا گیا اس کا یہ نہیں کہ کون تھا۔

ہر سرسبز و پھلدار و کماں تاج مغفورہ تخت خاقانی

بے حقیقت ہر شکل موج سراب جامِ نمرشید و ریح ریحانی

یہ جیوتہ بھی اسی زمانے میں بننا تھا جب کہ قصر فیروزی بنا۔

چو ترہ ناصرہ
۶۲۵
۶۱۶ ۳۶

اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ سلطان ناصر الدین محمود (۶۵۰-۶۷۶ھ) کا بنوایا ہوا ہے۔ جب

جلال الدین خلجی نے علم بغاوت بلند کیا اور قلعہ بند ہو کر کلوکھری کے پاس پہاڑ میں پھیل گیا

اور کیتقا و کا صغرسن لڑکا دلی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اسی جگہ کئی مہینے تک دربار

کیا۔ جب علاء الدین خلجی (۶۹۵ھ) ملک دکن میں دیوگیری (دولت آباد) کو جو ہم سرحد

وزنل تھا۔ لوٹے کرتی واپس آیا تو جو کچھ مال غنیمت لایا تھا اسی چو ترے پر سب پھیلایا

گیا تھا۔ جہاں امرا و اراکین سلطنت سب جمع تھے اور یہیں اس نے جلوس بھی کیا

اور دربار کے لئے ایک بڑا سیاہ شامیانہ تانا گیا۔ یہ تمام محلات قصر سفید کو شک

فیروزی۔ کو شک سبترہ چو ترہ ناصرہ۔ رائے پتھور کے قلعے کے اندر ہی تھے اور

امراے معزی خاندان غلامان کے بنائے ہوئے تھے۔ ہالوں بادشاہ کے محل

کا بھی سراغ نہیں ملتا کہ وہ کہاں تھا۔ البتہ صرف اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہالوں

دروازے کے پاس تھا۔ بعض لوگ ہالوں کا محل جہاں پناہ میں بتلائے ہیں

جب شاہی محلات کا یہ حال ہو کہ ڈھونڈے پتہ نہ لگے تو وہ اے بر حال بادشاہ کے

سکانوں کے جن پر ہم آج فخر و ناز کرتے ہیں اور پھولے نہیں سماتے اور مونچھوں پر

تاؤ دیتے ہیں۔

اسی نقشِ سوہم پر ناز ہے جہاں اک طلسمِ خدا ساز ہے

ہماری مثال اس چوہے کی ہے جو ایک ہلدی کی گرہ پا کر پیساری بن بیٹھا تھا۔ امیر تیمور کا

تدم جب پرانی دلی میں آیا (۸۹۵ھ) اور لوٹ مار شروع کی تو اس نے چن چن کر

محلات کو برباد اور تاراج کیا اور اس شے سے یہ محلات بھی نہ بچ سکے۔ یہ بتلانا

بہت مشکل ہو کہ جن مملکت کا ذکر اوپر آیا ہے ان میں سے کوئی ٹوٹ کھسوٹ سے بچا بھی
یا نہیں (از نظفر نامہ مولینا شرف الدین علی یزدی)

رہنے والے ہیں یہ نادان کہ جانے والے
خاک سمجھے نہ مکانات کے بنائے والے

قصہ سفید

۱۲۰۵ھ

۱۲۰۵ء میں جب کہ رائے پتھورا کو مرکز سولہا برس ہوئے
تھے قطب الدین ایرک نے ایک محل جو تاریخ میں قصر سفید کے نام سے مشہور ہے تعمیر
کرایا تھا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں سفید محل کا ذکر کیا ہے اور ضیاء الدین بنی نے
جو تاریخ میں معری محل کا بیان لکھا ہے وہ غالباً یہی محل تھا۔ ممکن ہے کہ ایک ہی محل کے دو
نام رہے ہوں۔ ابن بطوطہ پتہ بنلاتا ہے کہ محل بڑی مسجد کے پاس تھا۔ خدا کی قدرت
اور زمانے کے فنا کرنے والے اور مٹانے والے زبردست ہاتھوں کو دیکھو کہ جو محل
کسی زمانے میں بادشاہوں کے قدموں سے منور اور مشہور زمانہ تھا اور جس میں تقدیروں
کے فیصلے رات دن ہوتے تھے اور جشن شاہانہ بیارہتے تھے آج وہ ایسا پردہ دنیا
سے مفقود ہے کہ ڈھونڈنے سے بھی اُس کا نشان نہیں ملتا۔ ملک بختیار خلجی جو شہا بدین
غوری کا ایک بڑا فوجی سردار اور فاتح بنگال تھا وہ اسی محل کے احاطے میں لڑا تھا۔
اسی محل کی چار دیواری کے اندر خاندان غلامان کے سب سے بڑے اور مامور
بادشاہ سلطان شمس الدین التمش اور اُس کے پوتے ناصر الدین محمود شاہ نامور
بلبن۔ اور دوسرے بھی چند بادشاہوں کی تخت نشینی کے جشن ہوئے۔ جلال الدین
فیروز شاہ خلجی کلوکھری میں کی قباد کو (جس نے کلوکھری بانی تھی) قتل کر کے بادشاہ
ہو گیا مگر حسب دستور سلاطین ماضیہ تخت نشینی اُس کی بھی اسی محل میں ہوئی اور اسی طرح
اس کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین خلجی بھی اسی محلے میں تخت پر بیٹھا۔ تاریخ فرشتہ میں
لکھا ہے کہ ناصر الدین محمود شاہ (۱۲۰۹ء) نے ہلاکو خاں کے چچ کو اسی محل میں بڑی
شان و شوکت سے باریابی سے سرفراز کیا تھا۔ محمود شاہ یعنی الرحیم تعلق آباد میں
تخت پر بیٹھا مگر چالیس دن بعد پھر قصر سفید ہی میں باقاعدہ مراسم ادا ہوئے اور
ندیم تخت سلاطین دہلی پر یہیں رونق بخش ہوا۔ محل محض تخت نشینی یا دربار یا
باریابی سفر اور اطمینان کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ کبھی کبھی اس میں ذی مرتبت لوگ قید بھی

رہے ہیں۔ بعض وقت اس میں خون کے ندی نالے بھی بہ گئے ہیں۔ ملک اختیار الدین کو جو معز الدین بہرام شاہ کا وزیر تھا فرمان قضا شیم کے مطابق تخت شاہی کے سامنے دو ترکوں نے ۱۲۴۱ء میں قتل کیا۔ جب کبھی امور عظام میں مشورہ کی ضرورت ہوتی یا بیر و نجات کے حلوں کا خطرہ پیش آتا تو مجلس شوریٰ اسی محل میں منعقد کی جاتی تھی اور یہیں سے مقابلہ مقتلہ اور مجادلے کے سبب مراتب استبدائی طے ہوتے تھے (از طبقات نامری)۔ بہرام شاہ کے جانشین کو جو اس محل میں نظر بند تھا کو شک فیروزی میں بخطاب سلطان علاء الدین مسعود تخت نشین کیا۔ جب سے یہاں سے دارالسلطنت اٹھ کر دلی چلی گئی اور یہاں کے محلات چھوڑ دے گئے بس تباہی شروع ہو گئی۔

عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد
دیکھ کر رنگ عالم فانی

کوشک فیروزی

۱۲۱۰ء

یہ محل غالباً سلطان اتمش نے بنایا تھا ۱۲۱۰ء

جو سب سے بڑا محل تھا جس میں رضیہ سلطانہ کی والدہ یعنی سلطان اتمش کی بیگم رہا کرتی تھیں۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ معز الدین بہرام شاہ کی جگہ سلطان علاء الدین مسعود شاہ کو ۱۲۴۱ء میں قصر سفید سے لاکر یہیں تخت نشین کیا تھا۔ اور اسی محل میں سلطان ناصر الدین محمود شاہ نے جو علاء الدین کے بعد بادشاہ ہوا اپنا پہلا دربار کیا تھا۔ بائیں کمر و فراب اس کا نشان نہیں ملتا کہ کہاں تھا۔ ایک کاش کھنڈ رہی باقی رہتے!۔ اب صفحہ دنیا سے بالکل مٹ گیا۔ صرف نام ہی نام رہ گیا۔ سٹر بگلر نے مسجد قوۃ الاسلام کے عقب میں کھدوایا تو کئی ٹوکرے سبز رنگ چینی کی اینٹوں کے نکلے جن پر الفاظ عربی اور طرح طرح کے گل بوٹے منقش تھے۔ اس پر سے قیاس و دمایا گیا کہ یہ اینٹیں کوشک سبزی ہوں گی جن کا ذکر آگے آئے گا لیکن جنرل صاحب ان اینٹوں کا رنگ نیلا بتلاتے ہیں جس میں کچھ سبزی کی بھی جھلک مارتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اینٹیں اسی محل کی ہوں یا کسی اور رنگین محل کی ہوں۔ گر پڑ جانے کے بعد اس پر طرہ یہ ہوا کہ زمین کے اندر مدفون۔ بھلا اسی رنگ اور اس کی آب و تاب کیسے برقرار رکھ سکتی ہے۔ اسی زمانے کے مال سلسلے کی خوبی ہے جو اتنا بھی باقی رہا درتہ



مسقط خانات الدیر بن

لنستقر و سلطان خانات الدیر بن و خان سعید

بشیر خان

راکھ ہو جاتا۔

کوشک سبزو
۶۰۴
۱۲۱۰ھ

کچھ نہیں جز طلبم خواب و خیال
گوشہ فقر و بزم سلطانی

فقر فیروزی اور محمل دولوں ساتھ ساتھ بنے تھے۔

تاریخ میں اس کا ذکر پہلے پہل ناصر الدین محمود شاہ خلف سلطان اتمش کے عہد میں
میں آیا ہے جس کی تخت نشینی اسی محل میں ہوئی تھی۔ اور یہیں اُس نے ہلاکو خاں کے
سفیر کو باریابی کی عزت بخشی تھی۔ جب کہ جمعیت کی بیس قطاریں لکوکھری سے
لے کر یہاں تک کھڑی کی گئی تھیں۔ لیکن فرشتہ اس واقعہ کا قصہ سفید میں ہونا
لکھتا ہے۔ اور منہاج السراج مہذبات ناصری میں کوشک سبزیں بتلاتا ہے اور یہی
زیادہ قرن قیاس ہے۔ نصف صدی بعد رکن الدین پسر اصفہر سلطان جلال الدین
خلجی یہیں تخت نشین ہوا۔ جلال الدین خلجی کو علاء الدین خلجی (رکن الدین کے بیٹے) نے
قتل کیا تھا غرض جشن دربار حکم احکام سب یہیں سے ہوتے تھے۔ ظفر خاں بعد
فیروز شاہ تغلق خاں جہاں سے ملنے دلی آیا تھا تو اسی محل میں اتارا گیا تھا۔

بزم تیغ جہانگیر و گرز قلعہ کش
جہاں سخن شد چون سخن سحر راے
بے بلا و گرفت یک فشردن دست
بے قلع کشودم یک فشردن پائے
چو مرگ ناخن آرد و پیچ سودداشت
بقایاے خدا بیت و ملک ملک خداے

کوشک سل یا قلعہ مرز عن
۶۶۶
۱۲۶۵ھ

یادار الامان و شاہ عیث الدین بلبن
۶۶۲-۸۶
۱۲۶۵-۸۷ھ

۵ سرسید اس محل کا بانی جلال الدین فیروز خلجی کو بتلاتے ہیں اور سال تعمیر ۶۸۸ھ۔ لیکن
کار شیخ صاحب نے کوشک فیروزی کو سلطان اتمش کا بنایا ہوا بتلایا ہے اور کوشک سبزو
بھی اسی زمانے کا بنایا ہوا بتلاتے ہیں۔ بہر حال اس محل کا وجود وقت تخت نشینی ناصر الدین محمود
شاہ کے تھا اور جس کا سال تخت نشینی ۶۲۴ھ عری۔ تو لا محالہ اس سال سے پیشتر کا بنایا
ہوا ثابت ہوتا ہے۔ و اتد علم بالصواب۔

اس محل اور قبر کے حالات چوں کہ ایک دوسرے سے ملے جلتے ہیں۔
 لہذا ایجابی طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین
 بلبن نے ۶۶۶ھ میں کوشک لعل جسے لال محل بھی کہتے ہیں تعمیر کرایا تھا۔ اس
 محل کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ تاریخ بھی سرسید کی بتلائی جاتی ہے جلال الدین
 عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا۔ جب بلبن کا پوتا کیتبادی نوشتی کی کثرت سے
 نفوے اور فالج میں مبتلا ہو گیا تو جلال الدین قصر سفید میں تخت شاہی
 پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے بعد کوشک لعل میں گیا جو سلطان بلبن کا دیوان خاص
 تھا۔ وہاں پونچھ دوستور قدیم کے موافق گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقرران خاص سے
 ایک نے سبب پوچھا تو کہا کہ میں اس مکان کا ادب اس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے
 آقا کا بنوایا ہوا ہو مجھے اپنی جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بنا پڑا اور نہ
 میں کہاں اور تخت شاہی کہاں؟ خاندان غلامان میں التمش کے بعد بلبن
 ہی کا مرتبہ تھا۔ کوشک لعل میں مختلف سلطنتوں کے مہندرہ ذی مرتبت اشخاص
 اس بادشاہ کی سپاہ میں تھے اور بڑے بڑے علماء و حکماء اور نامور اشخاص کا
 ایک بڑا اچھا مجمع اس قدر دان بادشاہ کے گرد تھا۔ اس محل کے متعلق اور
 اہم واقعات قابل تذکرہ ہیں یعنی سلطان بلبن اور علاء الدین خلجی کی وفات
 ضیاء الدین برنی لکھتا ہے کہ در بلبن بادشاہ کی نعلین سیری کے لال محل سے برآمد
 ہو کر جامع مسجد کے سامنے دفن ہوئی، سیفین صاحب کی رائے میں کوشک لعل
 رائے پتھورا کے شہر کے اندر تھا جو خلافت رائے سرسید کے ہے۔ سرسید صاحب
 اس محل کو درگاہ حضرت نظام الدین اویاء کے قریب بتلائے ہیں جہاں پتھر
 اُس کے ٹھنڈر کے نشانات اب تک بھی موجود ہیں۔ برنی نے یہ بھی لکھا ہے
 کہ در بلبن کے بیٹے کیتبادی نے شہر کے لال محل کی سکونت چھوڑ کر کلوکھری میں
 ایک نیا قلعہ بنایا تھا، شہر کے لفظ سے غالباً پراتی دلی مراد ہے اور جب کہ
 بلبن نے قلعہ رائے پتھورا کو درست کرایا تھا تو یہ بات بعید القیاس ہے کہ اُس نے
 اپنا محل اس قلعے کی حدود کے باہر بنوایا ہو۔ سری میں کسی عمارت کا نام لال محل
 کہیں سنا نہیں گیا بلکہ برخلاف اس پراتی دلی میں لال محل کا ذکر جایا جاتا ہے۔

اگر فرشتہ کی۔ دایت صحیح سمجھی جائے کہ علاء الدین غلی لال محل میں رہتا تھا اور وہیں وہ مرا بھی اور وہیں ہے اُس کی نعش دفن کی غرض سے نکلی تو یہ محل ضرور بلبن ہی کا ہوتا جو رائے پھوراکا دلی میں جس کو پرانی دلی بھی کہتے ہیں ہوگا۔ سرسید لکھتے ہیں کہ قلعہ مرزغن کو شک لعل کے پاس ہی بنا یا گیا تھا اور بلبن اُس میں دفن کیا گیا، اس سے بھی کو شک لعل کے مقام کے یقین میں مدد ملتی ہے کہ بلبن کی قبر اور کو شک لعل دونوں رائے پھوراکا دلی کے حروف میں تھے اور قلعہ مرزغن بھی وہیں تھا۔ بقول امیر خسرو اور ابن بطوطہ کے مرزغن کو قلعہ غلطی سے کہا گیا ہے۔ مرزغن کو بلبن نے ۶۱۶ھ میں دلی کی تخت نشینی کے وقت بنوایا تھا۔ وجہ تسمیہ اس کی کچھ معلوم نہیں ہوئی لغوی معنی تو اس کے دوزخ۔ گورستان اور نکلیٹھی ہیں۔ قدیم مورخین نے اس کو صرف ایک مکان سے تعبیر کیا ہے جو بالعموم ”دارالامان“ کے نام سے مشہور تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ”اس محل میں قرض داروں کے قرضے چکائے جاتے تھے اور ہر شخص کے معاملات کا منصفانہ تصفیہ اس میں ہی ہوتا تھا۔ ہر دشمن کو یہاں پناہ اور امن ملتا تھا۔ تیرھویں صدی میں جب ابن بطوطہ دہلی میں آیا تو یہ محل موجود تھا چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ وہ بلبن نے ایک محل بنوایا تھا جس کا نام ”دارالامان“ تھا۔ بادشاہ اسی محل میں دفن ہوا اور میں خود اس کی قبر پر گیا ہوں۔“ یا بر بھی اس محل میں آیا تھا اور بلبن کی قبر پر بھی گیا تھا اُس نے بھی کسی قلعے کا ذکر نہیں کیا۔ ابوالفضل نے البتہ اس محل کو قلعہ لکھا ہے جس کی تعلید مابعد کے لوگوں نے بھی کی ہے۔ امیر خسرو ابن بطوطہ مکان ”کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۶۸۳ھ میں بلبن کا بڑا بیٹا جو ملتان کا گورنر تھا منسلوں کی لڑائی میں لاہور میں مارا گیا۔ برنی لکھتا ہے کہ اس ناگہانی سانحے سے ملتان میں گہرام پڑ گیا اور اُسی وقت سے شانہ اوے کو خان شہید کا لقب ملا۔ بادشاہ کے صدمے اور الم کا کچھ نہ پوچھیے۔ دن کو دربار کرتا تھا لیکن ساری ساری رات اُسے ترپتے گزرتی سی۔ اپنا لباس فرط غم سے چاک کر ڈالتا اور سر پر خاک مڑاتا تھا۔

ایں ماتم سخت است کہ گویند جوانِ مو

گر میر نو د سالہ میر و مجھے ملیست

اس وقت بادشاہ کا سن اسی برس کا تھا۔ بلبن کی سلطنت قریب الاختتام تھی اور اسی صدے میں گھل کر اُس نے ۶۸۶ھ میں انتقال کیا اور دارالسلام میں دفن ہوا۔ بلبن کی قبر قطب مینار سے چند سنت کا رستہ پر اور قطب صاحب کی ویران بستی کے کھنڈروں سے جواب بالکل آجڑی سو گز کے فاصلے پر ہے۔ یہ قبر بڑے بڑے پتھروں کی چھوٹی چھوٹی دیواروں کے احاطے میں جس میں چھوٹے چھوٹے اطاق بنے ہوئے ہیں۔ اسی کے پاس ایک بہت بڑے احاطے کا نشان ہے جو غالباً کوئی محل سرا ہے تھی اور اغلب ہے کہ یہی محل دارالامان تھا۔ اب جو حالت قبر کی پر وہ بس یہ ہے کہ غالی چار دیواری کھڑی ہے کہ جس کے سارے پتھر باہر کے لوگ اکٹھا کر لے گئے اور دیواریں بحالت موجود پتھر اور پونے کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے اور پیاد کے دیکھنے سے دیوار کا آثار نو فیت کا معلوم دیتا ہے۔ بلبن کی قبر اللش کی قبر سے دو چند بڑی ہے۔ اس کے گنبد کو گرے ہوئے کچھ بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ اب بھی چو طرف لمبے بکھر پڑا ہے۔ قبر کا تعویذ تک لوگ اکٹھا کر لے گئے لیکن غالی قبر کا نشان اب بھی موجود ہے۔ اس گنبد کے چار دروازے ہیں۔ مغرب اور جنوب کے دروازے بہ نسبت مشرق اور مغرب کے دروازوں کے ذرا بڑے ہیں۔ مشرقی اور مغربی دروازوں کی پشیمانی پر اب بھی کچھ مٹے مٹائے نشان کتبوں کے ہیں جو باطل پڑے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ گنبد کے کونے باہر سے گول کیے ہوئے ہیں اور گنبد کی شکل بہت پہلو تھی۔ اسی کے قریب ایک اور چار دیواری ہے اس کا گنبد بھی گر پڑا ہے۔ یہ سید اس گنبد کو بلبن کے بیٹے خان شہید کا بتلاتے ہیں۔ یہ گنبد بہ نسبت بلبن کے گنبد کے بہت چھوٹا ہے اس میں قبر کا پتہ نہیں۔ اس گنبد کا دروازہ بہت بڑی محراب کا اور کشادہ ہے مگر اب بالکل گرنے کے قریب ہے۔ اس کی محراب کے اندرونی رخ پر دیکھنے سے کچھ جھلک رنگ کی بھی نظر آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کام بھی تھا۔ شمالی دیوار میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ جنوبی دیوار میں البتہ ایک دروازہ بلبن کے منبر کے میں آئے جانے کا ہے۔ مغربی دروازہ اب تک موجود ہے۔ مغربی اور جنوبی دیواروں کے دروازے بہ مقابلے صدر دروازے کے جو مشرق رو بہت چھوٹے ہیں۔ چھوٹے صحن کے گنبد کی دیواروں اور

محراب دار دروازوں کے نشانات اب بھی بعض بعض جگہ ملتے ہیں۔ بڑے احاطے کے نشانات اور بھی زیادہ معدوم ہیں مگر پھر بھی کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ غیاث پور غیاث الدین بلبن کا بسایا ہوا جیسا کہ اُس کے نام سے خود ظاہر ہے مگر یہ ایک معمولی سا گاؤں تھا جس کی شہرت پرانی دلی۔ کلوٹھری سیری یا تغلق آباد کی طرح نہ تھی۔

لال کوٹ

ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اننگ پال اول کے کتنے جانشین تھے جنہوں نے اُس کی دوبارہ بسائی ہوئی دلی میں سلطنت کی۔ جنرل کننگھم دو ہندی مسلمی کتابوں پر سے لکھتے ہیں کہ اننگ پال دوم جو نگار پال کا جانشین تھا اور جس نے سنہ ۱۲۶۲ء میں دلی بسائی تھی۔ اُس نے اپنے آباد شہر کے پاس ہی ایک قلعہ بھی بنوایا تھا جو ”لال کوٹ“ کے نام سے مشہور ہے۔ دلی کے پندرہواں کو بھاٹوں کی تحریرات میں کہیں لال کوٹ کا پتہ نہیں ملتا۔ راجیو نل صاحب آئری مجسٹریٹ جو دلی میں سب سے زیادہ ان امور سے واقف ہیں اُن کا خیال ہے کہ زمانہ مابعد کے کوٹنگھم کی طرح لال کوٹ بھی بادشاہوں کی اقامت گاہ رہا ہوگا۔ مگر چنانچہ یا دوسرے مسلمان مورخین نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جنرل صاحب کہتے ہیں کہ مسلمان مورخین لال کوٹ کو قلعہ راجیو تھورا کا ایک جزو سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے جداگانہ طور پر اُس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ موضع مہرولی کے باشندے جہاں لال کوٹ کے ٹھنڈے ہیں کہتے ہیں کہ تھورا کے سندھ کے پاس لال کوٹ نام کی ایک بڑی مشہور عمارت تھی جینا پتہ حیدر شاعر کا بیان ہے کہ اننگ پال نے بیاس کی بات سن کر غور کیا اور ایک محل بنا دیا شروع کیا (کاٹواول پر تھی راج ریاس) مسلمان مورخین کے سکوت نے ہم کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے اور اُن کا یہ سکوت ہمارے تحیر کا باعث ہے کیوں کہ یہ لوگ بڑے پائے کے اور تفصیلی وقائع نگار تھے۔ مقامی لوگوں کا کہنا کچھ زیادہ لائق اعتبار نہیں۔ اس پر یہ طرہ یہ کہ ہندو مورخین بھی اس معاملے میں بالکل ساکت اور صامت ہیں۔ سٹر بگلر نے جنرل کننگھم کی

رای کے خلاف لال کوٹ کی حدود سے مسلمانوں کے مسمار کردہ منادر۔ نوے کی لاٹ اور خشک شدہ انگ تال سب کو خارج کر دیا ہے۔ انگ پال کا لال کوٹ غالباً سنگ سرخ کا ایک بڑا محل تھا جس کی حیثیت کو یا تو چوہانوں نے بدل دیا یا یہ کہ اُن کی نظر ہو کر نیست و نابود ہو گیا۔

انیک تال بکری سبک ۶۶۶
یہ تالاب بہت قدیم زمانے کا بنا ہوا ہے جو کسی زمانے میں بڑی سیرگاہ رہا ہو گا اب تو اُجاڑ چکا ہے۔ پڑا ہوا بھائیں بھائیں کر رہا ہے۔ لوگ مایا کے مندر

کے شمال کے رخ پر سجدت الاسلام کے شمال و مغرب کی گوشے میں کوئی پاؤسیل پر جو ایک بڑا گہرا اخلا نظر آتا ہے وہ اسی تالاب کا ہے جس کا طول شمالاً چوبیس اور عرض مشرقاً ۱۵ اور عمق ۱۵ ہے۔ یہ تالاب راجہ انیک پال تورثانی دلی کے راجہ نے بنوایا تھا چنانچہ اُنسی کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ ۱۳۱۶-۱۲۵۶ تالاب درست حالت میں تھا۔ اور علامہ الدین خلیلی ۱۳۱۶-۱۲۵۶ کی ادھوری لاٹ کی تعمیر کے لیے اسی تالاب سے پانی جاتا تھا جس کی نالیوں کے نشانات اب تک بھی بعض بعض جگہ پائے جاتے ہیں۔ اب یہ تالاب بالکل خشک ہے حتیٰ کہ موسم بارش میں اتنا بھی پانی نہیں ٹھیک تاکہ اس کے شکم تو تر رکھ سکے۔

انیک پور بکری سبک ۶۶۶
یہ موضع بلب گروہ کے سب ڈویژن میں تعلق آباد سے تین میل پر واقع ہے۔ یہ موضع اپنے اُس بے نظیر بند یا پشتے کے لیے مشہور ہے جس سے پانی روکا گیا ہے۔ اگر ہم اس بند کی قدامت

کو خیال کریں جس پر صدیوں کی صدیاں کس میرسی کی حالت میں گزر گئیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شمالی حصہ ہند میں یہ فن تعمیرات کا بڑا عمارتی کام ہے۔ یہ بند ایک گھاٹی پر بنایا گیا ہے جو تالاب ہے۔ اسی عظیم الشان اور چر شوکت بند کے شمال میں یہ موضع ہے جس کی

آبادی تخمیناً ہزار نفوس کی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کو راجہ انیک پال تورثانی نے جو دلی کا راجہ تھا سمت ۱۶۶۶ء میں آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے یہ گاؤں موسوم ہے لیکن جنرل کننگھم اس سمت کو بستی سمجھتے ہیں اور اس حساب سے موضع کی آبادی کا سال ۱۸۵۷ء قرار دیتے ہیں۔ اسی راجہ نے پہاڑوں کے پنج میں سیر و شکار کے واسطے ایک نہایت نفیس بند بن کر پانی کو زور دیا ہے۔ اس بند کے دو طرف تو پہاڑ ہیں اور پنج میں ایک چھوٹی سی گھاٹی تھی اس گھاٹی کو بند سے بند کر دیا۔ یہ بند بالکل پختہ اور مستحکم ہے اور سرتا پائتھ کا بنا ہوا ہے۔ بند پایہ میں ۵۰ چوڑا اور ۲۰ اونچا ہے۔ اس بند کے پنج میں ایک دروازہ گہرا اور ۲۵ چوڑا ہے۔ اس دروازے سامنے تین نالیاں آٹھ آٹھ فیٹ اونچی بنی ہوئی ہیں یہ نالیاں دیوار کی ساری چوڑائی میں دوڑی ہوئی ہیں۔ ان نالیوں کی دونوں طرف پانی چھوڑے اور بند کرنے کی ٹھڑکیوں (Screw) کے نشان اب تک موجود ہیں۔ اس محراب کے دونوں جانب ۳۷۔۷۷ فیٹ لمبی دیوار جس کی سترہ سیڑھیاں اب موجود ہیں اور پرانے زمیندار بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہوش میں تداروم سے سوا اور نیچا تھا اور کئی سیڑھیاں اور بھٹی ہوئی تھیں جو اب دب گئی ہیں۔ موری اس بند کی اتنی بڑی ہے کہ کھڑا آدمی اس میں سے چلا جاتا ہے۔ اگرچہ اس بند میں اب پانی نہیں ٹھہرتا مگر پچھلے جہڑوں میں سے بارہ مہینے پانی رستار ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں راجہ نے اسی بند کے پاس ایک پہاڑ کی چوٹی پر گاؤں کے شمال مغرب کی طرف ایک چھوٹا سا قلعہ بنانا شروع کیا تھا۔ مشہور ہے کہ قلعے کی چار دیواری کے سوا اور کچھ بننے نہیں پایا تھا۔ اب وہ چار دیواری بھی نہ رہی۔ کہیں کہیں سے دیوار کا ٹوٹا چھوٹا نشان اب بھی دکھائی دیتا ہے۔ کنور بھوپال جو انیک پال کا بیٹا تھا اس جگہ آباد ہوا جینا پنے ایک عرصے تک اسی کی آل اولاد بستی رہی جو تھی پشت میں سہی سا کرانے ایک گوجر نے گھر میں ڈال لی اور اس سے

تاریخ نوشتہ جناب محمد چندیانی صاحب نامی کوہ سوار نظامی صدر مدرس دہلی

ضلع راجپور دکن

مشہور ہوئے زمانے میں یہ آپ بے عدیل
یہ جلوہ گاہ طورہ یہی شہرک کی کھیل
نمروہ آستان یکہمی گلخن خلشیل
معیار خیر و شر کی ہو دنیا میں یہ دیل
رہتے تھے جس میں شیر و شکر کثرت و قلیل
حکمائے بے نظیر کی یہ ساحت نزیل
شعراے نامدار کی یہ مسند جلیل
ایک ہی بساط پہ تھے یہاں اشرف و ذلیل
یہ جلوہ گاہ حضرت اور نگ شاہ عقیل
ہو چپہ چپہ فن عمارت کا خود وکیل
رہتے تھے اس میں شیر و فغن شہسوار پیل
بازار حسن - حلقہ خوبان مہجیل
دہلی تھی سرزمین پہ فردوس کی شیل
جس کا خیال موجب آسائش طویل
جان بخش کائنات رہی جس کی قال و قیل
جو فاضل بیکانہ ہیں علامہ عدیل
انداز گفتگو ہو روانی مسلسل
سرایہ حیات ہو انداز قال و قیل
حالات میں صحیح صحیح تاریخ ہو آریل

دہلی کا فضل روئے زمیں پر نہیں ہو آج
اسلام و کفر نے کیے یاں راجد ہانیاں
عزل و نصب رہا ہو زمانے کا قاعدہ
آماجگاہ ایض و اسود ہو اس کی شان
شہرک و عرب کی جان تھی اک کہ بھی عہد تھا
علمائے علم کے اسے مرکز کا فخر ہو
عقلائے روزگار کی یہ بزم عام تھی
ہر ایک علم و فن کے یہاں آزمودہ تھے
یہ تخت گاہ اکبر و محمود و پیر شکوہ
آثار جن کے آج ہیں مشہد کائنات
اس کو خرف ہو زرم کہ خاص و عام کا
دنیا میں اس کا نام عروس البسلام تھا
آتے تھے اس کو دیکھنے سیاح نامور
جس کا سودا باعث تسکین اضطراب
ہر خورہ ذرہ جس کا راجا جان افتاب
تاریخ اس کی لکھی بشیر نذیر نے
طرز بیان حسن ادا دل فریب ہو
کوثر میں جو وصلی ہو وہی یہ زبان ہو
مبسوط واقعات میں دہلی کے بے بدل

تاریخ الطباع بگفتہ سرورش غیب
نامی بدل نویس کہ ہے تاریخ بے عدیل

قلعہ سزرغن ۶۶۶ھ

جب سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا اُس نے ۶۶۶ھ میں ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام سزرغن رکھا اب اس قلعہ کا نشان تک باقی نہیں رہا مگر لوگ کہتے ہیں کہ جہاں حضرت نظام الدین اولیا کا مزار ہے وہاں تھا بلکہ اسی کی آبادی کا موضع غیاث پور نام ہے۔

قلعہ علاول ۶۹۵ھ

جب کہ سلطان علاؤ الدین خلجی بادشاہ ہوا اُس نے اپنے عہد میں کہ ۶۹۵ھ سے شروع ہوا تھا ایک اور قلعہ بنایا اور اُس قلعہ کا نام سری رکھا۔ چنانچہ اب بھی قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اُس قلعہ کا کچھ کچھ نشان پایا جاتا ہے۔ یہی قلعہ علاول بھی کہلاتا تھا۔

سیری یا دہلی علانی

۳۰۳ھ ہجری

دیدم چغندشتہ در صبح و پکا

بر کنگرہ مقبرہ نوشرواں شاہ

فریاد کنان ز روعجرت می گفت

کو اں ہمہ حشمت و منال آن جا

بقول میر سید علاؤ الدین خلجی نے ۷۱۲ھ میں سیری نام موضع کے پاس اسی نام کا ایک قلعہ بنوایا۔ یہ موضع راجی پتھورا کے قلعے سے شمال و مشرق میں کوئی دو میل پرے ہٹ کر ہے اب اس جگہ شاہ پور یا شاہ آباد آباد ہے۔ مغل حملہ آوروں نے دو مرتبہ پرانی دلی کو لوٹا۔ اس لئے علاؤ الدین نے راجی پتھورا کے قلعے کو دور کیا اور اس کے علاوہ خود بھی ایک نیا قلعہ بنایا جس کا نام "سیری" رکھا۔ دلی کی پیالی لوٹ کا بدلہ علاؤ الدین خلجی نے یوں لیا کہ اُس نے اُس قلعے کی بنیاد اور فصیلوں میں ایک دم سے آٹھ ہزار مغللوں کے چنوا دیئے۔ قلعہ کی فصیل پتھور چوڑے کی پختہ بنی ہوئی تھی۔ یہ قلعہ کیا بہ اعتبار عمارت کے اور کیا لحاظ

مقاصد فوجی کے اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ۹۴۰ھ میں شیر شاہ نے اس قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کا سارا مال مسالا ڈھلو کر ایک نیا شہر شیر گڑھ اپنے نام سے بسایا اور اُس میں لگایا۔ تیمور نے سیری کی نسبت لکھا ہے کہ ”یہ ایک دور شہر ہے جس کی عمارت بلند اور دیواریں اینٹ پتھر کی نہایت مضبوط بطور گڑھی کے ہیں۔ پرانی دہلی میں بھی اسی قسم کا ایک قلعہ مرکروہ اس سے کچھ بڑا ہے۔ اس قلعے سے پرانی دہلی تک ایک نہایت مضبوط فصیل پتھر جوڑنے کی ہے۔ سیری کے سات دروازے ہیں چار باہر وار کوئین جہاں پناہ کی جانب اندر وار کو۔“ یزدی نے اپنے ظفر نامے میں لکھا ہے کہ ”سیری کی شمال مشرقی فصیل سے پرانی دہلی کی جنوب مغربی فصیل تک دو طرفہ ایک اور فصیل بنائی گئی ہے اور اس کا دینی قلعہ جہاں پناہ کہلاتا ہے۔“ عبد اسلامی کی تیسری سلطنت سیری میں تھی۔ سلاطین خاندان غلامان نے باسٹناٹے کی قبلا و جو اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا سب قلعہ راجہ پتھوراہی میں رہے۔ جلال الدین خلجی نے کیفباد کے کلو کھی و اے قلعے کی تکمیل کی جس کا نام بعد میں ”نیا شہر“ پڑا۔ اُس کے نہایت اور جانشین علاء الدین خلجی نے سیری کا قلعہ بنایا جو ۱۳۲۱ء تک دار السلطنت رہا۔ جس کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے تغلق آباد کا ایک نیا شہر بسایا اور وہیں قلعہ بھی بنایا۔ قلعہ سیری کے ٹھیک مقام کی نسبت اختلاف ہے۔ بڑھن۔ لولی۔ کوپا و کیمبل صاحب قطب صاحب میں بتاتے ہیں۔ لفٹنٹ جرنل کے علاوہ کرنل لولی اور مسٹر کوپ جھوں نے آثار قدیمہ دہلی پر نہایت عمدہ مضامین لکھے ہیں لیکن انھوں نے اس قدر تعمیل سے لکھا ہے کہ ان کی رائے استناد امیں نہیں کی جاسکتی۔ مسٹر کیمبل البتہ سوچ سمجھ اور تحقیق سے لکھنے والے ہیں لیکن جنرل کننگھم صاحب کی تحقیق سب زیادہ قابل توثیق ہے۔ چنانچہ سٹیفن صاحب نے بھی بہت کچھ جہان بین کے بعد بھی یہی رائے قائم کی ہے کہ اگر موضع شاہ پور وہ جگہ نہیں ہے جہاں کہ سیری کا قدیم شہر بناتھا تو پھر یوں سمجھنا چاہئے کہ اور کسی دو سیری جگہ تو اس کا پتہ چل بھی نہیں سکتا تیمور اور یزدی کے جو دہلی کے تینوں شہروں کا تذکرہ کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شہر کی آبادی کا شمالی مشرقی حصہ سیری تھا اور سیری کے شمال مغرب

میں دہلی شہر تھا جو سیری سے کہیں بڑا تھا اور ان دونوں کے بیچ میں جہاں پناہ کی آبادی تھی جو دہلی سے بھی بڑا شہر تھا۔ جنرل صاحب نے سیری کا مقام وہی قرار دیا جو جہاں کہ فی زمانہ شاہ پور آباد ہو رہا ہے اور یہی راہی مسلمان مورخین کی بھی جو دہلی کو شاہ پور کے جنوب و مغرب میں بتلاتے ہیں اور جہاں پناہ کو دہلی اور شاہ پور کے بیچ میں اور ساتھ ہی اس کے شاہ پور کو دہلی سے چھوٹا بتلاتے ہیں۔ سیری کی جغرافیہ پوزیشن (تعیین مقام) کے متعلق برجس صاحب اور ڈان کے ساتھ اور چند اصحاب کی راہی ایک طرف اور جنرل صاحب کی راہی ایک طرف۔ مزید برآں جنرل صاحب کی راہی کی تائید میں بہت قوی دلائل موجود ہیں:-

(۱) قلعہ راہی پتھوراکے باہر سیری کی بستی تھی۔ حوض رانی کے میدان کی طرح سیری کی زمینات بھی بطور کیمپ کے استعمال کی جاتی تھیں۔ جب کی قباو نے ۱۱۶۹ھ میں سیری کو دارالاقامہ مقرر کیا تو کہا جاتا ہے کہ لشکر کا میمنہ تل پت میں تھا اور میمنہ پت میں تو قلب لشکر لا محالہ بجوں بیچ میں موضع شاہ پور میں آکر ٹھہرتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیری کی بستی قلعہ راہی پتھوراکے باہر تھی اور مواضع اندر پت اور تل پت کے بیچ میں تھی۔

(۲) سیری کی بنیاد خواہ بطور شہر کے سمجھی جائے یا بطور قلعے کے ۱۱۶۹ھ ہی لیکن سیری کی بستی کا وجود ۱۱۶۹ھ سے پایا جاتا ہے کہ وہ جنہاں کے کنارے پرانی دہلی اور نئے شہر دونوں کے بیچ میں سیری نام کی ایک بستی تھی جب علاء الدین خلجی کا بھانجا رکن الدین ابراہیم پرانی دہلی میں تخت نشین ہوا تو علاء الدین کا قیام سیری میں تھا (برنی)۔ اس زمانے میں سیری کے نام کا کوئی قلعہ نہ تھا تو علاء الدین لا محالہ سیری کی بستی ہی میں رہتا ہوگا۔

(۳) ۱۱۹۹ھ میں سلطان علاء الدین نے بڑے ترک و احتشام سے دہلی سے کوچ کیا اور اپنے خیام سیری میں نصب کرائے (برنی)۔ تو یہ خیام ضرور دہلی شہر کے قریب تھا پہلے ہونے غایت مافی الباب شہر میں تو نہیں سکتا ضرور کے باہر ہی ہوگا۔

(۴) ایک دوسرے موقع پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ علاء الدین نے شہر سے کوچ کر کے

سیری میں مقام کیا۔ شہر سے مراد پرانی دلی، اس سے بھی ظاہر ہے کہ سیری ایک جداگانہ مقام تھا۔

(۵) مغلوں کے پیاؤ خطرناک حملوں نے علاء الدین خلجی کو دلی کے پرانے قلعوں کی مرمت کرنے پر مجبور کیا اور اُس نے ایک نیا قلعہ بھی بنوایا پس اگر یہ نیا قلعہ پرانی دلی کے اندر ہی ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اُس کا ایک جداگانہ نام سیری رکھا جاتا۔ ابو الفضل نے جو سیری کا ذکر کیا ہے بالکل غلط ہے کہ شہر بنا ایک جگہ ہو اور نام دوسری جگہ کا رکھا گیا ہو۔ جب کہ نئے قلعے کا نام سیری تھا تو یقیناً وہ راہی پتھور اسکے قلعے کی چار دیواری کے اندر تو بنا ہی نہ ہوگا۔ ہم اوپر امیر تیمور اور یزدی کی تحریرات کا حوالہ دے آئے ہیں جن میں اُنھوں نے تین شہروں کا ذکر کیا ہے جو سب مل کر دلی کہلاتے تھے۔ ابن بطوطہ نے ایک چوتھی دلی بھی لکھی ہے یعنی ہندوؤں کی دلی کہلاتی تھی۔ پرانی دلی اور سیری کو وہ مسلمانوں کا دارالسلطنت کہتا ہے۔

اگر پردہ برگیری از روئے خاک

روی تابہ مغیتم زمیں درمغاک

قصر ہزارستون

۳۱۳ھ

رخ نوعروسان مہوش بود

ہمہ فروق شاہان سرکش بود

پس و پیش او حیرت و حسرت است

سرپائے گیتی ہمہ غیرت است

۳۱۳ھ میں جب علاء الدین خلجی سیری میں قلعہ بنوا چکا تو اُس نے ایک محل بھی بنوایا جس کا نام چوتھی دلی پوچھ بھی تعجب کی بات نہیں رزئی بہرن صاحب نے اپنی کتاب میں سات دلیاں بتلائی ہیں پرتنی دلی۔ شری۔ قلعن آباد۔ جہاں پناہ۔ فیروز آباد۔ شیر شاہ کی دلی۔ شاہ جہاں آباد۔ اور آٹھویں دلی راہی سینا میں اب انگریزوں کے عہد میں بن رہی ہے۔ صَاہُا اللہ تَعَالٰی عَن حَوَادِثِ اَلْاَمَیَّیْنِ





14. 17. 18. 19. 20.

نام "ہزارستون" رکھا۔ اُس زمانے کے دستور کے موافق اس محل کی بنیاد اور سطحوں کے ہزاروں سرچن ڈو گئے۔ جنرل کنگسٹن اس محل کا مقام قلعہ سیری قصبہ شاہ پور کے اندرونی نصف مغربی حصے میں بتلایا ہے۔ مسٹر بگلر نے اس کے خلاف قلعہ سیری میں جنوبی تفصیل سے کچھ آگے بڑھ کے اس کے کھنڈور یافت کیے ہیں۔ امیر تیمور نے اس محل کو عمارت ہزارستون سے گڈنڈ کر دیا ہے جس کو محمد تغلق شاہ عرف جوہا شاہ نے عادل آباد عرف محمد آباد میں ۱۳۶۸ھ میں پچیس برس بعد بنوایا تھا۔ چنانچہ محمد شاہ تغلق نے زمانہ شاہزادگی لکھا ہے کہ "ہیکمات نے محل ہزارستون کے دیکھنے کی خواہش کی جسے ملک جوہا نے قلعہ جہاں سناہ کے اندر بنوایا تھا۔" کھنڈر کے دیکھنے سے اس محل کی اصلی شان و شوکت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ "ملک کافور جو علاء الدین غازی کا ایک نامور سردار تھا جب وہ محل سے ملے شمار دولت لوٹ کر لایا تو وہ ساری ساری سنہری محل کے سامنے لوگوں کو دکھلائی گئی تھی لیکن تاریخ فیروز شاہی میں اسی واقعے کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر وہ اس واقعہ کو قصر ہزارستون میں ہونا لکھتا ہے۔"

علاء الدین غازی کی وفات ۱۲۱۵ھ کے پچیس دن بعد ملک کافور شیر عظم سلطان علاء الدین کو قطب الدین مبارک شاہ کے غلاموں نے اسی قصر ہزارستون میں قتل کر دالا۔ ۱۲۱۵ھ میں خسرو خاں کے ہندو ملازمین نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو اسی محل کے کوٹھے پر قتل کیا جس کے چند مہینے بعد خسرو خاں بھی غیاث الدین تغلق شاہ کے حکم سے اُسی جگہ جہاں قطب الدین مبارک شاہ مارا گیا تھا اس کی بھی گردن ماری گئی اور جس طرح قطب الدین کا سر محل کے نیچے پھینکوا گیا تھا اس کی نعش بھی سر راہ پھینک دی گئی اور کہہ کر دو کہ نیافت کا مضمون صادق آیا۔ اور اسی سال اسی محل میں تغلق شاہ بھی تخت نشین ہوا اور سردار قطب الدین اور علاء الدین اپنے مرہٹوں کے دو سرے بیٹوں کے ساتھ جو براسلوک ہوا تھا اُس پر پرت رویا۔ اس مشہور محل میں ایسے ایسے اہم و سترگ تاریخی واقعات گزرے لیکن یہ کہ یہ محل کس قسم کا تھا کچھ بہتہ نہیں چلتا سوا اس کے کہ ہم اس کے نام پر اندازہ کر لیں کہ جس محل کے کہ ہزارستون ہوں گے وہ اسی مناسبت سے کہنتی بڑی

اور کیسی عظیم الشان عمارت ہوگی لیکن فنا کی دست درازی کا سبب شکار ہیں۔ دنیا کی ساری چیزیں فانی اور مٹنے والی ہیں چنانچہ اس محل کو لیجئے کہ با این شان و شوکت آج ہم کو ضرورت اس تلاش کی پڑی ہو کہ وہ کس مقام پر تھا۔
ایسا مکان بناؤ جو بن کر گرا نہ ہو پیدا ہوا ہو کوئی بشر جو مرانہو

جہاں پناہ

۶۲۸
۱۳۶۶ھ

ویرانہ دہلی میں جو گیا اک فاختہ مجھ سے یوں بولی
پیغام نہ تھے اک دیتی ہوں سن ای غافل کو کو میری
یہ ویرانے جو دیکھتے ہو معمور تھے آبادی سے کبھی

یاں شہر بھی تھے باغات بھی تھے بستی تھی کنار جو میری
گوچرخِ فلک کی گردش سے روپوش ہوئی محفل اپنی

ہر آج کے دن تک تجسس یہ چشمِ نظارہ جو میری
شاہوں کے مقابر کو دیکھو عبرت کے مناظر کو دیکھو

اینٹ اینٹ میں قصرِ مجیدی ہو دیکھتی آنکھ ہر سو میری
تھا شور جہاں تکبیروں کا ہنگامے تھے جہازوں کے

اب عالم ہو ہر چار طرف بانی ہر فقط کو کو میری
نت رنگ نیا ہو دنیا کا مایوس نہ ہوا میرے خبرو

کہتی ہو یہ کو کو میری۔ کہتی ہو یہ کو کو میری
خاندانِ غلامانِ دہلی کے عہد میں قلعہ راہِ پتھورا کے چو طرف دور دور تک بستی ہی بستی

پھیل گئی تھی۔ میواتیوں کی لوٹ مار سے قلعے والے پریشان تھے۔ کیتباد کی
ضعیف حکومت نے ان لیٹروں کے حوصلے بہت بڑھا دیئے تھے سلطان

علاء الدین خلجی کو تخت پر بیٹھتے ہی پہلے ہی مشکل پیش آئی کہ کھلے خزانے لٹس
مچ رہی تھی۔ پانی بھرنے کے لیے جو عورتیں کنوؤں اور حوضوں پر جاتی تھیں ان

کی جان غضب میں تھی۔ سیواتیوں کا یہ آسان شکار تھا ان کے کپڑے تک
اُترا لیتے تھے اسی لیے مغرب ہونی کہ شہر کے دروازے بند ہو جاتے تھے۔

یہ بادشاہ فیروز شاہ کی طرح نرم تھا اس نے اپنی سطوت اور جبروت کا سکہ اس طرح

بٹھایا کہ اُس نے میواتیوں کے ملک پر تاخت کی اور ایسی تلوار اور آگ بر سائی
 کہ سب کے گھٹنے درست ہو گئے۔ جب مغلوں نے جلال الدین خلجی کے وقت
 میں دہلی پر حملہ کیا تو شہر کے مقامات کو لوٹ لاٹ کرتا ہوا چلا اور جب جلال الدین خلجی
 سیرمی کی بنا ڈالی تو راجہ پتھورا کے قلعے کے مقامات اتنے بڑھ گئے تھے
 کہ دونوں شہر مل گئے تھے اور مواضع حوض رانی۔ ٹوٹی سرا۔ اور کھنری بھی
 اسی سلسلے میں آ گئے تھے۔ محمد تغلق شاہ کو خیال ہوا کہ تمام مختلف مقامات جو
 پرانی دہلی اور سیرمی کے بیچ میں پڑتے ہیں ان سب کو ملا کر میرے وقت میں ایک
 جدا گانہ شہر بنی کیوں نہ بسا یا جائے جس سے مغلوں اور میواتیوں کی روک تھام
 کے علاوہ سیرمی ایک یادگار بھی رہے چنانچہ شہر میں یہ ارادہ پورا ہوا اور پرانی
 دہلی اور سیرمی دونوں کی آبادیوں کو فضیلیں کھڑی کر کے ملا دیا گیا اور جہاں پناہ نام
 رکھا گیا۔ شمال مغرب کی طرف کی فصیل قریب دو میل۔ کے اور شمال جنوب و شمال
 مشرق کی طرف کی دو فصیلیں سوا دو میل لمبی ہیں۔ اور تینوں فصیلوں کی لمبائی پانچ
 میل ہے۔ شمال مشرق کی طرف کی دیوار سیدھی نہ تھی بلکہ ٹیڑھی میڑھی تھی
 وہ تو گر گرائی اور مشرقی دیوار کو سیدھی تھی مگر وہ بھی گر گئی اب رہی تعمیر پناہ
 جو جنوب رخ پر تھی وہ بھی بالکل سیدھی تھی اُس کا ایک ٹکٹ حصہ تو کر گیا ہو
 باقی موجود ہے۔ اس لئے شہر جہاں پناہ کے تیرہ دروازے پرانی دہلی اور سیرمی
 کے ملا کر تھے۔ ان تیرہ دروازوں میں سے چھ تو شمال مغرب میں تھے جن میں سے
 ایک کا نام میدان دروازہ تھا لیکن پرزوی اس کا نام حوض خاص دروازہ لکھتا ہے
 کیوں کہ وہ اسی نام کے حوض کی طرف کھلتا تھا (از تاریخ مبارک شاہی) باقی دروازے
 جنوب و شمالی رخ پر تھے۔ جن میں سے صرف دو کے ناموں کا اور بتہ چلتا ہو
 ایک حوض رانی دروازہ اور دوسرا برقعہ دروازہ۔ اس لئے شہر کی دیواری
 کے اندر ایک مشہور عمارت بدیع منترل جس کو عوام بچے منڈل کہتے ہیں تھی
 جس کا بیان اپنے موقع پر آیا ہے۔ ابن بطوطہ جہاں پناہ کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ حضرت
 محمد شاہ تغلق نے رہنے کی غرض سے بنایا تھا اور اس شہر کی تعمیر سے اُس کا
 ارادہ یہ تھا کہ پرانی دہلی۔ سیرمی۔ جہاں پناہ۔ اور تغلق آباد۔ ان سب کو ملا کر محصور

کر دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے تفصیل کا کچھ حصہ بنوایا تھا لیکن چوں کہ مصارف و مہنگا ہوتے تھے لہذا اوصورا چھوڑ دیا۔ جنرل کنگھم جہاں پناہ کو دلی کا ساتواں قلعہ لکھتے ہیں اور مشہور ضرب المثل ”سات قلعے یا باون دروازے“ کی صراحت یوں کرتے ہیں کہ حسب ذیل سات تو قلعے تھے۔ (۱) لال کوٹ۔ (۲) قلعہ راج پتھورا۔ (۳) سیری یا قلعہ علائی۔ (۴) تغلق آباد۔ (۵) قلعہ تغلق آباد۔ (۶) عادل آباد۔ (۷) جہان پناہ باون دروازوں کی یہ تفصیل ہے۔ لال کوٹ ۳۔ قلعہ راج پتھورا ۱۰۔ سیری ۳۔ جہان پناہ ۳۔ تغلق آباد ۱۳۔ قلعہ تغلق آباد ۲۔ عادل آباد ۲۔ جملہ ۵۲۔ لیکن مسٹر فنج اور مثلاًٹ نو قلعے لکھتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیوں کہ کنگھم صاحب نے کلمہ کھرمی اور غیاث پور کے قلعوں کو شمار نہیں کیا جو پہلے محصور تھے۔ رہا لال کوٹ اُس کا شمار ہندوستانیوں کی روایتوں میں قلعوں میں نہیں ہے۔ ہندوستانی مورخین صرف تغلق آباد کے باون دروازے اور چھپن برج لکھتے ہیں لیکن کنگھم صاحب سوطا ہی دروازے لکھتے ہیں جو غالباً وہ دروازے ہوں گے جو اب باقی ہیں اور پھر جنرل صاحب نے تغلق آباد کے پاس دو اور چھوٹے قلعے جو ہیں وہ بھی چھوڑ دئے ہیں اور ان کے دروازوں کو بھی قلعہ تغلق آباد کے دروازوں میں شمار نہیں کیا۔

باد منڈل جہاں پناہ میں اس نام کا ایک وسیع چوڑا ہے جس پر سے اطراف و جوانب کا ایک عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چوڑا سلطان محمد تغلق کے قصر ہزار ستون کا ایک جزو ہے۔

دوسرا باب سلطان غازی

یہ مقام قطب صاحب سے تین میل ہو مگر رستہ پہاڑی ایسا پتھر ملا ناقص اور ناہموار کہ گھسی تو گھسی کہ بھی نہیں جاسکتا ہاں بیل گاڑی چل سکتی ہے بشرطیکہ اُلٹ نہ جائے۔ میں کہنے کو جیتے پر گیا مگر مجھے اپنے ہاتھ پاؤں تڑا بنے نہ تھے گیا بھی پیدل اور آیا بھی پیدل۔ قطب صاحب سے جاتے ہوئے داہنے ہاتھ کو پھوٹا۔ برج

ماتا جو اور بائیں ہاتھ کو سوباقوں کا گنبد ہی جو ایک بارہ درہ ہشت پہل برج ہو۔
 راستہ دروغ برگردن راوی۔ مشہور یہ ہے کہ اس میں ایک فقیر کی قبر ہے جس نے
 اللہ تعالیٰ سے سوباقین کی تحقیر۔ یہیں ایک وسیع اور بچہ فضیل نما احاطہ بھی ہے۔
 اس گنبد کے شمال کی طرف ایک اور چار دیواری میں مولینا شعیب کا فرار ہے
 آپ مولینا کمال الدین اور جمال الدین رحمۃ اللہ علیہما کے خلیفہ تھے۔ اس سے
 آگے بائیں ہاتھ کو پامنن کا مندر اور چوٹ ہے جس میں مہادیو کا پند ہے۔ یہ مندر بہت پہل
 ہے جس کا ہر ضلع ۶ فٹ کا ہے۔ دو دروازے ہیں ایک جنوب میں دوسرا مشرق میں۔
 مغرب کی جانب ایک نیا بیچ درہ والاں بنا ہوا ہے اور اسی کے پاس جوٹہ یعنی چھوٹا سا تالاب
 ہے جسے دکن میں گنڈہ کہتے ہیں۔ اسی رخ پر اوپر کے والاں سے بٹا ہوا ایک اور بیچ درہ
 والاں ہے علاوہ اس کے سہ دریاں بھی ہیں مندر کے سامنے صحن میں ایک پرانا بیل کا دخت
 بھی ہے اب مندر سے آگے بڑھتے تو گنیشی لال دلی کے کسی باخیر شخص کا پختہ تالاب ہے
 اس سے آگے جو گاؤں ہے وہ مسعود پور کہلاتا ہے۔ سامنے واکچہ فاصلہ پر جو گنبد نظر آتے ہیں وہی سلطان غازی
 کا فرار ہے۔

مقبرہ سلطان غازی ۶۲۹ھ
 ۱۲۳۱ء

نصیب ماز باغ آفرینش میوہ غم شد
 نہا لے را کہ پروردیم آخر نخل ماتم شد

۱۔ عالم عامل در صورت و سیرت ملک مثال بود و در عطف ذکر بے نظیر زبان خود در زمانے کہ او
 وعظ گفتے و قرآن خواندے هیچ کس را مجال عبور از اسجاں بودے اگرچہ خود بارگراں بر سر و ایستادہ شد
 و اجتماع نمودے و اور اور وعظ حسب اختلاف مقامات و عدد و وعید حالات مارض شدے۔ جمیع اکابر و علما
 شہر و پاسے وعظ او حاضر شدندے و اکثر از موالی و امالی شہر و ابتدا شاگرد او بودند و الدماجدا و مولنا منہاج
 در آوان صفرا زبدہ لاہور بہ قصد تحصیل علم و دینی آمد و در تحصیل علم ریاضت شاکہ کشید بعد ازاں در عہد دولت
 سلطان بہلول بودے مفتی شہر شد و ہمیں جاسکوت فرمود۔ نقل است کہ مولنا منہاج در بعضے اوقات آرد
 و دروغن از دکانہا گدائی کردے و از ان چراغ ساختے و تمام شب بظلمت پر دستختے و چون روز شدے
 از جہاں نان بنتے و جہاں قدر کفتا کردے و بتابریں حال گزارید تا سطلے بدست آرد۔ وفات مولانا
 شعیب در ۶۳۷ھ و قبر او بالاحض شمسیت متصل غافلک زین الدین کراصلی گمان مکنہ بود۔ (از اخبار الانیار)



ناصر الدین محمود شاہ خلف اکبر سلطان شمس الدین التمش لکھنوتی کا حاکم تھا۔ تمام اراکین سلطنت اور رعایا اسی کو ولی تہد مانتے تھے مگر حکم قضا و قدر اس کے خلاف تھا۔ انسان سوچتا کچھ ہی اور ہوتا کچھ ہی۔ شاہزادہ یکا یک ایسا بیمار پڑا کہ جان نہ ہو سکا۔ جب اس کی وفات کی خبر پہنچی تو اس کے محلہ ہوش ربا سے شہر بھرتی ایک کھرا م بچ گیا۔ جو ان کی پیشگی مہلت کا دارا نالکھن الدین التمش کو ایسا پونچا کہ جتنا غم کرنا تھوڑا تھا۔

من چوں زیم کہ سیدہ من جا کہ کردہ اند
نفس لکھنوتی سے دلی لائی گئی اور موضع یکا یک پور میں جو قطب صاحب کے جنوب مغرب میں ساڑھے تین کوس پر ہے دفن کیا گیا۔ مرنے کے تین سال بعد ۱۲۶۹ھ میں باپ نے اپنے چھیتے جیسے کا مقبرہ باپ کی چاہست کی آخری یادگار بنایا۔ اس مقبرے کا تہ خانہ بشکل ایک غار کے ہے اس واسطے غاری مشہور ہو گیا۔ تہ خانے کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد اسلامی سے پیشتر کا بنا ہوا ہے۔ مگر اس بات کا فیصلہ مشکل ہے کہ یہ عمارت سرے سے اہل ہنود ہی کی تھی یا یہ کہ مسلمانوں نے ہندو کا گرو سے بنوائی تھی۔ مسلمان اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ اتنے بڑے بادشاہ نے اپنے چھیتے بیٹے کو کسی ہندو بت کے سے میں دفن کرنا گوارا کیا ہو۔ گنبد ایک مربع پختہ احاطے کے اندر ہے۔ اسے کرسی بوجہ کھنگی کے سیاہ پڑ گئی ہے۔ گنبد کا چھوٹا چارٹ ٹوانچ اونچا ہے۔ جس پر گول قبة بنا ہوا ہے جس کے چاروں کوٹوں پر جیاں ہیں۔ گنبد میں داخل ہونے کا محراب دار، روازہ مشرق کی طرف ہے۔ صدر دروازہ احاطے کی دیوار سے تین گز بہت کر بغلی حجروں سے چار فیٹ کے فاصلے سے ہے جس کے اوپر ایک نشیمن نما کھڑکی ہے۔ صدر دروازہ تیس فیٹ اونچا اور چار فیٹ چوڑا ہے جس کے اُدھر اُدھر کے در چار فیٹ بہت ہیں۔ دروازے کی محراب کا احاطہ نہیں

سندھ میں سے پہلے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۹

۱۵ اس شہر کا قدیم نام گوڑ تھا۔ بنگال کے ہندو راجاؤں کا دار الخلافہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شہر کا نام لکھنوتی یعنی لکھنوتی تھا اور علاقے کا نام گوڑ بنگالہ تھا۔ ۱۲۰۲ء میں جب مسلمانوں نے ملک بنگال کو فتح کیا تو اپنا دارالحکومت اسی شہر میں رکھا اور تین سو سال تک (مقتدر نوٹ برصغیر آئندہ)

(مکتوبہ فیروز شاہ) سلطان بادشاہ اسی شہر میں رہے۔ بیچ میں کچھ دنوں بعض بادشاہ پندرہویں میں جا رہے تھے جس کو حضرت پندرہویں کہتے ہیں وہ بھی مالدرہ کے ضلع میں گورکھ کے قریب ہی واقع ہے۔ فیروز آباد بھی اسی شہر کے ذرائع میں واقع تھا۔ شمس سراج عقیقہ لے لکھا جو کہ فیروز شاہ نے سسٹھ میں لکھنؤ پر چڑھائی کی تو اُس وقت اس شہر کا نام فیروز آباد رکھا تھا لیکن یہ غلط ہو گیا کہ اُس زمانے سے پہلے سکوں میں فیروز آباد نام درج ہو اور غلطیاً نام سلطان شمس الدین فیروز بن ناصر الدین بغرابی بن بن لکھا تھا۔ جب انگلشیہ کی وہ شاخ جس پر یہ شہر واقع تھا سوکھ گئی اور اُس کا پانی کسی اور سمت سے پڑ گیا تو دلدل کے باعث شہر کی آب و ہوا بگڑ گئی بنگال کے بادشاہوں نے اپنا پایہ تخت بدل دیا لیکن پھر بھی وہ ماکہ نہیں جگہ رہی۔ سسٹھ میں اُس کو شیر شاہ نے لوٹ لیا اور سسٹھ میں منع خاں خاناناں نے جو اکبر کا سپہ سالار تھا اُس پر حملہ کیا۔ آب و ہوا کے بگڑ جانے کے سبب سے حد اکثر لشکر میں رہا بچ گیا اور فان خاناں بھی وہیں مر گیا۔ یعنی کہ جسے جو اس زمانے کے بعد پھر تو بالکل فیروز آباد ہو گیا لیکن یہ غلط ہو گیا کہ ابوالفضل نے جو آئین اکبری میں اس شہر کی بابت لکھا ہے اُس سے اس کی تردید ہوتی ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شجاع کے وقت مغلیہ صوبہ دار اسی شہر میں رہے۔ حقیقت میں یہ شہر اُس وقت غیر آباد ہوا ہے۔ جب شاہ شجاع نے راج محل کو بنکالے دارالخلافہ بنالیا اور اُس کے بعد آباد نہیں ہوا۔ پچیس تیس میل مربع میں مسجدوں اور بازاروں اور محلوں کے کھنڈر اب تک نظر آتے ہیں۔ اجڑے ہوئے کے بعد اس کثرت سے جنگل ہو گیا تھا کہ آدمی کو وہاں جانے دہشت معلوم دیتی تھی لیکن اب کچھ عرصے سے جنگل مٹا دیا گیا ہے اور وہاں چھوٹی چھوٹی بہتیاں نکلتی چلی آتی ہیں۔ اُس کی اینٹوں سے انگریز آباد۔ مرشد آباد۔ مالدرہ اور پرنیہ کی عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ اس کے دیروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ شہر کلکتہ سے کم نہیں تھا اور عمارتیں تاکہ کی آبادی رہی ہوگی۔ اُس کی فعیل جو فقط شمال کی طرف تھی ہونی چاہی کہ وہ دیکھی گئی تو جس کی بنیادیں سو فیٹ چوڑی ہیں اور کبھی کبھی خندق کا نشان ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سو سو فیٹ سے کم چوڑی نہیں تھی۔ فعیل کے شمال مشرقی کنارے پر اکبر محل کا کھنڈر پایا جاتا ہے جو سو فیٹ مربع تھا اُس کو راجہ بلال سین کا محل کہتے ہیں۔ فعیل کے باہر بھی آبادی کے کھنڈر اُس میں ایک تالاب سا گردنی سو گز لمبا اور آٹھ سو گز چوڑا ہے اب تک موجود ہے جس کی بندش پچھتے اینٹوں کی جڑوں پرانی نہایت مہارت اور خوب گراہی۔ قلعہ کے پاس ایک تالاب پیاس ناٹھی نام اب تک ہے (دیکھو پڑھو آئینہ)

لیکن اس کا پانی کھاری ہو کہتے ہیں کہ یہ تالاب قیدیوں کے استعمال کے واسطے بنایا گیا تھا۔ ابو الفضل نے بھی اس تالاب کا ذکر کیا ہے۔ قلعہ اور پیاس باڑی کے درمیان سنہری مسجد ہو جو ساتھ گزلبی اور پیس گز چوڑی اور پیس گز اونچی عمارت ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی چھت پر تین تین گنبد تھے۔ ابو الفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے کہ "جنت آباد پرانا شہر ہے۔ پہلے پایہ تخت تھا جسے لکھنؤ نے اور بعد میں کوئٹہ تھے ہمایوں بادشاہ نے اس کا نام جنت آباد رکھا تھا۔ یہاں ایک بہت عمدہ قلعہ ہو اور مشرق میں ایک تالاب ہو جس کا نام چھتیا بتیا ہے۔ اس میں بہت سے ٹاپو ہیں اگر اس کا بند ٹوٹ جائے تو سارا شہر ڈوب جائے۔ شہر کے شمال میں ایک کوس کے فاصلے پر ایک عمارت اور حوض ہو جس کا پانی زہر کی خاصیت رکھتا ہو اس حوض کو پیانہ (پیاس) باڑی کہتے ہیں جن قیدیوں کو مار ڈالنا منظور ہوتا تھا وہاں قید رکھتے تھے یہ پانی پی بی بی کر تھوڑے دنوں میں مر جاتے تھے ہمارے بادشاہ نے اس کی ممانعت کر دی۔" شیخ اخی سراج کی خانقاہ بھی گور میں ہے۔ آپ سلطان الشاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے۔ یہ خانقاہ شہر کے ایک فوج میں ہو جس کو سعد الملوچر کہتے ہیں ساگر ڈگتی تالاب کے شمال مشرقی گوشہ پر واقع ہو آپ کا وصال ۷۵۷ھ میں ہوا۔ باہر دروازے پر ایک کتبہ ہو جس پر ۷۵۷ھ درج ہو اور یہ دروازہ حسین شاہ بادشاہ بنگال کا بنایا ہوا ہے۔ خانقاہ غالباً سکندر شاہ کی بنائی ہوئی ہو لیکن بات مستحق نہیں۔ کتبہ کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہے۔ کلکتہ کے عجائب گھر میں کچھ اینٹیں گور سے آئی تھیں ان میں غیاث الدین بن سکندر شاہ کا نام لکھا ہوا تھا اور سنہ سات سو کے اوپر کچھ اور لکھا ہوا ہے۔ کشتی صاحب کا خیال ہو کہ پیمائش کی رو سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اینٹیں اسی کتبہ کی جگہ کی ہیں لیکن یہ بڑا ایک قیاس ہی قیاس ہو ممکن ہو کہ صحیح ہو کیوں کہ یہ سلطان غیاث الدین سکندر شاہ کا بیٹا تھا اور وہ بادشاہ تھا جس نے خواجہ حافظ کو شیراز سے طلب کیا تھا اور آپ نے وہ غزل جس کا یہ شعر ہو اس کے پاس بھیج گلائے کا عذر کیا۔

شکر شکن شوند ہمہ طویان ہند نہیں قند ہا رسی کہ بہ بنگالہ می رود

کتاب اخبار الاحیاء میں لکھا ہے کہ شیخ سراج الدین عثمان المشہور باخی سراج از شاہیر غلغا شیخ نظام الدین است و وی از سفزان شباب کہ ہنوز مو سے رہی آفا زہ شدہ بود و حلقہ ارادت شیخ درآمدہ بود و در سلک خدمت گماراں پد و شش ماہ بعد از چند سال براسے ویدن والدہ بہ مقام لکھنؤ کہ آلاں ہو گود مشہور راست رفت و باز بہ خدمت می رسید۔ در وقت عطاسے خلافت اور شیخ فرمود کہ اول چیز (بقیہ صفحہ آئندہ)

سنگ سرخ کا ہوا اورا جارے کے اوپر سنگ مرمر۔ ستونوں اور محرابوں وغیرہ پر جا بجا آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی کندہ ہیں۔ چبوترے۔ دروازے کی بغلیاں۔ دیواریں اور برجیاں سب چونسٹے پچی کی پختہ بنی ہوئی ہیں۔ دروازے پر پونہچنے کی سیڑھیاں ڈہری ہیں۔ پہلے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر تو چبوترے پر پونہچتے ہیں اور پھر چودہ سیڑھیاں اور چڑھ کر ایک کمرے میں پونہچتے ہیں جو زمین سے چودہ فٹ اونچا ہے اور اسی میں منے گنبد کے صحن میں جا پونہچتے ہیں۔ صدر دروازے کی دونوں طرف صدر دیواریں دو محراب دار کھڑکیاں بھی ہیں اور احاطے کی دیوار کے دونوں سروں پر ایک ایک برجی ہے اس میں بھی دو دو کھڑکیاں ہیں لیکن پتھروں سے چن دی گئی ہیں۔ اس طرف کا گنبد کا ضلع سو فیٹ لمبا ہے۔ احاطے کی شمالی دیوار بھی پختہ ہے اس کے دونوں سروں پر برجیاں ہیں اور تیسری دیواریں اس کے علاوہ اور چھ کھڑکیاں تین تین ملی ہوئی ہیں۔ احاطے کی غریبی دیوار شمالی رخ کے طرح کی ہے لیکن چوں کہ اسی کے وسط میں مسجد بھی ہے لہذا یہ دیوار کچھ آگے بڑھی ہوئی ہے۔ احاطے کے جنوب رخ کی دیوار جا بجا سے گر گئی ہے اور اس کی بعض کھڑکیاں بھی بند کر دی گئی ہیں باقی حالت شمالی دیوار کی سی ہے۔ گنبد اندر سے بہت پر رونق اور راستہ ہے۔ اندرونی دروازے کی دہلیز پر بہت کچھ نقش و نگار ہیں اور یہیں یہ کتبہ ہے:-

امر بہ بنائے هذه البقعة المباركة السلطان المعظم شاهنشاہ الاعظم
مالک رقاب الامم ظل الله في العالم ذوالامان... سلطان السلاطين شمس

(دیکھو اس صفحہ کے تحت)

دین کار علم است اور چنداں نصیب از علم نیست مولنا فخر الدین زرا دی عرض کرو کہ اور اوشن ماہ عالم می کنم بعد ازاں مولنا فخر الدین زرا دی تعلیم کرو۔ مولنا براے اولقرینے تفسیر کرد اور عثمانی نام نہاد بعد ازاں پیش مولنا رکن الدین کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کرد بعد ازاں انتقال شیخ سہ سال دیگر تعلیم کرو و بعضے کتب از کتاب خانہ شیخ نقض بود جا بہا و خلافت نامہ کہ از حدیث شیخ یافتہ بود باخود بردوان دیار را بہ ہمال ولایت خود پیاراست۔

درباب او نقض شیخ چنین رفتہ ہو کہ او اپنے بند وستان بہت۔ ۱۲

الدنيا والدين المخصوص بعباديت رب العالمين ابی المنظر ایلقمش السلطان
ناصر امیر المومنین خلد الله ملكه ابی الفتح محمود نعمه الله بغفر الله بحبوبة
جنانہ فی شہور سہ ماہی سنہ ۷۷۷ وستمائة -

اس دروازے میں داخل ہو کر ہم ایک کمرے میں پونچ جاتے ہیں جس میں سے
صحن کا رستہ نکلتا ہے۔ اس کمرے کی چھت سنگ سرخ کی ہے مگر دیواریں سنگ مرمر
کی ہیں۔ باہر وارے، بنیلیوں کے دروازے کا جو حصہ نظر آتا ہے وہ درحقیقت
دو چھوٹی چھوٹی کونٹھریوں کی مشرقی دیوار ہے جو بڑے کمرے کے ادھر ادھر ہے۔
ان دونوں کونٹھریوں کی دیواریں اور چھت سب سنگ مرمر کی ہیں۔ جس میں چار چار
ستون ہیں۔ صحن میں پونچ جاتے ہوئے ایک پٹا ہوا حصہ ہے جس میں چھ
دیواروں پر ستون ہیں اور چھ ستون چھ چھ فیٹ کے فاصلے پر ہیں۔ یہ دالان
دیوار کی ساری لمبائی کی برابر نہیں بلکہ صرف ۲۴ فٹ لمبا ہے۔ اس کے مقابل
میں احاطے کی غریب دیوار سے ملا ہوا ایک اور دالان ہے جو شمال سے جنوب کی طرف
جا کر احاطے کی دیوار سے جاملتا ہے۔ ان دونوں دالانوں کے ستونوں میں تختیں
ہیں۔ مغرب رخ کے دالان میں چودہ دیواروں پر ستون ہیں جس کی شکل ایک
پست گنبد کی سی ہے جس میں آگے نکلے ہوئے نقشیں پتھر ہندوانی وضع کے
لگے ہوئے ہیں۔ اسی دیوار کے پچوں بیچ ایک تین در کی چھوٹی سی مسجد ہے۔
اس مسجد کے دونوں طرف سنگ مرمر لگا ہوا باقی لال پتھر ہے۔ مسجد کی دونوں
جانب دو دالان سنگ مرمر کے ہیں جن میں بارہ ستون ہیں۔ ان کا وہ حصہ جو مسجد
کے محاذی ہے سنگ مرمر کا ہی باقی سنگ سرخ کا۔ ان دو دالانوں کے سوا سنگ مرمر
کے چار ستون بطور مسجد کے مکتبہ کے ہیں۔ اس طرح مسجد میں سنگ مرمر کے سات
ستون ہوئے تین تو دروں کے سامنے اور دو ادھر ادھر۔ مسجد دس فیٹ مربع
ہے۔ چھت شمن شکل کی سنگ سرخ کی قبة نما ہے۔ چوترا چھوڑ کر گنبد ۴۴ فٹ اونچا پتھر کی
کا بنا ہوا ہے۔ مسجد کی دیواروں اور محرابوں میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور مختلف قسم
کے طے آفات قرآنی کے منقوش ہیں۔ مغربی جانب کے احاطے کی دیوار کی
کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ جنوبی رخ کی دیوار کے گنڈرونی رخ پر بیچ میں چراغ

جلائے کے طاق بنے ہوئے ہیں۔ شمالی دیوار میں کوئی خاص بات نہیں۔
 احاطے کے چاروں کونوں پر جو نوک دار برجیاں ہیں وہ ہندوانی وضع کی ہیں۔
 ناصر الدین کی قبر ایک بہت ہشت پہلو غار میں ہے۔ اس غار میں ستون کھڑے کر کے
 بڑی مضبوطی سے پاٹ کر چھت پر ہشت پہلو چوڑے ۷۰ فٹ ۶۰ فٹ اونچا بنادیا
 ہے۔ یہاں کوئی روشن دان نہیں ہے اور تہ خانے میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔
 اس تہ خانے میں تیرہ سیڑھیاں اتر کر جانا پڑتا ہے جو چھپیں فیٹ عمیق اور اٹھارہ
 فیٹ چوڑا ہے جس میں سنگ غارا لگا ہوا ہے۔ اس چھت کی سبجال کو چودہ
 ستون لگائے ہیں جن میں سے آٹھ دھڑے ستون تو دیواروں سے لگے
 کھڑے ہیں اور چار اکھرے ذرا دیوار سے الگ ہیں۔ یہ ستون سلطان تمش
 کے زمانے کے ہیں۔ اس تہ خانے کے ہشت پہلو اضلاع میں سے ہر ضلع
 میں دو دو طاق ہیں۔ تہ خانے کا عمق ۶۰ فٹ ہے جو بلحاظ طول و عرض ۲۰ فٹ
 ۶۰ فٹ مربع ہے گریخت اس کی ہشت پہل ہے۔ داخلی دروازہ جس کو کھڑکی کہنا چاہیے
 جنوب کی طرف ۳ فٹ ۹۰ انچ اونچا اور صرف دو فیٹ چوڑا ہے۔ اوپر چوڑا ہشت پہل
 ہے جس کا ہر ضلع ۱۰ فٹ ۴۰ انچ ہے۔ اندر چار قبریں ہیں جو سنے پتھر کی بن پر عرس کے
 موقع پر جو ۱۷-۱۸- ذی قعد کو ہوتا ہے سفیدی کر دی جاتی ہے۔
 (۱) ۹ فٹ ۷۰ انچ ۶۰ فٹ طول و عرض ۵ فٹ ۵۰ انچ بلندی سلطان غازی
 کی قبر ہے جو سب سے بڑی اور تہ خانے کی مغربی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔
 (۲) ۸ فٹ چار انچ ۵۰ بلندی ۲۰ فٹ۔ اسی کے پائیں میں۔
 (۳) ایک چھوٹی سی قبر سیڑھیوں سے ملی ہوئی کسی بچے کی ۲ فٹ ۴۰ انچ ۲۰ فٹ۔
 ۱۰ فٹ ۷۰ انچ بلندی ہے۔

(۴) ۷۰ فٹ ۶۰ فٹ ۲۰ انچ۔ بلندی ۳ فٹ ۸۰ انچ۔
 مسجد کا ذکر اوپر آچکا ہے صرف اس کا پیش طاق ہی گہرا ہے۔ سلطان غازی کی
 قبر گویا اسی مسجد کے صحن میں ہے۔ یہ سارا پیش طاق سنگ مرمر کا ہے جو پہلے
 کلمہ ادھر ادھر اللہ اللہ پھر وَاِنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحْداً اَنْس
 کے نیچے اللہ۔ اس کے گرد خط کوئی میں آیات ہیں جو پڑھی نہیں جاتیں پھر

(۱) اِنَّ اَوَّلَ نَبِيٍّ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مَا قَانَ اللّٰهُ غَفِي عَنِ الْعٰلَمِيْنَ -

(۲) خط کو فی - سوائے بسم اللہ کے کچھ ٹر صا نہیں جاتا -

(۳) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا مَا وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا -

ستون سنگ مرمر کے ہیں - فرش گچ کا ہر پہلے سنگ مرمر کا تھا جس کی سلیں کہیں کہیں

باقی ہیں - پیش طاق کا قطعہ ۵ فٹ - ۴ - انچ 12×12 فٹ 2×2 - انچ ہر - حصہ مسجد کے

چھ در وادھر چھ اُدھر بیچ میں پیش طاق ہر - صحن مسجد 4×4 فٹ ہر - والاں کا

مسقف حصہ 4×4 فٹ - پیش طاق کے آگے سنگ مرمر کے چار ستونوں کا

برآمدہ ہر - کمپوٹ وال دس فیٹ اوپری ہر جس میں طاق طاق ہیں اس پر چڑھنے کا

بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہر - اس احاطے کے چاروں کونوں پر برجیاں ہیں - مسجد

کے صحن کے سامنے مشرق رو یہ ایک بیچ درہ ہر جس میں صدر دروازہ ہر اوچے کے

ادھر اُدھر دو در ہیں - سات سیڑھیاں اُتر کے صدر دروازے میں پونہچتے

ہیں - ان سیڑھیوں میں ایک سنگ سرخ کی ہر ایک سنگ مرمر کی - صدر دروازہ مشرق

پٹ چوٹی میں مگر بعد کے - صدر دروازے کے ہر دو جانب بغلی میں ایک ایک درہ

۵ فٹ - ۱۰ - انچ مربع ہر - صدر دروازے کی سیڑھیاں ہیں ہیں - دروازے کی

محراب کی بلندی ۲۲ فٹ - کنگورادو فیٹ - چبوتری ۴ فٹ - ۹ - انچ - جملہ ارتفاع

۲۸ فٹ - ۹ - انچ - چوڑائی دروازے کے بیرونی حصہ کی ۱۰ فٹ - ۵ - انچ - اندر

چوڑائی ۵ فٹ - ۸ - انچ - بلندی اندر سے ۸ فٹ - ۴ - صدر دروازے کی

چوکھٹ سنگ مرمر کی ہر جس کے چاروں طرف کتبے ہی کتبے ہیں ایک کتبہ تو ہم اوپر

لکھ آئے ہیں باقی یہ ہیں :-

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - اِنَّمَا يَمُرُّ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مِنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

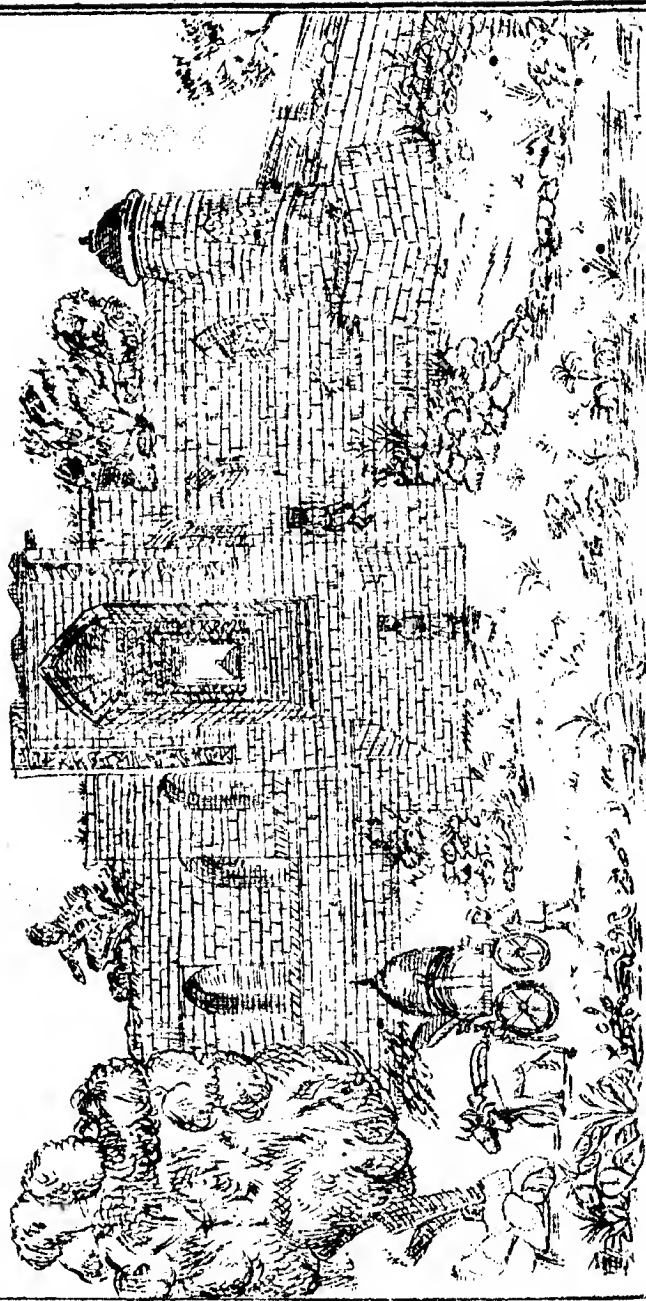
تَا اَنْ يَكُوْلُوْا مِنْ الْمُهْتَدِيْنَ -

(۲) خط کو فی کا وہی کتبہ جو اوپر لکھا گیا -

(۳) بِسْمِ اللّٰهِ اور آیتہ الکرسی تا ہم فیما خال دون -

ہشت درہ | سلطان غازی کی درگاہ سے جنوب رخ سے ملا ہوا سنگ غازی کا

نقشه دروازه سلطان محمود غوری غازی



ایک کھلا ہوا ہشت درہ ، افٹ قطر کا ہے۔ فرش باقی نہیں رہا قبر کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے۔ دروں کے سرول بوجھ سے سب ترخ گئے اس سبب سے ہر در میں ایک ایک فیل پایہ کھڑا کر کے چھت کو اوڑھا لگا دی ہے جس سے چھت تنہم گئی ورنہ کبھی کی گرجاتی۔ آٹھ اصلی در سنگ خارا کے نو فیل پائے نو احداث اب اس طرح سترہ در ہوئے۔ ہشت درہ ہشت پہلو عمارت ہے جس کے گرد ستون کا چوڑا چھبہ تھا جو جا بجا سے گر گیا ایک آدھ سل رہ گئی ہے۔ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس کا مقبرہ ہے۔

منہرہ مکانات

سلطان غاری کا مقبرہ ویرانہ میں نہ تھا جیسا کہ اب ہو چکا آبادی کے بچوں نے یہاں میں تھا یا یہ کہ اس گنبد کی وجہ سے آبادی ہو گئی ہو بہر حال اس کے چاروں طرف دور دور عمارتوں کے کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں۔ گنبد کے پاس ہی دو بڑے بڑے احاطوں میں مکانات پھیلے ہوئے ہیں۔ ان مکانات کی صرف چار دیواریاں رہ گئی ہیں۔ ایک چھوٹی مسجد بھی تھی جس کی صرف غریبی دیوار رہ گئی ہے باقی گر گئی۔

بڑی مسجد

اور ایک بہت بڑی مسجد غار کے مشرق میں ہے جس کی پشت غار کی جانب ہے۔ یہ مسجد بیچ درمی تہرے دالانوں کی ہے۔ باہر والے دالان کا شمالی رخ کا ڈیڑھ گنبد گر گیا ہے۔ مسجد کا طول ۶۰ فٹ اور تینوں دالان ملا کر چوڑا ۲۶ فٹ ہے۔ دروں کی چوڑائی ۱۰ فٹ ۳ انچ ہے۔ تینوں دالانوں کے کل درچوبیس ہیں۔ فرش اور منبر باقی نہیں رہا۔ یہ مسجد سنگ خارا اور چوڑے کی ہے۔

دو محلوں کے کھنڈر

اوپر والی مسجد کے سامنے ایک بڑے عالی شان اور وسیع محل کی چار دیواری کھڑی ہے جس کے اندر دالانوں کمرؤں کو ٹھریوں کی دیواریں کھڑی مکان کی پوری حیثیت

شان اور وسعت بتلاتی ہیں صرف چھت نہیں ہو۔ محن بھی وسیع ہو جس کے چاروں طرف دالان اور پیش دالان تھے۔ اس سے ملا ہوا شمال کی جانب ایک اور محل ہو جو سارے کا سارا گر گیا اب صرف نئے چھت کا ایک دالان رہ گیا ہو جس کے تین در کھڑے ہیں اور ادھر ادھر بنلی جھروں کی دیواریں۔ یہ دونوں محل بھی سنگ خارا اور چونے کے ہیں۔ باقی چھوٹے موٹے گرے پڑے مکانوں کا کچھ شمار نہیں۔

غرض یہ کہ سلطان غازی کا مزار جس طرح اب ویرانے میں ہو کہ انسان کا نام نہیں اکیلے جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو پہلے اس کی یہ حالت دیکھی بلکہ گنگنا آبادی کے بچوں بیچ میں تھا۔

رکن الدین فیروز شاہ اور معز الدین
بہرام شاہ کے مقبرے ۳۸۰ھ

بیس نامور بزرگزمین دفن کردہ اند
کزہستیش بہ زریز میں یک نشان ماند
واں پیرلاشہ را کہ سپردند زیر خاک
خاکش چناں بخورد کرد و آتخاں نہ ماند

رکن الدین فیروز شاہ سلطان شمس الدین التمش کا بیٹا تھا جو باپ کی جگہ شعبان ۳۳۸ھ میں تخت پر بیٹھا۔ وہ تو ملک اعزاز الدین حاکم ملتان کی تنبیہ کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا اس کے پیچھے امراء و ارکان سلطنت نے سازش کر کے جمعہ سلطان رضیہ بلیم کو تخت پر بٹھلادیا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر عجلت و دلی الپس آیا۔ یہاں آکر دیکھا بساط آلت گئی تھی۔ کلوکھری کے میدان میں لڑائی ہوئی گرفتار ہوا اور قید میں ہی ۳۳۹ھ میں مر گیا۔ اس نے صرف ۶ ماہ ۲۸ یوم سلطنت کی۔ مرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی سلطان ناصر الدین محمود شاہ کے مقبرے کے قریب ہی موضع ملک پور میں ایک دوسرے گنبد میں دفن کیا گیا۔ رضیہ بلیم کے بعد ۲۸ رمضان ۳۳۹ھ میں بروز شنبہ معز الدین بہرام شاہ سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا تخت نشین ہوا۔ وہ نے چارہ دو سال ایک چھینے دو دن ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ نظام الملک ہندب الدین اور دوسرے امراء بادشاہ

ڈلی میں محصور کر لیا اور تین مہینے تک ہر روز لڑائی رہی آخر کار بادشاہ کو بکڑ کر
۸ فروری ۱۶۳۹ء میں مار ڈالا اور وہ بھی یہیں ایک گنبد میں دفن کیا گیا۔

شریت سلطنت جہاں جہاں شیرین است
کہ سبھاں از پری او خون برادر ریزند
خون آزادہ دلاں زاز پری ملک مریز
کہ ترانیز ہماں جرعه باغ ریزند

رکن الدین کا مقبرہ معز الدین بہرام شاہ نے ۱۶۳۸ء میں بنوایا اور معز الدین
بہرام شاہ کا مقبرہ غلام الدین مسعود شاہ پسر رکن الدین فیروز شاہ نے ۱۶۳۹ء
میں بنوایا۔ ہر سید و دونوں مقبروں کی تعمیر میں ایک سال کا آگے پیچھے تباہی
لیکن یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکتا کہ رکن الدین کا مقبرہ کون سا ہے اور بہرام شاہ کا
کون سا۔ اسی واسطے دونوں کا ذکر کیجانی طور پر کیا گیا ہے۔ دونوں گنبد
میں بالکل ایک ہی وضع قطع کے ہیں۔ ان کے گنبدوں میں پتھر کی سلیں
لگی ہوئی ہیں جن کے اوپر سترکاری ہے۔ گنبدوں میں آٹھ دریں۔ ہر
گنبد کے گود ایک چھوٹی نشی سنگ بست بست چار دیواری ہے جس کے
مشرقی جانب ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ گنبدوں کے اندراب کوئی قبر
باقی نہیں ہے نہ کوئی کتبہ ہے۔ اگرچہ مہرولی کے گنبد بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں
کا مقبرہ ہے وہ فلاں کا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ ہم کسی گنبد کو کسی ایک
شخص سے مخصوص کر سکیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ دونوں گنبد التمش کے بیٹوں
اور دونوں بھائیوں کے ہیں۔ ان گنبدوں کے ستون تو کسی قدیم عمارت
کے معلوم دیتے ہیں اور گنبد اس کے بعد کے بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔
سٹرٹ بلٹ ان گنبدوں کو فیروز شاہ کے بنوائے ہوئے کہتے ہیں کیوں کہ
ان گنبدوں کی وضع قطع اہل ہنود کے قدیم زمانے کے گنبدوں سے
مختلف ہے چنانچہ انھیں کے بھائی سلطان غاری کے گنبد کو ہی دیکھ لیجئے

جو یہیں پاس کے پاس کھڑا ہو اور جس کی وضع ان سے بالکل الگ ہو اور صاف طور پر یہ گنبد زمانہ مابعد کے بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اور بن کھڑے پتھروں کے بنے ہوئے ہیں جو خاص کر فیروز شاہی طرز تھا البتہ پتھر کی ہی پٹی سلیں جو ستونوں کے اوپر چڑھی ہوئی ہیں وہ اُس زمانے کی نہیں معلوم دیتیں۔ مسٹر بگلر ان گنبدوں کو مسلمانوں کی ایک معمولی طرز کی عمارت بتلائے ہیں کیوں کہ سلطان الشمس کے زمانے سے مسلمان اس طرز سے واقع ہو چکے تھے مسٹر بگلر نے ان مقبروں کی مرمت جو فیروز شاہ نے کرائی تھی اُس کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا۔ خود فیروز شاہ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ”مقبورہ سلطان معز الدین پسر سلطان شمس الدین جو ملک پور میں ہو بالکل گر بڑا تھا حتیٰ کہ قبر کا نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ میں نے گنبد چبوترے اور احاطے کی تعمیر از سر نو کرائی۔ سلطان رکن الدین پسر شمس الدین کے مقبرے واقع ملک پور کے احاطے کو میں نے بنوایا۔ نیا گنبد طیار کرایا اور ایک خانقاہ بنوائی“

تیسرا باب قطب صاحب کے تعلق آباد

پانچ میل کا فصل ہے۔ سیدھی سڑک ہے۔ رستے میں لاٹ سے نکلتے ہی لاڈو سرائے ملتی ہے پھر داہنی طرف دو میل چھ فرلانگ پرسید العیاب کی بستی ذرا سڑک سے ہٹی ہوئی۔ ساڑھے تین میل پر خان پور چوتھے میل پر تیکری یہ دونوں گاؤں بھی سڑک کی سیدھی طرف ہیں اس کے بعد قلعہ تعلق آباد بائیں طرف تعلق شاہ کا مقبرہ داہنی طرف آگے تعلق آباد کی بستی۔ قلعہ سے تین میل آگے بدر پور ہے اور یہیں تعلق آباد نام کا ریلوے اسٹیشن ہے جو قلعہ سے چار میل اور دلی سے براہ ریل بارہ میل ہے۔

حضرت قطب صاحب کا چلہ | لاٹ سے چلتے ہی پہلے حضرت قطب صاحب کے چلے کا سترک مکان ملتا ہے جو بالکل سڑک کے کنارے داہنی طرف ہے

اور لاڈوسرا سے بائیں طرف - یہ ایک لداوی پختہ نماسکان ہی تین در کا ۲۵ فٹ
بلندی محراب ۶ فٹ - تینوں حجرے الگ الگ ہیں پہلا حضرت بابا صاحب
فرید الدین گنج شکر کا چلہ ہی دوسرا حضرت قطب صاحب کا اور تیسرا خالی -
چلہ شریف کے سامنے کا صحن ۱۴ فٹ مربع ہے - شمال کی جانب مسجد کا ایک چھوٹا
ہے - تین درخت نیم کے ہیں - حضرت قطب صاحب کے چلے کے درمیان ہی سلاخیں
لگا دی گئی ہیں - اس احاطے کے دو دروازے ہیں شمال میں ایک دوسرا
جنوب میں دونوں کو لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں - احاطے کی دیوار گیارہ
فیٹ بلند ہے -

لاڈوسرا سے
عرف چٹال پور

چلہ شریف سے دو سو قدم پر بائیں طرف لاڈوسرا
کی بستی ہے لوگ اسے خدا جانے کیونچٹال پور
بھی کہتے ہیں - اس فواح میں سراسے کے نام
پر بہت سی بستیاں ہیں مگر سراسے کسی میں بھی نہیں

شیخ شہاب الدین کی مسجد | یہ ایک بہت بڑی سہ درمی قناتی مسجد ایک وسیع
احاطے کے اندر ہے - دیوار پر برجیاں اور گنگوڑ

بنے ہوئے ہیں - خواجہ شہاب الدین کے نام سے یہ مسجد مشہور ہے - مسجد
کے بڑے احاطے کے اندر ایک چھوٹی سی چار دیواری کے اندر بہت سی قبریں
ہیں - پہلو کے درخت کے نیچے دو قبریں ہیں جن پر زمانہ حال میں کتبے نصب
کئے گئے تھے جو کسی وجہ سے اکھاڑ لیئے گئے - اسی احاطے میں ذیل کی
قبریں ہیں :-

(۱) مولانا شہاب الدین امام اول سلطان المشایخ - آپ شیخ فرید الدین قدس سرہ کے
فرزند تھے علوم و فنون و فضائل سے آراستہ -

(۲) رکن الدین امام دوم ایضاً

(۳) شیخ شہویدک (۴) فرید الدین چاک پڑاں -

۱۷ شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ الاسلام باباؤ الدین صاحب
(بقیہ نوٹ بطور آئندہ)

سجودہ راستین بہاؤ الدین است۔ در نماز کے صوفیہ کہ یکے از مریدان ایشان تعقیف کرده است
 ذکر اولہا یہی کہ در مجمع الاخبار می نویسد من ملفوظات فی بعض رسائل الی بعض المریدین مقرر است
 عزیز باد کہ مجموع آدمی عبارت است از دو چیز صورت و صفت و حکم و صفت راست نہ صورت را
 ان الله لا ينظر الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا
 بلکہ وہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو) انا ظہور حکم صفت بسبیل تحقیق خبر در دار آخرت صورت نہ ہند
 و چہ انہا حقائق اشیا ظاہر گردد و این صورت متلاشی شود و بہر کس را در صورتیکہ ظاہر صفت او باشد
 حشر کنند چنانچہ بلعم باغور با چنداں طاعت در صورت سکے بر انگیزند فمثله کمثل الکلب داس
 کی مثال کہتے کی سی ہے) و چہیں صاحب ظلم و تقدیری غوغی را در صورت گرگے بنید و صاحب کبر در
 صورت پتنگے و صاحب بخل و حرص در صورت خوکے فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم
 حیا نیک (جو بہر ویزی آنکھوں پر پڑا نقاب ہم نے تیرے داس پر دے کو تجھ پر سے ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی نیز
 معلوم ہوتی) جو۔ و این باشد و تا آن گاہ کہ مروج ازین اوصاف و صمیمہ تزکیہ نماید ہنوز در اعداد
 بہائم و سبع است اولئک کما لا تعلم کی عدم اخصل (یہ لوگ پارہ پا یوں کی مثل ہیں بلکہ
 ان سے بھی گئے غند سے جوے) و تزکیہ نفس حاصل نشود مگر بہر التماس و استعانت و حضرت
 عزت و ما ابرئ نفسی ان النفس الامارۃ بالشوء الا ما رحمہ ربی ان کفی
 انفسا رحیم (میں بھی کہہ رہا ہوں) اہی است نہیں کہ اس (و جسوں کی طرح یہاں ماں ہیں کیوں کہ کھنکھ و افسانہ آدمی کی
 نفسوں رحیم (جو کہ یہ دیکھتا ہے ان کے گنہگاروں کو کہ وہ گنہگار ہیں کہ یہ گنہگار ہیں کہ یہ گنہگار ہیں) والا ہر مان بڑے
 تا فضل و رحمت او دست گیری می کند تزکیہ حاصل نشود و لو کہ فضل اللہ علیکم و رحمۃ ما رکے
 منکم من احد اہلک و علامت ظہور این فضل و رحمت آنست کہ او را بیعوب نفس غرضی نکند و
 بدو سے از انوار عظمت الہی کہ ہمہ کمونات و جنب آں متلاشی است بر ورونہ او بناید تا ہمہ دنیا و
 بندگی مائے آن در نظر او خاک بود و الی آزاد دل و ہر سنگے ٹاند چون این حالت بر ورونہ مستولی
 گشت ہر آئند از اوصاف سببی کہ ارباب دنیا بدان گرفتار اند اور انفرت آید و خواہد کہ بجائے آن
 اوصاف اخلاقی ملکی روئے نماید چنانچہ بجائے ظلم و غضب و کبر و بخل و حرص ہمہ غفور و عظیم و تواضع و عفو و
 و ایثار و پدید آید و ہنوز این ماملت طلب عقیقی راست کار طالعمان حق بالا ترازین است تتخلقوا
 باخلاق اللہ (اللہ کے سے اخلاق اختیار کرو) ایشان را مسلم است فہم ہر کس بدان نرسد
 عہدیت ممر کہ نگیرم بجز تو دوست شریعت ممر کہ خواہم مجسمہ تو بسج
 و نیز در مجمع الاخبار می گوید کہ شیخ رکن الدین در بعض رسائل خود کہ بہ بعضی مریدان فرستادہ نوشتہ است
 او را کہ تیرے فضل و اہمیت ہمہ ہر نام تو میں سے کوئی کہی بھی پاک (وصاف) نہ ہوتا، بقیہ ذلت بر صفو آئندہ۔

شیخ مخدوم حیدر کا مقبرہ

لاڈو سراسے کے پاس ہی شترک کی داہنی طرف ایک معمولی سا گنبد ۱۹ فٹ مربع شیخ مخدوم حیدر

کسی بزرگ کا ہر جن کو حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کا ایک ہی چھوٹا سا دروازہ اور اندر ایک ہی قبر ہے۔ آپ کا عرس دہلی کے صابن گر لوگ کرتے ہیں آپ کے پچھواڑے زیر سامت شاہ طیفور شامی کا مزار ہے۔

سید العجائب یا سید الحجاب

اب سید العجائب نام کا گاؤں ہے۔ بعض ٹکے پر سے لوگ صحیح نام سید الحجاب کہتے ہیں حاجب کے

معنی تو دربان کے ہیں لیکن حاجیوں کے سیر قافلہ ہونے سے انہی رنگ کا یہ نام پڑا ہے۔

(تخلیوٹ برصغور شریعت)

شیخ رکن الدین بایں کلمہ رفع تو جم او کرد و اور ازیں توقع نامید ساخت۔ ایک بار شیخ رکن الدین در مرض بہجت عیادت شیخ نظام الدین آمد فرمود کہ عشرہ ذی الحجہ است ہر کس بہجت دریافت سعادت حج سعی ہی کند من سعی کردم تا سعادت زیارت شیخ المشایخ دریابم۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین رحلت فرمود و نماز جنازہ را شیخ رکن الدین حاضر شد و گفت کہ ظاہر اکملت آل کہ ما رسہ سال در دہلی و شتند حصول این نعمت بود و در ادنی مدت رجوع بوطن اصلی فرمود۔

۲۷ شیخ مسعود یک از اقرباے سلطان فیروز است نام اصل او شہر خان است و لباس اغنیاء و اہل دولت بود ناگاہ جذبہ از جذبات حق گریباں گیر حال او شد و بخدمت درویشان و طبقہ حجت ایٹان آمد مرید شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام شد۔ بغایت حالت سکا داشت و می ازستان باوہ و حدت فہم مکنانہ خزانہ حقیقت است سخن ستانہ می گوید۔ در سلسلہ چشتیہ پیچ کس این خنیر امر حقیقت را فاشش گفتہ و سنی نکرہ کہ او کرو گونید کہ اشک او بجد سے گرم بود کہ اگر بدست کیے می افتاد می سوخت۔ و در علم تصوف و توحید لغنیفات بسیار وارد و دیوان و اشعار وارد و قصائد و غزل و باقی اقسام سخن در کتاب او موسوم ہے بہتیدات است اکثر قصائد و اشعار امیر خسرو را جواب گفتہ اگرچہ در بعضے مواضع طریقہ شاعری نامرئی مانده اما بعضے سخنان متین شاعرانہ نیز آمدہ۔ مرآۃ العارفین نیز از تصنیفات اوست (از اخبار الاخیار)

۲۸ فرید الدین چاک پڑاں۔ آپ کا حال کسی کتاب میں نہیں ملا لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر حالت بہت شدت سے طاری ہوتی تھی اس واسطے آپ کے گلے میں کھلکا چاک ڈال دیتے تھے کہ اس کو بھی لیکر آپ اُڑ جاتے تھے واللہ اعلم بالصواب

کسی کتاب میں آپ کا حال احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔ اس گاؤں میں سوا ہندوؤں کے مسلمان کا نام نہیں ہے۔ موضع سے بجانب شمال کوئی ایک میل پر ایک اونچے ٹیلے پر ایک پختہ چوڑا ۱۲۰ × ۸۰ کا بنا ہوا ہے جس کے بیچ میں پانچ قبریں سنگ خارا کی ہیں اور تین چولنی۔ دو قبروں کے بیچ میں جو ایک قبر ہوا سے سید العجائب کی بتلاتے ہیں لیکن کوئی کتبہ نہیں۔ چوڑے کے مغربی رخ پر ۹۰ × ۲۰ دیوار ہے جس میں جالیاں بنی ہوئی ہیں جو شکل ایک قناتی مسجد کی ہے۔

اب گاؤں میں چلیے تین چھوٹے چھوٹے گنبد برابر برابر ایک ہی لین میں ہیں جن میں گاؤں کے لوگ رہتے ہیں باقی گرمی پڑی عمارتوں کے کھنڈر ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں۔ گاؤں کے پچھواڑے ایک دو گہی پختہ سہ دری سنگ خارا کی مسجد ۳۱ × ۱۰ فٹ ۳۰ انچ ہے جس کے اندر وار کو چھ برج ہیں سب کھنڈ ہوئے۔ یہیں سنگ خارا کا ایک بارہ کھمبہ دار بنا ہوا ہے بینڈ سٹینڈ کی طرح کا جس کے اندر تین قبریں ہیں مسجد کے سامنے ایک وسیع صحن قبرستان کا ہے جس میں سنگ مرخ کی تعوید کی متعدد قبریں ایک ہی کینڈے کی ہیں اور بہت پرانی ہیں جن پر کلمہ طیبہ اور سورہ اخلاص کندہ ہے اور جن پر خاص کتبے ہیں وہ ہم نقل کر دیتے ہیں :-

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ غَفِيْرٌ اَلْعَفْوُ قَاغَتْ عَنْ عَبْدِكَ اَلْمُسْفِيْنَ عَلٰی نَفْسِهٖ
(۲) حُطِّبَتْ بِهٖ الْمَعْرُوْفُ مُحَمَّدٌ ابُو بَكْرٌ بَنِیْ مَعْرُوْفٌ بَنِیْ وَحِيْدٍ الْعَرَبِیِّ
(۱) يَا كَرِيْمُ الْمَعْرُوْفُ يَا قَدِيْمُ الْاِحْسَانِ -

(۲) اَحْسِنِ اِلَيْنَا يَا اِحْسَانُكَ الْقَدِيْمُ -
(۱) اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
الدِّیْنُ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ تَا قَاتِ اللّٰهُ سَرِنَعِ الْحِسَابِ - بارہ (۳) سورۃ آل عمران
(۲) آیۃ الکرسی پوری -

(۱) شَهِدَ اللّٰهُ اَنْهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ تَا و
هو العزیز الحکیم

(۲) سَرَبَتْنَا سَرَبًا سَرَبْنَا اَنْبِیَہٗ فِی الْاِسْلَامِ تَبَا تَا حَسَنًا وَاَسْکِنَہٗ جَنَّۃً حَسَنًا
يَا حَسِيْنَ الْخَاصِّ اَحْسِنِ اِلَیْہِ وَاَجْعَلْہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ حَسَنًا -

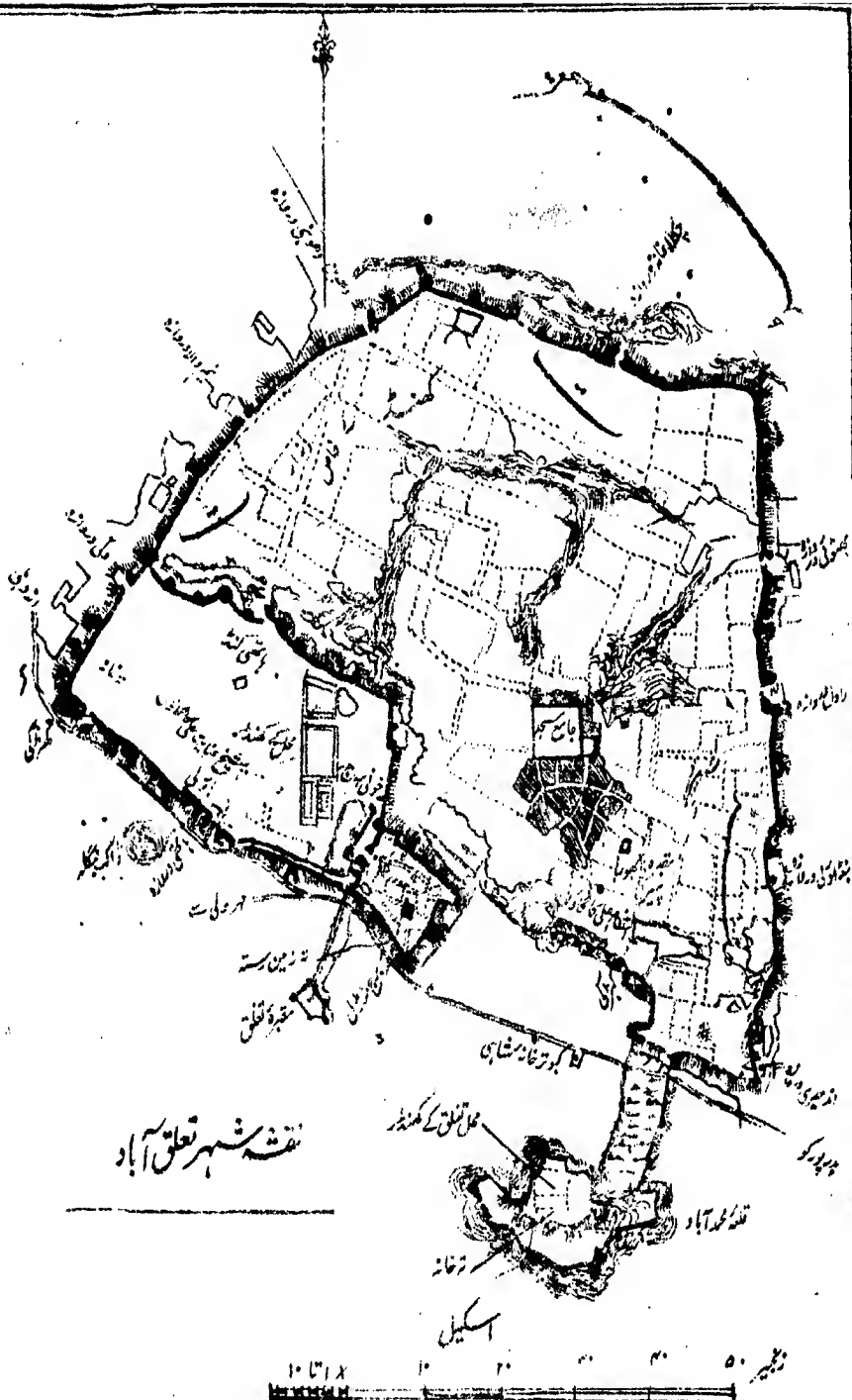
نام کے لحاظ سے یہ قبریں عربوں کی معلوم دیتی ہیں اور وضع قطع بہت پرانی ہی چنانچہ مومن خیر کو کو دھیوں کے اُس کے مقبرے کے سامنے جو مسجد کا دروازہ کہلاتا ہے۔ بحسنہ اسی طرح کی ایک قبر ہے۔

از بلندی شرفِ قوتِ نتواں کرد
آتش دید باں ز نورِ نعل

قلعہ اور شہر تغلق آباد

از ۱۳۶۱ تا ۱۳۶۳

یہ قلعہ اور شہر دہلی کے جنوب رخ پر چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اسے نام کا جی۔ آئی پل ریلوے کاسٹیشن ہے مگر وہاں سے بھی چار میل کا فصل ہے اور رستہ خراب لہذا جانے والے زیادہ تر قطب صاحب ہو کر جاتے ہیں۔ یہ مقام پہلے بلب گڑھ کے راجہ کے علاقے میں تھا۔ غدر ۱۸۵۶ء میں راجہ کی بغاوت کی وجہ سے کمار نے ضبط کر لیا۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس قلعے اور شہر کی بنیاد ۱۳۶۱ء میں ہی ہوئی اور تکمیل ۱۳۶۳ء میں ہوئی۔ دارالسلطنت دہلی کا ایک بعد و گھر ہے یہ چوتھا شہر تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ پہلا شہر پرانی دلی یہ راجہ پتھور کا قلعہ تھا۔ دوسرا کلوکری یا نیا شہر۔ تیسری سیری اور چوتھا تغلق آباد۔ فرسٹ صاحب نہایت واجبی طور پر اس کو ”افغان حکمرانوں کا ایک عظیم الشان قلعہ“ لکھتے ہیں۔ اس قلعے کی شکل مثلثی قاعدہ مشتمل ہے جس کے تین چھوٹے ضلعے مشرق مغرب اور جنوب میں ہیں۔ جن میں کا ہر ایک ضلع تین چوتھائی میل سے کچھ بڑا ہے۔ جانب جنوب اس شکل کا قاعدہ دیکھ سیکل لمبا ہے جس کے برابر برابر خندق دوڑی ہوئی ہے جو ایک بڑا تختہ آب ہے جس کے جنوب و مشرق کے کونے میں ایک عالی شان کٹہ (بند) باندھ کر پانی کو روک دیا کرتے تھے آماوکا سا را دور چار میل سے صرف ایک ہی فرلانگ کم ہے۔ قلعہ ایک مرتفع پہاڑی ٹیلے پر واقع ہے جو چاروں طرف سے پہاڑی دروں سے گھرا ہوا ہے۔ صرف ایک ہی طرف نشیب ہے جو غالباً خشک شدہ تالاب کا شکم ہے۔ قلعے کی تفصیل بڑے بڑے بھاری پتھروں کی ہے جو غیر معمولی جسامت کے ہیں۔ فصیلوں میں



میں دو متر لہ برجی دار حجرے بنے ہوئے ہیں۔ اس فصیل میں سب سے بڑا بھاری پتھر جو جنرل صاحب نے دیکھا وہ $۲ \times ۲ \frac{1}{2}$ لمبا اور ۱×۱ اونچ چوڑاں میں تھا۔ جس کا وزن چھٹن یعنی ۱۶۸ من سے زیادہ ہوگا۔ جس ہیاڑی پر قلعہ بنا ہوا ہے اس کا جنوبی رخ ڈھلواں ہے اس مقام کی فصیل ۴۰ فٹ اونچی ہے۔ جس میں جا بجا بندوق مارنے کی جھانجیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن پر سات فیٹ اونچا کنگورا ہے۔ اس اونچی فصیل کے عقب میں ایک اور ۵ فٹ اونچی فصیل ہے اور جہاں نشیب آگیا ہے بلندی یکساں کرنے کو فصیل کی بلندی ۹۰ فٹ تک پہنچ گئی ہے۔ جنوب و مغرب کے کونے میں بالا حصار سارے قلعے کے چھٹے حصے میں ہے اور اسی میں ایک بہت بڑے عالی شان محل کے کھنڈر بھی نظر آتے ہیں۔ فصیل کے اندرونی رخ پر لداؤ کے متعدد حجرے ہیں جو بقول جنرل کنتاکم قلعے کی فوج کے رہنے کے کو اڑ رہے تھے۔ فصیل کے بعض حصے برج اب بھی بالکل درست حالت میں ہیں۔ فصیل کا رخ اندوار کو مڑی ہوئی کی طرح کا و دم ہے۔ قلعے کی وسعت۔ اس کی نئے انتہا مضبوطی اور چھتر کو دیکھوئے انتہا مستحکم اور پائدار۔ تعلق آباد کی عمارت کی نسبت ایک تعجب خیز عظمت شان و شوکت۔ کا خیال پیدا کرتا ہے (از آرکیالوجیکل رپورٹ جلد اول صفحہ ۳۱)۔ کیپٹن آرچر لکھتے ہیں کہ ”تعلق آباد کو دیکھتے ہی اس کی حالت ظاہری شان و شوکت و عظمت کا ایک ایسا نظارہ پیش نظر ہوتا ہے کہ میں نے اس سے بڑھ کر اور کھیں نہیں دیکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ پتھروں کے اتنے بڑے بڑے ٹنڈ (ڈھیم) کیوں گھڑے گئے ہوں گے اور کس طرح (اوپر چڑھا کر) اپنے اپنے موقع سے جمائے گئے ہوں گے۔ تھارنٹن گزیٹر میں لکھا ہے کہ ”قلعے کی فصیل ایسی عظیم الشان ہے کہ اس کو اگر کبھی کچھ زوال آسکتا ہے تو بجز زلزلے کے اور کوئی حادثہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ فریٹکلن صاحب لکھتے ہیں کہ ”قلعے کی حفاظت نہایت مضبوطی سے مورچوں اور برجوں سے کی گئی ہے۔ قلعے کے اندر ہی شاہی محل بھی تھا۔ خطرے کے وقت شاہنشاہ یہاں ہر طرح محفوظ و معصوم تھا کیوں کہ اس قلعے کی چڑھائی اب تک بھی بہت موڑ توڑ کی اور مشکل ہے۔ چٹانوں کی ڈھلان کی

وجہ سے وہاں تک پہنچنا ہی مستحذر ہے۔ قلعے کے پائین میں ایک بڑا وسیع اور عمیق تالاب ہے۔ جس سے ساری فوج کو پانی میسر آتا تھا۔ قلعے کے کھنڈروں پر سے جو اندازہ اُس وقت کی عمارت کا کیا جاسکتا ہے اُس کی نسبت مسٹر بگلر لکھتے ہیں کہ ”صحن کی تین طرف اور بعض جگہ چاروں طرف مکانات ہی مکانات تھے۔ ہر مکان کی چار دیواری کے اندر جانے کا ایک ہی دروازہ تھا۔ عموماً دروازے کے سامنے ایک والان ۲۲ x ۱۲ ہوتا تھا اور والان کی دونوں طرف دو دو کوٹھریاں ہوتی تھیں جن کا رستہ والان اور صحن میں نکلتا تھا۔ بعض جگہ والانوں کے پیچھے وار بھی متعدد چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہوتی تھیں۔ ہر کمرے میں کئی کئی طاق رہتے ہیں لیکن باہر کھلتی ہوئی کوئی کھڑکی نہیں ہوتی۔ قلعے کے صدر دروازے کی چڑھائی بڑی سخت اونچی اور پتھر ملی ہے۔ چوں کہ قلعے کے اندر کی اکثر عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں تو اُن کے بلبے سے رستہ اور بھی اٹ گیا ہے۔ یہ چڑھائی ایسی بے ڈھب ہے کہ چڑھتے چڑھتے دم چڑھ جاتا ہے۔ صدر دروازے بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیلوں سے پٹے ہوئے ہیں جو پاس کے پاس اسی پہاڑ میں سے تراش لیے ہیں۔ قلعے کے کل تیرہ دروازے ہیں اور بالا حصار کے تین اس کے سوا۔ سرسید جو روایتوں کی بنا پر بیشتر لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہر اور قلعے کے ملاکر (۵۶) کوٹ (برج) اور (۵۷) دروازے تھے۔ لیکن جنرل کسٹنگم کا قول اس کے خلاف ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ تغلق آباد میں سات تالاب ہیں اور بڑی بڑی عمارتوں کے کھنڈروں کا تو کوئی شمار نہیں مثلاً جامع مسجد اور برج مندر۔ جنرل کسٹنگم صاحب تغلق آباد میں برج مندر کا ہونا تسلیم نہیں کرتے اور سرسید بھی اس نام کا مندر جہاں پناہ میں ہونا کہتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے جس کی صراحت اپنے موقع پر آئے گی۔ فرینکلن صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہاں تین بڑی بڑی باولیاں بھی ہیں جو اب بھی درست حالت میں ہیں۔ یہاں بڑے بڑے پختہ تہ خانے بھی ہیں جو بیس سے لے کر چالیس چالیس

قلعہ کے ایک برج کا نام شیر منڈل ہے دروغ تغلق آباد کہاں اور بچے منڈل کہاں۔ بچے منڈل کا

سیلزمین سے گہرے ہیں۔ شاہی تہ خانے میں چھ مدور کمرے ہیں جنکی چھت محلوں پر تھی ہوئی ہو اور چھت میں دو فیٹ قطر کا روشن دان بھی ہو۔ یہ کمرے بیس بیس فٹ قطر کے ہیں جو گرمی میں سرد خانے کا کام دیتے تھے۔ ان کمروں کے ساتھ ۳۰×۴۰ کے پختہ سنگ بست ۸ حوض بھی ہیں۔ علاوہ دو بادلیوں کے تیسری بادلی بالاحصار کے پاس ہو۔ بالاحصار تو بالکل تباہ اور نرا کھنڈر ہی کھنڈر رہ گیا ہو۔ بالاحصار کے پیچھے کا حصہ تو شاید کبھی آباد رہا ہو تو رہا ہو۔ قلعہ جس قدر دور سے بجائی بھلے اور شان دار عظیم الشان معلوم دیتا ہو اندر جا کر اتنی ہی مایوسی ہوتی ہو کہ بجز ٹوٹی پھوٹی عمارتوں۔ کھنڈروں اور سٹی پتھر کے ڈھیروں۔ ویرانی اور تباہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سیاح جب اس ہیبت ناک نظارے کو چھوڑ کر باہر نکلتا ہو تو پھر عالی شان فصیل سرخشاہک مورچوں کو دیکھتا ہو اور اس کی نظروں کے سامنے وہی سما پھر جاتا ہو کہ اسدا کبر جس قلعے اور شہر کی بیرونی حالت ایسی پر شوکت و شان ہو اس کے اندر کیا کچھ نہ رہا ہوگا۔ کبھی تو قلعہ تھا اور یہ ایک بڑا بھاری شہر یا ایسی بساط الہی کہ آج صرف گوجروں کا ایک کم حیثیت گاؤں رہ گیا۔ جس کا نام صرف اُن اُبڑے پٹڑے مکافوں اور کھنڈروں کی بدولت چار دانگ عالم میں مشہور ہو اور دور دور سے لوگ زمانہ گزشتہ کی شان و شوکت غرست و جبروت کی اس عجیبی گری پڑی باقی ماندہ یادگار کو دیکھنے کے لیے برابر چلے آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اور حسرت و افسوس کرتے ہیں کہ فنا کے زبردست ہاتھوں کے سامنے سب خاک ہو۔

۵ زمین مہین گل کھلاتی ہو کیا کیا۔ بدلتا ہو رنگ آسماں کیسے کیسے جو بیان قلعہ تغلی آباد کا اوپر لکھا گیا وہ اس ویرانے کی بہت عمدہ تصویر ہے لیکن بطور قنیشنگ چچ (کیفیت مختتم) کے اتنا اور لکھا جاتا ہو کہ گو قلعے کے متعدد دروازے ہیں مگر سڑک کی جانب جو دروازہ ہو وہ تو بالکل معمولی سنگ خارا کا ہو اور اتنا بلند بھی نہیں کہ اس میں سے ہاتھی جا سکے سیڑھیاں ساری ٹوٹ پھوٹ گئیں قلعہ تک پہنچنا بھی وقت طلب ہو۔ دروازے سے آگے بڑھنے کے بعد بائیں طرف ایک بڑا عمیق وسیع گڑھا ملتا ہو جس میں اب زراعت ہوتی ہو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی تالاب تھا جو خشک ہو گیا ہو کہتے ہیں کہ نہیں یہاں پہاڑ تھا

اسی کو کاٹ کاٹ کر قلعے کے لیے پتھر لیے ہیں اس وجہ سے یہ گرٹھا ہو گیا ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو مگر یہ گرٹھا قدرتی طور پر چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور ایک بنا بنا یا مضبوط اور قدرتی بند کا تالاب ہے۔ اس کے بعد پھر ایک دروازہ ملتا ہے اس کے اندر سے قلعے کی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے یہیں ایک قلعہ خانچہ کی چھوٹی سی شکستہ مسجد ہے لیکن قلعے کی وسعت اور مکانات کی کثرت کے لحاظ سے بڑی مسجد اور کوئی رہی ہوگی جو ہم کو نہیں ملی۔ پہلے ہم منب سے اونچے برج پر چڑھے جو شیر منڈل کہلاتا ہے اور اچھی حالت میں ہے اس پر سے سارے قلعے کی عمارتوں کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں اور دور دور کا نظارہ ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ قلعے کے اندر کی ساری عمارتیں کیا چھوٹی کیا بڑی سب کی چھتیں گر گئی ہیں چار دیواریاں کھڑکی ہیں والان پیش والان کو ٹھریاں غسل خانے پائخانے۔ در اندر کے چھوٹے دروازے اور باہر کے بڑے پھاٹک سب موجود ہیں مگر بھیت کسی کی نہیں خدا جانے چھتوں پر کیا آفت آئی تھی۔ مکان چھوٹے معمولی حیثیت کے اور بڑے بڑے محل کی منزلہ اور دو منزلہ اور بعض سہ منزلہ سب قسم کے ہیں بعض مکعبیت بڑے بڑے محل ہیں بعض چلی خالی محرابیں کھڑی ہیں۔ جا بجا خانے بھی ہیں۔ معمولی حیثیت کے لوگوں کے مکانات بھی ہیں اور امراء کے عالی شان محل بھی۔ ساری عمارتیں سنگ خارا کی چوڑے سے بنی ہوئی ہیں اور مکانات کی وہ کثرت اور کیچ بچ ہو کہ تل و حرنے کو خالی جگہ نہیں۔ پہلے ضرور سڑکیں اور رستے ہوں گے مگر اب تو ساری جگہ کو جھاڑیوں اور کانٹوں نے گھیر لیا ہے۔ مکانات جو گر گئے ہیں ان کے طبقے اور پتھروں نے رہا سہا رستہ بھی بند کر دیا اور ایسی چٹیلش ہو گئی ہے کہ قدم دھرنا محال ہے۔ فصیل کے بڑے بڑے برج بعض قائم ہیں بعض گر گئے کچھ گر رہے ہیں۔ فصیل بھی جا بجا سے گر گئی ہے مگر پھر بھی بہت بڑا حصہ قائم و برقرار ہے اسی میں مقررہ فصل سے برج بنے ہوئے ہیں عمارتوں کی موجودہ حیثیت سے نزاکت اور نفاست نہیں معلوم ہوتی۔ صدر دروازہ بھی بچتا ہے جس میں بڑی بڑی لمبی لمبی کڑیاں لگی ہوئی ہیں اور انہیں کڑیوں کا پٹاؤ بھی ہے۔ شیر منڈل کے برج پر سے دیکھو تو دلی کا سارا شہر اور عمارتیں صاف نظر آتی ہیں۔ شمال مشرق کی طرف ریل دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے اور اُس کے پیچھے اوکھلا

شمال کی طرف کا لکناجی کا مندر۔ درگاہ حضرت نظام الدین کا گنبد۔ کلوکھری کی ریوٹیشن
 ہمایوں کے مقبرے کا انڈے کی طرح کا سفید سفید خوش نما گنبد پرانے قلعے کی فصیل کا
 کچھ حصہ۔ جامع مسجد کے مینار۔ لال قلعے کے دائرے ٹیگراف کے اونچے اونچے
 کنبے۔ صفدر جنگ کا مقبرہ۔ راسے سینا کی عمارتیں وغیرہ وغیرہ۔ اب کم سے کم
 اتنا چاہیے کہ قلعے کے اندر کے کھربے ہوئے پتھر ایک طرف کر دئے جائیں کچھ
 جھاڑی کٹوا دی جائے کہ ذرا چلنے کا راستہ نکل آئے اب تو بے ٹھوکر کھائے اور
 ہاتھ پاؤں زخمی کیئے کے دو قدم چلنا مشکل ہو۔ شیر منڈل کے پاس ایک بہت بڑی
 سنہریہ باؤلی ہو ۱۱۱ x ۷۷۔ اور ستر فیٹ گہری جو دھ گئی ہو اور شکم جھاڑ جھکا کر
 سے اٹ گیا ہو۔ یہ باؤلی سنگ خارا کے بڑے بڑے ڈھیموں سے بنائی گئی ہو
 اور سنگ خارا کی بندش چو طرف ہو۔ پہلے سیڑھیاں بھی ہوں گی جن کا اب صرف نشان
 رہ گیا ہو۔ باؤلی مستطیل ہو۔ شمال اور جنوب کے دو طرف کی بندش کی دیواریں اب تک
 باقی ہیں اور یہی اُس کا طول ہو مشرق مغرب عرض کی دیواریں دھ گئی ہیں۔ یہیں ایک
 بڑی بھاری لمبی اور گہری سرنگ ہو جو ایک طرف بدر پور روڈ کی جانب ملے کے
 باہر نکل گئی ہو اور دوسرا رخ اُس کا خدا جانے کہاں تک گیا ہو۔ سرنگ کا ایک
 دروازہ ہو تھوڑی دور تک دو طرفہ طاق نما حجرے بنے ہوئے ہیں مگر تاریکی کے
 سبب سے اندر جاتے ڈر لگتا ہو۔ آگے چل کر حجروں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہو نرمی
 سرنگ چلی گئی ہو جو تھوڑی دور آگے بڑھ کر ٹیم گئی ہو۔ سرنگ میں بالکل اندھیرا
 ہو لائٹین ساتھ ہونا ضروری ہم دیالائیاں کھینچ کھینچ کر ٹوٹل ٹوٹل کر قدم بڑھاتے تھے
 پچاس سیڑھیاں اتر کر ہم کھڑکی میں پونہچے۔ شروع شروع میں تو کچھ اجالا ہی پھر
 اندھیرا کھپ سیڑھیاں کچھ درست ہیں کچھ شکستہ جو درست ہیں اُن پر بھی روڑے
 گر کر پاؤں نہیں جبتا۔ پہلے تو ہم سیدھے چلے آئے اندھیرے کے ساتھ سر پر
 چٹان بھی آگئی بیٹھ کر کھسٹنا پڑا اب کھڑکی آئی جان میں جان آئی تاریکی سے روشنی
 کی نعمت پائی۔ کھڑکی کا پٹ پتھر کی سلوں کا ہو اُس کے پیچھے سیٹھ اٹ جانے سے
 برابر نہیں کھلتا کچھ بھڑا ہوتا ہو دہلا پتلا آدمی تو خیر معمولی جسامت کا آدمی آڑا تر چھا
 ہو کر دب و بار نکل جاسکتا ہو مگر موٹے آدمی کا گزر نہیں اب ہم قلعے کے دامن

میں آگئے پھر یہاں میسر صیاں بیچی لٹ بھٹ گئیں غرض پھسلتے پھسلاتے سڑک پر پہنچے
کیوں کہ قلعہ بالکل سڑک سے ملا ہوا ہے۔ قلعے کے دروازے اس وقت جو شہوڑ میں
وہ یہ ہیں۔ چکلا خانہ دروازہ۔ دھوبن دھوبنی دروازہ۔ نیم والا دروازہ۔ سوئی دروازہ
کھڑکی دروازہ۔ ہاتھی دروازہ۔ اندھیری دروازہ۔ بنداولی دروازہ۔ راولی دروازہ
بھٹولی دروازہ۔ کھجور والا دروازہ۔ چوک دروازہ۔ ہوڑی دروازہ۔ لال گھنٹی دروازہ
گھنڈ دروازہ۔ طلائی دروازہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

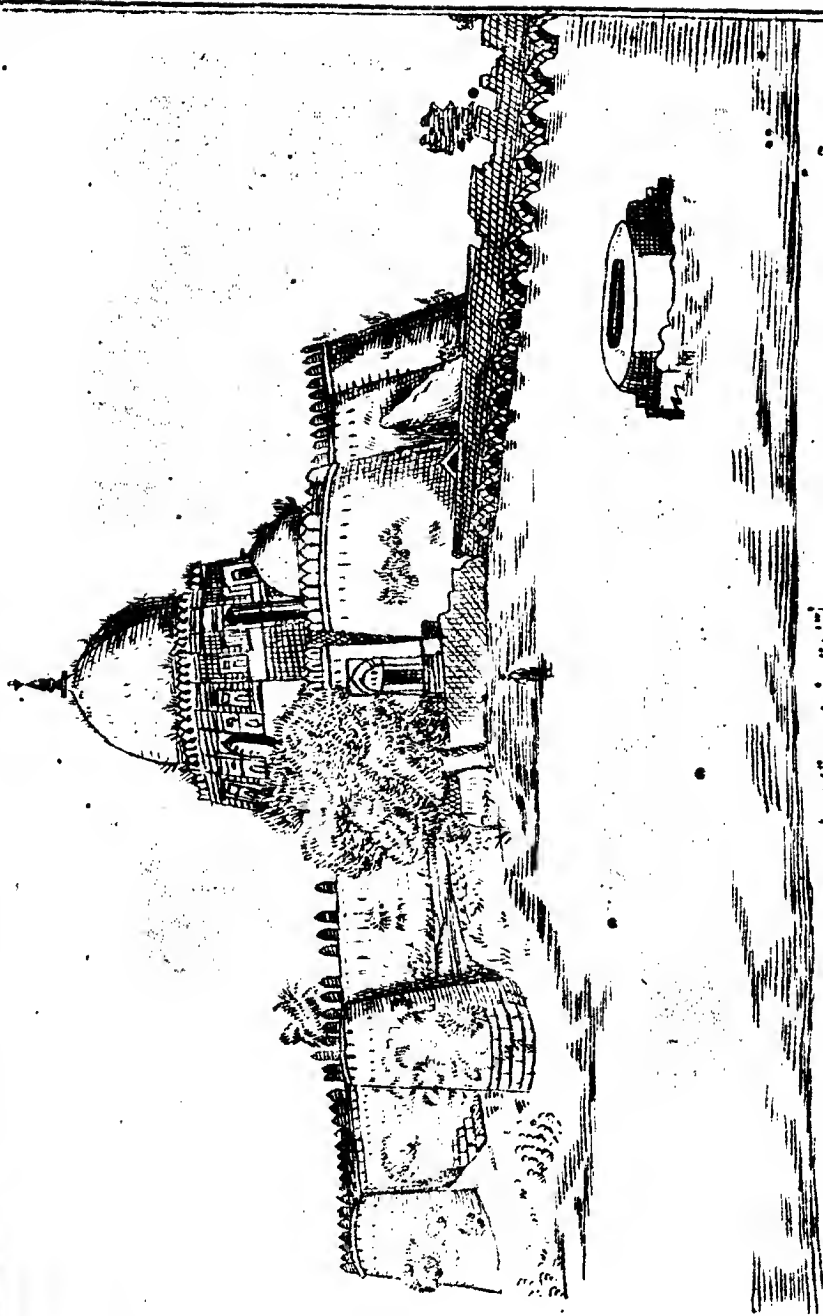
مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

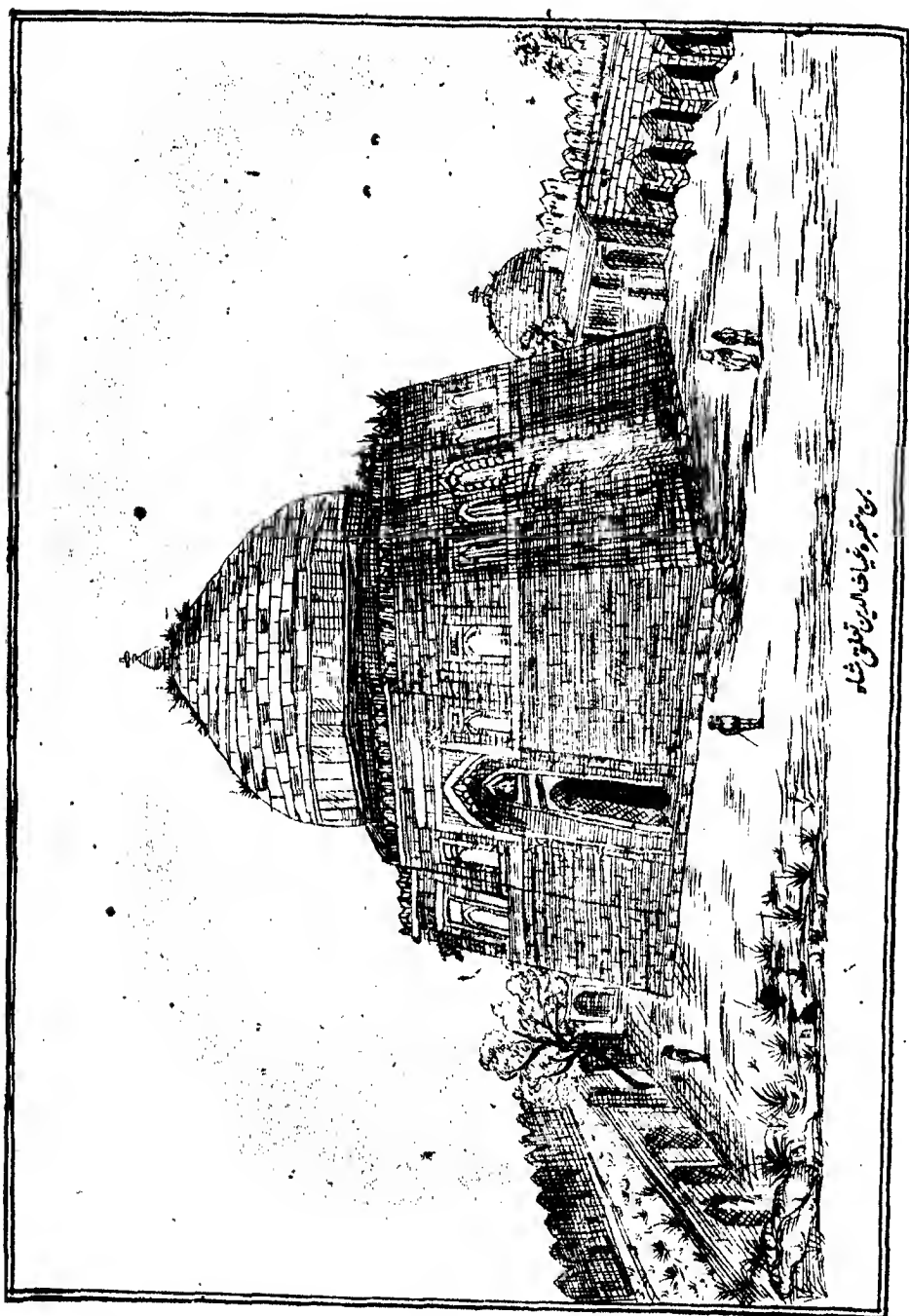
۲۵-۲۱ء
۲۵-۱۳۲۰ء ہجری

ایں دہر کہ بود مدتے منزل ما
نامد بجز از بلا و عسّم حاصل ما
افسوس کہ حل نہ گشت یک مشکل ما
رفقیم و نیز از حسرت اندر دل ما

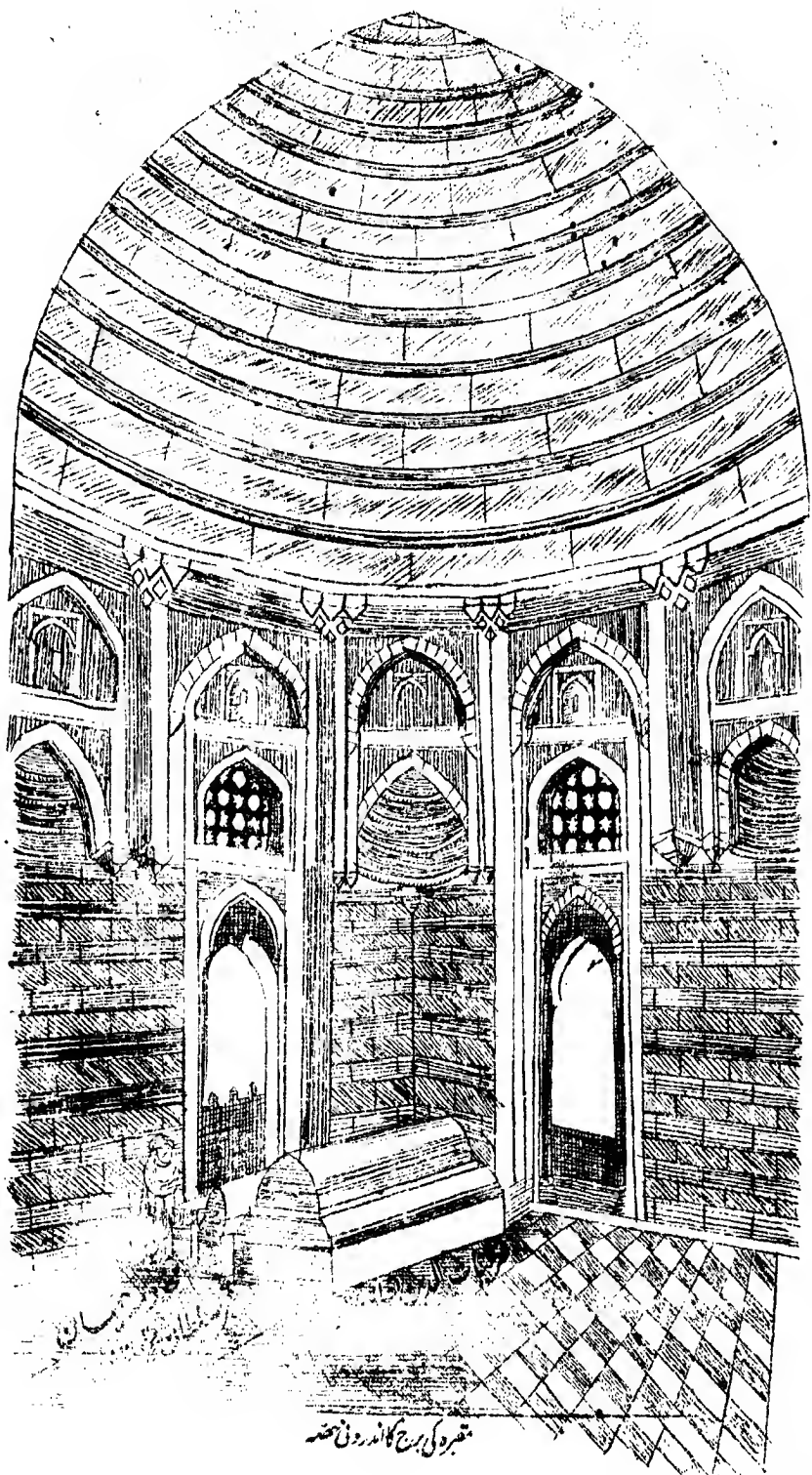
اس بادشاہ کا مزاج عجیب و غریب اور انوکھا تھا۔ لیکن بڑا جفاکش اور جرمی تھا
اس نے مغلوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور بیاباں چار حملوں کا منہ اس زور و شور
اور قتل عام سے پھیرا کہ مغلوں کے پرچے اڑ گئے اور وہ ایسے مرعوب ہوئے
کہ پھر اس بادشاہ کی زندگی تک تو مغلوں نے ہندوستان کا رخ بھی نہ کیا۔ اس
بادشاہ کی غایت درجے کی جرات۔ ہمت اور استقلال کے ڈنکے دنیا میں بج گئے
۲۵-۱۳۲۰ء میں بنگالہ پونج کروہاں کے صوبہ دار کی سرکوبی کی اور اُس کے گٹھ میں
رستی بندھوا کر گھسٹا ہوا دتی بھجوا یا اور خود بھی بعد فتح و نصرت دلی کو واپس ہوا۔
وہیں خبر لگ گئی تھی کہ بادشاہ کے غیاب میں چند بڑے بڑے لوگ کہہ رہے ہیں
کہ بس اب بادشاہ دلی آچکا اور بخوبی بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں لیکن
اس او لو العزم نے فدا بھی ان ہملات کی پروا نہ کی اس کان سنا اور اُس کان
اڑا دیا ان بادہوائی باتوں سے ذرا بھی اُس کی ہمت اور استقلال میں فرق آیا۔
حضرت نظام الدین اولیا بھی بادشاہ سے کچھ بدظن تھے اور کہا جاتا ہے کہ اُن کا
رجھاں خاطر شاہزادے محمد شاہ تغلق کی طرف زیادہ تھا اور وہی آپ کا مورد عنایات
والطاف تھا۔ بادشاہ کو حضرت کا شاہزادے کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ ہونا

تقسیم حرم و عیادت الدین قلیچ





مجمع خواجه ابوالفتح



مقبرہ کی ریح کا اندرون حصہ

اور اپنے سے رکاوٹ ناگوار تھی حکم دیا کہ اُن سے کہہ دو کہ دلی سے چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خیر جس کے دل میں جو آئے کہہ لینے دو۔ ذرا مجھے دلی پہنچ بیٹھے پھر دیکھنا کیسی ان سب کی خبر لیتا ہوں۔ آخر الامر بادشاہ کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہوا اور بھی معلوم ہوا کہ بادشاہ کی سواری دلی کے قریب تک آن پونگی جو اور اب کوئی دن باقی ہو کہ دلی میں داخل ہوگی۔ حضرت کے حلقے کے لوگ بادشاہ کی آمد آمد سن کر کھلے کہ خدا جانے کیا واقعہ پیش آئے اور آپ کو ملتان دشمنوں نے چلنے کی صلاح دی۔ لیکن آپ کا بھروسہ خدا کی ذات پر تھا اور بڑے کوہ وقار و متانت شہر تھے اور کہ تحشیع الا اللہ (ہم سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے) پر پورا عمل رکھتے تھے۔ ذرا بھی آپ کو ہراس نہ ہوا اور جب آپ نے سنایا ہی فرمایا ”ہنوز دلی دورست“۔ آخر کار بادشاہ افغان پور تک آن پہنچا جو دلی سے صرف چھ میل ہے۔ افغان پور ہی میں بادشاہ کے نزول اجماع کے لیے رلی عہد نے ایک جو بی محل طیار کرایا تھا جو صرف تین دن میں بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔۔۔

نسیار الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی لکھتے ہیں کہ ”یہ سکھان صرف بادشاہ کی شبائستہ استراحت کے لیے بنوایا گیا تھا تاکہ اس میں شب باسن ہو کر صبح کے جاؤں سکے ساتھ شاہی سواری دارالسلطنت میں داخل ہو۔ بادشاہ کی سواری دو پہر ڈھلے رونق افروز ہوئی اور اسی محل کو اپنے قدوم ہیمنت ازوم سے شہر منتخشا۔ بادشاہ دو پہر کے نماز سے فارغ ہوا۔ ارادہ کیا کہ سلطنت ہاتھ لگے کو باہر نکلے کہ اسی اتار میں بجلی گرمی اور چھت و صطرام سے آئین بڑی۔ بادشاہ اور اس کے ساتھ اور پانچ چھ شخص دب کر فرم گئے۔“ ابن بطوطہ نے ایک اور ہیئت لکھی ہے اور بجلی گرمی کے مقابل میں وہ زیادہ قوی قیاس معلوم دیتی ہے۔ ابن بطوطہ نے پہلے تو اس عارضی عمارت کا حال لکھا ہے بعد یہ بھی لکھی ہے کہ وہ موقع و محل تاک کر ہی ایسی حکمت سے بنایا گیا تھا کہ ذرا سی ٹھیں کے ساتھ و صطرام سے آن پڑے۔ غرض یہ کہ بادشاہ اسی محل میں اترا اور لوگوں کی دعوت کی اور لوگ کھاپی کر بدھ کے آدھ چلے گئے۔ ولی عہد نے معرض پیش کیا کہ ہاتھوں کا جلوس نظر انور سے گزرے جو مقرون اجابت ہوا۔ بادشاہ چھینا بیٹھا محمود بھی ہم سب ہتھی

القصہ جب ہاتھی اُس طرف سے گزر رہے تھے (تو خدا جانے کیا واقعہ پیش آیا) کہ ایک دم سے محل بیٹھ گیا۔ بادشاہ اور شاہزادہ محمود دونوں اُس میں دب گئے۔ محمد شاہ گھبرایا اور فوراً کدال پھاڑے وغیرہ لائے کاغل مچایا مگر درپردہ آنکھ ماری اور شاموں شام تک کسی نے خبر نہ لی۔ شام ہونے کے بعد کہیں کھدائی کی نوٹ آئی تو بادشاہ کی نعش اُس حیثیت سے نکلی کہ بادشاہ تو اوپر تھا اور شاہزادہ نیچے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ شاہزادے کو بچانے کے لئے اوپر گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کا دم نکل گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں زندہ تھا لیکن اُسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ یکم ربیع الاول ۱۲۵۰ھ کو ہوا۔ نعش کو راتوں رات جا کر اُس مقبرے میں دفن کیا جو خود بادشاہ نے تغلق آباد میں بنوایا تھا۔ یہ سب چال بازی خواجہ جہاں وزیر کی تھی کیوں کہ وہ محمد شاہ کا طرف دار تھا اور اُسی کی سفارش سے مرتبہ وزارت کو بچا تھا اور اُسی کا کلمہ پڑھتا تھا۔ ابن بطوطہ نے نو ساری بلا محمد شاہ تغلق کے سر دھری اور باپ کے قتل کا مجرم اُسے ٹھیکر دیا اور پہلے سے بھی باپ بیٹوں میں کشیدگی تھی۔ باپ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے صاف نہ تھا اور بیٹا اُن کا حد درجے معتقد اور ہمیشہ اُن کی مجالس میں آیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت نے حالت وجد میں تحت و تاج کی اُسے بشارت دیدی تھی۔ ابو الفضل وزیر اعظم اکبر شاہ بالکل اس بات کو بے اصل لکھتا ہی اور وہ لکھتا ہی کہ محمد شاہ تغلق پر فوراً بھی اشتباہ نہیں۔ چوں کہ محل جلدی میں بنوایا گیا تھا اُس کا گر جانا محض ایک اتفاقی حادثہ تھا۔ الغرض جب محمد شاہ تغلق تخت نشین ہوا تو سب سے پہلے وہ حضرت کا قدم بوس ہوا اور جب حضرت کا وصال ہوا تو آپ کے جنازے کو کندھا بھی دیا۔ بقول ابن بطوطہ کے ”غیاث الدین تغلق کا مقبرہ خود اُسی کا بنوایا ہوا ہی اور ایسا ہی ایک مقبرہ اُس نے اپنی صوبہ دار کی کتاب میں بتایا بھی بنوایا تھا۔“ لیکن قول مرجع و معتبر یہ ہے کہ یہ مقبرہ محمد شاہ تغلق نے اپنے باپ کی وفات کے بعد برس کے اندر ہی اندر بنوایا۔ دارالامان کا ذکر اوپر آچکا ہو۔ یہ وہ محل ہے جہاں بلبن بادشاہ کی قبر ہے لیکن غیاث الدین تغلق کا مقبرہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ فیروز شاہ تغلق جو غیاث الدین تغلق کا پوتا تھا یہ لکھتا ہے کہ ”یہ مقام مدفن اصحاب کیا“

کاہی۔ میں نے اس میں صندل کی لکڑی کے دروازوں کی نئی چوڑیاں چڑھوائیں اور بزرگوں کے مزاروں پر شامیائے تنوائے اور پردے ڈلوائے۔

اس مقبرے کی حالت جو جنرل کنگنھم صاحب نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہو وہ یہ ہے۔ یہ مقبرہ ایک مصنوعی جھیل کے پیٹے میں بنا ہوا ہے۔ جس میں حوض شمسی کی چادر اور قلعے کے اطراف کے قدرتی نالوں کا پانی جمع ہوتا ہے اور کسی زمانے میں یہ قلعے کی خندق کا کام دیتا تھا جس سے ایک گوندہ محافظت بھی تھی۔ جھیل کی بیرونی شکل پانچ ضلعوں کی ہے۔ جو قلعے سے بذریعہ ایک چھ سو فیٹ لمبے محراب دار پست پل سے ملا دی گئی ہے۔ پل کے ستائیس درمیں۔ مقبرہ مربع شکل کا ہے۔ جو اندرونی ۳۸ فٹ اور باہر سے ۶۱ فٹ ہے۔ بیرونی دیواریں گنگورے تک ۳۸ فٹ اونچان میں ہیں۔ جن میں فی فٹ ۳۳ ر ۲ کا ڈھلان ہے۔ اس حساب ۳۸ فٹ میں کل ڈھلاؤ ۱۱ فٹ کا ہے۔ دیوار کا آثار پائے میں ۱۱ فٹ ہے جو اوپر جا کر صرف چار فیٹ رہ گیا ہے۔ اتنی بلندی پر صبح پیمائش کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا مگر جہاں سے گنبد شروع ہوتا ہے وہاں سے آثار چھ یا سات فیٹ کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ گنبد کا قطر اندر سے ۳۴ فٹ اور باہر سے ۴۴ فٹ اور بلندی ۲۰ فٹ ہے۔ گنبد تمام سنگ مرمر کا ہے۔ کل مقبرے کی بلندی ۷۰ فٹ ہے اور کلس جو سنگ سرخ کا ہو ملائیں تو اونچان اسی فیٹ کے قریب ہو جاتی ہے۔ گنبد کی چاروں طرف چار بڑے بڑے محراب دار جو بیس چوبیس فیٹ اونچے دروازے ہیں۔ گنبد کا داخلی دروازہ جو بڑے دروازے کے اندر ایک اور چھوٹا دروازہ ہے صرف ۵ فٹ وس اونچ چڑا ہے جس کی محراب میں سنگ مرمر کی موٹی جالی لگی ہوئی ہے۔ مقبرہ باہر وار سے مختلف رنگ کے پتھروں سے آراستہ ہے۔ جا بجا سرخ پتھر کے ساتھ سنگ مرمر کے پتھر کے مائیک اوکرائس لگانے سے دو بالارونی ہو گئی ہے۔ محرابیں سب سنگ مرمر کی ہیں اور ایک چوڑا پتھر سنگ مرمر کا جہاں سے محرابیں شروع ہوتی ہیں عمارت کے چاروں طرف دوڑا ہوا ہے۔ ایک اور سنگ مرمر کا چوڑا اور کھڑا پتھر چار فیٹ بلندی سیدھی سلوں کا جہاں سے کہ گنبد شروع ہوتا ہے گردا گرد ہے۔ موجودہ حالت اس مقبرے کی عمدہ اور نفیس رنگ کے پتھروں کی وجہ سے بہت دل خوش کن اور نظر فریب ہے لیکن

زمانے کے امتداد نے کچھ اور نکھار اور روپ اور حسن پیدا کر دیا ہے۔ سنگ سرخ کا چھوڑا تا شوخ رنگ جا کر ہلکا پیاز سی ہو گیا ہے اور صر سنگ مرمر کی شفافی اور چمک دمک اور جلا سے بھی خیرگی دور ہو کر اعتدال آ گیا ہے۔ غرض سرخی اور سفیدی کے رنگ میں جو پہلے تباہ کن کلی تھا اب ایک جان و دو قالب ہو کر ایسے کھل مل گئے کہ اُس میں ایک نئی لطافت اور توافق پیدا ہو گیا ہے۔ مقبرہ مجموعی حیثیت سے فی الجملہ اچھی حالت میں ہے، (از آرکیالوجیکل رپورٹ جلد اول صفحہ ۱۲۶)

جب کہ مستقل مزاج تجربہ کار سورما تغلق شاہ نے (۱۳۱۷ء) میں نئی دہلی کی جو اُس کے نام سے مشہور ہے بنا ڈالی تو اُسی کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنا مقبرہ بھی بنوایا۔ جیسا کہ عموماً دستور ہے (کہ بادشاہ اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ بنوا لیتے ہیں)۔ یہ مقبرہ کسی باغ میں نہیں بنایا گیا بلکہ ایک نہایت مضبوط اور محصور قلعے میں ایک مصنوعی جھیل کے اندر بنایا ہے گاؤں دم دیواریں اور مصر کی عمارتوں کے طرز کا مستحکم مقبرہ جو عظیم الشان حصار اور شان دار برجوں کے بچوں بچ ہو اس شہج بادشاہ کے لاثانی مقبرے کی مقصود نظر میں جمادیتا ہے جو بمقابلہ اُس کے مابعد کے ٹھنڈے دل والے اس پسند خانہ لالہ کے مقبروں سے جو نفیس اور ہرے بھرے باغوں میں ہیں بالکل ایک جدا گانہ حیثیت رکھتا ہے (از ہسٹری آف ارکٹیکچر فرگسن صاحب جلد دوم صفحہ ۶۵۳)۔ مقبرے کا باہر کا دروازہ بڑا عالی شان سرخ چتر کا بنا ہوا ہے جس پر تین سیڑھیاں چڑھ کے پونچتے ہیں۔ آراٹے کی دیواروں میں بہت سے حجرے ہیں جو غریب غربا کے آرام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ گنبد میں تین قبریں ہیں۔ بیچ والی قبر سلطان غیاث الدین تغلق کی ہے اور اس کے ادھر ادھر ایک ایک قبر ہے اُس کی نسبت یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کس کی ہیں۔ اس پر جو سنگ مرمر کا حظیرہ بنا ہوا تھا وہ خدا جانے اُٹھاڑ لیا گیا یا ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ان دو قبروں میں سے ایک تغلق شاہ کے حرم محترم محمد و مہ جہاں کی کہی جاتی ہے اور دوسری محمد شاہ تغلق فرزند غیاث الدین تغلق شاہ کی جس سے بخار سے سندھ میں ۱۳۱۷ء میں انتقال کیا۔

یہ مروا قعات تاریخی سے پایہ ثبوت کو پونچ گیا ہے کہ ہندوستانی شاہزادوں کی تعلیم کبھی ایسے عمدہ اصول پر نہیں دی جاتی جن سے اُن کے اوصاف اخلاقی راسخ

اور مستحکم ہو جائیں چنانچہ اس کی ایک کھلی ہوئی مثال محمد شاہ تغلق کے حالات ہیں۔
یہ شخص تمام سلاطین ماضیہ دہلی سے قابلیت اور لیاقت میں بدرجہ با برہما ہوا تھا۔
اس کی وسیع معلومات، علوم و فنون و ریاضی کی اس درستی بڑھی ہوئی تھی کہ اُس
وقت کے علماء اور فضلا جنھوں نے اپنی ساری زندگی اکتسابِ علوم میں صرف
کر دی تھی وہ بھی اس کی اعلیٰ درستی کی قابلیت کے معترف تھے۔ لیکن افسوس
ہو کہ محمد شاہ تغلق ایک بیکار و بے ہول جابر تھا۔ بد قسمتی سے وہ اپنے جذبات
پر قابو نہ رکھتا تھا اور اُس کی چھبیس سالہ سلطنت مصائب و آلام کے واسطے
مشہور ہوئی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ”اس میں صفات متضاد اور فوق العادہ خصال
تھے۔ اُس کی داد و دہش ایسی تھی کہ گویا ہاتھ میں ہڈی نہ تھی سح ہذا خون کے
ندی نالے بہا دینا بھی اُس کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ ملکی پیچیدگیوں اور بیماریاں نے ٹھٹھے
کے مقام پر اُس کا خاتمہ کر دیا۔ سلطنت کی حالت اس وقت بہت متزلزل تھی۔
اُس کا بھانجا اور جانشین فیروز شاہ تغلق ایک ہر دل عزیز بادشاہ تھا اور ساتھ ہی
اس کے ہیت نرم دل بھی تھا۔ وہ ہمیشہ محمد بن تغلق کی سختیوں کو سخت تاسف کی نگاہ سے
دیکھتا رہتا تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے سب سے پہلے تلافیِ مافات اور مرحوم
کی روح کو ایصالِ ثواب اور مواخذہِ عقبیٰ سے بچانے کی کوشش کی۔ گناہ و قسیم کے
ہوتے ہیں حقوق اللہ و حقوق العباد، حقوق العباد بدوین شخص متضرر کے معاف کیے کے سوا فط
نہیں ہوتے۔ فیروز شاہ کی نیک دلی نے بہت کچھ اشکِ شوق کی اور لوگوں کے زخمی
دلوں کو چنکا کیا۔ جن جن کے ہاتھ پاؤں اور نائیں کٹوائی تھیں یا آنکھیں نکلوا ڈالی
تھیں سب کو بہت کچھ دے دلا کر استمالت اور دل جوئی کی اور اُن کے تحریری معافی نامے
ایک صندوق میں رکھ کر بادشاہ کے سر پہنے دفن کر دئے تاکہ ارحم الراحمین اپنی
رحمت سے اُس کی خطاؤں پر قلمِ غفور چھیر سکے۔ حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

ربا علی

ممکن نہیں نجد سے عبادت تیری لطف و کرم و عطا ہی عادت تیری
قطرہ قطرہ ہیں گو کہ عصیاں میرے دریا دریا مگر ہو رحمت تیر سی
دلی میں سنگِ سرخ کی غمار تیں کثرت سے ہیں لال قلعہ اور جامع مسجد میں زیادہ تر

سنگ سرخ ہی ہے مگر تعلق شاہ کے مقبرے کا سنگ سرخ اسپے چھوڑ آتے شوخ رنگ کا ہو کہ آج بھی نظر میں لکھا جاتا ہے۔ ایک تو پتھر چندہ اُس پر پالش ایسی کہ نظر پھسلتی ہے پھر وصل ایسا کیا ہو کہ باوجود صد ہا برس گزر جانے کے اب تک ایک درز بھی نہ کھلی ایسا معلوم دیتا ہے کہ آج بنا ہو۔ قلعہ کے پاس مغرب کی طرف یہ مقبرہ ہے۔ گنبد کا طرز مصری وضع کی عمارتوں کا ہو دیواریں اوپر سے سکرٹھی نیچے سے چوڑی۔ اسی طرز کا دقتی میں قاضی کے حوض کا پولیس سٹیشن بنا ہو۔ دیواروں میں اجارے تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ فرش سنگ خارا کے چوکوں کا ہو۔ اندر تین قبریں دو ایک ہی وضع کی ۵x۵x۹ فٹ۔ مشرق کی طرف کی قبر ۴x۴x۹ فٹ ہے۔ یہ قبریں مشرق کی طرف ہٹا کر بنائی گئی ہیں مقبرے کے وسط میں نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور قبروں کے لئے عمارت جگہ چھوڑی گئی ہے۔ عینوں طرف کے دروازوں کے اوپر سنگ مرمر رکھی گیا ہیں۔ مغرب میں پیش طاق اور دروازہ بند ہے۔ دروازوں کی چکلاں چھ فیٹ کی ہے۔ مقبرہ اندر سے ۳۸ فٹ۔ ۹-۱۰ انچ مربع ہو۔ مقبرہ باہر سے شمن ہے جس کا ہر ایک ضلع ۸ فٹ ہے۔ جنوب کی طرف ایک سہ گنہ دالان کے باہر وار ایک کنواں ہے جو پردہ کا کنواں کہلاتا ہے۔ اس طرف تہ خانے کا دروازہ ہے جو اندر ہی اندر چلا گیا ہے۔

گرد مقبرے کے ایک وسیع کنگورے دار فصیل نامکپونڈ ہے جسکی دیوار ۱۲ فیٹ اونچی ہے جس میں (۴۶) کوٹھریاں ہیں۔ مکپونڈ کے چاروں کونوں میں سہ دریاں بنائی ہیں۔ مقبرے اور مکپونڈ وال کے درمیان ۲۹ فٹ کا فصل ہے۔ مکپونڈ وال کیا ہے قلعے کی فصیل ہے کہ بیت بلند کرسی دے کر مقبرہ بنایا ہے۔ مکپونڈ کے چاروں کونوں پر برج نما فیل پائے دھس کی طرح کے بنائے ہیں۔ مقبرے کے مشرق میں ایک دالان میں قبعا ایک تعویذ سنگ خارا کا ۲x۲x۱۳-۱۳-۱۳ فٹ۔ ۱۰-۱۱ انچ اونچا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ گھٹتے کی قبر ہے مگر مجھے اس میں شک ہے۔ مجھے تو وہ کسی قبر کا کھڑا ہوا تعویذ معلوم دیتا ہے جو اس دالان میں یونہی لاکر ڈال دیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں تو کتنا ناپاک ہے پھر اُس کی قبر کیسی۔ مجھے تو یہ لوگوں کی من گھڑت معلوم دیتی ہے۔ مقبرے کا سنگ سرخ کا صدر دروازہ کوٹھی کرسی دے کر بنایا ہے مگر مقبرے اور مکپونڈ کے لحاظ چھوٹا ہے ۳۸-۱۱ کی اونچان اور چھ فیٹ کی چوڑان کا دروازہ بالکل غیر عوزوں ہے پٹ چونی ہیں

آٹھویں شہد اللہ اور آیت الکرسی۔

مشرق کی طرف۔ پہلی آرج۔ بسم اللہ قل اللہم اے الملک توفی الملک من تشاء و تنزع۔ دوسری الملک من تشاء تا انک علی کل شیء قدير۔ تیسری توج اللیل فی النهار تا و تشرق تشاء بغير حساب۔

چوتھی۔ بسم اللہ انا فتحناک فتحاً مبیناً تا ما تقدم من ذنبک۔ پانچویں۔ و ما تأخر تا و ینصرک اللہ نصر اعزیزاً۔ چھٹی۔ هو الذی انزل الذلکینۃ تا و اللہ جنود السموات و الارض۔ ساتویں تا تونز اعظماً۔ آٹھویں۔ و یعذب المنافقین و المنافقت تا عزیزاً حکیماً۔

بالائی محرابوں پر۔ (۱) بسم اللہ سورۃ الفجر۔

(۲) بسم اللہ۔ سورۃ قل و اور آیت الکرسی تا لہ ما فی السموات۔

(۳) و ما فی الارض تا لا یما تشاء۔ (۴) و سع کرسیہ السموات تا و هو العلی العظیم۔ (۵) لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رب قل ائتیننی من الملک و علمتیننی تا و الحقنی بالصلحین۔ (۶) یسلونک عن النجی و المیسرتا لعلمکم تتفکرون۔

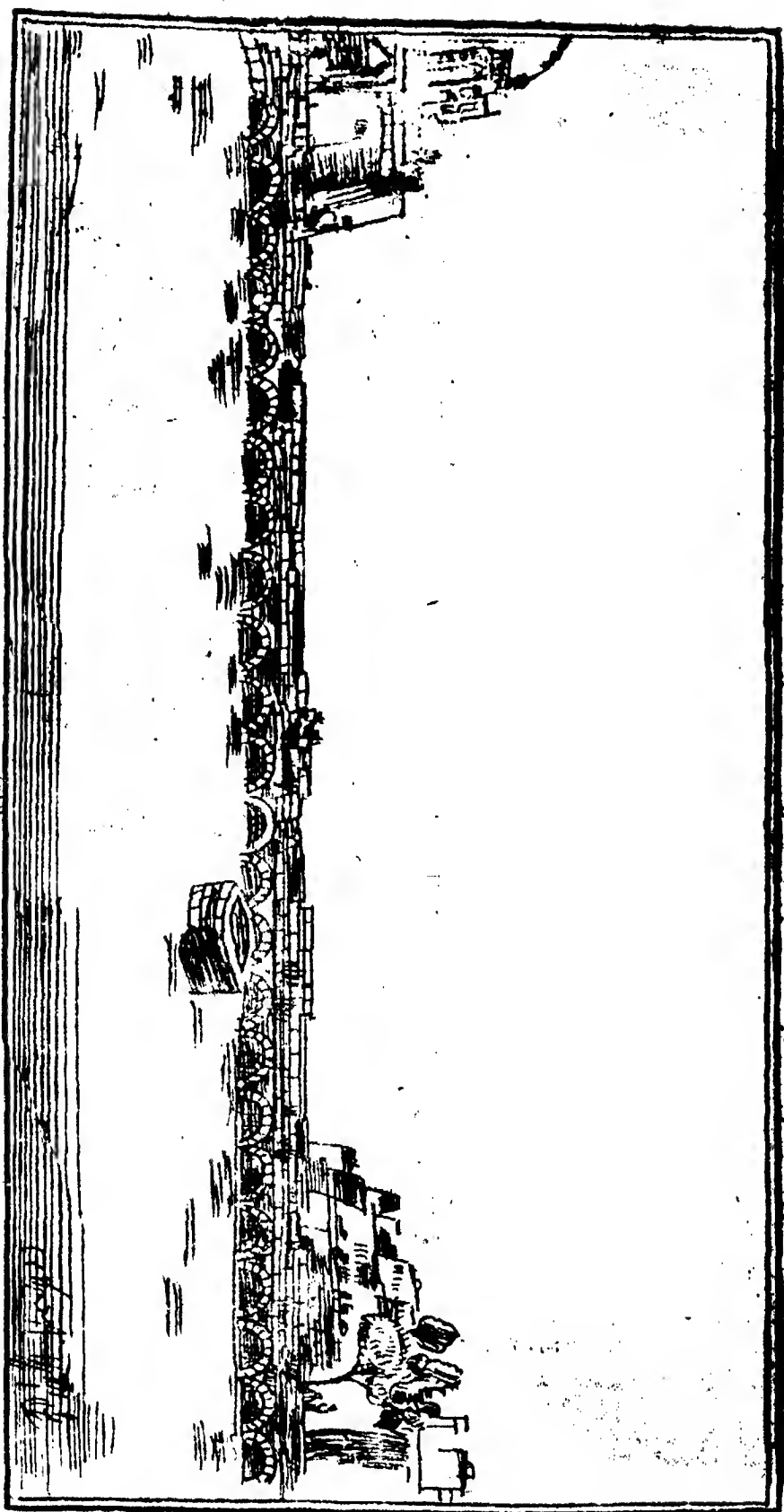
اب صرف ایک کتبہ رہ گیا اور وہی بڑا بھم ہر جس میں بانی وغیرہ کا نام ہر یہ جنوب رخ پر دروازے کی دہلیز میں اندر وار لگا ہوا ہے۔ کچھ بہت اونچے پچھلی نہیں ہر لیکن اول تو اندھیرا ہی دوسرے یہ کہ لوگوں نے چرنے اتارنے کی غرض سے روشنائی لگا لگا کر بالکل غارت کر دیا ہر صرف داو خاں مرحوم ہمدار پڑھا جاتا ہر باقی حصہ نہیں نکلتا اگر یہ کتبہ پڑھا جاسکے تو اس مقبرے میں کون دفن ہر صحیح طور پر اس کا پتہ معلوم ہو جائے۔

فصیل مقبرہ

اس مقبرے کی فصیل اور دروازہ بھی نہایت شان دار

اور بغایت خوب صورت ہر۔ دروازہ تمام سنگ مرمر

کا ہر اور اس میں ایک دالان ہر۔ تینیس سیڑمیاں چڑھ کر مقبرے کے صحن پر پہنچتے ہیں۔ فصیل اس کی نہایت عجیب ہر۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ



بازار

بنانے والے نے اُس کی فصیل ایسی میڑھی میڑھی کیوں بنائی شاید جس طرح کا پہاڑ ہوگا اُسی لحاظ سے فصیل کو بیچ و خم دئے ہوں گے۔ اگرچہ یہ مقبرہ تگونیہ کوٹ کر کے مشہور ہو یعنی مثلث پہر یہ بھی غلط ہو اُس واسطے کہ دونوں ماقین اُس کی مستقیم نہیں ہیں ان کے بیچ میں بھی ایک ایک زاویہ منفرد پیدا ہو گیا ہو۔ فصیل میں قلعہ کی طور پر برج و بارہ بنے ہوئے ہیں۔ ایک برج تو اس مثلث پر جانب جنوب ہو اور دوسرا مثلث کے مشرقی ضلع پر اور تیسرا اور چوتھا قاعدہ مثلث پر جانب شمال اور غرب بنا ہوا ہو۔ تیسرے برج پر ایک اور برج ہو اور اُس میں بھی کچھ نامعلوم قمریں ہیں اور ضلع غربی میں مقابل برج مشرقی کے چٹا کنواں ہو کہ اُس کا پانی مقبرے کے رہنے والوں کے رُج میں آتا تھا۔ فصیل کے اندر کے رخ حجرے فقرا اور مساکین کے رہنے کے بنے ہوئے ہیں۔ گرد اس مقبرے کے سلطان فیروز شاہ نے پانی کا بند بنایا تھا اور مقبرے اور قلعے کے دروازے کے بیچ میں پل باندھا تھا کہ اس سبب سے اس مقبرے اور قلعے کو عجیب رونق ہو گئی تھی۔

مقبرے کا پل

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پل کس نے بنایا ہو لیکن قرینہ اس بات پر دال ہو کہ یہ پل فیروز شاہ بن سالار جب کا بنوایا ہوا ہو جو سلطان محمد تغلق شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ فیروز شاہ نے اپنے عہد میں بہت سے پل اور بند بنائے ہیں عجیب نہیں کہ یہ بھی اُسی سٹے بنایا ہو۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو قلعہ کے بعد یہ پل بنا ہوگا۔ اس پل اور پانی کے بند بندھنے کے سبب حقیقت میں اس قلعے اور مقبرے میں جان پڑ گئی ہو۔ مشرق کی طرف تو تغلق آباد کا قلعہ ہو اور مغرب کی طرف پہاڑ اور جنوب کی طرف عمارت ہزار ستون شمال کی طرف سے پانی اگر قلعے کے نیچے کوسوں تک بھرا رہتا تھا اور اس مقبرے کے گرد پانی بھر کر عجیب عالم دکھاتا تھا اور یہ مقبرہ کٹورہ سا

معلوم دیتا تھا۔ پانی کا لہریں کھانا اور ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور پہاڑوں پر سے
 سبزے کا دکھائی دینا جنت کی یاد دلاتا تھا۔ مقبرے کے چاروں طرف
 اس قدر پانی بھرا رہتا تھا کہ مقبرے میں جانے کو رستہ نہ ملتا تھا اس واسطے
 یہ پل مقبرے کے دروازے سے قلعے کے دروازے تک بنایا گیا تھا۔
 سرسید نے جب ۱۸۶۳ء میں آثارالصنادید لکھی تھیں اس وقت تک بھی مقبرے کے
 گرد پانی بھرا ہوا تھا مگر اب تو ایک قطرہ بھی نہیں زراعت ہوتی ہے۔ یہ بند
 پہلے بلیم گڑھ کے راجہ ناہر سنگھ کی عمل داری میں تھا جب ہی وہ شکستہ
 تھا اب سرکار نے اس کی مرمت کرا دی ہے۔ مقبرے سے ٹرک تک پل
 برقرار ہے اور ٹرک کی دوسری طرف سے قلعے تک کا حصہ ٹوٹ گیا۔ اب
 یہ پل صرف ۸ فٹ چوڑا ہے جس پر ۳ فیٹ اونچی منڈیری ہے اور گہراں ۹ فٹ
 ہے۔ پہلی حالت قائم نہیں اب تو صرف رستے کے طور بنا دیا گیا ہے۔ درجی میت
 بھر جانے سے اٹ گئے ہیں۔ اسکے وقتوں میں بڑے بڑے مالے جو اس
 نواح میں جاری تھے اس بند میں کاٹ کر ڈالے گئے تھے اور قطب صاحب
 کے شمسی تالاب سے اس میں بارہ ہینے پانی آتا تھا چنانچہ جھرنے میں بانگ
 بند سوچو رہے۔ اب وہ تالاب بھی ٹوٹ پھوٹ گیا اور اس کے شکم میں بھی زراعت
 ہونے لگی۔ غرض یہ کہ ذرائع آمدنی مسدود ہو گئے اب پل صرف برائے نام
 باقی ہے۔

عادل آباد یا محمد آباد

یا عمارت ہزار ستون

غضب ہو کہ دہن ہو فصل بہار
 چڑھے گا چمن پر خزاں کا بخار
 یہی ہستی چند روزہ بھی ہے
 کہ دو دن میں ہر دفتر عیش طو
 کہ دو دن میں سب حوصلے پست ہیں
 جہاں اک طلسم خدا ساز ہے
 کوئی عیش و عشرت میں نہ خواب ہے

اسی زندگانی پر سب سست ہیں
 اسی نقش موہوم پر ناز ہے
 کوئی ملک گیری میں نہ تاب ہے

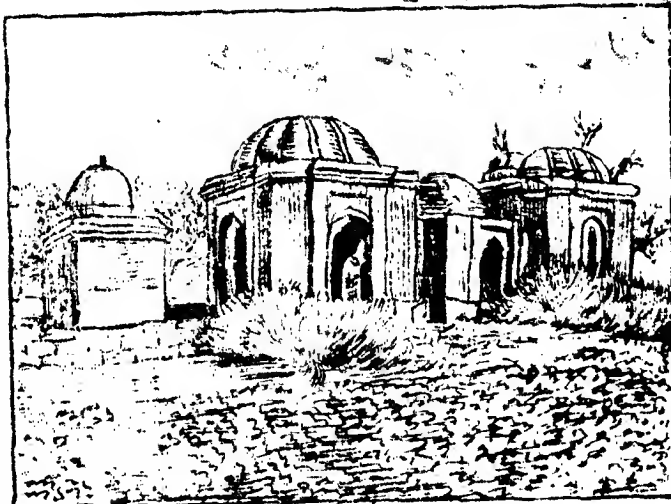
تعلق آباد کے جنوب میں اسی قلعے کے ساتھ دو قلعے اور بھی ہیں جنوب مشرق کے کونے میں جو ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اُس پر کا قلعہ محمد شاہ تعلق کے نام پر سے محمد آباد کہلاتا ہے اور چوں کہ بادشاہ کا پورا نام محمد عادل تعلق شاہ عرف فخر الدین جو بنا تھا اسی کو بعض لوگ عادل آباد بھی کہتے ہیں اور ہزارستون سنگ مرمر کے اس میں لگائے تھے اس سبب سے عمارت ہزارستون بھی کہتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان صرف بطور سیرگاہ کے پہاڑوں کے بیچ میں میدان پر جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے اُس پہاڑی پر جو بالکل لب آب ہے یہ قلعہ بنایا اور شہر تعلق آباد کے دروازے سے اس قلعے کے دروازے تک ایک پل بنایا اور اُسی میدان کے غرب میں اپنے باپ کا مقبرہ بنوایا اور مقبرے اور اس قلعے کے دروازوں کے پاس بھی پل بنوایا اور قلعے کی شمالی دیوار کے آگے پانی کے کنارے عمارت ہزارستون بنائی۔ اب تو اس قلعے میں کچھ باقی نہیں رہا ساری عمارتیں گر گرائی ہیں اور عمارت ہزارستون کا تو نام و نشان بھی باقی نہیں لیکن وضع و قطع مکانات کے لحاظ سے قرینہ مقتضی اس امر کا ہے کہ ہزارستون کی عمارت بارہ درمی کی وضع کی تھی اور دو منزلی تھی بلکہ عجیب نہیں کہ سہ منزلی بھی رہی ہو۔ اس قلعے کے تعمیر کی تاریخ کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ بعض لوگوں کو شبہ پڑا ہے کہ یہ وہی محل تھا کہ جس کے تیلے غیاث الدین تعلق شاہ دب کے مرا تھا حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے وہ چھوٹا سا محل افغان پور کے پاس تین دن میں پہنچ سکتا ہے میں بنا تھا جو بجلی کے صدمے سے گر پڑا اور وہ محمد تعلق نے زمان ولی عہدی میں بنوایا تھا اور یہ اپنی تخت نشینی کے بعد بنوایا۔ کہاں وہ کہاں یہ؟۔ ابن بطوطہ نے اس بادشاہ کی شان میں بہت کچھ زہر اُگلا ہے اور بہت کچھ برا بھلا کہا ہے مگر الحق یَعْلَمُ اَقْلًا یَعْلَمُ اُس کے منہ سے بھی یہ نکلا کہ یہ بادشاہ سب سے زیادہ حد تک تھا۔ شہر تعلق آباد کے جنوب و مشرق میں جو قلعہ ہے اُس کے کئی نام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں کے رد و بدل کے ساتھ مقامات کے نام بھی بدلتے رہتے ہیں۔ کوئی تو اسے ”قلعہ شاہنشاہی“ کہتا ہے کوئی ”دھوبی کا قلعہ“ کوئی ”دانا قلعہ“ دونوں قلعے بالکل چھوٹے سکیل پر قلعہ تعلق آباد کی نقل ہیں۔ ان کی تفصیل بھی سچے

پھیلی ہوئی اور اوپر سے سکڑی ہوئی جو بڑے بڑے پتھر کے ڈھیلوں سے بنی ہوئی عمارتوں کے اندر
 قلعے کے علاوہ بستی بھی تھی۔ عادل آباد کا دُور کوئی نصف میل کا ہوا۔ دوسرے قلعے کا اس سے بھی کم
 دو نوں قلعوں کے اندر بالا حصار مرتفع مقام پر بنا ہوا ہے جو خود فصیل سے محصور ہے۔ عادل آباد کا
 صدر دروازہ بالا حصار کا بھی داخلی دروازہ ہے۔ باہر کی فصیل قلعے کے جنوب میں بستی کی طرف ہے۔ مشرق
 کی جانب تعلق آباد کے سلسلے کے ٹول سے فصیل دھری ہو گئی ہے اور پل کے برابر دو رنگ چلی گئی
 ہے جو شیب میں بنا ہوا ہے۔ اس قلعے میں ہزار ستون نامی ایک مشہور محل تھا جو عمارت الدین غلی کے
 اسی نام کے محل سے بالکل جدا تھا اور جو بعد میں جہاں پناہ کے حصار میں آگیا تھا۔ سر سید نے
 اس محل کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے اور یہ محل سہ مندر تھا۔ لیکن اب بڑے
 اس کے خلاف اسے ایک بڑا ہال لکھتا ہے کہ جس کے ستون چوبی وائش کیے ہوئے تھے اور چھت
 بھی چوبی تھی جس پر نہایت عمدہ اور نفیس رنگ کیا ہوا تھا۔ دوسرا قلعہ گوچھو نامی مگر وضع قطع میں
 پہلے قلعے کی طرح کا ہے۔ اس قلعے کے چاروں طرف سکانات اور ملازمت کے کھنڈے پڑے ہیں اور جا بجا
 گھڑے گھڑائے اور نقش و نگار کیے ہوئے پتھروں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔

ستونوں کے مٹھ

تعلق آباد کے پاس ہی ایک پہاڑ پر چار برج ہندوانی وضع کے
 بنے ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہندوانی عورتوں کے ہیں جو اپنے شوہروں
 کی وفات کی وجہ سے جی ہو گئیں اور زیادہ کوئی تفصیل معلوم نہیں۔



ستونوں کے مٹھ (تعلق آباد)

ضمیمہ (۱) فراین شاہی وغیرہ

دلی کے عجائب خانہ آثار قدیمہ واقع قلعہ میں بہت سے فرمانوں اور مراسلوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سجایا ہو۔ یہ ایک نادر مجموعہ ہے جس کی نقل ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عجائب خانے کے فراین کے علاوہ بھی کچھ بتیاب ہوئے تھے وہ بھی اس میں درج کیئے گئے۔ فرمانوں کی خطاطی اور عبارت رالی دونوں قابل قدر ہیں۔ اب ان نالے میں نہ یہ خط باقی ہیں نہ یہ سیاہی میسر آتی ہو جو صد ہا سال کے بعد بھی ایسی منجلی ہو کہ گویا آج کا لکھا ہوا ہو۔ ان فراین کے ملاحظہ سے پرانے زمانے کی شاہی مراسلت اور احکام کا طرز اس زمانے کے محصولات مقامی کے نام ایسے نظر سے گزریں گے جن سے ہمارے کان آشنا نہیں۔ فراین کے نقل کرنے میں تاہم اسکان اصل فراین کی طرز کتابت کا متبع کیا گیا ہو زمانہ حال کی اٹلانویسی کے طریقے کی پابندی نہیں کی گئی اور جہاں سطر ختم ہوئی ہو وہاں ایک جلیبہ بنا دیا گیا ہو۔ یہ تمام فراین اس قابل ہیں کہ ان کے نوٹو دیئے جائے مگر اس صرف خطیر کے بار کا تحمل ناممکن تھا پھر بھی آپ کو صحیح نمونہ دکھلانے کے سلیئے دو فرمانوں کے نوٹو دیئے ہیں اسی پر سے ان کی خوبی کا اندازہ ہو سکتا ہو۔

(۱) فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چوڑا سچ جواب راجہ موصوف بسماع اقدس و ہمایون مار سیدہ کہ آن زبدہ راجگان عقیدت نشان کنیز خوش حال فرخندہ خصال از جزیرہ سراندپ آورده است باید کہ آن تحفہ صنعت الہی و نمونہ ندرت ایزوی را بروی روانہ در گاہ فلک اشتباہ ماسازد ہر عینہ بظہور این خدمت مشایستہ سور و تفضلات شاہی و مطلع نظر الضاف خسروی تواند بود و در صورت انحراف و نافرمانی بپاداشش کردار خواہد رسید۔

عرضی جوابی راجہ رتن سین | بر ضمیر آفتاب نظیر آں خدیو کشور گیر معنی سخا ہد بود

کہ شاہان دین دار و خواقین عدالت شعار حرمت محترمت و مخدرات محضات ذویان
خاص و جان نثاران با اختصاص رائے و ناموس خود تصور می فرمایند و ذات قدسی صفات
خوبیش از غفل الحق دانسته مخلوق الہی را بر زیر سایہ حفاظت و امنیت خود نگاہ می دارند
نه با غواصے نفسانی و ترغیب شہوانی از حد حق پرستی و دائرہ خدا شناسی بیرون
شتافتہ راہ نا واجب طرعی نمایند۔ حیث است کہ مسیحا کار اجل فرماید و خضر طریقہ گوی
نماید۔ پاسباں را زد و شدن نشاید و راعی را اگر گ برون نباید و اگر حق طوٹ
ہمی اقتضای کند بسم اللہ این گوے و این سیدان۔ ۵

بیا و نوش کن پیمانہ چند فداست مقدست پیمانہ چند
لیکن معلوم است کہ در عالم غیرت و ناموس فرہ با خورشید جمشیدی می کند و موربا سلیمان
مقابل میشود۔ اینک بخش ہمت و مردانگی ما در صفت و سر شجاعت و شیر ذلی برکت
۵ وقت ضرورت چو ننماند گریز دست بگیرد شمشیر تیز

(۲) عرضداشت خان اعظم مرزا کوکلتاش مدجواب فرمان اکبر بادشاہ
کہ از مکہ معظمہ فرستادہ بود و منقول از و ربار اکبری

کمینہ فراشان آستان کیواں مکان ملایک آشیان خاقان جمشید ہشان
فریدیوں شان کیخسرو و سنگگاہ کیورث بارگاہ سکندر جاہ عالم پناہ انجم سپاہ
آسمان مخگاہ غل سبجانی غریز کو کہ بعرض میرساند کہ اسے انور بر طلب این غلام کمینہ
فاہیض و صاد گشتہ بود جان و دل را کہ خلاصہ آب و گل است با جمعی کثیر از رؤسای
اخلاص و اہتہال بخدست حجاب درگاہ گہیاں پناہ کہ مبدا سے سخا و منشاعظمت کبریا
فرستادن چوں مفتی عقل و فتوی قاضی گماں بلکہ یقین سبیل بحیران محوری کہ در دست
نہ درماں نوشتہ دادہ بود و بر ناقابلی فرسودہ دست ملالت در گردن کردہ ماند چوں
داشتہ یقین کہ اعادیت تحریک اعدا موثر و کار افتادہ فرائج اشرف را بعینیت توہم چندی
کہ بسامع جاہ و جلال رسانیدہ از کمینہ درگاہ مخوف ساختہ اند و ہادی رائے عالم آرائے

بساط بوسان آن درگاہ بہ قتل و قہر میں گناہ راہنموں گشتہ بخاطر رسید کہ چشم
 خاکسار نے مقدار راکہ در خدمت قابلان آند گاہ آسمان نشان پرورش منہا عظم خانی
 و عزیز کو گلی و حکومت گجرات سہرا فراز شدہ ہم بواسطہ میں تشریفات بنجا مکہ معظمہ
 مقدسہ منورہ رسانیدہ کہ باکافران بندوستان جہی راکہ پروردہ خوان الوان الغام
 واحسان بادشاہ جہاں پناہ باشد در یک خاک و در یک محل مدفون سازد محض تاجی
 وغایت سے ادبی است ولا جرم گجرات راکہ آنکہ معمورہ دار السلطنتہ بود بہ معتمدان سپردہ
 غبار طلال و اختلال خویش را از گوشہ خاطر خاکروبان آن ہستان طلائک آشیان شستہ
 دست از مطالبات آنجا و پاسے ادب را کوتاہ ساختہ موسیقی کہ محض سبغی حال بہاری
 خود از معمارک کفار جمع ساختہ بود بدست عدل بیرون آوردہ از حلال ترین چیز ہا
 دانستہ سفر گزیدہ آن قدر جمعیت از مکاسبات مذکور بدست آورد کہ اگر نخواہد منصب
 اعظم خانی را در بارگاہ بادشاہ روم کی اشرف مکان رجب مسکوں بتصرف ایشان
 میتوان خرید۔ اما خلاصہ نعمت مصروف آنست کہ وظیفہ بخدمت ستمی مصالح پاک دین آن
 ملک مقرر سازد و مدرسہ بنام نانی حجاب بارگاہ بندہ پروردہ حضرت غازی با تمام رساند
 کہ تا انقرض عالم و زبان مورخان بجاں باشد و خود راں مدرسہ بحث علوم دینی و فکر شعر کہ
 عبارت از توحید و لغت و منقبت اصحاب بودہ باشد و عاسے دولت روز افزون
 اشتغال میداشتہ باشد۔ امید آنست کہ از رفیق این کمرہ میں غلامان ریاضیہ ضمیر
 خاکروبان آستان عبارے نخواہد شست بلکہ مطلب سخن چینان و عیب کندگان کہ
 عدم بود این معدوم است بحصول نخواہد پیوست کہ منصب اعظم خانی و حکومت گجرات
 و عشرت عزیز کو گلی را باین محروم نمے مشغول بنا چار جمع مذکورات را پیشکش عیال
 نمودہ کہ ایشان را میسر نیست برون بندہ و ممکن کہ این مکینہ را میسر باشد بدون
 ایشان چون آخر الامر ہم لطف شامل حال بوستان مطالب و مقاصد دیگران
 شد و نہال امید و حقوق خدمت بندہ بسوم محرومی خشک سالی بخشیدند۔ بندہ
 از فدوی کہ نہاد عاقبت اندیشی بابک گان آن آستان چند کلمہ گستاخی نمودہ بعض
 می رساند کہ مجھی خاطر اشرف را از دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیگانہ و تنجیب می سازد
 ماساکہ دوست باشند و مکینہ کہ نیک نامی دنیا و عقبی می طلبد دشمن و واجب الاخراج

باشم والا کار دنیا باز چھو ایست ناپا نڈار بر حرف دوسہ خوش آمد گوئی آخرت
 بدنیافروش اعتماد نباید کرو۔ ہمہ عالم را گوش ہوش است۔ پیش ازین سلاطین
 بودہ اند کہ ہمہ صاحب حکمین بودند بیچ بادشاہی را دند نہ نہ شد کہ دعوی پیغمبری و نسخ
 دین محمدی نماید۔ بل ما دلسے کہ چون صف اعجازی چوں چار بار چند بار پسندیدہ باشد
 و شوق قمر با مثال این چیز ہا واقع بود مردم میکنند یارب و غنہ چار بار یا ربودن کلام جات
 رامی شدہ باشد۔ قلیج خان صفائی ظاہر و باطن و عصمت جلی دار و یا صادق خاں
 کہ شرف رکاب داری از پیرام خان یافتہ با ابو الفضل کہ شجاعت و حیائش ہجای
 علی و عثمان می تواند بود بخداوند بخاکپا سے بادشاہ قسم جز عزیز کسی کہ نیکنامی طلب
 باشد نیست و ہمہ مدار بر خوش آمد و روز گذرانیدن وارند و آنکہ نیکنامی طلب بندہ
 است کہ تا بود و جز حرف نیکنامی بر زبان نہ آید الحال ہم در کہ مقدمہ منورہ کاری
 نخواہد کرد کہ خلاف نیکنامی باشد۔

خلاف پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
 فرقت کہ میان اکابر مجلس بہشت آئیں و بندہ کمتون است ہمین است کہ ابوالغازی
 در فرمان بندہ اضافہ کردہ دیگران کا فرمان را بر مسلمانان ترجیح دادند کہ بر صحت
 لیل و نہار خواہد ماند۔ آنچه بر بندہ واجب است در آن تقصیر زنت والدعا۔

(۳) فرمان مہری شاہنشاہ جہانگیر۔ جس کی رو سے پچاس بیگہ اراضی پر گنہ
 سکت میں فیروز خاتون زوجہ سید محمود کو بطور مدد معاش عطا ہوئی مورخہ ۱۰۷۱ھ جلوس
 مطابق ۱۵۶۱ء۔ پشت فرمان پر مہر غیاث الدین کی جو زیادہ اپنے خطاب
 اعتماد الدولہ سے مشہور ہیں اور مشہور نوز جہاں بیگم کے والد تھے جوشاہنشاہ جہانگیر کی
 بہیتی بیگم تھیں۔ مہر میں یہ کندہ ہو (مرید شاہ جہانگیر شہ غیاث الدین)
 درینوقت فرمان عالیشان سعادۂ نثار شرف اصدار وغیرہ....

یافت موازی پنجاہ بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت بار آجھے از پر گنہ سکت سہارہ
 از ابتدا سے خریف تو شعان میل در وجہ مدد معاش مساعۂ فیروز خاتون کو ج
 محمود وغیرہ بافرزند ان بموجب ضمن مقرر و مسلم شد کہ حاصلات آنرا فصل و سال سال

دروہہ پیشکش خود خرچ و صرف نمودہ بدعا گوئی دوام دولت ابد قرین اشتغال منمودہ باشند
می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کوریان حال و استقبال و استمرار و استقرار اعظم
اقدس اسطی کو شیدہ اراضی مذکور را پیمودہ و حکم بستہ بتصرف آنها باز گذارند
اصلاً تغیر و تبدیل بدان نند و بعلت مالوہیات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریا
و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و بیکار و شکار و دہنیمہ مقدمی و صد دولتی قانون گوئی
و ضبط ہر سال بعد از تشخیص حکم و تکرار زراعت و کل یکالیف دیوانے و مطالبات
سلطانے فراغت نرسانیدہ درین باب x ہر سال فرمان و پروانہ مجدد نطلبند و اگر
محلی دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکند از فرمودہ و نگذردند تحریک فی التاریخ
۳۱ رور وادماہ الہی شدہ -

(۳) فرمان مہری شاہنشاہ شاہ جہاں جس کی رو سے عہدہ صدارت
سرکار سنبھل اور بدایوں مع یومیہ دو روپیہ جس کی ادائی خزانہ اکبر آباد سے کی جائے
بنام شیخ فتح محمد جو داماد تھے ملا عبد اللطیف کے مورخہ ۱۴ رمضان ۱۰۵۲
شاہجہانی (۱۸) مطابق ۱۰۵۲ھ

اسد اکبر

درینوقت عالی شان سعادت نشان شرف اصدار و ایراد دریافت کہ خدمت
صدارت سرکار سنبھل و سرکار بدایوں بفضیلتا ب شیخ فتح محمد خویش ملا عبد اللطیف
سلطانپور سے و مبلغ دو عدد روپیہ روزینہ بلا قصور از خزانہ دار الخزانہ اکبر آباد
بشرط مذکور در وجہ و معاش مشار الیہ حسب الضمن مقرر و مفوض باشد کہ کمایشی
بلوازم و مراسم آن خدمت قیام و اقدام نمودہ و تحقیق فوقی و فراری ارباب مدد و معاش
و وظائف و بازیافت تغلب و لباس آنها ساعی موفورہ بتقدیم رسانیدہ موافق
دستور و قانونی کہ درینولا مقرر شدہ x بعمل آوردہ ہر سال نسخہ سنق درال باب
درست داشتہ بدایوان الصدارہ میرسانیدہ باشد می باید کہ حکام و عمال مستعدیا
مہات و جاگیرداران و کوریان حال و استقبال و استمرار و استقرار اعظم شرف القدس
اسطی کو شیدہ دست تقدیمی مومی الیہ زاد امور متعلقہ آل امر قومی و مطلق داشتہ

تمامی اصحاب مدد معاش و وظائف را با اسناد آہنا بدو رجوع نموده x بموجب تصدیق منظور معین شانسیدہ اراضی و وظیفہ جمعی را کہ بازیافت نمایند بحالہ شریفیہ ضبط نمایند و متصدیان مہمات دیوانہ دار الخلافہ مذکورہ مبلغ مذکور را سامان و سرانجام نموده بموئے الیہ میرسانیدہ x باشند و چیزی از انجملہ قاصر و تنگ نہ گردانند و اگر در محل دیگر چیزی داشتہ باشند انرا اعتبار نکند سبیل جمیع اہل مدد معاش و وظائف آں سرکار ہا آنکہ مشاغلہ را الیہ را صدر مستقل خود ہا داشتہ تمام اسناد خود را x بدو نموده اراضی جمعی را بتصحیح نرساند قابض و متصرف بودہ بدعاے دوام دولت ابدی الاتصال اشتغال مینمودہ باشند از فرمودہ تخلف و انحراف نورزد و تحریرانی التایخ ۱۳ شہر رمضان المبارک ۱۲۸۵ طوس بیہمت مانوس شمسہ ہجری۔

(۵) فرمان مہری شہزادہ داراشکوہ موسومہ راجہ ٹوڈرمل فرزند

۲۰ محرم ۱۲۸۵ شمسہ ۱۲۸۵ ہجری ۱۶۵۰

لائق العناہ والاحسان قابل الرحمۃ والامتنان راجہ ٹوڈرمل بعنایات x سلطانہ مغیرہ و سباہی گشتہ بدانکہ چوں درینو لا شیخ السہروردی نواسہ لاجعلہ اللطیف مرحوم بعض عالمانہ کہ آن مرحوم بموجب فرمان نجستہ عنوان ظل سبحانہ خلیفہ العالیہ لیکقطع باغ و کثرتہ و کاکین چند در بدو حصہ سلطان پور داشت و در حالت حیات ... پس وثبات عقل ہمہ الماک خود را مع حوٹلی مسماۃ اندر لے کہ والدہ رافع باشد بطور و رغبت خود x تملیک نمودہ و تملیک نامہ را بدستخط و مہر خود درست کردہ باو داوہ چنانچہ رافع فرمان عالیشان و خط تملیک مذکور بدست ... لہذا حکم والا x شرف صدور یافت کہ آں شہادت شعار بطریق فرمان و تملیک نامہ بطور علم نمودہ

۱۶۵۰ دونوں جگہ کے حروف کاغذ چھٹ بجائے سے ضائع ہو گئے ہیں۔ پہلی جگہ باقی اندہ اس و سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیش و حواس ہو گا۔ حاکم کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ ۱۶



فرمان امیرکبیر پادشاه قاجاری بنام میرزا یحیی خان

املاک مذکورہ برابر ارفع مقرر و مسلم وارد و قدغن نماید کہ احد سے بیوجہ حساب و برخلاف حکم
مزارحم و مستعرض احوال او نشود و دوران املاک مداخلت ننماید و رین باب تاکید شناخته
تخلفت نواز د۔ ۲۰ حرم سئلہ بھری۔

بسم الله الرحمن الرحيم

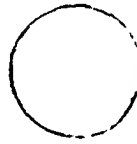
الحمد والشكر

اگر مسلمان

می شد برادر

(۶) پہلا فرمان عالم گیری

۱۰۶۸
۱۶۵۹



دین باشد سے محفوظ می ماند و از بلا سے
نئے وطنی و مٹنہا بعد و مظلومی نازد اما کی مٹنہا



زبدۃ الاماثل والاقران لایق العناية والاعسان
پیڈ نایک بعنایت بادشاہانہ مضطر و سبا ہی بودہ بدانند کہ دریں ولا از پیشگاه خلافت و
جہانبانی از راه فضل و کرم بتعجیل آں زبدۃ الاماثل والاقران غفوشده سر و لیک نعت آبا

۵ یہ فرمان سئلہ ۷۵۹ سال اول جلوس اورنگ زیب کا پیڈ نایک راجہ شورا و ضلع کلبرگہ کے نام کا ہے
اس پر ایک چھوٹی مہر جو بالکل مٹی جوئی ہے اور دوسری مربع جو جس میں طغرائے عربی ہے۔ لیکن دوسری
دو فرمان چھتیسویں سال جلوس کے چکنا نایک دوسرے راجہ شورا پور کے نام ہیں ان پر بھی ایسی ہی
مہر ہیں جس کی عبارت ہم نے خود دیں کی دوسرے بدقت تمام پڑھ لی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بخط شعیق

نشان عالی متعالی
بادشاہ
جہان شاہ
محمد اعظم شاہ

فرمان ابو المظفر
محمد الدین اورنگ زیب عالم گیر
بادشاہ غازی

خط املا



وغیرہ بدستور شد آمد سابق مطابق فرمان والا حضرت بآں زبدۃ الاقران بجال حکم شد
باید کہ اسید و ارعنا یات پاوشا مانہ بودہ پام نایک پس خود را بہ طمانیت خاطر برکاب
تلفرا منتساب بفرستد کہ بنوازشات پاوشا مانہ و عطایے منصب سر بلند می یابد
چهارم شہر رمضان المبارک سنہ احد جلوس والا قلمی گشت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۷)

سیادت و تعابت مرتبت نجابت و شرافت منزلت نقاوت و دوامان ارشاد و تہذیب
خاندان رشاد و اخلاصت نیر جہا کتاب برج رسالت اختر نور بخش اوج ولایت المختص بچو
الباطنی و الظاہری شاہ حضرت قادری بقیض ایزدی بہرہ ور باشند بعد از محضی نہاند کہ با بقا
حقیقت رسیدن مغل بموضع کر براسنگی و تکیہ تہ نگارش فرمودہ بساعت تمام تر فرزند و لشکر و احشام
عالیشان رفیع القدر بلند مکان مسعود خاں را بحضور انور آوردن نگاشتنہ شدہ بود اما حال از
مکان نتمکنہ عدول گروند و احوال اینجا نیست کہ لشکر سفل و بر پی تخریب پر گنہ جگہندی تیرول
وغیرہ ملک سہمور شدہ و خان رفیع الشان شرزہ خاں را کہ حکم فرمودہ بودیم مغزیہ بہت
بدر اخلاص امروز کہ تاریخ ششم است بمجر و اطلاع اخبار حا و کلمات رسیدند و نقل پس
منشأ الیہ می رسید یقین تصور نمودہ در حالتی کہ حقیقت مرقومہ بطلانہ و آید مع فرزند
و لشکر و احشام خاں مغزیہ راہ و ارسلطنتہ پیش گرفتہ بیان
والا رسیدن بآں سیادت پناہ ممکن و میسر نخواہد شد مشہور بہت
کہ کار امروز بفر و استغفار ہاں زہنا چوں شود روز دیگر نوید یاب

یا اللہین محی
پو مدو پچ

و گراست الحال بجز جنگ جدال قتل و قتال صورتی دیگر مقصود نیست زیادہ آں سیادت پناہ و انا اند

نوٹ۔ یہ اصل فرمان مجہ کو سید احمد صاحب نبیرہ قادری جاگیر دار آنا مسور سے ملا جو نہایت خوش خط نہری
مکتب و اکملہ پر لکھا ہوا ہے۔ اس پر کوئی تاریخ نہیں ہے ہر دستی میں مرث مدد یا محی الدین کندہ ہے جو فرمان کے
دو اپنے حاشیہ پر ثبت ہے اور کسی وزیر کی معلوم ہوتی ہے کہ بلحاظ واقعات او انور زمانہ سلطنت علی عادل شاہ
غانی (ع ۱۰۲۳ھ) یا او اہل سلطنت سکندر اولی شاہ کا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سید الیاس الخاں
بشرزہ خاں اور مسعود خاں دونوں موجود تھے اور شرزہ خاں کے نام اور رنگ زیب کا فرمان سنہ ۱۰۹۳ھ کا علیحدہ
(بقیہ لاث برصغور بعد)

بسم الله الرحمن الرحيم

تیاوت فحایت مذهب نجابت و شرافت مروت عاده و دوران پرست دودایت خاصه فایدان شاد و
شاه حضرت قادی

نیز چنانست بروج رسالت آخرت و بخش اوج ولایت المختص بمولطف الباطنی و الطاهری بفضیل

بهره و رباشند بعد از انجمنی نماید که سابقا حقیقت رسیدن من موضع کبریا سبکی و تیکوتیه بکار

گرموده بساعت تمامه فرزند و شکر و احسان جان عالی شان رفیع القدر بلند مکان مسعود خان را به حضور

آوردن نکاشته شده بود اما حال از مکان متمکنه عدول کردند و احوال اینجا نیست که شکر منعل در پی

تخریب پرگنه بکنند و میر دل و غیره مک معززه شده و خان رفیع لسان شهنشاه خان را که حکم

گرموده بودیم معزله راست بدار الخلافه اوردند که ما رنج ششم است بجز و اطلال

رسیدند و منعل در پی مشارالیه میرسد یقین تصور نموده در حالتی که تحقیق مرقومه بمطالعه

مع فرزند و شکر و احسان خان معزله را دار السلطنه پیشکش بجا نیند و الار رسیدن

تجیبات پناه ممکن و میرخواهد شد و راست کار امر و زنجیر و انعکاس

چون شود دزد و کزوبت کاری بکرامت الحان بحر حکایت وصال قتل و قتال صورتی دیگر است و نیز زیاده است

(۸) منشور مہری شاہنشاہ اورنگ زیب بھٹا سے وہ بگہ اراضی واقع تھی مہیشپور
صوبہ لاہور بمسماۃ عایشہ مورخہ ۱۲ رجب ۱۰۹۹ھ - یہ فرمان بحالت شہزادگی نافذ ہوا ہے کیوں
کہ اورنگ زیب گوشتہ میں تخت نشین ہوا لیکن باقاعدہ طور پر تخت نشینی کا اعلان ۲
رمضان ۱۰۹۹ھ کو ہوا یعنی اس فرمان کی اجرائی کے دو مہینے بعد۔

البد اکبر

درینوقت منشور لامع النور شرف صدور و عزت کھور یافت کہ ×
پہلی ہیبت پور من مضافات صوبہ دار السلطنت لاہور از ابتدا سے ربیع تکو ذیل
در وجود و معاش مسماۃ عایشہ حسب الضمن مقرر شد × کہ حاصلات آنرا
فصل بفصل سال بسال صرف یحتاج خود نموده بدعای دوام دولت ابد طراز
اشتغال میں نموده باشد می باید کہ × حکام و عمال و جاگیر داران و کروریان حال
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کو شیدہ اراضی مذکور را پیمودہ
و حکم بستہ × بتصرف او باز گذاشتہ اکصلا و مطلقا تعمیر و تبدیل بدان نہ ہند
و بعلت مالو جیات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریانہ و مضابطانہ و
محصلانہ و مہرانہ و دار و عنکانہ و میگار و شکار و وہنہی و مقدمی و صد دوی
قانون گوئی و ضبط ہر سال بعد از تشخیص حکم و تکرار زراعت و کل × تکالیف
دیوانی و مطالبات سلطانی فراغت نہ رسانند و دریں باب ہر سالہ سند
مجدد نظر ہند و اگر در محلی دیگر چیزی دیگر داشتہ باشد آنرا اعتبار نگنند از
قیمہ وہ در نگذرنند بتاریخ ۱۲ شہر رجب ۱۰۹۹ھ ہجری ست تحریر پذیرفت ۵

(مکتوبات صغیر و کبر)

موجود ہے جس سے اندازہ اس فرمان کے سند کتابت کا لگایا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں ایسے
فرامین طبع اور کمند لک کر آتے تھے اور کمربند پر ایک طرف القاب اور دوسری طرف تاریخ تحریر
اور درمیان میں پنام مکتوب الیہ اور پشت پر مہر ہوتی تھی یہ طریقہ مراسلت کا یہ ہے دیکھتے ہیں کہ اب
بہادر شاہ لاچنگ اولی کی مدارالہامی تک جاری تھا۔ اب انگریزی تہذیب ان سب قیود سے آزاد کر دیا۔

(۹) فرمان مہری اورنگ زیب بھٹا سے اراضی یکصد بیکہ درپر گنہ بہت سرکار سہارنپور صوبہ دار الخلفہ شاہجہان آباد بنام مسماۃ صاحب دولت وکیل بطور مدد معاش مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۰۶۳ھ

درینوقت فرمان عالیہ شان فرخندہ عنوان شہر مد ریافت کہ موازی یکصد بیکہ زمین افتادہ لایق زراعت خارج جمع از پر گنہ بہت متعلق بکار سہارنپور من مضافات صوبہ دار الخلفہ شاہجہاں آباد از خریف پارس ملی در وجہ مدد معاش مسماۃ صاحب دولت و غیرہا حسب الضمن مقرر و مفوض باشد کہ معاملات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف مایحتاج خود مانودہ بدعای بقای دولت ابدیت اشتغال بینودہ باشند و می باید کہ حکام محال و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال در استقرار و استقرار ایستگار و الا یہ کوشیدہ اراضی مذکور را پیمودہ و یک بستہ بتصرف آنہا باز گزاشتہ اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل نہ بدان راہ نذہند و بعلت الوجہات مثل قلعہ و پیشکش و جریانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و وار و غلگانہ و بیکار و وشکار و دہ نمی و مقدمی و صدوی قانون گوئی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی فراحت نرسانند و دریں باب ہر سالہ سند مجدد و نقلیہ دادر محلی دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند تا بیخ چہارم شہر ربیع الاول ۱۰۶۳ھ پنج از جلوس و الانوشتہ شد۔

(۱۰) فرمان مہری اورنگ زیب بھٹا سے یومیہ عزم از خزانہ لاہور بنام محمد باقر نبیرہ عبداللطیف مورخہ ۱۹ شعبان ۱۰۶۳ھ جلوس م ۱۰۶۳ھ

درینوقت فرمان عالیہ شان سعادت نشان شرف صدور یافت کہ مبلغ یکروپیہ بلا تصور یومیہ از خزانہ دار السلطنت لاہور در وجہ مدد معاش محمد باقر نواسہ ملا عبداللطیف سلطانپوری کہ طالب علم کثیر العیال است حسب الضمن

مقرر و مفوض باشد از اصراف و مایحتاج خود نموده بدعا بقار دولت ابد مدت
اشغال بینموده باشد می باید که حکام و عمال و متصدیان مہمات و متکفلان کمالات
و داروغگان و مشرفان حال و استقبال آنجا در استمرار و استقرار انجمن
اشرف اقدس اعلیٰ کو شیدہ مبلغ مذکور را از خزائن مرہو بہ شارالیه میرسانید
باشند و از انجملہ چیزہی قاصر و منکر نگردانند و دین باب ہر سالہ حکم و سند مجدد
نطلبند و اگر در محلی دیگر چیزے داشته باشد آنرا اعتبار کنند تا بیخ نوزدہم شہر
شعبان سنہ شش از جلوس والا نوشتہ شد۔

(۱۱) سند مطلقا و مہری محمد شاہ بادشاہ بخط شفیعہ مشعر سرفرازی بر عہدہ
قضارت پر گنہ جلیسر صوبہ اکبر آباد بنام شیخ محمد رضا سنہ جلوس (۱)

علین آشیان

گماشتہای جاگیر داران و کروریان و جمہور کنندہ پر گنہ جلیسر و غیرہ سلاطین
و صوبہ اکبر آباد را اعلام آنکہ وکیل شیخ محمد رضا ولد شیخ محمد عوض التماس نمود کہ
موکل بموجب پروانہ عہد مرقوم بہت ہفت رجب سنہ الیہ و منصب
قضای پر گنہ مذکور و غیرہ سرفرازی دار و امیدوار است کہ پروانہ مطابق عہد
مرحت شود حسب الحکم اعلیٰ قلمی میگردد کہ مشارالیه را بدستور سابق حسب الضمن
دانستہ دست تقدیر مومی الیہ را امور متعلقہ انخدمت مستقل دانستہ و دیگر را
سہیم و شریک او ندانند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آید پیغم
شہر ربیع الثانی لم

۱۵ فرامین و احکام میں بر پاس ادب سطر میں جگہ عبور کرنا مبادشاہ کا پیشانی پر لکھ دیتے ہیں۔

۱۵ بحسنہ ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

۱۵ فرامین پر سب سے دستخط کے صاف بنا دیتے تھے یا بیض کر دیتے تھے۔ ۱۵

جوہر مرآت حقیقت

و مال بانی مہمانی دولت و اقبال و حقیقت یا سب
 سران سرطانی رمز شناس x عالم مزاجدانی
 جوہر مرآت حقیقت دودا فروغ شمع یک رنگی و صفا
 ہمد و نکشای مجلس خاص محرم خلوت سہرانی
 صدق اخلاص کار فرمای سیف و قلم مدبر امور
 عالم x قدوہ خوانین بلند مکان عمدہ امرای
 عظیم الشان مرید مرشد پرست بی رپرنگ نفاوہ فدویان بافرنگ استظہار
 مجاہدان با عظم افتخار و لیوان معرکہ ارم x امیر صیانت تدبیر ممالک مدار شیر روشن ضمیر
 عالی مقدار لازم الاختصاص والاعزاز واجب الاحترام والاعتیاز رکن السلطنت
 پادشاہ سلیمان اقتدار بخشی الممالک x امیر الامرا ناصر الملک نجیب الدولہ نجیب خان
 بہادر ثابت جنگ سپہ سردار نوبت واقعہ نگاری گترین خانہ زادان و گاہ آسمانی
 عقیدت النیام x اندرام قلمی میگردد و حکم جہاں متاع آفتاب شعاع شرف نفا
 یافت کہ غاز (سی) الدین حیدر بہ منصب سہ ہزاری ذات و دہزار سوار خطاب
 خانی و بجا و رسے x سرفراز باشد واقعہ بتاریخ دوم محرم الحرام سنہ عجیب
 تصدیق یادداشت قلمی شد

شرح دستخط
 امارت و خجابت مرتبت x
 شہادت و ایلالت مترت و انانی مدارج x
 دین و دولت شناسائی مراتب ملک ملت فرانڈہ
 لواے x شکست و شکست طراز با طراہیت و غفلت
 اعتقاد خلافت و فرماں روانی اعتماد سلطنت و شکستانی
 ظفر چرائی سارک جہاں بانی عیش آرامی x محافل کامرانی
 ناچ و سناج ملک و مال بانی مہمانی دولت و اقبال
 دقت یا سب سران سرطانی رمز شناس
 عالم مزاجدانی جوہر مرآت حقیقت

و دفا فروغ شمع
یک رنگی و منافع هم دل کشای مجلس
خاص محرم خلوت سکرا صدق و اخلاص و کمال
سبقت و قلم مدبر امور عالم قدوه خوانین بلند مکان عدّه امرائی
تفکیر ایشان مزین شد پرست بی یورنگ نقاوه فدایان بافت رنگ
استبهار مجادلان با غم افخار دلیران معترکه رزم امیر صیانت مدبر ممالک
و لا امتیاز * کرن السلطنت بارشاه سلیمان تقدیر غشی الممالک امیر الامرا
ناصر الملک نجیب الدوله نجیب خان بپادشاه ثابت جنگ بیچار
سردار آنکه داخل واقعه نمایند *

توضیح از اوراق

فرومونیان صا و خاص بد فتر رسید که غارتی البرین حید را
پیشکش و خلافت و جهالی بانی اسید را القضاوت خفا نیست
که به نصیب سه هزار ذات دو و نه از ر و قطاب خانی بهادی
سرافراز شو و شرح و مستعمل
بخشی الممالک آنکه مطابق صا و خاص عمل آرند

۳۰ هزار ذات
اعمال سوار

تحریر فی تاریخ شهر صد ۵ سنہ الیہ

(۱۴) فرمان شاہ عالم ثانی متضمن عطاے جاگیر البیتی ^{مکملہ} دوام جس کی آمدنی نو سو روپیہ تھی مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ جلوس مظہر ۱۱۹۵ھ

درینوقت ہیمنت اقران فرمان والا نشان واجب الزمان صادر شد کہ مبلغ یک لک و ہفتاد و پنج ہزار پست تصد و شصت و پنچہ ام موئع کلبہ وغیرہ عملہ پر گنہ شکر پور وغیرہ سرکار صوبہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد کہ مبلغ بہ صد روپیہ حاصل آست بابت محال جاگیر محمدی خاں عرف بھوج خواص و وجہ الغامہ التمنانی حسین بخش وغیرہ متعلقان خان مشارالہیہ با فرزند ان تصدیق و یادداشت و توفیر آنچہ از حسن تردد و جمع آل بیضا پیدا از ابتدای ربیع او ذیل حسب الفرض مقبرہ باید کہ فرزندان نامدار کامرکار والا ستار و وزرا سے ذوی الاقدار و امرای عالی مقدار و حکام کرام و عمال کفایت فرجام و مستعد یان مہمات دیوانی و متکفلان معاملات و سطانی و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال ابداء و موہب اور استقرار و استمرار این حکم مقدس معلی کو شہیدہ دامحماسی مرقومہ رائے بعد نسل و بطن بعد بطن خاندان و منجملہ بقصر آہنا و الزارند و از صوادیم تغیر و تبدیل مصصول و محروس و انسہ بعلت پیشکش صوبہ داری و فوجداری و مال و جہات و سایر اخراجات مثل قلنہ و محصلانہ و داروغانہ و خنایانہ و شکار و بیکار و دہنمی مقدمہ و صد و بی و قانون گوئی فراحم و متعرض نشوند و از کل تکالیف دیوانی و مطالبات خاقانی معاف و مرفوع القلم شمارند و درین باب تاکید الکید و قدغن فرید و انسہ بر سال سند مجد و نطلبند و ایریک لنیغ کرامت تبلیغ و الا تخلف و انحراف ننوازند بتایخ ہفتدہم شہر ربیع الاول سال بیت و دوم از جلوس ابداء نو س معلی زیب تحریر یافت

(۱۵) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم مورثہ شب، شوال ۱۱۹۵ھ مہری قاضی مرزا غلیل الرحمن جو نہایت مطلقا اور از مذہب ہی نہ نکاح نامہ ۲۰ ستمبر ۱۱۹۵ھ کو قلنہ معلی میں بوقت قبضہ انگریزی ملا اور سر امری شوگیر نے

(Mr Imre Schweiger) عجائب خانہ واقعہ قلعہ کوٹھنہ دیا

اطلعت بهذا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل النكاح سنة سنية للانام وفصلاً قاطعاً متميزاً بين \times الخلال
والحرام حصناً حصيناً عن التفاحش والانام وتمتعاً في الليام والايام \times والصلوة
والسلام على من جاوره بامرفان نحو اطاب لكم من الناس \times وقال تزوجوا وناسلوا \times
وتكاثروا فاني متكاثركم الامم يوم العرض واللقاء وعلى آله المعصومين واصحابهم جميعين
الابعد اين وثيقة صحيحة شرعية نبوية بزبور صدق آراسته مشعر ومبني است براينكه \times
بتاريخ شب هفتم شوال المكرم سنة ١٢٨٥ هجرية مقدسه نبويه عليه التحية والثناء ودر محفل
عقد حاضر آمد \times حافظ نظام علي بن نور محمد كه وكيل ثابت الوكالت بالنكاح است از
قبل تنق نشين عصمت مسماة \times مداري بگيم بنت مرزا مونكا بشهادت شاهدين
العادلين المحرمين البالغين احد همام زاحسين بخش ابن مرزا جمعه وثنائهما مرزا عظيم الدين
بن مرزا شجاع الدين وكيل مذکور نفس نفيسه مسماة مذكوره بجوئ كاين مبلغ
بجمله روپيه سكه رائج الوقت كه ثلث ازان معجل وثلثان منه موئبل الى بقاء النكاح
بزني وزوجيت ووجه دو دمان سلاطين نامدار \times مرزا شهاب الدين بن مرزا طه
داد وناكج مذکور نفس نفيسه مسماة محدوده راجعوض كاين المذكورين \times خواست
وقبول كرد ودر عقد نكاح صحيح شرعي خود در آورد وبينها ايجاب وقبول شرعي
واقمشد \times وعقد نكاح منعقد گشت نكاحاً صحيحاً شرعياً جائزاً نافذاً على سبيل
الشهرة والاعلان ولا على الطريق الخفية والكتمان قد وقع ذلك في التاريخ شهر
صدر سنة اليه بصر

اس نكاح نامے کے حاشیے پر شاہزادوں کی گواہیاں حسب ذیل ہیں :-

مرزا شهاب الدین (ناکج) مرزا کمبو صاحب - مرزا ملو صاحب - مرزا محمد - محمود -

مرزا سر بلند بخت - مرزا خدا داد - مرزا بیو -

(۱۶) خط فارسی من جانب لارڈ مٹو موسومہ بہ راجہ رنجیت سنگہ پنجاب
سورخ ۳۱ راکتوبر ۱۸۵۷ء مع کثافت طانی نگیاں اور افشاں کیا ہوا بھٹا شکستہ جس کی
پشت پر مہر گونہ خزل بہادر نے دفر کی ہے۔

مہاراجہ صاحب بسیار بہانہ شفیق و دوستانہ و متحابہ مخلصان سلا
بعد اشتیاق و ریاضت صلت موفیہ السرت کہ متجاوز التییر و التقریر است مشہود
خاطر مہربانی مظاہر میدار و سوال و جواب x مظاہر حائیکہ از وقت ورود و شہادت
و عوالمیر تب x اہبت و معالے منزلت متکلف صاحب بہادر بدر بار آتشفق x
بعل آیدہ کیفیت آن مفصل از ارقام صاحب موصوف بدریافتہ مخلص رسبد
بعض مراتبیکہ در اثنا سے این گفتگو x رو بہ رو و موصوب تیر و تاسع خاطر
اتحاد ایش شد x نقطہ بریں گشت کہ مخلص بذریعہ قطعہ محبت نامہ کیفیت x
مانی الضم و مکتوبات خاطر خود محیط بیان در آورد x مشفقاً مقصود از تعینانی صاحب
موصوف بدر بار آتشفق x ہمیں یہ وہ کہ معزی الیہ از کما ہی نظر اتیکہ عاید شدن آن
و عمر و ایام نسبت بملک آتشفق متصور است بخدمت اطلاع دادہ x جہت اندفاع
آن طرح انداز و خلعت و موافقت ہر دو سرکار شود x چنانچہ صاحب موصوف
تفصیل این اجمال را تقریر بحانہ x در خدمت آن شفیق بمعرض اظہار در آورده اند
و اگرچہ در حقیقت تقریر انچنین سر رشته موافقت خالی از انتقاع x این سرکار ہم
نہست زیرا کہ گروہ خدلاں پزیر و ہیکہ متبع زیان رسانے نسبت بملک سرکار آتشفق
است x از معاندان این سرکار نیز متصور لیکن در صورت پیشقدمی x آن گروہ
محفوظ و مصون بود لیکن ملک آتشفق از آسیب و تعدی آہنا x بلا اعانت و امداد
الہالی سرکار کہ بفضل الہی نظر بر مراتب قدرت و فرط استعداد و اقتدار خود را x
اسباب حفاظت و حراست ممالک محروسہ جمیع وجہ x حاصل و واصل دارد اہم
محال است آزانجا کہ بظاہر اسباب x صداقت این مقال بر وجہ احسن و روش

ستحسن بنقوش (حاشیه بر آرمی سطروں سے) خاطر انشعق گردید
 درین صورت بالفعل دریافت است یعنی کہ \times انشعق اقبال سوال فرمود کہ کمال
 منفعت \times بل قیام سرکار انشعق دران مستقیم است منحصر و مشروط برین
 داشته بودند کہ \times سرداران سکھان اینطرف رودستلج کہ از متوسلان وزیر
 سایہ \times بجفا ملت این سرکار بستند ابالی این سرکار روادار دست درازی
 انشعق زیر تعلقات اینها شود موجب \times استعجاب خاطر اتحاد آثار گردیدہ معہذا
 ہر گاہ اینہم بطور ہیوست \times کہ انشعق باوجود مقول و مسموع داشتن است یعنی کہ در
 مقدمہ \times سرداران فرور از مخلص استصواب و استصلاح بعمل آید \times خود مع فوج
 رودستلج را عبور ساخته در ممالک آنہا \times درآمدہ بتسخیر قلعہ جات اقدام نمودہ
 بودند مکان استعجاب \times زیادہ از سابق لاحق خاطر مودت و خائرج گردیدہ شفق
 مدارج و فاپرستہ و اعتدال پڑو ہے ابالی سرکار \times انگریز بہادر بر انشعق
 و جمیع رؤسا و سرداران ایندیہ \times بخوبی واضح و لائحہ است \times چنانچہ قوم مرہٹہ
 در ایام تسلط خود \times بممالک سمت شمال ہندوستان از سرداران سکھان \times
 پیشکش و خراج میگرفتند و دست اختیار از سرانہا \times و از و آنہا را زیر اطاعت
 خود بامیداشتند \times بعد از ان وقتیکہ ابالی این سرکار مخلص جیت صیانت \times ممالک
 عمر و ہ از دست پیش قدمی و زبردستی قوم مزبور \times مجبور از انکاب محار بہ پرداختہ
 بر ممالک ہندوستان \times تسلط شدند \times ایتلاف و انجذاب قلوب سرداران
 سکھان بذریعہ تثبیت سررشتہ فلاح و بہبود اینہا پیشینہا و خاطر خواہ داشتند
 از اخذ پیشکش و خراج مال از ہرگونہ مطالبہ \times فراغت اجتناب فرمودہ سرداران
 مذکورین را بلا قید \times و حصر در میان تعلقات اینہا مختار گردانیدہ پس ہر گاہ \times ابالی
 موصوف مخلص نظر برد فادہ احوال و استقرار اختیار \times سرداران مذکور در میان تعلقات
 مفوضہ اینہا \times از اجرائی حکومت و اجبی نسبت باہند دست بردار شدند \times چہ جا
 امکان باشد کہ ابالی موصوف روادار حکم \times سرکاری و گریز سر سرداران
 سکھان کوہین تواند گردید \times از انجا کہ بمعنی بر را ای زمین انشعق نیکو خاطر خواہ بود
 در یعدورت مخلص را یقین حاصل کہ انشعق از تقدیم ارادہ خود نسبت سرداران

فرورین معطوف النمان خواہند گشت - مشفقاً بروی بعض مرتب یہ
Minto (منو)

نقل لفافہ - بمطالعہ ساطعہ ہمارا چہ صاحب بسیار مہربان شفیق دوستان
استقرار مخلصان ہمارا چہ رنجیت سنگھ بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ معصوب باد -
لفافے کے عرض پر - مرقوم سی ویکم ماہ اکتوبر ۱۸۵۷ء عیسوی مطابق
دہم رمضان ۱۲۷۳ھ ہجری

(۱۷) لارڈ آکلینڈ کا خط سوموہ ابو نصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہ
دہلی مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۸۵۷ء جس میں لاٹ صاحب معزز نے حضور بادشاہ ولیم چارم
کی وفات اور حضور ملکہ معظمہ و کنواریا کی تخت نشینی کی اطلاع دی ہے -

To His Majesty,

Abu Nasir Mojeeb-ooddeen

Mohammad Akber Shah Badshah Ghazni

My royal and illustrious friend,

I have learned by Dispatches recently received overland from England the mournful intelligence of the death of His most gracious Majesty King William the Fourth, whom after a happy and prosperous reign of seven years it pleased the Almighty to call to his Mercy on the 20th of June in the year of our Lord One thousand Eight Hundred and thirty seven.

The late Sovereign by his many excellent

اعمال و خدمات کے لئے ہمیں غم و غصہ ہوتا ہے اور افسوس ہے کہ اس عظیم الشان شخصیت کی دہلی میں یہی ممکن
ہو کہ اور کچھ عمارت رہی ہو - ۱۲

qualities, had greatly endeared himself to his subjects who deeply and unanimously lament his loss.

By the demise of His late Majesty the Imperial Crown of the United Kingdom of Great Britain and Ireland has solely and rightfully come to The High and Mighty Princess Alexandra Victoria, niece of the late Sovereign, who has been duly proclaimed, by the Grace of God, Queen of the United Kingdom of Great Britain and Ireland and Defender of the Faith. May her reign be prosperous.

Considering your Majesty as a sincere friend of the British Government I have deemed it necessary to communicate the above circumstances for your information.

In conclusion I beg to express the high consideration I entertain of your Majesty and subscribe myself—

Your Majesty's Sincere friend
Fort William Auckland

11th September 1837

(ترجمہ) بمختار ابو نصر معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی۔

میرے شاہی اور والہاقد دوست۔ اُن مراسلوں سے جو مال میں انگلستان

سے موصول ہوئے ہیں مجھے حضور بادشاہ ولیم چہارم کی وفات کی افسوسناک خبر ملی ہے جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنی مرضی سے سات سال کی خوش اور باقبال سلطنت کے بعد ۲۰ جون ۱۸۳۷ء میں اپنی جوار رحمت میں طلب فرمایا۔
مرحوم بادشاہ کو اپنی بہت سی صفات حسنہ کی وجہ سے رعایا بہت عزیز رکھتی تھی جو گہری طور پر متفقاً ان کی وفات کا ماتم کرتی ہے۔ حضور مرحوم کی وفات سے سلطنت متحدہ برطانیہ اعظم و آئرلینڈ کا شاہی تاج بالکلید استحقاقاً علیا حضرت شاہزادی الکرینڈیا و کٹو ریٹا شاہ بیوی کی جیتھی کے قبضہ تصرف میں آیا جو جن کے بفضل خدا ملکہ سلطنت متحدہ برطانیہ اعظم و آئرلینڈ و حامی دین ہونے کا اعلان باقاعدہ طور پر کیا جا چکا ہے۔
بخیال اس امر کے کہ حضور سرکار برطانیہ کے مخلص دوست ہیں میں نے واقعات بالائی اطلاع دینا ضروری خیال کیا۔ خاتمہ پر میں اس واجب التعظیم خیال کا اظہار کرتا ہوں جو مجھے حضور کی ذات سے ہے۔

میں ہوں حضور کا مخلص دوست۔ آکلینڈ



(۱۸) فرمان مطلقاً اکبر شاہ ثانی موسومہ کرنل اسکندر۔ یہ جلوس (۳۰)
جس پر دو طغرے طلانی اور شاہی لہر ہو اور بہرہر چتر شاہی کی شکل بھی بنی ہوئی ہے
قول قرار استمرار پٹہ باسم ناصر الدولہ کرنل جیمس اسکندر پٹا در عالیجناب۔
آفقیقت نہاد خان زاد قدیم الخاندان و ناعرضی بانمظنون گذرانیدہ کہ شمشک پتہ
ربو پورہ از ابتدای ۳۰ فصل بخائینہ سہلا واجب شانزدہ سالہ نام نہاد و زادہ
از حضور مقرر است x در انمیاں ہفت سال منتفی گردیدہ و نہ سال باقیمت از انجا
کہ رعایا سقیم و ویران بود کاشککارانرا از جابجا طلبیدہ قریب چہل ہزار روپیہ در وجہ
تقاوی مزارع ان سقیم x دادہ آباد نمود و زقلت پیداوار سی کچھہ از تقاوی بصول الخاندہ
و در شصتہ حضور و الاسال بال و فصل بفصل بلا توقف و بلا عذر از قرضوام و نامودہ
زیرباری کثیر برداشتہ ام و آیدہ بتصرف x سی چہلہزار روپیہ در آبادی و تعمیر آبادی
بمختہ صورت فواید و محاصل بگذارہ اینقدوسی غیر ممکن باستحقاق خانہ زادگی قدیم

اسید وارم کہ پتہ مذکور بمجموع زر شخصہ شانزدہ ہزار روپیہ سالیانہ بطور دستمراہ
 تسلماً بعد نسل و بطناً بعد بطن بنام اینفدوسی مقرر کرد کہ باطنیان خاطر بصرف زر دیگر
 از قرضوام پرواختہ این فدوسی و فرزندان اینفدوسی جمیع زر شخصہ حضور انور سال
 و فصل بفصل داخل خزانہ عامہ کردہ باشد لہذا بعد نظر اینکه آن عفتیت کیش
 خانہ زاد این خاندان علیا است در ادائی در شخصہ و صرف نمودن زر خیر و جہ تعادلی
 و خانہ آبادی مقروض x وزیر بار گردیدہ بمور و تفضلات و پرورش قدیمانہ پتہ ربوہ
 تیو لخاص از ابتدائی سلسلہ بمجموع شانزدہ ہزار روپیہ سکہ کلدار سالیانہ مساوی بطور
 تسلماً بعد نسل و بطناً بعد بطن بنام x ایٹال مقرر کردہ شد باید کہ آن فدوسی و فرزند
 پتہ مذکور را استمرار تسلماً بعد نسل و بطناً بعد بطن بدیگم محکم و مستقل برای علی الدوام
 بذمہ خود دانستہ بمخاطر جمع تمام بصرف زر دیگر پتہ مذکور آگاہ و اساختہ x جمع استمرار
 سال بال و فصل بفصل داخل خزانہ عامہ حضور والا کردہ باشند کمی و بیشی پیداوار
 ذمہ خود شناسند و اگر خدا نخواستہ نقص و پایمالی زبردست رود بدیگم تحقیقات
 اس حضور انور مجرائی خواہد یافت باید کہ فرزندان نامدار کامگار عالی نسب و الاتہار و
 وزرائی ذوالاقتدار و امرای عالمقدار و حکام کرام و عمال کنایت فرجام مستعد
 مہمات x دیوانی و متکفلان معاملات سلطانی و جاگیرداران و گرویان حال استقبالی
 ایداً و موبداً در استقرار این محکم مقدس معلی بکشند و بوجہی من الوجہ سوائی از زر شخصہ
 طلب نسا ند و لوازمہ عہدہ داران و زمینداران و مقدمان پتہ مذکور آچنان کہ ہر آئینہ
 در اطاعت و فرمانبرداری اہلکاران آن عفتیت کیش پرواختہ پیداوار سال x بال
 و فصل بفصل اداسیکردہ باشند نوعی تخلف و انحراف ننوازند بتاریخ بست و مفتہ شہر
 شوال ہیمنت اشتمال شئی ام از جلوس معلی زیب تحریر یافت x

(۱۶) تصدیق نامہ متفقین اس امر کے کہ سرفراز خاں کو اکبر شاہ ثانی نے
 پرورش فرما کر خطاب حبیب الدولہ محب الملک افضل الامرا شمشیر جنگ محنت مایا تھا
 اور سلاخ غانے میں ایک اعلیٰ عہدے قورخانے اور حبیب خاص پر مقرر فرمایا تھا
 یہ کاغذ ۲۰ ستمبر ۱۵۷۷ء کو بوقت فتح قلعہ انگریزوں کے ہاتھ لگا اور مٹھامری شوگر نے

عجائب خانے کو تحفہ دیا۔ یہ تصدیق نامہ مطلقاً و مذہب ہی جس پر دو بڑی شاہی
مہریں اور چودہ مہریں اور صابوں کی ہیں۔

حضرت محمد اکبر شاہ بادشاہ انارکسہ برہانہ و مرقدہ

و لا تکتہموا الشہادۃ و من یکتمہ فانہ آثم قلبہ واللہ بما تعلمون علیم

از انجا کہ بہ مقتضای آیہ کریمہ
ادای شہادت و دلیل سعادت و
کمالش موجب شقاوت است x لہذا از حضرت سلاطین و الایہ العالی و قار
علماء تقوی و صداقت القیام و مہذب امور اسلام و فقرا و اہل بیت و صفای
کرامت x و عنیاد نثار و رؤسائے شوکت و حشمت آب و امرار امارت و اہل نصاب
این خاکسار فورہ سے مقدار المظاہب بس فرار خان x سوال میکند و استشہاد
حق خود میخواید بر این معنی کہ حضرت عرش آرامگاہ
این سائل را

از عمر شیر خوارگی بظہل عاطفت و سایہ ملاحظت مثل فرزند ان پرورش فرمودہ
بتقرر معلوم و ادیب بہ تعلیم و تادیب x مشرف نمودہ بسن تمیز بتعین خدمت
شایستہ و عہدہ وابستہ اعلیٰ خدمت قورخانہ و جیب خاص و خطاب جیب الدولہ
محب الملک افضل الامراء محمد سر فرار خان بہادر شمشیر جنگ در اقران و امثال
معزز و ممتاز فرمودہ سند فرمان x و الاشان مہربان و شہل مہر ترک و طغر اشعر
بمضمون مرقوم الصدور مصدرہ ششم رمضان المبارک سنہ سی و یکم طوس علی
بنام خاکسار صادر و عطا فرمودند چنانچہ سائل فرمان کرامت ترجمان را فتح اسناد
بدست x میدارد و نیز تا زمان رحلت فرمودن حضرت عرش سلطانی و حاضر کسی
در بار خاقانی بمغفور سر فرار ماند حضرتی را از حضرت امجد و حسین بر صحت این حال x
و صدق ہذا المقال اطلاعی و آگاہی باشد حسبہ کتب مہر گواہی خود برین قرطاس
ثبت فرماید کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور شوند x

(۲۰) سر چارلس میکاف کا خط تعزیت مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۳۶ء موسوسہ
ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی بر حضرت ممدوح کے والد کی وفات پر لکھا گیا۔

To,

His Majesty

Abul Mozaffar Surajooddeen Mohammed
Bahadur Shah Badshah Ghazi,

May it please your Majesty,

I have received with the deepest sorrow the mournful intelligence communicated to me by Mr Metcalfe of the demise of His Majesty on this melancholy occasion with sentiments of sincere and respectful condolence. I fervently Pray that Your Majesty may be supported and comforted by the reflection that all things proceed from the Will of the Creator; and that it has pleased Almighty Providence to take unto himself Your Majesty's venerable Father after a long and happy reign.

When time shall have mellowed recollections of a dear Parent, your Majesty will call up with pleasure to the remembrance of the amiable qualities which distinguished His late Majesty, and by which he will ever live in the memory of those who had the honor of approaching him.

I now beg leave respectfully to offer my sincere and heartfelt congratulations on your Majesty's succession

to the Throne of your ancestors.

May you be blessed with a long life, Health, Happiness and Prosperity.

Your Majesty's
Faithful Servant

Agra

The 4th October 1837. C. T. Metcalfe

(ترجمہ) بحضور ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ

بادشاہ غازی

التماس آنکہ۔ میں نے اُس اندوہ ناک خبر کو جو سٹریمکاف نے حضور کی رحلت کے متعلق دی ہو نہایت افسوس اور اس الم ناک واقعہ کو مخلصانہ و مؤدبانہ خیالات و تعزیت کے ساتھ سنا۔ میں گرجو شکی سے دعا کرتا ہوں کہ حضور کو اس امر کے تصور سے سہارا اور تسلی ہو کہ تمامی امور خلاق عالم کی مرضی سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ کہ قادر مطلق کی اسی میں خوشی تھی کہ حضور کے والد ماجد کو ایک طویل اور خوش گوار مدت سلطنت کے اپنے نزدیک بلا لے۔ جب وقت حضور کے غم (والہم) کے اشتداد کو اپنے پیار والد کی مقدس یاد سے نرم کر دے گا تو حضور کو حضور مرحوم کی اُن صفات پسندیدہ کی یاد گاری سے جس کے سبب سے وہ ممتاز تھے مسرت ہوگی اور یہی صفات ایسی ہیں جن کی یاد ہمیشہ کے لیے اُن لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے گی جن کو حضور ممدوح کی خدمت میں باریابی کی عزت حاصل تھی۔ اب میں ادب سے اپنی مخلصانہ اور ولی مبارک باد حضور کی اپنے آبا و اجداد کے تخت پر جلوس فرمائے کی پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ

آپ کو عمر کی درازی - تن درستی اور اقبال مندی نصیب فرمائے - حضور کا
وفادار خادم - سی - ٹی - شکاف - مقام اگرہ - ہم اکتوبر ۱۸۵۷ء

(۲۱) خط مسطلاً بعبارت فارسی بخط شکستہ لارڈ الٹن براہموسومہ بہادر شاہ
ثانی بادشاہ مشرق اطلاع اخذ جائزہ عہدہ جلیلہ گورنر جنرلی در ۱۸۵۷ء

ورقہ التاج افسر سلطنت و شہر یاری زیب افزائے اوزنگ خلافت و جہان داری
خدیو مملکت عدل و رافت شہر یار کشور داد و نصفت خلد اسد ملکہ و سلطانہ -
بر لوح ضمیر منیر مہر تنویر بہر بہن و منکشف میگردد اندر خبر معین و مامور شدن ارادتمند x
در عہد ریاست ممالک محروسہ سرکار کمپنی انگریز بہادر متعلقہ کشور ہندو شہر
بذریعہ x و واسطہ معمولی و انجمن خاطر خاطر شدہ باشد بالفعل بیاس اطلاع
بخاتمہ اخلاص نگار x می در آرد کہ عقیدت اشتغال بتاریخ بست ہوشم ماہ فروری
۱۸۵۷ء مطابق x شانزدہم شہر محرم الحرام ۱۲۵۵ھ ہجری بدار الامارہ کلکتہ داخل گردید
انجام د x اہتمام امور متعلقہ عہدہ منوبورہ بر خود لازم گرفتہ و یقین خاطر خیر شیفقت نظیر x
باشد کہ مدارج کمال اکرام و احترام نسبت مرتبہ خلافت منزلت و مراتب خلوص عقیدت
نسبت بذات ستودہ صفات آئندہ مملکت عدل و رافت و استخواندان x سلطان بنیان
و قنائے ابرار از آن ہموارہ پاس لوازم آسایش x آرامش منہبان آن و ودان
تسکینہ از طرف گورنر جنرل بہادر x سابق سمت و ضووح یافتہ از تہ دل عقیدت منزل
منقش و منطبع خاطر ارادت مظاہر است و خواہد بود و حق سبحانہ و تعالیٰ تادوام x
ماہ و مہر و قیام سپہر آل ورقہ التاج افسر سلطنت و شہر یاران را بتائیدات غیب الغیب
سود و مشید و اراد -

(النبی) Ellenborough

۱۵ یں غور اور توجہ سے پڑھنے کے قابل ہر جس سے معلوم ہوتا ہو کہ گورنر جنرل بہادر سلطان مغلیہ کو
کس طرح مخاطب کرتے تھے۔ اس خط کے نیچے صرف لاث صاحب کے دستخط انگریزی میں اور لیں - ۱۷

(۲۲) یہ خط جو ایک بہت بڑے مظلوم و مذہب کاغذ پر نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے بہادر شاہ ثانی بادشاہ کا ہے جو ۹ شوال ۱۲۰۹ھ جلوس (۱۸۲۹ء) کو ملکہ مغلیہ کو مین وکٹوریا کے نام لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہر و داہر ہزاران ستائش و ثنا شمار پایہ عرش عظمت و اجلاں و قدیمی کہ اور ازل متفرق افراد عالم مدد عت رال بشیر ازہ بندی جہان آرا می شایستہ امان والا اقتدار و خواقین نصف شکار مجلد و مجموعہ ساختہ و مظلومان کائنات و بیوفان موجودات را بدادرسی و حق پرزوی دفرمانروایان نصف پرورد و خسروان معدلت گستر از نعمای

۱۔ یہ طول و مفصل خط بطحا عبارت آرائی کے بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ چونکہ بہت بڑے کاغذ پر لکھا گیا ہے قلم کے عجائب خانے میں تین حصے کر کے آئینہ وار چمکٹوں میں بڑا گیا ہے۔ لفاظ ایک طبعہ فریم میں ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کس خیال کے تھے کہ ولی عہد کی چند روزہ ہدائی کی تصویر ہے۔ یہ بھی ہٹ گئے بغلاں اس کے ملکہ مغلیہ کو دیکھیے کہ اُن کے قیغوں صاحب زاوے کے بعد دیگرے ملک ہند میں تشریف لائے اور نہ صرف بیٹے بلکہ بیویں اور چوتے تک آئے اور خود بادشاہ سلامت مع ملکہ مغلیہ کے وقتی افروختہ اور اب چھ پرستان و وزیروں ہدیہ یار کی تشریف آوری کی خبر سرتر اتر گئی۔ یہ فوق جو عزم و ہمت تھا اس آواز میں ہمارے اور انگریزوں کے۔ ہمارے شاہزادے مجبوروں کے پلے بھلا کیسے وطن چھوڑ کر باہر نکلتے اس خط میں بات تو مرت اتنی ہی ہے کہ میں شہزادے کو آپ کی خدمت میں بھیجا گو اس کی ہدائی اور دوری گوارا نہ ہوئی۔ یہ بھی خط کہنے کی بات ہے اور نری سخن ساری ہے ورنہ دراصل بادشاہ کو ایسا خیال کیونہ آیا ہوگا۔ اپنے بندوں میں ملکہ سے اظہار خلوص و عقیدت کا یہ ایک ذریعہ ٹھہرایا ہے جسے بے انتہا لمبی چوڑی تمبید اور عبارت آرائی کے علاوہ کچھ سنبھری کام سے لیب دیا ہے۔ اس خط کی انشاء پر دانی اور عبارت آرائی کی قدر لندن میں کس کی ہوگی اور اس کی نفیس متنی اہم سمجھادت کی واد کس طرح دی ہوگی اور جب اصل مطلب کی طرف غور کیا ہوگا تو بادشاہ کی اولو المعری ہمت و جرأت ملک داری کی لذت و نمایان رنگ کا کیا خیال ہوا ہوگا ظاہر و باہر جو۔ اگر اسی مطلب کو سیدھی سادی انگریزی میں لکھا دیتے تو شاید اس تمام کچھ ٹکڑے اور کھٹکڑے سے زیادہ سوز و انداز پیدا ہوتا اس میں کچھ نہیں کہ یہ خط و قسم الشیخی فی غیو محلہ فرد خاگر مر کے مصالحت خویش نکومی داند۔

گداسے گوشہ نشینے تو حافظاً مجروحش رومز مصالحت خویش خسرواں داند (من المصنف)

کامیابی حقوق واجب نواخته و لالی ستلانی فراوان نیش واقعتاً ایشا رجناب تقدس نصاب قادر قدیر
 از اتحاد و ایالت سلاطین و دیگر و بادشاہان والا گہر پر تشیدہ ترخیص اساساً سالیشت
 و آراش غلابی پرداختہ و بار تباط و روابط محبت و الغباط ضوابط مودت سرداران عظام
 و حکام عالم مقام طرح انقلح امن و امان زمان و زمانیان انداختہ پاسداری عبود و معبود
 مواہب موفق بمقتضای آہ کریمہ او فوا با عبود و خمیرایہ ذات بابرکات x ملوک ملکی مصفا
 از تائید حکمت بالغہ اوست تا گروہ تابعین و لاحقین بغواہی الناس علی دین ملوکہم نظر بقہ
 انیقہ را پیش گیرند و امتناع نقض عہد و ارتکاب خلاف بموادعی عظیمہ الذین یقتضون العہد
 من بعد میثاقہ از تہدید قدرت کاملہ او تا عموم عوام مرکب این حرکت x و مینم و بادوی این فعل
 و ختم نشوند و در غرور و دنا معدود و نقود محمود و صلوات غیر محدود و ہدیہ بارگاہ ملایک پناہ
 حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی سلطان العرب و الجمجم فخر الانام کہف الامم آفتاب جہان تاب
 سپہر نبوت سپہر آفتاب علو و عظمت گوہر آبدار خلد بیت x حصہ دوم - صدق
 گوہر شہوار شفاعت سید الثقلین سرور خافقین مسند آرامی مقام قاب توسین
 شہید رضا رلیہ الاسری عارج معارج اقصی صلوات اللہ علی نبینا و عمو ما علی سائر الانبیاء
 خصوصاً علی مسیح ابن مہمم و علی آلہ الاطہار و اصحاب الکبار جمعین x اما بعد تحمید جامع حضرت
 کردگار و اہدای ہدای سرور و دگر بر مرآت ضمیر قدسی تخمیر اعلی حضرت کیوان متر
 سپہر جناب رخشندہ کوکب آسمان سلطنت جہان داری در سی سماء خلافت و شہر یاری
 محمود اکاسہ و رشک افزا سے قیصرہ x شاہ مجاہد فلک بارگاہ خورشید کلاہ
 ستارہ سپاہ محی مراسم سیمہ مکرم مکارم انگلشیہ آنگہ آوازہ کمال محدثش سراسر
 آفاق فرا گرفتہ وصیت عنایت مکرمتش باطراف و اکناف عالم و ارسیدہ انجیبت
 داور عدلش فلک کجہر قمار سرنگون x و از خوف شمعہ سیاستش برق اشعار بار
 تفتہ دروں و در مصاف معرکہ شہما عتشی رستم دوران ترسان و در میدان نبرد و شہما عتشی
 مریخ فلک بر خود از ان ہاتہاع احکام مطاعش سروران نامدار غاشیہ اطاعت
 برووش و بدانتثال فرمان واجب الافدعائش ملوک عالمی قدر حلقہ فرمانبرداران
 انگلستان غلہ اسد ملکها و سلاطینا و افاض علی العالمین بر ہا و احسانہا منطبق و منقش
 می گرداند کہ نظر بسوابق اتحادین و دو مان از زمان حضرت خاقان یتیمیستان امیر تیمور

کوکان صاحبقران و مجدداً از زمان حضرت جلال الدین عرشیان انارالد برپا نمان
 خاندان عالیشان و باقاع آس یگانگت و اتحاد تا این زمان و ظهور اتحاد و عنایت و
 امداد از آن دولت ابد بنیا و نسبت باین خاندان عظمت نشان که شمه از کیفیت این سنان
 در سابق آوان بذریعہ مکتوب و سفیر مامور و مجامع آن سر و فرشتا بانی شان
 رسیده است و احتمال اضاعت اوقات معدلت گستری و رعایا پروری آن کهن
 امن و امان و از تکرار تذکاران بالغ است از سنانها را و در سال نور جدقه
 سلطنت و نور حدیقه حشمت بر نور دار کار مکار سعادت اطوار رسد و تا فرزند از چند
 مرزا محمد جوان بخت بهادر که با وجود صغر سن آثار بزرگی از انصافش پیدا است و آثار
 بختیاری از چهره اش و هویدا در نیمه که شعور کامل نمیشد اکثر اوقاتش بطلب
 مرضیات خالق و رضا جوی خلق و خدمت والدین و رحم بر اهل قرابت و احقاق حق
 و ابطال باطل و شوق کسب کمال و اجتناب از خصال اراذل بدرجه کمال مصروف
 اند و دیدن همین خصال با شرافت جوهر ذاتی خاطر مایه دولت را در کرم محبت آن
 نونهال و همیشه جوایمی ترقی مدارش و حال و مال میدارد و بخدمت سرپا معدلت
 کمون بود تا ملاحظه حال آن ستوده خصال باعث و نور توجه معدلت و پروردگار
 شود و نسبت فرزند می که سبب برادر زادی است و عمه را بر برادر زاده پاسبان
 برادر شفقتهای بیشتر از مادر می باشد افزایش یابد و در زمره فرزندان دست گرفته
 که شایان باشکوه را پاسداری این بیشتر می شود و نسک گردد - حصه سوم - و
 بهمن حفظ و حمایت آن معدن جود و عدالت از شر حسودان مصنون و مامون ماند
 لکن و نور محبت و عدم تحمل کلفت مفارقت ازین اراده مانع آمد در خیال بهمن مناسب
 متصور شد که نقش مقصود را با رقام مختصری از احوال این نونهال و ارسال
 نقش دست این خوش خصال ارتسام یابد بهین است که هرگاه این نقش بدست
 آن شاه قوی باز و رسید پاس دست گرفتگی بر ذمت همت و الاهمت متمم و واجب
 خواهد گردید و شاید مقصود از جلباب خفا سر بعرصه ظهور خواهد کشید و توقع ازال

سرکردہ سلاطین والا شکوہ نیست کہ بعد ورنامہ نامی حاوی منظوری و قبول این مامول آگاہ فرمودہ دریں عالم ناتوانی و پیرانہ سالی از دست رنج این فکر طمانیت افزائی خاطر قاتر و ممنون ہزاران ہزار شاہ کا می خواہند گردانید x اوسبحانہ تعالیٰ شانہ کہ ثمرات حسنات بر کافہ روزگار فواید واد پروری و نتائج عدل گستری مخصوص مملوک عدالت شعار منقسم مرتسم ساختہ از زور بازوی اقبال آن انجم سپاہ سینہ دشمنان پر غم و آرزو مند ان استعانت را خوش و x غورم و شاداب و آشفته مہوارہ آب یاری افضل لازال گلستان دولت و سلطنت روز افزون سبزوریان چمنستان عدل و عدالت مشکفہ خندان و ارادالی یوم التناوہ - لفافہ - لت سپہر جناب شریا قباب خشنودہ کوکب آسمان جہان داری و تری سمار خلافت و شہر یاری محمود اکاسہ رشک افزاے قیاص و شاہ عجاہ فلک بارگاہ خورشید گلاہ محی مراسم سیمہ مکرم مکارم انگلشیہ مشیت فریدون شوکت نوشیروان عدالت عاتق مہمت معدن مروت بیکران منبع الطاف بی پایان ہمیشہ صاحبہ مشفقہ بیار مہربان ملکہ معظمہ و کثوریا صاحبہ خلد اسد ملکها و سلطانہ شرف باد x

(۲۳) لارڈ کالون کا خط موسومہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ و شاہ ولی
مورخہ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء متعلق بہ اسناد و کاؤ کشی

To,

His Majesty Aboo Zaffur Surajooddeen
Bahadur Shah Badshah Ghazni

۱۔ دراصل یہ خط مرزا جواں بخت کی ولی عہدی کی منظوری کے متعلق ہے۔ خدا جانے جواب بھی کچھ ملایا نہیں اور ملا تو کیا ملا۔ ع۔ اسی بہا آرزو کہ خاک شدہ۔ وہ بڑا ہی اُلٹ گئی بادشاہت ہی نہ رہی تو ولی عہدی کیسی اور کس کی؟۔ یہ بھی عجیب بات سوچنی کہ شاہزادے کے بچنے کی عوض پنجہ کا چرہ اُتر واکر بھیج کر دستگیری کی درخواست کی۔ وقت ہی ایسا بیڑھا آن پڑا تھا یہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ ۲۔

آں کہ شیراں را کند رو بہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج ۱۳
من المصنف

My most esteemed and Royal Friend,
I have received and attentively
perused, Your Majesty's Wassega and
its enclosures, regarding the restriction which
has been placed upon the practice of Killing
Cows in the city of Delhi.

My Royal Friend, the restriction I
objected to have been imposed by the local
authorities for the paramount object of the
preservation of the peace of the City, and reference should
be made by the parties, desirous of offer-
ing a representation on such a point,
to those authorities, as having full
power to enquire and decide regarding it.

With sincere wishes
of your Majesty's prosperity

Your Majesty's Sincere Friend

Head Quarters

22nd August 1854

S. R. Colvin

(ترجمہ) بہ حضور ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی -
میرے محترم اور شاہی دوست حضور کا وثیقہ شعراں قیود کے گوشہ دہلی میں
لگاؤ کشی کے عمل درآمد کے متعلق عاید کی گئی ہیں مع ملفوظات کے پونہچا جسے
میں نے بغور ملاحظہ کیا - میرے شاہی دوست - جس شرط پر میں نے اعتراض

کیا تھا جو مقامی عہدہ داروں نے عائد کی تھی اور جس کی بڑی غرض شہر کا
اسن قائم رکھنے کی تھی - فریقین جو اس معاملے کو پیش کرنا چاہیں - اُن کو چاہیے
کہ اس معاملے کو اُن عہدہ داروں کے سامنے پیش کریں جن کو اس کی تحقیقات
اور تصفیہ کا پورا اختیار حاصل ہو -

مقام مستقر
۲۲ اگست ۱۹۵۵ء

اس - آر - کالون

(ضمیمہ اول ختم ہوا)

قطعات تاریخی نوشتہ جناب لوی محمد عبدالحکیم صاحب سوم تعلقہ دار ضلع اچھ
فتح مملکت دہلی مبارک باد
۱۳۳۴ھ

نبشت از طبع خود تاریخ دہلی
شدہ جادو و سیاہ تاریخ دہلی
۱۳۳۴ھ

(۱) بشیر الدین احمد مسیح علم
پڑ تاریخ چوں رفتم بہ فکرش

لکھی تاریخ نا در چشم بد و دور
جہالت سے ہوا میں سخت مجبور
ذرا سی فکر میں کیوں تو رہی رنجور
وقایع سلطنت دہلی مشہور

(۲) بشیر الدین احمد دہلوی نے
ہوئی جب فکر مجھ کو بہر تاریخ
تو ہاتھ نے مجھے مڑوہ سنایا
سر انعام سے تو کہہ دے تاریخ

سیرت میں سے مثال بہ صورت میں ہو جمیل
فضل و کمال اور سمجھ کی ہر دلیل
یہ فضل اور کمال جو از رحمت جلیل
تصنیف لاجواب کی تاریخ بیعدیل
۱۳۳۴ھ

(۳) تاریخ لاجواب لکھی ہے بشیر نے
ہر کلمہ اس کا جامع و مانع جو اس طرح
تصنیف میں بہت سی کتب اپنے لکھیں
عبدالحکیم عرض کر از حضرت بشیر

ضمیمہ دوم

قیصر ہند ملکہ منظر و کنویرادی گڈ انجہانی کے مختصر حالات

گو صفحہ دنیا سے کوئین و کنویریائی جیتی جاگتی تصویر مٹ گئی مگر احسان مندی کی قلم سے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا نقش ہے کہ کمالاً بعد نسل بھی محو نہیں ہو سکتی۔ ملکہ کی بے نظیر حکمرانی نے ثابت کر دیا کہ حکومت کا وار و مدار صرف مردوں ہی پر نہیں ہے بلکہ جو مرد کر سکتے ہیں وہ عورت ذات بھی کر سکتی ہے اور ملکہ نے تو اس سے بھی بڑھ کر کر دیکھا یا کہ جو مردوں سے نہ ہو سکا وہ اس نیک ذات عورت نے کیا۔ ابھی ملکہ لڑکی ہی تھیں کم سن کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے دست قدرت میں ایسی بڑی وسیع سلطنت دی۔ چونستھ برس کی طول طویل مدت ان کے غل عاطفت و حمایت میں ایسی گزری کہ دن عید رات شب برات۔ ان کے عہد معرکت ہند میں علاوہ تو وسیع سلطنت کے ملک اور رعایا نے ہر اعتبار سے بے انتہا ترقی کی اور ملکہ نے اپنی خوش خصلی اور جلی نیک کے سبب رعایا کے دلوں میں وہ جگہ پائی کہ ایسی ہر دل عزیزی کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ جو بادشاہ ہوتا ہے اس کا اثر ملک و رعایا پر بڑا نالیک معمولی بات ہے لیکن یہ بات البتہ عجیب و غریب ہے کہ جس بادشاہ نے اس ملک میں قدم تک نہ رکھا اور کالے کوسوں سمندر وں پاریم سے دور اور نظر سے اوجھل ہو۔ یہاں کے حالات سے آسے چشم دید واقفیت نہ ہو وہ ایسی بیدار مغز ہوگی کہ ہزاروں کوئن سے اتنے بڑے ہندوستان پر حکومت کرتی رہی۔ ملکہ معطلہ کو اس پیرانہ سالی میں بھی اپنی رعایا براہی کی بہبودی اور بہتری حالت کے مقابلے میں اپنے آرام و آسائش کا مطلق خیال نہ تھا یہ بات خالی از تعجب نہیں کہ باوجود اس کثرت مشاغل و انتہاک امور اہم و سترگ سلطنت کے انھوں نے کچھ کچھ اور بھی سیکھ لی اور خاص اسی عرض سے مولوی محمد عبدالکریم خاں صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای متوطن آگرے کو اپنا ہندوستانی سکرٹری مقرر فرمایا اور ہندوستانیوں کی خاطر ادب پاسداری

یہاں تک مرکوز خاطر اقدس تھی کہ آخری وقت میں بھی آپ کے جنازے کے پاس دو ہندوستانی مسلمان ملازمہ نگہبان رہیں جن جن جوہلی میں بھی ہندوستانی فوج سی کا باؤڈی آپ کے جلوس کے ہمراہ تھا۔

اگر اس مبارک سلطنت کے زمانے کے مختصر اور ضروری حالات بھی لکھے جائیں تو ایک بہت بڑی کتاب بن جائے بھلا اس مختصر مضمیمے میں سوائے چند ضروری اور اہم مطالب کے اور کیا لکھا جاسکتا ہے پھر بھی اس تاریخ کی تکمیل کی غرض سے چیدہ چیدہ حالات و واقعات اکٹھے کر دیئے ہیں۔ دراصل یہ بیان اس کتاب کے پہلے حصے میں آنا چاہیے تھا مگر دراصل کا نقشہ دکھانے سے بہت جگہ گھ گئی اور ضخامت بہت بڑھ گئی اس مجبوری سے حصہ سوم میں ملکہ معظمہ اور ان کے بعد کے دو اور بادشاہوں ان کے صاحب زادے اور پوتے کے حالات لکھنے پڑے۔

پیدائش ۱۸۱۹ء کو چار بجے صبح پیدا ہوئیں اس حساب سے آپ نے بیاسی سال کی عمر میں چونتیس برس کی طول طویل سلطنت کے بعد رحلت فرمائی۔ آپ محل کنسلٹن واقع لندن میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ولوک آف کنٹ تھا جو آپ کی ولادت کے چند ماہ بعد قضا کر گئے اور والدہ آپ کی لویسا دکنویر یا ڈچس آف کنٹ تھیں۔ پیدائش کے ایک مہینے بعد آپ کے اصطبائح کی رسم ادا ہوئی اور آپ کا اسم مبارک الگزینڈر نیا وکٹوریہ پارکھا گیا۔ اس مبارک رسم میں شہنشاہ روس الگزینڈر اور دوسرے عزیز و قریب موجود تھے۔ شہزادی وکٹوریہ کی تعلیم و تربیت کا اہم فریضہ ان کی بیوہ والدہ ماجدہ نے بڑے اہتمام اور عمدگی سے انجام دیا۔ سر و الشرسکا مشہور فسانہ نگار نے آپ کے پانچ برس کے سن میں دیکھا تھا اور تب ہی کہہ دیا تھا کہ اس صغیر سن لیڈی کی تعلیم نہایت حزم و احتیاط سے ہو رہی ہے اور ایسی سخت نگرانی کی جاتی ہے کہ کسی کو اتنا کہنے کا بھی موقع نہیں ملتا کہ وہ تخت انگلستان کی وارث ہیں، بھول بھول جوں جوں ملکہ کی عمر بڑھتی گئی ویسے ہی ویسے نگرانی کی ضرورت گھٹتی گئی۔ جب آپ نے بفضل خدا اٹھارویں سال میں قدم دھرا تو آپ کی سالگرہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔

تخت نشینی

اس سالگرہ کے چند ہی روز بعد آپ مالک تخت و تاج انگلینڈ ہوئے۔ جارج ثالث بادشاہ انگلینڈ کے چار بیٹے تھے اور ملکہ کے والد ڈیوک آف کنت سب سے چھوٹے تھے۔ یہ تمام کوئی اُمید جناب ممدوحہ کے مالک تخت ہونے کی نہ تھی مگر جناب ممدوحہ کا ستارہ اقبال چمک رہا تھا۔ ولیم چہارم بادشاہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف کنت اکلوتی صاحبزادی شہزادی الگزینڈرینا وکٹوریاعہ کے فرق مبارک سے تاج انگلینڈ نے زینت پائی۔ ان دونوں ولیم چہارم کی عمر تہتر سال کی تھی اور ان کوشش کی شکایت تھی۔ سات برس سلطنت کرنے کے بعد ولیم چہارم نے ۲۲ جون ۱۸۳۷ء کو دوبہ شہب کے انتقال فرمایا۔ آرجیشپ اور کثیر بری اور لارڈ جیمز لینڈون پانچ بجے صبح کے کننگٹن کے محل میں پہنچے۔ دربان کے بیدار کرنے میں بہت دستک دینا پڑی گھنٹی کو بھینچا اور دروازے کو کھٹکھٹایا تب کہیں دروازہ کھلا۔ تب صحن میں داخل ہوئے۔ دربان نے خبر نہ لی اور تھوڑی دیر ان کو انتظار کرنا پڑا پھر انھوں نے گھنٹی بجائی اور کہا کہ ہم شہزادی کو ایک اہم خبر سے فوراً مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑی دیر پھر سناتا رہا اور کسی نے اگر جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ گھنٹی بجائی تو شہزادی کی خادمہ آئی اور اس نے کہا کہ ”شہزادی ایسی مٹھی نیند آرام فرما رہی ہیں کہ میں ان کو بیدار کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔“ اس پر لارڈ جیمز لینڈون نے کہا کہ ”ہم انتظام ملک کی عرض سے اپنی ملک کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور وہ انتظام ایسا ضروری ہے کہ وہ اگر جواب استراحت سے بیدار بھی کی جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔“ اس پر جناب ممدوحہ بیدار کی گئیں اور چند ہی منٹ میں شب خوابی کی سفید گون پہنے سر کے بال کھٹے شانوں پر بکھرے شال اوڑھے نری سلیر پہنے برآمد ہوئیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ دیر لگی وہ خود بدولت کی طرف سے نہ تھی۔ جب آپ کو ولیم چہارم کی وفات اور اپنے ملکہ انگلستان ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈھلایا آئے کہ ایسی ذمہ داری کے بوجھ کو یہ کم زور کندھے کیسے سنبھال سکیں گے۔ غرض یہ کہ سوئی تھیں شہزادی اور انکے جو کھولی تو انگلینڈ کی ملکہ تھیں۔ جب اپنے

بادشاہ کے انتقال کی خبر سنی تو یوں گوہر نشاں ہوئیں کہ ”میری طرف سے آپ نماز ادا کیجئے، جس وقت آپ تخت نشین ہوئیں آپ کی عمر کیا تھی صرف اٹھارہ برس لیکن وہ اس صغر سنی میں بھی اپنی بھاری ذمہ داریوں سے بخوبی واقف تھیں چنانچہ آپ نے برسرِ دربار ارشاد فرمایا ”دیہ بھاری ذمہ داری مجھ پر اس قدر دفعۃً کم عمری میں آن پڑی کہ اگر مجھ کو اُس باری تعالیٰ پر جس نے مجھ کو یہ کام سپرد فرمایا ہو پورا بھر وسوسہ ہوتا کہ وہ میرے ادا کئے فرائض منصبی میں طاقت بخنتے گا اور اپنے پاک و صاف خیالات اور فہام عام کی بابت اپنی سرگرمی پر مجھ کو اطمینان نہ ہوتا جیسا کہ بچتہ اور تجربہ کار لوگوں کو ہوتا ہے تو میں ایسی بھاری ذمہ داری سے بالکل پریشان ہو جاتی۔“ جناب مددِ مہ نے اُسی وقت پیشیں کوئی فرمائی تھی کہ ”ہمتی المقدور اپنی ہر ذمہ داری کی رعایا کو آسائش اور راحت پہنچانے کے لیے میں کوشش کروں گی اور اُن کے حقوق کی حفاظت استحکام کے ساتھ کروں گی۔“ ہر ایک عہدہ دار آپ کے سامنے دوزانو ہو کر دستِ مبارک کو بوسہ دیتا تھا۔ ڈپوٹ آف سکس ملکہ سے کسی قدر فاصلے پر تھے اور بسبب کبر سنی کے اس ریل پل میں جناب مددِ مہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے یہ دیکھ کر حضور مددِ مہ نے اپنا دستِ شفقت خود اُن کی طرف بڑھایا۔ حضور مددِ مہ نے باوجود حادثات سن اپنے پہلے درباری فرائض کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ ارکانِ داعیانِ سلطنت متحیر رہ گئے۔

شادی میمنت آبادی تخت نشینی کے دو سال بعد ملکہ معظمہ کی زندگی میں سب سے ضروری اور اہم واقعہ آپ کی شادی خانہ آبادی تھی جو ۱۸۴۱ء کو پرنس الیگزینڈر کے ساتھ ہوئی جن کو شادی کے بعد پرنس کنسٹنٹ کالقب ملا اور جو آپ کے چچے بھائی تھے یہ شادی پولشک یا خارجی اسباب سے نہیں ہوئی بلکہ صرف باہمی محبت کی وجہ سے ۱۸ جنوری ۱۸۴۱ء کو ملکہ معظمہ نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت بے نفس نفیس اس شادی کا ارادہ ظاہر فرمایا ملکہ اپنے شوہر سے تین مہینے عمر میں بڑی تھیں ۱۸۳۶ء میں پہلے پہل آپ کا تعارف شہزادے سے ہوا۔ تب ہی ملکہ کے دل میں اُن کی خوب صورتی اور دل فریب ماہِ ضلع و اطوار نے اپنا نقشہ جاریا تھا حضور مددِ

نے اس شادی کو نہ صرف اپنی خانگی مسرت بلکہ رعایائے ملک کی بہبودی کے لیے بھی ضروری خیال کیا تھا۔ تین سال کے بعد پھر شاہزادے انگلستان تشریف لائے ملکہ نے انھیں دونوں شاہزادے کے حسن و جمال اور اوصاف ایک پر جوش خط اپنے چچا شاہ بلجیم کو لکھا اور اس کے بعد اپنے وفادار شیر بہن سٹاک مار کو تحریر فرمایا کہ ”پرنس ایڈورڈ نے میرا دل جھین لیا ہے اور آج صبح سے ہم دونوں نے تم باتوں کا تصفیہ ہو گیا ہے“ چنانچہ جب آرتھر بشپ آف کینٹربری نے خانگی شہرے کے وقت آپ سے یہ دریافت کیا کہ بلحاظ اعزاز شاہی کہ اگر شادی کے خطبے میں لفظ تابع خارج کرو یا جائے تو مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا ”مائی لارڈ شادی کی رسموں میں سے کوئی چیز ترک نہ ہونے پائے۔ میں بہ حیثیت ایک زوجہ کے شادی کرنی چاہتی ہوں نہ بہ حیثیت ملکہ کے“۔ شادی کے بعد انہیں برس تک اس شاہی جوڑے کے باہمی اتحاد۔ پاکبازانہ زندگی اور سادگی وغیرہ سے انگلستان کی رعایا کے دلوں پر جو عمدہ اثر ہوا اس سے ملک کو بے انتہا فائدہ پہنچا۔ بادشاہان سلف کے زمانے میں محلات شاہی اور درباروں میں جو خرابیاں تھیں سب رفع ہو گئیں۔ ان ہر دو نیک زادوں کے عمدہ رویہ نے ایسا پیش بہا فائدہ ملک کو پہنچایا کہ جس کا حد و حصر نہیں۔ ۲۱ نومبر ۱۸۴۳ء کو پہلی شہزادی پرنسس رائل تولد ہوئیں۔

پرنس کنسرت کا انتقال شاہ ہو یا لگداسب کو مرنا برحق۔ جھوٹری ہو یا محل باؤم اللذات سب جگہ موجود۔ دنیا میں آنا جانے کی خبر دیتا ہے۔ جس نے ماں کا پیٹ دیکھا وہ قبر کا گڑھ ضرور دیکھے گا پر دیکھے گا دنیا میں موت جیسی یقین اور کوئی چیز نہیں۔ ۱۶ مارچ ۱۸۶۱ء کو ملکہ متعلکہ کی والدہ ماجدہ نے سفر آخرت اختیار کیا ابھی آنسو نہ ٹپکے تھے ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ء کو شوہر کا دہا کا بیٹھا۔ یہ جوانی اور نڈیا۔ اتنا اکبر۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے سے بڑے بادشاہ کی بھی کچھ نہیں ملتی۔ اس شاہنشاہ کے سامنے سب کے سر تسلیم خم ہیں جس کی بادشاہت ابدی اور ازلی ہے۔ پرنس کنسرت کے متعلق اس وقت پارلیمنٹ میں لارڈ وڈزلی جو تقریر کی تھی اس کا حاصل یہ تھا۔ ”پرنس ایڈورڈ کی وفات سے ہم نے اپنے ملک کا بادشاہ

کھویا ہر ملکہ کے دستقل خانگی معتمد اور متقل وزیر اعظم تھے۔ ہمارے ملک کے بزرگ لوگ اور اس وقت جو جوان لارڈ اس کیسبیٹ میں موجود ہیں وہ بالاتفاق تسلیم کریں گے کہ اس جرم شہزادے نے جس عقل مندی اور مصلحت کے ساتھ ملکہ انگلستان کی اکیس سال خدمت ادا کی ہر ویسی ہمارے کسی بادشاہ میں نظر نہیں آتی۔ انگریزوں میں شادی اپنی پسند کی ہوتی ہے اسی طرح ملکہ نے بھی اپنے شوہر کو پسند فرمایا تھا۔ اس انمول جوڑے میں بے انتہا محبت تھی۔ حیف ممد حیف کہ چند ماہ کے فاصل سے ماں کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا اور پھر جوڑا بچھڑ گیا۔ یہ دوسرا صدہ ماں اور شوہر کے انتقال کا جناب ممدوہ پر ایسا پڑا کہ تمام ملک میں غم و الم کی گھٹا چھا گئی۔ میاں بیوی نے بل جمل کر صرف اکیس ہی سال سرت و انبساط سے کائے کہ ملکہ عین عالم جوانی میں بیوہ ہو گئیں۔ جس قیامت کی رات ملکہ کے شوہر نے انتقال کیا جناب ممدوہ نے فرط غم و الم سے فرمایا: ”آج میری نظروں میں دنیا اندھیر ہے۔ میرے حساب سے سب چیزیں مر گئیں، لیکن اُسی وقت دل کڑا کر کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں تو کبھی کوتاہی کرنے والی نہیں۔“ سبحان اللہ کیا استقلال ہے! کسی ہمت ہے! شوہر کی وفات کے بعد کئی برس تک ملکہ غم و الم میں ایسی ڈوبی رہیں کہ گویا یہ وہ ملکہ نہ تھیں جو کہ پہلے تھیں۔ لیکن زمانہ بڑا مصلح اور غم غلط کن ہے۔ جب صاحب زادے اور صاحب زادیاں بڑے ہوئے۔ پردان چڑھے۔ پوتوں اور نواسوں نے گھر کی چہل پل اور رونق بڑائی تو لامحالہ غم کے اشتداد میں کمی ہوئی اور ملکہ معظمہ تھوڑی بہت کچھ کاروبار دنیا میں لینے لگیں۔

ولی عہد کی خطرناک علالت اور دیگر حوادث

ہندوستان کے غدر کے بعد ۱۸۵۷ء میں پرنس آف ویلنز کی خطرناک علالت نے ملکہ کے دل پر سخت صدمہ پونہ پایا۔ شہزادے کی زلیست کی اُمید

بہت کم تھی لیکن وہ کار ساز جس نے ملکہ کو ہمارے سروں پر ۸۳ سال قائم و برقرار رکھا اور ۶۴ برس اُن کی سلطنت کی برکات سے مستفید کیا۔

اُس نے ان کے بعد ایک لائق و فائق شہنشاہ دینے کے لئے جو اپنی والدہ ماجدہ کے قدم بقدم چلے پرنس آف ویلز کو حیات نازہ بخشی کہ وہ آگے چل کر بہ لقب اپڈورڈ وینفیم ایک لائق و تجربہ کار اور بہ دل عزیز بادشاہ بنے۔ ۱۸۷۲ء میں ملکہ کی ہمشیرہ عزیزہ کا انتقال ہوا اور ۱۸۷۴ء میں شہزادی الیس کے انتقال سے آپ کے دل پر سخت صدمہ ہوا۔ ۱۸۷۹ء میں زولو کی لڑائی کے وقت ملکہ کو کچھ کم بے چینی نہیں رہی اُس پر طرہ یہ ہوا کہ کابل میں رزٹرنٹ اور ان کے تمام لوگوں کا بلیموں نے قتل کیا اور اُس کے بعد ایک بھاری جنگ ہوئی۔ ۲۸ مارچ ۱۸۸۷ء کو ملکہ معتمدہ کے فرزند کہیں ڈیوک آف ایلینی نے عین عالم شباب بکتیس سال کی عمر میں دو چھوٹے بچھوٹے بچے چھوڑ کر انتقال کیا۔ دنیا دار المحن ہو گیا اور غم سے کوئی خالی نہیں۔ ملکہ کی عمر جوں جوں بڑھتی گئی افسوس ناک واقعات کی بھی ترقی ہوتی گئی۔ شہنشاہ برسن فریڈرک ایلمینڈول آپ کے داماد نے انتقال کیا یہ دونوں جانکاہ صدمے ہنوز جناب معتمدہ کو تازہ ہی تھے کہ ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو ملکہ کے بڑے پوتے ڈیوک آف کلیئرس نے عین عالم شباب یعنی (۲۸) کی اٹھتی جوانی میں اُنس وقت میں جب کہ ان کی تقریب شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھیں سخت بخار سے انتقال کیا۔ شادی کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ بڑھیا وادی کے غم زدہ دل پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔

گر یہ نو دسالہ میری عجیبے نیست
 ایں ماتم سخت است کہ گویند جوں مرد
 ملکہ معظمہ کو بڑا بے میں جوان بیٹے اور ہونہار پوتے نے بڑا دماغ دیا۔ یہ دوسرا صدمہ ایسا نہ تھا کہ سارے ملک میں سنسنی نہ پھیل نہ جاے تمامی سلطنت میں ان حوادث کا سخت ماتم ہوا اور رعایا و برایا نے اپنی ملکہ کی مصیبت میں پوری ہمدردی کی جس کا ان کے قلب صافی پر بڑا گہرا اثر ہوا اور قلعہ آسبرن سے ۲۶ جنوری ۱۸۹۲ء کو ایک نہایت پرورد و اثر فرمان اپنی جان نثار رعایا کے نام بقلم خاص تحریر فرمایا۔ جو یہ ہے:-

دو میری سلطنت کے ہر خطے کی رعایا نے اس غلگین اور جانکاہ سانحے پر جو صرف

۱۵ حقیقی بہن تو آپ کی کوئی تھیں نہیں یہ کوئی رشتے کی بہن ہوں گی ۱۵

گرتا اور خدا نخواستہ کچھ آپ کے دشمنوں کو نقصان پہنچاتا۔ مگر آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ اسی وقت ایک دوسری کشتی اتفاق سے آگئی اور آپ اُس میں سوار ہو گئیں۔ ایک دوسرا حادثہ کشتی کا اس سے بڑھ کر سوا کہ آپ جس کشتی میں رونق افروز تھیں اُس کی ٹکر کسی دوسری کشتی سے ہو گئی وہ کشتی آپ کے دیکھتے دیکھتے مع اُن آدمیوں کے جو اُس پر سوار تھے ڈوب گئی جس کا آپ کو بڑا افسوس ہوا مگر قدرت خدا کی کہ آپ کی کشتی بالکل محفوظ رہی۔ ایک مرتبہ جب کہ آپ اور آپ کی والدہ بھی میں سوار تھیں گھوڑے بھڑکے اور سناٹے لگے بڑی خیر گزری کہ ایک راہ چلتے نے جھپٹ کر گھوڑے کو تھام لیا۔ اس کے سوا اور بھی ایسے کئی واقعے پیش آئے ہیں مگر ہر حال میں خدا حافظ و بخت بابر رہا۔

اولاد اُن کے معظمہ بہانہ بہ اعتبار سے خوش نصیب تھیں وہاں اولاد کی طرف سے بھی اُن کی گود پیٹ بھری پُر ہو گئی۔ آپ کے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں وغیرہ ملا کر خدا رکھے بھر پور اکنبہ تھا لیکن ساتھ ہی اس کے آپ نے اپنے جگر گوشوں کی موت کے بڑے بڑے صدمے بھی اٹھائے۔ اول ہی آپ اپنے شوہر کے انتقال سے عمر بھر رنجیدہ اور ملول رہیں اور سوائے اکیس سال کے ساری عمر رنڈا پیر تیر کی اور جوان جوان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور پوتوں کے رنے کے صدمات عظیم کو بھی نہایت تحمل و استقلال اور صبر و شکر سے برداشت کیا۔ مگر بڑے بڑے اولاد کا داغ خدا نہ کھائے اور آخر عمر میں آپ کو بہت بڑے بڑے صدمے اٹھانے پڑے۔ ایک فرزند جو اُن بیٹے ڈیوک آف ایلینی کا انتقال پھر جان جوان پوتے ڈیوک آف کلیرنس کا صدمہ اور تیسرے سبب سے اخیر ڈیوک آف اڈنبرا کا انتقال ۱۹۰۷ء کا اس داغ فانی سے کوچ۔ ان صدمات کا حال اُس ماں کے دل سے پوچھا جائیے جس پر یہ گزرے۔ ملکہ معظمہ کو نو بیٹے ہوئے وہ سب سے بڑی آپ کی وہ صاحبزادی تھیں جو بادشاہ جرمن کی خاتون محترم تھیں اور حال شہنشاہ جرمن کی والدہ۔ (۲) پرنس آف ویلز جو شہزادی ڈنمارک سے منسوب تھے اور جن کے پانچ بچے تھے۔ جن میں کے چار زندہ ہیں۔ پرنس آف ویلز کے بڑے صاحبزادے ڈیوک آف یارک (حال ملک معظم جارج پنجم)

کے چار بچے۔ ایک صاحبزادی کے دو بچے۔ ایک ناکر خدا اور ایک ادا نامہ ہیں۔
(۳) شہزادی ایلین ماڈمیری جو سات بچے چھوڑ کر ۱۸۷۶ء کو فوت ہوئیں۔ (۴)
ڈیوک آف اڈنبرا جن کی خاتون شہنشاہ روس کی شہزادی ہیں۔ ان کے پانچ بچے ہیں۔
ڈیوک نے ۱۸۷۹ء میں انتقال کیا۔ (۵) شہزادی ہلنا۔ پانچ بچے۔ (۶) شہزادی لوئی
(۷) ڈیوک آف کنٹ جو پروشیا کی شہزادی سے منسوب ہیں تین بچے۔ جناب مہر
عمر سے تک ہندوستان میں کمانڈر ان چیف رہے ہیں اور پھر ۱۹۰۲ء کے کارونیشن
دربار میں بھی تشریف لائے تھے (۸) ڈیوک آف ایلینی جنہوں نے دو بچے چھوڑ کر
۱۸۸۴ء میں انتقال کیا۔ (۹) شہزادی بیائرس (چار بچے)

آپ چھ بچے چھوڑ کر میں پوتے پوتوں نواسے نواسیوں اور ان کی اولاد دہلی جائے
توجہ مر گئے ان کو چھوڑ کر بھی (۱۰) ملکہ کی زندگی تک موجود تھے۔

ڈیوک فٹارک کی شادی | پرنس میری ڈیوک آف کلیرنس کی بیٹی

سدا ہارے انھیں سے ۶ جولائی ۱۸۹۳ء کو ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک فٹارک
ایک عظیم مہمان پرستی کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہو گئی جن کے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جواب
پرنس آف ویلٹز ہیں اور جو ملکہ مرحومہ کے پڑپوتے ہیں۔ ملکہ ملکہ کی ایک بیوی
سوانح عمری میں ہم نے ایک تصویر دیکھی جس کا عنوان چارلٹسٹا یا چارلس پیری
اس تصویر میں ملکہ معظمہ اپنے اس چھوٹے سے پڑپوتے کو آغوشِ محبت میں لیے ہوئے
ان کے چہرے سے مسکراہٹ اور آثارِ مسرت ظاہر ہیں۔ وائیل بائیں پرنس آف ویلٹز ہیں
اور ڈیوک آف فٹارک (جارج پنجم) باپ بیٹے کھڑے ہیں۔ اس حساب سے جناب
مردودہ نے چوتھی پشت دیکھ لی جو اس زندگی ناپائدار میں سوائے ایسے خوش فقیروں
کے دوسروں کو کم نصیب ہوتی ہے۔

کچھ بچنے کی چٹنی بائیں | ملکہ ملکہ کے متعلق بے شمار کتابیں شہور
ہیں جن میں خاص کر بچنے کی باتیں بڑی

دل آویز ہیں۔ ہونہار بروے کے بچنے بچنے بات پوسٹ کے پاتوں پائے ہی میں معلوم

۱۲۔ بعض ادا نامہ بھی ہوئے ہیں تہ بعد میں ان کی بھی شادی ہو گئی۔

دیتے ہیں اچھوں کے اچھے ہی ہوتے ہیں۔ ملکہ معظمہ شروع ہی سے بڑی خلیق اور
ملنسار تھیں۔ آپ اکثر ایک خچر پر سوار ہو کر نکلا کرتی تھیں جس پر ایک مکلف زین کے
علاوہ خچر کے گلے میں نیلے گنڈے بھی پڑے رہتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ
راوہلوں سے اکثر پوچھ لیا کرتی تھیں۔ ”اچھے ہو؟“ اور سلام میں بھی خود تقدیم
کرتی تھیں۔ جو لوگ آپ کو سبز کپڑے کے اندر ہری گھانس کے تختوں پر کھیلنے
دیکھ لیتے تھے اکثر آپ کے ہاتھ پدم لیتے تھے۔ آپ نے بچپن میں بھی کبھی فضول
خرچی نہیں کی حالانکہ گھر میں التہ کا دیا سب ہی کچھ بٹھا اور پھر ماں باپ کی اکلوتی اور
لاڈلی شاہی گھرانے کی بیٹی جتنا کرتیں تھوڑا تھا مگر یہ رکھ رکھاؤ اور تعلیم کی خوبی تھی جو
کفایت شناری خجیر میں داخل ہو گئی۔ ایک مرتبہ کیا ہوا کہ ۸۲۴ء میں آپ کسی میلے میں
تشریف لے گئیں تھیں۔ بہت سے عزیز واقارب دوست احباب کے لیے تحفے تیار
خریدنے میں آپ کو جو کچھ روپیہ سیوہ خوری کے لیے ملا تھا صرف ہو گیا اس وقت
آپ کو خیال آیا کہ اوہ فلاں بھانجے کے لیے کچھ نہیں لیا۔ آپ نے اس کے لیے ایک
کبس پسند کیا جس کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہ تھی صرف نصف کروڑ۔ دکان دار نے
چاہا کہ آپ کی اور چیزوں کے ساتھ اس کبس کو بھی رکھ دے دام کوئی بھاگے جاتے
تھے آجائیں گے۔ نیکن آپ کی گورنس بے کہا نہ نہیں۔ اس وقت دام نہیں ہیں اس
وجہ سے شہزادی خرید نہیں سکتیں۔ پھر دیکھا جائے گا آپ اس کبس کو نکال کر الگ
رکھ دیجئے۔“ شہزادی اس بات سے خوش ہوئیں اور جب حسب معمول آپ کو حریف
ملا تب آپ خچر پر سوار ہو کر آئیں اور اس کبس کو خرید لے گئیں۔ اس سے ہر شخص کو ایک
عمرہ بنی حاصل ہوتا ہے کہ جب تک پیسہ ہاتھ میں نہ ہو اور دھار کبھی بھول کر نہ کرے جو
لوگ قرض سودا خریدتے ہیں وہ بے دھڑک جو دل میں آیا لے لیتے ہیں کیوں کہ
دام تو اس وقت دیئے ہی نہیں پڑے جو بوجھ معلوم دے۔

آپ کی اکثر عادت تھی کہ اپنے گورنس کے ساتھ بازار تشریف لے جایا کرتی تھیں
ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ ایک جوہری کی دکان پر کچھ خریدنے آئیں دیکھا کہ دکان دار
کسی ایک اور نوجوان گاہک لیڈی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا لیڈی کی ایک زنجیر کا سودا
کر رہی تھی۔ زنجیر پسندی۔ دام پوچھے تو بہت تھے۔ دام سن کر وہ لیڈی مل سوس

رہ گئی اور کہا۔ ”دام بہت ہیں اور مجھ میں اتنی سکت نہیں“ یہ کہہ کر چلی گئی کہ ”خیر کم داموں کی لے لوں گی“ شہزادی یہ سب ماجری دیکھ رہی تھیں۔ اُس کے چلے جانے کے بعد آپ نے دکان دار سے پوچھا کہ ”کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سیڑی تھیں؟“ دکان دار ”ہاں میں جانتا ہوں“ آپ نے فرمایا کہ ”جو زنجیر اٹھوں نے پسند کی ہو وہ تم اُن کو بھیج دو اور یہ بھی کہلا بھیجو کہ دکٹور یا چاہتی ہو کہ تم اس کو اس عمدہ صفت کے عوض قبول کرو کہ تم نے جس چیز کو تم نے لے سکتی تھیں نہیں خریدی اور اپنی خواہش نفسانی کو روکا“ گئی آپس کے بعد آپ کی ایک تصویر سرتاپا پانٹی لباس میں کھینچی گئی اور آپ کے جسم پر کوئی زیور نہ تھا۔ لوگوں نے اتنا اس کی تصویر کھینچانی ہو آپ کچھ تو زیور زیب تن فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ”نہیں۔ یہ تصویر تو میرے لوگوں میں جائے گی۔ جہاں تک میرے بس میں ہو میں یہ چاہتی ہوں کہ فضول خرچی کا سہارا باب ہو“

ملکہ کو اس طرح اٹھایا گیا کہ غریب اور امیر سب کے ساتھ یکساں اطلاق اور پسندیدہ اطوار کا برتاؤ کریں۔ ایک دن جب کہ شہزادی بلرن میں اپنی والدہ کے ساتھ مقیم تھیں اپنے چھوٹے سے کچے کوئے ہوئے اپنی ماں اور اتالیقہ کے آگے آگے دوڑ رہی تھیں کہ رستے میں اُن کو اپنی ایک ہم عمر لڑکی ملی جو تھی تو دیہاتی مگر لباس صاف ستھرا تھا۔ بوجہ ہم سنی شہزادی کا دل چاہا کہ اس سے کچھ بات کر دے تو اُنھوں نے یوں بات چھیڑی کہ ”میرا کتا بہت تھک گیا ہے کیا تم ہربانی کر کے اسے اٹھاؤ گی؟“ اُس خوش مزاج لڑکی نے جسے خبر نہ تھی کہ یہ لڑکی شہزادی ہے کہا ”ہاں کیا مضائقہ ہے“ اور تھبٹ کتے کو گود میں اٹھا لیا اور دونوں برابر ہنسی خوشی باتیں کرتی چلی جا رہی تھیں تھوڑی دور جا کر اُس لڑکی نے کہا کہ ”میں تو تھک گئی اور آپ کے کتے کو زیادہ دیر تک نہیں اٹھا سکتی“ شہزادی ”دیکھا واقعی؟ ناممکن۔ تم تو ابھی تھوڑی ہی دور لائی ہو“ لڑکی۔ ”میں تو خاصی دور لے آئی اور مجھے اپنی خالہ کے ہاں جانا ہے۔ اگر آپ کو کتے کو اٹھوانا ہی ہے تو آپ خود کیوں نہیں اٹھا لیتیں؟“ شہزادی۔ ”تمھاری خالہ کون ہیں؟“ لڑکی۔ ”سسر جانشین“ شہزادی۔ ”کہاں رہتی ہیں؟“ لڑکی۔ ”دوہ سائے والے چھوٹے سے گھر میں جو بیڑا کے داس میں نظر آتا ہے۔“ یہ باتیں دونوں لڑکیاں کھڑی آپس میں کر رہی تھیں کہ اتنے میں شہزادی کی والدہ اور گورنر

بھی آگئیں۔ شہزادی۔ وہ میرادل تمھاری خالہ سے ملنے کو چاہتا ہے۔ میں تمھارے ساتھ جاتی ہوں۔ آؤ ہم تم دونوں دوڑیں گیں۔ گورنس۔ (ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر) شہزادی۔ نہیں۔ نہیں۔ آپ اس لڑکی سے بہت دیر باتیں کر چکیں۔ آپ کی اماں جان فرماتی ہیں کہ گھر چلیے، شہزادی کے لفظ کو سن کر بے چاری غریب لڑکی سٹیٹا گئی اور شرمیلے لگی۔ لیکن ملکہ کی والدہ نے اُسی وقت نہایت ملطف آمیز مہربانی سے اس لڑکی کی تکلیف فرمائی کہ شکریہ ادا کیا اور ایک اشرفی اُسے انعام دی۔ وہ لڑکی بہت خوش ہوئی اور شکریہ ادا کیا اور دوڑی دوڑی اپنی خالہ پاس جاکر سب ماجری بیان کیا۔ وہ اشرفی ایک چوکنٹے میں جوڑ کر اب تک ملکہ کی ملاقات کی یادگار میں اُن کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔

ملکہ کی ہمدردی اور نیک مزاجی کی بہت سی حکایتیں آپ کی تخت نشینی کے بعد کی بھی ہیں۔ ایک دن آپ کے ملاحظہ اور پسند کے لئے کچھ کنکھن پیش کئے گئے تھے۔ اُن میں سے آپ نے پچیس پونڈ کی ایک بڑی پسند فرمائی۔ اسی اشار میں کسی لیڈی نے ایک قدیم عہدہ دار کی بیوہ عورت کی عرضی پیش کی۔ ملکہ نے عرضی پڑھی اور متاثر ہو کر وہ کنکھن نو دیئے رکھا اور اُس کی قیمت پچیس پونڈ اس بیوہ کو بھیج دی۔

برسوں سے ایک بڑھا کنسٹنٹس کے محل کے سامنے والی سڑک جھاڑا کرتا تھا۔ ملکہ شہزادگی کے زمانے سے جب کبھی گاڑی میں نکلتی تھیں اس بڑھے پر ترس کھا کر کچھ نقدی سکے پھینک دیا کرتی تھیں۔ جب آپ خود ملکہ ہوئیں تو تو اُس بڑھے کی آٹھ شلنگ ہفتہ وار پنشن مقرر کر دی لیکن افسوس ہے کہ وہ بڑھا صرف چھ ہی مہینے جیا۔

ملکہ معظمہ نے اپنے والد کا ترغیب جو پچاس ہزار پونڈ مختص ادا کر دیا۔ آپ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اُن کی والدہ بھی کچھ قرض دار ہیں۔ اُن کی راست باز صاحبزادی نے ایک دن ناشتہ کے وقت میز پر گن کی رکابی کے پاس ایک لفافے پر گن کا نام لکھ کر رکھ دیا۔ انھوں نے جو لفافے کو کھولا تو کیا دیکھی ہے کہ اُن کے سارے قرضے کی ادائیگی کی رسیدیں اُس میں موجود تھیں۔

ملکہ کی کام کی قابلیت

ملکہ معظمہ کبھی کام کرنے سے ہچکچاتی نہ تھیں۔
 اوّل زمان سلطنت میں سویرے اٹھنے کے
 ہی سے کاغذات ملاحظہ فرماتے گنتی تھیں۔ لارڈ ملبرین ایک مرتبہ کاروبار کی فہرست
 اور کثیر التعداد غور طلب کاغذات کے پیش کرنے کی معذرت بھی کی۔ آپ نے
 فرمایا۔ ”یہ تو صرف ایک تبدیلی مشغلہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی آرام طلبی
 کی زندگی بسر نہیں کی۔ مجھے اپنے روزانہ سبقتوں کو چھوڑ کر ابھی کچھ زیادہ عرصہ
 نہیں ہوا۔“ لارڈ پالمرسٹن لکھتے ہیں کہ صرف ایک سال ۱۸۶۵ء میں اڑتیس ہزار
 مراسلات ملاحظہ اشرف سے گزرے۔ ایسے اہم دسترگ کاغذات کو اس کے
 منسلکات کے ساتھ دیکھنا اور غور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ذیل کے طبقے سے
 حضرت محدوص کی غایت درجے کی انسانیت و نرم دلی اور پابندی اوقات کا
 حال معلوم ہوگا۔ آپ کے سٹاف میں ایک عہدہ دار بڑا جلد باز اور گڑبڑ پاتھا۔
 ایک دفعہ وہ ملکہ کی حضوری میں سلطنت کی ایک بڑی بھارتی تقریب کے شعلق
 کچھ احکام اور ہدایات لینے کی عرض سے حاضر ہوا۔ ملکہ معظمہ نے ساری تفصیل اُسے
 سمجھا دی خدا جانے کعبہ اسٹ میں اُس نے پوری طور سے سنا نہیں یا سنا
 اور باتیں ذہن سے اتر گئیں بہر حال وہ اُن ہدایات کو بھول گیا اور اب بہت
 سہیٹا یا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ملکہ معظمہ کی سمع مبارک تک بھی اُڑتی پڑتی
 یہ خبر لو پہنچی۔ آپ خود بدولت کمرے میں تشریف لے گئیں اور میرے سے ایک
 تختہ پروگرام جو دست خاص سے ارقام فرمایا تھا وہ ایک عہدہ دار کو دیا اور کہا کہ
 فلاں صاحب کے پاس لے جاؤ اور اُن سے کہہ دو کہ وہ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ میں نے
 جو کچھ اُن سے زبانی کہا تھا وہ سب اس کاغذ میں لکھا ہوا اس سے اُن کو اُن امور کی تفصیل بخوبی معلوم
 ہو جائے گی، حضرت محدوص بڑی پابندی سے اپنا روزنامہ بھی قلم بند فرماتے تھے۔ جو شہزاد ضروری واقعات
 سمجھتے تھے سب اس میں لکھتے تھے۔ سلطنت کی نسبت اخبار میں جو مباحثہ درآتی تھی اُن کو بہت دور سے دیکھتی تھیں۔
 التوار کا دن بالکل چھٹی اور عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ ایک
 مرتبہ کا ذکر ہے کہ بیٹے کی شام کو اخیر وقت ایک وزیر درودہ ملت پر
 کچھ ضروری اور اہم کاغذات لے کر حاضر ہوا اور عرضہ کیا کہ کاغذات ضروری اور

التوار کا دن

غور طلب ہیں شب کے وقت حضور کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صبح سویرے حاضر ہوں گا، ملکہ۔ ”دکل صبح؟“ پھر مکر فرمایا۔ ”دکل تو اتوار ہی“ وزیر۔ ”پیر و مرشد بجا ارشاد ہوا لیکن کام ایسا ضروری ہے کہ اس میں تاخیر کا عمل نہیں“ ملکہ۔ ”ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ اگر کاغذات ایسے ہی سخت ضروری ہیں تو خیر کل صبح دیکھ لوں گی۔“ صبح کو ملکہ مع اپنے درباریوں اور حوالی موالی کے گرجا تشریف لے گئیں۔ گرجا میں اس روز اتوار کے دن کی عظمت اور احترام پر ہی وعظ تھا۔ نماز کے بعد ملکہ اس وزیر کی طرف مخاطب ہوئیں اور استفسار فرمایا۔ ”آپ نے سنا۔ وعظ کیسا تھا کچھ پسند آیا؟“

وزیر۔ ”یورسٹی۔ سبحان اللہ! وعظ کا کیا کہنا فی الواقع بہت ہی عمدہ تھا“ ملکہ۔ ”تو مجھے آپ سے اس امر کے پوشیدہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس وعظ کا سودہ کل رات کو میں نے ہی پادری صاحب کے پاس بھیج دیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اس وعظ سے آپ صاحبوں کو فائدہ پہنچے گا“

اتوار کے سارے دن ان کاغذات کا کچھ ذکر نہیں آیا۔ رات کے وقت جب ملکہ وزیر کو سلام کر کے رخصت ہونے لگیں تو فرمایا۔ ”مائی لارڈ اکل صبح آپ جس وقت چاہیں اگر آپ کو پسند ہو تو سویرے سات ہی بجے میں ان کاغذات کو دیکھوں گی“ وزیر۔ ”دو اتنے سویرے حضور کو تکلیف دینا میں مناسب نہیں خیال کرتا۔ جلدی سے جلدی نو بجے بھی کافی ہے“ حضرت اپنے ملازمین سے بھی اتوار کے دن غیر ضروری کام نہیں لیتی تھیں۔ نوکروں کے ساتھ آپ کا سلوک بڑی مہربانی اور شفقت کا تھا۔ ایک بڑی دعوت پریش تھی۔ بیڈ والوں کو درست کرنا تھا۔ وہ عین وقت پر غیر حاضر ہو گئے اور اسی قصور میں خدمت سے موقوف کر دیئے گئے۔ آپ نے جب سنا تو فوراً بحال کر دیا اور فرمایا کہ وہیں اپنے ملازموں کو سزا دینا نہیں چاہتی۔ آئندہ خیال رہے کہ اتوار کو ان سے کام نہ لیا جائے گا

قصص کا حکم ملکہ کی تخت نشینی کو ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ جناب مدوحہ کو شاہی اقتدار زندگی یا موت کے برتنے کا اتفاق پیش آیا۔ ڈوئوک آف ولنگٹن نے ایک فوجی حکم نامہ ایک سپاہی

کی بھانسی کا آپ کی منظوری کے لیے پیش کیا۔ اُس زمانے میں بھانسی کے لیے بادشاہ وقت کی منظوری مشروط تھی۔ آپ اُس کاغذ کو ملاحظہ فرما کر دستخط کرنے سے رُکیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا: ”کیا آپ اس شخص کی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے؟“ ایرن ڈیوک (رڈین تن ڈیوک) ”جی کچھ نہیں۔ یہ تیسرا مرتبہ ہے کہ یہ شخص فرار ہو چکا ہے۔“ ملکہ: ”او ڈیوک! ذرا بھر خیال کیجئے۔“ ڈیوک: بہت خوبصورت سپاہی کی حیثیت تو یقیناً یہ شخص بد ہے لیکن میں نے سنایا کہ اس کا رویہ چھاپہ شاید وہ اپنی خانگی طرز معاشرت میں اچھا ہو۔“ ملکہ: ”تو آپ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور معاف لکھ کر اپنے خوب صورت دستخط فرمائیے۔“ ملکہ معظمہ کو اس تکلیف دہ فریضے سے سبکدوش کرنے کے لیے آخر کار پارلیمنٹ سے قانون پاس ہو گیا کہ ایسے احکام رائل (شاہی) کمیشن سے جاری ہوا کریں۔

زخمیوں سے ہمدردی

آول تو عورت کی ذات یوں بھی نرم دل ہوتی ہے پھر ملکہ جیسی رقیق القلب۔ رحم دل۔ جنگ کریمیا کے بعد آپ نے خواہش کی کہیں کچھ زخمیوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جو چلنے ہو گئے ہوں اور قصہ بنگلہ کو آسکتے ہوں۔ چنانچہ یہ اتباع ارشاد خداوندی چند لوگ حاضر کیے گئے۔ وہ سب ایک قطار باندھ کر ایک کمرے میں بٹھائے کیے گئے۔ ملکہ نے سب کو بغور ملاحظہ فرمایا۔ ایک شخص سے مخاطب ہو کر یوں گوہر نشاں ہوئیں: ”ملکہ: ”میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا سیدھا بازو ضائع ہو گیا ہے تم کہاں زخمی ہوئے تھے؟“ سپاہی: ”حضور خندق میں“ ملکہ: ”میں خیال کرتی ہوں کہ اب بھی جب موسم بدلتا ہے تو تمہارے درد ہوتا ہوگا؟“ سپاہی: ”محض بے شک مجھے درد کی کسک معلوم ہوتی ہے“ سپاہی جب عرض کر رہا تھا تو اُس نے اپنی انگلیاں اپنے دل کے رکھ لی تھیں مگر انگوٹھا وہ بائیں شانے کی طرف تھا کیوں کہ صرف بایاں ہی ہاتھ رہ گیا تھا ملکہ معظمہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا: ”میں نے اکثر سنایا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں؟ اگر ایک جانب کا بازو ضائع ہو جائے تو دوسری طرف بھی درد ہوا کرتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟“ سپاہی: ”اگر غلام کو معافی دی جائے تو غلام عرض کرے؟“ ملکہ: ”میں پسند کرتی ہوں کہ اس کی وجہ اُسی شخص سے سنوں جس پر مبنی ہو بہ نسبت اُس شخص کے کہ جس پر یہ ماجری گزرا نہیں ہے۔“ سپاہی: ”حضور والا! ایک وقت وہ تھا کہ میرا ہاتھ صبح سلامت تھا جس نے میں اپنی ملکہ کی خدمت گزار میں ہتھیار چلاتا تھا۔ اگر میرے ایسے ایسے پچاس ہاتھ بھی ہوتے تو بھی

ان سب تھوکن اپنی ملکہ کی خدمت کے لیے مخصوص کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ اب وہ ہاتھی نہ رہا۔ اس بات کا رنج مجھے یہاں ہی (دل کی طرف اشارہ کر کے) ملکہ نے بھی دیکھا کہ وہ دل کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ آپ متاثر ہوئیں اور نہایت متاثر لہجے میں فرمایا۔ وہیں اس بات کے لیے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں اور پھر کمریسی کلمات زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ اس کے بعد چار شخصوں کو کچھ عرض معروض کرنا تھا ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔ پھر جناب ممدوحہ نے جنگ کی خوف ناک حالت۔ لوگوں کے مصائب۔ کنہوں اور ملک کے متعدد نقصانات کا ذکر فرمایا۔ آخر کار جناب ممدوحہ ایک اور سپاہی کے پاس تشریف لائیں جو بیابھیوں کے سہارے کھڑا تھا۔ اُس سے دریافت کیا کہ ”تم کہاں زخمی ہوئے؟“ سپاہی نے ایک بھتی آواز اور اکھڑ لہجے میں کہا۔ ”دو گولی دن کر کے میری ٹانگ میں لگی۔“ ملکہ مغظمہ نے فرمایا ”ہر تو یہ بھی اسی مرتبے کا (یعنی کہ جیسا کہ پہلا سپاہی تھا) لیکن پہلے میں خلعتی ادب تھا۔ یہ اُس کے برعکس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایک پیدائشی دربار دار تھا اور نہیں“ پہلے شخص نے کس خوبی اور شاہی آداب ملحوظ رکھ کر ملکہ کو جواب دیا اور دوسرے نے کیا اجڑنا دکھلایا۔

کچھ خوشی کی باتیں ملکہ مغظمہ کی زندگی میں جو جو افکار و حوادث پیش آئے ان کا ذکر اوپر آچکا اب کچھ دل خوش کن باتیں بھی سنئے کہ یہ

رنج و راحت جہاں میں توام ہے کبھی شادی ہے اور کبھی غم ہے

قیصر ہند کا خطاب شہنشاہ میں ملکہ ممدوحہ نے قیصر ہند کا خطاب لیا جس کا عظیم الشان جلسہ بعد لارڈ ولٹن گورنر جنرل

دہلی میں ہوا جہاں تمام رجواڑے اور رئیس مع اپنی افواج و لوازمہ و تزک و احتشام کامل جلوس سے موجود تھے۔ ایسا عظیم الشان جشن اس سے پہلے ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔

جوبلی ۲۲ جون ۱۸۸۶ء کو ملکہ مغظمہ کے پچاس سالہ دور حکومت کی شکر گزاری میں ایک بڑا جلسہ تمام ملک میں ہوا جو گولڈن جوبلی یعنی جشن طلانی

کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ۱۸۹۰ء کو شصت سالہ سلطنت کی خوشی میں اس سے بھی بڑھ کر دھوم دھام ہوئی جو ڈایا منڈ جوبلی جشن الماسی کے نام سے مشہور ہے۔ ہندوستان

میں اس سرے سے اُس سرے تک بڑی خوشیاں منائی گئیں اور ہر ہر مقام پر چلے اور جشن ہوئے لیکن لندن کا منظر عجیب و غریب اور قابلِ دید تھا۔ ملکہ مغظمہ کی سواری بڑی

دھوم دھام اور جلوس سے برآمد ہوئی۔ اس وقت دوسری خوشی تھی۔ ایک یہ کہ جناب
ممدوح کی حکم رانی پر ساٹھ سال گزرے اور دوسرے یہ کہ آپ کا زمان سلطنت یورپ کے
کل بادشاہوں سے بڑھ گیا کسی بادشاہ کو اتنے دنوں سلطنت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اس
بے نظیر تقریب کے دیکھنے کو چاروانگ عالم سے لوگ جمع ہوئے کیوں کہ ایسا نظارہ
کا ہے کو کسی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی ساٹھ برس سلطنت کرے گا نہ کوئی بادشاہ اپنی
قوم کا ایسا پیارا ہوگا۔ نہ یہ جوش و خروش ہوگا۔ ہر خطہ ملک کے جہاں جہاں وکٹوریہ کا جھنڈا
لہراتا ہے سفیر اور ایٹمی تہنیت اور مبارک باد کو حاضر ہوئے۔ لندن میں آسمان ابراؤر بہتا ہوا
گھر سے دھندلا رہتا ہے مگر اس دن افضال الہی سے مطلع بالکل صاف تھا گویا آفتاب عالم تاب
نے بھی اس سین کے دیکھنے کے شوق میں افق مشرق سے گردن نکالی تھی۔ لندن میں ملکہ
کی تاج پوشی سے لے کر اب تک جسے ساٹھ سال کی طویل مدت گزر چکی تھی ایسا
عظیم الشان جشن جس میں ہر شخص گن تھا اور مارے خوشی کے پاچھیں کھلی جاتی تھیں۔ نہیں
ہوا تھا۔ صبح سویرے ہی سے تمام لوگ راستوں اور ریل پر سے ٹڈی دل کی طرح
آمنڈ پڑے جس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ دوسری سلطنتوں کے بادشاہ
بھی یہاں تھے۔ اس تقریب میں پچاس ہزار فوج سڑک کے دو طرفہ صف بستہ تھیں
تھی۔ ہندوستانی فوج کو یہ اعزاز خاص دیا گیا تھا وہ بطور باڈی گارڈ کے تھی۔ اس تقریب
پر پیشگاہ خسروی سے ہندوستان اور کل ممالک ایک مختصر تاریخ کے لفظ لفظ سے
محبت ٹپکتی ہو اور وہ یہ ہے۔

وہیں تہ دل سے اپنی پیاری رعایا کا شکریہ ادا کرتی ہوں خدا ان کو برکت دے۔ اسینت
کے مشہور گرجا میں جو شکرانے کی نماز ادا ہوئی اس کا کیا پوچھنا ہے۔ قوم کا ایک ایک شہید
دل و جان سے اپنی ملکہ کی سلامتی کی دعا کرتا تھا۔ جناب معز اپنی رعایا کے اس اظہار
عقیدت اور جوش و خروش سے نہایت متاثر ہوئیں اور بڑی شکل سے تحمل فرمایا ورنہ بڑے
بڑے کڑے دل والے اس وقت آب دیدہ تھے۔ ہر شہر۔ ہر گاؤں حتیٰ کہ ہر مکان میں
اس شب مبارک کو روشنی کی گئی۔ لندن کا تمام شہر اور بازار بقیعہ نور بن گیا تھا غریبوں
کو کھانا کھلایا گیا اور بہت سے سیر تماشے ہوئے۔ اس کے سوا جو بلی کی دوامی یادگار میں
دداخانے۔ مسافر خانے۔ آرام گاہیں گھنٹے گھر وغیرہ بناے گئے۔ شب میں بحری قوت

ملاحظہ ہوا۔ (۱۶۶) جہاز آراستہ و پیراستہ کھڑے تھے۔ ملکہ معظمہ بنفس نفیس دن بھر کی تقاریب کی تکان اور نقاہت کی وجہ سے اس سین کو ملاحظہ فرما سکیں اور اپنی طرف سے اپنے فرزند دل بند پرس آت و دیز کو بھیج دیا تھا۔ اس موقع پر صرف شاہی ہمالوں کی اس قدر کثرت تھی کہ دوپیشل ٹرینیں بھر بھر کر گئیں۔ دن کو جو کچھ بہار تھی وہ تو فحشی ہی رات کا سماں کچھ اور ہی تھا کہ ایک ہم سارے جہازوں پر بحسب کی روشنی جگمگانے لگی جو اندھیری ٹھپ رات میں نظروں میں بھی جاتی تھی۔ تیس ہزار اشخاص سے اوپری اوپر ان جہازوں پر مامور تھے۔ تیس ہزار گلوں نے جب آن اُحد میں حیرت کا پُر جوش نعرہ دیا ہو گا تو کہہ سادی میں اُس کی گونج کا محض تصور سے کام نہیں چلتا جس کے کانوں نے سنا ہو گا وہی اس کا لطف جانے۔

ملکہ معظمہ کی سچی ہوئی سمجھ۔ بلند نظری اور دینی سے نہایت تعجب ہونا ہر وہ زود فہم اور عاقل کی تہ کو اس قدر جلد پوچھتی تھیں اور نالائشی اس درجے تھی کہ بڑے بڑے امرا و وزراء

دوسرے سلاطین ہم عصر سے طرز مرسلت

اور شیران مملکت آپ کی فراست سے دنگ رہ جاتے تھے جس کی بشیرت شالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ دوسرے بادشاہوں کو جب بھی مرسلت کی ضرورت داعی ہوتی تھی تو آپ ہمیشہ طریقین کی عظمت اور وقار کو نظر رکھتی تھیں آپ نے کبھی دب کر تحریر نہیں کی۔ یہ بات سب لوگوں کو یاد ہے کہ جناب ممدوہ نے اپنے نواسے شہنشاہ ولیم کو کس طرح ڈانٹ کر لکھا تھا اور لوئیس فلپ بادشاہ کو تو ایسی جربستہ تحریر کی کہ کسی بادشاہ نے شاید آج تک کسی بادشاہ کو نہ کی ہوگی۔ ملکہ کے طرز عمل سے یہ بات کبھی ظاہر نہیں ہوئی کہ ان کے سینے میں ایک عورت کا دل ہے۔ دوسرے بادشاہوں سے ان کے تعلقات دوستانہ تھے۔ رعایا کے ساتھ ان کی مصیبت میں بڑی ہمدردی فرماتی تھیں خصوصاً ایسے واقعات اتفاقی میں جیسے جہاز کی تباہی۔ ریل کا ٹکرا جانا۔ معدنوں کا بیٹھ جانا اور کسی مٹم کی خطرناک ناگہانی آفت۔ ایسی مصائب کے وقت سب سے پہلے آپ کا دست شفقت اور تسلی دراز ہوتا تھا خواہ کوئی آئینہ فرمان جاری فرمائیں یا نقدی امداد فرمائیں جناب ممدوہ ایسی رقیق القلب تھیں کہ کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکتی تھیں اور روتے کے ساتھ خود بھی بے اختیار روئے لگتی تھیں۔

ہندوستان پر مہر کی نظر

ملکہ معظمہ یوں تو اپنی ساری وسیع سلطنت کی رعایا پر
 دل و جان سے فدا ہتھیں مگر اہل ہند کی خاص جگہ آگے
 دل میں تھی۔ جب بھی ہندوستانیوں کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی اس کے تشفی اور تسلی فرمائی۔ اپنے
 بعض اوقات اپنے وزراء کے خلاف یورپین رعایا پر ہندوستان والوں کو ترجیح دی جس کی
 کھلی مثال فدر کے حالات ہیں۔ جب کہ ولایت کے مارے اخبار شپور و شحب مچار ہے
 تھے۔ گورے کا لے پر مٹا عن اور غلام کی بوجھاڑ کر رہے تھے۔ غرض ہر شخص جوش انتقام
 میں بھرا ہوا اور دُور دل تھا۔ لارڈ کیننگ نے جو اُس زمانے میں گورنر جنرل تھے جناب معز کی خدمت
 میں اخبار واقعات کہیں۔ اس کے جواب میں بالفاق رہے گورنر جنرل ارشاد ہوا کہ ”جناب
 مدد وہ یہاں کی عامہ خلافت کی اُس عام نکتہ چینی پر جو بلا امتیاز اہل ہند اور غلام نشان مذہب
 عیسوی کی گئی ہے۔ افسوس کا اظہار فرماتی ہیں لیکن توقع کی جاتی ہے کہ یہ خیالات دیر پا
 نہیں ہیں۔ یہ صرف ایک اُبال ہے اُن خوف ناک مظالم کا جو بے گناہ عورتوں اور
 بچوں پر توڑے گئے جن کے سینے سے زخم میں خون جم جاتا ہے اور دل خون آلود ہو جاتا
 ہے۔ ایسے خوف ناک افعال کے مرتکبین کے لیے کوئی سی بھی سزا سخت نہیں گویہ امر بہت
 افسوس ناک ہے مگر سب خطا کاروں کے ساتھ پورا پورا انصاف ہونا چاہیے۔ لیکن عموماً ہندوستانی
 قوم وہاں کے صلح جو باشندوں بہت سے مہربان ہندوستانی دوستوں چہلوں نے ہم کو
 مدد دی ہے اور ہمارے سچے وفادار خیر خواہ ہیں بہت بڑی مہربانی کرنی چاہیے۔ اُن کو معلوم
 کرانا چاہیے کہ کالے چڑے سے کوئی نفرت نہیں ہے۔ اُن کی ملکہ کی کوئی خوشی اس سے بڑھ کر
 نہیں ہے کہ وہ اُن کو خوش و خرم۔ راضی اور پھولتا پھلتا دیکھیں۔“

غدر کے بعد جب ملکہ معظمہ نے زمام سلطنت اپنے دست مبارک میں لی تو جو مسودہ شاہی
 اعلان کا ملاحظہ اقدس میں پیش ہوا تھا اُس میں کچھ زیادہ سختی تھی جس میں جائز افعال سلطنت کی قوت اور باد
 کے تھے جو مذاہب پر ناجائز اور خلاف مصلحت ریاکار تھے۔ جناب مدد نے نہایت سختی سے
 اُس کی مخالفت کی اور تحریر فرمایا کہ ”ملکہ معظمہ اس جملے کو ناپسند فرماتی ہیں کہ اُن کو ہندوستانی
 مذاہب کی بیخ کنی کرنے کی قوت حاصل ہے“ ملکہ معظمہ اس بات کو ترجیح دیتی ہیں کہ اس مضمون کو
 اس طرز پر ظاہر کیا جائے کہ ”ملکہ معظمہ اپنے مذہب کی محبت کا خاص تعلق رکھتی ہیں اور جس سے
 وہ تسلی اور آرام پاتی ہیں وہ مانع ہے کہ وہ دوسرے ہندوستانی مذاہب میں مداخلت فرمائیں

اور یہ کہ ہمارے ملازمین کو ایسا کیا جائے کہ جاری ان ہدایات کے موافق وہ موبقیوں کریں۔ صاحب الحکم جناب ممدوحہ اس اعلان کو پھر از سر نو لکھا گیا اور جناب ممدوحہ نے لارڈ داربی کو اپنی قلم سے تحریر فرمایا کہ وہ مبدولت کو سہرت ہوگی کہ اگر اس تحریر کو لارڈ داربی خود اپنی عمدہ انگریزی میں لکھیں اور لکھتے وقت اس امر کو ذہن نشین رکھیں کہ ایک عورت ذات بادشاہ براہ راست انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتے وقت اپنی اس کردار سے زیادہ رعایا سے خطاب کرتی ہے اور ایک خوشنوا جنگ (غدر) کے بعد ان سے وہ وعدے کر رہی ہے کہ اُس کی آئندہ مملکت کیا کرے گی۔ اُن کو میری گورنمنٹ کے اصول بتلائے جائیں۔ ایسے فرمان میں فیاضی اور مراعات اور مذہبی آزادی کے خیالات کی خوشبو آنی چاہئے اور وہ رعایتیں بتلائی جائیں جو ہندوستانیوں کے ساتھ اُن کو رعایا کے برطانیہ کے برابری کے مرتبے میں رکھنے کی وجہ سے کی جائیں گی اور جس سے تہذیب کے ساتھ ملک کی شادابی ہوگی۔ چنانچہ حضور عالی کے منشا کے مطابق پرنس کنسرٹ کے مشورے سے وہ اعلان شائع کیا گیا جو آج سارے ہندوستان میں اس واسطی اور فخر کا باعث ہوا۔ اسی کی بدولت اہل ہند اپنے مذہبی عقائد اور افعال میں پورے پورے آزاد ہیں۔ اس اعلان کو حصہ اول میں درج کیا گیا ہے۔

زندگی کے آخری دن اگرچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ کی صحت اچھی نہ تھی مگر آپ کی مستعدی میں کچھ بھی فرق نہیں

آیا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں آپ شہر میں کو تشریف فرما ہوئیں اور ہائی کو گورنمنٹ کالج ملاحظہ فرمایا۔ چودھویں کو ہسپتال میں جس میں جنگ کے (۵۳) زخمی زیر علاج تھے تشریف لے جا کر ملاحظہ کیا۔ اس موقع پر آپ نے دو شخصوں کو متنبہ بھی مرحمت فرمایا۔ اس کے دو دن بعد پھر جنگ کریمیا اور غدر کے سو بہادر دل کو ملاحظہ کیا اور ایڈمرشال میں افواج کو نشانِ مرحمت فرمائے۔ دوسرے دن بارہ ہزار فوج ملاحظہ سے گزری۔ اس عرصہ میں ملکہ آسٹریا کے قتل کی خبر آئی جس سے آپ کو طرابلسہ ہوا اور نیروسٹ (اندلس) میں طوفان سے چالیس ہزار آدمی غافل برباد ہو گیا جن میں سے تین سو جان سے گئے۔ اس سانحے سے خاطرِ عطر بہت ملول رہی۔ آپ نے پھر فوج کو نشانات سرفراز کئے تیسری سیمہ کو آپ پھر اسپتال میں تشریف لے گئیں اور جنگ سودان کے زخمیوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ۱۸۹۹ء میں آپ کی ہشتاد سالہ سالگرہ بڑی دھوم سے منائی گئی۔ نومبر میں آپ نے

برسٹل میں ایک شفا خانے کا افتتاح فرمایا جو آپ کی جوہلی کی یادگار میں بنایا گیا تھا۔ ۲۶
دسمبر کو آپ نے قلعہ ونڈرز میں عہدہ دارلن جنگ سوڈان کی میسوں اور بچوں کو
چائے نوشی کی دعوت دی۔ ۱۹۷۱ء میں آپ آئرلینڈ تشریف لے گئیں۔ جہاں آپ
کی تشریف آوری پر بے انتہا خوشی منائی گئی اور سی طرح کئی دفعہ آپ نے فوج کو ملاحظہ
فرمایا۔ آپ کی اس توجہ گرانماہ اور محبت سے ساری فوج آپ کی جاں نثار تھی۔ اسی سال
کے اوائل میں یہ افواہ اٹھی کہ جناب مددہ کی صحت اطمینان بخش حالت میں نہیں ہے مگر آپ
حسب معمول ہواخوری کے لئے برآمد ہوا کرتی تھیں۔ سب سے آخری شاہی کام جو آپ
نے فرمایا وہ لارڈ رابرٹس سے ملاقات تھی جب کہ وہ جنگ جنوبی افریقہ سے واپس آئے
تھے اس وقت آپ نے ان کو ارل کا خطاب دیا۔

ملکہ معظمہ کچھ بہت دل سبیل نہ رہیں ان کی موت
کی خبر بالکل اچانک آئی۔ مدراس میں راوی ہی
کہ میڈرڈز بیشتر حضور عالیہ کی ممالک میں ہر شخص
اس خیال سے خوش تھا کہ ابھی ملکہ میں اس قدر

آخری حالت اور وفات حسرت آیات

جسمانی اور دماغی توانائی باقی ہے کہ ملک رانی کا کام برابر چلانے پر قادر ہیں۔ چنانچہ حال کا ذکر ہے کہ
جب جنوبی افریقہ سے آپ کی فاتح افواج انگلینڈ کو واپس ہوئیں تو آپ نے ان کو خیم خود مختار
فرما کر ان کے بعض افسروں کو ملائی تمنے بھی مرحمت فرمائے۔ ۲۷ جنوری کو آپ نے لارڈ رابرٹس سے
ملاقات کی اور فوج کی شجاعت اور دلیری کا شکریہ ادا فرمایا۔ ایک ماہ قبل حضور عالیہ قلعہ ونڈرز
سے آسبرن تشریف فرما ہوئیں اور آپ کا قصد تھا کہ وسط فروری میں واپس تشریف لاکر
اقلیم ولایت کی بعض ممالک کا سفر تقریباً فرمائیں۔ کمرس کا جشن آسبرن میں ہوا۔ اُس وقت
تاکہ کسی قسم کی شکایت نہ تھی اور مزاج و ہاج بالکل اچھا تھا مگر اس کے بعد ہی دفعۃً طبیعت
میں ایک قسم کا تغیر واقع ہوا۔ ضعف و مانع کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ قلت اشتہا اور
بد خوابی کی شکایت مزید برآں۔ اگرچہ باسباب ظاہر آپ کی حالت صحت تشفی بخش تھی مگر جنوبی
افریقہ کی لڑائی میں تباہی خلق اللہ سے آپ کے نازک اور پر رحم دل پر کچھ ایسا
صدمہ ہوا کہ اُس کا اثر دماغ معلیٰ تک جا پونہ چار چوں کہ حضور عالیہ نہایت مستقل مزاج اور
بڑی ضابطہ امداد صابر تھیں کہ منہ سے کچھ نہ کہا نہ جزع خزع کی بلکہ دل ہی دل میں گڑبگڑ

اس لڑائی میں جو عزیز جانیں ضائع ہوئیں اُن کا قلق غم و الم اس قدر آپ پر عاری رہا کہ جو شخص آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا تھا وہ اس بات کو بخوبی دریافت کر لیتا تھا کہ حضور عالیہ سخت ملول ہیں اس کے ہمارے خیال یہ کہ نعیم نہانی اثر کرتا رہا جس کے باعث وہ حالت ضعیف ہو گیا اور آپ کی عمر بھی زیادہ تھی ان صدات گراں کی تحمل نہ ہو سکیں۔ جب برداشت کی طاقت تھی تو آپ نے اپنے جگر گوشوں کی موت کو تحمل و استقلال سے برداشت کیا اور صحت میں خلل نہیں آیا۔ بلکہ کچھ بات یہ کہ آپ نے اپنے بچوں کی میرت کا اس قدر غم نہیں کیا جو آپ نے اپنے اُن فوجی اندوں اور سپاہیوں اور رعایا کی موت کا اپنے دل پر لیا جو کہ جنگ و افریقہ میں ہلاک ہوئے۔ وہ اپنے حال شرافت و دل اور اپنی ہر دل عزیز رعایا کی عاشق تھیں۔ آپ کی موت کی بڑی وجہ یہی صدر مہ جانکا تھا۔ ۱۸ جنوری سے علامات کے تاروں کی بھر مار شروع ہوئی۔ ۱۹ کو معلوم ہوا کہ حالت نہایت خطرناک ہے۔ بیسویں کو تو یقین ہو گیا کہ آخری حالت ہے اور چند گھنٹوں میں یہ چراغ گل ہوا چاہتا ہے۔ ۲۱ کی صبح کو ذرا سکون ہوا (جسے سنبھالا کہتے ہیں) مگر پھر کرب شروع ہو گیا اور شب میں سخت بے چینی رہی۔ سوائے ڈاکٹر دل اور تیمار داروں کے کسی کو آپ کے پاس اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ۲۲ کو تین مرتبہ شاہی خاندان کے لوگ آپ کے بستر کے پاس غلب کیے گئے آخری دفعہ سارے تین بجے دن کے اور پھر تو سب وہیں رہے۔ آپ کبھی کبھی ہوش میں بھی آجاتی تھیں لیکن اُسی دن سارے چھ بجے شام کے بیہوشی کی سی حالت میں رشح پرواز کر گئی۔ آپ کی نعش سلطنتی طور پر نہیں رکھی جائے گی لیکن خاندانی ملازموں کو آپ کا دیدار دیکھنے کی اجازت ہے۔ چہرہ آپ کا بالکل آسودہ اور مستقر تھا۔ ایسا معلوم دیتا تھا کہ گویا میٹھی نیند آرام فرما رہی ہیں۔ سینے پر دونوں ہاتھ آڑے رکھے ہوئے تھے اور ایک طلائی صلیب نیٹہ مبارک پر دھری تھی۔ دو ہندی اور ایک یورپین لیڈی میرت کی نگہبانی کر رہی تھیں۔ تاروں سے معلوم ہوا کہ دولت انگلینڈ کے سارے ممالک میں خواہ اندرون انگلینڈ ہو یا بیرون و ردوالم ایسا ہی محیط ہے جیسا کہ خاص لندن میں۔ دنیا کے سارے حصوں میں مستحکم علامات ہمدردی کی پائی جاتی ہیں جو اس نعش کے عشق پر دلالت کرتی ہیں جو ملکہ معظمہ نے سارے جہان کی خلائق کے دلوں پر جاری رکھا تھا۔

انتقال پہ لال کے دوسرے حضور عالیہ کے ولی عہد
پرنس آف ویلز تخت نشین ہوئے تخت نشینی کے بعد راجہ

حضور عالیہ کے نشین

سخت اندوہ و غم کے آپ نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ کیوں کہ فرط غم سے آپ کو یارے تقریر نہ تھا مگر باایں ہمہ اداے رسم کے لئے ذیل کی مختصری سپیچ دی۔ جناب مدوح کے آنسو جاری تھے اور جب اپنی مادر مہربان کا نام نامی آپ کی زبان مبارک پر آیا تو زبان قابو میں نہ تھی۔

یور رائل ہائینسز مائی لارڈز اینڈ ممبرس۔ آپ سے خطاب کرنے کا میرے لئے اس سے زیادہ دردناک موقع کبھی نہ ہوگا۔ میرا مقدمہ اور ریج امینز فرض یہ ہے کہ میں آپ کو اپنی والدہ ماجدہ ملکہ معظمہ کے انتقال کی اطلاع دوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو اور تمام قوم کو بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ تمام عالم کو اس ناقابل تلافی صدمے میں جو غم سب کو ہوا ہے میرے ساتھ کیسی دلی ہمدردی ہے۔ مجھے اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے کہ میری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ اس باعظیم کے اٹھانے میں جو مجھ پر اب عائد ہوا ہے عالیہ حضرت موصوفہ کی اتباع کروں۔ میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں کانسٹیبل کو پورے طور پر ملحوظ رکھوں اور جب تک میرے دم میں دم رہے اپنی رعایا کی بہبود اور ترقی کے لئے کوشش کر دوں۔ میں نے ایڈورڈ کا نام اختیار کیا ہے جس نام سے میرے اجداد میں سے چھ سو سو رہ چکے ہیں۔ اس نام کے اختیار کرنے میں میں ایلیبرٹ کے نام کی وقعت کم نہیں کرتا ہوں جو نام مجھے اپنے عظیم الشان اجداد والدہ سے جن کی وفات کا ریج ہمیشہ باقی رہے گا وراثتہ پونہ چار اور جو میرے خیال میں باتفاق نام ایلیبرٹ وی کی کڈ کے نام سے استحقاقاً ملقب ہیں میری خواہش ہے کہ یہ نام انھیں کے لئے مخصوص رہے۔ خاتے پر مجھے پارلیمنٹ اور قوم سے یہ توقع ہے کہ جو فرض عظیم مجھ پر وراثتہ عائد ہوا ہے اس کی انجام دہی میں وہ میری امداد کرے گی اور میرا مصمم عزم ہے کہ اپنی بقیہ زندگی میں اپنی تمام قوت کو اس فرض کے پورا کرنے میں صرف کر دوں۔

سرگرم نالہ اگر کتاب شنیدن داری
سینہ بشکافم اگر طاقت دیدن داری

ہندوستان میں تم

ملکہ معظمہ کی جائگاہ وفات پر ہندوستان کے کل مقامات پر خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہر قوم اور ہندو ہند کے لوگوں نے بے انتہا دلی ریج کیا جس کی نظیر ملنا محال ہے۔

اس خبر کے سنتے ہی سارے شہر دل دو دو گونگیاں میں بازار اور دکانیں بند ہو گئیں شہر
میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ تمام خلقت بجز غم و الم میں غرق ہو گئی۔ سوگواری کی گہری گھٹا
چھا گئی۔ بیاہ برات موقوف کر دیئے گئے۔ مختصر یہ کہ اہل ہند نے اپنی ملکہ کی وفات
حسرت آیات پر ایسے حسرت و ملال کے اشک برسائے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی
عالم گیر غم آج تک نہیں ہوا اور یہ بڑی دلیل اس کی ہے کہ ملکہ معظمہ کو ہر شخص دل و جان سے
ممدوحہ کی نیک صفات اور رعایا سے سچی ہمدردی کے لحاظ سے بہت زیادہ عزیز رکھتا
تھا کسی بادشاہ نے پہلکے دلوں کو اس طرح سحر نہیں کیا اور جب تک دلی محبت۔
عقیدت ہندی اور جوش جاں نثاری نہ ہو ایسا سچا غم کبھی حکومت کے دباؤ سے ممکن
نہیں۔ ہم اس مقام پر وائسرائے بہادر کے اس تار کی نقل کرتے ہیں جو جناب ممدوح
نے سکریٹری آف سٹیٹ کے نام روانہ کیا اور اس کا جو جواب ریواہ بھی اسی کے ساتھ ہے۔

وائسرائے کا تار من جانب وائسرائے بنام سکریٹری آف سٹیٹ۔ ۲۶ جنوری
۱۹۰۱ء۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے میں مودبانہ پیام
ذیل روانہ کرتا ہوں تاکہ ہر بھیجی قیصر ہند کے حضور میں پیش کیا جائے۔

دو گورنمنٹ ہند نے کمال غم و درد کے ساتھ عالی جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی وفات
کی خبر سنی۔ ہر حصہ ہندوستان سے ہر قوم و ہر فرقہ و ملت کی جانب سے بے ساختہ
وبے ریا غم و الم کی خبریں آرہی ہیں۔ گورنمنٹ۔ شاہزادے اور رعایا بالاتفاق ملکہ قیصرہ
کی وفات پر عزاداری کرتے ہیں۔ جن کا یہاں اس قدر اعزاز و اکرام کیا جاتا تھا کہ کسی
بادشاہ سابق کا نہ ہوا تھا اور جس کی نسبت وفاداری محبت میں غرق ہو گئی تھی۔ دلی خیال
تو یہ ہے کہ ہند کا صدر ملک کا نہیں بلکہ ماں کے انتقال کا ہے۔ سب اقوام کی جانب سے ہم آپ
کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ ہر بھیجی بادشاہ قیصر ہند کے حضور میں ہمارے
درد و غم اور ہمدردی کے خیالات کا یقین دلاویں اور سلطنت برٹش کی تخت نشینی پر جناب
ممدوح کے حضور میں ہماری عاجزانہ بندگی پیش فرمائیں۔

جوابی تار من جانب سکریٹری آف سٹیٹ۔ بخد مت وائسرائے و گورنر جنرل
ہند۔ ۲۶ جنوری ۱۹۰۱ء۔ وائسرائے کا بادشاہ قیصر ہند سے مجھے
فرمان صادر ہوا ہے کہ مرقوم الذیل جواب آپ کی خدمت میں جو حضور ممدوح نے اس

ایڈرس کے جواب میں جس کو آپ نے گورنمنٹ اور شہزادگان و رعایا سے ہند کی جانب سے میرے پاس روانہ کیا تھا تا کہ میں اُس کو بہتر جیٹی بادشاہ قیصر کے حضور میں پیش کروں نہایت خوشی سے ارشاد فرمایا ہے۔ ”میں آپ کے پیام تعزیت میں وہ محبت اور خلوص پاتا ہوں جس کا نقش ملکہ قیصرہ نے اپنی طویل سلطنت کی عقل مندی اور انصاف پرستی اور اپنی سرگرم ہمدردی فلاح خواہی تمامی حقوق سے اپنی رعایا کے دلوں پر بٹھایا تھا اور یہ کہ جناب مدد و مدد کے انتقال کے عالم گیر تاسف و الم کے اظہار کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میری تخت نشینی پر جو رسوخیت و اطاعت بجالائی گئی ہے اُس کے تسلیم کرنے سے والیان و رعایا سے ہند کو اطلاع دی جائے جن کا ملک میں نے دیکھا ہے اور میں اُن کی محبت اور گرویدگی پر جو میرے تخت کے ساتھ ہر اعتماد و کامل رکھتا ہوں۔ اُن کی خوش حالی اور سرسبزی میں میری کمال دل چسپی اور دل بستگی رہے گی۔“

ملکہ معظمہ کا ایک دوسرا تار لم فروری ۱۹۱۵ء کا والیان ریاست اور رعایا سے ہند کے نام کا جو حکمتہ سے ہر منہ کو گورنمنٹ کی جانب سے شائع ہوا حصہ اول کتاب ہذا میں درج کیا جا چکا ہے۔

غضب کا سنا ہے آج وہ گھر سے نکلتا ہے
دل مضطرب تپتا ہے کلیجہ کوئی ملتا ہے

تجہیز و تکفین

ملکہ معظمہ کے جنازے کے ساتھ فوج کی تعداد (۳۰۷) تھی جن میں بلوچیکٹ اور ہرثم کی فوج اور نوآبادی ملکوں کے (۱۲۵) اور ہندوستانی فوج کے بھی ہیں سپاہیوں کے تھے جس راستے سے جنازہ گزرا (۳۲۳۵) سپاہیوں کی قطار بندی کی گئی تھی۔ جنازہ کی گزرگاہ پر بے حساب استاد گاہیں باندھی گئی تھیں۔ تمام مکانات پر پامی پوشش کی گئی تھی۔ جنازے کے دیکھنے کے لیے نشستگاہوں کی اس قدر کثرت سے خوشی تھی کہ فی بے سایہ نشست گاہ چھ سے سات پونڈ تک اور ہر گھر کی ایک سو پونڈ سے بھی زیادہ کرایہ دینا پڑا۔ مکانات کے سامنے بے شمار ہار آویزاں کیے گئے تھے بلکہ معظمہ کا جنازہ جس پر خلعت جلوس کا غلاف تھا اور جس پر تاج۔ کرہ اور شاہی عصا رکھا ہوا تھا جس کی مرصع کاری اور چمک دمک دھوپ میں جگمگاتی تھی۔ ایک خاکی رنگ

کی توپ کی گاڑی جس میں آٹھ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گولنداز ہانک رہے تھے) یکم فروری کو دن کے ایک بج کر (۵) منٹ پر آسبرن کے قلعے سے برا بدھوا۔ جنازے کے صندوق پر لٹین میں یہ تحریر ثبت تھی۔ وہ کمال سلیم الطبع و زور اور ملکہ وکٹوریا اول حامی دین عیسوی ملکہ گریٹ برٹن و ایر لینڈ و قیصرہ ہند کی نعش یہاں آرام پاتی ہے، جنازے کے پیچھے ملکہ کے بڑے صاحب زادے یعنی ملک معظم ایڈورڈ ہفتم اور شہنشاہ جرمن بہ لباس امیر البحر ڈیوک آف کنٹا بہ لباس جنرل یا پیادہ ہمراہ تھے۔ ان کے بعد دوسرے اور چھ ہزار دے تھے بعدہ بہ سرکردگی ملکہ یعنی خاتون محترمہ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم اور نو خواتین خاندان شاہی ماتی لباس میں چہروں پر نقاب پڑی ہوئی تین تین کی صفوں میں پیادہ تھیں۔ غلامیوں نے جنازے کے بارگرا نمایہ کو دوش بدوش لے کر ایلبرٹ ٹامی بہاڑ پاپک یا قونی رنگ کے شامیانے کے تھے ایک گنبد غالبند جو تڑے پر آسودہ کیا۔ شامیانہ چوڑے کھلا ہوا تھا تاکہ لوگ جنازے کو دیکھ سکیں۔ ایلبرٹ کے آگے آگے آٹھ ٹارپیڈ و جہاز تھے۔ جنازہ دول جہاز کے سات جہازوں کی صفوں میں سے گزرتا ہوا گیسپورٹ میں شاموں شام پانچ بجے پہنچا۔ جب ایلبرٹ جہاز قریب آتا تو ہر ایک جہاز کی سپاہ نے نصف بندی کر کے ماتی باجا بجا یا منٹ منٹ کے وقفے سے توپیں اس کثرت سے سر ہوئیں کہ رستے بھر سمند میں توپوں کی غلگین گرج اور باجوں کی درد مند آواز برابر سنائی دیتی رہی۔ اس شب بھر جنازہ جنگی جہازوں کی حفاظت میں رہا۔ آسبرن سے جنازہ نکلتے وقت کچھ عجیب عبرت ناک منظر تھا۔ ملکہ کے شہنائی نواز کوئی آدمی بل تک جگر پر چوٹ لگنے والا غمناک اور دل سوزی کاراگ بجاتے رہے۔ سولنٹ کے شمالی ساحل پر پانچ لاکھ آدمیوں کا ازدحام تھا۔ یہ مجمع ڈایا منڈ جوبلی سے بھی زیادہ تھا۔ دوسری فروری کو آدمی رات سے ہی خلقت کے بے شمار ہجوم کے اہام کیے ہوئے جمع ہو گیا تھا کیونکہ رات سے ہی بھیر بھاڑ شروع ہو گئی تھی صبح کی ساری ترینیں ٹھسا ٹھس بھری ہوئی تھیں لوگ ہمیشہ پارک کی طرف جوق جوق چلے جا رہے تھے۔ تمام شب فوجوں کی آمد کا نشانہاں گارہا۔ جس مکان کو دیکھو ماتی کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ خود لندن میں لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا اور پھر باہر کے لوگ کچھ بھر گئے

تھے۔ جنازے کو گشت کرا کے سینٹ جارج گرچا میں نماز جنازہ پڑھا۔
 کے بعد جنازے کو ایلبرٹ مموریل گرچا میں لے گئے جہاں دو شنبہ تک رکھا رہا۔
 لندن کا مجمع کمال درجے ناموش اور باوقار تھا۔ ہر قسم کی فوج صف بہ صف آراستہ
 وپیراستہ تھی۔ ارل رابرٹس فیلڈ مارشل کا عہدائے ہوئے اپنے سارے
 سٹاف کے ساتھ تھے۔ اُن کے بعد جنازے کا مجمع تھا۔ جنازے کے تابوت پر لوانہ
 شاہی رکھا ہوا تھا اور اوپر سفید ریشم کا شامیانہ تھاموا تھا۔ جنازہ ایک توپ کی گاڑی
 پر تھا جس میں آٹھ سفید گھوڑے بچتے ہوئے تھے اور گھڑ چڑھے سوار ہانک رہے
 تھے۔ جنازے کے پیچھے ایک نہایت عظیم الشان مجمع برٹش اور فارن شہزادوں کا
 بسر کردی شاہ انگلینڈ و شہنشاہ جرمن تھا۔ ہر دو بادشاہ فیلڈ مارشل کے لباس میں تھے۔
 بادشاہ جرمن ایک سفید جنگی گھوڑے پر سوار تھے۔ بادشاہ بلجیم مع اپنی ملکہ اور
 شہزادیوں کے شاہی گاڑیوں کی ایک بڑی لمبی قطار کے آگے آگے تھے۔ سب سے
 آخر کونسل اور ہندوستانی اور لٹیف گارڈ فوجوں کی جماعتیں تھیں۔ بہت سے
 وادیاں ملک نیابتہ موجود تھے۔ انگلینڈ کے کل معززین۔ عمائدین سینٹ جارج گرچا
 میں جمع ہو رہے تھے جہاں جنازہ ایک گنبد نما چوڑے پر رکھا ہوا تھا۔ تابوت پھولوں
 کے ہاروں سے لدا ہوا تھا۔ ملکہ کی میت ایک تچھر کے صندوق میں اپنے پیارے
 شوہر پرٹس ایلبرٹ کے پہلو میں لہر فروری لٹائی گوتین بجے شام کے آخری
 منزل پہنچائی گئی اور اس طرح ایک نام آور۔ نیک نہاد۔ نیک دل۔ ہمہ تن خیر خیر
 ملکہ کا خاتمہ ہوا۔ گو اُن کا جسم خاکی تر خاک ہو گیا مگر اُن کے بے حد بے شمار احسانات
 ایسے ہیں کہ کسی کے مٹاے مٹ نہیں سکتے فقط

(ضمیمہ دوم ختم ہوا)

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب قضا حسین صاحب السبک پڑ پو گیس ضلع میرٹھ

توڑ چھینے بے دخل تاریخ دہلی کی
 نہ کیوں ہے بدل تاریخ دہلی کی

اگر حقوق تاریخ و سیر عرشی
 ہر تصنیف معلا نا بشیر الدین

ضمیمہ سوم

شہنشاہ ایدورڈ چہتم (ایدورڈی پیش میکس)
کے حالات

ولادت ۹ نومبر ۱۸۴۱ء - تخت نشینی ۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء وفات ۶ مئی ۱۹۱۰ء
دست سلطنت (۹) سال ۱۳ ماہ

بقولے کہ نکلی پسند خدا دہ خسر و عادل و نیک را
آپ ۹ نومبر ۱۸۴۱ء بمقام قصر بکنگھم پیدا ہوئے۔ آپ بہت خوش رو اور با جمال تھے
آپ کے والد ماجد پرنس الیبرٹ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ انگلینڈ کا آئندہ ہونے والا
بادشاہ نہایت شبیل اور پیارا بچہ ہے۔ جب آپ خیرے تین مہینے کے ہوئے تو ۵
جنوری ۱۸۴۲ء کو سینٹ جارجس ہسپتال میں آپ کی رسم اصطباغ
ہوئی۔ شہنشاہ فریڈرک وینیم ستونی قیصر جرمن آپ کے دینی باپ قرار دیئے گئے
یہ تقریب بہت بڑے پیمانے پر کی گئی اور زکثیر صرف ہوا۔

ملک انگلینڈ کا وارث تخت و تاج پیدا ہونے کی بڑی خوشیاں منائی گئیں اور عاں نتا۔
رعایا آپ کے دیدار سرت انار کی از حد مشتاق تھی اس لئے گوکہ آپ کی عمر اس وقت
صرف دس ہفتے کی تھی مگر رعایا براہ کوی عہد کا جمال مبارک دیکھنے کی جائز آرزو کو
پورا کرنا از بس ضرور تھا۔ اس موقع پر ونڈور پارک میں تمام افواج صف بندی کے ساتھ
آراستہ و پیراستہ کی گئیں اور شاہزادہ و لاشان کا عالی شان محل کے ایک دریچے میں
مشتاقین دیدار پر بہار کو جمال مبارک دکھلا یا گیا۔

۱۵ جس طرح ہارے ہاں بادشاہوں کی وفات کے بعد تعلیم جنت آشیانی عرش مکانی۔ غلام کا
غفران مکان وغیرہ عقب قرار دیتے ہیں اسی طرح وکٹوریادی گڈ یعنی نیک نہاد یا خیر مت اور ایدورڈی پیش میکس
یعنی صلح کل ہر کہ آپ کے عہد سلطنت میں سوائے امن و امان کے کسی قسم کی جنگ نہیں ہوئی۔ ۱۲

تعلیم و تربیت

آپ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کو شہزادہ کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام تھا چنانچہ ان دونوں اصحاب کی نگرانی میں تعلیم شروع ہوئی اور بسم اللہ مذہبی تعلیم سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کی انتہائی تعلیم آکسفورڈ کیمبرج اور آڈنبرا کی نامی گرامی یونیورسٹیوں میں ہوئی۔ آپ کو ہر شعبے اور صنیعہ کی تعلیم دی گئی مگر آپ کو تاریخ زمانہ انسانی اور قانون کا خاص شوق تھا چنانچہ آپ نے بیرسٹری کا امتحان بھی پاس فرمایا تھا۔ آپ نے کئی جنگی امتحان پاس کیے۔ آپ اعزازی امیر البحر اور رائل نیوی رزرو کے اعزازی کمپن اور جرمن آرمی کے فیلڈ مارشل اور بہت سی انگریزی افواج کے کرنل ان چریف قرار دیئے گئے۔ ولایت میں دستور سے کہ سن رشد کو پونہچنے سے پہلے دلی عہد مذہبی اور اخلاقی جذبات کا امتحان آج لٹشپ فکٹوری لیتا ہے اس میں بھی آپ تعریف کے ساتھ پاس ہوئے تب آپ اٹھارہ سال کی عمر میں ہند پر ہونے والے عہد گذشتہ کو دلی عہد گذشتہ کیے جانے کے علاوہ آرڈر آف دی گارڈز کا اعزازی تمغہ بھی آپ کو دیا گیا۔ ملکہ معظمہ نے آپ کو بلوغت پر اپنی نگرانی سے آزاد کرتے ہوئے ایک نہایت موثر تحریر بطور پند نامے کے کی جس کی بیش بہا اور مشفقانہ ہدایت کا اثر آپ پر مدۃ العمر رہا۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۹ء کو حضور والا کرنل بدوس وغیرہ کے ہمراہ ^{سلطنت} جرمن کو تشریف فرما ہوئے جہاں آپ کے والدین محترمین پہلے سے مقیم تھے۔ ۱۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو آپ اٹلی کی سباحت کو روانہ ہوئے اور لوپ آف روم سے ملاقات کی۔ وہاں سے واپس آکر آپ ایڈنبرا گئے اور ہالی روڈ میں قیام فرما کر پھر مشغلہ حصول علم میں لگ گئے۔ آپ کو علم کمٹری کا بڑا شوق تھا۔ ڈاکٹر لین پلے فیئر کمٹری پر جو لکچر دیا کرتے تھے ان میں آپ خاص کر جایا کرتے تھے۔ یہ مشہور بات ہے کہ پرنس ایلرٹ اپنے بچوں کی تعلیم میں بڑے سخت آدمی تھے۔ جب آپ نے سنا کہ شہزادے اکثر ناول پڑھا کرتے ہیں تو آپ نے بلا کر فرمایا کہ ”مجھے ییشن کر بے حد ملال ہوا کہ تم ناول خوانی آئندہ شاہ انگلستان کی تعلیم کے لیے موزوں سمجھتے ہو۔“ شہزادے نے عرض کیا کہ میں تو ^{مسلط} واطرسکاٹ کے ناول پڑھتا ہوں۔

۱۔ ناول بالعموم عشقیہ اور غریب اخلاق ہوتے ہیں جیسے ریٹالڈز کے ناول۔ (بقیہ نوٹ برصغور آئینہ)

انھیں دلوں میں آپ نے اعلیٰ جرمن اور فرانسیسی زبانیں بھی سیکھنی شروع کر دیں۔ اس کے بعد آکسفورڈ میں آپ کا زمانہ تعلیم باقاعدہ اور محنت کا گزرا جہاں آپ اپنے والد کی سخت نگرانی میں اپنی عادات کو بالکل باقاعدہ کر لیا۔ آپ ہمیشہ سات بجے صبح سے پہلے اٹھ کر تہہ تھے اور حاضری سے پہلے کم از کم ایک گھنٹہ مطالعہ کتب میں نہمک رہتے۔ جنگ کریمیا میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے اہل کینڈا کی وفاداری کا ثبوت پاکر اپنی وادی دہلی سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی امریکن مقبوضات کی سیر کو آئیں گے مگر سلطنت کے امور عظام نے آپ کو فرصت نہ دی حضور ممدوحہ نے ابالی کینڈا کو لکھا کہ وہم خود تو انہیں سکتے البتہ اپنے فرزند کو بطور نائب کے بھیجیں گے، امریکن اخباروں نے ہر جہاں جانب یہ مزہ پونہچا دیا۔ پریزیڈنٹ اضلاع متحدہ امریکہ نے اس مزہ جال کش کی خبر سننے ہی ملکہ معظمہ کی خدمت میں لکھا کہ وہ اگر آپ کے فرزند جیثیت نیابت اس ملک میں تشریف لائیں گے تو ان کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا جائے گا اور جس حصہ ملک میں قدم رنجہ فرمائیں گے ہر جگہ یہی سلوک ہوگا، ملکہ معظمہ نے جواب میں لکھا کہ ”ہمارا فرزند آپ کا یہاں ہونا پسند کرتا ہے اور جب وہ وہاں سے واپس آکر ہم سے آپ کی عنایات اور شریفانہ سلوک کا ذکر کرے گا تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی“ ۹ جولائی ۱۸۶۰ء کو شہزادہ والا جاہ بندہ گاہ آسبورن سے اپنے والد ماجد کی معیت میں امریکہ کے عظیم الشان سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ کی ہم کاب ڈیوک آف نیو کیسل۔ جنرل بروکس کپتان گرے۔ ڈاکٹر ایکنڈ و غیرہ سات اراکین اعظم تھے۔ یہ معزز و محترم پارٹی ۲۵ جولائی کو سن جن واقع نیو فونڈ لینڈ میں وارد ہوئی۔ آپ کا استقبال بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ گاڑی کے گھوڑے کھول کر جوشیلی رعایا نے خود کھینچا۔ الغرض کپتان کپٹن پہنچ کر یکم متبر کو وہ کام تکمیل کو پونہچا یا جس کی اہمیت کے باعث آپ نے یہاں تک تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی تھی۔ یعنی بہ حیثیت نائب ملکہ

(تسلیم نوٹ صفحہ گذشتہ) اس میں شک نہیں کہ طرز ادا اور خوبی عبارت کے لحاظ سے جیسے وہ بے نظیر ہیں ویسے ہی اخلاقی نقطہ خیال سے رہی ہیں۔ مگر سلاطین کے نادلوں میں یہ بات نہیں عبارت اور مضمون ہر دو اعتبار سے لا جواب اور لاثانی ہیں۔ ۱۲

انگلستان پارلیمنٹ کے دونوں ہجوسوں کا سنگ بنیادی نصب فرمایا اور دریائے
مانسٹر ہل کے ریلوے کے پل کا افتتاح فرمایا۔ پھر کنیڈا کے مختلف صوبہ جات اور
مشہور مقامات کی سیاحت فرماتے رہے۔ اس کے بعد اٹھارویں تاریخ بجانب
ہیملٹن نہضت فرما ہوئے جہاں آپ نے آخری و بار منعقد فرمایا اور زراعتی انجمن کے ایڈریس
کے خطاب میں فرمایا:۔ وہ حضور ملکہ محترمہ انگلستان کے ارشاد سے میں اُن کا نائب
ہو کر ریش شتالی امریکہ کی سیاحت کو آیا تھا۔ یہ کام اب ختم ہو گیا اور آج سے اُن تمام
فرانض کا بار میرے کندھوں پر نہیں رہا جو بحیثیت ملکہ انگلستان کے نائب ہونے کے
مجھ پر واجب تھا۔ اب میں انگلستان جانے سے پیشتر ریپوٹ طریقے پر اس مشہور
ملک کی سیر کرنی بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کے بزرگ باشندے اور ہمارے بزرگ
ایک تھے اور جن کی غیر معمولی ترقی کو ہر ایک باشندہ انگلستان باہمی دل چسپی سے
ملاحظہ کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس انگریزی سائل سے آگے قدم بڑھاؤں میں آپ
تمام صاحبوں کو محبت سے بھری الوداع کہنی چاہتا ہوں۔ خداوند کریم اس صادق اور
قابل عزت قوم کو اپنی منتخب نعمتیں عطا فرمائے۔ اس کے بعد حضور نے حضراتِ متحدہ
امریکہ کی سیاحت میں مشغول ہوئے اور ۲۰ اکتوبر تک فرائع حاصل فرما کے ۱۵ نومبر کو
پلائی متھ پونچے۔ یہاں ونڈر کیسل میں آپ کے والدین نے بڑی محبت سے
آپ کا خیر مقدم کیا۔ ۱۸۶۱ء میں آپ کی اقامت گاہ کے لیے باضابطہ طور پر
مارلبراہوس تجویز کیا گیا۔

سیاہیانہ زندگی بادشاہ کی ذات میں ضرور ہر کہ تبسم کی صفات
ہوں ملک داری کے نظم و نسق کے علاوہ اُس میں

لمٹی سپرٹ (روحی ولولے) کا ہونا بھی لازم و متعمم ہے کہ اُس کی ذات اہل تسلیم اور سیف
دولوں کا ملجا وادی ہے۔ جون ۱۸۶۱ء میں حضور و لاکراہ آف انگلنڈ کے کیمپ میں
تشریف لے گئے۔ یہاں آپ گریڈیر گارڈز کی اول ملٹن کے ساتھ قواعد و عمیرہ میں
شامل ہوئے تھے اور عام سپاہیوں کی طرح کیمپ کی ایک کالج میں رہتے تھے اور

۱۸۶۱ء کی تعلیم میں شروع سے اس بات کا خیال تھا کہ جہاں تک حصول علم کا تعلق ہے آپ کا ذاتی مرتبہ
شاہی اُس میں مغل و باج نہ ہوا اسی لیے سادگی کا بڑا خیال تھا جس کا بہترین نتیجہ یہ ہوا کہ (لیفٹننٹ بریگنڈ)

ہر قسم کی فوجی ذمہ داریوں پر جفاکشی کے ساتھ کار بند تھے۔ آپ علی طور پر فوجی لئیف
بسر کر چکے تھے اس لیے حضور کو فوجی لوگوں کی خوشنودی اور دل جوئی کا بڑا خیال تھا
کراہ سے ہفنت فرما ہونے سے پیشتر آپ نے چھتیسویں پلٹن کو بطور اعزاز ایک جھنڈا عطا
فرمایا۔ ملاحظہ افواج کی غرض کے علاوہ حضور کے جرمنی تشریف لے جانے کی ایک
اور بھی وجہ خاص تھی اور وہ ایسی وجہ تھی جس پر حضور مدوح کی آئندہ مسرت اور آرام کا
دار و مدار تھا۔ یعنی ڈنمارک کی شہزادی الکزیٹڈر ان دنوں جرمنی میں تھیں۔ آپ نے
ان کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کا شہرہ پہلے ہی سے سنا تھا اس لیے
مناسب خیال کیا گیا کہ باہمی ملاقات سے تعلقات زن و شو کا فیصلہ کر لیا جائے چنانچہ
شہزادے اور شہزادی صاحبہ کی اس اشار میں کئی ملاقاتیں ہوئیں اور ہر دو ایک دوسرے
سے مل کر نہایت مسرور ہوئے۔ یہاں سے مراجعت فرمانے کے بعد آپ قصر وندرز
میں ۱۲ نومبر کو تشریف لے گئے۔ سرسہری ہالینڈ کے ذریعے سے آپ کو اطلاع ہوئی
کہ آپ کے والد ماجد پرنس کنسٹ نے انتقال فرمایا۔ یہ خبر وحشت اثر سن کر
آپ کو بڑا بھاری صدمہ ہوا اور ۳۲ دسمبر کو سینٹ جارج چپیل میں پونج کر
شریک تجہیز و تکفین ہوئے کچھ عرصے بعد آپ نے ملکہ معظمہ کی اجازت سے یورپ کا سفر
کیا اور اسی کے ساتھ اسلٹ در پیر (مصر) کا سفر وغیرہ کی سیر کی۔

شادی

یہ خبر عام طور پر شہور تھی کہ آپ کی شادی ڈنمارک کی شہزادی
الکزیٹڈر سے ہونے والی ہوگی مگر کاری طور پر اس کی تصدیق نہیں
ہوئی تھی کیونکہ جب ملکہ معظمہ خود ڈنمارک کو تشریف لے چیں تو اس خبر کی تصدیق ہوگئی چنانچہ
فروری ۱۸۶۳ء کے اخباروں میں بھی یہ خبر علی التواتر شائع ہوگئی اور سرکاری طور پر
بھی اس کی تصدیق کی گئی۔ شہزادی پہلے ہی انگلستان کے لوگوں کے دلوں میں گھر
کر چکی تھیں اور بڑی ہر دل عزیزی حاصل کر لی تھی اس لیے آپ شادی سے پہلے ہی
۷ مارچ ۱۸۶۳ء کو لندن تشریف لے آئیں۔ ۱۰ مارچ کا دن انگلینڈ کی تاریخ میں ایک

(محکمہ نوٹ منوغزشتہ) ساوگی آپ کے غم میں داخل ہو گئی۔ ۵ لے ذوق تکلف میں ہر تکلیف سراسر
آرام سے وہیں جو تکلف نہیں کرتے۔ اگر شاہی اعزاز و احترام کی بچہ لگی رہتی تو آپ کے مزاج کا ادھر ہی

رنگ و صنگ ہوتا۔ ۱۲

بڑا مبارک دن تھا۔ اس دن عام تعطیل تھی۔ سینٹ جارج کے مشہور گرجا واقع
 ونڈزنگیل میں ساڑھے گیارہ بجے دن کے بموجب دگی ممبران خاندان شاہی آرج
 آف کنیٹربری نے بمعیت آرج بشپ فو ایمر ڈین رسوم شادی اراکین و حضور
 ملکہ معظمہ نفس نفیس اس مبارک موقع پر تشریف فرما تھیں مگر اپنے شوہر کے غم میں تھی
 لباس میں تھیں۔ اس تقریب پر شب میں سارے شہر میں علاوہ آرایش کے آتش باز
 چھوڑی گئی۔ صرف شہر کی آراستگی کے لیے تین لاکھ پونڈ کی رقم منظور ہوئی تھی۔ صرف
 شاہی دعوت میں دس لاکھ پونڈ کے برتن استعمال ہوئے تھے اور مصارف کا کیا
 کہنا۔ تحائف کا کچھ شمار نہ تھا جن کی مالیت دو لاکھ پونڈ کی کہی جاتی ہے۔ شہزادی کو بچہ
 بیش بہا زیورات اور پارچہ جات ملکہ معظمہ کی طرف دیئے گئے تھے اس کے علاوہ
 لندن کمیٹی نے ایک جڑاؤ لکھتا دس ہزار پونڈ یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا نذر دیا۔ پارلیمنٹ
 نے شاہزادہ ویلز کے لیے چالیس ہزار اور شہزادی کے لیے دس ہزار پونڈ سالانہ کی جائز
 منظور کی۔ اب چوں کہ آپ متاثر ہو گئے تھے نہ صرف ونڈزنگیل میں رہنے لگے اور عارضی طور
 پر بود و باش کے لیے آپ نے ٹوٹنگھام کو منتخب فرمایا ہیں ۱۸ جولائی ۱۸۶۲ء کو
 فرزند زینہ پیدا ہوا جن کا نام ایلبرٹ وکٹر کریمچین اپڈورڈ رکھا گیا۔ ۱۷ نومبر کو
 حضور والامع اپنی خاتون محترمہ کے بزرگم یورپ کی سیاحت کو تشریف لے گئے۔
 فرانس۔ ڈنمارک۔ سٹاک ہوم وغیرہ مشہور مقامات ملاحظہ فرماتے ہوئے ۶ فروری
 ۱۸۶۵ء کو اسکندریہ (مصر) پہنچے۔ وہاں سے چند دنوں بعد شاہی جہاز حدود ترکی
 میں پہنچا۔ بڑے بڑے ترکی افسر آپ کے استقبال کے لیے حاضر تھے۔ سلطانی
 محل واقع سلیح بازار آپ کے قیام کے لیے آراستہ کیا گیا جہاں خود سلطان المعظم
 بذات خاص چشم بہراہ تھے اور سیڑھیوں تک اپنے معزز مہمان کے استقبال کو
 تشریف لائے۔ سلطانی حکم سے آپ کے لیے ہر قسم کا سامان آسائش اعلیٰ
 درجہ کا مہیا کیا گیا۔ سلطان کا کمرہ خاص جس میں آپ کو اتارا تھا بڑے بیش بہا سازو
 سامان سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ رات کو بیڈ بچتا رہتا تھا اور صبح کو سلطان المعظم
 آپ کی خدمت میں تازہ تازہ گلہ سستے اور نادریوہ جات کی کشتیاں بھیجا کرتے تھے
 شاہزادہ ویلز اور سلطان المعظم نے ایک ہی میز پر خاصہ بھی تناول فرمایا۔ آپ شاہانہ

تذک و احتشام اور ظاہری عظیم نام سے بہت گھبراتے تھے اور سادی سودی طرز زندگی کو بہت پسند کرتے تھے۔ مزاج میں حد درجے کی سادگی تھی اور تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ بہت سے سفر آئے مکنہ (Mekneh) (اس طرح کہ کوئی نہ جانے) کیے۔ آپ کو بھیس بدل کر لوگوں میں گھل مل کر ان کے اصلی حالات زندگی دیکھنے اور دریافت کرنے کا بہت شوق تھا اور اس میں شک نہیں کہ بادشاہوں کے لئے نقص حالات کا یہ ایک عمدہ طریقہ ہے۔ چنانچہ قسطنطنیہ میں بھی آپ بھیس بدل کر دکانوں پر جا کر سامان خریدتے تو وہ خالوں میں جاتے لوگوں سے ملتے جلتے اور بے تکلف بات چیت کرتے اور گلی کوچوں میں مثل ایک عام شخص کے بے کھٹکے پھرتے تھے۔ ۱۸۶۹ء کو قسطنطنیہ سے واپس ہو کر راہ میں جنگ کریمیا کے مشہور مقامات رکھتے بھالتے مع الحیر والعا فیتہ اپنے وطن مالوف کو تشریف لے آئے۔

زندگی اور موت کے بیچ میں

ہوا کی غرض سے کس کن اور سکالس کوہ ہائے دہلی اور کوہ وکلو وغیرہ چپ مقامات کی سیر کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے تشریف لانے کے بعد نصیب اعداد مزاج و ہاج جادہ اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ ڈاکٹر نے آپ کو سکاٹ لینڈ جانے کا مشورہ دیا لیکن تبدیل مقام سے بجائے فائدے کے نقصان ہوا۔ سکار ہارو پہنچ کر تو طبیعت اس قدر بگڑی اور ایسی خطرناک بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے بڑے بڑے تجربہ کار اور حافق شاہی ڈاکٹروں کے بھی جھکے جھوٹ گئے۔ ہر چند بہتر سے بہتر علاج کیا گیا مگر بے سود و زبردست خطرہ زیادہ بڑھتا گیا آخر کار ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء کو ملکہ معظمہ کو اس خطرناک علالت کا تار دیا گیا کہ وہ شہزادے صاحب تپ محرقہ میں مبتلا ہیں۔ شہزادی الکزینڈرا شہبانہ اپنے معزز شوہر کی تیمارداری میں حاضر باش تھیں مگر بے مرضی کی حالت اور بھی نازک ہو گئی۔ تمام انگلستان میں تلاطم مچ گیا۔ ہر شخص قصر سینڈرھم کی نازہ ترین خبر معلوم کرنے کے لئے مضطر تھا مگر حضور کی حالت ساعت بساعت دگرگوں ہوتی جاتی تھی۔ ہر کہ دمہ کو حضور کی جان کے لئے پڑ گئے۔ دسمبر کے اول ہفتے میں صحت یابی

کی اُمید منقطع ہو گئی۔ پادریوں نے کہا کہ جب علاج مفید نہیں تو اب دوا کا وقت باقی نہیں باقی دعا کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جب تک سانس ہر اس بھی ہے۔ ملکہ معظمہ مع خاندان شاہی کے سینٹرنگھم پونج گئیں۔ ملکہ معظمہ نے جب اپنے نورِ نظر اور بختِ جگر کی حالت دیکھی تو غشی کا عالم تھا آپ کسی کو پہچان نہ سکے۔ ولی عہد کی ایسی پالوسانہ حالت سے سارے ملک میں سنسنی پھیل گئی۔ ہندوستان۔ کینڈا۔ اضلاع متحدہ امریکہ سب جگہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے اپنے اپنے عقائد کے موافق مسجدوں۔ مندروں۔ گرجاؤں میں شہزادے کی صحت کے لیے نمازیں پڑھیں غلوں دل سے گر گڑا گڑا کر بارگاہِ شانی مطلق میں دعائیں کیں۔ اب ۱۴ دسمبر کا وہ دن آگیا جو آپ کے والد کی برسی کا تھا لوگوں کو وہم آنے لگا۔ طرح طرح کے توہنات دل میں آتے تھے کہ کہیں باپ کی طرح یہ بھی نہ چل بسیں۔ گو اتوار سے شگل تک آپ کی حالت معرضِ خطر میں تھی مگر اسی دن سے آثارِ افاقے کے نظر آئے اور بدخواہی اور کرب دونوں میں افاقہ ہوا۔ روز بروز طبیعت سنبھلتی گئی۔ مال کی جان پر جان آئی بیوی کی باجھیں چل گئیں۔ نیند اور غذا وہی چیزیں ضامنِ صحت ہیں۔ گہری نیند اور غذا کی طرف میلان ہو گیا اب صرف خفیف حرارت رہ گئی تھی تاہم صحت کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ جنوری ۱۸۷۷ء کے پہلے ہفتے میں آپ کو اس قدر توانائی آ گئی کہ آپ تر علالت سے اٹھ کر چند قدم چلنے لگے اور اسی دن آپ کا کمرہ بدلا گیا۔ اب کیا تھا اگلا دن کچھلے سے بہتر ہوتا گیا۔ اب تبدیلِ آب و ہوا ضرور تھی ڈاکٹروں کی رائے سے آپ جزیرہ و صمیمِ تشریف لے گئے اور خدا نے وہ دن دکھایا کہ آپ تن درست و توانا لندن تشریف لائے۔ نیلک نے بڑی گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ اس دن عام تعطیل رہی شانِ دار جلوس نکالا گیا اور اظہارِ مسرت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چوں کہ آپ کو اتنی بڑی علالت کے بعد جی چاہیے ویسی توانائی نہیں آئی تھی نہ آپ پوری طرح جاق چوبند تھے لہذا ڈاکٹروں کی رائے سے بغرض تبدیلِ آب و ہوا پھر آپ سفرِ تشریف فرما ہوئے چنانچہ آپ اٹلی تشریف لے گئے۔ چوں کہ آپ میں نظرِ عام و خاص اور تحقیق کا مادہ زیادہ تھا اس لیے جہاں جہاں گزرے وہاں عجائباتِ روزگار کو نگاہِ حق

و تحس سے دیکھا۔ آثار قدیمہ کے دیکھنے میں گھنٹوں مصروف رہے اور جون کے مہینے میں اس سفر سے انگلینڈ واپس تشریف لے آئے۔

مرقدہم برچشم باخواہی نہاد
دیدہ در رہ کمی تابی روی

سفر سیاحت

دنیا میں جو آیا ہو اگر اُس نے سفر و سیاحت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا جیسا کورا آیا تھا ویسا ہی چلا گیا۔ جمہول واقفیت عامہ کے لئے سفر سے بہتر کوئی چیز نہیں جس سے ہم جیسے چھوٹے موٹے آدمیوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ تجربہ برصغیر، عقل بختہ ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ بادشاہ جس کو سلطنت چلائی پڑتی ہو و اگر بھونرے میں پلے اور اپنی سلطنت کی مقامی حالت وہاں کے لوگوں کی سوشل لیف نہ دیکھے دوسرے ملکوں سے اپنے ملک کی حالت کا مقابلہ نہ کرے تو بادشاہ نہ ہوا شیخ قالدین ہوا شہزادہ معظم ایک بہت بڑے سیاح تھے آپ نے سوئیزر لینڈ، جرمنی، بحیرہ روم، اٹلی (روما)، جبرالٹر، ہسپانیہ، پرتگال، کوہ میں میکڈونی، سکاٹ لینڈ، آئر لینڈ، کلاسکو، کینڈا، ڈیون پورٹ، امریکہ، برگ رائل، کو برگ، ہیمپٹن، واشنگٹن، نیویارک، بوکسٹن، پولینڈ، بیرشلیم (بیت المقدس)، مصر (قاہرہ)، اسکندریہ، قسطنطنیہ، دمشق، بحیرہ بالٹک، بیروت، ڈارڈنلز، مارسلیز، براعظم یورپ، ڈنمارک، سویڈن، برلن، دایانا، فرانس، سینٹ پیٹرز برگ، لیمبرگ، ہندوستان وغیرہ وغیرہ مقامات کو کسریٰ اور اچھتی نظر سے محض سیر تماشے کی غرض سے ملاحظہ نہیں فرمایا بلکہ خرماتہم ثواب اکثر اوقات لباس بدل بدل کر لوگوں کے اصلی حالات طرز حکومت، وغیرہ سب باتوں پر نظر ڈالی۔ جہاں جہاں آپ گئے شاہانہ اعزاز سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا جس سے دوسری سلطنتوں کے نقد قیام میں زیادہ پائیداری اور استحکام ہوا۔ ہندوستان کے سفر کے حالات حصہ اول میں آگئے ہیں۔ اس سفر وسیلۃ النظر کے جو پوشیل نوآند ہوں گے وہ وہ جائیں جن کے دست قدرت میں ملک کا رکن و متق ہی ہم جیسے سوٹی سمجھ دے تو کیوں سمجھتے ہیں کہ جب سے سلطنت کا خاتمہ ہوا ہم۔ یہ سنا کہ برٹش راج قائم ہوا بادشاہ رہا انگلینڈ میں اور ہم ہند میں۔ ہزاروں کوس کا فاصلہ پنج میں کئی سمندر مائل

وہاں تک خیال کی رسائی بھی معتذر ہندوستان کے لوگ بادشاہ کے وجود خارجی کے دیکھنے کے عادی اب ان کو بادشاہ ملا خیاالی خدا بنانے کا لایا گیا گور آدم خاکی ہر یا کوئی پتلا۔ انسان ہر یا فرشتہ۔ پرنس آف ویلز نے آکر اپنا جمال مبارک دکھایا تب ہمیں یقین ہوا کہ وہ ہونے ہی ملکہ کے بیٹے اور ولی عہد ہیں اور یہی آگے چل کر ہمارے بادشاہ ہونے والے ہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی یاگ ہوگی۔ آہا یہ تو ہم جیسے ہی انسان ہیں ہمارے جیسے ان کے بھی ناک کان ہیں۔ خدا کے بندے ہم بھی اور یہ بھی فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بادشاہ ہم رعایا وہ حاکم ہم محکوم۔ اب جا کر ہماری کھل سمجھ میں آیا کہ جس طرح گبر۔ جہاں گیر۔ شاہ جہاں اور اورنگ زیب بادشاہ تھے یہ بھی بڑے پائے کے بادشاہ ہیں بلکہ ان سے بھی کسی کی باتوں میں بڑھ چڑھ کر میں وہ اسی ملک میں رہ کر حکمرانی کرتے تھے اور ان کا حسن انتظام ایسا ہے کہ کالے کوسوں دور نفروں سے غایب پھر بھی ہمارے حال سے باخبر اور ہم پر اس طرح سے حکومت کر رہے ہیں گو یا کہ ہم ہی میں بیٹھے ہیں۔

۱۸۹۱ء میں آپ کی پچاسویں سالگرہ خاص طور پر بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور تمام انھستان میں جشن منایا گیا مگر ۱۸۹۲ء آپ کے لیے بڑا رنج و غم ثابت ہوا یعنی آپ کے بڑے صاحب زادے ولوک آف گلبرنس نے جن کی شادی کی تیاریاں بالکل مکمل ہو چکی تھیں عین عالم شباب میں چند روز کی علالت سے انتقال کیا بڑا عبادادی کی مورتی اور بادی کے کیچے پر وہ داغ دیا کہ ۵۰ من چوں زیم کہ سینہ سن چاک کردہ اند تخت جگر بریدہ تہ خاک کردہ اند ضمیمہ اول میں اس سانحہ ہوش ربا کا ذکر ذرا تفصیل سے آچکا ہے۔

آپ کی اولادیں آپ کے چھ بچے ہوئے: ۱۔ پرنس ایریٹ وکٹر ۲۔ جولائی ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ ولی عہد سلطنت قرار پائے۔ ہندوستان کا سفر بھی کر گئے۔ تعلیم اور سیاحت ہر اعتبار سے وارث تخت و تاج قرار پائے مگر زندگی نے وفات کی اور ۱۸ جنوری ۱۸۹۲ء کو انتقال کیا۔ ۳۔ پرنس فریڈرک ارلنٹ۔ پیدائش ۳۱ جون ۱۸۹۶ء جو اپنے بڑے بھائی کے انتقال پر ولی عہد قرار پائے اور انھیں کی منیگٹر سے آپ کی شادی ہوئی

ہو اور بفضلِ خدایہی ہمارے بادشاہ جارج پنجم ہیں۔

”خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے!“

(۳) پرنس لوئی وکٹوریہ الگزمیڈرہ پیدائش ۲۲ فروری ۱۸۶۷ء جن کی شادی ڈیوگن فلفیف سے ہوئی۔ (۴) پرنس وکٹوریہ آسکا میری۔ ولادت جولائی ۱۸۶۸ء (۵) پرنس مائیکل ٹیلر ملکہ ناروے۔ ولادت ۲۶ نومبر ۱۸۶۹ء (۶) پرنس الگزمیڈرہ (جو پیدائش سے چند ہی دنوں بعد انتقال کر گئے)۔

جس طرح اکثر ہندوستانی امراء و روس اپنے بچوں کا لارڈ پیار میں ستیاناس کرتے ہیں یہ حال یورپ میں نہیں بلکہ جس گھر میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو اسی حیثیت سے تعلیم تربیت کی جاتی ہے اور ہمیشہ اس کو اس پوزیشن کے قابل بنایا جاتا ہے جو خیرلی اُسے ملنے والی ہے۔ اسی اصول پر ایڈورڈ ویکٹم نے اپنی اولاد کو بڑے اہتمام سے یوری طرح تربیت کی اور اعلیٰ درجے کی تعلیم دلوائی اور پھر سیاحت کر کے دنیا کے نشیب و فراز کا پورا تجربہ کر دیا۔

اشتغال و عادات آپ کو کتب بینی اور اخباروں کا بڑا شوق تھا۔ گھوڑ دوڑ اور سائیکل کی سواری سے بھی خاص رغبت تھی۔ آپ کی رحم دلی کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک دن آپ گاڑی پر جا رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک نابینا چڑی جو بے چارہ بازار کے اس سرے سے اُس سرے تک گزرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن لندن کا ٹریفک رستہ نہ ملتا تھا اُس کو دھکے لگ رہے تھے اور بے طور ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اُس کی درماندگی کی حالت دیکھ کر آپ کا دل نہ مانتا آپ جھٹ گاڑی پر سے اتر پڑے اور اُس اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اس جھڑی سے پار کر دیا اور چپکے سے اُسے کچھ دیا بھی۔ چند دنوں بعد آپ کے نام ڈاکے ایک لمدان پونہجا جس پر یہ عبارت کندہ تھی ”یہ ناچیز تحفہ پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جنہیں اُس نے سچے سچوں کی طرح اپنے مرتبوں کو بالا سے طاق رکھ کر ایک اندھے کی خدمت کرتے دیکھا ہے۔“

پابندی ضابطہ

ایک دن آپ چند دوستوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ایک شخص کے کھیت میں سے گزرے۔ کھیت والا اٹھا اٹھا۔

اڑ گیا کہ آپ لوگ بلا میری اجازت میرے کھیت میں کیوں گئے ایک شلنگ جہانہ سیدھے ہاتھ سے دھردیجئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے چاہا کہ آپ کا مرتبہ اُسے بتلا کر دھتکار دیں لیکن آپ نے منع کیا اور اُس سے معذرت خواہ ہوئے اور فوراً ایک شلنگ اُسے دے دی۔

بر آوردن کار اُسید وار

بہ از قید بندی شکستن ہزار

آپ نے بہت سے کام بے ریا نیکی کے کئے ہیں اُن میں سے ایک یہ کہ ایک دن آپ ذرا دیر سے باہر سے تشریف لائے

مدر کا ایک چھوکر

اور پرفیلز

دیکھا تو بھانگ پر ایک چھوٹا سا لڑکا کھڑا رہا ہی۔ آپ نے پہرے والے سے پوچھا یہ لڑکا کون ہے اور کیوں رو رہا ہے۔ سپاہی نے کہا حضور یہ چھوکر اہلکے مغلہ کو دیکھنا چاہتا ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے یہی میں نے اُس سے کہہ دیا۔ لاکھ سمجھا یا مٹا ہی نہیں جب سے کھڑا رہا ہی شہزادے نے جھٹ اُس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی محبت سے کہا دو میاں! تم میرے ساتھ آؤ یہ پہرے والے تو میرے تابع دار ہیں ملکہ کو تم دیکھنا چاہتے ہو تو میں تم کو ضرور دکھلا دوں گا شہزادے نے اپنا وعدہ پورا کیا لڑکا لے لے جا ملکہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اُس نے اس نیک بہاد ملکہ کو دیکھا کسی پیاری مگر نگین صورت تھی آپ نے بہت سے شفقت آمیز کلمات فرمائے لڑکے کا نام اور اُس کی عمر پوچھی اور چلتے وقت اُسے ایک اشرفی بھی دی۔

دل بدست آدم کہ جج اکبر است

از نزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یہ لڑکا اب بڑھا پھوٹا ہو گیا سارے بال سفید کالا ہو گئے ملکہ کے گریبانہ اور محبت بھرے الفاظ اُس کے دل پر نقش ہیں اور اُس کے نزدیک سب سے عزیز چیز وی اشرفی ہے جسے اُس نے اپنے کیچے سے لگا رکھا ہے۔ کوٹور یا اور ایڈوڈ دونوں کا وجود صفیہ دنیا سے مٹ گیا لیکن نیکی کے کام نہ کبھی مٹیں گے۔ اُن کے

نام ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے۔

نئی پرانی چھتریوں کا لطیفہ

ایک مرتبہ آپ کسی دوست کے ساتھ پھرتے پھرتے ایک گاؤں میں جا نکلے۔ یہاں ایک زور کا مینہ آگیا۔

تھوڑی دیر کے لئے آپ نے ایک نان بائی کی دکان میں آسرا لیا لیکن مینہ کے کھلنے کے آثار نہ تھے۔ آپ کے دوست نے دکان دار سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی چھتری بھی ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے پاس ایک چھوڑا ہوا چھتری ہے۔

میں ایک نئی اور ایک پرانی۔ نئی چھتری تو میں کسی دھنڑے کو بھی نہ دوں خواہ وہ برٹش آف ویلز ہی کیوں نہ ہو ہاں پرانی چھتری حاضر ہے وہ بھی اس شرط سے کہ

آپ واپسی کا ذمہ لیں۔ اُس کا مطلب کسی بڑے آدمی سے تمہارا پرنس کا نام آئینا نکل گیا۔ کیوں کہ اُن سے بڑا اور تھا کون اُس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ پرنس

آف ویلز قوی ہیں۔ سچ یا درخانہ و ماگرد جہاں می گردیم۔ عرض وہ پرانی چھتری بھی اس وقت مغنمات سے ہو گئی۔ پرنس نے محل میں پوچھتے ہی اُس کی عزتوں

چھتری شکر پیے کے ساتھ واپس کی اور اُسی کے ساتھ ایک عہدہ نئی ہندو

چھتری اور بھیج دی جس کو دیکھ کر نان بائی کی آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھنے میں تو یہ

ذرا سی بات ہے مگر ایک بادشاہ ذی جاہ کو ایسی جزئیات کا خیال رہنا کیا نعمت

الہی سے کم ہے۔

تاج پوشی

اگرچہ بالعموم تخت نشینی سے سال بھر بعد تاج پوشی کی رسومات

ادا ہوتی ہیں مگر ۱۹۰۱ء کو آپ کی ہمیشہ یعنی پرنس

فریڈرک شاہ جرمن کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور ٹرینسوال میں جنگ چھڑ گئی

لہذا کچھ تاخیر ناگزیر ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد اعلان کر دیا گیا کہ انگلستان میں

۶ نومبر ۱۹۰۲ء اور ہندوستان میں یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو تخت تاج پوشی

منایا جائے گا۔ آپ کا تاج نہایت خوشنما۔ شاندار اور بیندہ لاکھ روپیے

کی قیمت کا نہایت مرصع تھا۔ ملکہ کے لیے ہلکا اور سبک چڑاؤ تاج کیرنگٹن

ریجنٹ سٹریٹ کے جوہری بنے چھتری نزاکت اور نرمی سے تیار کیا تھا

جو بیش قیمت جواہرات سے لپا ہوا تھا اور اسی میں کوہ نور نامی مشہور ہیرا بھی
 دھنک رہا تھا اس میں سب ملکر ۶۸۸ (۳۶۸۸) ہیرے تھے یعنی کوئین و کٹوریا آجہانی
 کے تاج سے بھی (۶۸۸) زیادہ۔ تاج پوشی کے اخراجات کے لئے سوا لاکھ پونڈ
 کی منظوری ہوئی تھی چنانچہ زرین لیسوں اور درباری تلواروں اور موٹروں پر
 (۳۵) لاکھ اور آرائش اور مجلسوں پر پونے دو کروڑ روپیہ صرف ہوا۔ علاوہ
 بہت سے ہندوستانی رؤسا و امراء وغیرہ کے ہندوستانی فوج کے
 ایک ہزار جوان اور سو جوان امپیریل سروس ٹرولپس کے بھی مدعو کیے گئے تھے
 ہندوستانی شاہی مہمانوں کو بڑی بڑی بھاری بھاری پُر تکلف دعوتیں
 دی گئیں جن کی تفصیل طول طویل ہے۔

لندن میں جشن کی تیاریاں بڑے
 اہتمام اور زور شور سے اٹلی پیمانے
 پر ہو رہی تھیں اور مختلف دیار و
 امصار اور ممالک کے معزز و محترم
 مہمانوں کی تعداد کثیر آن پونہی تھی

حضور کی ناگہانی علالت اور عین وقت پر جشن کا التوا

اور بظاہر اسباب اس تقریب کے بروقت انجام پانے میں کوئی کسر نہ تھی مگر
 مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی کہ عین وقت پر بادشاہ سلامت کی طبیعت ناساز
 ہو گئی ۳۱ جون کو مزاج کچھ کسل مندر ہا پھر اگلے دن کمر میں درد ہوا جو باوجود علاج
 معالجے کے روبرو ترقی تھا۔ ڈاکٹروں نے آپ کو آرام لینے کے لئے کہا مگر ایسے موقع پر
 آرام کہاں۔ ۸ جون کو تپ بھی آگئی اور دائیں پسلی میں آگاس معلوم ہوا۔ ۲۲ جون
 کو اس میں پیٹ پڑ گئی جس کے لئے آپریشن ناگزیر تھا۔ آپ کو بہت قابلے اپنی رعایا
 اور مہمانوں کی مایوسی کے اپنی بیماری کا مطلق خیال نہ تھا ڈاکٹروں سے کہا کہ کوئی
 ایسی صورت نکالو کہ یہ تقریب نہ ٹرے ورنہ لوگوں کو بڑی ناامیدی تکلیف اور
 حرج ہوگا اگر میں کھڑے ہو کر رسوم تاج پوشی ادا نہ کر سکوں تو خیر بیٹھے بیٹھے یا لیٹے
 ہی سہی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کے بعد نقل و حرکت سراسر خلاف احتیاط
 اور آپریشن کی تاخیر میں بھی مرض کے جڑ پکڑ جانے کا سخت خطرہ ہے۔ جب بادشاہ

کی جان کے ہی لاپے پڑے تھے کسی تاجپوشی اور کہاں کا دربار۔ جان ہی تو جہان
 ہے۔ ارل آف مارشل نے اس شدید مجبوری سے جشن کے التوا کا اعلان
 کر دیا۔ اس خبر کے سننے ہی ایک عام افسردگی چھا گئی اور مجمع کا تمام رخ شاہی محل
 کی طرف ہو گیا اور مجمع جب تک کہ آپریشن کامیابی سے ختم نہیں ہوا اور لوگوں کی
 جان میں جان نہ آئی وہاں سے نہ ہٹتا۔ ٹھیک بارہ بجے دن کے سرفرد کے اوس
 نے عمل جراحی نہایت کامیابی سے کیا۔ وہ اپنی گہرا نشہ دے کر گہرا چھٹانک
 سیٹ نکالی۔ اس کے بعد دو وقتہ ملک معظم کی حالت صحت کے بلطین شائع ہوئے
 گئے۔ عمل جراحی کے بعد جب آپ نے آنکھ کھولی تو سب سے پہلے آپ نے
 شہزادے ویلز سے کہا: ”کیا میری رعایا میری اس مجبوری کی وجہ سے مجھے معاف
 کرے گی؟“ جس سے آپ کے اُس بے حد اُفس اور پیار کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو
 اپنی رعایا کے ساتھ تھا۔ آپ کی صحت یابی کے لیے انگلینڈ تو انگلینڈ تمامی ممالک
 اور ہندوستان میں دعائیں کی گئیں خدا جانتے کس کی دعا لگی کہ آپ کو صحت ہو گئی۔
 زخم کے اندمال اور پوری صحت کا اندازہ مشکل تھا لہذا سفراءِ دول خارجیہ اور
 جنگی جہازوں کو رخصت کرنا پڑا۔ لیکن ہندوستانی فوج کے لوگوں کو گوکہ اجازت
 مل گئی تھی مگر وہ اپنی خوشی سے بادشاہ کی صحت عاجل کے لیے دعا کرتے ہوئے دیر
 پر پڑے رہے۔ بعض تقریبیں۔ نہرست خطابات کا شائع ہونا۔ فوجی روپو۔ روشنی۔
 دربار لیوی بنیابت پرٹس آف ویلز غریبا کی دعوت وغیرہ پوری کر دی گئیں۔ ۳۰
 جون کو بادشاہ کی صحت یابی کا اعلان کیا گیا اور اسی دن روشنی کے الاؤ جلائے گئے۔
 ۲ جولائی کو فوجی روپو اور لارڈ لینسڈون کی طرف سے ایک پرتکلف دعوت دی گئی۔
 ۳ جولائی انڈیا آفس میں دربار لیوی۔ ۵ جولائی غریبا کی شاہی دعوت جس کے انتظام
 علاوہ آراکین سلطنت کے حضور پرنس آف ویلز اور ڈیوک آف کنٹاٹ آپ کے
 بیچائے بھی خود جا کر ملاحظہ فرمایا اور حضور ملک معظم نے بھی لارڈ میسر کو اس دعوت کا
 خاطر خواہ انتظام کرنے کو لکھا۔ کہیں غریبوں کی دعوت سمجھ کر دعوت کو بھی
 لے آپ کو اپنا پتہ نہیں دیکھتے۔ ۱۱ جولائی کی خزانہ کیاری تھی جو ایک م کا دم اسکا
 ہوتا ہے۔ وہ تحریری نوٹس جو کسی امرام کے متعلق بطور سرکاری شائع کیا جائے۔ ۱۲

غریب نہ سمجھ لیجئے گا۔ دعوت کا اندازہ اس پرے کیجئے کہ فی کس للعبہ کا صرفہ بیٹھا۔ دعوت میں ۷۵ لاکھ کا بیاں۔ دو لاکھ چھری کانٹے۔ دس لاکھ مچھے استعمال ہوئے تھے۔ اتنی بڑی دعوت ایک جگہ کیسے ہو سکتی تھی اس لئے ٹکڑے ٹکڑے کے مختلف مقامات پر ہوئی اور ہر جگہ شہزادہ و یلز بلفس نفیس تشریف لے گئے۔ غریبانے نہ صرف پیٹ بھر کر لذیذ کھانے کھائے بلکہ شہزادے کو دیکھ کر دل بھی خوش کیا۔ ۵

فرض کر دم کہ بیا د تو دم خور سندا ست
آخر اس دیدہ دیدار طلب راجہ علراج
الرجولائی کو حضور پرنس آف ویلز نے اپنے عالی شان ایوان میں ہندوستان کے معزز مہانوں کو شرف باریابی بخشا۔ اسی شام کو گلڈ ہال میں نہایت اعلیٰ پیمانے پر چھ سو معزز مہانوں کی دعوت ہوئی جس کے صدر لارڈ آف اسٹوکس تھے۔ اس دعوت میں مہاراجہ صاحب بہادر کو ٹھاپور نے بھی تقریر فرمائی۔ ملک عظم کی طبیعت اب روز چاق ہوتی جاتی تھی ۲۶ جولائی کو آپ نے اپنے پریمی کونسلر کو جہاں پر طلب فرما کر جشن تاج پوشی کے لئے ۹ اگست کی تاریخ مقرر فرمادی اور بوجہ نقاہت کے بہت سی رسموں کی کاٹ چھانٹ فرمادی۔ اس خبر سرت اثر سے پھر ملک میں جان آگئی بالخصوص ہندوستانی مہانوں کو کہ وہ اسی دن کے انتھار میں پڑے ہوئے تھے۔ تلج پوشی کی تقریب اپنی بلکہ کیا کم سرت بخش تھی چہ جائیکہ جب اس کے ساتھ بادشاہ سلامت کی صحت و عافیت کا مژدہ جاری بخش بھی منعم ہو عرض دہری خوشی ہوئی۔ ۸ اگست کو انڈیا آفس میں لارڈ و جارج کی کمیشن لے کر تمام وائیان ریاست۔ ہندی رڈ ساد افسران فوج کو مدعو فرما کر اسم تاج پوشی کی تعلیم فرمائی۔

آج صبح سویرے سے توپوں کی گرج شروع ہو گئی ولیسٹن سٹرائیپی کا گرجا دہن بنا ہوا تھا جس شائع عام سے جلوس گزرتے

تلج پوشی کا مبارک دن

والا تھا صبح سویرے ہی سے لوگ آن ڈلے تھے۔ جہاں جلوس تین بجے پہنچتا تھا وہاں بھی لوگ صبح ہی سے چشم براہ تھے۔ رستے میں آٹھ جگہ مینڈ باجے کی ٹکڑیاں تھیں۔ اگرچہ عام طور پر درباریوں کی آمد آٹھ بجے ہی سے شروع ہو گئی تھی مگر ممبران

خاندان شاہی ۱۰ بجے اور حضور شاہزادہ ویلز مع اسٹاف اور ہندوستانی ایڈی کانگوں۔ مہاراجگان کوٹھاپور۔ ایڈرا اور گوالیار کے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ پونے گیارہ بجے دربار میں پہنچے۔ حضور ملک معظم مع ملکہ معظمہ کے ٹھیک گیارہ بجے قصر بکنگھم سے برآمد ہوئے چنانچہ جس وقت محل شاہی سے گھوڑوں نے پہلا قدم اٹھایا اسی وقت توپوں کے دہننے لے لوگوں کو چونکا دیا حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ دونوں شہاش بشاش دو طرفہ بڑے تپاک سے لوگوں کا سلام لیتے ہوئے گیارہ بجے (۲۵) منٹ پر گر جائیں داخل ہوئے۔ دربار میں بادشاہ سے دومنٹ پہلے ملکہ معظمہ داخل ہوئیں جس پر ایسی سکون کے طلباء نے خدا ملکہ الگزیڈرا کو سلامت رکھے، کا

تراہہ گایا اور دومنٹ بعد ملک معظمہ تشریف لائے جن کی ٹرین لاداسن کو کئی معززین اٹھا ہوئے تھے۔ بادشاہ کی تشریف آوری پر لڑکوں نے وہ خدا ایڈورڈ وسمت کو ابدا آباد تک زندہ رکھے، گانگیت گایا۔ چوں کہ آپ کو اتنی ہی نقل و حرکت سے قدرے تھکا ہو گئی تھی اس لیے آپ کو ایک کمرے میں جو آپ کے آرام کے لیے بنایا گیا تھا لے گئے۔

اساتھ گیارہ بجے لارڈ ولسلبری اور ڈیوک آف ویلون شاہ پر بسے چنے پہنچے دربار حال میں آئے۔ ٹھیک گیارہ بج کر

مراسم تاج پوشی

(۲۵) منٹ پر بادشاہ سلامت و بارٹل میں رونق افروز ہوئے اور صوم مقررہ شروع ہوئیں جن کی تفصیل کے لیے جگہ درکار ہے۔ بڑی رسم یہ تھی کہ بادشاہ سلامت کو تاج پہنایا گیا تخت پر آپ نے قدم دھرا اور خیر و برکت کی دعا ہوئی اور تمام ممبران خاندان شاہی اور حاضرین و دربار نے اظہارِ طاقت کیا اور پھر توپوں کی سلامی پر اس مبارک رسم کا اختتام ہوا۔ واپسی کے وقت جلوس کی وہی شان تھی جو آمد کے وقت تھی سب کا سلام لیتے ہوئے بادشاہ محل شاہی میں داخل ہوئے لیکن مشتاقین دیدار شاہی کا جم غفیر محل کو گھیرے ہوئے تھا لہذا آپ دوبارہ پھر رعایا کی خاطر درشن دینے کو درست کچ میں برآمد ہوئے۔ اسی دن مہاراج کارٹیگور بے ہندی مہمانان کی طرف سے ایک ایڈریس مبارک باد کا ملک معظمہ کے حضور میں پیش کیا۔ اسی طرح خواتین ہند کی طرف سے نواب سیم صاحبہ مرشد آباد نے تہنیتی ایڈریس گزارا۔

بادشاہ سلامت کا پیام رعایا کے نام

اسی دن ملک معظم کا یہ فرمان شائع ہوا :-
”تاج پوشی کی تقریب سعید کے متعلق جو
ہماری زندگی کا اہم اور سنجیدہ واقعہ ہے ہماری
خواہش ہے کہ اپنی تمام رعایا کی نسبت جو خاص
ہمارے وطن اور نوآبادیوں اور ہندوستان

میں آباد ہے اور جس نے اپنی گہری ہمدردی مابعد دولت کی خطرناک بیماری کے دنوں میں ظاہر
کی ہے اپنا دلی شکریہ ظاہر کریں کیوں کہ ہمارا خیال ہے کہ ہماری بیماری کے دنوں میں جو نگہبانی
طور پر ظاہر ہوئی تھی ان سب کو سخت تکلیف اور رنج کا مقابلہ کرنا پڑا ہے کیوں کہ وہ اس
تقریب کو تاج مقررہ پر نہایت فرحت و شادمانی سے منانا چاہتے تھے اور پھر اس
ناگزیر طور پر مل جاسنے سے انھوں نے قابل تعریف صبر و اعتدال کا لحاظ رکھ کر دلی
خلوص سے ہماری محنت اور سلامتی کی دعاؤں میں مصروفیت دکھائی۔ پس ان سب کو
خوشی ہوگی کہ بعد اوند لعلانی نے ان کی دعائیں قبول فرما کر ہماری زندگی کو تمام خطرات
سے بچایا اور ہم کو صحت و ملاقت عطا فرمائی جس کا سچا شکریہ یہ ہے کہ ہم ان فرائض کو بوجہ
اس انجام دیں جو بلحاظ ایسی وسیع سلطنت کی فرماں روائی کے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔“
قصر آسبورن کا قوم کو عطا کیا جانا حضور ملک معظم نے کمال مہربانی
سے محل آسبورن کو سوائے

قوم کی طرف سے جو بیس لاکھ کا پیشکش

چند خاص شاہی کمروں کے حضور ملک معظمہ آنجناب کی یادگار میں قوم کو عطا فرما دیا
۱۲ اگست کو لارڈ میئر آف لندن نے پیشگاہ
خداوندی میں حاضر ہو کر قوم کی طرف سے غسل صحت
اور تاج پوشی کی سرت میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے
کا ایک چک پیش کیا جس کو آپ نے بڑی خوشی
سے قبول فرما کر شفا خاؤں میں دے دیا اور خود بھی انداد کا وعدہ فرمایا۔

ہندوستانی روسا کی باریابی اسی دن ہندوستانی وادیاں
ریاست کو شرف باریابی بخشا
اور ان کی دلی سرت و دناداری پر اظہارِ تشکر فرمایا۔

ہندی فوج کا سلام | آگست کی سپہر کو ہندوستانی فوج کے افسروں کو حضور ملک معظم نے اپنے دست مبارک سے تحفے سرفراز فرمائے اور ہندوستانی فوج کے متعلق بہت افزا کلمات بھی فرمائے۔

بحری رویو | ۱۶۔ آگست کو بحری رویو بھاجس میں (۱۰۸) جہاز تھے اور رات کو روشنی بھی ہوئی۔

پرنس آف ولز کا ہندوستان بھجنا | آؤ، آخر ۱۹۰۶ء میں حضور ملک معظم نے حضور پرنس آف ولز کو مع اُن کی بیگم صاحبہ کے سیاحت ہند کے لئے روانہ فرمایا تاکہ وہ بھی اپنے والد ماجد کی طرح ملک ہندوستان کی مقامی حالت اور وادیاں ملک سے ذاتی واقفیت پیدا کریں۔

پیام شاہی ۱۹۰۸ء | ملکہ معظمہ کے اعلان یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو چوں کہ یکم نومبر ۱۹۰۸ء کو پورے پچاس برس ہو چکے اس لئے ملک معظم نے اس اعلان کی تجدید یکم نومبر ۱۹۰۸ء کو فرمائی۔ یکم نومبر کو اوار آن پڑی لہذا ۲۱ نومبر کو حضور والیسر لئے دار و قلم کوئے جو تقریب دورہ جو دھپور میں تھے وہیں ذیل کا شاہی اعلان دربار میں پڑھا اور شائع فرمایا۔

اعلان شاہی موسومہ شہزادگان اشخاص ہندوستان | سورہ ۲ نومبر ۱۹۰۸ء آج سے پچاس سال پیشتر مابودلت کی مادی شفقہ اور محترمہ پیش رو ملکہ معظمہ و کٹوریا نے جو اُس وقت تخت سلطنت پر تھیں تھیں مختلف اہم وجوہ کی بنا پر اور پارلیمنٹ کے شعور سے اور فضا مندی سے اس ملک کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی جو اُس وقت تک سلیٹ انڈیا کمپنی کے زیر انتظام تھا۔ وہ عظیم الشان کام جو اُس وقت نہایت استحکام سے عمل میں لایا گیا تھا اُس کی یاد گاریں مابودلت تمام سب سمجھتے ہیں کہ اس اہم سالگرہ کے موقع پر وادیاں ریاست درعیاسے ہند کو مخاطب

کریں۔ آپ کی طویل تاریخ میں پچاس سال کی مدت نہایت تلیل ہے پھر بھی نصف صدی جو آج ختم ہوتی ہے آپ کے تاریخی سیلابوں کے درمیان نہایت نمایاں اور ممتاز نشان کا کام دے گی۔ ملک براہ راست تخت کے ماتحت ہوئے کے اعلان نے حکومت ہند کے اتحاد پر گویا جھکڑی مٹی اور اس سے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا تھا۔ سفر چوں کہ نہایت دشوار تھا اس لیے ممکن ہے کہ بعض وقت زفارسست معلوم ہو۔ مگر شش ہدایات و اقتدارات کی بہت سی نہایت مختلف جماعتوں اور تقریباً تیس کروڑ نوع انسان کے اتحاد نے ثابت قدمی کے ساتھ سلسل ترقی کی ہے۔ ہم اپنی گزشتہ صدی کی محنتوں کو صفائی نظر اور اطمینان قلب کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

جس قسم کی مشکلات ہر زمانے اور ہر مقام پر تمام انسانی حکومتوں کو پیش آتی رہتی ہیں وہ یونانیاں اس ملک پر بھی پڑی ہیں لیکن تاج برطانیہ کے خدام نے ان مشکلات کا مقابلہ ایسی جفاکشی اور بہمت و صبر کے ساتھ اور ایسی دانش مندی اور استقلال کے ساتھ کیا ہے جس میں کبھی نقص یا لغزش واقع نہیں ہوئی۔ اگر کبھی غلطی واقع ہوئی تو مابعد دولت کی گورنمنٹ کے کار پر دازوں نے اس کی اصلاح میں تکلیف اور اشیا نفسی کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ اگر کہیں نقص ثابت ہو گئے تو ان کے رفع کرنے کے لیے فوراً طاقت و رہا تھ بڑھے ہیں۔

سلطنت کا کوئی ہاتھ قوط اور وبا کی مصیبت کو ٹال نہیں سکتا مگر تجربہ کار منتظموں نے تمام وہ تجاویز عمل میں لائیں جو قابلیت اور سرگرمی کے امکان میں ہیں اور قدرت کی یہ ہمت ناک مصیبتیں ایسی جلد رفع ہو گئیں کہ آپ کے ملک کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ آپ اپنی حدود کے اندر ہولناک جنگوں سے مامون و مصئون ہو گئے ہیں۔ قومی صلح کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا۔

۱۸۵۷ء کے اعلان شاہی میں ملکہ دکنور یا نے آپ کو واثق یقین دلایا تھا کہ ہر جیسی کی بی آرزو ہے کہ ہندوستان کی حرفت زندہ ہو۔ سرفاہ عام کے کاموں میں ترقی ہو اور ملک پر حکومت تمام باشندگان کے خاندے کی خاطر کی جائے۔ اس اعلان میں وہ تجاویز ہیں جو آپ ہی کی آسائش اور ترقی کی خاطر وضع کی گئی اور لائی گئی ہیں یہ وہ تجاویز ہیں جو اپنی وسعت اور افادت میں بے مثل ہیں

اور جو دنیا کے روبرو شہادت پیش کرتی ہیں کہ کس فیاضی اور ہم دردی کے ساتھ ان عدلوں کا ایسا کیا گیا ہے۔

ماخت اور خود مختار مالیات کی ریاست کے حقوق و مراعات کا لحاظ کیا گیا ہے انھیں قائم رکھا گیا ہے اور ان کی حفاظت کی گئی ہے اور ان کی وفادارانہ خیر خواہی بھی مستحکم رہی ہے۔ مابعدولت کی رعایا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو بوجہ اس کے مذہب یا عقیدے یا طریقہ عبادت کے تکلیف دی گئی ہو یا آزار پہنچایا گیا ہو یا اس کے ساتھ رعیت برتی گئی ہو۔ کل رعایا نے قانون کی حفاظت سے نفع اٹھایا ہے خود قوانین اس طور پر وضع کیے گئے ہیں کہ ان میں آپ کے مذہب و قومیت اور آپ کی ماسم و روایات کا لحاظ رکھا گیا ہے جو آپ کی تہذیب میں جو یکڑے ہوئے ہیں۔ قوانین کو سادہ رکھا گیا ہے اور اس کے کل پرزوں کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ وہ ان قدیم جماعتوں کی ضرورتوں کے مطابق ہو سکے جو آہستگی کے ساتھ نئی دنیا میں داخل ہو رہی ہیں۔

مابعدولت کی گورنمنٹ کے ساتھ بے شمار بنی نوع انسان کی قسمیں زمانہ حال و زمانہ مستقبل کے لئے وابستہ ہیں پس یہ اہم ترین فرض ہے کہ ان مفسدانہ سازشوں کا جن کے لئے کوئی معقول وجہ یا جن کا کوئی مناسب مقصد نہیں ہے قوت بازو کے ساتھ استیصال کیا جائے۔ اس جانب واقف ہیں کہ یہ سازشیں ہماری سہولتوں پر رعایا کے کثیر التعداد و اشتعار حصے کے لئے سخت جاں مسل ہیں اس جانب ان کو ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ وہ اس جانب کو اپنے امن و عافیت کی تعمیر کرنے سے باز رہیں۔

چوں کہ مابعدولت کو یہ منظور نہیں ہے کہ یہ قابل یادگار سالگرہ الطاف مرحوم خزانہ کے نمایاں آثار کے بغیر ہے اس لئے مابعدولت نے حکم دیا ہے جیسا کہ سالگرہ ۱۹۰۳ء کے دربار تاج پوشی کے قابل یادگار موقع پر حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگ جن کو مابعدولت کی عدالتوں سے نفاذ کی خلاف ورزی پر سزا دی ہو ان کی سزائیں معاف یا مختلف درجوں میں کم کر دی جائیں اور مابعدولت کی یہ خواہش ہے کہ ایسے غلط کار لوگ اس شاہی تہجم کو یاد رکھیں اس کے بعد اپنی غلط کاریوں سے باز آئیں۔

اس قسم کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ سرکاری عہدوں کے حاصل کرنے کے لیے قومیت کا امتیاز محو کر دیا جائے۔ مابودلت کو یقین کمال ہے کہ جوں جوں تعلیم پھیلتی جائے گی تجربہ بچتہ ہوتا جائے گا اور ہندوستان کے ذہین و قابل لوگوں کو فساداری کے سبق از بر سونے جائیں گے اور اس جانب ترقی کی رفتار مضبوط اور یقینی ہوتی جائے گی۔

ابتدائی سے قائم مقامی کا اصول مد نظر رکھا گیا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مابودلت کے والیس راے اور گورنر جنرل اور دوسرے مشیر اس اصول کو ترقی دیں۔ آپ کے درمیان جو قابل لحاظ طبقے ہیں اور جو ان خیالات کے قائم مقام ہیں جو برٹش حکومت نے قائم کیے ہیں اور جن کو برٹش حکومت نے ترقی دی ہو ان کو شہریت کی مساوات اور قانون سازی و حکومت میں زیادہ حصہ دیا جائے گا۔ ان مطالبات کے پورا ہونے سے موجودہ حکومت اور اقتدار کو ضعف نہیں پہنچے گا بلکہ اس کو تقویت ہوگی۔ نظم و نسق اور زیادہ مکمل ہو جائے گا اگر وہ عہدہ دار جن کے ہاتھ میں اُس کی ہاک بجر ان لوگوں کو جن پر مذہب یا قومیت کے باقاعدہ میل جول کے زیادہ مواقع ہیں اور نیز ان لوگوں کو جو ایسے ابواب میں عام راسے پر پہنچاؤ اور اثر ڈالتے ہیں میں ان تدابیر کا ذکر نہیں کروں گا جو اب بڑی تنہی سے ان اغراض کے لیے مرتب کی جا رہی ہیں جو بہت جلد آپ کو معلوم کرائی جائیں گی اور مابودلت کو یقین ہے کہ آپ کے معاملات کی سفید ترقی کا ایک ممتاز دور شروع ہو جائے گا۔

میں اپنی ہندوستانی افواج کی شجاعت اور وفاداری کو تسلیم کرتا ہوں اور آغاز سال میں میں حکم دے چکا ہوں کہ ان کی جنگی دانش مندی ان کی پرسکونہ تعلیم و تربیت (آرٹسٹری) اور ان کی وفادارانہ مستعدی خدمت کی نسبت میری اعلیٰ درجے کی قدردانی کو ایک تنقل شکل میں اظہار کا موقع دیا جائے۔

ہندوستانیوں کی بہبودی ملکہ و کٹوریہ کو سب سے زیادہ عزیز تھی۔ جب سے کہ ۱۸۵۷ء میں گنہگار ہندوستان اُس کے شہزادگان اور لوگوں کی بہبودی کو میں ایسا محبتانہ آرزو مندی سے دیکھتا رہا ہوں جو امتداد زمانے سے کم نہیں ہو سکتی۔ مابودلت کے فرزند پرنس آف ویلز اور شہزادی ویلز آپ کے درمیان سیاحت کر کے واپس آتے وقت آپ کے ملک کے ساتھ گہری دوستی اور

اُس کی بہبودی اور فلاح کا حقیقی اور دلی شعف اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ ایسے مخلصانہ عملی بہردی اور توقعات کے جذبات جو مابودت کے شہری خاندان اور دل کو ہیں یہ صرف ایک اظہار ہی جو درحقیقت ایک واقعی اظہار ہی اُس گہرے اور متحدہ ارادے اور مقصد کا جو اس سلطنت کے لوگوں کو ہے۔

وہ کہی کہ خداوند تعالیٰ کی حفاظت اور مہربانی دانائی اور باہمی خیر سگائی کو تقویت بخشنے جو ایک ایسے عظیم الشان مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے جو کبھی کسی علاقے یا سلطنت کے تاریخی زمانے میں حکم راں یا محکوموں کو پیش نہیں آیا تھا۔ آپ کا عہد گو بہت مختصر تھا مگر کام بہت بڑے بڑے ہوئے مثلاً پارلیامنت کی نگہداشت کے لیے ایک جداگانہ حکمہ آئینہ دیمہ کا قیام ہوا جس نے بہت سی مادرِ الوجود تاریخی عمارتوں کو جو کس میری کی حالت میں پڑی تھیں اچھی طرح سنبھال لیا جو بلحاظ بقائے نام سلاطین ماضیہ ایک بڑا اہم کام تھا۔ لارڈ کرزن وائسرائے کی بدست پسند طبیعت نے ڈھا کے اور مشرقی بنگال کو ملا کر ایک نیا صوبہ ایک جدید سلطنت کو کے ماتحت قیام کیا۔ آپ کا زمانہ پراسن ہونے کے سوا ملکی سو و بہبود کے لیے بھی بہت اچھا گزرا کیوں کہ آپ ہی کے زمانے میں شاہانِ یورپ نے آئے دن کی خوں ریز جنگوں کی موقوفی اور عالم گیر اس کے سوال پر توجہ کی اسی لیے آپ کو پینس میکڈونلڈ (پنس) کہتے تھے۔ آپ اپنی رعایا کو جائز حقوق دینے میں ہمیشہ فیاض طبیعت ثابت ہوئے۔ آپ کی تخت نشینی کے وقت انجمنستان و ٹرینوال کے بورڈوں میں جنگ جاری تھی مگر جب انگریزوں نے ٹرینوال فتح کر لیا اور بورڈوں کے جنرل حضور مدوح کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے اُن کی درخواست پر نہایت فیاضی سے جداگانہ پارلیمنٹ اور حکومت خود اختیاری منظور فرمائی۔ ہندوستان میں جب آپ نے ہندوستانیوں کو اعلیٰ ملازمت میں حصہ لینے اور انتظامی معاملات میں دخل دینے کے لیے جدوجہد کرتے دیکھا تو لارڈ کرسٹو جیسے مشہور مدبر نے پراشل کونسلوں کے علاوہ امپیریل کونسل میں بھی ہندوؤں کے زیادہ لیے جانے کی سکیم کو منظور فرمایا۔ انڈیا کونسل میں بھی ہندوستانی ممبروں کو لیا جانا منظور ہوا۔ حضور وائسرائے کی اگزیکیوٹو کونسل کے مع وائسرائے کا مشترکہ

کے سات ممبر ہوتے ہیں جو پہلے ساتوں کے ساتوں یورپین ہوا کرتے تھے لیکن اب ہندوستانی بھی ہونے لگے۔

انتقال پیر ملال

اکیم می ۱۹۱۰ء کو آپ پیرس سے بعض پوسٹیکل گتھیوں کو سنبھا کر تشریف لائے تو ورنی کو آپ کے محلے

میں خراش شروع ہوئی جس نے خاق کی خطرناک شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ پہلے بھی دو دفعہ آپ کو یہی شکایت ہوئی تھی مگر چوں کہ زندگی کے دن باقی تھے صحت بڑھتی اور اس دفعہ آٹا فائیس مرض ترقی کر گیا باوجودیکہ ایک چھوڑ سات ڈاکٹر جان توڑ کوشش کر رہے تھے مگر موت کے آگے کس کی جیتی ہر مرض کسی کے قابو میں نہ آیا حلق کی نالیں ماؤف ہو گئیں اور سخت کھانسی کے ساتھ عشی طاری ہونے لگی۔ بیماری کی حالت میں بھی آپ کا سارا خیال اپنی عزیز رعایا کی طرف بٹا ہوا تھا۔ جب آپ ہوش میں آتے تو بیمار داروں کی تشفی یوں فرماتے: ”کچھ کر نہیں۔ جس طرح پہلے آرام ہو گیا تھا اگر خدا نے چاہا تو اب بھی ہو جائے گا۔ ذرا فاقہ ہو جائے تو میرا نشانہ یہ ہے کہ دم واپس تک ملک و اہل ملک کی خدمت کر دوں۔“ جس وقت لوگوں کو بادشاہ کی علالت کی خبر ملی تو سارے کاروبار بند ہو گئے اور لوگ سراسیمہ قصر شاہی کی طرف آپ کے لیے دماغی صحت مانگتے ہوئے دوڑے اور انٹرنس ہال میں لوگوں کا ایک ٹھٹ لگ گیا کہ آرج بشب آف کینیڈا کی باریابی بھی دیر تک نہ ہو سکی۔ بادشاہ کے بستر کے گرد سارا خاندان شاہی جمع تھا۔ ابھی لوگ اُمید و بیم ہی میں تھے کہ یکایک حالت میں تغیر ہوا اور دم زدن میں روج پرواز کر گئی اور معاشا ہی جھنڈا سرنگوں کر دیا گیا۔ آپ نے ۶۷ برس کی عمر میں ۸ مئی ۱۹۱۰ء کو صرف سو اونسال سلطنت کر کے انتقال کیا۔ آپ کی امن پسندی، نیک مزاجی اور ہر دل عزیز کی وجہ سے آپ کی وفات کا بہت رنج ہوا اور چوں کہ ہندوستان فطرتاً بادشاہ پرست واقع ہوا اس لیے اس ملک میں بھی بہت کچھ رنج و غم کا اظہار کیا گیا چنانچہ ہندوستان میں بے شمار جلسہ ہائے تقریب ہونے کے علاوہ جابجا شہنشاہ کی یادگاریں قائم کی گئیں۔ لاہور میں پندرہ لاکھ روپے کے صرف سے آپ کی یادگاریں میو ہا اسپٹل کی توسیع منظور کی گئی جس میں والیان ملک اور پرنس

کی طرف سے بھی معتد بہ چندہ وصول ہوا اور ایک آل انڈیا ممبریل دہلی میں
قرار پایا جس کا سنگ بنیاد ۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ملک معظم جارج چہم سے اپنے
دست مبارک سے رکھا۔
۹ مئی کو سینٹ جیمس پبلس میں دوپہر کو ارکانِ دہلی سلطنت جمع ہوئے
اور جارج پنجم کی تخت نشینی کا اعلان فرمایا اس دربار میں حضورِ ملک معظم مع ملکہ معظمہ میری
کے تشریف فرما ہوئے اور تخت نشین ہوئے۔ بعد مر اسم تخت نشینی کے ذیل کی
تقریر ایک پُر درد دلچسپی میں فرمائی۔

”میرا دل اس وقت رنج و محن کا محزن بنا ہوا ہے۔ بولنے کا یارا نہیں مگر کیا کروں اس
وقت کا فرض مجبور کرتا ہے کہ کچھ کہوں اور جو کہوں تو یہ کہ والد محترم کی وفات کی خبر وحشت اثر
کا اعلان عام ہو اس سانحہ جاہلاد سے جو غم کا پہاڑ ہم پر اور کل ماتحت تسلیم ہو پر
آپڑا ہے اس کا اندال ہماری ہونے والی رعایا کا اظہار ہم دردی ہے جو ہمارے غم میں
شریک ہو کر اپنے اس فرمان روا کے ماتم میں حصہ لے رہی ہے جس نے ان کی خوشی
اور ترقی کو اپنی خوشی اور ترقی سمجھ رکھا تھا۔ کیا کہوں ان کے انتقال سے ہمارے
سر پرے نہ صرف پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا بلکہ ہمارا اعلیٰ درجے کا اتالیق اور
جلیل القدر مشیر بھی کھو گیا ہے۔ والدہ مکرمہ کے سانحہ رعایا کی طرف سے جو غم و در
ہو رہی ہے اس نے میرا دل اور بھی بڑھا دیا ہے۔ والد بزرگوار نے عنانِ حکومت
اپنے ہاتھ میں لینے سے پہلے فرمایا تھا کہ دم واپس تک رعایا کے سود و بہبود کا خیال
رکھوں گا چنانچہ جس خوش اسلوبی سے اُنھوں نے اس کو پورا کیا ہے وہ انھیں اثر
ہے۔ میں بھی یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میری زندگی کا اصول یہی ہو گا اور انھیں کے نقش قدم
پر چل کر مالکِ غیر کے تعلقات کو اپنی رعایا کی بہبود کی غرض سے اور بھی مستحکم
کروں گا۔ مابعد دولت کو ان بھاری ذمہ داریوں کا بڑا ہی خیال ہے جن کا بوجھ دفعت
ہمارے سر پر آ پڑا ہے اور ہم کو پوری توقع ہے کہ پارلیمنٹ جزائر برطانیہ کے رہنے
والوں اور سمندر پار کی رعایا ہمارے فرضِ حکومت کی سرانجام دہی میں خاص مدد سے
دریغ نہ کریں گے اور ہمیں اس قدر واقف ہے کہ پروردگارِ عالم عالمیان رعایا کی دعاؤں
کے اثر سے میری فات میں ایسی طاقت و ہدایت نمایاں فرمائیں گے جس سے

تمام گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ ہماری تشکین خاطر کے لئے یہ بات کم کچھ کم نہیں ہو کہ ہماری لگہ لگے بھی ہماری رعایا کے سود و بہبود کے ان جملہ امور میں ہماری مدد کا خاص اظہار کیا ہو گا۔

May 10th 1910.

ملکہ معظّمہ الکرینڈرا کا قوم سے

درد بھرا خط

Buckingham Palace

From the depth of my poor & broken heart
I wish to express to the whole nation & our kind
People we love so well, my deep - & felt -
thanks for all their touching sympathy
in my over- & whelming sorrow and unpeak-
able & anguish - not alone have I lost & every
thing in him, my beloved & husband but
the nation too & has suffered irreparable
loss & in their best friend, father & sovereign
thus suddenly called & away - may God give
us all His divine help to bear this keenest &
of losses. Which he has seen & fit to lay upon
us - "His will be & done" Give me a thought in

۱۔ یہ خط ملکہ معظّمہ الکرینڈرا کے دستِ خاص کا لکھا ہوا ہے جس کا فوٹو عجیب کر قسیم کیا گیا
تھا اگرچہ ہم نے اس خط کا ترجمہ تاہا امکان نہ تھا۔ بہتر کیا ہے لیکن پھر بھی کلام الملوک ملوک الکلام اس لئے
اس خط میں نفس کر دیا ہے کہ انگریزی داں اصحاب اس سے منتفع ہوں۔ آپ کی ولادت یکم دسمبر ۱۸۶۲ء کو ہوئی
اس حساب سے آپ کا سن شریف ۴۷ سال کا ہے اور یہ افضل الہی صحیح و سلامت میں (بن المصنف) ۱۳

your prayers which will sustain & comfort me, in all I have to go through —

Let me take this opportunity of expressing my heartfelt thanks for all the touching letters & tokens of sympathy I have received from all classes high & low, rich & poor, which are so numerous that I fear it will be impossible for me ever to thank every body individually. I confide my dear Son into your care who I know will follow in his dear Father's footsteps, begging you to show him the true loyalty & devotion you showed his dear Father —

I know that both my dear son and daughter-in-law will do their utmost to merit & keep it —

Alexandra

۱۹۱۰ء

بکنگھم پیس

ترجمہ

اپنے بیکس و غنوم دل کی تہ سے اپنی تمام قوم و رعایا کے گہر بان بن سے ہم کو خاص محبت ہر ان کی دل پر اثر کرتے والی ہم دردی کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو انھوں نے میرے صدمہ پوش ربا و ناقابل اظہار عذابے میں ظاہر کی پوری سیری تو دنیا ہی

شوہر محبوب کے ساتھ ختم ہو گئی قوم کو بھی ایک سچے دوست اور باپ اور بادشاہ کے دفعۂ چلے جانے سے ایسا نقصان پہنچا کہ اس کی تلانی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس صدمہ عظیم کی برداشت کی قوت ہم سب کو عطا فرمائے جو اس نے ہمارے مناسب حال تصور فرمایا۔ مشیت ایزدی میں چارہ نہیں گا۔ آپ لوگ اپنی دعا میں مجھے یاد رکھیں جس سے میرے ہر حال میں تقویت اور تسلی ہو۔ مجھے اس بات کا موقع دیکھیے کہ میرے پاس جن لوگوں کے جاں گداز خطوط لغزیت آئے ہیں اور جنہوں نے اظہارِ سم دردی کیا ہے میں ان کا دلی شکریہ ادا کروں۔ ان میں سب ہی درجے کے آدمی ہیں عالی خاندان بھی ہیں۔ حمولی اشخاص بھی۔ امیر بھی ہیں غریب بھی۔ جو اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ہر ایک کا شکریہ فرداً فرداً ادا کرنا ناممکن ہے۔ میں اپنے فرزند و لبند کو آپ صاحبوں کے سپرد کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے والد کے قدم بقدم چلے گا اور آپ لوگوں سے استفادہ کرتی ہوں کہ جیسی سچی و فاداری اور اطاعت اس کے پیارے باپ کے ساتھ کی ہو ایسی ہی اس لڑکے کے ساتھ بھی کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا فرزند و لبند اور میری بہو و دونوں حتی الامکان اپنے آپ کو مستحق و اہل ثواب کریں گے۔

الگزینڈرا۔

جب تک آپ کا دفن ہو آپ کا جسد مبارک فیلڈ مارشل کے لباس میں رکھا رہا اور ہر روز ایک خاص وقت پر دعا کے بعد حسرت نصیب اہل خاندان کو چہرہ مبارک

تجہیز و تدفین

کی زیارت کرائی جاتی تھی۔ اعلان شاہی کی رو سے تدفین کی تاریخ ۲۰ مئی ۱۹۱۱ء یوم جمعہ مقرر کی گئی اور حکم دیا گیا تھا کہ اس عالم گیر ماتم کے روز ٹھیک ایک بجے دن کے ہر جگہ دعلے مغفرت مانگی جائے۔ چنانچہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ توپ گاڑی پر جنازہ رکھ کر فوجی جلوس کے ساتھ سینٹ جارج کے گرجا کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا جس کے ساتھ خود مختار فرمانی رواج۔ سفیر برطانیہ قیصر جرمن و ولی عہد دولت عثمانیہ کے علاوہ ہر قسم کے بے تعداد لوگ شامل تھے۔ قبرستان میں پہنچ کر آرج بلیشپ آف کنیٹربری نے پہلے انجیل کا کچھ

حصہ پڑھا پھر مرحوم کے کچھ حالات اس طرح بیان کیے کہ سننے والوں کے دل ہل گئے۔ چنانچہ ایک طرف آنکھیں اور دوسری طرف رومال تریبہ تھے بیغموم و مصیبت زدہ ملکہ الکزینڈرا کھٹنے ٹیک کر دعاے منفعت میں مصروف تھیں۔ جب جنازے کو پونڈ خاک کرنے کا موقع آیا تو صندوق جنازے پر سے نوازم شہنشاہی الگ کر لیے گئے اور گارڈز کنگ ایٹ آرمز نے دستور کے مطابق شہنشاہ متوفی کی تدفین کے بعد شہنشاہ موجودہ کا نام نامی علی رؤس الاثہاد سنایا۔ اس کے بعد قصر بکس کم میں ایک بڑی بھاری شاہانہ دعوت دی گئی جس میں قیصر جرمن کے علاوہ سات آٹھ بادشاہ اور ڈیڑھ سو کے قریب امراء دارکان سلطنت شریک تھے۔ ملک معظم جارج پنجم نے اول تری و بحری فوج کی نسبت اپنی ذاتی خصوصیات کا موزوں الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے نواہادیوں کے ایڈریس کے جواب میں اتحاد و یک جہتی کے بے نظیر اور قابل قدر خیالات کا اظہار فرمایا جس سے ان کے خلوص و محبت میں ترقی ہو اور ہندوستانی رؤسا اور عایا کے اظہار عقیدت کی نسبت ارشاد فرمایا۔

درد والد مکرم کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سن کر والیان ریاست و رعایا سے ہند نے جو پیام بھیجا ہے اس میں

پیام ملک معظم جارج پنجم

جس خاص ہم وردی و خیر خواہی کا ذکر کیا گیا ہے ہم اس کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس عالم گیر نام کا جس طریق پر اظہار کیا گیا ہے اس سے ہمارے دل پر خاص اثر ہوا ہے۔ ہم اپنی سیاحت ہندوستان کے زمانے کو دل چسپی سے یاد کرتے ہیں اور ہندوستان کی یہودی کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ مابعد دولت کو اپنے ذاتی تجربے سے بخوبی معلوم ہے کہ والیان ریاست اور رعایا بے ہند کو ہمارے تاج کی خیر خواہی کا کیسا بھاری خیال ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ جس اطاعت کا اظہار ہماری جانشینی کے موقع پر کیا گیا ہے اس کا اعتراف خاص طور پر ہو کیوں کہ مابعد دولت کو بھی اپنی ہندوستانی رعایا کی یہودی کا اسی طرح خیال ہے جس طرح جدہ مکرمہ اور والد مکرم کو تھا۔

ایام ماتم

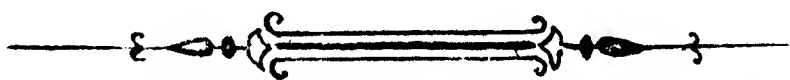
قرار پایا کہ چھ مہینے تک یعنی نومبر ۱۹۱۷ء تک بادشاہ آں جہانی کا ماتم رکھا جائے اور اس کے بعد حسن تاج پوتی کی باضابطہ تاریخ مقرر ہو۔

پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر

ادارہ اراکین و عائد سلطنت و خزانہ اصحاب !
مابعد ملت اپنے عہد کی اس سب سے پہلی پارلیمنٹ کے افتتاح کرنے سے پہلے اُس بھاری نقصان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو اس مملکت کو والد کرم کے انتقال پر طالع سے ہوا۔ ابھی کوئی ایک برس بھی نہیں گزرا ہو گا جب محض سٹے

اپنے تخت کی سچی و یقینی ادکسی کو خواب خیال بھی نہ تھا کہ آپ کی زندگی دفنانے لگی اور جس مستعدی سے آپ اپنی رعایا کی خدمت کر رہے تھے اس قدر سریع الزوال ہو گئی۔ رضا بقضا اب شہنشاہ عالم و عالمیان کے حکم کے آگے تسلیم کر کے میں آنجہانی کی مثال کو نمونہ قرار دے کر بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایسے وقت میں جب کہ چاروں طرف مجھ پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ہر طرف سے فساد اور جاں نثار رعایا کے ہم دردی سے بھرے ہوئے تعزیت ناموں نے میری ہمت بڑھادی اب میرے محترم چچا ڈیلوک آف کناسٹ بھی جنوبی افریقہ والے مشن سے تشریف لے آئے ہیں جہاں کے مختلف شہروں اور قصبوں سے جب اُن کا گزر ہوا تو بڑی خوشی کا مقام ہے کہ ہر ایک جماعت نے آپ کا خاطر خواہ استقبال کیا۔ واضح رہے کہ ہمارا تعلق ممالک غیر سے دوستانہ رہے گا۔ ہم ابھی سے بڑے اشتیاق کے ساتھ اُس کا نفرنس کا انتظار کرتے ہیں جس میں ہمارے ذرا سے سلطنت خاص مع وزیران خاص انگلینڈ میں آئندہ ماہ مئی میں اس غرض سے اجلاس کریں گے کہ وہ اہم امور جو سلطنت کی طرف سے اُن کی تحویل میں دیئے جائیں اُن پر غور کریں۔ ہمارا یہ بھی ارادہ ہے کہ یہاں کی تاج پوشی کے بعد ایک دفعہ پھر ہندوستان جائیں اور جلسہ تاج پوشی وہاں بھی خود نفس جا کے کریں۔ عن قریب آپ کے سامنے ایسی تجاویز بھی پیش ہوں گی جن کی رو سے دارالعوام و دارالامراء کے باہمی تعلقات کو ایسی صورت پر لایا جائے کہ علمی کارروائی بطور حسن ظہور پذیر ہو جن مقاصد کے حصول کے لیے ابھی اشتیاق

ہو چکا ہے آپ کے روزِ روا لیے وسائل سے پیش کیے جائیں گے جو پارلیمنٹوں کے اجلاس میں اس سے پہلے اسی غرض سے پیش ہو چکے ہیں کہ جن کبرسنوں کو بادِ جود از کارِ رفتہ اور کبرسنی کے غریب رلیف فنڈ سے امداد حاصل کرنے کا مستحق نہیں سمجھا جاتا اور جو خاص مستحق پیشہ ور اور از کارِ رفتہ تاجروں کے روزِ مینہ کے متعلق بہر میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار ہماری محنتوں میں برکت دے۔



ضمیمہ چہارم

ملک معظم جارج پنجم دام سلطنتِ ہم کے مختصر حال

آپ کی ولادت شبِ درمیانی ۲۰ جون ۱۸۶۵ء کی شبِ درمیانی میں ایک بیج کراٹھارہ منٹ کو ماربرو ہٹوس کے قلعہ بالمورل میں ہوئی۔ آپ ایک ہی مہینے کے تھے کہ جس کمرے میں آپ اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں آرام فرما رہے تھے چھت کو آگ لگ گئی لیکن فوراً خیر ہو گئی۔ آپ کو اور آپ کی والدہ کو معاً دوسرے کمرے میں بھیج دیا گیا اور چھت اُڑھڑوا دینے سے آگ فرد ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی والدہ کو بال بال بچا دیا۔ آپ کے اصطبل کی رسم ۷ جولائی ۱۸۶۵ء کو دندز کسٹل کے سینٹ جمیس گرجا میں بڑی کر وفر سے ہوئی۔ آپ کی دادی صاحبہ نے نرس کی گود سے آپ کو لے کر ارج بسپ آپ کنیٹر بری کے سامنے اصطبل کے لیے پیش کیا۔ آپ کے دینی باپ ڈیوک آف کیمرج اور دینی ماں اُن کی دھیس نہیں۔ آپ کے بڑے بھائی پرنس ایڈرڈ کی اور آپ کی تعلیم ساتھ ساتھ ہوتی تھی۔ عرف شناسی کے بعد آپ کی تعلیم یادری ڈبلیو۔ بک آف السلو کے سپرد کی گئی اور اُنھیں جنلا دیا گیا کہ تعلیم میں شہزادگی کی خصوصیت کا لحاظ نہ رہے بلکہ جس طرح دنیا جہان کے بچے پڑھتے ہیں یہ بھی پڑھائے جائیں چنانچہ یادری صاحب علامہ تعلیم

دنیوی کے دینی تعلیم پر بھی زور دیا کرتے تھے۔ اخلاقی تعلیم والدین نے اپنے ذمے رکھی اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ ماں باپ جیسی دل سوزی اور کون کر سکتا ہے۔ دونوں شہزادگان دالاتبار ایلبرٹ اور جارج ایک ساتھ رہتے ایک ساتھ پڑھتے ایک جان دو قاب تھے یکساں و سبر فورس نے چھپنے ہی میں یہ حکم رکھا دیا تھا کہ بڑا اپنے باپ کی طرح کسی قدر ملول رہتا ہے چھوٹا خوش مزاج نیز اور زندہ دل ہے ایک اور مستند شخص نے لکھا ہے کہ "پرنس ایلبرٹ کا وقار زیادہ تھا۔ مخلوق ان کو خاص نظر سے دیکھتی تھی (خاص کر اس وجہ سے کہ آگے چل کر بادشاہ ہونے والے تھے) دونوں کی تعلیم ایک ہی طریقے پر تھی۔ گو دونوں کی عمر میں تھوڑی سی چھٹائی بڑائی تھی مگر چھوٹے صاحب قوی الحشہ تین درست اور نومند ہونے سے بڑے بھائی کے برابر ہی سہرا بر معلوم دیتے تھے بلکہ وہ اپنی حاضر جوابی۔ باریک بینی اور جرات کے سبب تمام ان مشاغل میں جن میں زیادہ سرگرمی اور آمدگی درکار تھی زیادہ نمودار اور ممتاز رہا کرتے تھے۔ ایک تیسرے صاحب کہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کو اس بات کا موقع دیا جاتا تھا کہ تابہ امکان منہی خوشی سے رہیں چنانچہ جس طرح ان کے والد ولی عہدی کے زمانے میں سینڈرز حکم میں رہا کرتے تھے ان کو بھی وہیں رکھا گیا تھا۔ ان دونوں میں استقلال۔ گرم جوشی۔ فراخ دلی۔ راست بازی کوٹ کوٹ کر بھری تھی چنانچہ کسی قصور کے اعتراف یا اصول کی پابندی میں دیکھی منتقل مزاجی اور دیانت داری کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ ایک اور مورخ نے بچپن کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ پرنس جارج کی شوخی طبع اور تیزی مام طور پر مشہور ہے۔ ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کے ساتھ ناشتے میں جارج بھی تھے اور کچھ شرارت کر رہے تھے۔ آپ کو بچوں کی بے موقع شرارت پسند نہ تھی۔ پہلے تو آپ نے دو ایک دفعہ منع کیا لیکن جب نہ مانا تو کہا میز کے نیچے چلے جاؤ اور جب تک تم اچھے نیچے نہ ہو خبردار میز کے نیچے سے نہ نکلنا۔ نیچے تو تھے ہی آپ نے کیا کیا کہ میز کے نیچے کھس۔ سارے کپڑے اتار ننگے چم ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دادی صاحبہ نے فرمایا۔ اچھا اب باہر نکل آؤ۔ باہر نکلے تو اس حیثیت سے۔ ملکہ معظمہ دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیں اور کہا کہ کپڑے پہنو۔ جب آپ کپڑے پہن چلے تو پیار کر کے اپنے برابر بٹھالیا اور

کہا کہ وہ صاحبِ زاوے! جو پہلے خود بہرِ وں کا حکم ماننا سیکھتے ہیں وہی آگے
 چل کر حکم کرنا بھی سیکھتے ہیں لڑکچیز! آف کے مہرج اسپیڈ روز ماسچپ میں لکھتی ہیں۔ ملکہ
 وکٹوریہ اپنے بچوں کو ہمیشہ علیحدہ رکھتی تھیں اس لیے بچوں کو اہل دربار سے اختلاط
 کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی تعلیم میں بیار اور کبیت سے کام لیا جاتا
 ہے۔ انھیں ان کی والدہ تقریباً ہر موقع پر اپنے ساتھ رکھتی تھیں جس سے ان کا میل
 جول اہل دربار سے بہ آسانی ہو گیا تھا۔ بچوں کو اپنے والدین سے قدرتی محبت
 ہوتی ہے ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ تشریف فرما تھیں اور ڈچ آفس مہرج بھی بارِ باب
 تھیں اور ایک لیڈی بھی تھیں کہ اتنے میں پرنس جارج کھیلے کھیلے ان مکملے تیسری
 لیڈی صاحبہ نے شہزادے کو اپنے پاس بلایا اور باتوں باتوں میں پوچھا کہ بھلا تو
 بتاؤ کہ مردوں میں تمھیں کون سا نام بھلا معلوم ہوتا ہے۔ شہزادے نے کہا۔ ایڈورڈ۔
 لیڈی۔ اور بھلا عورتوں میں؟۔ جان۔ الگزینڈرا۔ اور جب کتابوں میں سے
 عمدہ کتاب کا نام پوچھا تو کہا ”میری اٹ“ جس میں ہندوؤں کے عجائبات ہیں اس سے
 قیافہ شناسوں نے تاڑ لیا کہ ان کا نام بحری قابلیتوں میں خوب چمکے گا۔
 قبل اس کے کہ ان کو بحری کالج میں داخل کیا جائے اس اصول پر کہ امیرِ غریب
 سب کو اپنا کام آپ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے ان دونوں نوہنوں کو باغ
 باغیچے یعنی باڑی۔ مویشیوں کا رکھ رکھاؤ اور پرورش یہ ساری باتیں سکھائی گئیں۔
 سینڈرچم تو آپ کے والدین کا گھر ہی تھا مگر دونوں شہزادے کو پرنس، پرنسین
 (دارالحکومت ڈنمارک) اپنی انھیال کو بھی جایا کرتے تھے جہاں سیر و شکار کا مشغلہ
 رہتا تھا۔ گرامائی تعطیلات اپنے خلیفے بھائیوں فیصلہ جبرین اور زار روس کے ساتھ
 بسر کرتے تھے پھر لندن کے مارلبورگ میں آجائے امد پر سات کاموں اپنی دادی کے ساتھ
 ہالینڈ کے شہر قلعے ایبرہل والی میں بسر کرتے۔ پھر سے اجدادری جان نیل وٹن آپ کے
 آئینق مقرر ہوئے جنھوں نے پرنس کی تعلیم اسی خوش سلیبی سے انجام دی کہ آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے
 جب خدا رکھے آپ ہوشیار ہوئے اور آپ کی باقاعدہ تعلیم کا وقت آیا تو عام خیال یہ تھا
 کہ دوسرے شہزادوں کی طرح آپ اٹن کالج میں داخل کیے جائیں گے مگر آپ
 کے والد ماجد نے ہمدہ امجدہ کے صلاح اور مشورے سے ونڈزر کے کپستان

پادری ڈولٹن کی نگرانی میں دونوں بھائیوں کو جون شہ کو بحری جنگی تجربہ حاصل کرنے کے لئے برطانیہ نامی جہاز پر بھیج دیا جو سو برس سے بحری سکول کا کام دیتا ہے جس میں دو تین سولر کے تعلیم پاتے ہیں۔ اس بات کی تاکید کر دی گئی تھی کہ ان کی تعلیم میں کوئی خاص امتیاز شہزادگی کا نہ کیا جائے بلکہ سب طلباء میں ملے جلے رہیں ہاں صرف سونے پیٹنے کا مزہ الگ دیا جائے جب پرنس تعلیمی کورس سے فارغ ہوئے تو ۱۸۷۹ء میں بریکانٹی نامی جہاز پر دنیا کی سیاحت کی اور بمبئی شہر کو لندن واپس تشریف لائے۔ ابھی ان کو وہی مہینے ہوئے تھے کہ یکم جولائی ۱۸۸۰ء کو پھر اسی جہاز پر بحری قلعہ میں شرکت کی غرض سے چلے گئے وہاں سے امریکہ کو واپس آئے۔ ۱۰ ستمبر کو اسی جہاز پر جنوبی امریکہ جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ چین۔ جاپان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ پرتلسوں کو آسٹریلیا بہت پسند آیا چنانچہ انھوں نے اپنے اپنے روزنامے میں لکھا ہے کہ ”وہاں کے بعد ہم آسٹریلیا بڑا پسند آیا۔ ایڈلیڈ میں آپ سیر کو جا رہے تھے۔ شہر کے باہر کوئی ایک بزرگ صورت ایک بڑا سا جھنڈا لٹے ہوئے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ گھوڑا بدکا۔ بڑھا بے چارہ بے طور گرا۔ آپ فوراً گاڑی سے اترے اور اس شخص کو اٹھا کر کمال مہربانی سے پوچھا: ”کہیں آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟“ اللہ پانی گاڑی میں اُسے بٹھلا کر سرائے تک پونہ چا دیا۔ (۴۷۷، ۴۷۸) میل کا سفر طے کر کے آپ امریکہ کو پلو کو ہامہ (جاپان) پونچے۔ جہاں جاپان کے بادشاہ میکاڈو نے آپ کے نزول اجلال کے لئے ایک شاہانہ محل آراستہ کر رکھا تھا۔ آپ کو شاہانہ جلوس کے ساتھ اُس محل میں پونہ چا دیا گیا۔ باہمی ملاقاتوں کے علاوہ بڑی خاطر مدارات ہوئی۔ شہر میں روشنی کی گئی۔ رعایا نے بھی آپ کا شاہی اعزاز کیا۔ آپ نے شہر مقامات کی سیر فرمائی اور مختلف کھیل تماشے ملاحظہ فرمائے۔ آسٹریلیا سے جو عیب و غریب جانور ہمارا لاے تھے وہ شاہ میکاڈو کو بطور تحفہ دیئے۔ شاہ میکاڈو کو مع جاپانی افسروں کے جہاز پر دعوت دی گئی۔ جاپان میں ہاتھ کدوائے کا بہت رواج ہے آپ نے بھی ہاتھ کدوا دیا۔ یہاں پردوں کے پھول بڑی نفاست سے بنے ہیں آپ نے

بھی ایک گلدستہ نو اکرائی والدہ ماجدہ کے لئے بھجوایا۔ آخری نومبر میں آپ
 بیکانٹی جہاز چھوڑ کر فلالی نامی جہاز پر سوار ہو کر چین کی طرف روانہ
 ہوئے۔ جہاں آپ کے واسطے بڑی بڑی تیاریاں کی گئیں تھیں شینگھائی
 میں آپ نے شکار کھیلا۔ ہانک کانگ میں کرسمس ہوا۔ نوروز کو سنگاپور
 روانہ ہوئے۔ یہاں آپ کی مدارات میں چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ جب سیام
 پونہچے تو بادشاہ کی دختر لورن خود مختار شاہزادے اور دانیان ریاست استقبال
 کو آئے۔ بادشاہ سیام نے ملکہ معظمہ کے نام خط دیا اور طلائی طشت نذر بھجوایا
 اور شہزادوں کو چھوٹے چھوٹے خوب صورت طلائی پیالے دیئے۔ سلطان جہوپور
 نے آپ کو بڑے اہتمام سے اپنا مہمان کیا جہاں بودھ مذہب کے مندروں اور قدیم
 عمارتوں کا آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ سفر بیت المقدس یکم مارچ ۱۸۸۲ء کو پرنس
 سوئیز پونہچے جہاں ایم۔ ڈی۔ پرنس جو اسماعیلیہ میں آپ کا منتظر تھا۔
 نہر سوئیز کا راستہ صاف کر رکھا تھا۔ دروز بعد اسماعیلیہ پونہچے اور جب تک
 بیکانٹی جہاز اسکندریہ میں داپس نہیں پونہچا خود یومصر کے مہمان رہے جنہوں
 نے آپ کے استقبال اور مہمان داری کی بڑی تیاریاں کیں تھیں۔ احرام مصر
 کی سیر فرمائی۔ بڑے مینار پر جب شہزادوں نے شام کی سیاحت کے
 زمانے کے اپنے والد کے دستخط دیکھے تو وہیں دونوں بھائیوں نے اپنے
 دستخط بھی کر دیئے اور اس سنگین پختہ عمارت کو ملاحظہ فرمایا جہاں بڑے بڑے
 بادشاہوں اور نامور لوگوں کی نعشیں سزاوردں برس سے ایسا سالانہ محفوظ
 کی گئی ہیں جو اب تک صحیح و سالم معلوم دیتی ہیں اس سیاحت میں برکش لے
 سمراہ رکاب تھے جو مقامی حالات سے آپ کو واقف کرتے جاتے تھے۔ خدیو کی
 کشتی میں آبشار کا ملاحظہ فرمایا۔ پھر قسطنطنیہ میں خاص طور پر ملاقات ہوئی جس
 میں آپ نے خدیو کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا فرمایا۔ یہاں سے بیت المقدس
 تشریف لے گئے۔ میجر کانڈی جو ۱۸۷۲ء میں آپ کے والد کے ساتھ اس
 سفر میں تھے وہی شہزادوں کی سمیت میں بھی تھے۔ سب سے پہلے جاف
 اُترے۔ آخر مارچ میں پرنس کانسل کے ساتھ ملاقات شام کا سفر کیا۔

مستر مور نے جو آپ کے والد کے ساتھ بھی رہے وہاں کی سیر کرائی۔ آپ کی سیاحت کے متعلق ملکہ معظمہ نے سلطان اعظم کو ایک اشتقاق نامہ لکھا کہ ”ان شہزادوں کو وہ تمام مقامات متبرکہ دکھلائے کی اجازت دیجیے گا جو ۱۸۶۲ء میں ان کے والد ایلبرٹ ایڈورڈ کو دکھلائے گئے تھے۔ چنانچہ سلطان اعظم کی جانب سے لمبا ظروا بطو اتحاد خاص ہر ایک موقع پر پرسوں۔ کئے شایان شان خاطر مدارات کی گئی زروف پاشا مع ایک دستہ فوج یوشم سے حیران پر استقبال کے لئے موجود تھے جنھوں نے نہایت عمدگی سے مقابرو معاہد کی سیر کرائی۔ حیران میں آپ نے تارپین کا وہ درخت دیکھا جو حضرت ابراہیم کے نام سے مشہور ہے جس پر پرنس جارج چڑھے بھی چنانچہ اس درخت پر چڑھنے کے ساتھ ہی وہ تمام قدیم واقعات جو انجیل مقدس میں درج تھے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ وہاں سے بیروت واپس ہوئے اور سلطان ترکی کے علاقے سے رخصت ہونے سے پہلے بذریعہ تار سلطان اعظم کی مدارات کا شکریہ کرتے ہوئے زروف پاشا اور احمد علی بیگ مصاحبین کی خدمات کا اعتراف بھی فرمایا اور مصاحبین کو تحفے اور تحائف بھی عطا فرمائے۔ ایٹھنصر دار الحکومت یونان جاتے ہوئے بفر کی تکان کے سبب دروس اور تپ کی بیماری سے پرنس جارج کا مزاج و ہنج کچھ ناساز ہو گیا اور اسی حالت میں الرشی کو جہاز ایٹھنصر پہنچا۔ شاہ یونان مع ملکہ جہاز پر استقبال کو تشریف لائے اور فوراً شاہی ڈاکٹر کو مقرر کیا جو کہ مزاج عالی بے حظ تھا پرنس ایلبرٹ کو کمر کو اپنے ساتھ لے گئے جہاں وہ ماموں مانی سے ملے اور ایٹھنصر کے علاوہ الیکٹرک کے مناظر بھی دیکھے۔ ۱۸۶۲ء کو کریٹ ہو کر بحر الکامل کی کشتیوں کی وفد دیکھی۔ امتحان سر پر آپ پہنچا تھا صرف دو مہینے رہ گئے تھے مارجن کو کر فیو روانہ ہوئے ولنا اور جبر الطر کی سیر فرماتے ہوئے بندرگاہ لتربل پہنچے۔ اس جورن پر آپ کے والد والدہ اور چند ممبران خاندان شاہی لینے گئے تھے۔ جہاز سے اتر سب کے سب ملکہ معظمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۸ اگست کو آرج لبشپ آف سیٹ نے دینیات میں آپ کا امتحان لیا اور آپ کی

اعلیٰ قابلیت سے سرور ہوئے اور اسی دن سہ پہر کو ونگھم گرجا میں دونوں
شہزادوں کی کنفرمنیشن کی رسم ادا ہوئی جس کے خاتمہ پر آرج بشپ نے ایک
جامع اور مانع اور موثر تقریر کے خاتمے پر ارشاد فرمایا: "وہ شہزادو! خدا کرے
تمہارے ہاتھوں وہ باتیں ظاہر ہوں جو سچی شہزادوں کے سزاوار ہو سکتی ہیں۔ کام
کرنے کے لیے آپ کے سامنے ایک وسیع میدان ہے اور بہت کچھ بھلائی کر سکتے ہیں۔"

ایکٹولسیف یعنی کاروباری زندگی | پرنس جارج جب اپنے بھائی
پرنس وکٹر کے ساتھ جہازی

تجربہ اور دنیا کے بہت سے حصے کی سیر فرما چکے تو بڑے بھائی تو ولی عہد تھے ہی
آپ نے اپنے لیے مجری ملازمت کو پسند فرمایا۔ یکم مئی ۱۸۸۶ء کو آپ کینٹ ڈاجاز
کے فٹنٹ ہوئے۔ ۱۸۸۹ء میں ٹارپیڈ وینر (۷۹) کے کمانڈر ہوئے۔ (رجن ۱۸۹۰ء)
تو تھیں کے کمانڈر ہوئے۔ جب اتفاق ایک دن آپ کا جہاز سائونیکا
میں کولہ لینے کے لیے لنگر انداز ہوا تو وہاں کے ایک مقامی ترکی پاشا نے یہ سن کر
کہ ملکہ معظمہ کا پوتا اس جہاز پر ہے ونگیشن سے مل کر پرنس سے ملنے کی خواہش کی۔
کپتان نے آپ کو بلو اٹھجیا آپ کو ملا بھر دار ہے تھے۔ بے کپڑے بدلے ویسے ہی
فوراً چلے آئے۔ ترکی افسر نے آپ کے سیاہی آلود لباس کی وجہ سے آپ کو نہیں
پہچانا اور متعجب ہو کر کہا کہ یہ کون ہیں؟ میں تو شہزادے سے ملنا چاہتا ہوں۔ کپتان
نے کہا یہی پرنس جارج ہیں۔ ترکی افسر۔ العدا اکبر بادشاہ کا پوتا اور یہ کام! کپتان۔
خدمت سے عظمت ہے اور اداے فرائض میں چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔
ترکی افسر۔ سچ ہے۔ "ہر کہ خدمت کر دے اور مخدوم شد"

بے شک یہ ایک عمدہ مثال ہے مبارک ہو وہ ملک جہاں کے فرماں رواؤں کی
یہ حالت ہو اور یہ دنیا میں نام آدری پیدا نہ کریں گے اور ترقی نہ کریں گے تو کون کرے گا۔
تھیں جہاز کی کپتانی کے زمانے میں کسی ایک دوسرے جہاز پر ایک شخص ملازم تھا
جو اپنی نافرمانی اور جہلنی کے سبب کئی دفعہ جہاز لانے دینے کے علاوہ قیدی بھی تھیں
چکا تھا چنانچہ اس کے اعمال نامے میں ان امور کا انراج تھا۔ اس کی حالت پر
ترس کھا کر اس کو اپنے جہاز پر بدلوایا اور اس کا اعمال نامہ دیکھ کر کہا دیکھو یہ باتیں

ایک بہادر سپاہی بسکے لیے کسی نازیبا ہیں اگر تم مجھ سے چکا وعدہ کر دے اب سے ایسے کام نہ کرو گے تو تمھارے اعمال نامے کی کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ آپ کی ہم دریا کا اُس پر اتنا بڑا اثر ہوا کہ اُس نے اپنی ساری حرکات ناشائستہ سے توبہ کر لی آپ نے اُسی وقت اُس کا اعمال نامہ اُس کے رد و برد ہی چاک فرما دیا۔ حسب معمول سر شام سیر سپاہی کو لوگ شہر گئے یہ بے چارہ بھکڑ پراگندہ روزی پراگندہ دل جہاز پی پڑا رہا نہ جب آپ کو اُس کی تنگ دستی کا حال معلوم ہوا تو اُسے بلا کر ایک پونڈ دیا اور کہا کہ تم بھی سیر کر آؤ۔ بالآخر آپ کے اس سلوک کا ایسا عمدہ اثر ہوا کہ وہ بیچ بچ کا ایک نیک اور غنتی شخص بن گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ ترقی کرتے کرتے سیجری کے عہدے پر جا پہنچا۔

۱۹۰۷ء میں شہزادہ جارج جہاز کے مستقل کمانڈر ہو گئے۔

جھک گیا اور فورٹ ولیم آج کیوں جھنڈا ترا
بکسی چھالی ہوئی ہر تجھ پہ کیوں ای انڈیا
کہہ تو ای انگلینڈ ویورپ تجھ پہ یہ کیا قصہ پڑا
کس لیے ملکیں ہر اذوقہ داری ایشیا
کیوں گئی کوچوں میں لندن تیرے نام پر آج
مر گیا یہ کون عالی جاہ کس کا غم ہر آج

شہزادہ ایلبرٹ وکٹر کا انتقال
اور پرنس جارج کی ولی عہدی

ہیں پرنس آف ویلز روتے آہ بھر کر دم بدم
سارا شاہی خاندان ہر مبتلا سے درد و غم
کون سی آئی ہو اول جس سے یوں مرجھا گئے
اور چھوٹے لٹ سائے رنج میں ہیں بے گماں
افسران ملکی و فوجی ہیں مصروف فغاں
رج میں ہر کل رعیت موت تو نے کیا کیا؟
ہیں پرنس آف ویلز روتے ساتھ جس کے رازدار
سُن کے جہاں حال ہر ساری رعایا و لشکار
جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

قیصر انگلینڈ و ہندوستان کے دل پر الم
ہر پرنس ویلز کے دل پر ہوا کوئی ستم
بھول سے چہرے بھوں کے یک بیک کھل گئے
آج میں ملکیں گور ز جنرل ہندوستان
صاحبان ملک کے بازو پہ ہر غم کا نشان
کس کے مرنے نے زمانے کو تہ و بالا کیا؟
یہ جنازہ کس کا اٹھا ہے بعد عز و وقار؟
ہیں پرنس ویلز جس کو دیکھ کر یوں بے قرار
یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہی

اٹھ گیا شہزادہ وکٹر جہاں سے ہے ہے
سلطنت کی آنکھ کے تارے پر یا نہر چھائے
کیسا ہیبت ناک ہے ہر کام تیرا ہی اجمل
اُس کی وہ صورت وہ سن امداد جوانی پا جائے
کر دیا اسی موت تو نے کس کو فانی ہے ہے
بہوئی تصویر اے افسوس یوں خاموش ہو
یا دیکھ کچھ کچھ کون چوستھ کی ماہ جنوری
اٹھوئیں تاج شہزادے کی پیدائش کی تھی
یہ جوانی اور مہ نازت ترا افسوس ہے
اگر جہاں ابو سے ہنبر ہارے ابھی تک تین سال
دیکھ کر شہزادہ مرحوم کا خلق و جمال
کل جو تھا موجود سب میں آج وہ معدوم ہے
تھا امی لاہور میں جو اک شفا خانہ کھلا
واں سے ملتی تھی مریضوں اور بیویوں کو
یہ شفا خانہ بنا جس کے سبب وہ مر گیا
سارے رائل فمیلی میں یہی پہلے شخص تھے
تھیں پرنس ایڈی آف ڈاکان کی لیڈی ہا
پھول کھلے بھی نہ پائے پھول خود کھلا گیا
یہ وہ کم صد نہیں ہے جس کی ہم سب تاب لائیں
کیوں نہ ماریم ہم سے چھین کیوں نہ ہم انہیں
جو خدا چاہے کرے کچھ نہیں انسان کا
یا خدا کے حضرت قیصر کو روز افزوں حیات
ہے پرنس ویلز کو بیٹے کے مدد سے نجات

کیا سخت افسوس ہے ایسے جوان کو موت آئے
عیش و عشرت کا پلاویں قبر کے کونے میں جائے
کس قدر بنام دیکھا نام تیرا ہی اجمل
اُس کی وہ باوقر ساری زندگی گائی ہائے ہائے
وہ نہیں ہے اُس کا غم اُس کی نشانی ہے ہائے
یوں اہل بے ہوش کر دے اُس کو جو دی تھا ہو
تیرے لئے کی ہوئی تھی کسی دنیا میں خوشی
آج اُس بالوں کچھ اپنے دل میں سوچ بھی
پورے تانہ جس کا گھر بگھر افسوس ہے
آئے تھے ہندوستان میں وکٹر فرخندہ خاں
ہند کی ساری رعایا ہو گئی تھی بس نہال
کل جو تھا زندہ سلامت آج وہ مرحوم ہے
آپ کے ہی نام سے اُس کی ہوئی تھی ابتدا
آن میں داں آن کر بروکھ سے پائے تھے شفا
خانہ مرگ نو جوانی سب کے دل پر دھڑکیا
خاندان میں اپنے جوشادی کو راضی ہو گئے
خوٹے ہی سے دن بس لپا رہے تھے مہاراجہ
بیامہ سے پہلے ہی پہلے موت کا دن آگیا
یہ وہ صد نہیں ہے جس کو جلدی بھول جائیں
پر خدا کے حکم سے مجبور ارشد سر جب کا میں
یہاں دنیا میں ہے یہ آدمی کچھ اُن کا
اور پرنس آف ویلز کی بے غم ہے دنیا میں
بخش دے شہزادہ وکٹر کی روح پر صفات

لطف عیسیٰ آسمان پر عامی و غم خوار ہو
مرنے والا ہے اکیلا تو ہی اس کا یار ہو

پرنس ایلبرٹ وکٹر ولی عہد ہونے سے ڈیوک آف کلیئرٹس کہلائے تھے ان کی نسبت ڈیوک آف ٹاٹ کی صاحبزادی پرنس وکٹوریہ یا میری سے ہو چکی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں کرسمس کے تہوار کے وقت آپ کو لچھ افلو انزا کی شکایت تھی اور مزاج بدشاش نہ تھا۔ بعد میں شکایت بڑھ گئی اور ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو بیوفی مرض جان لے کر ہی ٹلا۔ پرنس وکٹر کی جواں مرگی سے سارا خاندان نہیں سارا انگلستان اور ہندوستان ماتم کدہ بن گیا یہ تہراتر اصد مد تھا ایک نوجوان مرگی۔ دوسرے ولی عہد کا اٹھ جانا تیسرے شادی میں خانہ بادی ہو جانا تسلیٰ ہر تو محض اس بات سے کہ یہ مرحلہ ہر کہ وہ کو دہشیں ہے۔ کوئی آگے کوئی پیچھے سب کو یہ سفر نازیر ہے۔ پرنس جارج کو برابر کے بھائی اپنے قوت بازو کے دفعۃً اٹھ جانے کا بڑا قلق ہوا۔ آپ کو جیغہ ضروری جہان کی خدمت پر سے طلب کر لیا گیا۔ ۲۵ مئی ۱۸۹۲ء کو پرنس کو حضور ملکہ مظہر نے ابد و روضہ مقیم کا ولی عہد تسلیم فرما کر ڈیوک آف یارک۔ ایل آف انونیس سکاٹ لینڈ اور بیرن آف کلارنی آئر لینڈ کے خطا بات دیئے۔ ۷ ارجون ۱۸۹۲ء کو آپ نے ولی عہدی کا حلف لیا اور ۱۸۹۳ء میں ہوس آف لارڈز میں آپ بطور ڈیوک آف یارک کے شریک ہوئے۔

شادی | چوں کہ آپ کا سن شریف تیس کے لگ بھگ تھا آپ کی شادی کی نسبت چو طرف خیال دوڑا یا گزرتا رہتا رہتا یہی بات قرار پائی کہ پرنس وکٹر کی سنگیتر سے بہتر اور کون ہے۔ پرنس وکٹر سے سب قرار داد ہو کر ان کی موت نے جو کھنڈرت ڈال دی اشک شوئی بھی ہو چکا تھا۔ ۱۸۹۳ء کو اس انعقاد کا شاہی اعلان بھی نافذ ہو گیا اور ۷ جولائی کی سبھ گھڑی قرار پائی۔ اس شادی کی بہار کا بیان صفحہ قرطاس پر خارج از امکان ہے۔ بڑی دھوم دھام سے جلوس نکلا۔ ساری سڑکیں اور سستے پٹے پڑے تھے۔ شاہ ہمارا کہ زار روس۔ پرنس جبرسن اور دیگر سلطنتوں کے سفیر۔ ہنگرین۔ ہمارا کہ پور قلعہ۔ ٹھاکر صاحب گونڈل۔ ہنگرین۔ سر آغا خاں اور سارے مہران و دودمان شاہی اس مبارک تقریب میں شریک تھے۔ کنگم پلیس میں شاہانہ

دعوت ہوئی۔

اس شادی سے لوگ نہال نہال تھے۔ دو طحا دلہن کے دیدار کے واسطے بے قرار۔ ملکہ معظمہ آجہانی کو اپنی عزیز رعایا کی دل جوئی فرض اولین تھا چنانچہ حضور مہر و محفل کی چھت پر مع دو طحا دلہن کے برآمد ہوئیں اور رعایا کو خوب دل بھر کر دو طحا دلہن اور عوی جوڑے کے دیکھنے کا موقع دیا۔ مسٹر کلپٹر سٹون وزیر اعظم نے ملکہ معظمہ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ۔ دو پرس جارج گوالی کمی سن ہیں مگر چشم بد و دور اپنی صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے سبب رعایا کے دلوں کو مسخر کر چکے ہیں۔ انھوں نے اپنی ساری عمر ملک کی اُس خاص بحری خدمت کی انجام دہی میں صرف کی ہے جس پر اُن کے اہل وطن کو بجا ناز ہے۔

حضور ملکہ معظمہ کا اعلان | چوں کہ ملکہ معظمہ نے اپنے پیارے پوتے کی شادی خانہ آبادی پر رعایا برابرایا کا سچا

جوش اور خوش عقیدتی کو بہت بڑا ہوا پایا آپ نے مراحم خسروانہ سے یفرمان عطا فرمایا۔

”مابدولت اپنی رعایا کے اس جوش مسرت کے اظہار پر از حد خوش ہیں جو انھوں نے ہمارے پوتے کی شادی کے موقع پر ظاہر کی ہے۔ واقعی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیوں کہ ہماری رعایا ہماری شادی و عہد میں سچی ہمدردی کا اظہار کرتی رہی ہے۔ مابدولت اپنی رعایا کی ہمدردی سے بخوبی آگاہ ہیں کیوں کہ ایسا رشتہ اتحاد جو رعایا اور شاہ کے مابین ہوتا ہے استحکام سلطنت کا باعث ہوتا ہے۔ حضور مابدولت اپنی رعایا کی اس دعا میں تہ دل سے شریک ہیں کہ جو ہمارے پیارے شہزادوں کی خوشی اور سلامتی کے لئے وہ منار ہے ہیں۔“

پانچ بجے شام کے قریب ایک چو اسپہ گاڑی میں دو طحا اور دلہن سوار ہو کر سینڈرنگھم کو روانہ ہوئے اور سارے رستے اُن پر بھجولوں کی پھل اور ہوتی رہی کیمر ج میں مبارک باد کا ایڈریس پیش کیا گیا۔ آپ کو جس قدر خطاب ملے اُن کے ساتھ کوئی نقدی عطیات نہ تھے سوائے دیوک آف کارنوال کے کہ اس کی نواکھرو پیہ سالانہ آمدنی تھی۔

آپ کی بیگم صاحبہ کا بھی نواکھ وظیفہ مقرر کیا گیا۔

اولاد

پرنس آف

۲۳ جون ۱۸۹۴ء

فریڈرک آر تھو جارج

(۳) وکٹوریہ الگزنڈرا

ولادت ۲۵ اپریل

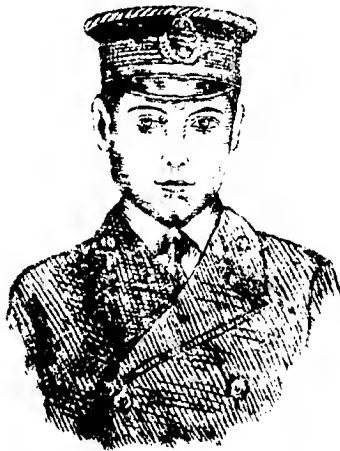
ہنری ولیم

اسٹور مارچ ۱۹۰۰ء

الگزنڈرا اڈمنڈ

(۶) جان چارلس

۱۲ جولائی ۱۹۰۵ء



شاہزادہ ویلز

ویلز ولادت

(۲) ایلبرٹ

پیدائش ۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء

ایلسیری کرسٹی

۱۹۰۶ء (۴م)

فریڈرک ایلبرٹ پرنس

(۵) جارج اڈورڈ

ولادت ۲۰ دسمبر ۱۹۰۱ء

فریسیس ولادت

وفات ۱۹۱۹ء

۱۸۹۷ء میں آپس میں

بیگم صاحبہ کے سرکاری

طور پر آئرلینڈ تشریف لے گئے

شادی سے ولی عہدی تک

گورنٹ ہوس میں جہاں آپ ٹھہرے تھے آئرلینڈ والوں نے ایڈریس پیش کیا بڑی شان دار دعوت ہوئی۔ آپ کوئی ایک ہفتے تک ڈبلن دوا الخلافہ آئرلینڈ میں تشریف فرما رہے اور مختلف مقامات کی سیر فرمائی اور مناسب تقریریں کیں۔ پھر ۱۸۹۹ء اور ۱۹۱۱ء میں پریوٹ طور پر آئرلینڈ کی سیر کو تشریف لے گئے۔ بیسویں صدی کے شروع میں بحر ہند وغیرہ کی نوآبادیوں میں سلطنت کے اعلیٰ تعلقات کے متعلق بائبل نئی تحریکیں شروع ہوئیں دہر دور کے علاقوں سے جنرل گارٹون کی مدد اور خرطوم کی واپسی کے لئے فوجیں بھیجیں جن میں نہ صرف آئرلینڈ اور کینڈن ہی شامل تھے بلکہ نیوزیلیڈ، لنکا، طسمانیہ اور سنگاپور کی پلیٹیں بھی شریک تھیں چنانچہ ان نوآبادیوں کے لوگوں نے اپنی وفاداری اور نمک حلائی کے صلے میں پارلیمنٹ ملنے کی

خواہش کی یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو کوئین وکٹوریہ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اعلان فرمایا کہ جزائر نیو سووڈ و یلڈ وکٹوریہ یا جنوبی وغربی اسٹریلیا کو کمینٹر لینڈ اور طسمانیہ کی ست متحدہ آسٹریلیین کامن ویلتھ کے نام سے عطا کی جائے جس کے افتتاح کے لیے پرنس جارج ڈیوک آف یارک مقرر ہوئے لیکن اسی اثناء میں کوئین وکٹوریہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا اور خیال ہوا کہ اب شاید پرنس نہ جاسکیں لیکن آخر کار یہی بات ٹھہری کہ ملکہ آنجنانی کے فرمان کی تعمیل ہونی چاہیے اور ملک معظم ایڈورڈ ویکٹم نے عنان حکومت اپنے دست قدرت میں لیتے ہی ارشاد فرمایا کہ ”مابدولت کو اگرچہ اس زمانے میں اپنے تخت جگر کی جدائی شاق ہوگی مگر اس خیال سے کہ والدہ مکرہ کی خواہشات کی تکمیل ہونی چاہیے اور چوں کہ انھیں اور ان کے ساتھ مابدولت کو بھی اپنی رعایا کے آزدیے پورے سے خاص دل دینی ہے اس لیے ہم نے قرار دیا کہ آسٹریلیا کا دورہ موقوف نہ ہو بلکہ اس میں نیوزیلینڈ کا دورہ بھی شامل ہو“ پرنس کی روانگی کے لیے اوشٹریائی جہاز آراستہ دیراستہ کیا گیا جس میں چھاپے خانہ لائبریری اور شفا خانہ بھی تھے۔ چھوٹے بڑے افسر ملا کر سو پانسو ہم آہی تھے۔ ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء کو پرنس مع اپنی بیگم صاحبہ کے روانہ ہوئے۔ ۲۰ مارچ کو جبرالٹر میں پونہچے وہاں کے گورنر نے بڑا اہتمام کیا رجبہ اسٹریس مالٹا اور مالٹا سے عدکن پونہچے جہاں پانچ میل تک ٹرک کے دورویہ آرایش کی گئی تھی مختلف مقامات پر عرب سردار۔ سومالی لینڈ کے حکام اور افواج استقبال کے لیے موجود تھے مختلف سلطنتوں کے جہازوں سیمروں پر ویلیکم (خوش آمدید) کے پھریرے اڑ رہے تھے۔ اوز کے پونہچتے ہی (۳۱) توپوں کی سلامی ہوئی۔ عدکن میں اپنے آتش خیز بھاری چٹول اور تالابوں کی سیر کے بعد شہر کے مشہور مقامات ملاحظہ کیے جس کے بعد سٹرائیسی وٹشائے ایڈریس پیش کیا اور پرنس کی طرف سے اکابر اور مقام کو دعوت دی گئی یہاں سے سیلون روانہ ہوئے۔ کلیمبو پونہچے پر شینگھائیوں نے ایڈریس پیش کیا مختلف مقامات کے ملاحظہ کے

بعد در باند عام ہوا جس میں والیان ریاستہائے سیلون نے اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا۔ عربی پاشا جو بطور امیرِ سلطانِ یہاں تھے وہ بھی باریاب ہوئے۔ جس کو معاف فرما کر اپنے وطن بلوفسٹھجوا دیہ۔ سنگاپور میں سلاطین ملایا سے ملاقات ہوئی۔ سنگاپور کے گرد کے جزائر کی بھی سیر فرمائی۔ ۶ مئی کو آپ کا جہاز لمبورن کے بندر پر لنگر انداز ہوا جہاں آسٹریلیا کے چار جہازوں نے سلامی دی اور (۲۵) ہزار لڑکوں نے جو سمندر کے کنارے جمع تھے ہتھ پتھ پتھ کے نعرے لگائے اس موقع پر بے حد مجمع تھا اور گرد و نواح سے پونے چار لاکھ آدمی سمت آئے تھے۔ شاہی سواری کا بڑا بھاری جلوس نکلا ایک بڑا سلسلہ فوج اور نفیس گاڑیوں کا تھا شہزادے مع خاقان محترمہ کے ایک پرتکلف گاڑی میں سوار تھے آپ کے پیچھے بہت سی گاڑیاں تھیں جلوس کے دوسرے دن نمائش گاہ والے مکان میں دربار لیوی ہوالارڈ ہوپ ٹئون گورنر جنرل نے ایڈمیرل پٹرجس کے جواب میں شہزادے نے فرمایا۔ ”اگرچہ جدہ ماجدہ کی زندگی میں ہی میرا یہاں آکر پارلیمنٹ کا افتتاح کرنا قرار پاچکا تھا مگر ان کے فوری انتقال پر ملال سے سب کو یہی خیال پیدا ہوا کہ شاید میرا یہاں آنا ملتوی رہے لیکن والد مکرم نے اس فرمان کو پورا کرنے کا اعلان اپنی پہلی سپیج میں فرمایا۔ جنگ ٹرینیوال میں جس قدر امداد آسٹریلیا کے بہادروں نے دی وہ بدولت آباد تک بھجوانے والی نہیں۔ آسٹریلیا تاجِ برطانیہ کا ایک درخشندہ جواہر ہے۔ اس کی سرسبزی میں گورنمنٹ انگریزی کی سرسبزی ہے اور اس کی بہتری و خوشی ہمیشہ فرما رہی ہے۔ روئے تختِ برطانیہ کو ملحوظ خاطر ہے۔ اب میں والد مکرم کی طرف سے اس امر کا اظہار ضرور سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو جنگ ٹرینیوال میں ہم دردی کی وجہ سے میں آپ کو متحدہ کاسن دتھ دینے کا اعلان کرتا ہوں تاکہ جو اختیارات اس پارلیمنٹ کو حاصل ہوں ان میں عمل میں لانے میں تاجِ برطانیہ کی خیر خواہی اور اراکتِ ہندی کو ترقی ہو اور اخیر میں ہم احکم الحاکمین خداوندِ عالم و عالمیاں سے دعا کرتے ہیں کہ یہ اتحاد جو آسٹریلیا اور گورنمنٹ انگلشیہ کے مابین قائم ہوا ہے۔ رعایاے آسٹریلیا کی ترقی اور بہبودی کے حق میں اور بھی مفید ثابت ہو اور اس گورنمنٹ عالیہ کو اور بھی قوت ادا استحکام حاصل ہو۔“ پھر گومینز لیبٹرنیو سویتھ و پلرز کے صدر مقامات کے دورے کے بعد جسزائر

مارشش۔ جاوا۔ نیوزیلینڈ۔ کیوبک۔ طسمانیہ وغیرہ دیکھے۔ جنوبی آسٹریلیا
 سے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے راستے میں جزیرہ مارشش میں چار
 روز قیام رہا۔ ۱۳ اگست کو ڈرن پونچ کر سرکاری خوج کا ملاحظہ کیا جس میں لارڈ کیننگ
 بھی شریک تھے۔ زولو قوم کے بچپن سرداروں نے سلامی دی چوں کہ بوسندوں
 سے جنگ چھڑے تھوڑے ہی دن گزرے تھے اس لیے درباری تقریریں آپ
 نے فرمایا۔ دودھ اکبر زمانہ جو بڑے بڑے غموں کو بھلا دینے والا ہے یہاں کے باشندوں
 کو طبی کامل صبر عطا فرمائے اور یہ ملک جلد ان مصائب سے نجات پائے۔ سرداران
 حبش کے ایڈریس کے جواب میں فرمایا۔ دہماری وادی صاحبہ آں جہانی کو جو محبت
 اپنی رعایا سے تھی والد کرم بھی اسے بوجہ حسن قائم رکھیں گے انھوں نے اپنی والدہ
 محترمہ کا برتاؤ رعایا سے دیکھا ہم ان شاء اللہ ان کے قدم بقدم چلیں گے اور انھیں
 کی مثال کامونہ ناکر حبش کی رعایا پر خاص توجہ مبذول فرمائیں گے یکمپٹوں
 کے لڑکوں کی دعوت ہوئی انھوں نے بڑے خلوص سے ایک ٹھوآپ کو نذر دیا کہ
 ”یہ ناجیز تحفہ اپنے شہزادے پرنس ایڈری (موجودہ دلی عہد ملک معظم جارج پنجم) کے
 لئے قبول فرمائیے۔“ یہاں کی یونیورسٹی نے آپ کو چفیسٹر تقرر کیا۔ یہاں آپ کیسٹ
 گئے جہاں لارڈ منٹگو گورنر جنرل تھے (جو ہندوستان میں بھی نائبہ ۱۹ء تک گورنر
 جنرل رہے) اس نوآبادی کے دارالصدر کیوبک نے بھی ایڈریس دیا اور
 یہاں کی شہر یونیورسٹی نے آپ کو ایل ایل ڈی کی ڈگری دی۔ شہر تارینچی
 مقامات کی سیاحت کے بعد آٹما وہ یونیورسٹی اور دیگر درسگاہوں کو ملاحظہ فرمایا
 پھر ونگوورا اور وکٹوریا دیکھنے کے بعد اس لیے سفر کا خاتمہ ہوا۔ واپسی کے وقت
 آپ ٹارنٹو۔ آبشار نیپرا گراڈیکہ کرنسٹنٹن بکر سینٹ لارنس پونچے۔ ۱۹
 اکتوبر کو سیلیٹیکس اور ۲۲ کو نیو فونڈ لینڈ پہنچے پھر اخیر والعافیت وطن حلال
 ہوئے۔ چوں کہ ۹ نومبر ۱۹ء کو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کو باقاعدہ طور پر
 دلی عہد امدارل آف چیپٹر تقرر کیا گیا تھا اس لیے لندن کی تشریف آوری
 پر آپ کا جلوس شاہی حیثیت سے بڑی دھوم دھام سے نکلا۔ سفر سے واپسی پر
 گلڈ ہال میں آپ نے ایک مہجرتہ الارا اسپچ فرمائی جس میں سفر کے تجربات نوآبادیوں

الائت اور وہاں کے لوگوں کی وفاداری اور خیر خواہی کے حالات حسب وطنی راجہ
ہزار فوج کی قواعد و سب کیتھیں مفصل بیان فرمائے کے بعد آخر میں یہ فرمایا کہ اگر
ہمارے انگلستان کے کاریگر ان لوگوں کی ضرورت کے مطابق مال تیار کریں اور
ان منڈیوں کو ہاتھ میں رکھیں تو معقول فائدے اٹھا سکتے ہیں اس کے بعد آپ
چند سال وطن میں رہے۔ اگرچہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ سلطنت کے ان حصوں
کو دیکھیں جو باقی رہ گئے ہیں لیکن ملک معظم کی ناگہانی علالت کی وجہ سے جشن تاج پوشی
مکمل ہو گیا تو ایسی نازک حالت میں آپ کیسے جاسکتے تھے۔

دلی عہد کی حیثیت ہندوستان کی سیاحت

جب آپ تاج پوشی کے دربار پر باضابطہ دلی
مقرر ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے خواہش
ظاہر فرمائی کہ آپ ہندوستان جا کر دیکھیں خانیجہ
لارڈ کرزن وائسرائے نے یکم جنوری ۱۹۰۵ء
کی دربار تاج پوشی کی پہنچ میں اس بات کا اعلان

فرما دیا تھا۔ ملک معظم نے اواخر ۱۹۰۵ء آپ کی سیاحت کا وقت مقرر فرمایا اور یہ
بھی مزید اہل ہند کو سنایا کہ آپ کی لیڈی صاحبہ بھی ساتھ ہوں گی۔ ریلوے نامی
جہاز جس میں ڈیوک آف کانٹا ہندوستان تشریف لائے تھے وہی آپ کے
لیئے آراستہ کیا گیا جس میں کھانے۔ سونے۔ نشست۔ تاج۔ ہسپتال۔ میسرے
اور دیگر ضروریات کے کمرے جدا جدا سجائے گئے۔ آپ کے صحابین میں سر
والٹر لارنس اور کئی نامور اصحاب تھے اور اسی طرح لیڈی صاحبہ کے ساتھ چند نامور
لیڈیاں تھیں۔ ملک معظم نے آپ کی سیاحت کا تفصیلی پروگرام اپنی ذاتی نگرانی میں
مرتب فرما دیا تھا اور یہ بھی اعلان فرما دیا تھا کہ کوئی تحفہ قبول نہ کریں گے البتہ نیو نیپالوں
اور دیگر جماعتوں کے ایڈریس مع شکٹ (منہ و بقی) کے منظور فرمائیں گے۔

۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو آپ کا جہاز مع خدم و حشم کے سہ پہر کے وقت بندرگاہ بمبئی میں پہنچا سلاٹ
اور لیڈی کرزن اس مقام پر آپ کے لئے موجود تھے۔ انریبل سرفروغ شاہ مہتمم نے
کارپوریشن کی طرف سے مبارک باد کا ایڈریس پڑھا جس میں اس طرف بھی
استعارہ تھا کہ دشنہ شاہ سلیم شاہی خاندان کی پہلی لیڈی ہیں جنہوں نے سدرین

ہندوستان کو اپنے قدوم سمیت لزوم سے مفتخر فرمایا۔ ولی عہد بہادر کا جواب۔ وہ کوئی بیس برس ہوئے ہوں گے جب کہ والد مکرم نے اس جگہ تقریر فرمائی تھی۔ اگرچہ ان کی سیاحت کا نام نہ مثل خواب ہی مگر وہ اس کو فراموش نہیں کرتے وہی اشتیاق مجھے بھی کشاں کشاں لایا ہوا میں تہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے اس خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔ والد مکرم کے قدم بقدم چلنے سے اس بارے میں ہم پرانی روایات کو مستحکم کر دیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ ہماری آیندہ تسلیس بھی اس کی تقلید کریں گی۔ میں نے پندرہ گوار اور جدہ ماجدہ سے ہندوستان اور ہندوستان والوں سے محبت ترک نہیں پائی ہے اور ایام طفولیت سے ہندوستان کے ساتھ مہربانی سے ملنا خوش اخلاقی اور بہادری کو منسوب کرتے آئے ہیں اور ہم بو بوق کہتے ہیں کہ یہ ابتدائی خیالات آیندہ چند ماہ کے تجربے سے اور مضبوط ہو جائیں گے۔

بچی میں شان دار جلوس کے علاوہ پبلک نے نہایت پر جوش استقبال کیا۔ دایان ریاست۔ ہندو مسلمان پارسی جٹلینوں سے ملاقاتیں کیں۔ کئی بلوں (پتلی گھر) اور خاص خاص حرفتی کار خالوں کو ملاحظہ فرمایا ایک عالی شان دربار میں شرکت فرمائی اور چھ روز کے قیام کے بعد اندور تشریف لے گئے یہاں سرکار عالیہ سیکم صاحبہ بھوپال، مہاراجہ صاحبان ریوال۔ اور چچا۔ دیتا۔ چرکھاری اسے ملاقات فرمائی اور ایک شان دار دربار میں ان دایان کو تسخ پناہ جو ملک معظم نے بھجوائے تھے۔ رزیدنسی میں ایک گارڈن پارٹی ہوئی جس میں مہاراجہ دیتا کے ایک ہاتھی نے خوب خوب کرتب دکھائے۔ شام کو غائب کو کھانا کھلایا گیا۔ ملکر کے رسالے اور بھوپال کے لائسنز کی قواعد بہت پسند آئی۔ ملک معظم کی یادگار میں کنگ ایڈورڈ ہال کا افتتاح فرمایا۔ اودر پور میں آپ نے زرہ بکتر والے بہادر سپاہی اور تیس گھوڑوں سائینوں اور ہاتھیوں پر سواری ملاحظہ فرمائے۔ ہنر ہائیس کی صرف ایک ہی رانی سن کر اور نیز ان کی قادر نشانی بازی پر حسین و آفرین کی۔ بیس خورد سال ٹھا کر صاحب بیدالہ بھی باریاب ہوئے جو وہی تلوار لگاے ہوئے تھے جو ان کے والد کو غصہ کی وفاداری خدمت کے صلے میں ملی تھی۔ اودر پور کی تحصیل کا نظارہ بہت پسند آیا۔ جی پور۔ ہنر ہائیس مہاراجہ صاحب بہادر کو دلایت میں شرف باریابی حاصل ہو چکا تھا یہاں شاہی وقت

کے علاوہ شیر کا شکار بھی ہوا۔ بہاراجہ صاحب نے آپ کی تشریف آوری کی یادگار
 میں انڈین فینین رلیف فنڈ میں عطیہ سابقہ کے علاوہ تین لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔
 ہزار کیس اپنی تلوار نکال کر آپ کے قدموں پر رکھ دی۔ سیرکانہ پیر بہاں کے مہاراجہ
 صاحب کو بھی ولایت سے نیاز حاصل تھا بڑا پر جوش استقبال ہوا جنگلی کبوتروں اور
 سور کا شکار ہوا۔ آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں اپنی فوج کا لقیہ نصف حصہ
 بھی امپیریل سروس میں دے دیا۔ شانہ امیہ صاحب نے سیرکانہ پیر کیل کو
 کی تعریف فرمائی۔ لاہور یہاں فٹنٹ گورنر بہادر پنجاب اور دیگر حکام کے علاوہ والیان ریاست
 ہائے کشمیر۔ بیٹالہ۔ بہاولپور۔ جہلم۔ نابہہ۔ کیپور قلعہ۔ منڈی۔
 سر مور۔ مالیر کوٹلہ۔ فریڈ کوٹ۔ چمبر۔ سکیت وغیرہ استقبال
 میں شریک تھے۔ سارا شہر آراستہ تھا۔ میونسپلٹی اور پنجاب ایسوسی ایشن کی
 طرف سے ایڈریس پیش ہوئے۔ شہر میں بھی جلوس نکلا۔ والیان ریاست اور
 بعض معززین کو شرف باریابی دیا گیا۔ چھانڈنی میاں میہر میں فوجی قوا اور ملاحظہ
 فرمائی جس میں ریاستوں کی فوجیں شامل تھیں۔ راجہ کے چار روزہ قیام کے بعد
 لٹ اور کامبر آبا۔ یہاں تمام سرحدی رؤساء و قبائل حاضر تھے۔ آپ نے
 ڈرہ خیبر۔ لنڈی کوتل۔ علی مسجد وغیرہ سرحدی مقامات کو بھی ملاحظہ فرمایا۔
 آفریدی جروگوں نے نہایت قلوب و عقیدت سے عرض کیا کہ ہمارے سردار
 ہماری جائدادیں حضور پر نشان میں اور اپنے دستور کے موافق شہد کے چھتے
 اور بھیڑیں نذروں۔ راولپنڈی میں لارڈ لجنر کمانڈر ان چیف نے
 آپ کو ۲۵۰ ہزار فوج کی مستحق جنگ دکھلائی۔ جموں میں بڑی دھوم دھام
 رہی دعوت اور روشنی بڑی پر لطف تھی۔ آپ کی تشریف آوری کی یادگار
 میں پرنس آف ویلز کا کج قائم ہوا۔ غراب کو کھانا کھلا یا گیا۔ آپ نے ہزار
 امپیریل سروس ٹرپس کا ملاحظہ فرمایا۔ امرتسر میں دربار صاحب کا
 شہر سنہری مندر اور خالصہ کالج ملاحظہ فرمایا اور ایڈریس قبول فرمایا۔
 جس کیسٹ میں ایڈریس تھا اس پر دربار صاحب کا نہایت خوب صورت
 نقشہ کندہ تھا۔ دہلی۔ تاریخی مقام پر۔ قلعہ قطب صاحب کی لائٹ۔ جلوں و

صفدر جنگ کے مقبرے۔ جامع مسجد۔ غدر کی یادگاروں میں سے فلیگ سٹاف ہاؤس
 ہندو راؤ کا مکان سب جھبیس ملاحظہ اندیس سے گزریں۔ مقامی رو سا جی
 باریاب ہوئے۔ آگرہ۔ بڑی چیز۔ تاج گنج اور دوسری مشہور عمارتیں مثل قلعہ
 و مقبرہ اعتماد الدولہ سکندرہ وغیرہ ملاحظہ ہوئیں اور ملکہ و کٹوریہ کے سنگی مجسمہ کا
 افتتاح فرمایا۔ ۲۰ دسمبر گوالیار۔ یہاں کے بہاراجہ سے بھی آپ کی پہلی ملاقات تھی
 آپ نے ایک بہت بڑا نادرجلوںس ہاتھیوں کا نکالا۔ ہاتھیوں کے روپہلی سنہری
 ہودے اور عماریاں اور ان کی سجاوٹ اور جھل جھل کرنی ہوئی چھوئیں گئے
 عجیب کردار اور ایک نادر نظارہ تھا۔ دوسرے دن دربار میں نہر بانیس تعظیماً
 اپنی سند سے نیچے آئے۔ فوجی قواعد دکھائی اور اس خوبی سے کام کیا کہ
 لوگ دنگ رہ گئے۔ ریاست کے دعوہہ کالج دکھلائے۔ پھر شکار ہوا جس میں
 آپ نے ایک شیر مارا۔ بڑا دن بھی یہیں ہوا۔ شب میں بڑی بھاری دعوت ہوئی
 لکھنؤ میں سمریس لالٹوش لفٹنگ گزرنے سے تعلقہ دار صاحبان اودھ
 استقبال کیا۔ بڑا بھاری جلوس نکالا گیا جس کے بعد رزیدنسی اور دیگر مشہور عمارت
 کا ملاحظہ ہوا اور تعلقہ دار صاحبوں کا ایڈریس قبول فرمایا۔ یہاں آپ نے شاہ مینا
 کے میدان میں ٹڈیکل کالج کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا
 جو تعلقہ داران اودھ نے آپ کی تشریف آوری کی یادگار میں قائم کرنا تجویز کیا
 تھا اور جس کے لئے سر ہارٹ کورٹ بیلر جوڈیشل سکریٹری موجودہ لفٹنگ گزرنے
 بہادر نے بڑی سعی فرمائی اور تعلقہ دار صاحبان اودھ کی دریا دلی سے بارہ لاکھ
 روپیے کی خطیر رقم ایک قلیل عرصے میں جمع ہو گئی۔ اس چندے میں بڑی بھاری
 بھاری رقمیں راجہ سر تصدق رسول خاں۔ راجہ سر علی محمد خاں محمود آباد اور بہاراجہ
 صاحب بلرام پور کی تھیں۔ ۲۹ دسمبر سے ۶ جنوری تک کلکتہ مقام ہال لارڈ متھو
 گورنر جنرل نے مراسم استقبال کے ساتھ ایک ایڈریس پیش کیا۔ امپیریل
 کیڈٹ کور کے ممبروں کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ گورنمنٹ ہوس میں
 ایک دربار یوپی بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوا جس میں بڑے بڑے مقامی لوگ حاضر
 تھے۔ حضور نے گنگزاولن رچمنٹ کو چنڈیہ تقسیم فرمائے۔ گنڈو دوڑ

ملاحظہ فرمائی۔ یکم جنوری ۱۹۷۶ء میں کلکتہ میدان میں بڑی بھاری پریڈ ہوئی اور دوسرے اسی میدان میں ہندوستانیوں کے کھیل تماشے اور جلسے ہوئے۔ کلکتہ کے صوبہ کے روسا کے علاوہ تہمت کے تاشی لاسہ۔ بھوٹان اور سکیم کے روسا بھی موجود تھے۔ وکٹوریہ میموریل ہال کا سنگ بنیادی رکھتے وقت حضور نے ارشاد فرمایا ہم یہاں آج ایک بہت بڑے سچ و محنت کی یادگار قائم کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس موقع اور قلموں ملک میں مجھ کو اور میری ٹیم کو تقریباً ہر ذرا اس بات کا ثبوت ملتا رہا کہ ہندوستان کس وسیع طریق پر اپنی اول ملکہ قیصرہ کی محبت کا جواب دیا ہے۔ اس عجیب و غریب طریقہ، اظہار شکر گزاری نے ہمارے لئے ایک لازمی طور کے فخر اور گرم جوشانہ اسیدوں کو پیدا کر دیا ہے۔ تاج محل جس نے ہم کو سرور و مفتون کر دیا اپنی خوبیوں میں آپ ہی نظیر ہی لیکن آئندہ نسلوں کے زمانے میں ایک بہت بڑی ملکہ کی یادگار جس کی ہم دردی نے فاصلے اور وسعت کی دیواریں توڑ دیں ایک سورخ کے دل میں ویسے ہی خیالات پیدا کر دے گی جو تاج محل کو دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

مہاراجہ سر رامیشور سنگھ بہادر آف درجہنگ نے شہزادہ والا جاہ کے حضور میں ایک لاکھ روپیہ کی گرانٹ در رقم اس غرض سے پیش کی تھی کہ حضور جس کا خیر میں پسند فرمائیں اسے لگا دیں۔ اس میں سے نوے ہزار روپیے آپ نے مکمل کالج کو مرحمت فرمائے۔ کلکتہ سے دارجلنگ دیکھ کر فرجنوری کو آپ بارک پور میں رہے اور پرمحاجا جاتے جاتے دو دن رنگول میں اقامت فرمائی۔ مانڈلے۔ میں آپ نے ہاتھیوں کے جنگل سے بڑی بڑی شہتیریں لائے اُن کے اٹھالے اور چڑھالے کے عجیب و غریب کام دیکھے کہ حضرت انسان بھی حیوانات کو کس طرح سدھا کر اپنے قابو میں کر لیتے اور کس خوبی سے اپنا کام نکالتے ہیں۔ مانڈلے جو ہزار مندروں کے لیے مشہور ہے یہاں کے مشہور شوے ویگن اور ارکان کے مند حضور نے ملاحظہ فرمائے۔ یہاں کی جھیلوں اور دلدلوں میں بطون کا شکار ہوا۔ مدراس۔ یہاں کے گورنر لارڈ ایکسٹنٹھل نے مع والیان ریاست کے استقبال فرمایا۔ گوئڈ (ایک جنگلی قوم) لوگوں کا عجیب و غریب ناچ آپ کو ملاحظہ فرمایا گیا۔ شاہی دعوت۔ جلوس اور روشنی سب قابل دید تھی۔ میسور۔ دعوت ہوئی۔ ٹیکنیکل کالج سرنگاپٹن میں حیدر علی خاں

اور میسوپو سلطان کا مقبرہ ملاحظہ فرمایا اور ہاتھیوں کی گرفتاری کا تماشا جو کھیند اگلاتا
 ہوا بڑی بہار کا تماشا ہر دیکھا۔ ہر فردی کو حیدر آباد و کن ہندوستان کی سب
 سے بڑی ریاست میں قدم رنجہ فرمایا۔ ریلوے سٹیشن پر حضور پرنور اعلیٰ حضرت
 ہندگان عالی شعالی نواب میر محبوب علی خاں بہادر مرحوم و معذور نے بنفس
 نفیس استقبال فرمایا۔ جلوس سے سواری آئی دوسرے دن صبح سویرے
 سکندر آباد میں جو بڑی فوجی چھاؤنی ہر پر پڑھوئی جس میں کوئینز اورن جسمینٹ
 کو جہتے تقسیم کیے گئے۔ حضور پرنور آباد جو دہلی صاحبزادی کی سخت علالت کے
 نہایت استقلال سے غریب رہے اور وہیں آپ کو خبر انتقال کی بھی پہنچی مگر آپ نے
 ایسا ضبط کیا کہ ذرا بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔ شاہزادے کی مہمان داری کا انتظام برے اعلیٰ
 پیمانے پر تھا گو حضور پرنور کو اپنی بڑی صاحبزادی کی جواں مرگی کا سخت صدمہ تھا مگر آپ نے
 فرمایا کہ سارے لوازمہ مہمان داری کے پوری طرح ادا کیے جائیں۔ گو ساری تقاریب
 حسب پردگرم ہوں مگر اسی چھاؤنی تھی جب شاہزادے کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے
 بڑا افسوس کیا اور گہری ہمدردی کا اظہار فرمایا اور شاہزادی صاحبہ محل میں تعزیت کو شریف
 لے گئیں۔ چوں کہ رافتم بھی ان تقاریب میں حاضر تھا مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ
 والا جاہ نے زریڈنٹ صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے ہم کو صاحبزادی صاحبہ
 کی ایسی شدید علالت کی اطلاع نہیں دی ورنہ ہم اس موقع پر اپنا آنا ملتوی کر سکتے۔
 شکار بھی ہوا جس میں آپ نے ایک شیر فی۔ دیکھتے اور ایک تیندوا مارا۔ وکٹوریہ
 زمانہ ہاسپٹل کا افتتاح بھی آپ نے فرمایا۔ ہر فردی کو سواری باد بہار میں
 الورائی یہاں بھی پورا پورا انتظام تھا۔ مشہور مقامات ملاحظہ ہوئے اور دعوت ہوئی۔
 بنارس میں شان دار جلوس نکلا۔ مشہور مقامات ملاحظہ ہوئے۔ گنگا میں روشنی کی
 بڑی بہار رہی۔ جن بہادر گورکھوں نے کانگریس کے زلزلے میں نمایاں خدمات کی تھیں
 ان کو متعہ مرحمت ہوئے۔ ہندو کا ج کا ملاحظہ ہوا۔ مسز اینی بسنٹ
 کے مال میں چائے نوشی فرمائی۔ بنارس کے بعد نیپال کا قصد کیا مگر وہاں ہر صیہ
 بھوٹ پر نے سے ملتوی رہا اور بجائے اس کے دوبارہ گوالیار میں دو مہینے تک آپ
 مصروف سیر و شکار رہے جہاں راجہ صاحب بہادر نے جنگلات میں کافی انتظام فرمایا تھا

ہر راج کو آپ محمد بن کالج علی گڑھ مسلمانوں کی سب سے بڑی تعلیم گاہ میں تشریف لائے ہر مائیس سر آغا خاں اور نواب بن الملک بہادر نفع ٹرسٹیوں اور معزین کے استقبال کیا۔ آپ کالج کو بڑے شوق سے ملاحظہ فرمایا اور ایڈریس بھی قبول کیا اور ~~سید علیہ الرحمہ~~ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ بعد میں تمام ٹرسٹیان کالج کے ساتھ لیچ ٹنادل فرما کر عزت افزائی کی۔ شملہ کی سیر فرمائی۔ ۱۲ مارچ کو کوئٹہ تشریف لے گئے جہاں سرحدی سرداروں نے آپ کا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ خاں قلات اور جام بسیلہ سے بھی ملاقات کی۔

سیاحت مندرجہ ذیل ختم فرما کر ۱۲ مارچ کو آپ کراچی میں داخل ہوئے یہاں آپ نے کوئٹہ وکٹوریہ کے سنگ مرمر کے مجسمہ کا افتتاح فرمایا۔ بلوچی رجسٹریٹر (۱۳) کا ملاحظہ فرمایا جس کے کرنل خود بدولت ہی ہیں اور حکم شاہی کے مطابق خطا بات اور نئے مرحمت فرمائے۔ اس تمام سفر میں بہاراجہ کرنل سر ریٹا بھنگہ بہادر بہاراجہ ایدر آپ کے ہمراہ تھے جو یہاں سے رخصت ہوئے۔ علی گڑھ ہندو اور خالصہ کالجوں میں آپ نے اپنی تصاویر کو اپنے دستخط سے مزین فرما کر بطور یادگار دیں اور ہر جگہ کے معابد کاجوں میں معقول نذرانے بھی چڑھائے۔ ۱۹ مارچ کو آپ کراچی سے اسی جہاز میں جس میں کہ تشریف لائے تھے روانہ ہوئے۔ کراچی سے رخصت ہوتے وقت آپ نے یہ تقریر فرمائی۔ ”جو لوگ میدانی ملکوں کی سخت تکلیف رساں آب و ہوا میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں میں نے ان کی حالتوں کو فراموش نہیں کیا۔ ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ قحط کے دنوں میں صابراو سختی کا شکاروں پر کیا کیا گزرتی ہے۔ اس لئے میں مصر دیکھتے ہوئے پورٹ سمٹھ کی بندرگاہ پر رونق افروز ہوئے وہاں آپ کے صاحبزادے اپنے والدین سے ملنے کے لیے موجود تھے۔ لندن پونہ تو بڑا بھاری استقبال ہوا اور ہر ہندو وزیر اعظم لارڈ کرزن کے علاوہ حضور ملک معظم مع ملکہ الگزیٹڈ موجود تھے۔ بخیر و خوبی سفر ختم ہونے پر دست منسٹر ایسی میں نماز شکر ادا کی گئی۔ آپ کی مع الخیر واپسی پر گلڈ ہال میں ایک بڑی پر تکلف دعوت دی گئی جس میں بڑے بڑے امراء انگلستان کے علاوہ چمنہ ہندوستانی معزین بھی موجود تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑی اسپیس اس سفر کے متعلق دی جس کا اقتباس یہ ہے۔

د اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس ہندوستان کے سفر کا میرے دل پر کیا اثر ہوا تو میں فوراً جواب دوں گا کہ ہندوستان کی سیر کو جب ہم لوگ جاتے ہیں تو اس کی وسعت کا مطلق لحاظ نہیں کر سکتے۔ اس کا رقبہ روس کو چھوڑ کر کل یورپ کے برابر ہے جس میں تیس کروڑ مختلف قوموں فرقوں اور نسلوں کے لوگ بستے ہیں جن کی شائستگی کا معیار جدا اور خیالات مختلف ہیں۔ ہندوستان کی وسعت - اس کی عظمت - اس کی مختلف آب و ہوا - سر بھلاک برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ - ٹانٹا ہی ریلستان - بڑے بڑے دریا عظیم الشان عمارات اور قدیم روایات نے ہم کو محو حیرت بنا دیا۔ ہندوستانیوں کا صبر و استقلال - سیدھی ساوی زندگی - اطاعت شعار عقیدت مندی مذہبی جوش کا خاص خاصہ ہے۔ ہم سے یہ بات مخفی نہیں رہی کہ ہمارے انصاف اور ایمان داری پر ہندوستانیوں کو کافی بھروسہ ہے جہاں تک ہم نے ہندوستانیوں کو دیکھا اور ان کی نسبت سنا ہے ہم اس کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر طرز حکومت میں ہمدردی کا عنصر اور بڑھا دیا جائے تو ہندوستان کی حکومت بہت ہی آسان ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی بطور پیشین گوئی کہتے ہیں کہ اگر ایسا کیا جائے تو جو معاوضہ ہندوستانیوں کی طرف سے پیش کیا جاگا وہ خاصہ ہوگا۔ وہ انگریزوں ہندوستان میں حکومت کرنے کے لیے جاتے ہیں انھیں چاہیے کہ ہندوستان جا کر خود اہل ہند کی ضروریات کو دریافت کریں اور حاکم و محکوم میں ایسا رشتہ ایجاد فرمیں جس سے انگلستان اور ہندوستان کے باہمی تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر نہ رہے اس کے بعد ہی ۲ نومبر ۱۹۰۵ء کو پنجاہ سالہ زمان سلطنت کا اعلان شائع فرمایا۔ (جو دوسری جگہ درج ہوا ہے) جس میں حضور ملکہ معظمہ کا مشہور فرمان ۱۸۵۷ء کا دہرایا گیا۔ ۱۹۰۹ء میں توسیع کونسل کا قانون پاس کر کے وائسرائے جی جی کونسل میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد بڑھادی اور وائسرائے کی اگرزیکوٹو کونسل میں بھی ایک ہندوستانی کا نقرر منظور ہوا۔ سکریٹری آف سٹیٹ کی کونسل میں بھی دو ہندوستانیوں کا شمول ہوا۔ پہلی کونسل میں ریتھ آرنیل سید امیر علی کو بیا گیا۔ آپ نے چلتے چلائے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ہمیشہ ہندوستان اور ہندوستانیوں کو گوشہ خاطر میں رکھیں گے۔

بادشاہوں کا قول قول ہوتا ہے آپ نے اس وعدے کو خوب نباہا۔ حیدر آباد دکن میں جب رود موسیٰ کی طغیانی کی بلا سے بے درمان آئی تو آپ ہی نے سب سے پہلے حضور نظام کو ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ جو معزز ہندوستانی اس کے بعد انگلستان پہنچے ان کو محل شاہی میں مدعو فرما کر اعزاز باریابی بخشا چنانچہ دالیان ریاست اور روسا کے علاوہ قابل ترین آدمیوں میں سے بھی آخر تیل مسٹر کو کھلے کو بھی اپنے محل خاص میں کھانے پر مدعو فرما کر سرفراز فرمایا۔

سیاحت ہند کے بعد کچھ عرصے تک آپ وطن میں رہے۔ ۱۸۶۹ء میں آپ اپنی چھیری بہن یو جین و کٹوریہ آف سٹین برگ کی شادی کی تقریب میں سٹین تشریف لے گئے۔ جب دو گھنٹہ دہلی سے واپس آ رہے تھے اور ان سے بعد کی گاڑی میں آپ تھے کسی نے دونوں گاڑیوں کے بیچوں بیچ تاک کر ہم بھینکا مگر فضل خدا شامل حال تھا کسی کو صدمہ نہ ہوا۔ چنانچہ چند اصرار کے بعد وہ آدھی قریب ہو گئے۔ پھر آپ اپنے بہنوئی پرنس پیالہ آف ڈنمارک کے ناز کے بادشاہ ہونے پر تاج پوشی کی تقریب میں صبح یکم صبح کے تشریف لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بطور نائب ملک معظم کیوبک اور کینیڈا کے ٹرینیٹری تہوار میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک عظیم الشان فوج کاؤنسیلر کی بلندیوں پر ملاحظہ فرمایا۔ ۱۸۹۰ء میں اپنی ذات جاگیر کار لو ال کا موٹر پر پانچ دن میں دور ہار کے کاشتکاروں سے نہایت رحم و انصاف کا برتاؤ کیا اور اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ وہ میں اس کو اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کے آرام و خوشی کا بندوبست کروں تاکہ میرے کاشتکار پہلے مجھ کو اپنا دوست سمجھیں اور بعد کو آقا۔ مجھ کو یقین ہے کہ ان کا آرام و خوشی میری بھی زندگی کا باعث ہو گا۔

ذاتی حالات

باسکول بے تکلفانہ اور سادی سودی گزران کرتے ہیں کسی پر شاہی دباؤ ڈالنے کے رونا دار نہیں۔ امیر عرب سے ملتے

ہیں بڑی کشادہ پیشانی اور درگمانہ اخلاق سے۔ عہد شلخ یرمیوہ سر سبز زمین کے پورے مصداق ہیں۔ گفتگو میں اگرچہ محتاط ہیں مگر جب تقریر کرنے لگتے ہیں تو ہوبہو نقشہ سامنے کھڑا کر دیتے ہیں۔ آپ کا کلام بالکل صاف و سلیس چھوٹے چھوٹے

جملوں کا عام فہم اور بڑا اثر ہوتا ہے۔ ہر معاملے پر نہایت فراخ دلی اور صفائی قلب سے اظہار راء فرماتے ہیں جس سے الجھا ہوا معاملہ بھی سلجھ جاتا ہے۔ ہمدردی اور فیاضی دونوں صفات اللہ تعالیٰ نے آپ میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہیں۔ مصائب اور حوادث میں سب سے پہلے آپ کا دست کرم بڑھتا ہے۔ ۱۸۹۶ء کے ہندوستان کے غلط اور ۱۹۰۷ء کے کانگریس کے زلزلے میں آپ نے ہمدردی کا نام نہ لیا اور صیبت زدوں کے لیے ولایت میں چندہ کھولا۔ اسی طرح ہسپتالوں محتاج خانوں اور غریبوں کے ہر قسم کاموں میں امداد دیا کرتے ہیں۔ تعلیم کے کاموں سے بھی آپ کو بڑی دل چسپی ہے چنانچہ آپ نے اپنی تاجپوشی کی یادگار میں پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی بیش قرار امداد منظور فرمائی۔ کتب تواریخ سے آپ کو خاص دل چسپی ہے۔ بادجود بادشاہ ہونے کے بھی جب کبھی آپ کو کوئی پیرانا رفیق یا بحری فوج کا ملازم مل جاتا ہے تو آپ اس سے بڑے تپاک سے ملتے ہیں اور جن ریسوں سے بزمان دلی عہدی تعارف ہو گیا تھا بادشاہ ہونے پر بڑے خلوص سے ملے چنانچہ ہرنائیس ہمارا جہ صاحب بہادر بیکانیر کو پناہ ایڈی کانگ مقرر فرمایا۔ اور منشی عبدالکریم صاحب سی آئی ای انڈین سکریٹری حضور ملکہ معظمہ کے پوتے کو خاص شرف تاربابی بخشنے کے واقعات آپ کی قدما پروری کی عمدہ مثالیں ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ۔ بلیرڈ۔ گھوڑ دوڑ۔ بانگ اور شکار کی طرف میلان طبع ہے۔ پرلے ٹکٹ جمع کرنے کا آپ کو بڑا مذاق ہے۔

جایج آر۔ آئی

جیسا کہ ہم اعلان شاہی مطبوعہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۰ء میں مع اور امور کے اپنے شاہی ارادے کا اظہار شہنشاہی دربار تاجپوشی منعقد کرنے کے متعلق کر چکے

اعلان شاہی دربارہ
تقریر تاریخ تاجپوشی

ہیں جس کے مطابق ہماری پیاری ملکہ آئندہ جون میں ویسٹ منسٹر کے گرجا میں کوئین تسلیم کی جائیں گی۔ ہم نے اس مبارک تقریب کو خداوند تعالیٰ کی بکات و نایاب سے منعقد کرنے کے لیے ۲۲ جون ۱۹۱۱ء کو پنجشنبہ قرار دیا ہے۔

پس ہم اس اعلان شاہی کے ذریعے نہ صرف اطلاع دیتے بلکہ اس تقریب سعید پر فرائض مقرر کرتے ہوئے اپنی پیاری رعایا کو حکم دیتے ہیں کہ وہ فرائض جس جس عہدے اور پوزیشن اور جس قسم کے یا جن جن لوگوں خواہ افسران ماتحتوں اور مہانوں کے متعلق ہوں ہمارے دربار کارڈیشن میں خدمات انجام دینے اور اس تقریب کو کامیاب بنانے میں مدد دیں۔

اس موقع پر گل میں تقدیر پہن سوں گی جن کے جواب دہ ڈپٹی ہوں گے اور ہر ایک شخص جس کے متعلق کسی فرض کی ادائیگی عائد کی گئی ہو وہ خود یا اس کے ماتحت اسے جیسے خوبی انجام دیں ورنہ اگر بغیر عذر اور ہماری اجازت کے کسی نے کوتاہی کی تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جس کی بابت ہم بعد میں سوچیں گے۔

جیسا کہ ہم نے اس اعلان شاہی میں اظہار کیا ہے اور اس سے پہلے ۱۹ جولائی کے اعلان میں ظاہر کر چکے ہیں کسی طرح بھی ہمارا ارادہ تبدیل نہ ہوگا کیوں کہ ہم اس خیال کو شاہی مرضی خیال کر کے دربار تاجپوشی کو جو وسٹ منسٹر ہال میں منعقد ہوگا ایک مسرت آمیز تقریب خیال کرتے ہیں۔ مابعد دولت کی پیشگاہ سینٹ جیمس سے آج ۱۹ نومبر ۱۹۱۹ء کو مابعد دولت کے جلوس کے سال اول میں صادر ہوا۔ خداوند تعالیٰ حضور ملک منظم کو سلام پہنچا چوں کہ جلوس کا مہینا موسم خوش گوار ہونے سے برس کی رانی کہلاتا ہے اس لیے عموماً رسم تاجپوشی اسی مبارک مہینے میں کی جاتی ہے۔ جلوس کی گزرگاہوں پر آرایش اور زیبائش کا انتظام بڑے بھاری پیمانے پر کیا گیا۔ ویسٹ منسٹر ایسی میں سات ہزار مہمان جلیل القدر کی نشست کا بندوبست کیا گیا۔ تمام یورپ کے سلاطین اور سفراء کو دعوت دی گئی جن میں سے بہت سے شریک ہوئے۔ ملکہ وکٹوریہ کی تاجپوشی پر ساڑھے دس لاکھ اور ایڈورڈ ہفتم کے وقت میں پونے آئیس لاکھ صرف ہوئے لیکن اس دفعہ بہت بڑا اہتمام تھا اور (۲۵) لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ دربار کا وقت ساڑھے نو بجے مقرر تھا مگر آٹھ بجے تک اکثر صاحبان نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی تھی۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے سواری مبارک سواری چمچی رونق افروز ہوئی اور ایسی کامرانی دروازہ آپ کی آمد کے لیے کھول دیا گیا۔ سب سے اول ولی عہد جرمنی اور شہزادیاں آئیں جب وہ بٹھ لیں تو نجل بجا جس کے ساتھ ہی شاہی خاندان کے

ممبروں کی آمد شروع ہوئی جن میں سب سے پہلے حضور ولی عہد بہادر تشریف لاکر صف اول میں ٹمکن ہوئے آپ کے ایک طرف ڈویک آف کانٹا اور پرس آرٹھراور دوسری طرف پرس اور پرس جلوہ فرما تھیں پھر آرجیٹا بجا اور حضور ملک معظم رونق افروز ہوئے ہی سب حاضرین سرور قد مودب کھڑے ہو گئے بعد میں ملکہ معظمہ بڑی شان و شوکت سے تشریف لائیں۔ اس کے بعد ملک معظم اور ملکہ معظمہ منہستہ پر تشریف فرما ہوئے اور مراسم تاجپوشی اصول مقررہ کے موافق ادا ہوئے جو بہت طویل طویل ہیں شائقین خواہان تفصیل انگریزی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ بعد اختتام مراسم پھر اسی جلوس اور شان و شوکت سے جیسے کہ سواری باد بہاری رونق افروز ہوئی تھی شاہی گاڑیوں پر سوار ہو کر عایاے مشتاق کے جم غفیر کے سلاموں کا جواب دیتے ہوئے محل کنگم کو تشریف لے گئے۔ شب میں بڑی بھاری دعوت محل شاہی میں ہوئی۔ غربا کی ایک بڑی تعداد کو بھی کھانا کھلایا گیا۔ شہر میں روشنی کی گئی اور آتش بازی چھوڑی گئی۔ دربار سے فراغت کے بعد ہندوستانی روسا کی باریابی ہوئی جن میں مہاراجہ صاحب بہادر اندور۔ مہاراجہ صاحب بہادر بڑودہ۔ ٹھاکر صاحب بہادر گونڈل۔ ٹھاکر صاحب بہادر شاہ پورہ۔ سر آغا خاں تھے۔ لندن کی تاجپوشی کا وہ جشن جس میں پنتالیس لاکھ صرف ہوئے ہوں اس کا بیان پنتالیس سطروں میں کیسے سما سکتا ہے لہذا جو کچھ لکھا گیا اس کو محض ایک جھلک سمجھنا چاہئے اس قابل دید اور پر تکلف جشن کی جس کا انصرام بڑے کروفر سے لندن میں ہوا۔ چون کہ ملک معظم نے ملک ہندوستان میں بمقام شہر علی بنفس نفیس رونق افروز ہو کر اپنی تاجپوشی کی تقریب ہمایوں کا انعقاد فرمایا لہذا اس کی کیفیت حصہ اول میں درج کی گئی ہے۔

۱۹۱۴ء میں جب کہ دنیا کی ساری قومیں ایک ایسی ہونناک لڑائی میں جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ایک دوسرے کو تباہ بوئی کر رہی تھیں اس سحرکہ عظیم میں غنیم نے ہندوستان کی قابل قدر ولی و ناداری کو خوب دیکھ لیا۔ کئی سپاہیوں کو وکٹوریہ کراس ملی۔ ہندوستانی فوج کے ہر طبقے نے یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں بلا تفریق ملت و مذہب خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا سکھ یوہ پنیوں کے ساتھ ساتھ ایک جان و وقاب ہو کر اس طرح حل کر حقیقی اور برادرانہ امداد کی ہر کہ بھر دیا اور اعتماد کا بیمہ ہو گیا۔

اور حضور ملک معظم کا ارشاد بہت بجا ہے کہ ہندوستانی رعایا کے خانگی اور پبلک تعلقات میں آئندہ روز بروز اتحاد اور موافقت کا عنصر غالب رہے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ حضور اقدس و اعلیٰ جو بہ مشاورت اپنے دانش مند وزرا اور ارکان سلطنت وقتاً فوقتاً اصلاحات فرما رہے ہیں وہ ملک اور رعایا برائے حق میں مفید ثابت ہوں گی اور ہر آئے والا دلیس اسے جو سلطنت کے نظم و نسق کے بارگراں کو اپنے دوش پر لے کر دیکھ کر اُسے ایسی عقل سلیم اور وہ دانش مندی بخشنے جس کی ضرورت ایسی ایک سلطنت کے لئے نہایت ضروری ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے اور نیز یہ کہ ہندوستان کی تمام مختلف قومیں اپنے بادشاہ اور حکام کو پوری وفادار نہ ادا دیں جس کے بدون کسی سلطنت کی ترقی ناممکن ہے۔ جنگ کے آغاز میں جو اعلان شاہی ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا ہے وہ اور ۱۹۱۹ء کا وہ اعلان عفو و بخشش جو مسٹر مائٹیکو وزیر ہند اور لارڈ چیچمسفورڈ دلیس اسے کی تجویزوں پر صادر ہوا ہے نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔

۱۹۱۴ء کا پیغام شاہی من جانب ملک معظم خارج چیم

حضرت ممدوح کی بالذات حکم ران گورنمنٹوں اور رعایا کے نام

گزشتہ چند ہفتوں سے مابعد دولت کی سلطنت کے کل لوگ خواہ وہ ہوم سلطنت کے ہوں یا ماوراء البحر کے یک دل اور یک بہت ہو کر اس حملے کی مقادمت اور انسداد کے لئے جو قیام سولینزیشن اور امن انسانی پر کیا گیا ہے اسے آمادہ ہو گئے ہیں کہ جس کی نظیر نہیں ہے۔ یہ مصیبت ناک معرکہ سیرا بریا کیا ہوا نہیں ہے۔ میری ساری پکار امن کی تھی۔ میرے دربار نے اسے جھگڑے کو جس کو میری سلطنت سے تعلق نہ تھا ٹھنڈا کرنے اور اختلاف مٹانے کی سر توڑ کوشش کی۔ اگر میں امن معاہدات کے علی الرغم علیحدہ کھڑا ہو جاتا جس کی ایک فریق میری سلطنت تھی۔ ہمزین بلجیم ویران ہو جاتی اور اس کے شہر آجڑ جلتے۔ جب کہ فریج قوم کا وجود خود میں معرض خطر میں تھا تو میں گویا اپنی وقعت کو بہتہ لگاتا اور اپنی سلطنت اور نسل انسانی کی آزادی کو تباہ کرتا۔ میں خوش ہوں کہ

میری سلطنت کا ہر حصہ اس فیصلے میں میرے ہم خیال ہے۔ معاہدات کی اہمیت۔ حکم رانوں اور لوگوں کے موافق کاسب کے مقدم خیال رکھنا برطانیہ عظمیٰ اور اس کی سلطنت کی ہمیشہ سے میراث رہی ہے۔ میری خود حکم اس سلطنتوں کی رعایا نے بلا شائبہ شک ظاہر کر دیا ہے کہ وہ دل و جان سے اس اہم فیصلے سے ہم زبان ہیں جس کے اختیار کرنے کی ضرورت داعی تھی۔ ماوراء البحر کی سلطنتوں کی وفاداری اور جاں نثاری کے متعلق میرے ذاتی علم نے مجھے اس اُمید پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ بطیب خاطر بڑی کوششیں کریں گے اور بڑے نقصانات برداشت کریں گے جو معرکہ حالیہ کے ساتھ مستلزم ہیں۔ جس طرح پورے طور پر انھوں نے اپنی خدمات اور ذرائع آمدنی مابعدولت کے اختیار میں دے دیے ہیں اس نے مجھے احسان مندی سے محلو کر دیا ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں دنیا پر اس امر کے اظہار کے قابل ہوا ہوں کہ میرے ماوراء البحر کے لوگ بھی اس حق بہ جانب معاملے کو کامیاب انجام پر پہنچانے کے لیے ایسے ہی تلمے ہوئے ہیں جیسے کہ ممالک متحدہ کے لوگ۔

کینڈا کی سلطنت۔ آسٹریلیا کی جمہوری سلطنت اور نیوزیلینڈ کی سلطنت نے اپنی بحری افواج مابعدولت کے اختیار میں تفویض کر دی ہیں جو سلطنت کے لیے اب تک بھی اچھی خدمات کرتے رہے ہیں۔

کینڈا۔ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ میں زبردست حملہ آور شرک محاذ کی خدمات کے لیے تیار کیئے جا رہے ہیں اور جنوبی افریقہ کی یونین نے تمام انگریزی افواج کو سبک دوش کر کے تمام اہم فوجی ذمہ داریاں اپنے ذمے لے لی ہیں جن کا انصرام سلطنت کے لیے بے انتہا قیمتی ہو گا۔

نیو فونڈ لینڈ نے اپنی بحری شاہی رزرو فوج کی شاخ کی تعداد کو المضاء کم کر دیا ہے اور محاذ کی عملی کارروائی میں حصہ لینے کے لیے ایک (معتول) تعداد سپاہیوں کی بھیج رہے ہیں۔

کینڈا کی سلطنت اور پراوشل گورنمنٹوں کی جانب سے سامان رسد کے کثیر التعداد اور قابل قدر تحائف میرے بحری اور فوجی دونوں لشکروں اور ممالک متحدہ کی مصافحہ کی تخفیف کے لیے روانہ ہو چکے ہیں جن کا لڑائی کی مجلس میں ہونا لازمی ہے۔

اس طریقے سے میری سلطنت کے اور، البحر کے تمام حصص کے باوجودیکہ ان کے حالات اور مواقع مختلف ہیں اصول اتحاد سلطنت کو یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے۔

ہندوستانی زوسا اور رعایا کے نام

ان بہت سے واقعات میں سے جن کے سبب مابذولت کی سلطنت کے باشندے ایک دم اتحاد اور راست بازی کی محافظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کسی چیز نے میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں کیا ہے جتنا کہ اُس ولولہ جاب نشاری نے جو میرے تخت کے ساتھ رعایا اور باج گزار زوسا والیان ہندو دونوں نے ظاہر کیا ہے (اور نیز ان کے جان و مال کے فیاضانہ پیشکش نے جو انھوں نے سلطنت کے معرکے میں کیا ہے۔

اس معرکے میں پیش قدمی کے لیے ان کے ہم آہنگ مطالبے نے میرے دل پر خاص اثر کیا ہے اور اس محبت اور خلوص کو اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیا ہے جس نے میں بخوبی جانتا ہوں کہ ہمیشہ سے ہندوستانی رعایا کو اور مابذولت کو وابستہ کر دیا ہے۔ ہندوستان کا وہ قابل قدر پیغام خیر سگالی اور یگانگت جو انگریزی قوم کو فردوسی سلطانہ میں میری واپسی کے وقت دہلی میں میرے دربار تا چوٹی کے سنجیدہ مراسم کے بعد پیش کیا تھا مجھے یاد ہے اور اس آزمائش کی گھڑی میں میں ایک بھر پور غمزدہ اور ایک شریفانہ ایفادہ اس اطمینان کا جو آپ نے دلایا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان کا سچوگ ناقابل انفکاک طور پر جوڑا گیا ہے پاتا ہوں۔

اعلان شاہی

باج سنجہ فضل ایزدی تاجدار و ولہائے متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ مقبوضات برطانوی ماورائے بحر شاہ دین پناہ شہنشاہ ہند کی طرف سے مابذولت کے دائرہ کے اور گورنر جنرل ہندوستانی والیان ریاست اور مابذولت کی تمام رعایا کے ہند بلا امتیاز نسل و مذہب کو بعد از سلام دلہن صبح ہو کہ (۱) ہندوستان کی تواریخ میں آج سے ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ مابذولت

ایک ایسے قانون کی شاہی منظوری عطا کی ہے۔ جو ان عظیم تواریخی مذاہم میں شامل ہوگا جو اس سلطنت کی پارلیمنٹ نے ہندوستان کے نظام حکومت کی بہتری اور اس کے باشندگان کے اطمینان کی افزونی کے لیے وقتاً فوقتاً منظور کی ہیں۔ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ آف انڈیا ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کے زیرِ نعت باقاعدہ نظم و نسق اور عدل و انصاف کے انتظام کی غرض سے وضع کیے گئے تھے۔ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ نے ہندوستانیوں کے لیے سرکاری عہدوں اور ملازمت کے دروازے کھول دیے تھے۔ ۱۸۵۸ء کے ایکٹ کی رو سے عنوان حکومت کمپنی بہادر کے ہاتھ سے کلکرتاج برطانیہ کی طرف منتقل کر دی گئی۔ اور ہندوستان کی موجودہ پبلک زندگی کی بنیاد پڑی۔ ۱۸۷۱ء کے ایکٹ نے ہندوستان میں نیابتی مجالس کا بیج بویا اور اس بیج نے ۱۹۰۹ء کے ایکٹ سے نشوونما حاصل کی۔ جو ایکٹ اب قانون کی صورت میں منظور کیا گیا ہے۔ اس کے زیرِ اثر باشندگان کے منتخب شدہ نمائندوں کو حکومت میں مخصوص حصہ تفویض کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایکٹ بعد میں مکمل ذمہ دارانہ حکومت کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر جیسا کہ مابعد کوکال اُمید ہے۔ وہ پالیسی جو اس ایکٹ کی رو سے اختیار کی جاتی ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی تو اس کے نتائج انسانی ترقی کی تاریخ میں نہایت اہم ہوں گے۔ اور اس وقت مناسب اور بر محل ہے کہ مابعد دولت تھیں آج اس امر کی دعوت دیں کہ مٹی پر غور کرو۔ اور ہمارے ساتھ آئندہ کی اُمیدوں میں شریک ہو۔

(۲) جبکہ ہندوستان کی خیر و فلاح ہمیں تفویض کی گئی ہے۔ ہمارے شہنشاہی گھرنے اور ہمارے خاندان نے اس کو ایک مقدس امانت تصور کیا ہے۔ ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظہ وکٹوریہ آجہانی نے باضابطہ طور پر اپنے آپ کو اپنی ہندوستانی رعایا کے ساتھ انہیں رعایا کے احساسات سے وابستہ کیا۔ جن سے وہ اپنی دوسری رعایا سے وابستہ تھیں۔ اور ان کی مذہبی آزادی اور قانون کی مساوی اور غیر جانبدار حفاظت کا یقین دلایا۔ اس پیغام میں جو ہمارے پیارے والدِ عظم شاہ ایڈورڈ ہفتم نے ۱۹۰۳ء میں ہندوستانیوں کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اعلان کیا تھا کہ ان کا مصمم ارادہ ہے کہ انہی ہمدردانہ اور منصفانہ انتظام حکومت کے اصولوں کو غیر متغیر انداز سے برقرار رکھا جائے۔ پھر ۱۹۰۷ء کے اعلان میں اعلیٰ حضرت آجہانی نے گزشتہ پچاس سال کے وعدوں کی تجدید کی۔ اور اس ترقی

ایک نظر باز نشست ڈالی جو ان کی وجہ سے ظہور میں آئی تھی۔ ۱۹۱۸ء میں تحت نشتر ہونے پر جو وہاں بہ ملت نے ہندوستان کے والیان ریاست اور باشندگان کے نام ایک پیغام بھیجا تھا جس میں مابعد دولت نے ان کی وفاداری اور مطابعت کا اعتراف کیا تھا کہ ہندوستان کی خوشحالی اور شان و آبرو ہمارے لئے ہمیشہ انتہائی دل چسپی اور وابستگی کا موجب ہوگی۔ ایک سال بعد مابعد دولت نے علیا حضرت شہنشاہ سلیم کی معیت میں ہندوستان کا سفر کیا۔ اور اپنی اس ہمدردی کا جواب دہنت کو اس کے باشندوں کے ساتھ ہر اور اپنی اس آرزو کا جو مابعد دولت کے دل میں ان کی بہتری کے لئے ہر ثبوت دیا۔

(۳) یہ وہ جذبات محبت و شفقت میں جن سے مابعد دولت اور ہمارے پیشرو متاثر ہوئے رہے ہیں۔ ساتھ ہی پارلیمنٹ اور اس قلمرو کے باشندگان اور ہمارے جو عہدہ دار ہندوستان میں ہیں۔ ہندوستان کی اخلاقی اور مادی ترقی کے لئے یکساں سرگرمی سے مستعد رہے ہیں۔ ہم نے ہندوستان کے لوگوں کو ان کثیر التعداد برکات سے مستفیض کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو خدائے تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ لیکن ابھی تک ایک عطیہ باقی ہے جس کے بغیر کسی ملک کی ترقی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس عطیہ سے ملک کے باشندگان کا اپنے معاملات کا انتظام اور اپنے مفاد کی حفاظت کرنے کا حق مراد ہے۔ یہرونی حملوں کے خلاف ہندوستانی مدافعت کا کام تو اسپرمل مفاد اور افتخار کا مشترکہ فرض ہے۔ مگر اس کے اندرونی معاملات کا انصرام ایک ایسا بوجھ ہے جو ہندوستان جائز طور پر اپنے کندھوں پر اٹھانے کی تمنا کر سکتا ہے۔ یہ بارگراں تمام و کمال حیثیت سے اس وقت تک نہیں اٹھایا جاسکتا جب تک کہ وقت کے گزرنے اور تجربہ کے حاصل ہونے سے لوگوں میں اس کے اٹھانے کی طاقت پیدا نہ ہو جائے لیکن اب ان کو تجربہ کی ترقی اور انجام دہی کی قابلیت کے ساتھ ساتھ فوٹواری کی زیادتی کا موقع دیا جائے گا۔

(۴) مابعد دولت کی نیابتی مجالس کے حصول کے واسطے اپنے باشندگان ہند کی روز افزوں تمنا کو سمجھتے ہیں۔ اور اسے ہمدردی سے ملاحظہ کرتے رہے ہیں۔ یہ تمنا قلیل ابتدا سے شروع ہو کر ملک کے سمجھدار طبقہ میں اپنے اثر کو رفتہ رفتہ مضبوط کرتی گئی ہے۔ تحریک ہندوستانی حدود کے اندر رہ کر اخلاص اور جرات سے ترقی کرتی گئی ہے۔ اور اس بنامی کو مٹا کر زندہ رہی ہے۔ جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر نافرمان لوگوں کے رویہ سے جو محب الوطنی کے

بھیس میں سرکشانہ افعال کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ اس خواہش پر عائد ہوئی ہے۔ اس لرزہ کو اسی نصب العین سے جن کے لئے برطانوی اقوام کی دولت مشترکہ جنگ عظیم میں لڑتی رہی ہے اور زیادہ تقویت پہنچی ہے۔ اور اس حصے سے جو ہندوستان نے ہماری مشترکہ جدوجہد آزادیوں اور فتوحات میں لیا ہے۔ اسے اپنے دعوے میں تائید حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت میں سیاسی ذمہ داری کی خواہش کا سرخسہ بہ ہندوستان کے ساتھ برطانوی تعلق کی بنیاد میں موجود ہے۔ انسانی تواریخ اور خیالات کے زیادہ گہرے اور زیادہ وسیع مطالعہ جس کا موقع اس تعلق سے ہندوستانی لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ لازمی طور پر اس لرزہ کو پیدا کرو یا ہے۔ اس کے بغیر ہندوستان میں اہل برطانیہ کا کام نامکمل رہ جاتا ہے۔ اس لیے وہ تدابیر دانشمندانہ تھیں۔ جن سے کئی سال پہلے نیا تہی مجالس کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ ان کے ملحقہ ڈاکٹر فونزل پنزل میس کیا گیا۔ تاہم ان کے اب نہیں نظر آ رہا ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کی راہ میں ایک اور قدم بڑھایا گیا ہے۔

(۵) اسی ہمدردی اور پیش از پیش دلچسپی کے ساتھ مابعد دولت اس راہ پر ترقی کے متمنی ہوں گے۔ یہ راستہ آسان نہیں اور منزل مقصود کی جانب قدم زن ہونے میں مابعد دولت کی رعایائے ہند کے تمام طبقوں اور قوموں کو اس میں بردباری اور استقلال کی ضرورت ہوگی۔ مابعد دولت کو اعتماد دینا کہ یہ اعلیٰ صفات یقینی طور پر پیدا ہو جائیں گی۔ ہم نئی مجالس عامہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کی خواہشات کی دانشمندی سے ترجیحی کریں گی۔ جن کے وہ نمایندے ہیں اور ان عوام کے مفاد کو بھول نہ جائیں گی۔ انھیں بھی حقوق انتخاب نہیں دیئے جاسکتے۔ مابعد دولت لوگوں کے لیڈروں یعنی آئندہ کے وزراء پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ اس ذمہ داری کے لیے تیار ہوں گے۔ غلط فہمیوں کو برداشت کریں گے اور سلطنت کے مشترکہ مفاد کی خاطر بہت اشیاء سے کام لیں گے اور اس امر کو یاد رکھیں گے۔ کہ صحیح حب الوطنی فرقہ بندی اور جماعت و اہل حدود کی پابندیوں سے بالاتر ہے۔ اور مجلس قانونی کا اعتماد قائم رکھ کر غیر ضروری اختلاف کو دور کرنے اور عادل اور مہربان حکومت کے ضروری معیار کو قائم رکھنے کے لئے مابعد دولت کے عہدہ داروں کے ساتھ مشترکہ ہمدردی کی خاطر شریک کار ہوں گے اس کے ساتھ ہی مابعد دولت اپنے عہدہ داروں سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے نئے شرکائے کار کا احترام کریں گے۔ اور ان کے ساتھ مل کر مروت اور ہم آہنگی سے کام کریں گے۔ باشندوں اور ان کے نمایندوں کو آزادانہ مجالس کی جانب پُر امن پیش قدمی میں امداد دیں گے۔ اور ان نئے کاموں میں زمانہ ماضی کی طرح مابعد دولت کی

رعایا کی ایماندارانہ خدمت کے اعلیٰ ترین مقصد پورا کرنے کا تازہ موقع پائیں گے۔

(۷) اس موقع پر ہماری یہ صادق آرزو ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہماری رعایا اور ان لوگوں کے درمیان جو ہماری طرف سے حکومت کے ذمہ دار ہیں۔ بخش کے تمام نشانات محو کر دیئے جائیں جو لوگ زمانہ ماضی میں سیاسی ترقی کی سرگرمی میں قانون کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ مستقبل میں قانون کا احترام کریں۔ اور جو باسن اور باقاعدہ حکومت رکھنے کے نئے ذمہ دار ہیں۔ ان کے لئے یہ ممکن ہونا چاہیے کہ ان ناجائز سرگرمیوں کو فراموش کر سکیں۔ جن کا انہیں السداد کرنا پڑا تھا۔ ایک نیا دود شروع ہو رہا ہے۔ لازم ہے کہ اس کا ایک مشترکہ مقصد کے لئے ہماری رعایا اور حکام کی باہمی شرکت کے عزم سے آغاز ہو۔ اس لئے ہم اپنے دائرہ رسد کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے نام پر سیاسی مجرموں پر انتہائی وسعت تک مزاحمت خسرانہ کا استعمال کریں جو دائرہ رسد کے لئے ہیں امن عامہ کے متناقض نہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اس شرط پر اس رعایت کو ان اشخاص تک وسیع کر دیا جائے جو گورنمنٹ کے خلاف جرائم کے پاداش میں یا خاص فوری قوانین کے ماتحت مقید ہیں۔ یا جن کی آزادی پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ یہیں یقین ہے کہ ان لوگوں کو جو اس سے مستفیض ہوں۔ آئندہ روش اس ترمیم کی موزونیت کو ثابت کر دے گی اور ہماری تمام رعایا اس شہم کی روش اختیار کرے گی جس سے آئندہ اس شہم کے جرائم کے لئے قوانین کا نفاذ غیر ضروری ہو جائے۔

(۸) برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہی مابعد دولت نے بخوشی دالیان ریاست کی ایوان مشاہدت کی قیام کے لئے منظوری عطا فرمائی ہے۔ مابعد دولت کو اعتماد ہے کہ ان کے مشورے ریاستوں اور ان کے والیل کے لئے دائمی طور پر مفید ہوں گے۔ ان مفاد کو ترقی دیں گے۔ جو ان کے علاقوں اور برٹش انڈیا میں مشترک ہیں۔ اور بہتیت مجموعی سلطنت کے لئے فائدہ مند ہوں گے۔ مابعد دولت اس موقع پر دوبارہ پھر ہندوستان کے دالیان ریاست کو اپنے عزم مصمم کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کے استحقاقات حقوق اور مراتب کو بدستور سابق برقرار رکھا جائے گا۔

(۹) مابعد دولت کا ارادہ ہے کہ اپنے فرزند و لبند پرش آئندہ ویلر کو آئندہ موسم سرما میں ہندوستان بھیجیں تاکہ وہ مابعد دولت کی طرف سے دالیان ریاست کے نئے ایوان مشاہدت اور برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کی افتتاحی رسم ادا کریں۔ مابعد دولت کی دعا ہے کہ ان کو ان لوگوں میں ایک جہتی اور اعتماد نظر آئے جن پر ملک کی آئندہ خدمت گزاری منحصر ہے تاکہ ان کی محنتیں بار آور

ہوں اور ان کا نظام حکومت تدریجی ترقی سے وابستہ ہو۔ مابدولت اپنی تمام رعایا کے ساتھ ہم آواز ہو کر خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں دعا کرتے ہیں کہ اس کی مشیت اور ہدایت سے ہندوستان آگے سے زیادہ خوش حالی اور فائز بنج البالی حاصل کرے اور اسے سیاسی آزادی کی انتہائی وسعت نصیب ہو۔

۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ء

(ضمیمہ چہارم تمام ہوا)

خاتمہ

در شمار ارچہ نیا درد کے حافظ را
شکر کیں محنت بے حد و حساب آخر شد

نَحْمَدُكَ اللَّهُمَّ أَنْ مَنَنْتَ عَلَيْنَا بِبَيْتِ الْأَوْحَادِ وَتَشَكَّرُكَ أَنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْنَا بِمَا تَشْتَدُّ الْأَذْهَانُ مِنْ جَلِيلِ الْأَسْفَارِ وَكُصْبِي وَتُسَلِّمُ عَلَا بَيْتِكَ الْمُسْكِلِ بِمَا هُوَ ابْنِي مِنْ نَيْزَاتِ اللَّهِ رَارِي وَ عَلَا إِلَهٍ وَأَصْحَابِهِ وَتُشَاعِرِهِمُ الْمُسْتَعِينِ، عَلَا اِغْنِيَاكُمْ الْمَفَاخِرِ بَعْدَ الْبَارِي -

اَللّٰهُمَّ لِلّٰہِ کَا اَکْبُ عِلْمِ
یَا حُبَّ اللّٰہِ ذُو لَہٗ قَدْ حَوَّ ثَمَّ
فِي اَقْتِدَاعِ اِنْعَابِ اَلْقَادِ
کُلَّ عِزٍّ وَ ذَا دَ فِیْہِ الْفَخَارِ
دو برس کی لگاتار محنت کے بعد خدا کر کے آج میں اس کہنے کے قابل ہوا کہ عی اس بارگراں
بودا شد جبہ بجاشد یعنی میں کتاب کی تدوین سے فارغ ہوا۔ اگر میں اس انتظار میں رہتا کہ کتاب

۱۵ اے اللہ ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اس احسان کے لیے کہ تو ہمارے مقاصد برلایا اور ہم تیرا شکر کرتے ہیں اس بات پر کہ تو نے ہم پر احسان کیا کہ جس سے لوگوں کے ذہن تیز ہو جائیں گے جیسا کہ بڑی کتابوں کے مطالعے سے ہوتا تھا اور صلوة اور سلام تیرے پیچھے ہوئے بنی پر جو ایسے اوصاف والے ہیں کہ وہ شوقین ہیں ستاروں اور قمر سے اور ان کی آل و اصحاب پر اور تابعین پر ہم تجھ ہی سے استمداد کرتے ہیں ان فخرزدوں پر جو تیری مدد سے ہم کو مائل ہوئے ہیں رتم و نیایش علم کے ستارے ہو اگر چاہد سورج غائب ہو جائیں تو تنھاری روشنی سے بیرونی کی جاسکتی ہے۔ سنو جی اللہ کی محبت بھی کیسی دولت ہے جو تمام عزتوں پر فخر مزیر کے ساتھ مادی ہے۔ ۱۲

پوری ہوئے جب چھپے تو شاید میری زندگی و فائدہ کرتی ع تا سال دیگر کہ خورد زندہ کہ ماند؟
وہ تو خدا کا شکر کہ تصنیف اور چھپائی دونوں کام ساتھ ساتھ چلتے رہے جس سے اُسید بھتی
ہو کہ دیر سویر کتاب شائع ہو جائے گی۔ جلدی کے مارے کہ کسی طرح یہ کام سلٹ جائے کتاب
بہ تفاریق چار جگہ چھپ رہی ہو اور چار ہی کاتب لکھ رہے ہیں لیکن لکھائی اور چھپائی نہ سیر
ہاتھ کا کام ہے نہ میرے بس ہے۔ تقاضا اور تقاضائے شہید اور صارف کی برداشت میرا کام
ہو اس میں ذرا ڈھیل نہیں انب جن کے ہاتھ میں کام ہو خدا انھیں توفیق دے کہ تن وہی
سے اسے انجام کو پہنچائیں اور خاکسار کو زحمت مزید کے انتظار سے بچائیں۔ انواع و اقسام
کی جو جو قسمیں کاتبوں کی سبے جاناز برداری اور اہل مطالع کی خلاف توقع سہل کاری کی
جو مجھے پیش آئیں اور پیش آرہی ہیں نہایت دل آزار اور دل شکن ہیں۔ مگر

چہ تو اہل کرد مردماں اُمید باہیں مردماں بیاید ساخت

میں حصہ اول میں منشی اشتیاق احمد صاحب شہتی نظامی کا شکریہ ادا کر چکا ہوں مگر کچھ اور صاحبوں
نے بھی میرا ہاتھ بٹایا ان کی مشارکت کا اعتراف بھی من لم یشکر الناس فلم یشکر اللہ تقاضائے
انصاف ہے۔ منشی حافظ محمد یوسف صاحب اور عزیز اختر حسن صاحب اور میری عزیز
مخدورات عصمت حامدہ بیگم اور اشرف جہاں بیگم صاحبان بھی میرے دی شکریہ اور
انتہان کی سستی ہیں کہ انھوں نے کاپیوں اور پروف کے مقابلے اور تصحیح میں کافی مدد دی۔
جزا ہن اللہ احسن الجزاء۔ اتنی بڑی کتاب کا لکھنا جس کی تین ضخیم جلدیں ہیں۔ سیکڑوں کتابوں
کی آرٹ پلٹ۔ مقامات اور عمارات کی دیکھ بھال کے لیے دواؤں پر حجب نظر کرتا ہوں تو
خواہ کوئی داد دے یا نہ دے میں خود کہتا ہوں ع ازاں تن ضعیف مرایں گماں بنود۔ مگر
فضل خدا شامل حال تھا یہ شکل آسان ہو گئی۔

بہر کارے کہ بہت بسترہ گردو اگر خارے بود گلہ سترہ گردو

خدا کرے کہ کتاب لوگوں کی پسند آئے تو میری محنت ٹھکانے لگے اور مراد بر آئے والسلام
بشیر الفقیر الی اللہ عن شاکھ
دہلی ماہ اپریل ۱۹۲۲ء

انگریزی سلطنت کے بعض اہم تاریخی واقعات

سنہ	خلاصہ
۱	۲
۱۷۶۷ء	(ایسٹ انڈیا کمپنی کا عہد)
۱۷۶۷ء	ملکہ الزبتھ کا چارٹر (فرمان)
۱۷۶۷ء	چارلس دوم کا چارٹر (فرمان)
۱۷۶۷ء	ہم سر کمپنیوں کا انضمام۔
۱۷۶۷ء	ریگولیشن ایکٹ (گورنر جنرل بنگال)
۱۷۶۷ء	پٹ کا انڈیا ایکٹ (پورٹو آف کنٹرول)
۱۷۶۷ء	تجدید چارٹر
۱۷۶۷ء	(ہند کی تجارت کھول دی گئی)
۱۷۶۷ء	کمپنی کے تجارتی حقوق کی منسوخ چین کی تجارت کا اجراء
۱۷۶۷ء	سول سروس کا امتحان مقابلہ
۱۷۶۷ء	باقاعدہ طور پر کمپنی کا توڑا جانا۔
۱۷۶۷ء	غدر۔ (ہندوستان براہ راست تاج شاہی کے تحت میں)
۱۷۶۷ء	رنٹ ایکٹ۔
۱۷۶۷ء	تغزیرات ہند۔
۱۷۶۷ء	قانون کونسل۔ سول سروس ہند کا قانون۔ ہائی کورٹوں کا چارٹر۔
۱۷۶۷ء	امیردھت محمد خاں کا انتقال اور امیر شیر علی خاں کی جانشینی
۱۷۶۷ء	اوڈیسہ کا خط
۱۷۶۷ء	نہر سوئز کا افتتاح۔
۱۷۶۷ء	ہنر اہلی ہائیس شاہزادہ ویلز کی سیاحت ہند
۱۷۶۷ء	کوئٹہ پر قبضہ
۱۷۶۷ء	دربار قیصری۔

سنہ	خلاصہ
۱۸۷۷-۷۸	جنوبی اور مغربی ہندوستان میں قحط
۱۸۷۸-۷۹	دوسری جنگ افغانستان۔
۱۸۸۵ء	معاملات پختہ۔ تیسری جنگ برصغیر۔
۱۸۸۶ء	برصغیر کے بالائی حصے کا شمول۔
۱۸۹۱ء	پرنس ایلبرٹ وکٹری تشریف آوری ہندوستان میں۔
۱۸۹۲ء	کا انتقال پڑھال۔
۱۸۹۳ء	مہم جتال۔
۱۸۹۶ء	بھٹی میں طاعون کا شیعہ۔
۱۸۹۸ء	مہم تیراد۔
۱۸۹۹ء	تروچسکے طلائی۔
۱۹۰۰ء	قحط
۱۹۰۱ء	ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا انتقال اور شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی
۱۹۰۳ء	امیر عبدالرحمن نال کی وفات اور امیر حبیب اللہ خاں کی جانشینی
۱۹۰۳ء	در بازار چوٹی ملک معظم ایڈورڈ ہفتم۔
۱۹۰۴ء	مہم تبت۔ یونیورسٹیوں کا قانون۔
۱۹۰۵ء	برنگال کی تحریک۔
۱۹۰۵ء	پرنس جارج کی سیاحت ہند بطور ولی عہد۔
۱۹۰۶ء	دہلی میں ہر مجسٹی امیر حبیب اللہ خاں کی تشریف آوری۔
۱۹۰۶ء	خیالات باغیانہ۔ انڈیا کونسل ایکٹ۔
۱۹۱۰ء	شاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال اور ملک معظم جارج پنجم کی تخت نشینی۔
۱۹۱۱ء	ملک معظم و ملکہ معظمہ کی ہندوستان میں رونق افروزی۔ دربار تاجپوشی۔
۱۹۱۲ء	لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل پریم اندازی سے قاتلانہ حملہ۔

سندہ	خلاصہ
۱	۲
۱۹۱۲ء ۱۹۱۸ء ۱۹۱۹ء	یورپ کی عظیم الشان جنگ - جرمن دار کا آغاز - اختتام جنگ یورپ - ہنریجیٹی امیر حبیب اللہ خاں کا قتل اور ہنریجیٹی امیر امان اللہ خاں کی پناہ نشینی - کابل دار کا آغاز اور مصالحت پر اختتام - شاہی اعلان مزینہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ء

گورنر جنرل صاحبان کی فہرست

سندہ	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۳
۱ اکتوبر ۱۷۷۴ء	(۱) بنگال کے فورٹ ولیم کے گورنر جنرل حبیب گویشیٹ ایکٹ ۱۷۷۳ء
۲ ستمبر ۱۷۸۶ء	رئیٹ آنریبل وارن ہیسٹنگز سکوائر - دکن فروری ۱۷۸۵ء
۳ اگست ۱۷۹۳ء	سرجان شورو (لارڈ ٹینٹن مٹوختہ) - (مارچ ۱۷۹۸ء)
۴ مئی ۱۷۹۸ء	سر ایلیو ریڈ کلارک
۳۰ جولائی ۱۸۰۵ء	ارل آف مارننگٹن (مارکویس ولزلی)
۵ ۱۸۰۶ء	مارکویس کارنوالس (دو بارہ) - (۵ اکتوبر ۱۸۰۵ء)
۶ ۱۸۱۳ء	سر جارج بارلو
۷ ۱۸۲۳ء	سیرن (ارل آف) نٹوادل -
۸ ۱۸۲۳ء	ارل آف مائٹرا (مارکویس آف ہیسٹنگز) -
۹ ۱۸۲۳ء	لیم جنوری ۱۸۲۳ء - جان ایڈم سکوائر
۱۰ ۱۸۲۳ء	لیم جنوری ۱۸۲۳ء - دہ راج ۱۸۲۳ء - ولیم جوردن جلی سکوائر

سند	نام گورنر جنرل بہادر	۱
۲	۳	
جولائی ۱۸۲۸ء	لارڈ ولیم کیونڈش ہٹنگ -	۸
۶۱۸۳۳ء	(۲۵) گورنر جنرل ہند حسب چارٹر ایکٹ ۱۸۳۳ء لارڈ ولیم کیونڈش ہٹنگ - ۲۵ مارچ ۱۸۳۵ء سر چارلس (لارڈ) مکنگ	
۶۱۸۳۶ء	پیرن (ارل آف) آکلینڈ -	۹
۶۱۸۳۲۱ء	پیرن (ارل آف) آٹن برو -	۱۰
۶۱۸۳۲۲ء	سر ہنری (وائی کونٹ) ہارڈنگ -	۱۱
۶۱۸۳۲۸ء	ارل (مارکویس) آف دیلہوڑی -	۱۲
۶۱۸۵۶ء	وائی کونٹ (ارل) کیننگ -	۱۳
۶۱۸۵۸ء	(۳) گورنر جنرل دوائیسراے حسب اعلان ملکہ معظمہ کوٹھنیا ارل کیننگ -	
۶۱۸۶۲ء	ارل آف ایلمن اول - (۱۸۶۳ء سر رابرٹ نیپیر (لارڈ) نیپیر آف میکڈال - ۱۸۶۳ء سر ولیم ڈینن -	۱۴
۶۱۸۶۲۲ء	سرجان (لارڈ) لارنس -	۱۵
۶۱۸۶۶۹ء	ارل آف میو - (۱۸۶۲ء سرجان سٹریچی (۱۸۶۲ء لارڈ نیپیر آف سیچس ٹون) -	۱۶
۶۱۸۶۲۱ء	پیرن (ارل آف) ہارڈ بروک -	
۶۱۸۶۶۶ء	پیرن (ارل آف) ٹن	۱۸
۶۱۸۸۰ء	مارکویس آف پین	۱۹
۶۱۸۸۲ء	ارل آف ڈفرن (مارکویس آف ڈفرن اینڈ آدا)	۲۰
۶۱۸۸۸ء	مارکویس آف لینڈ ڈون -	۲۱
۶۱۸۹۲۲ء	ارل آف ایلمن دوم -	۲۲
۶۱۸۹۵ء	پیرن (ارل آف) گرزن آف کڈسٹن - (۱۹۰۳ء لارڈ ایچٹھل) پیرن (ارل آف) گرزن آف کڈسٹن دوبارہ -	۲۳

بیگ	سنہ	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۲	۳
۲۴	۱۹۰۵ء	ارل آف ٹنڈ (ثانی)۔
۲۵	۱۹۱۰ء	بین ہارڈنگ آف پنٹر سٹ۔
۲۶	۱۹۱۱ء	لارڈ چیمسفورڈ (موجودہ وائیکسراے و گورنر جنرل)
<p>نہایت اہم ناموں کے نیچے خط لکھنا ہوا جو عارضی اور قائم مقام تھے۔</p> <p>لیفٹننٹ گورنر صاحب قانوں بدلتے پر بدستور قائم رہے ان پر جداگانہ نمبرز نہیں ڈالا گیا۔</p> <p>استنبی وائیکسراے میں صرف ایک لارڈ کرزن ہی ایسے تھے جو ولایت تشریف لے گئے</p> <p>اور دیوار گورنری پر آئے۔ ۱۳۔</p>		
انگلستان کے بادشاہوں کی فہرست		
بیگ	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت
۱	۲	۳
۱	ولیم اول	۶۱۰۶۶-۸۶
۲	ولیم دوم	۶۱۰۸۶-۱۱۰۰
۳	ہنری اول	۶۱۱۰۰-۳۵
۴	سٹیفن (آف بٹا)	۶۱۱۳۵-۵۴
۵	ہنری دوم	۶۱۱۵۴-۸۹
۶	ریچرڈ اول	۶۱۱۸۹-۹۹
۷	جان (یکسٹنڈ)	۶۱۱۹۹-۱۲۱۶
۸	ہنری سوم	۶۱۲۱۶-۷۲
۹	ایڈورڈ اول	۶۱۲۷۲-۱۳۰۷
۱۰	ایڈورڈ دوم	۶۱۳۰۷-۳۷
۱۱	ایڈورڈ سوم	۶۱۳۳۷-۷۷
۱۲	ریچرڈ دوم	۶۱۳۷۷-۹۹
۱۳	ہنری چہارم	۶۱۳۹۹-۱۴۱۳
۱۴	ہنری پنجم	۶۱۴۱۳-۲۲
۱۵	ہنری ششم	۶۱۴۲۲-۶۱
۱۶	ایڈورڈ چہارم	۶۱۴۶۱-۸۳
۱۷	ایڈورڈ پنجم	۶۱۴۸۳
۱۸	ریچرڈ سوم	۶۱۴۸۳-۸۵
۱۹	ہنری ہفتم	۶۱۴۸۵-۱۵۰۹
۲۰	ہنری ششم	۶۱۵۰۹-۷۷
۲۱	ایڈورڈ ششم	۶۱۵۷۷-۵۳
۲۲	میری اول	۶۱۵۵۳-۵۸

کے	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت	کے	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت
۱	۲	۳	۱	۲	۳
۲۳	الزنجبہ	۱۶۰۳ - ۱۵۵۸ء	۳۱	جارج دوم	۶۰ - ۱۷۰۶ء
۲۴	جیمس اول	۱۶۰۳ - ۱۶۲۵ء	۳۲	جارج سوم	۱۸۲۰ - ۱۷۶۰ء
۲۵	چارلس اول	۱۶۲۵ - ۱۶۴۹ء	۳۳	جارج چہارم	۳۰ - ۱۸۳۰ء
۲۶	چارلس دوم	۱۶۴۹ - ۱۶۵۹ء	۳۴	ولیم چہارم	۳۷ - ۱۸۳۰ء
۲۷	جیمس دوم	۱۶۸۵ - ۱۶۸۸ء	۳۵	وکتوریا	۱۹۰۱ - ۱۸۳۷ء
۲۸	ولیم سوم اور مری ٹم	۱۶۸۹ - ۱۷۰۲ء	۳۶	ایڈورڈ ہفتم	۱۹۰۱ - ۱۹۱۰ء
۲۹	ایلی	۱۶۰۳ - ۱۶۰۶ء	۳۷	جارج چہم	۱۹۱۰ - ۱۹۱۰ء
۳۰	جارج اول	۱۶۸۸ - ۱۷۰۲ء			

شاہ ابوالقاسم عمر تو با شہزادہ ارسال
ملے ہزار ماہ وہاں ہے ہزار سال
لیکن بایں حساب بعد حشت و جلال
یوم ہزار سال و ساعت ہزار سال

ایک سرزمین دہلی چمکا ترا ستارہ
گیتی فروزاں ہر وہ خسرو معظم
دنیا ترے گرجے کو جس نے کپسا انور
تعلیم اس سے بددیگری ہر گری ناک سے
موجودہ اسطرت کے دیکھ آ کے کارنامے
گزرے ہوئے سلاطین میں پر وہ عدم ہیں
برطانیہ حکومت کرتی ہر تازہ بس پر
وہ کون عدل گستر سلطان جارج چہم
مرفس سلطنت کی تو قیر ہر تو یہ ہر
دیکھ سیاست اس کی دیکھ حکومت اس کی
دنیا کو ملکادے تیرا فرغ سلطوت

پھر پائے تخت شاہی سلطان نے ستوار
یورپ کے دل سے نکلا ران اک ہمارا
خوڑشید بن کے ہر کانگریس وہ ستارا
علمی ترقیوں کا بڑھنا چلا ہر پارا
اب خواب ہو گئے ہیں افسانہاں وارا
کرتی ہیں ان کی رگوں اس حشر کا نظارا
وہ آفتاب اب ہر دہلی میں جلوہ آرا
دنیا ہر ایک پکارا دجان جارج چہم
انصاف کی مجسم تصویر ہر تو یہ ہر
تدبیر ہر تو یہ ہر تقدیر ہر تو یہ ہر
بس خواب سلطنت کی تعبیر ہر تو یہ ہر

بس دیکھنے کے قابل ہر سرفروشت اُس کی
شایاں ہر اُس کی شاہی دنیا ہر سب اسی کی
اُس کی نگہ کی ہیبت ہر دشمنوں پہ غالب
دنیا کی ساری قوموں اُس پر خدا ہوا دل سے
یہ نغمہ ہے مدحت ہوں کے مجھے مبارک

قدرت کے موقلم کی تحسیر ہر تو یہ ہر
اجمال ہر تو یہ ہر تفسیر ہر تو یہ ہر
ترکش میں تیرے دنیا گزیر ہر تو یہ ہر
حق میں ننھا رہے کوئی اکیس ہر تو یہ ہر
سلطان کی پاسے ہوسی دہلی کو یہ مبارک

فہستہ ان اردو اور فارسی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی

نام کتاب	مصنف	نام کتاب	مصنف
۱	۲	۱	۲
۱ آثار الصنادید ۱۸۴۶	سید احمد خاں	۱۱ استشفیع والتوسل	پیر جی محمد عمر صاحب
۲ اعتبار الاخبار ۱۲۸	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲ آثار الصالحین	پیر جی محمد عمر صاحب
۳ اخبار الاخبار	ظہیر الدین احمد عرف محمد اشرف علی گھنوی	۱۳ دیوان ذوق	مرثیہ شمس العلماء مولوی محمد آزاد
۴ یادگار دہلی ۱۹۵۵	سید احمد دہلوی	۱۴ آب حیات ۱۸۴۶	ابو عبد اللہ نقیض الکر آبادی
۵ دہلی گئیڈ	سید حسن نظامی	۱۵ مخبر الصالحین ۱۲۶۵	نظامی پیرس بدایوں
۶ روضۃ الاقطاب	صاحبزادہ مرزا بلاتی	۱۶ دیوان غالب	شمس العلماء مولوی
۷ سوانح عمری حضرت		۱۷ یادگار غالب	الطاف حسین صاحب علی
۸ نظام الدین لویا		۱۸ مرآۃ الحقائِق	منشی برکت علی
۹ فوائد الفوائد		۱۹ تاریخ دیوبند تاجپوئی ۱۲۹۵	شمس العلماء مولوی نذیر احمد
۱۰ سیر الاولیاء		۲۰ یادگار دیوبند تاجپوئی ۱۳۱۸	منشی دین محمد ایڈیٹر
۱۱ سیر المستشرقین		۲۱ سوانح دہلی ۱۸۵۷	میسز سید گل گزٹ لاہور
۱۲ دربار اکبری ۱۸۹۸	شمس العلماء مولوی محمد حسن		پیشوا مرزا محمد رفیع کورنگی لاہور
۱۳ تذکرۃ العارفین	حاجی محمد زید یار دیوبند		غلام احمد دکن ولی محمد علی مظفر
۱۴ انداد العارفين			سراج الدین بہادر شاہ

مصنف	نام کتاب	مصنف	نام کتاب
۱	۲	۳	۴
۲۲	عجائب الاسفار شیخ	۳۴	خان بہادر پیرزادہ
ابن بطوطہ کا سفرنامہ	مولوی محمد حسین	۳۵	عجیفہ زیریں ۱۹۰۲ء
۱۸۹۸ء	ایم اے	۳۶	آئین اکبری
۲۳	خواتین ۱۹۱۴ء	۳۷	حافظ محمد اسماعیل جیرجوری
۲۴	مختارات حصہ اول	۳۸	سید ظہور الحسن
۱۹۱۵ء	دوم ۱۹۱۵ء	۳۹	قومی پریس دہلی
۲۵	تاریخ دربار دہلی	۴۰	مزارات ادیبائے
۲۶	تاریخ بجا پور ۱۹۱۵ء	۴۱	دہلی ۱۸۸۱-۹۱ء
۲۷	واقعات مملکت	۴۲	فتح اللباب
۲۸	بجا پور ۱۹۱۵ء	۴۳	تاریخ فیروز شاہی
۲۹	حیات قیصرہ ۱۹۱۵ء	۴۴	اورنگ زیب عالمگیر
۳۰	ذکر شہنشاہ جارج پنجم	۴۵	پربلیک نظر
۳۱	مفتاح التواریخ ۱۹۱۵ء	۴۶	نشان دہلی ۱۳۱۳ھ
۳۲	سیاحت ہند ۱۹۱۵ء	۴۷	غدر کے متعلق متفرق
۳۳	کلیات شیفتہ	۴۸	نظموں کا مجموعہ
۳۴	حسرتی ۱۹۱۶ء	۴۹	حضور ملک نظم ایڈوٹو
۳۵	آثار اکبری ۱۳۲۷ھ	۵۰	ہفتم کے مختصر حالات



List of works consulted - فہرست کارے کی کتابیں جو مشورہ کی گئیں

- 1 Archaeological Survey of India Report of the year 1871-72 Delhi and Agra Vol IV by Beglar and Colley under the Superintendence of Major General R. Cunningham. S. I. Director General of Archaeological Survey of India 1874
- 2 The Archaeology and Monumental remains of Delhi by Lt. Col. Stephens. 1876
- 3 Life of H. M. Queen Victoria, G. Barnett Smith 1887
- 4 Picturesque India, W. S. Loane 1891
- 5 Delhi past & present. H. C. Farnshaw. 1902
- 6 Seven Cities of Delhi, Gordon Risley Hearn. 1906
- 7 Keen's Handbook of Visitors to Delhi. 1906
- 8 Royal tour in India, 1905-6, Stanley Reed 1906
- 9 Storia del Mogor, 1658-1708, Niccolo Manucci 1908
- 10 Sketches of Rulers of India Vol: IV Babar, Akbar & Aurangzeb, G. D. Oswald. 1908.
- 11 Life of Akbar. Col. Malletson. 1908
- 12 Loane Pool's Life of Aurangzeb
- 13 Delhi the Imperial City, Renton Denning 1911
- 14 All about Delhi, G. A. Katesan & Co. 1911
- 15 Coronation Durbar. Pundit Banka Rao 1911
- 16 The Book of the Coronation, Loasset & Co. 1911
- 17 Delhi Durbar Railway, Burt & Freeland 1911
- 18 History of India, Sri Hemalata Devi. 1911

- 19 Imperial Coronation Durbar. 2 Vols. 1911
- 20 The Portrait Book of our Kings & Queens ^{Khosla Bros.} 1911
- 21 The King & Queen in India, ^{Hare & Passcoe} Stanley Reed 1911
- 22 A Handbook to Agra & the Taj, E. V. Havell 1912
- 23 Delhi Museum Catalogue. 1913
- 24 Indian History. E. Marsden. 1914
- 25 The Historical Record of the Imperial Visit to India 1911. Compiled from Official Records 1914
- 26 Easy Stories from Indian History. E. Marsden 1915
- 27 The Oxford Students History of India Vincent ^{A. Smith.} 1916
- 28 History of India, Ram Pressed & Man Mohan 1916
- 29 History of India. Thompson.
- 30 The King's Indian Allies, St. Nicholas Singh 1916
- 31 List of Muhammadan & Hindu Monuments Shahjahanabad Vols I & II Gordon Sanderson 1915-16
- 32 V. R. I. Her Life and Empire, Marquis of Lorne, His Grace the Duke of Argyll.
- 33 Edward VII, his Life & Times, Sir Richard Holme.
- 34 From Cradle to Crown, J. E. Vincent.
- 35 King Edward VII, Thomas Nelson & Sons.
- 36 George V Our Sailor King, Robert Hudson.
- 37 Medieval India, S. Lane Poole.
- 38 Report of Lady Hardinge Medical College and Hospital for Women and Children

تقاریظ اور قطعات تاریخی

میرے جن کرم فراؤں نے ایما ناالغیب میری نئی کتاب کو سراہا اور فطرت سے تقریظیں اور قطعات
تقریظی لکھ کر میرا وصل بڑھایا ہے میں ان سب صاحبوں کی اس عنایت بے غایت کا دل سے شکر گزار
اور ممنون ہوں۔ عزم کر دی اہم زبانی کسی چھوٹے چھوٹے قطعات تاریخی اصل کتاب میں جہاں
میں مروج کر دیئے گئے ہیں جو ذرا بڑے تھے یا جن کی گنجائش نہ نکل سکی یہاں وہ لکھے جاتے ہیں۔
تقدیم و تاخر قطعات میں کسی کو ترجیح بلا مرجع دینا مکرر خاطر نہیں میرے گوشہ دل میں سب کی یکساں جگہ ہے۔
تقریظوں پذیر و ہر تاثیر اوقلم چکیدہ رقم جناب خواجہ حسن صاحب نظامی دام مجرب
”غریب دہلی کی ایک اور تصویر“

بجاری دہلی کی بگڑی سنوری شکل کی بیسیوں تصویروں میں مسلمانوں اور انگریزوں نے اتاری ہیں
یعنی دہلی کی تاریخی۔ عمارتی۔ تمدنی و سیاسی سرگزشت پیوند دیویدین مسلمان مصنفوں نے کتابیں لکھی ہیں
گر نئی تصویر۔ نئی تاریخ۔ نئی سرگزشت۔ ابھی حال میں تیار ہوئی جو جوہر علی کے مشہور تحقیق اور
مورخ کی قلم سے لکھی گئی ہے۔ مولانا بشیر الدین احمد صاحب خلف شمس العلماء مولانا حافظ ندیر صاحب
مروج ایک ایلیٹ اور مختص مصنف ہیں۔ ان کے والد صاحب نے جو سرمایہ اردو زبان میں علمی و اصلاحی کار
ناموں کا چھوڑا ہے مولانا بشیر الدین احمد صاحب اُس کی حفاظت ہی میں کوشش نہیں کرتے بلکہ
رات دن اضافہ کی سعی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے پدر بزرگ کے اکلوتے وارث ہیں اور جس نے ان کی
موجودہ علمی و ادبی خدمات اور ان کے والد کی شہرہ آفاق کارگزاریوں کا لحاظ کر کے ان کو وارث الادب
بالکل جائز خطاب دیا ہے جو ہندوستان کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا بشیر الدین احمد صاحب
ریاست جیورہ آباد میں کلکٹر تھے پٹنن کے گورنر پر اسے تو آرام طلبی اور عیش و عشرت میں وقت برباد
کر لیا جو کچھ کل بے فکر دولت مندوں کا ایک لازمی شعار ہو گیا ہو بلکہ رات دن تصنیف و تالیف میں مصروف
رہنے لگے۔ چنانچہ چند سال کے عرصہ میں دس بارہ کتابیں انھوں نے تیار کر لیں جن میں یادہ حصہ فانی و نسولی
اصلاح کا ہے۔ جس سے مولانا کو خاص مناسبت و دلچسپی ہے اور جو ان کے والد کا مقصود و زمرہ کی بھی تعلق
مولانا کی ان اصلاحی اور تمدنی کتابوں کو ملک میں خاص محبت سے پڑا جاتا ہے اور صریحاً پبلک ہی ان کو پسند
نہیں کرتی بلکہ سلطنت میں بھی یہ کتابیں مقبول ہیں اور ابھی حال میں گزشتہ سال صوبہ دہلی کی گورنمنٹ نے
ایک حصول انعام ان کی ایک اصلاحی کتاب پر دیا ہے۔ مولانا کو آثار قدیمہ اور قدامت کے تذکرہوں سے ایک
دلی لگاؤ ہے۔ قیام دکن کے زمانہ میں انھوں نے تاریخ جیابور کے نام ایک نہایت ضخیم کتاب لکھی تھی

جوانی وزنی ہو کر میں اٹھا کر چلوں تو بائپ جاؤں۔ اس میں سلاطین و کن کے تذکرے اور آثار قدیم کے حالات و قصا و ہر میں اور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نہایت محنت و تلاش سے اس کو تیار کیا ہوگا۔ اب گورنمنٹ دہلی کی خواہش سے انھوں نے دہلی کے آثار پر ایک زبردست اور تاسیخ بیجا پور کے طریقے پر مستند کتاب لکھی ہے۔ جس میں دہلی قدیم و دہلی جدید کے تمام جزو کل حالات میں اور جو ایسے ہندو تزییب سے قلم بند ہونے میں کہ اس کتاب کو دہلی کی تصویر کہہ سکتے ہیں جیسا کہ میں عنوان میں لکھا ہوں انگریزوں نے جو کتابیں دہلی پر لکھیں ان کو ناپسند نہیں کیا جاتا مگر اس کتاب کو جو مولانا بشیر الدین احمد صاحب نے لکھی ہے یقیناً بہت پسند کیا جائے گا کیوں کہ یہ اردو زبان میں ہے اور ایسے شخص نے لکھی ہے جو انگریزوں کی نسبت دہلی کو اور اس کے حالات کو زیادہ گہرائی سے دیکھ سکتا تھا اور دہلی تعلق سے قلم بند کر سکتا تھا جب کہ کیا گیا ہے۔ اگر انسان کوئی مشین ہیں۔ تو مولانا بشیر الدین احمد صاحب نے لکھنے کی مشین میں جو اتنی جلدی تصنیف تیار کر دیتے ہیں جس پر انگریزی مشینوں کی بنی ہوئی اشیاء کا یہ شہور اشتہاری فقرہ صادق آتا ہے۔ "ہاتھوں کے چھوئے بغیر تیار ہوئی" میں نہیں جانتا وہ اس کبر سنی میں اتنا زیادہ۔ اتنا جلدی اور اتنا عمدہ کام کیوں کر کر سکتے ہیں؟ مجھ کو بھی دو صفحے میں ایک متقل اور دو سو صفحے کی تصنیف تیار کر دیے گا۔ مگر یہ اگر مولانا مذکور کی تیز نگاری کے سامنے میری سریع النویسی بھی مات ہے۔

مجھے امید ہے کہ مولانا کی یہ تازہ تصنیف دہلی کی یادگاروں میں ایک مفید و دل چسپ اور متقل یادگار ہوگی اور آئندہ نسلیں اس سے اخذ کرنے کا فائدہ اٹھائیں گی جس طرح کہ آثار الصنادید مصنفہ سر سید احمد خاں مرحوم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

یہی میری دعا ہے اور یہی میری آخری اور دلی خواہش ہے۔

اے اگر بھی مکین کی رفتار ہو کہ در بس گئے تو شین نہیں چکرا ہی جو کی چال چلاؤ لیکن بات یہ ہو کہ خواجہ صاحب کی نظروں کو کم ہرے صاحب کو بھی محاسن و معالے گئی۔ اسی حضرت ہاتھوں کے چھوئے بغیر معنی قبل یہاں تو ہاتھوں کے علاوہ پاؤں بھی گھسیٹتے گھسیٹتے چھلے پڑ گئے کیوں کہ عمارت کے دیکھنے کو کوسوں سے دیکھ رہے تھے۔

نہیں بیدل پلنا پڑا لیکن جس تکلیف اور زحمت کے بعد راحت ہر ایسی تکلیف بھی اچھی۔ لے میں بتاؤں۔

رباعی۔ خوش ہوتے ہیں نگہیں کامراؤں کی طرح
ہیں منت سے دوتے پہلو انوں کی طرح
(دینی نوٹ برصغیر ہند)

تقریظ عربی تحریر فیاض ابن علم بے بدل مولوی فضل
نشانی قابل جناب مولوی نور محمد صاحب مدرس فارسی عربی
سینٹ شیفنری ہائی سکول دہلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى عِبَادِكَ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَعْلَمَنَّ اَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ فَقَالَ لِهٰمَّا اَتِيَا مَدْعَا اَوْ كَرِهَا فَعَلَا اَتَيْنَا طَاعَةً
وَجَعَلَ فِيْهِمَا الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَوِيَّ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ وَالْاَقْرَارِ وَشَفَّيْنَاهُمِنْ كُلِّ رُوحٍ يَخْلُقُ
وَقَرَّبَ اِلَيْهِمَا كَجَنَّةٍ فِيْهَا لِقَاءُ مَنْ اَسَابَ الْعِلْمَ لِسَانِ الْبَرِّ وَجَعَلَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ الْمَاءِ
حَيًّا وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ وَجَعَلَهُ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ وَاَنْزَلَ مَعَهُ الْقُرْآنَ وَالْمِيزَانَ وَعَلَّمَهُ مَكَلًا
وَاجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ السَّلَاطِنُ وَالنُّبِيُّ وَنَحَرَ كُلُّ شَيْءٍ وَكُتِبَتْ تَحَكُّمُهُ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ وَدَقَّةُ الْفَنَائِ
وَاتَّخَذَ لِلنَّارِ وَلِوَيْتَامِ الْيَتَامَى وَكُلِّ الْاَوْدَانِ وَتَعَاثُرُوا اَحْقَى مِلَّتِ الْاَرْضِ عَنْهُمْ كُلُّ
وَعَرْضًا وَكَمَرًا وَالْاَمْصَارَ وَالْمَدَانَ الْمُشِيدَةَ وَجَاءَتِ الْاَقْلَامُ وَفَتَتْهُمْ جَلَّتِ الْاُخْرَى
وَمَكَّتْ وَسُوطُ الْفَنَاءِ مَسَّطُ عَلَيْهِمْ وَهَدَفِي خَلَقُو مِنْهُ الْبَشَرِي اِحْوَا اَعْبَارُ بَيْنَ عِلْمٍ
وَالْحَقِّ وَصَدَقَ مَا احْسَنَ وَالَّذِيْنَ يَتَّقُونَ رَئِيسَ مَنْ حَقَّ عِبَادَتُهُمْ يَسْكُنُونَ فِي الْاَرْضِ حَتَّى

تکملہ ذوق منور کرشمہ دل امن کے ظنون ان کہیں جو کرتے ہیں تیسرے ہنس بول کے پیرہی کو جوانوں کی طرح

۱۵۔ ایں کارا تو آئید و مردوں نہیں کنند۔

۱۶۔ دیکھیے کہیں تیرنگ جال سے ج۔ نسبت ناک را با عالم پاک۔ جناب واد آپ نے

سنا ہوگا کہ دور کے ڈھول سہاؤنے سے عالم ہے افسانہ ماور و وایسج۔

۱۷۔ جو کاتبوں اور مبلغ والوں کی ہربانی سے باسی ہو گئی۔

۱۸۔ میں کہاں اور کہاں ہوا ہے ہشت۔ تازہ زیدم طلعت زشت۔ ہاں اگر آپ سے

بزرگوں کی دوائے کرمیت مضبوط کر دی۔ ۱۹۔

باہرین مقصد عالی نظر انیم رسید
ہاں مگر لطف شہما پیش ہند گامے چند۔ ۲۰
مہر المصنف

وَيُنْظَرُونَ إِلَى أَثَارِ الَّذِينَ سَقَوْهُمْ فِي الْفَنَاءِ وَحُصْنُ نَهْمِ الْمُصَنِّعَةِ وَصُرُوحُهُمْ لَمْ تُفْعَلْ
 الَّتِي أَكْثَرُهَا أَلْبَنُ مَخَاوِيَةً عَلَى عُرُوشِهَا فَيَقْشَعُونَ جُلُودَهُمْ تَقَرُّ لَيْلِينَ وَأُلُوبُهُمْ يَذْكُرُ اللَّهُ
 وَلَكِنَّمَا كَانَ دِهْلِي مِنْ أَغْظَمِ مَنَاطِرِ الْأَرْضِ وَأَحْبَرِهَا وَلَيْسَ لَهَا عَدِيلٌ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ
 فِي الْأَثَارِ الْقَدِيمَةِ وَأَمَّا مَرْصَرٌ عِنْدَ دَلَايِعِ مُلُوكِهَا كَشْفِي لَا يُعْتَدِلُ بِهِ وَكَثَرَتْ مِنْ بَيْتِ
 مُعْطَلَةٍ بِهَا وَتَصْرِ مَشِيدٍ وَكَأَنَّ مِنْ حَضْرٍ وَنَحْوِهَا كَالْبُلْدِ بِأَنْبِيَاءِ وَعِمَارَاتِهَا الْقَدِيمَةِ
 خَارِجَةٌ عَنْ حَدِّ الْمَرْصَرِ وَأَقْعَةُ مَسَافَةٍ طَوَّلَهَا سَبْعَةٌ وَخَشْرٌ صَبْلًا وَعَرْضُهَا
 تِسْعَةٌ أَمْيَالٍ هِيَ أُمُّ الْبِلَادِ وَمَشْتَهَرَةٌ فِي أَكْثَرِ الْعَالَمِ الْمُتَمَدِّدِينَ لِأَنَّهُمْ رَجَعُوا إِلَى
 وَمَقَرُّ سُلْطَنَتِهِمْ وَصُنِفَتْ فِي التَّحْقِيرِ أَثَارُهَا الْقَدِيمَةِ الْعَجِيبَةِ كُتِبَ بِكَثْرَةِ
 أَسَاسِيهَا وَكُنْهَاتِهَا طُفَّتْ لَهَا بَابُهَا وَهِيَ رَافِدَةٌ مِنْ عِلَالِ الْأَرْضِ أَسْفَلَ أَحَدًا عَنْ الْكَتَابِ
 أَحَاطَ بِمَحَلِّهِ الْأَشَارِ وَعِمَارَاتِ الدَّهْلِ لَا يَهْدِي فِي جَانِبِهِ أَنَّ الْكَتَابَ كَذَا وَكَذَا
 كَانَ لِهَذَا الْبَيْتِ فِي ذَلِكَ الْمَقْصِدِ الْعَالِي بَلْ يَقُولُ قَوْلًا مَدِيدًا بِالْعَدَمِ
 وَجُوْدِ الْكَتَابِ هَذَا أَوْ كُنَّا عَلَى سَبِيلِ الْإِتِّدَارِ لَوْ جُوْدِ الْكَتَابِ الْفُطُورِ
 عَلَى أَخْبَارِ الَّذِينَ خَلَدُوا مِنَ الصَّنَاعَةِ يَدٍ فِي هَذِهِ الْبُلْدِ الْعَظِيمَةِ وَالْقُتَيْبَةِ وَ
 الْمُلُوكِ وَأَشَارَهُمْ وَحُصْنُ نَهْمِ وَصُرُوحُهُمْ الْمُشِيدَةِ كَمَا حَمَلَهُ اللَّهُ الَّذِي
 يَتَّبِعُ بَعْضُ النَّاسِ عَلَى بَعْضٍ فِي الْفَنَاءِ وَخَلَقَ الْمَوَدَّةَ وَالْمَحِينَةَ الْبِلَادِ عَلَى أَنْ
 عَمَلُ قَلْبِ الْعَلَامَةِ الْخَيْرِ الْخَيْرِ وَصَاحِبِ الْفَضْلِ الْعَظِيمِ الْمَوْلَى لَنَا الْمَوْلَى
 بَنِيْنِ الدِّينِ أَحْمَدُ خَلَفَ شَمْسَ الْعُلَمَاءِ الْمَوْلَى لَنَا الْمَوْلَى
 لَنَا أَحْمَدُ الدَّهْلَوِي الَّذِي إِسْمُهُ السَّامِيُّ شَالِحٌ مَعْرُوفٌ
 فِي أَكْثَرِ الْهَيْدِ إِلَى تَسْوِيهِ هَذَا الْكَتَابِ الْجَامِعِ لِبَيَانِ جَمِيعِ الْأَمَلِكَةِ
 الْمَقْدُوسَةِ مِنَ الْخُصُوصِ وَالْمَقَابِرِ وَالْمَسَاجِدِ الَّتِي بَعْضُهَا قَائِمَةٌ
 وَالْآخَرَى عَلَى سَبِيلِ الْفَنَاءِ وَالْحَقُّ أَنَّ فِي مَنَاطِرِهَا عِبَرٌ
 وَمَنَاطِرِهَا وَالْبَيَانِ بِجَمِيعِ الْمُلُوكِ الَّذِينَ تَمَلَّكُوا عَلَى سَرِيرِ سُلْطَنَتِهَا
 مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ جَعَلَهَا اللَّهُ مَتَانَةً الْهَيْدِ وَاللَّهُ دَرُّ الْمُصْتَفِ الْأَكْثَرِ
 هَذَا الْكَتَابُ الْجَامِعِ الَّذِي أَهْنَأَنَا مِنْ تَلْكَ الْأَخْرَافِ فَلَمْ
 تِلْكَ الْعَجَائِبِ وَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ أَنَّ مَا مِنْ دَرْهَبٍ وَلَا بَابٍ

الَا هُوَ جَا مَعَهُ وَمِنْ سُلَاسَةِ عِبَادِهِ وَصِيَّةً بَيَا نَعَهُ
 أَجَدَ رُبَّانٍ يُخَوِّنُ عِنْدَ حُلِّ شَأْنٍ لِأَخْبَارِ الَّذِينَ
 خَلَوْا مِنَ الْأَمَمِ فِي هَذِهِ الْبُقْعَةِ الْمُقَدَّسَةِ رُوِيَ فِي تَفْسِيحِهِ لَتَكُنْ رَحْمَةً بَشَائِكُمْ
 إِنَّ خَيْرَ مَوْلَايَ فِي الْأَرْكَانِ كِتَابٌ -

کلام بلاغت نظام و فصاحت انضمام اسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی مدظلہم العالی

ہمیں علم کی محفل کی رواق دہلی میں شہید الدین صاحب
 اکبر ہوم پر ان کے والد کی وہ بھی میں سعادت مند ہوں
 گو علم کا چرچا تھا ہر سو پیدا ہوئے نچنے والے بھی
 جب گلشن علم مولانا سے تازہ درخشاں گل یہ کھلا
 عالمی پیش لارٹ ان کے بہت پر ان کی نظر فائز ہے
 تصنیف کو جاری رکھا ہے میں مخزن علم و فن و ہنر
 بسوط مکمل میں ہم آگاہی کی کوئی تاریخ نہ تھی
 ”دہلی کی پہلی تاریخ“ اس فقرے میں سال طبع ۱۳۴۷

لہ دہلی میں آپ تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت سلطان الانشاخ کی درگاہ شریف میں جناب خواجہ حسن صاحب
 نظامی کے پاس فروکش تھے۔ میرے والد مرحوم نے نہ صرف جناب معز کو نیا ز تھا بلکہ آپ کے خاندان سے تعلقاً
 خاص اس زمانے سے تھے جب کہ میرے والد الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اس آن بان اور اس نشان
 کے لوگ اب پیلا نہیں۔ پرانی وضع کا بھنا نا انھیں بزرگوں کا کام ہے۔ بڑے شوق سے حاضر خدمت ہوا تھا
 اُس سے زیادہ آپ کے خلوص اور شفقت بزرگانہ سے مالا مال آیا۔ باپ کو کیسے دیکھتا کہ مرچکے تھے اُن کے
 دیکھنے اور جانتے والوں کو دیکھ کر قلب مضطرب ہوئی۔ آپ نے جب سنا کہ نذیر احمد کارل کامی باد جو دیکھ لیلی اور
 مضمحل تھے کھڑے ہو کر گلے لگا یا مجھے باپ کی محبت یاد آئی۔ ان کی نورانی شکل دیکھ کر آنکھوں میں آنسو
 بھر آئے۔ اُس روز ایسی حالت تھی کہ بہتیرا کہنا چاہا مگر زبان رکن گئی کچھ نہ کہا گیا۔ دوسری ملاقات میں
 رعاسہ خدیوہ الاظہار عرض کرنا چاہا پاس ادب اور ان کی بیماری نے زبان پکڑ لی مگر عرض باؤ لی
 ہوتی ہی میں بطور تبرک آپ کے قطعہ تاریخی کا طلبکار تھا۔ عذب علم پوری کا مادہ دہلی کی پہلی تاریخ
 جو بہترین تھا آپ کی خدمت میں اس عرض سے پیش کیا کہ رحمت جستجو اور طبیعت پر تفکر کا بار ہے ہوم اور
 نظم کو دینے کی خواہش کی۔ قصہ مختصر تیسری ملاقات میں یہ مرحلہ محض میری خاطر سے حل ہوا (تقریباً ۱۳۴۷ء)

قطعات تالیفی نو شہ جناب اکھورا صاحب جذب منصب دار

عالم پوری (ضلع راجپور)

لکھی پور دہلی کی اچھی تاریخ
کہہ دو تم ”دہلی کی پہلی تاریخ“

۱۳۳۴ھ

۵

بے شک اے جذب بشیر احمد نے
اس کی تاریخ جو کوئی پوچھے

روشن ہیں ہر کی طرح جب آپ کے صفات
ہاں کر چکے ہیں وقف جہاں آپ اپنی ذات
آنکھوں سے بس لگا تارِ شیل تبرکات
ہر فقرے میں ہر آپ کے اک کوزہ نبات
مردانِ علم دوست ہوں یا ہوں محذرات
اور خوب جانتے ہیں کہ دنیا پر بے نبات
کوزے میں بند کر دیئے دنیا کے واقعات
اب تک قدیم دارِ حکومت کے واقعات
راج ہر نقارے نام بھی ہر دائمی حیات
”چھاپے گئے یہ خطہ دہلی کے واقعات“

۱۳۳۴ھ

کب مجھ سے ہوتا ہے جناب بشیر دین
محسن جہاں بھوکے ہیں اس میں نہیں ہر شک
تصفیف کر دیتی کتب ہیں انھیں جہاں
ہر نقطہ بے نظیر ہر بات لا جواب
فیض آپ کی کرتے اٹھاتے ہیں ایکساں
خاموش کیے بیٹھیں گے عالم میں بے نظیر
تاریخ تین جلدوں میں بھی ہے بے نظیر
اس طرح سے کسی نے مفصل بھی نہیں
میں کیا کہ اک جہاں ہر مصنف کا حق خواں
تاریخ اس کتاب کی یوں جذب نے کسی

(نقدی نوٹ جعفر گزشتہ) در جناب معز کی ناساوی گوارے زحمت کی متقاضی نہ تھی میری ناچیز تصنیف کو
چار چاند لگ گئے۔ آپ نے مجھ ناچیز کو بن داسوں خبر دیا۔ ۵
دل بدست آرد کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است۔ بن المصنف ۱۲
۵ لکھ میں اکثر محققین نے ددی لی ہیں اس حساب سے دس بڑھ جاتے ہیں لیکن بعض
بعض شاملیں (۳۰) اہلِ اہلِ محبوب کرنے کی بھی ملیں گی اور اس بات سے میں شکی نہ
ہی اختیار کی گئی تھی۔ ۱۲

قطعات نئی رقم سر پاکرم جتالو الکمال لوی محمد صدیق حسن صفا سفیر کنوی

یہ تاریخ دہلی کی با حسن تحسین
پراک پر ہی حاصل انھیں حق تہذیب
یہ اپنے زمانے کے سبحان و تہسین
بنائے ادب کو ہر اک فضل تہسین
”کئی اس کی تاریخ“ تیر سو ستریس
۱۲۴۴ھ

بشیر احمد دہلوی نے لکھی ہر
مصنف مؤلف مورخ میں کامل
یہ اپنے زمانے کے علامہ و ہر
سفیر زمانہ سفیر ان کی تصنیف
کمالا حجب اک سن کو دو طرح میں نے

(۱) زمستان بھر میں یہ بہتر سے بہتر
(۲) ابھی پر مے میں ہر پر مے کے گذر
(۳) لگا کر سر پہ دیباچے کا جھومر
(۴) پری بن کر حبیب آئے گی باہر
(۵) گریں گی بجلیاں حاسد کے دل پر
(۶) کہ خود موقع پہ کی تحقیق جا کر
(۷) تواریخ کتب دنیا کی اکشر
(۸) تواریخوں میں ہی بہتر سے بہتر
(۹) سلاطین سلف کی زندہ پیکر
(۱۰) دہن پر زگو ہر ہائے خوشتر
(۱۱) حرف اشعار سے اول کے لئے کر
(۱۲) پے پیدان عیسیٰ سراسر
(۱۳) شروع کے حرف اہل سے ارٹاکر
(۱۴) کئے حامل سن ہجری سراسر
(۱۵) سفیر اس قطعہ سے جلیں برابر
۱۲۴۴ھ

بشیر احمد دہلوی نے لکھی
”کہو خوب تاریخ دہلی چھی“

(۱۶) رقم کی ہر بشیر الدین نے تاریخ
(۱۷) بنایا ہر دین دہلی کو تہسین
(۱۸) درنایاب مضمون مرصع
(۱۹) مزین طبع کے زیور سے ہو کر
(۲۰) نگاہ برق کو خیرہ کرے گی
(۲۱) صحیح میں واقعات اس میں تم سب
(۲۲) سنی بھی اور دھیمی بھی ہیں میں نے
(۲۳) خدا شاہد کہ یہ تاریخ دہلی
(۲۴) عمارت کہن کا تازہ فوٹو
(۲۵) خزینہ پرز معلومات نادر
(۲۶) ہوئی تاریخ کی حسب فکر محب کو
(۲۷) سب اعداد اُن کے جب میں نے ملا
(۲۸) سن ہجری ہر مصرع ہائے آخر
(۲۹) عدو مجاہد کی رو سے جب نکالے
(۳۰) حساب ابجد کا ہر تاریخیں و دنوں
۱۲۴۴ھ

(۳۱) یہ تاریخ دہلی کی جامع کتاب
سفیر اس کی تاریخ جربہ تم

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صائیں متہلی ضلع سائر

شہرِ زمانِ مولوی ہال ایل ڈوی
 بشیران کے بیٹے ہیں حق دار جائز
 دکن میں رہے مد توں یہ کلکٹر
 ہو ستون کے کام میں آگے مصروف
 شب و روز مشغول تصنیف و تالیف
 ذہانت میں یکساں متانت میں فائق
 تمام ان کا عالم میں ہی نام روشن
 نظیر و مثال ان کی عالم میں عنقتا
 مقولہ ہی لوگوں کا میرا عقیدہ
 اٹھائے قلم سامنے ان کے آئے
 اگر وارث الالسنہ ان کو کہیے
 وطن کے بھی خواہ و حامی و مدد
 تہامی قلم رو میں علم و عمل کے
 ضرورت بہت رہبری کی ابھی ہر
 جو دہلی کے دل میں تھی مدتِ حسرت
 بھید جہان داری جانِ حجبِ جسم

ہی تصنیف و تالیف میراث جن کی
 کہ یہ دولت لازوال ان سے پائی
 وظیفہ ملا ان کو خواہش پر اپنی
 دعا میں لگے لینے خلیق خدا کی
 یہی ان کا روزہ ہی ان کی روزی
 ہر پر زور ان کی طبیعت غضب کی
 کہاں ہی نہیں روشنی ان کے دم کی
 عرب عجم تک نہیں کچھ یہ مخفی
 کہ میں اس زمانے میں یہ فخر دہلی
 کسی کو اگر کچھ ہو دعوائے علمی
 تو اردو زبان ان کے گھر کی ہی نویدی
 شب و روز و فکر اصلاح تو دہلی
 رکھی اپنے والد کی آباد کرسی
 خدا ان کو دے زندگی خضر کی سی
 اب ان کے قلم کی بدولت وہ بیکلی
 بصد کامیابی یہ تاریخ لکھی

تاریخ کوئی میں آپ کو بڑا ملکہ کی نظم آپ کی بہت جبرست آدھوتی ہے۔ نہیں لے آپ کو کبھی دیکھا نہ آجے
 مجھے مگر سا لہا سال سے دور بیٹھے دوستی کو ایسا نباہ رہے ہیں کہ میا انس کا حق ہے آپ کی خوش
 اخلاقی اور ذکاوت نے میرے دل میں خاص جگہ پیدا کی ہے۔ آپ نہ صرف میری
 ہر کتاب پر کئی کئی تاریخیں لکھ دیتے ہیں بلکہ ہر نیچے کی پیدائش اور ان کی تقاریر شادی وغیرہ پر
 بھی اظہار محبت فرماتے ہیں غرض ناکار کوں تند زبیر بار احسان کیا ہے کہ آپ کے شکر یہ سے
 ہمدرد یا ہونا ممکن ہے۔ آپ کے ایک چھوڑا پڑھ لکھے ہیں۔ ایک یہاں اور میں اور مجھ حسب موقعہ
 حق کتاب میں آگئے ہیں۔ ۲۱ من المصنف۔

خدا اس کے لکھنے کا ان کو صلہ دے
رہسیر بند اخلاق تہذیب ادب میں
لگائے ہیں شاید ہی ایسی کوئی ہو
اب اس تازہ تصنیف کا ذکر سن کر
کسی سے نہ پوچھنا نہ سوچنا نہ سمجھنا
مصنف کی خوش نیتی کی بدولت
کہ از بہر سال الہی فلک سے
پہر اب عیسوی کوئی پوچھے تو کہہ دو

یہی اب دعوے دلی ہی ہماری
لکھی ہیں انھوں نے کتابیں بہت سی
کہیں نے لکھی ہونہ تاریخ جس کی
ہوئی دلی میں پیدا ہوا کہ گلدی سی
نہ کچھ اس میں فکر ساسے مدلی
ہوئی اگر لطیف اس میں تائیدی
نذا آئی "از کار شاہان دہلی"
کہ "در ذرۃ المستلج تاریخ دہلی"
۶۱۹۱۵

تاریخ طبع زاد جناب برکت شیر خاں صاحب ادیب میٹھی سابق ایدیم بھدرہ و مصنف کتب متعددہ

ابو بشیر الدین احمد دہلوی
جائیں علامہ دوران ہیں آپ
خوبیاں ہر صنف کی مرحوم سے
اس زمانے میں نہیں دیکھا سنا
وہ وہ لکھی ہیں کتابیں لاجواب
آپ کی تصنیف میں پاتے ہیں ہم
فہم میں آجائے فوراً دیکھ کر
کچھ نہیں تعقید انھیں۔ انتشار
صاف اور شستہ عبارت دیکھ کر
خوب کی تحریر یہ تاریخ نو
اس زمیں پر نامور جتنے ہوئے

آپ کے اوصاف ہوں کیوں کریاں
کیوں نہ ہوں بھنگتہ رنج و مکتہ و ال
ورثہ والامیں آئیں بے گساں
دانشیں و فی اثر نادر بیباں
معترف خوبی کا جن کی اک جہاں
مستند دلی کی شکالی زبان
اتنا سیدھا سادہ عمدہ جزیباں
نثر ہر اک چشمہ شیریں رواں
لغز حیرت کیوں نہ ہوں اہل ناں
دہلی والوں کی ہر جس میں داستان
حی و قیام یا ہیں زیر آسمان

یعنی میرے والد مرحوم - ۱۲ -

اُن کی محنت اُن کے فن اُن کے کمال
 مدح خواں جس کا جہاں ہر آج تک
 کچھ ہیں ایسے بھی نہیں جن کا مزار
 دامن صحرائیں ہیں اسودہ خواب
 کون تھے کیا جانے کس کا دُھیر ہو
 دیتی ہر سب کا پستہ تاریخ یہ
 کیں مصنف نے بہت جانکاہیاں
 بالیقین مجبورِ عسیرِ خوبی ہر یہ
 لکے کے سن طبع کیجئے مختصر
 خوب ہر تاریخ بے مثل اور ادیب

کارندے سب کے کرتی ہر عیاں
 کرتی ہر اُن کی بیاں یہ خوبیاں
 نام باقی ہے نہیں لیکن نشان
 خاک تک جس کی نہیں دامن کشاں
 بے خبر ہیں مردوزن خورد و کلاں
 تھے یہاں ابن فلاں ابن فلاں
 اجر مے اس کا خداوند جہاں
 کیوں نہ ہو منظور چشمِ مرداں
 لطفِ کبریا کی گودِ استاں
 رہنمون یادگارِ رستاں

۱۳۳۸ھ

تاریخ قمر زدہ جناب رفعت شیر خاں صاحب البیاب فرزند ادیب صاحب
 کاتب کتاب ہذا

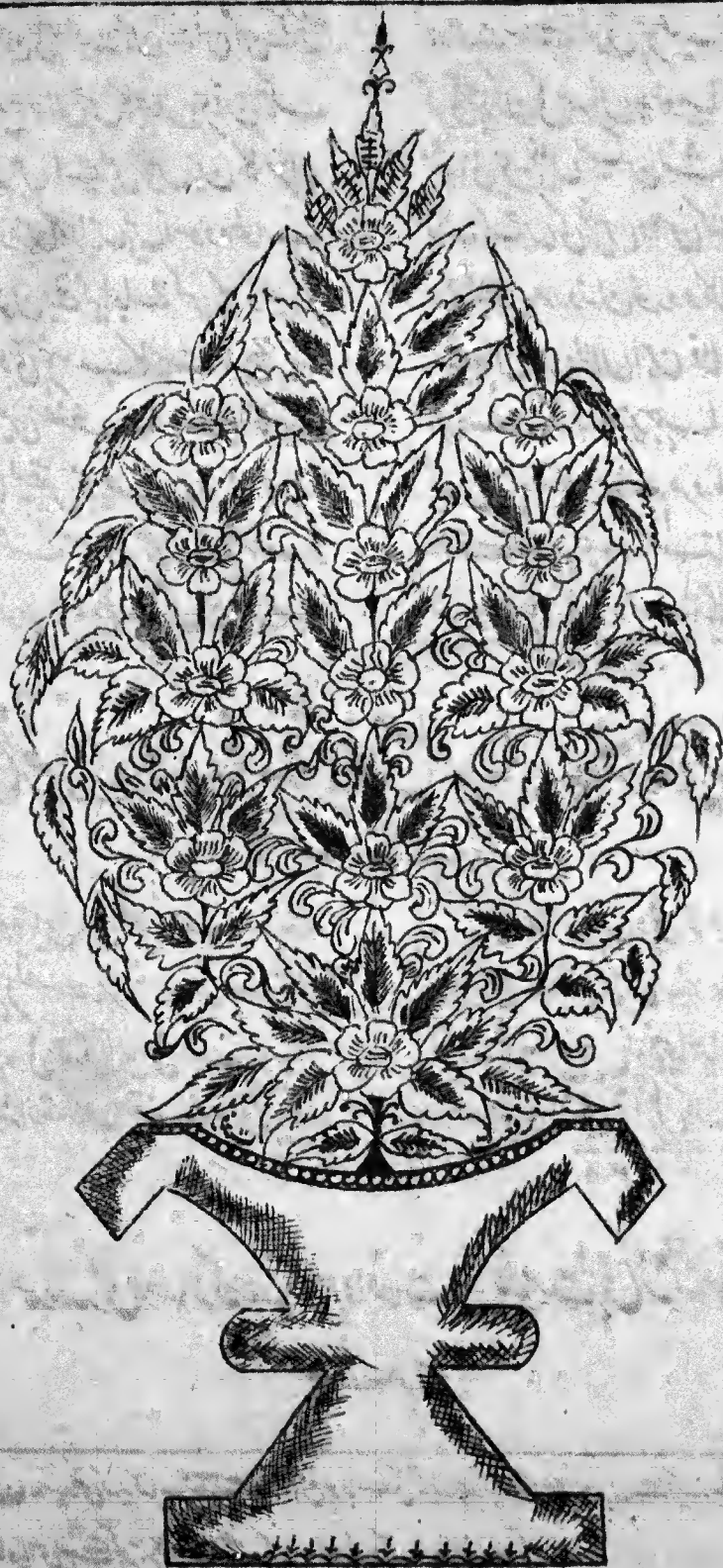
وہ تاریخ دہلی لکھی آپ نے
 ہر تصنیف بھی آپ کی بے مثل
 ہوئی فکر تاریخ کی جب مجھے
 بشارت دی ہاتھ نے یہ از البیاب

مفتقل لکھا جس میں دہلی کا حال
 کہ خبر طرح سے آپ ہیں بے مثال
 فلک پر جس میں تو نہجِ خیال
 کہ لکھ دیجئے تاریخِ ازل و کمال

۱۳۳۸ھ

احمد اللہ علی احسانہ کہ حصہ سوم واقعات دارالحکومت دہلی معجمیوں کے
 ختم ہوا

نوٹ: سیدھی کہ یہ کتاب ۱۳۳۸ھ میں شائع ہو جانے کی گرضد اعلان کرے اُن کا جنھوں نے ایک سال گھلا کو دوسرا
 سال لگا دیا ہی سب کے کچھ تاریخیں مستحکم کی ہیں اور کچھ ایک سال مابعد کی۔ ۱۲



HISTORY
OF
DELHI THE IMPERIAL CITY
A MOST COMPREHENSIVE ACCOUNT OF THE HISTORY
AND ARCHEOLOGY OF DELHI
(WITH NUMEROUS ILLUSTRATIONS)

BY

BASHIR-UD-DIN AHMAD, M.R.A.S.,
FIRST TALUKDAR (COLLECTOR AND DISTRICT MAGISTRATE) RET.
H. E. H. THE NIZAM'S GOVERNMENT,
AUTHOR OF THE HISTORIES OF VIJAYANAGAR AND BIJAPUR, IQBAL DULHAN,
HUSN-E-MUASHRAT, ISLAH-E-MAISHAT, ETC., ETC., AND TRANSLATOR OF
DR. STALL'S SELF AND SEX SERIES.

VOL. III.

Archæology (*continued*)

DELHI
1919

1st Edition]

(*All Rights Reserved.*)

[1,000 Copies.

اعلان

(موجب کابی رائٹ ایکٹ ۱۹۱۲ء جلد حقوق بحق بشیر الدین احمد محفوظ ہیں)

مولوی نذیر احمد صاحب بالقابہ کی تصانیف

قرآن شریف مترجم کلاں ۲۲+۲۹۔ دو صفحہ مع فرنگ لفاظ اور دو جلد شدہ کاغذ سفید ولایتی کاغذ خانی جلد صدف

محمل مترجم ۲۲x۱۹ مترجمین السطو۔ مع فرنگ لفاظ صدف خواشد۔ ایک صفحہ بہ متن دوسرے پر ترجمہ

ادعیۃ القرآن۔ قرآن شریف کی عام دعائیں مع خواص۔ دہ سورہ۔ الحقوق والفرص۔ ہر سہ حصہ۔

جس میں اسلام کے تمام مسائل ہیں۔ اجتہاد جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں اسلام ہی سچا مذہب ہے۔

حیات النذیر۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی مفصل سوانح عمری مع فوٹو اور دو عکسی خطوط کے نظم بنے نذیر مولوی

صاحب موصوف کی کل نظموں کا مجموعہ۔ مراقب العروس۔ توبۃ النصوح۔ بنات النعش۔ شخصیات۔

رویائے صادقہ۔ ابن الوقت۔ ایامی۔ موعظہ حسنہ مجموعہ خطوط۔ منتخب الحکایات۔ چندید۔ صرف صغیر

فارسی کی گریمر۔ نصاب خسو۔ یعنی خالق باری۔ رسم الخط۔ قواعد لاولیسی۔ مبادی الحکمۃ۔ منطق کار و در سالہ

بالغینک فی الصرف۔ عربی گریمر مجموعہ لکچر۔ دو جلد جس میں (۴۴۲) لکچر ہیں۔ مطالب القرآن تفسیر کا پہلا حصہ

خاکسار کی تصانیف

واقعات مملکت ہمایوں۔ تین حصے۔ ۱۲۸۷ صفحے (۲۶۶) فوٹو۔ دکن کی مکمل تاریخ جس پر ہزار روپیہ انعام ملا۔

منظورہ نکست بک گیتی پنجاب۔ اقبال دہن حسن معاشرت۔ اصلاح معیشت۔ منظورہ نکست بک

کیٹیاں پنجاب و مالک متحدہ۔ تینوں کتابیں لڑکیوں اور مستورات کے لئے از بس مفید ہیں۔ اصلاح معیشت پر

سرکار سے تین سو روپے انعام ملا ہے۔ حرز طفلان۔ لڑکوں کے لئے نشاط عمر نوجوانوں کے لئے۔

عصایے پیری۔ ادھیڑ عمر کے لوگوں کے لئے بچوں سے دو دو باتیں۔ لڑکیوں کے لئے۔

مید چاروں کتابیں بیش بہا نصاب اور اخلاقی تسلیم کی ہیں۔ عزم با بحزم۔ استقامت ارادہ بلیک

چھوٹا سا رسالہ۔

لکھنے کا پتہ

بشیر الدین احمد تعلقہ دار پشتر گھاری باولہ ملی

